۱۲۰ سالہ قدیم فارسی سوانح مع اردو ترجمہ

معین الاولیاء

۱۳۱۳ھ

تالیف

حضرت دیوان سید امام الدین علیخاں چشتی

ڈپٹی کلکٹر اجمیر و سجادہ نشین حضور غریب نواز

مترجم: حضرت علامہ قاضی شاہ سید اعظم علی صوفی قادری حیدرآباد (دکن)

معاون مترجم: پیرزادہ مولانا سید سراج الدین معینی اجمیری

ناشر

سلطان الہند پبلی کیشنز حویلی دیوان صاحب درگاہ بازار اجمیر شریف

نام کتاب : معین الاولیاء (فارسی)

موضوع : سیرت (سوانح عمری)

مؤلف : حضرت دیوان سید امام الدین علیخاں چشتی
ڈپٹی کلکٹر اجمیر و سجادہ نشین حضور غریب نواز

حسبِ فرمائش : خواجہ سید غیاث الدین چشتی جانشین دیوان سید صولت حسین صاحبؒ

مترجم : علامہ قاضی سید شاہ اعظم علی صوفی قادری صدر جمعیۃ المشائخ

معاون مترجم : پیرزادہ سید سراج الدین معینی فاضل جامعہ نظامیہ

سن اشاعت : ۱۴۳۴ھ مطابق ۲۰۱۳ء

تعداد بارِ اول : ایک ہزار

قیمت : Rs 500 (پانچ سو) روپئے

ناشر : سلطان الہند پبلی کیشنز، حویلی دیوان صاحب، اجمیر شریف

ملنے کا پتہ : چشتیہ بکڈپو۔ نزد جنت ہوٹل، چشتیہ مارکیٹ، اجمیر

موبائل نمبر : 09461592786,09460933025,09829217860

Moinul Aulia

By: **Qazi Syed Imamuddin Alikhan Sb.**
Dy. Collector & Sajjada Nashin Dargah Khwaja Sb. Ajmer Sharif
Translated By: **Qazi Syed Shah Azam Ali Sahab Soofi**
President, Jamiatul Mashaikh Hydrabad
Published By: **Sultanul Hind Publications**
Haveli Diwan Sahab, Dargah Bazar, Ajmer
Available at: **Chishtiya Book Depo**
Near Jannat Hotel,Under Haveli Diwan Sahab,Ajmer

ھوالمعز

تہدیہ

میں اپنی اس علمی کاوش کو سلطان الہند حضور خواجہ غریب نواز قدس سرہ کی بارگاہ بیکس پناہ میں بطور خراج قلب ونظر پیش کرتا ہوں جن کی چشمِ فیضان کی بدولت اس مبارک کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کا مجھے حوصلہ نصیب ہوا۔

نیز

تقدس مآب حضرت دیوان سید صولت حسین علیخانؒ سابق سجادہ نشین آستانہ اجمیری کی روح پرفتوح کو اس کا ایصال ثواب کرتا ہوں کہ جن کا یہ دیرینہ خواب الحمدللہ آج شرمندۂ تعبیر ہوا۔

درویش خیراندیش

قاضی سید شاہ اعظم علی صوفی قادری

صدر کل ہند جمعیۃ المشائخ

(مترجم معین الاولیاء)

حمد و نعت شریف

دیوان سید امام الدین علیخاں

حمدِ خدا لکھے یہ بشر کی مجال کیا — یاں جائے دم زدن ہی نہیں قیل قال کیا

لا ریب لَاشَرِیْکَ لَہٗ ، اسکی ذات ہے — جو کچھ ہے غیر ذات وہ اسکی صفات ہے

معبودِ کل ہے مالکِ ارض و سما ہے وہ — المختصر یہ ہے کہ ہمارا خدا ہے وہ

محفل میں ذکر حضرتِ خیر الانام ہے — ہر شخص کی زباں پہ محمد کا نام ہے

ہر ایک دل میں بادۂ الفت کا جوش ہے — بے ہوش ہو رہا ہے وہی جس کو ہوش ہے

آغاز ذکر سیدِ خیرالوریٰ ہوا — خاموش اہلِ بزم ہیں کیوں آج کیا ہوا

ہے آج قدسیوں کا نزول اس مقام پر — بھیجو درود بھیجو محمد کے نام پر

چھوڑو یہ سرد مہری اگر کچھ شرم ہو — آہیں بھرو کہ محفلِ میلاد گرم ہو

افسوس تم سے ہو نہ سکے یہ بھی اہتمام — بھیجو درود لب پہ جب آجائے انکا نام

بیٹھو ذرا سنبھل کے ذرا دل کو تھام لو — لو میرے ساتھ تم بھی محمد کا نام لو

ہر سمت جلوہ ریز شعائیں ہیں نور کی — آتی ہے کوئی دم میں سواری حضور کی

آمد قریب تر ہے اب اس بزم گاہ میں — آنکھیں بچھاؤ چل کے محمد کی راہ میں

مشتاقِ دید دیدۂ دل وا کئے رہیں — بہرِ نثار نقدِ دل و جاں لئے رہیں

داماں و جیب بھر لو گہر رول رول کر — جو مانگنا ہے مانگ لو دل کھول کھول کر

مانگے گا جو مراد وہی آج پائے گا — یہ وقت جائے گا تو کبھی پھر نہ آئے گا

کافی ہے اسکا نام مہمات کے لئے
لو سب اٹھاؤ ہاتھ مناجات کے لئے

از: دیوان اثرؔ

مناجات

دیوان سید امام الدین علیخاں

مرحبا ختمِ رسل سیدِ والا نسبی — نہ تو ہوگا نہ ہوا اور کوئی تجھ سا نبی

نارِ دوزخ سے بچا اپنے گناہگاروں کو — آبِ رحمت سے بجھا آگ کے انگاروں کو

جس نے مانگا وہی پایا دمِ حاجت طلبی — تیری سرکار سخی ہے ترا دربار سخی

الغیاث اے شہِ لولاک رسولِ مدنی — الغیاث! اب تو مری جان ہی پر آن بنی

طاقتِ ضبط نہ یارائے شکیبائی ہے — ہم ہیں اور ہجر ہے اور گوشۂ تنہائی ہے

مالکِ کلک ولایت شہ والا کے لئے — سیدہ محترمہ فاطمہ زہرا کے لئے

کشتۂ خنجر و تسلیم و رضا کا صدقہ — صبر و مظلومی مسموم جفا کا صدقہ

ملک و جن و بشر ارض و سما کا صدقہ — کرسی و لوح و قلم عرشِ علا کا صدقہ

صدقہ اصحاب کا صدقہ ترے انصاروں کا — صدقہ قرآن کا قرآن کے سیپاروں کا

تھک کے میں بیٹھ گیا راہ میں تیری چل کر — آلِ اطہار کا صدقہ مری مشکل حل کر

یا نبی تیرے سوا کون سنے کس سے کہیں — کوئی ایسا نظر آتا ہی نہیں کس سے کہیں

طالبِ دید ہوں دیدار دکھا دے مجھ کو — ساغرِ بادۂ توحید پلادے مجھ کو

عاصیوں کے لئے بخشش کا سہارا تو ہے — زہد ہے حضرتِ زاہد کا ہمارا تو ہے

میرا مالک مرا مولا میرا آقا تو ہے — زہد ہے حضرتِ زاہد کا ہمارا تو ہے

ہند سے جلد مدینہ میں بلالو مجھ کو — روضۂ پاک ان آنکھوں سے دکھا دو مجھ کو

یا نبی کس کو میسر ہے غلامی تیری
بادشاہی سے تو بہتر ہے غلامی تیری

از: دیوان اثرؔ

سلام ونعت

دیوان سیدامام الدین علیخاں

یا رسول اللہ یا خیر الوریٰ   یا نبی اللہ یا نور الہدیٰ

السلام اے مہرِ تابانِ عرب   السلام اے جانِ جانانِ عرب

السلام اے مایۂ علم و عمل   السلام اے آیۂ ما قل و دل

السلام اے شافعِ روزِ جزا   السلام اے ہادیِ راہِ خدا

السلام اے شاہدِ امی لقب   السلام اے باعثِ فخرِ عرب

اے امیرِ عرشِ اعظم السلام   اے معظم از معظم السلام

آبروئے حشر تیرے ساتھ ہو   تیرا دامن ہو ہمارا ہاتھ ہو

نارِ دوزخ سے بچا لینا مجھے   اپنے دامن میں چھپا لینا مجھے

تیرا بازارِ شفاعت گرم ہے   ہم گنہگاروں کی تجھ کو شرم ہے

حشر میں تیرا ہی تیرا راج ہے   تیری امت کی تجھی کو لاج ہے

عمر گذری ساری بد افعال میں   نام نیکی کا نہیں اعمال میں

یوں تو آمرزش کے لائق ہم نہیں   اور جو تم چاہو تو کچھ بھی غم نہیں

چاہئے طاعت نہ تقویٰ چاہئے   مہرباں تو ہو تو پھر کیا چاہئے

دین پر دعویٰ نہ کچھ اسلام پر   مطمئن بیٹھے ہیں تیرے نام پر

لب پہ حرف آنے لگا فریاد کا   المدد یہ وقت ہے امداد کا

چاند سی صورت دکھا جانا مجھے   اپنا دیوانہ بنا جانا مجھے

لب پہ تیرا نام دل میں نور ہو   کنج مرقد نور سے معمور ہو

یوں ادا ہو کنجِ مرقد میں نماز   سر ترے قدموں پہ ہو بندہ نواز

تیرا ہی جلوہ رہے پیشِ نظر   کچھ نہ دیکھوں تیری صورت دیکھ کر

منہ سے کلمہ کے سوا نکلے نہ بات   گور کی پرسش سے ہو جائے نجات

منہ سے جب گھبرا کے تیرا نام لوں　　دونوں ہاتھوں سے کلیجہ تھام لوں
چین سے سوؤں لحد کے ڈھیر میں　　ہو مدینہ کا سماں اجمیر میں
ہو مئے الفت کا جس دم دل میں جوش　　یا محمد کہہ کے ہو جاؤں خموش
دفعتاً بگڑے ہوئے بن جائیں کام　　قبر میں مفتوح ہو باب السلام

عرض حالِ خویشتن کردم تمام
بر ادائے صد درود و صد سلام

از: دیوان اثرؔ

تضمین۔ حضرت جامی کی نعت شریف پر

دیوان سید امام الدین علیخاں

یہ تمنا ہے کہ محشر میں رسولِ عربی　　بیچ میں تم ہو اِدھر میں ہوں اُدھر خیلِ نبی
اور یوں عرض کروں میں دمِ حاجت طلبی　　مرحبا سیدی مکی مدنی العربی
دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

چشمِ بد دور مجھے اپنی ہی آنکھوں کی قسم　　نور ہی نور نظر آتا ہے سر تا بہ قدم
واہ رے حسن! خدا جانے یہ کیا ہے عالم　　منِ بیدل بجمالِ تو عجب حیرانم
اللہ اللہ چہ جمال است بدیں بوالعجبی

خوب کی سیرِ جہاں ، سارا زمانہ دیکھا　　ایسا بے مثل طرحدار تو دیکھا نہ سنا
یہ کچھ اور ہی انداز ہیں ، اے صلِّ علیٰ!　　نسبتے نیست بذاتِ تو بنی آدم را
بر تر از آدم و عالم تو چہ عالی نسبی

لب پہ دم آنے لگا منہ سے نکلتی نہیں بات　　عطشِ ہجر سے ہے جاں پہ عذابِ سکرات
ایک دو جام ادھر بھی ترے خم کی خیرات　　ما ہمہ تشنہ لبانیم توئی آبِ حیات
لطف فرما کہ ز حد می گذرد تشنہ لبی

آج تو اور ہی دربار کے کچھ ہیں انداز　　جمع ہے خلقِ خدا تا بہ سرا پردۂ ناز

دیر اب بندہ نوازی میں ہے کیا بندہ نواز بر درِ فیضِ تو استادہ بصد عجز و نیاز
رومی و طوسی و ہندی و یمنی و حلبی

سرگزشتِ منِ برگشتۂ پامال مپرس حالِ من حالِ سگانِ تو زِ من حال مپرس
سستیِ زہدِ مبیں ، زشتیِ احوال مپرس عاصیانیم زِ ما نیکیِ اعمال مپرس
سوئے ما روئے شفاعت بکن از بے سببی

گھر سے نکلا ہوں ترے دھیان میں جوگی منتظر دیر سے بیٹھا ہوں سرِ راہ گزر
بنکر

کب تلک دیر خدا کے لئے اب دیر نہ کر چشمِ رحمت بکشا سوئے من انداز نظر
اے قریشی لقبی ، ہاشمی و مطلبی

لوحِ محفوظ پہ ہیں تیرے محامد مسطور تیرے اوصاف سے ہیں جملہ صحائف معمور
تیری اللہ کو خاطر ہے یہاں تک منظور ذاتِ پاکِ تو دریں ملکِ عرب کردہ ظہور
زاں سبب آمدہ قرآں بزبانِ عربی

شہِ لولاک لما سیدِ والا نسبی یا رسولِ عربی ہاشمی و مطلبی
نظرِ سوئے اثر نیز دمِ جاں بلبی سیدی انت حبیبی وطبیبِ قلبی
آمدہ سوئے تو قدسی پئے درماں طلبی

از: دیوان اثرؔ

نظر نہ آیا کوئی آپ سا غریب نواز قدس سرہٗ

مولانا قاضی صوفی اعظم القادری (مترجم)

شفائے دردِ دلِ مبتلا غریب نواز　　ہیں چارہ سازِ غمِ لا دوا غریب نواز
دکھاؤ چہرۂ زیبا ذرا غریب نواز　　یہی غریب کی ہے التجا غریب نواز
تمہارے در کو میں اب چھوڑ کر کہاں جاؤں　　ہوں آستاں کا تمہارے گدا غریب نواز
غریب وبیکس و بے چارہ، بے نوا ہوں میں　　نہیں ہے کوئی مرا آسرا غریب نواز
ہزاروں دیکھے ہیں اہلِ کرم جہاں میں مگر　　نظر نہ آیا کوئی آپ سا غریب نواز
کروں میں سجدے لگاؤں میں اسکو آنکھوں سے　　جو پاؤں آپ کا میں نقشِ پا غریب نواز
پڑا ہے سابقہ مرقد میں اب فرشتوں سے　　مدد کو آیئے اس وقت یا غریب نواز
مرے خراجِ عقیدت کا ہے یہ نذرانہ　　تمہاری شان میں جو کچھ کہا غریب نواز

ذرا تو سن لو صدا اک غریب اعظمؔ کی
پکارتا ہے جو در پر کھڑا غریب نواز

فارسی قطعۂ تاریخِ اشاعت عیسوی

از مترجم علامہ قاضی سید شاہ اعظم علی صوفی اعظمؔ القادری

کرد تصنیف ایں "معین الاولیاء" چوں دلنشیں
حضرتِ سید امام الدین سجادہ نشیں
ترجمہ از فارسی در اردو کردہ کمتریں
منکشف شد حالِ نسلِ حضرتِ خواجہ معیں
کُن رقم سالِ اشاعت صوفی اعظمؔ قادری
ذکرِ اولادِ معین الدیں شدہ شائع مبیں

۹ ۰ ۰ ۲ ء

*****

معین الاولیا کے ترجمہ کی تکمیل پر

از خدا خاں صاحب مونسؔ ، سابق ناظم درگاہ خواجہ صاحب اجمیر

قبولِ بارگاہِ ایزدی ہوگا یہ نذرانہ
غیاث الدین صاحب رحمتِ باری مبارک ہو
ہزاروں تشنگانِ علم اس سے فیض پائیں گے
یہ محنت یہ لگن یہ جذبِ دیں داری مبارک ہو
یہ کارِ خیر ہے بیشک ، کہو تاریخ اے مونسؔ
معین الاولیا کی ترجمہ کاری مبارک ہو

۱۴۳۲ھ

دعا گو حاجی الحرمین خداداد مونس

۱۴۳۲ھ

اردو قطعۂ تاریخِ طباعت ہجری

ازفرزند مترجم قاضی سید شاہ مصطفی علی صوفی سعیدؔ قادری ایم۔اے (عثمانیہ)

معین الاولیاء کا ترجمہ فرمایا والد نے
بالآخر کام آئی نسبتِ روحانی خواجہ کی
اشاعت اور رسمِ رونمائی ہونے والی ہے
بفضلِ ربؔ نوازش ہے یہ سب اجمیری خواجہ کی
طباعت کا سنِ ہجری سعیدؔ قادری کہدو
"معین الاولیاء" ۔ کامل سوانح عمری خواجہ کی

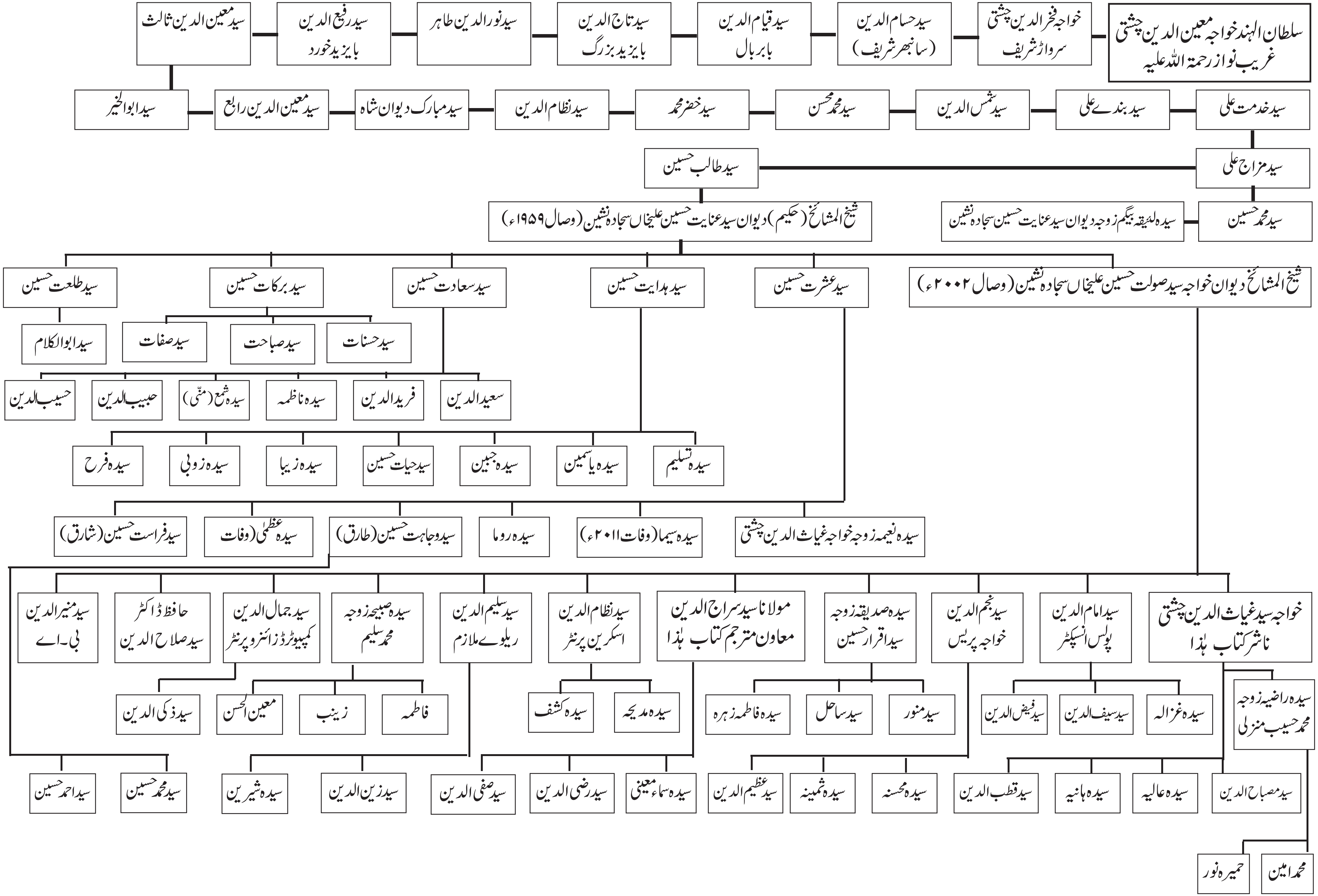
۱ ۴ ھ ۳ ۰

اردو قطعۂ تاریخِ ترجمہ ہجری

ازفرزند مترجم ڈاکٹر حافظ سید شاہ مرتضیٰ علی صوفی حیدرؔ قادری مولوی کامل (نظامیہ) پی ایچ ڈی (عثمانیہ)

لکھا تھا فارسی میں تذکرہ اجمیری خواجہؒ کا   امام الدین صاحب نے جو تھے درگاہ کے دیواں
کیا ہے والدِ ماجد نے اردو ترجمہ کیا خوب   سلیس و عام فہم و دلنشین و عمدہ و شایاں
کہو بے ساختہ تاریخ حیدرؔ ترجمہ کی یوں
معین الاولیاء" کا ترجمہ ہے کس قدر آساں

۱ ۴ ھ ۲ ۹


سلطان الہند خواجہ معین الدین چشتی غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ
خواجہ فخر الدین چشتی سرواڑ شریف
سید حسام الدین (سانبھر شریف)
سید قیام الدین بابر بال
سید تاج الدین بایزید بزرگ
سید نور الدین طاہر
سید رفیع الدین بایزید خورد
سید معین الدین ثالث
سید خدمت علی
سید بندے علی
سید شمس الدین
سید محمد محسن
سید خضر محمد
سید نظام الدین
سید مبارک دیوان شاہ
سید معین الدین رابع
سید ابوالخیر
سید مزاج علی
سید طالب حسین
سید محمد حسین
سیدہ لطیفہ بیگم زوجہ دیوان سید عنایت حسین سجادہ نشین
شیخ المشائخ (حکیم) دیوان سید عنایت حسین علیخاں سجادہ نشین (وصال ۱۹۵۹ء)
شیخ المشائخ دیوان خواجہ سید صولت حسین علیخاں سجادہ نشین (وصال ۲۰۰۲ء)
سید عشرت حسین
سید ہدایت حسین
سید سعادت حسین
سید برکات حسین
سید طلعت حسین
سید حسنات
سید صباحت
سید صفات
سید ابوالکلام
سعید الدین
فرید الدین
سیدہ ناظمہ
سیدہ شمع (منّی)
حبیب الدین
حسیب الدین
سیدہ تسلیم
سیدہ یاسمین
سیدہ جبین
سید حیات حسین
سیدہ زیبا
سیدہ زوبی
سیدہ فرح
سیدہ نعیمہ زوجہ خواجہ غیاث الدین چشتی
سیدہ سیما (وفات ۲۰۱۱ء)
سیدہ روما
سید وجاہت حسین (طارق)
سیدہ عظمیٰ (وفات)
سید فراست حسین (شارق)
خواجہ سید غیاث الدین چشتی ناشر کتاب ہذا
سید امام الدین پولس انسپکٹر
سید نجم الدین خواجہ پریس
سیدہ صدیقہ زوجہ سید اقرار حسین
مولانا سید سراج الدین معاون مترجم کتاب ہذا
سید نظام الدین اسکرین پرنٹر
سید سلیم الدین ریلوے ملازم
سیدہ صبیحہ زوجہ محمد سلیم
سید جمال الدین کمپیوٹر ڈزائنر و پرنٹر
حافظ ڈاکٹر سید صلاح الدین
سید منیر الدین بی۔اے
سیدہ راضیہ زوجہ محمد حبیب منزلی
سیدہ غزالہ
سید سیف الدین
سید فیض الدین
سید منور
سید ساحل
سیدہ فاطمہ زہرہ
سیدہ مدیحہ
سیدہ کشف
فاطمہ
زینب
معین الحسن
سید ذکی الدین
سید مصباح الدین
سیدہ عالیہ
سیدہ ہانیہ
سید قطب الدین
سیدہ محسنہ
سیدہ ثمینہ
سید عظیم الدین
سیدہ سماء معینی
سید رضی الدین
سید صفی الدین
سید زین الدین
سیدہ شیرین
سید محمد حسین
سید احمد حسین
محمد امین
حمیرہ نور

پیش لفظ

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ امابعد

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر، آقائے دوجہاں حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا فیضان و حضور سلطان الہند غریب نواز خواجۂ خواجگان خواجہ معین الدین حسن چشتی سنجری ثم اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی نظرِ عنایت، والدی و مرشدی حضرت شیخ المشائخ دیوان سید صولت حسین علیخاں سجادہ نشین حضور غریب نواز کا روحانی تصرف کہ اس ناچیز کو غریب نواز کے حالات پر مبنی تاریخی و مستند کتاب معین الاولیا کا اردو ترجمہ مع فارسی متن شائع کرنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔

والدِ محترم کی دلی خواہش تھی کہ غریب نواز سے متعلق کتابیں شائع کرتے وقت اعلیٰ معیار کا خاص خیال رکھا جائے۔ الحمدللہ دیوان معین الدین چشتی موسوم بہ کلامِ عرفاں طراز کا دوسرا و تیسرا ایڈیشن شائع کرتے وقت والدِ محترم کی خواہش و ہدایت کے پیشِ نظر ہی اسے اعلیٰ معیار پر شائع کیا گیا۔

"معین الاولیاء" کی اہمیت کا اندازہ اسی سے لگایا جاسکتا ہے کہ غریب نواز رحمۃ اللہ کے مستند سوانح نگاروں نے اسکا حوالہ اپنی کتابوں میں دیا ہے۔ ساتھ ہی اس کتاب کی اشاعت کے لئے کلکٹر و اسسٹنٹ کمشنر اجمیر نے 6-11-1892 کو ایک حکم (Order) جاری کیا کہ

درگاہ کمیٹی 75 روپے	دیوان اسٹیٹ 75 روپے
کورٹ آف وارڈ 50 روپے	ڈسٹرکٹ فنڈ 50 روپے

منشی امام الدین صاحب کو دیں گے۔ اور شائع ہونے کے بعد علی الترتیب 15-10-2-2 عدد کتابیں انکو دی جائیں گی۔ گویا یہ ایک تاریخی دستاویز ہے۔

اس کتاب کا اردو ترجمہ کرنا آسان کام نہیں تھا فرامین کا ترجمہ کرنا اس سے بھی مشکل، حضرت صوفی صاحب جیسی قابل شخصیت دوسرے برادر عزیز سراج الدین کی جستجو اور تحقیق پھر مزید ان تین کتابوں نے یہ کام اور آسان کر دیا۔

(۱) فرامین سلاطین از: منشی بشیر الدین

(۲) مغل ڈاکیومنٹ حصہ اول و دوم از: ایس آئی اے ترمذی سابق ڈائرکٹر محکمہ آثار قدیمہ دہلی

(۳) اجمیر تھروانسکرپشن از: ایس آئی اے ترمذی سابق ڈائرکٹر محکمہ آثار قدیمہ دہلی

اولادِ غریب نوازؒ کا ذکر متعدد کتابوں میں پایا جاتا ہے جس میں سے قابل ذکر مندرجہ ذیل کتابیں ہیں جس میں اولادِ غریب نوازؒ کا مفصل ذکر ہے۔

(۱) مدائن المعین (فارسی) شیخ رحمت اللہ بن جمال الدین

(۲) مناقب الحبیب (فارسی، اردو) حاجی نجم الدین سلیمانیؒ

(۳) دی بایوگرافی آف خواجہ معین الدین چشتی (انگریزی) ڈبلیو۔ڈی۔بیگ

(۴) دی شرائن اینڈ کلٹ آف خواجہ معین الدین (انگریزی) پی۔ایم۔کیوری

(۵) عہدہ تولیت (اردو) مرزا عبدالقادر بیگ

(۶) گلدستہ چشتی چمن (اردو) محمد عبداللہ قادری

(۷) تاجدار اجمیر (اردو) ڈاکٹر سید محمد آفاق کاظمی

(۸) عطائے رسول (اردو) حضرت معین الدین خامس

اتنے دلائل اور تحقیق اور سپریم کورٹ کے فیصلے کے بعد بھی کوئی شخص اپنی اندرونی بغض کی وجہ سے اولادِ خواجہ غریب نوازؒ کا انکار کرے تو یہی کہا جائیگا

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم چشمۂ آفتاب راچہ گناہ

اگر دن کے اجالے میں چمگاڈر کی آنکھ سورج کو نہیں دیکھتی تو سورج کا کیا قصور

حضرت خواجہ حسین ناگوریؒ و حضرت خواجہ حسین اجمیریؒ دونوں الگ الگ بزرگ شخصیتیں ہیں۔ حضرت خواجہ حسین ناگوریؒ حضرت صوفی حمید الدین ناگوریؒ خلیفہ خواجہ غریب نوازؒ کی اولاد میں سے ہیں جو درگاہ خواجہ صاحب اجمیر میں برسوں معتکف رہے اور خواجہ صاحب کا گنبد اور بلند دروازہ آپ کے ذریعہ ہی تعمیر ہوا جس کا مفصل ذکر ''اخبار الاخیار'' میں موجود ہے دوسرے خواجہ حسین اجمیری اکبر بادشاہ کے زمانے میں سجادہ نشین تھے آپ غریب نوازؒ کی اولاد میں سے ہیں منتخب تواریخ میں (ملا عبدالقادر بدایونی) نے آپ کو نور کا تودہ لکھا ہے خواجہ خواجگان کے گنبد کی تزئین کا کام آپ کے زمانے میں ہوا ہے۔ مغرب سے پہلے گنبد شریف کے اندر پڑھی جانے والی ''روشنی'' آپ ہی کی تحریر کردہ ہے ۔آپ کا مزار سولہ کھمبے میں ہے جس پر شاندار گنبد جہانگیر بادشاہ کے زمانے میں تعمیر ہوا۔ آپ کے مقبرے میں خواجہ صاحب کے دیگر سجادگان کے

مزارات کے ساتھ دائیں طرف کونے میں اس فقیر کے دادا شیخ المشائخ دیوان سید عنایت حسین علیخان کا بھی مزار ہے

اس کتاب کی طباعت میں کافی وقت لگ گیا۔ ذہن میں ایک ہی بات تھی کہ چاہے تاخیر ہو جائے مگر کام اعلیٰ معیار کا ہونا چاہیئے۔

معین الاولیا کے نام سے کچھ حضرات نے کتابیں شائع کی ہیں۔ شاید یا تو انکو معلوم نہیں ہوگا کہ اس نام سے کتاب شائع ہو چکی ہے یا جان بوجھ کر بھی یہ نام رکھا ہو کہ عوام کو کہیں کہ دیکھئے یہ کتاب معین الاولیا ہے۔ لیکن اس میں حضور غریب نواز کی اولاد کا تذکرہ نہیں ہے۔ بہر حال جو بھی انکی نیت ہو۔ اللہ ان کو ہدایت دے۔ اصلی و مستند "معین الاولیاء" یہی کتاب ہے۔

میں حضرت سید شاہ اعظم علی صوفی قادری مدظلہ العالی کا جتنا شکریہ ادا کروں کم ہے کہ آپ نے اس ناچیز کی درخواست پر اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود اعلیٰ و معیاری ترجمہ فرمایا۔ یقیناً اس کتاب کا ترجمہ وہی شخص کر سکتا تھا جو اعلیٰ علمی صلاحیت کا حامل، بزرگانِ دین کا عاشق اور صوفی مزاج رکھنے والا ہو۔ الحمد للہ یہ سب صلاحیتیں حضرت صوفی صاحب میں بدرجۂ اتم موجود ہیں۔ یہ حضرت صوفی صاحب کی حضور غریب نواز سے والہانہ محبت کا نتیجہ ہے کہ مصروفیت کے باوجود آپ نے اس کا ترجمہ فرمایا۔ جسکے لئے میں اور ہم سبھی اہلِ خاندان آپ کے بے حد ممنون ہیں۔ اللہ تعالیٰ بطفیل حضور غریب نواز آپکی عمر دراز فرمائے اور آپ سے ہمیں مزید استفادہ کا موقع عنایت فرمائے۔ آمین۔

برادرِ عزیز پیرزادہ مولانا سید سراج الدین معینی فاضل جامعہ نظامیہ و مدرس دارالعلوم معینیہ عثمانیہ درگاہ شریف اجمیر بھی اپنی اعلیٰ صلاحیتوں کو بروئے کار لائے۔ کتاب کے بابِ چہارم کا مکمل ترجمہ کیا۔ خواجہ صاحب کی نسبی اولاد سے متعلق بڑے حصہ کا ترجمہ کیا نیز کتاب کے فرامین کی تصحیح و ترجمہ میں حضرت صوفی صاحب کے بہترین معاون ثابت ہوئے۔ اور ساتھ ہی کمپیوٹر ٹائپنگ و پروف ریڈنگ کو بحسن و خوبی انجام دیا۔

کتاب کی افادیت کیلئے فرامین سلاطین دہلی کے حصہ میں مغلیہ دور میں رائج پیمائش کے ہندسوں کو اصل معین الاولیاء سے (عکس) کر کے چسپا کیا گیا ہے وہ ہندسہ اس دور میں رائج نہیں ہے ساتھ ہی جہاں جہاں بہت سی مہریں تھیں وہاں بھی اصل کتاب سے اسکیان (عکس)

کر کے داخل کیا گیا ہے۔ صفحہ ۲۹۸ ر سے ۳۰۵ رتک حکم عدالت اُردو میں تھے اسلئے اصل کتاب کا عکس اسکیان کر کے جوں کا توں ہی رکھ دیا ہے۔

ساتھ ہی سراج میاں نے فرامین کے ترجمہ کی تصحیح پروف ریڈنگ کے وقت جو اصطلاحات سمجھیں وہ قارئین کی سہولت کے پیش نظر الگ سے ان کی تفصیل لکھ دی ہے جو ایک قابل قدر کام ہے۔

میں مندرجہ ذیل ان سبھی حضرات کا بھی ممنون ہوں۔

جناب بشیر الدین صدیقی صاحب نے اصل فارسی کتاب سے لفظ بہ لفظ فارسی پروف ریڈنگ کی۔

جناب سید مصطفی علی صوفی سعید پاشاہ ابن حضرت صوفی صاحب نے کمپیوٹر ٹائپنگ اور تصحیح میں مدد کی۔ مولانا بشیر القادری صاحب صدر مدرس دار العلوم معینیہ عثمانیہ درگاہ شریف اجمیر، جناب سید سید ین صاحب یو۔کے۔ خداداد خاں مونس سابق ناظم درگاہ خواجہ صاحب اجمیر شریف، محمد شمشیر عالم کلکتہ، یعقوب منصوری کیکڑی، سید جاوید علی صاحب حیدر آباد، محمد معراج الدین کلکتہ، جیلانی خان صاحب حیدر آباد، عبد الرحیم حیدر آباد کا انکے تعاون کے لئے بے حد شکر گزار ہوں

اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا گو ہوں کہ حضور غریب نواز کے طفیل ان سبھی حضرات کو دین و دنیا کی نعمتوں سے مالا مال فرمائے۔ آمین

اس کتاب کے ترجمہ، پرنٹنگ، یا ٹائپنگ میں کوئی غلطی نظر آئے تو اس فقیر کو مطلع فرمانے کی زحمت فرمائیں تا کہ آئندہ اشاعت میں اس کو صحیح کیا جا سکے۔

خواجہ سید غیاث الدین چشتی

عرض مترجم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَ حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ الْمُصْطَفٰی وَ عَلٰی اٰلِہٖ سَفِیْنَۃِ النَّجَاۃِ وَ اَصْحَابِہٖ نُجُوْمِ الْھُدیٰ وَ عَلٰی اَوْلِیَائِ اُمَّتِہٖ مَصَابِیْحِ الصِّدْقِ وَ الصَّفَا۔ اَمَّا بَعْدُ۔

حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے ''ذِکْرُ الْاَنْبِیَائِ مِنَ الْعِبَادَۃِ وَ ذِکْرُ الصَّالِحِیْنَ کَفَّارَۃٌ'' یعنی انبیاء کرام کا ذکرِ اقدس عبادت میں شامل ہے اور اولیائے صالحین کا ذکرِ جمیل گناہوں کا کفارہ ہے۔ خواہ زبان اس سے رطب اللسان ہو یا قلم کو اس کا شرف محترم نصیب ہو۔ خواجۂ خواجگاں، قبلۂ چشتیاں، کعبۂ عارفاں، قطب المشائخ، سلطان الہند، غریب نواز حضرت خواجہ معین الدین حسن حسینی الحسنی چشتی سجزی اجمیری کی ذات قدسی صفات کہ جن کے قطب الاقطاب اور ولیِ برحق ہونے میں کوئی شک و شبہ ہی نہیں۔ آپ کا یہ تذکرۂ مبارک یقیناً ہمارے معاصی کے کفارہ کا اور ہماری خطاؤں کی بخشش کا عظیم وسیلہ ہے۔

تقدس مآب حضرت دیوان سید صولت حسین چشتی نور اللہ مرقدہ قدیم سجادہ نشین آستانہ خواجہ اجمیری کی بزرگ شخصیت اعلیٰ علمی ذوق کی حامل تھی۔ مشائخ چشتیہ خصوصاً غریب نواز کے نادر و نایاب ملفوظات، تصنیفات اور تالیفات بشکل مطبوعات و مخطوطات کی تلاش و جستجو اور انکے اردو تراجم کی اشاعت میں وہ زندگی بھر سرگرم و سرگرداں رہے۔ چنانچہ دنیائے فانی سے عالمِ بقا کی جانب سفر فرمانے سے عین قبل آپ کی حیدرآباد دکن میں تشریف آوری اسی سلسلہ کی آخری کڑی تھی۔ اس فقیر حقیر پر آپ کے بڑے مراحمِ مشفقانہ تھے۔ کبھی اطلاع کے بعد اور کبھی بلا اطلاع اچانک فقیر خانہ یعنی ''تصوف منزل'' تشریف لاتے اور اکثر و بیشتر کتب کی ترتیب و تدوین میں مشورت کا یا عربی و فارسی کتب کے تراجم کی سعادت کا مجھے موقع عنایت فرماتے اور میری علمی خدمات پر خوب دعاؤں سے نوازتے۔ آخری دورہ حیدرآباد کے دوران آپ نے ''معین الاولیاء'' نامی ایک ضخیم فارسی کتاب کا اردو ترجمہ کرنے کی مجھ سے خصوصی فرمائش کی تھی اور جلد از جلد اسکا ایک زیراکس ارسال کرنے کا وعدہ بھی فرمایا تھا۔ مگر آپ کی حیات وفا نہ کرسکی کیونکہ

اجمیر شریف واپس ہوتے ہی ار محرم ۱۴۲۲ھ مطابق ۱۶ / مارچ ۲۰۰۲ء کو حرکتِ قلب بند ہو جانے کے باعث آپ کے اچانک سانحۂ ارتحال کی اطلاع نے یہاں سب کو افسردہ کر دیا۔ حق تعالیٰ آپ کی لحد میں نور کے بقعے اور رحمت کے اطباق نازل فرمائے۔ آمین۔

''اگر پدر نہ تواند پسر تمام کند'' کے مصداق اس سے کچھ عرصہ بعد حضرت ہی کے فرزندِ اکبر و جانشین گرامی قدر الحاج خواجہ سید غیاث الدین صاحب چشتی حفظہ اللہ تصوف منزل تشریف لائے تو آپ نے فارسی ''معین الاولیا'' کا زیراکس اردو ترجمہ کرنے کے لئے میرے سامنے رکھ دیا۔ صاحبزادہ موصوف اپنے اوصافِ جمیلہ اور ذوقِ علمیہ میں بفحوائے ''اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ'' واقعی اپنے والدِ بزرگوار کے سچے جانشین واقع ہوئے ہیں۔ اگرچہ تصنیف و تالیف اور تراجم کے دیگر بہت سے کام میرے ہاتھ پر تھے اس کے باوجود اسے حضور غریب نواز قدس سرہٗ کی نوازش اور میرے لئے عین سعادت سمجھتے ہوئے میں نے ترجمہ کی ذمہ داری قبول کر لی۔ بڑی حد تک ترجمہ پایۂ تکمیل کے قریب تک پہنچ گیا تھا کہ میری اہلیہ شدید علیل ہو گئیں۔ جس کے باعث میری ساری علمی مصروفیات بری طرح متاثر ہو گئیں۔ لہٰذا باقی ماندہ چند صفحات مخلصی خواجہ سید غیاث الدین صاحب کی خدمت میں معذرت کے ساتھ میں واپس کر دیے تاکہ مزید تاخیر کے بغیر کسی اور صاحب سے ترجمہ کی تکمیل کرا لی جائے۔ کچھ عرصہ بعد حق تعالیٰ نے مجھے افکارِ خانگی سے راحت و نجات عطا فرمائی تو حج و زیارت حرمین شریفین کا پھر سے شرف نصیب ہوا۔ مقدس سفر سے واپسی پر پتہ چلا کہ معین الاولیا کے ترجمہ کا تتمہ جوں کا توں ہے۔ کیونکہ ایک صدی قدیم فارسی زبان نہایت ادق ہونے کے باعث دانشور صاحبان ترجمہ کرنے سے گریز کر رہے ہیں۔ غالباً حق تعالیٰ اور اسکے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہی منظور تھا نیز حضور غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی مرضی بھی یہی تھی کہ باقی ترجمہ کی سعادت بھی میرے نصیب میں آئے۔ چنانچہ اسکی اب الحمدللہ تکمیل ہو چکی ہے۔

معین الاولیاء دراصل آج سے ۱۱۹ سال قبل ۱۳۰۳ھ میں مطبع معین الہند اجمیر شریف میں زیورِ طبع سے آراستہ ہوئی۔ اسکا ایک نسخہ حیدر آباد دکن کے سالار جنگ میوزیم لائبریری میں محفوظ

ہے۔ جس کی فہرست میں فن سوانح عمری کے تحت اس کا سلسلہ نمبر (۳۴۷) درج ہے۔ اسکین شدہ کتاب کا نمبر U7396 ہے۔ اسی کی ایک زیراکس کاپی اردو ترجمہ کے لئے مجھے فراہم کی گئی ہے۔ ایک نسخہ حضرت دیوان سید صولت حسین قدیم سجادہ نشین اجمیر شریف کے کتب خانہ میں بھی موجود ہے۔ کتاب کے اندرونی ٹائٹل پر سالِ اشاعت سہواً سنہ ۱۲۱۳ طبع ہوا ہے۔ لیکن کتاب کے آخری صفحات پر طباعت واشاعت کے قطعات تاریخ سے صاف ظاہر ہے کہ سالِ طباعت سنہ ۱۲۱۳ھ نہیں بلکہ سنہ ۱۳۱۳ھ ہے۔

(۳۱۱) صفحات پر محیط اصل معین الاولیا کو فاضل مؤلف نے چار ابواب پر تقسیم کیا ہے۔ باب اول (۲۳ صفحات) میں خواجہ بزرگ غریب نواز کے حالات ومقالات ومراسم درگاہ شریف کا اجمالی خاکہ ہے۔

باب دوم (۱۴۷) صفحات پر مشتمل ہے جس میں حضور غریب نواز کی اولاد واحفاد میں کوئی (۱۳۵) حضرات کے تفصیلی حالات دئے گئے ہیں اور ہر دور کے سلاطین وحکمران اور وزراء و امرا کے فرامین، احکام اور اسناد کے حوالوں کے ساتھ انکی توثیق بھی کی گئی ہے۔

باب سوم (۱۰۲) صفحات پر محیط ہے جس میں حضور غریب نواز کی روحانی اولاد یعنی آپ سے فیض وتربیت یافتہ خلفا اور خلفا کے خلفا وغیرہ کی تفصیل دی گئی ہے۔

باب چہارم کے آخری (۳۶) صفحات پر اجمیر شریف اور اس کے اندر واقع قدیم مقدس اور مشہور مقامات کی تاریخ اور تعمیر وتوسیع کی تفصیلات کا احاطہ کیا گیا ہے۔

بالخصوص حضرت خواجہ اجمیری کی نسبی اولاد واحفاد اور روحانی اولاد کے تحت خلفاء در خلفاء میں جملہ زائد از تین سو (۳۰۰) حضرات کے فرداً فرداً حالات جمع کرنے میں مؤلف معین الاولیاء نے واقعی محنت شاقہ اور جانفشانی سے کام لیا ہے جس کو ایک تاریخی دستاویز کی حیثیت حاصل ہو گئی ہے۔

عجیب اتفاق ہے کہ سلسلہ عالیہ چشتیہ میں حضرت خواجہ ابو محمد چشتی قدس سرہ سے لے کر حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی تک یعنی مسلسل آٹھ واسطوں تک تقریباً ہر شیخِ طریقت نے اولاد

واحفاد موجود ہونے کے باوجود اپنے خلفا ہی میں سے کسی ایک کو اپنا جانشین مقرر فرماتے ہوئے یہ تاثر دیا ہے کہ اس منصبِ جلیلہ کے لئے جو بھی اہلیت، قابلیت اور لیاقت رکھتا ہو وہی جانشینی کا مستحق وحقدار قرار پائے گا۔ اس سے بعض لوگوں کے ذہن میں یہ غلط فہمی پیدا ہوگئی کہ ان شیوخ سلسلہ اور پیرانِ طریقت کی کوئی اولاد ہی نہیں تھی اس لئے خلفا کو اپنا جانشین مقرر کیا گیا۔ بالخصوص حضور غریب نواز قدس سرہ کے بارے میں یہ بات بڑے شدومد کے ساتھ مشہور کردی گئی ہے کہ آپ کی کوئی اولاد ہی نہیں تھی اس لئے آج اس زمانے میں بھی آپ کی نسلِ مبارک کے کسی بھی فرد کا وجود ہی نہیں ہے۔ معین الاولیا میں دیے گئے زائد از ایک صدی سے موجود مستند دستاویزات اور سلاطین وحکمرانِ زمانہ کے اسنادِ مصدقہ سے ثابت ہو جاتا ہے کہ حضرت غریب نواز کو لاولد بتانے اور آپ کی نسل کے باقی نہ رہنے کا الزام بے بنیاد، جھوٹا اور خود ساختہ ہے۔ درحقیقت حضور غریب نواز کی اولادِ امجاد اور سجادہ نشینی کا سلسلہ آج تک جاری و ساری ہے۔ چنانچہ سابق سجادہ نشین حضرت دیوان صولت حسین چشتی علیہ الرحمہ اور موجودہ دیوان سید زین العابدین چشتی حضرت غریب نواز ہی کی نسلِ مبارک سے ہیں۔

کسی ایک زبان کا دوسری زبان میں ترجمہ کرنا بجائے خود ایک فن ہے۔ ترجمہ اور ہے ترجمانی اور ہے۔ اس میں خوبی وعمدگی اسی وقت پیدا ہوتی ہے جبکہ بزرگوں کی تربیت اور تجربہ کے ساتھ دونوں زبانوں پر خاصا عبور حاصل ہو۔ معین الاولیا کے ترجمہ کو خوب سے خوب تر بنانے کی کوشش میں حسبِ ذیل امور کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

(۱) مشکل بلکہ ادق فارسی الفاظ اور محاوروں کا سلیس، آسان اور عام فہم اردو ترجمہ کرنے کی مقدور بھر کوشش کی گئی ہے۔

(۲) بعض مقامات پر لغوی یا لفظی معنی لکھنے سے مفہوم غیر واضح معلوم ہوتا تھا اس لئے ایسی جگہ مرادی مفہوم درج کیا گیا ہے۔

(۳) زمانہ قدیم میں سلاطین اور حکمرانوں کی جانب سے صادر کردہ شاہی فرامین واحکام اور وزرا وامرا کی جانب سے جاری کردہ ہدایات، مراسلات اور اسناد کے متن وعبارت میں بعض

شخصیات کے اصل ناموں سے قبل عربی و فارسی بندشوں سے مرکب قصیدہ گوئی کے پیرایہ میں طول طویل تعریفی القاب اور توصیفی آداب تحریر کرنے کی روایت قائم تھی جس سے کسی کے تقدس واحترام کے اظہار کے ساتھ ساتھ پیشکار یا محرر کی اپنی فصاحت، بلاغت اور ادب دانی کا مظاہرہ بھی مقصود ہوتا تھا۔ مثلاً نام سے قبل طویل مترادف الفاظ اور ہم وزن و ہم قافیہ القاب پر مشتمل ایک عبارت بطور نمونہ ذیل میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

شرافت ونجابت مرتبت ،امارت و ایالت منزلت ،دانائے مدارج دین دولت ،شناسائے مراتب ملک وملت ،فرازندہ لوائے شوکت وحشمت ،طرازندہ بساط ابہت وعظمت ،اعتضاد خلافت وفرمانروائی، اعتماد سلطنت وکشورکشائی، ظفر پیرائے معارک جہانبانی، عیش آرائے محافل کامرانی، جوہر مرأت حقیقت ووفا، فروغ شمع یکرنگی وصفا، ہمدم دلکشائے مجلس خاص، محرم خلوت سرائے صدق و اخلاص، کارفرمائے سیف وقلم، مدبر امورِ عالم، قدوہ خوانین بلند، زبدہ امرائے عظیم الشان وزیر صائب تدبیر ممالک مدار، امیر روشن ضمیر عالی مقدار، لازم الاختصاص والاعزاز، واجب الاحترام والامتیاز، رکن السلطنت بادشاہ سلیمان اقتدار، وزیر الممالک ،جمدۃ الملک ، مدار المہام، یارِ وفادار، شجاع الدولہ برہان الملک، والاوقار، اعتماد الدولہ، آصف جاہ

تقریباً دس سطروں میں لکھے گئے ایسے القاب اور خطابات کا اردو ترجمہ کرنا بظاہر بے مقصد یا پھر ترجمہ میں ان ہی الفاظ کا بعینہ جوں کا توں نقل کر دینا بھی لاحاصل نظر آتا ہے۔ اس لئے ایسی عبارتوں کو بعض جگہ حذف کرتے ہوئے ترجمہ میں صرف نام اور نام کے ساتھ دو تین ضروری القاب لکھنے پر اکتفا کیا گیا ہے۔

(۴) زمین کے رقبہ جات، انعام و یومیہ کی رقوم اور اجناس غلہ کی مقدار کیلئے عربی آنکڑے اور ہندسے اصل فارسی متن میں جہاں کہیں لکھے ہوئے تھے۔ ترجمہ میں ان آنکڑوں کے ساتھ ساتھ اردو الفاظ اور اعداد بھی لکھ دئے گئے ہیں۔

بہرحال معین الاولیا کے ترجمہ کی تکمیل یقیناً خداوند کریم کے فضل وکرم، اسکے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی عنایت اور حضور غریب نواز قدس سرہ کی نوازش کا نتیجہ ہے جس کے لئے بارگاہِ

ایز دی میں جتنا بھی شکر کیا جائے کم ہے۔ گرامی قدر خواجہ سید غیاث الدین چشتی بھی اس کارِ خیر کی تکمیل میں اجرِ جزیل کے شریک وحصہ دار ہیں کہ آپ اس سلسلہ میں خصوصی طور پر اکثر اجمیر شریف سے حیدرآباد تشریف لانے کی زحمت فرماتے، ترجمہ کے کام میں پیش رفت کا جائزہ لیتے اور وقتاً فوقتاً مفید مشورے دیا کرتے۔ آپکے برادرِ خُرد مولانا سید سراج الدین معینی فاضل جامعہ نظامیہ و مدرس دارالعلوم معینیہ عثمانیہ درگاہ شریف اجمیر بھی شکریہ کے مستحق ہیں۔ برخوردار مصطفی علی صوفی قادری سعید پاشاہ بھی دعاؤں کے حقدار ہیں کہ دونوں نے کمپیوٹر کمپوزنگ اور پروف ریڈنگ کا کام بڑی دلچسپی اور ذمہ داری سے انجام دیا۔ خصوصاً سراج پاشاہ صاحب نے تو ترجمہ ہی نہیں بلکہ اس کی تسوید و تبییض میں میرا خوب ہاتھ بٹایا اور میرے بہترین معاون ثابت ہوئے پھر فارسی متن کی مکمل پروف ریڈنگ اپنے ذمہ لی اور اسکی پذیرائی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا اور میرا کام بڑا آسان کر دیا۔ خاص طور پر کمپیوٹر کمپوزنگ کا زیادہ تر کام پھر اس میں بھی دائیں صفحہ پر فارسی متن اور اسکے مقابل کے صفحہ پر اسی کے ترجمہ کی ترتیب میں موصوف نے بڑی عرق ریزی سے کام لیا۔ سراج میاں نے ناظرہ قرآن مجید اور اردو کی تعلیم دارالعلوم معینیہ عثمانیہ میں حاصل کی۔ اسکے بعد بیکانیر میں مولانا فخر الدین صاحب سے فارسی اور عربی کی ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ بعد ازاں دارالعلوم اسحاقیہ جودھپور میں اولیٰ تا درجہ ثالثہ تک تعلیم حاصل کی اور وہاں امتیازی نمبرات سے کامیاب ہوتے رہے۔ عربی میں بہتری کے لئے دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں ثانویہ رابعہ تا درجہ عالم تک چھ سال تعلیم حاصل کی۔ بعدہٗ والد محترم کی شدید خواہش کے باعث جامعہ نظامیہ حیدرآباد میں فاضل اور کامل اول تک تین سال تعلیم حاصل کی۔ اب دارالعلوم معینیہ عثمانیہ میں تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ میں بہ صمیمِ قلب دعا گو ہوں کہ رب العزت ان سب کو عزت، صحت اور سلامتی کے ساتھ مدارجِ دارین میں ترقی عطا فرمائے اور میری اس حقیر علمی کوشش کو میرے لئے مغفرت کا ذریعہ اور میرے والدین مرحومین کے درجات عقبیٰ میں بلندی کا ذریعہ بنادے۔ آمِیْنَ۔ بِجَاہِ طٰهٰ وَ یٰسٓ۔ اَشْرَفِ الْاَنْبِیَاءِ

وَالْمُرْسَلِیْنَ۔ سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ الرَّؤُوْفِ الْاَمِیْنِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعَلٰی اٰلِہٖ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنَ۔ وَاَصْحَابِہٖ الرَّاشِدِیْنَ اَجْمَعِیْنَ۔ وَاَوْلِیَاءِ اُمَّتِہٖ الصَّالِحِیْنَ۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

مرقوم ۳۰ رمئی ۲۰۰۸ء بروز جمعہ مطابق ۲۴ رجمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ

تصوف منزل
قریب ہائیکورٹ، حیدرآباد
آندھراپردیش۔ انڈیا

خادم العلم والعلماء
جانشین حضرت سید الصوفیہ
قاضی سید شاہ اعظم علی صوفی قادری
صدر کل ہند جمعیۃ المشائخ
وچیف ایڈیٹر ماہنامہ رسالہ 'صوفیِ اعظم'

معین الاولیا کے مؤلف

دیوان سید امام الدین علیخان چشتی علیہ الرحمہ

نام ''سید امام الدین'' ''علیخان'' خطاب، تخلص ''اثر'' حسینی الحسنی سادات سے تھے۔ چشتیہ مسلک رکھتے تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب بیسویں (۲۰) پشت میں حضرت خواجہ خواجگاں سید معین الدین حسن سنجری چشتی اجمیری غریب نواز قدس سرہ العزیز کے فرزند خواجہ سید فخر الدین قدس سرہٗ سے جاملتا ہے۔ آپ کا شجرہ نسب درجِ ذیل ہے۔

دیوان سید امام الدین علیخاں بن سید منیر الدین بن سید امام علی بن دیوان سید محتشم علی احمد بن دیوان سید اصغر علی احمد بن دیوان سید امام الدین احمد بن دیوان سید منیر الدین احمد بن دیوان سید سراج الدین احمد بن دیوان شیخ ابوالفتح احمد بن دیوان سید علم الدین احمد بن دیوان خواجہ ابوالخیر بن شیخ المشائخ معین الدین احمد ثالث بن شیخ المشائخ سید رفیع الدین احمد بایزید خورد بن شیخ المشائخ سید نور الدین احمد طاہر بن شیخ المشائخ تاج الدین احمد بایزید بزرگ بن خواجہ قیام الدین بابر بال ہٹیلہ باگھ بن خواجہ سید حسام الدین سوختہ بن خواجہ سید فخر الدین بن قطب الاقطاب خواجہ معین الدین حسن چشتی سجزی غریب نواز قدس اسرارھم۔

دیوان سید امام الدین خلف سید منیر الدین چشتی کی ولادت باسعادت بتاریخ ۱۴/شوال ۱۲۶۳ھ مطابق ۲۵/ستمبر ۱۸۴۷ء (یعنی غدر سے دس سال قبل) اجمیر شریف میں ہوئی۔

مولوی سید مظفر حسین صاحب شوقؔ سے اجمیر ہی میں تعلیم حاصل کی۔ متبحر عالم مولوی حکیم محمد حسن صاحب امروہی سے بھی آپ نے علمی استفادہ کیا آپ پیرزادگانِ اجمیر شریف میں علامۂ دہر شمار کئے گئے۔ عربی میں متوسط لیکن فارسی میں اعلیٰ درجہ کی استعداد رکھتے تھے۔ جس کا اندازہ آپ کی تالیف کردہ فارسی کتاب ''معین الاولیاء'' سے بخوبی ہوسکتا ہے۔ اسی کے دیباچہ میں آپ نے حضرت خواجہ الہ بخش چشتی تونسوی کو اپنا پیرومرشد قرار دیا ہے۔ معین الاولیاء کے ٹائٹل پر آپ کے اسم گرامی کے ساتھ قاضی کا لفظ بھی ہے مگر اسکی مزید تفصیل معلوم نہ ہوسکی۔

پندرہ سال کی عمر ہی میں آپ نے ملازمت اختیار کی اور سب سے پہلے نائب تحصیلدار اجمیر

کے عہدہ پر بمشاہرہ پچاس روپے (Rs.50) مامور ہوئے۔اس کے بعد ایک زمانہ تک اضلاع اجمیر میں تحصیلدار کے معزز عہدہ پر ممتاز رہے۔بعد میں محکمہ بندوبست کے سپرنٹنڈنٹ کی حیثیت سے نہایت ہی خوش اسلوبی سے کام انجام دیا اور اجمیر شریف میں ترقی پاتے پاتے چارسو روپیہ (Rs.400) کے مشاہرہ پر ریونیو اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر درجہ اول کے عہدہ پر فائز ہوئے۔بڑی نیکنامی اور دیانت داری کے ساتھ اپنے فرائض ملازمت کو ادا کیا جس کے صلہ میں برطانوی گورنمنٹ کی طرف سے ۱۹۰۸ء میں آپ کے لئے دوسو روپے (Rs.200) پنشن مقرر کی گئی۔

صوفی منش طبیعت پائی تھی۔اپنے برادرِ عمزاد حضرت خواجہ غیاث الدین علیخاں سجادہ نشین درگاہ شریف حضرت خواجہ غریب نواز قدس سرہ کی رحلت پر انکی جگہ سید امام الدین علیخاں (نوٹ :علیخاں یہ سجادہ نشین کے لئے خطاب ہے جو انگریزوں نے دیا تھا) بتاریخ ۲۰ر جمادی الاولیٰ ۱۳۲۷ھ مطابق ۱۰ر جون ۱۹۰۹ء مسند سجادہ نشینی درگاہ شریف حضرت خواجہ غریب نواز قدس سرہٗ پر جلوہ فرما ہوئے۔اور دیوان کہلائے۔

دیوان سید امام الدین علیخاں اردو زبان کے بلند پایہ ادیب وشاعر بھی تھے۔چودہ برس کی عمر سے شاعری کا شوق تھا۔اثرؔ تخلص رکھتے تھے کچھ عرصہ تک مولوی مظفر حسین شوقیؔ سے اپنے کلام میں اصلاح لیا کرتے تھے۔جو مرزا غالبؔ کے ارشد تلامذہ سے تھے۔بعد میں اپنی اکثر غزلیات خود مرزا غالبؔ کی خدمت میں اصلاح کے لئے بھیجا کرتے تھے۔جون ۱۹۲۰ء میں ''دیوانِ اثرؔ'' کے نام سے آپ کا شعری مجموعہ نواب پالن پور نے ۱۳۳۹ھ مطابق ۱۹۲۰ء میں شائع کیا۔جس کے دیباچہ ہی سے آپ کے یہ حالات زندگی ماخوذ ہیں۔

دیوان سید امام الدین چشتی صاحب کا ایک تذکرہ مصورِ فطرت خواجہ حسن نظامیؒ کے ''سفر مصر وحجاز'' کتاب میں بھی اولین صفحات پر ملتا ہے جب آپ دہلی سے اجمیر شریف ہوتے ہوئے بمبئی تشریف لے گئے تھے۔۲۰ر مئی ۱۹۱۱ء مطابق ۲۱ر جمادی الاولیٰ ۱۳۲۹ھ درگاہ شریف کی حاضری کے بعد شیخ المشائخ دیوان سید امام الدین صاحب سے ملنے حویلی تشریف لے گئے۔ حضرت حسن نظامی صاحب اس طرح رقمطراز ہیں۔

''قریب مغرب دیوان صاحب یعنی شیخ المشائخ دیوان سید امام الدین صاحب چشتی سجادہ

نشین اجمیر شریف سے نیاز حاصل کیا۔ ابتدا میں دیوان صاحب کی اس فقیر پر اور حلقہ پر خاص نظرِ عنایت تھی۔ لیکن بعد میں دراندازوں نے اس میں رخنے ڈال دئے تھے۔ اندیشہ ہوا کہ اس کا اثر موجود ملے گا۔ مگر نہیں۔ وہی قدیمی نوازشیں اور عنایات۔ فرمانے لگے حج کا بھی ارادہ ہے یا صرف مدینہ منورہ کی حاضری ہوگی۔ عرض کیا۔ اس سفر میں تو شاید حج کا موقعہ نہ ملے۔ آئندہ ارادہ کیا جائے گا۔ بالفعل دربارِ رسول کے سلام کا قصد ہے۔ ارشاد ہوا یہ خاص صوفیوں کا مسلک ہے۔ حضرت خواجگان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ فقیر کو پہلے مدینہ شریف حاضر ہونا چاہئے۔ منزل درجہ بدرجہ طے ہوتی ہے۔ اسکے بعد فرمایا۔ تم جاتے ہو۔ حلقہ کا کام کس کے سپرد کیا۔ کہا گیا۔ عزیزم واحدی کے یہ امانت سپرد کی ہے۔ انشاء اللہ وہ سرگرمی سے اس خدمت کو انجام دیں گے۔ پھر مدرسہ معینیہ کا ذکر نکل آیا۔ اسکی جدید شاخ معینیہ ہائی اسکول کو درگاہ شریف کا خزانہ تین سو ساٹھ روپیہ ماہوار دیتا ہے۔ اس اسکول میں اکثر بلکہ سب مسلمان بچے پڑھتے ہیں۔ دیوان صاحب نے ایک صوفی عالم کو تعلیم کے علاوہ تربیت کے لئے مقرر فرمایا ہے۔ چند روزہ تربیت کا یہ اثر ہے کہ جو بچہ نماز نہیں پڑھتا اسکو دوسرے بچے اپنے ساتھ کھیلنے نہیں دیتے۔ اور کہتے ہیں کہ بے نمازی کا ہمارے ساتھ کام نہیں۔ اسی پر دوسری خوبیوں کا اندازہ کرنا چاہئے۔

میں نے عرض کی کہ مدرسہ قدیم یعنی عربی مدرسہ کا کیا حال ہے؟ فرمایا اسکو سو روپیہ ماہوار دیا جاتا ہے۔ اس میں بھی بتدریج ترقی دی جارہی ہے۔ اس وقت میں نے درس گاہ تصوف کا پرانا خیال پیش کیا۔ ارشاد ہوا کہ وقت کم ہے اور میں تم سے اس معاملہ میں مفصل گفتگو و مشاورت چاہتا ہوں۔ ایک زمانہ ہوا مولانا محمد حسین صاحب الہ آبادی نے اس کی تحریک کی تھی۔ مگر وہ تحریک جس شرط پر مبنی تھی وہ مجھے پسند نہ آئی۔ وہ کہتے تھے کہ آئندہ کوئی شخص سجادہ نشین نہ ہو سکے جب تک کہ درسگاہ تصوف سے سند حاصل نہ کرے۔ یہ ایک طرح کا ہتھیار تھا جو مدرسین ممتحنین کے ہاتھ میں فقرا و سجادہ نشینوں کے خلاف دیا جاتا تھا۔ اس لئے یہ تحریک نامکمل رہ گئی۔ مدرسۂ تصوف کی بے شک ضرورت ہے۔ لیکن پہلے تم کو اس کے اصول پر غور کرنا چاہئے۔ تعلیم تصوف کے دو طریقے ہیں۔ ایک حال اور دوسرا قال۔ حال نام ہے شیخ کی حرکات وسکنات کی پیروی کا۔ صحبتِ شیخ میں رہنے سے یہ تعلیم صرف آنکھ کے دیکھنے اور عمل کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ اسکے لئے

درسگاہ کی ضرورت نہیں۔ رہا قال، وہ اخلاقی کتب کا پڑھنا اور احوال بزرگان کا معلوم کرنا، نکاتِ تصوف پر عبور ہونا ہے۔ اس کے واسطے بیشک درس کی ضرورت ہے۔ تم سفر سے واپس آجاؤ تو اس کام کے اٹھانے کا تدارک کریں گے۔ اس کے بعد یونیورسٹی پر گفتگو ہونے لگی۔

چلتے وقت وہ نوازش فرمائی جس کو اس سفر کی نیک فال کہنا چاہئے۔ یعنی **دربارِ خواجہ کا خاص خلعت** عطا فرمایا۔ یہ وہ ملبوس ہے جس کو دیوان صاحب حاضری آستانہ کے وقت استعمال فرماتے ہیں۔ خلعت دیتے وقت جو الفاظ ارشاد ہوئے وہ بڑے مؤثر تھے۔ فرمایا۔ جہاں جاتے ہو وہاں فقیری کی اصل شان موجود ہے۔ اس ملک میں اب کیا باقی رہا ہے۔ اپنا کام جرات و مستعدی سے کرو۔ رسوائی ومخالفت سے نہ ڈرو۔ سب کام کرنے والے اسکا شکار ہوتے آئے ہیں۔ میں تمہاری کامیابی کی ہر وقت دعا کرتا رہوں گا۔''

دیوان کی حیثیت سے سید امام الدین علیخاں صرف تین برس مسندِ سجادگی پر جلوہ افروز رہے۔ جس کے بعد بتاریخ ۱۱ر جمادی الاخریٰ ۱۳۳۰؁ھ ہجری مطابق ۲۹ر مئی ۱۹۱۲؁ء اس جہانِ فانی سے عالمِ بقا کو کوچ فرمایا۔ آپ نے اپنی یادگار میں کوئی اولاد نہیں چھوڑی لیکن آپ کی تالیف کردہ فارسی میں معین الاولیاء مطبوعہ کتاب ایک ایسی یادگار ہے جو خواجہ غریب نواز قدس سرہٗ کے احوال اور سلسلۂ انساب اولاد امجاد کے لئے ایک تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے۔ آپ کی رحلت کے بعد آپکے ہم جدی برادرِ پھوپھی زاد شیخ المشائخ سید شرف الدین علیخاں سجادہ نشین ہوئے۔

نوٹ: لفظ دیوان کے متعدد معنی ومفہوم ادب میں ہیں۔ اسکی تفصیل کے لئے قدیم دیوان صاحب کی جانب سے شائع کردہ ''دیوان غریب نواز'' موسومہ ''کلامِ عرفاں طراز'' ملاحظہ ہو۔ جس میں ''دیوان'' کے زیرِ عنوان راقم السطور کا ایک مضمون شامل ہے

☆☆☆☆☆

مترجم معین الاولیاء

حضرت مولانا قاضی سید شاہ اعظم علی صوفی حسنی حسینی قادری

حضرت مولانا قاضی سید شاہ اعظم علی صوفی قادری دکن کے ایک نہایت معروف و نامور سادات مشائخ، علمی گھرانے کے چشم و چراغ ہیں۔آپ کے والد یعنی حضرت مفتی و محدث دکن سید الصوفیہ سید شاہ احمد علی صوفی علیہ الرحمہ اپنے زمانہ کے متبحر عالم و مفتی ہونے کے ساتھ ساتھ عربی و فارسی اور اردو کے ایک قادر الکلام شاعر بھی تھے جنکے آپ جانشین ہیں۔آپ کے دادا حضرت صوفی اعظم قطب دکن علیہ الرحمہ کی دینی و علمی خدمات کا شہرہ چہار دانگ عالم میں تھا نثر ہو یا نظم ہر میدان میں اللہ تعالیٰ نے بڑا کمال بخشا تھا۔

عرف عام میں ''قاضی صاحب'' اور علمی حلقوں میں ''مصباح المفسرین اور صوفی اعظم ثانی'' جیسے مقبول القاب کے ساتھ جانے پہچانے جاتے ہیں۔چنانچہ اپنے جد امجد حضرت صوفی اعظم قطب دکن علیہ الرحمہ کے وصال سے صرف سات ماہ بعد یعنی بتاریخ ۱۶/ربیع الاول ۱۳۵۰ھ ہجری بروز یکشنبہ بمقام تصوف کدہ واقع کبوتر خانہ قدیم بلدہ حیدرآباد فرخندہ بنیاد (حالیہ مستقر ریاست آندھرا پردیش) قاضی صاحب تولد ہوئے تو عالم رویا میں والد ماجد کی حسب ہدایت و بشارت انھیں دادا کا نام یعنی سید اعظم علی صوفی دیا گیا۔

جامعہ نظامیہ اور جامعہ عثمانیہ دونوں کے علوم سے آراستہ و پیراستہ قاضی صاحب اپنے میں قدامت اور جدیدیت کا ایک حسین امتزاج رکھتے ہیں۔جہاں تک مشرقی علوم کی تحصیل کا تعلق ہے موصوف نے صرف سات برس کی عمر ہی میں ناظرہ قرآن مکمل کرلیا۔اور بہت جلد قاری عشرہ حضرت قاری شیخ سالم عمودی صوفیانیؒ کو مکمل قرآن مع تجوید سنانے کے بعد کم عمری ہی میں جامعہ نظامیہ کے امتحانات تجوید، امامت و خطابت وقضاءت میں امتیازی درجہ سے کامیابی حاصل کی۔عربی ادب اور صرف ونحو کی تعلیم مولانا محفوظ شریفؒ اور جامعہ

ازہر مصر کے فارغ مولانا صالح ازہریؒ سے حاصل کی منشی فاضل اور درس نظامی کی تکمیل کے سلسلہ میں اپنے والد ماجد ہی سے تفسیر' حدیث واصول حدیث' فقہ واصول فقہ میں استفادہ کیا' تصوف' کلام' منطق' ادب' معانی اور فلسفہ وغیرہ جملہ علوم عربیہ کی تحصیل کی۔ حدیث کا دوبارہ دور کیا' تفسیر میں خصوصی درک اور فتویٰ نویسی میں تربیت حاصل کی۔ سلوک تصوف اور مراقبات ومجاہدات طریقت کے جملہ مراحل طے کر لینے کے بعد اپنے والد ماجد ہی سے قادریہ مخرمیہ' قادریہ نسبیہ' چشتیہ' سہروردیہ' نقشبندیہ اور اویسیہ وغیرہ جملہ سلسلوں میں مع اذکار و اشغال بمقام تصوف منزل نزد ہائی کورٹ' مجمع خاص و عام میں سند و دستار فضیلت اور خرقۂ خلافت سے سرفراز ہوئے۔

والد محترم کے سایہ سے محرومی کے باعث گریجویشن کے بعد حالات' کسب معاش کے متقاضی ہوگئے تو ریلوے سرویس کمیشن امتحان میں امتیازی کامیابی حاصل کرنے کے بعد مرکزی حکومت کے محکمہ ریلوے شعبہ آپریٹنگ سے وابستگی اختیار کرلی۔ اپنی بہترین کارکردگی کے ذریعہ متعدد اعزازات' توصیفی صداقت نامے' تمغے حاصل کرنے کے بعد ۱۹۹۰؁ء وظیفہ' حسن خدمت پر سبکدوش ہوے اس کے بعد سے مسلسل دینی' علمی و تحقیقی سرگرمیوں کے ذریعہ گذشتہ زائد از نصف صدی سے اپنی زبان اور قلم کے ذریعہ دین ومسلک کی ٹھوس' بے لوث اور خاموش خدمات انجام دیتے ہوے قاضی صاحب نے صف اول کے ممتاز علمائے دین ومشائخ کرام میں آج اپنا ایک خاص مقام بنالیا ہے۔ آپ قاضی شریعت بھی ہیں ہادی طریقت بھی' مقرر بھی ہیں مفسر بھی' ادیب بھی ہیں خطیب بھی' عربی فارسی انگریزی اردو زبان وادب کے مترجم و ماہر بھی ہیں تو سخنور وشاعر بھی' مصنف بھی ہیں مؤلف بھی۔ چنانچہ اب تک آپ کی کوئی چالیس (۴۰) کتابیں شائع ہو چکی ہیں جن میں مجموعہ کلام اعظمیات کے علاوہ تصانیف وتالیفات میں تجلیات بغداد' عمرہ وحج اور زیارت مدینہ' مقدس ٹکسال ' زین حفاظ قرآن' عظمت والدین' عظمت اولیاء کرام' فضائل درود شریف' زیارت قبور' فاتحہ اموات' اور تراجم میں نورالانوار' شاہد الوجود' شاہد اذکار' زاد الموحدین دو حصے' اوراد قادریہ تین حصے دلائل الخیرات وبشائر الخیرات' اعظم البرکات' اور گنجینۂ درود شریف مع تراجم وغیرہ کو بے حد مقبولیت

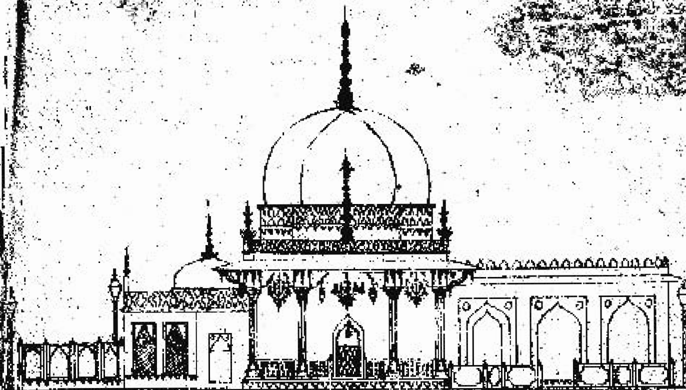
حاصل ہوئی اور ان کے متعدد ایڈیشن بھی شائع ہو چکے ہیں۔ (۸۷) سالہ قدیم ماہنامہ ''صوفی اعظم'' جس کے آپ چیف ایڈیٹر بھی ہیں آپ کی صحافتی خدمات پر دال ہے۔ جو ۲۰۰۱ء میں اپنی تجدید کے بعد سے مسلسل اور پابندی کے ساتھ شائع ہو رہا ہے۔

حضرت قاضی صوفی صاحب نہ صرف ترجمہ کے فن سے بخوبی واقف ہیں بلکہ وہ اردو' عربی' فارسی اور انگریزی پر خوب دسترس رکھتے ہیں انہوں نے بہت ساری کتابوں کا عربی سے اردو میں' فارسی سے اردو میں' اردو سے انگریزی اور انگریزی سے اردو میں ترجمہ کیا ہے اور ان کی ترجمہ کی ہوئی کتابیں برصغیر ہند و پاک میں مشہور و معروف بھی ہیں اور مقبول بھی۔ حضرت صوفی صاحب کے ترجمہ کی خاص بات یہ ہوتی ہے کہ وہ سلیس عام فہم اور بامحاورہ ہوتا ہے جس سے قاری کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ یہ ترجمہ نہیں بلکہ اسی زبان میں لکھی ہوئی کوئی کتاب ہے۔

حضرت صوفی صاحب کی اس مہارت کا پتہ حضرت دیوان سید صولت حسین علیہ الرحمہ سابق سجادہ نشین بارگاہ اجمیر شریف کو خوب تھا یہی وجہ تھی کہ حضرت علیہ الرحمہ نے زیر نظر کتاب ''معین الاولیاء'' کے ترجمہ کی ذمہ داری بھی حضرت صوفی صاحب کو ہی دی تھی کیونکہ اس سے قبل بھی ''دیوان معین الدین'' موسومہ ''کلام عرفان طراز'' کے اشاعت کے موقع پر حضرت دیوان صاحب علیہ الرحمہ نے حضرت صوفی صاحب سے تقریظ لکھوائی تھی جو کافی پسند کی گئی' لیکن افسوس کہ یہ ترجمہ جو آپ کے ہاتھوں میں ہے حضرت دیوان صاحبؒ کی حیات میں شائع نہ ہو سکا۔

حضرت قاضی صوفی صاحب مجمع السلاسل پیر طریقت ہیں جن کے بے شمار مریدین' طالبین اور متوسلین و تلامذہ ہندوستان' پاکستان کے علاوہ برطانیہ' امریکہ' کینڈا' آسٹریلیا' سعودی عرب اور عرب امارات وغیرہ کئی ممالک میں موجود ہیں۔

آج کل مختلف دینی' علمی و ادبی تنظیموں مثلاً سید الصوفیہ اکیڈمی' صفہ صوفیہ' مکتبہ صوفیہ کے سرپرست' نیز صفۃ المصنفین اور کل ہند جمعیۃ المشائخ کے صدر نشین اور میکال درگاہ سوسائٹی کے نائب صدر بھی ہیں۔ دینی علمی و اصلاحی ماہنامہ رسالہ صوفی اعظم کے چیف ایڈیٹر ہیں نیز ملک کے اردو و انگریزی جرائد' اخبارات و رسائل میں مولانا قاضی صاحب



بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد بیحد و ثنائے لاتعد مر خدائے را کہ شاید نوع انسان را بزیور علم و بینش بیاراست و درود نا محدود و ثنا بر ختم المرسلین
و علی آلہ و اصحابہ اجمعین کہ تخلیق ہژدہ ہزار عالم و تفصیل بنی آدم از وجود با جودش بوجود آمد۔ و از پرتو
جمال عالم افروزش ظلمت کفر از میان زمان و زمانیان برخاست۔ اما بعد فقیر حقیر درویش سید
قاضی سید امام الدین بن سید منیر الدین کہ از کمترین گدایان خدمت مرشدی و مولائی سراج بزم حقیقت
نور العین عرفان و معرفت شمع شبستان محامد و وحدت حضرت خواجہ الہ بخش چشتی تونسوی است بہ حصول
طالع بیدار و مساعدت روزگار بموجب مطالعہ کتب سیر و سلوک و تواریخ و ملافیظ بعمر رسانید در حالات و
مقامات اولیاء کاملین و بزرگان دین کماہی عز آگہی یافتہ بمقتضائے یاران طریقت شعار و دوستان حقیقت
نظر بہ سعد اور جہاد تعیین گماشت کہ برخے از حالات و مقالات مرشد سالکین تاج المقربین و المتقین
مہر سپہر عرفان و ایقان حضرت خواجہ بزرگ معین الاولیاء معین الحق والملۃ والدین حسنی الحسینی چشتی سنجری
اجمیری قدس اللہ سرہ العزیز در ضبط تحریر و ربط تسطیر آوردن موجب سعادت دارین و مفاخرت
تشنگان خواہد بود۔ لاجرم کمر ہمت درست کردہ بہ ترتیب این رسالہ کہ مشتمل بر چہار باب است مسمی بہ

قدیم معین الاولیاء کے پہلے صفحہ کا عکس

فہرست مضامین اردو

ذکر اولاد سید معین الدین رابع بن ابوالخیر

تیسرا باب

حضرت خواجہ صاحب کی روحانی اولاد کا تذکرہ

تیسرے باب کی دوسری شاخ

تیسرا باب دوسری اصل

باب چہارم

بیرونِ شہر شمالی جانب کی عمارتیں

بیرون شہر مشرقی جانب کی عمارتیں

بیرون شہر جنوبی سمت کی عمارتیں

کے علمی مضامین اور تحقیقی مقالات اور علمی حلقوں میں بے حد پسند کیا جاتا ہے۔

مولانا کے ماہانہ اور ہفتہ واری درس تفسیر قرآن اور مواعظ حسنہ کو بڑی مقبولیت حاصل ہے جو شہر کے مختلف مساجد و مراکز میں پابندی کے ساتھ منعقد ہوا کرتے ہیں جن میں خطیب جامع مسجد (بی۔ایچ۔ای۔ایل) کی حیثیت سے ہر جمعہ کو آپ کی خطابت و امامت سے قبل پچھلے بیس سال سے آپ کی مخاطبت اور جامع مسجد صحیفہ اعظم پورہ حیدر آباد میں ہر اتوار کو بعد ظہر گذشتہ گیارہ (۱۱) سال سے سلسلہ وار درس تفسیر قرآن خاص طور پر قابل ذکر ہیں جن میں دور دور سے کثیر تعداد میں اہل ذوق اصحاب شریک ہو کر استفادہ کرتے ہیں اور جن میں زیادہ تر اعلیٰ تعلیم یافتہ نوجوان، ڈاکٹرز، انجینیر ز اور دانشور شامل ہوا کرتے ہیں۔آپ شعر و سخن کا ستھرا مذاق رکھتے ہیں۔ تخلص اعظمؔ ہے۔دکن کے بزرگ اور کہنہ مشق شعراء میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔آپ کا مجموعہ کلام موسوم بہ ''اعظمیات'' حال ہی میں منظر عام پر آچکا ہے۔موصوف کی نگرانی و صدارت میں اکثر نعتیہ مشاعرے منعقد ہوا کرتے ہیں۔ بزرگان دین کے اعراس کے موقعوں پر منعقدہ منقبتی مشاعروں میں آپ کا کلام شوق سے پڑھا اور سنا جاتا ہے۔فن تاریخ گوئی میں مولانا کو خداداد کمال حاصل ہے جو موصوف کو گویا اپنے اسلاف سے وراثتاً ملا ہے۔فی زمانہ شہر میں موجود اس فن کے چند گنے چنے تاریخ گو شعراء میں ایک مولانا بھی ہیں۔فن خطاطی میں بھی آپ کو خاصا دخل ہے۔ویسے آپ کی عام تحریر خود اس قدر خوبصورت اور دیدہ زیب ہوتی ہے جیسے کہ الفاظ کی شکل میں گویا موتیوں کی لڑی ہے۔اس فن میں ہمہ خاندان آفتاب ہے۔ حال ہی میں عثمانیہ یونیورسٹی سے یم۔اے کی تکمیل کے بعد ایک ریسرچ اسکالر طالبہ نے مولانا قاضی صاحب کی حیات اور علمی کارنامے کے زیر عنوان اپنا تحقیقی مقالہ پیش کر کے ایم۔فل کی ڈگری حاصل کی۔

یہ بات لائق تحسین ہی نہیں بلکہ قابل تقلید بھی ہے کہ قاضی صاحب نے اپنے بچوں کو عصری تقاضوں کے عین مطابق دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ اعلیٰ عصری تعلیم کے زیور سے آراستہ کیا۔آپ کو بفضلہٖ تعالیٰ ایک صاحبزادی اور پانچ صاحبزادے ہیں جو سب کے سب گریجویٹ، پوسٹ گریجویٹ اور انجینیر ز گولڈ میڈلسٹ، ریسرچ اسکالر ہونے کے علاوہ مشرقی

علوم میں جامعہ نظامیہ کے امتحانات میں فارغ بھی ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد بے حد وثنائے لاتعد مر خدائے را کہ شاید نوعِ انسان را بزیورِ علم و دانش بیاراست و درود نا محدود شار ختم المرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین کہ تخلیق ہیجدہ ہزار عالم وتفصیل بنی آدم از وجود باجودش بوجود آمد۔ واز پرتوِ جمال عالم افروزش ظلمت کفر از میان زماں وزمانیاں برخاست۔ اَمَّا بَعْدُ

فقیر حقیر درویش سینہء ریش قاضی سید امام الدین بن سید منیر الدین کہ از کم ترک زلہ ربایان خدمت مرشدی ومولائی، سراجِ بزمِ حقیقت، نور العین عرفان ومعرفت شمع شبستان محامد ووحدت حضرت خواجہ اللہ بخش چشتی تونسوی است۔ برہنمونی طالع بیدار ومساعدت روزگار جمعیت مطالعہ کتب سیر وسلوک وتواریخ وملافیظ بہم رسانید وبر حالات ومقدمات اولیاءِ کاملین وبزرگانِ دین کماہی عز آگہی یافتہ بتقاضائے یارانِ طریقت شعار وندیمانِ ندرت آثار نظر بہ استعداد واجتہاد ایں معنی گماشت کہ برخے از حالات ومقالات مرشد السالکین، تاج المقربین والمحققین، مہرِ سپہرِ ایمان وایقان، حضرت خواجہ بزرگ معین الاولیاء، معین الحق والملۃ والدین حسنی الحسینی چشتی سجزی اجمیری قدس اللہ سرہ العزیز العزیز درضبط تحریر وربط تسطیر آوردن موجبِ سعادتِ دارین ومفاخرتِ نشاتین خواہد بود۔ لاجرم کمرِ ہمت درست کردہ بہ ترتیبِ ایں رسالہ کہ مشتمل بر چہار باب است سعی موفور بجائے خود رسانید۔

15-1-2013

باب اول مشتمل بر حالات ومقالات حضرت خواجہ بزرگ معین الاولیاء۔

باب دوم تذکرہ اولادِ جسمانی۔

بابِ سوم در ذکر اولادِ روحانی مشتمل بر دو فصل ودو فرع۔

باب چہارم مشتمل بر تذکرہ بنائے اجمیر وآستانہ عالی ومقامات بزرگ وقدیم۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد بے حدو بے کنار صرف خدائے کردگار کو سزاوار ہے جس نے بنی نوع انسان کو علم و عقل کے زیور سے آراستہ فرمایا اور درود بے شمار حضور ختم المرسلین اور آپ کی آل پاک اور آپ کے جمیع اصحاب پر نثار کہ آپ ہی کی جلوہ گری کی بدولت اٹھارہ ہزار عالم اور جملہ بنی آدم وجود میں آئے۔ اور سارے جہان کو روشنی بخشنے والے آپ کے جمال پاک کے پرتو نے کئی زمانوں سے چھائی ہوئی ظلمت کو برخاست کر دیا۔ اَمَّابَعْدُ

یہ حقیر، فقیر و درویش قاضی سید امام الدین ولد سید منیر الدین جو مرشدی و مولائی، بزمِ حقیقت کے چراغ، عرفان و معرفت کے نورِ نظر، شبستانِ محامد، شمعِ وحدت، حضرت خواجہ اللہ بخش چشتی تونسوی کا کمترین پروردہ ہے۔ قسمت اور زمانے نے یاوری کی تو سیرت، سلوک، تاریخ اور ملفوظات کی جملہ کتب کے مطالعہ کی سعادت ملی اور اولیائے کاملین و بزرگانِ دین کے حالات و مقدمات سے کماحقہٗ آگاہی حاصل ہوئی۔ برادرانِ طریقت اور یارانِ صحبت کے اصرار نے مجھے اس کاوش پر آمادہ کیا کہ مرشدِ سالکین، سرتاجِ مقربین و محققین، آفتابِ فلکِ ایمان و یقین حضرت خواجہ بزرگ معین الاولیاء، معین الحق والملۃ والدین حسنی حسینی چشتی سجزی اجمیری قدس سرہٗ العزیز کے حالات اور ارشادات تحریر و قلم بند کروں جو دارین میں سعادت اور دنیا و آخرت میں فخر و ناز کا باعث ہے۔ بہر حال ہمت کر کے اس رسالہ کو ترتیب دینے کے لئے کمر باندھی اور اس کو چار باب پر تقسیم کرنے کی کوشش کی ہے۔

پہلا باب: حضرت خواجہ بزرگ معین الاولیاء کے حالات و ارشادات پر مشتمل ہے۔

دوسرا باب: جسمانی اولاد کے تذکرہ پر مشتمل ہے۔

تیسرا باب: روحانی اولاد کے ذکر پر مشتمل ہے۔ جس کی دو فصلیں اور دو ذیلی شاخیں ہیں۔

چوتھا باب: اجمیر کے آستانۂ عالی اور دیگر بزرگ و قدیم مقامات کی عمارتوں کے تذکرہ پر مشتمل ہے۔

باب اول

مشتمل بر حالات ومقالات حضرت خواجہ بزرگ معین الاولیاء

مخفی مباد کہ حضرت خواجہ را اصل از سجز نواح خراسان است ۔ وقتیکہ پدرِ بزرگوارش داعی اجل را لبیک گفتہ خواجہ را عنفوانِ شباب بود۔ روزے در خانہ باغے کہ ازاں خواجہ بود لمعہ ذات بصورت مجذوب پدیدار آمد و پارۂ نان طلب کرد۔ حضرت خواجہ بمصداق وَ اَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ۔ چند دانۂ خرما ارزانی فرمود۔ صفتِ مجذوب راطریق بذل واحسان مرغوب آمد و چند ثمر بہ لعابِ دہن آلودہ بحضرت خواجہ مسترد کردہ بخوردنش استبداد فرمود۔ ازانجا کہ مشیتِ قضا وقدر ہمبریں بود۔ خواجہ را از انکار باز داشتند ۔ وتسلیم مجذوب تسلیم نمودند۔

منقول است کہ ازاں زماں غلبۂ عشق و محبت بر حضرت خواجہ استیلا یافت تا آنکہ حرفِ حب الوطن را از صفحہ خاطر بہ کذلکِ حسن طلب محکوک کردہ خرقہ ترک علائق در برراست کردند۔ واز ہجوم وکثرت دیار و دیار روئے تافتہ باستحصال سلوک معنی کہ درصورت مجذوب مشاہدہ فرمودہ بودند۔ پائے شوق دروادیِ طلب و بیابانِ تعب نہادند۔ دریں صعوبت وسفر پیش از ہمہ ہا کہ حضرت خواجہ رابرصورتِ جذب و معنی سلوک متنظر فرمودہ ملہم غیب بود۔

امّا بہ اسبابِ ظاہر علومِ دینیہ را در سمرقند و بخارا اکتساب فرمودہ مقامِ یقین را بہ عین الیقین افزودند۔ تا آنکہ کمال جذبہ شوق عنان گسستہ وآستین کشاں بہ وسعت آباد بغداد رسانید۔ زیرا کہ بہ منشاءِ ازلی انکشاف رموز خفی وجلی ہمدریں مقامِ موعود و معہود بود۔ چنانچہ بخدمت قطب الکونین شیخ المغربین والمشرقین حضرت خواجہ عثمانِ ہارونی قدس اللہ سرہ العزیز فایز شدہ بخشش کمال ازاں سرمایۂ بخشش ودریا نوال اخذ فرمودند۔ می گویند

پہلا باب

حالات وارشاداتِ حضرت خواجہ بزرگ معین الاولیاء کے بیان میں

واضح ہو کہ حضرت خواجہ کا وطن خراسان کے قرب وجوار میں واقع سجز ہے۔ جس وقت آپ کے والد ماجد نے داعیِ اجل کو لبیک کہا تو حضرت خواجہ کی جوانی کا آغاز تھا۔ ایک روز جبکہ خواجہ اپنے باغ میں تھے ایک مجذوب کی صورت میں نورِ ذات نظر آیا۔ اور روٹی کا ٹکڑا طلب کیا۔ حضرت خواجہ نے وَاَمَّا السَّائِلَ فَلَاتَنۡهَرۡ (ضحی۔ ۱۰) (ترجمہ: اور سائل کو مت جھڑکو) کے مصداق چند کھجور پیش کئے۔ مجذوب کو بخشش واحسان کا یہ طریقہ پسند آیا تو انہوں نے چند دانے اپنے لعابِ دہن سے تر کر کے خواجہ کو دئے اور اُسے کھانے پر اصرار کیا۔ قضا وقدر کو یہی مطلوب تھا۔ حضرت خواجہؒ انکار نہ کرسکے۔ اور مجذوب کی خواہش کو تسلیم کرلیا۔

منقول ہے کہ اس وقت سے حضرت خواجہ پر عشق ومحبت کا غلبہ کارفرما ہوگیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حسنِ طلب کی خاطر آپ نے دل سے وطن کی محبت کو محو کردیا۔ دنیاوی رشتوں سے قطع تعلق کرلیا۔ بشکل مجذوب جو مشاہدہ ہوا تھا۔ اس کے معنی وسلوک کے حصول میں ہجوم وآبادی چھوڑ کر ملک بہ ملک اور شہر بہ شہر سرگرداں پھرتے رہے۔ طلب کی وادی اور رنج ومصیبت کے بیابان میں شوق کا قدم رکھا۔ اس دشواری اور سفر کے دوران جذب ومعنٰی اور سلوک کی صورت میں خواجہ کو پہلے جو چیز متوجہ کررہی تھی وہ الہامِ غیبی تھا۔

یہاں تک کہ سمرقند وبخارا میں اسبابِ ظاہر دینی علوم کا اکتساب فرمایا۔ مقامِ یقین سے عین الیقین تک ترقی فرمائی۔ حتی کہ جذبہ شوق کمال کو پہنچا تو کھنچے ہوئے بغداد کی وسیع آبادی میں جا پہنچے ۔منشاءِ ازلی سے اسی مقام پر رموزِ خفی وجلی کا انکشاف ہونا مقرر ومقدر تھا۔ چنانچہ قطبِ کونین شیخِ

کہ حضرت خواجہ رامدت بست سال در سفر و حضر بخدمت حضرت مرشد برحق سپری شد و انجام کار خلعت خلافت واختصاص رخصت دریافتہ خیر باد گفتند۔ در آنجا بہ ہمدان و تبریز نزولِ مکرمت فرمودہ با عیان واشراف دین نعم البدل فرمودند۔

آوردہ اند کہ حضرت خواجہ را اکثر بمقابر جائے خوش می آمد و بعد از ہفت یوم با پارۂ نان کہ بیشتر از پنج مثقال نمی بود افطار می کرد۔ ملبوس دوتا مانوس بود و بحالت شکست ریخت با پیوند درست می فرمودند۔ بیشتر بر اخفائے راز و حفاظت امر حق جہدِ بلیغ منظور۔ و ہر گاہ عزلت و وحدت مقصود بود۔ از ہجوم و کثرت نفور بودند۔ اخلاقِ عمیم و فیض مستقیم داشتند۔

ہم دریں اثناء حضرت خواجہ را در استر آباد و غیر آں صورتِ قیام در پیش آمد۔ زانجملہ واقعہ زمانِ ورود سبزوار قابلِ بیان است۔ وقتیکہ حضرت خواجہ در سبزوار رسید۔ حاکمِ سبزوار محمد یادگار نام کہ بغایت شقی المشرب ناہنجار روزگار بود۔ بانتباہ ورود مسعود بر خویشتن برافروخت و بہ تردد آزار حضرت خواجہ بر آمد۔ امّا چوں نظرش بر جمالِ جمیل مبارک رسید۔ بے اختیار لرزیدن آغاز کرد و بحال خود نماند و عاقبت کار از ارادۂ ناسزا استغفار خواندہ تائب گردید و بہ تلقین و تصرف حضرت خواجہ بیعت اختیار کردہ بہ ترک تعلق اہل و عیال بر کابِ فیض انتساب تا بہ حصار شادمان خود را رسانید و بارشاد حضرت خواجہ تلقین و تدریس آنجا باو مفوض شد۔ حضرت درویش جمالی مؤلف سیر العارفین می فرماید کہ او قبرِ شیخ محمد یادگار در حصار شادمان دیدہ است۔

15-1-2013

بالآخر حضرت خواجہ بمدینہ نبوی عازم شد و بعد ادائے مناسکِ حج بایمائے حضرت صدر النبوت بصوب اجمیر ورود مسعود اتفاق افتاد۔ دراں زمان اجمیر بحکومتِ ہندیاں بود و راجہ پتھورا نام فرماں روائی می کرد۔ الحال کہ حضرت اجمیر منبعِ اسلام و مرجعِ اہلِ اسلام است۔ درآں ایام معدنِ کفر و

مغربین و مشرقین حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہٗ العزیز کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس سرمایۂ بخشش اور دریائے عطا سے کمال حاصل کیا۔ کہتے ہیں کہ حضرت خواجہ نے حضرت مرشدِ برحق کی خدمت میں سفر و حضر کے بیس سال کا عرصہ گذارا۔ جس کے بعد کہیں خلعتِ خلافت و خصوصیت سے نوازا گیا۔ اس کے بعد رخصت حاصل کی۔ اور روانہ ہو گئے۔ کہا جاتا ہے کہ وہاں سے ہمدان اور تبریز میں وارد ہوئے۔ شرفاء و بزرگانِ دین سے نعم البدل حاصل کیا۔

نقل ہے کہ حضرت خواجہ کو قبرستان کی جگہ پسند آنے لگی۔ سات روز کے بعد ایک روٹی کے ٹکڑے سے کہ جس کا وزن پانچ مثقال سے زیادہ نہ ہوتا تھا آپ افطار فرماتے۔ دوہرا لباس پسندیدہ تھا جو کہیں سے پھٹ جاتا تو اسے پیوند لگا کر درست فرما لیتے۔ راز کو چھپانے اور حق بات کی حفاظت کرنے میں بے حد کوشاں رہتے اور ہر طرح خلوت و تنہائی مقصود ہوتی۔ لوگوں کی کثرت اور ہجوم سے دور بھاگتے۔ مکمل اخلاق اور مستقل فیض کے حامل تھے۔

اسی اثناء میں حضرت خواجہ کو استر آباد وغیرہ میں قیام کی صورت پیش آئی۔ اس دوران سبزوار میں ورود کے وقت کا ایک واقعہ بیان کرنے کے قابل ہے۔ اس وقت جب کہ حضرت خواجہ سبزوار پہنچے تو سبزوار کا فرمانروا مسمی محمد یادگار نہایت سخت مزاج اور زمانے بھر میں مشہور ناہنجار تھا۔ آپ کی رونق افروزی پر غضب ناک ہو گیا۔ اور حضرت خواجہ کو نقصان پہنچانے کا ارادہ کیا۔ لیکن جیسے ہی آپ کے مبارک و جمیل جمال پر اس کی نظر پڑی تو بے اختیار لرزنا شروع کر دیا۔ اور حواس باختہ ہو گیا۔ آخر کار اپنے ناپاک ارادہ سے معذرت چاہتے ہوئے توبہ کر لی۔ حضرت خواجہ کی تلقین اور آپکے تصرف کی بدولت بیعت کی سعادت حاصل کی۔ اپنے اہل و عیال سے قطع تعلق کر کے آپ کے حلقۂ فیض سے وابستہ ہوا اس نے ''حصار شادماں'' (مقبرہ کا نام) تک رسائی حاصل کر لی۔ اور حضرت خواجہ کے ارشاد سے اس جگہ جو بھی تلقین اور تدریس ہوا کرتی تھی اس سے فیض یاب ہوا۔ سیر العارفین کے مؤلف حضرت درویش جمالی فرماتے ہیں کہ انھوں نے ''حصار شادماں'' میں شیخ محمد یادگار کی قبر دیکھی ہے۔

بالآخر حضرت خواجہ نے مدینہ نبوی میں حاضری کا عزم فرمایا۔ اور حج کے مناسک ادا کرنے کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایماء و اجازت سے اجمیر کی جانب روانگی سے اتفاق

منظرِ کفار بود۔

حضرت خواجہ دراجمیر رسیدہ اولاً جائے کہ طرحِ اقامت انداخت، درخت سایہ دار بود کہ اکنوں بجایش مسجد یک کنگرہ در جوارِ آستانہ شریف واقع است۔ شخصے از ملازمانِ راجہ ازطرحِ اقامت حضرت خواجہ را مانع آمد وحضرت خواجہ ازاں جارختِ اقامت برداشتہ برلبِ تالاب کہ اناساگر مشہور است قیام فرمودند۔ ساحلِ تالاب ہمہ از بت وبت خانہ ہا معمور بود۔ وجز صدائے ناقوس و غلغلۂ ہر ہر صدائے دیگر از شام تا سحر جاگزینِ گوشِ ہوش نمی شد۔ روزے بمقتضائے مذہب وتصدیع طینت با خدّام حضرت خواجہ برہمن بچگاں حسد بردہ از غسل ووضو مانع آمدند۔ چوں برحقیقتِ حال حضرت خواجہ رااطلاع شد۔ باخادمے امر فرمودند کہ از آب تالاب بقدر یک کوزہ گلے بردارد۔ ہنوز کوزۂ آب برداشتہ بودند کہ ہمگیں آبِ تالاب رزقِ زمیں وبخارِ آسمان گردیدونشانِ نداوت وتراوت در پہنِ تالاب معدوم ومفقود گشت۔ ازیں ممبر انقلابِ عظیم وآفتِ کثیر برحالِ نوعِ انسان وحیوان متاثر شدہ۔ وفریادِ العطش گویان محسود شورِنشور بود۔ باظہارِ ایں چنیں آیات ہیبت سمات وخوارقِ عظمیٰ وکرامتِ کبریٰ مسمی شادی کہ ازقوم جان معبودومسجودِ ہنود بود۔ خویشتن رابحضرت خواجہ بزرگ رحمۃ اللہ علیہ رسانیدہ بہ تسلیمِ اسلام وبیعتِ خدام معزز ومباہی شد۔

چوں ایں واقع ہوش رُبا بہ راجہ پتھورا رسانیدند۔ مادرش یادش دادکہ باایں چنیں صاحبِ ہیبت وعظمت مقابلہ و مجادلہ کردن دشنۂ تیز برپائے خود کوفتن است۔ بایدکہ خوشتن راازیں نزاع ونفاق بازداری۔ امّا راجہ پتھورا کہ شقاوتِ ازلی وسفاہتِ سرمدی تقدیرش بود برگفتۂ پیرِ زال خیال نہ کرد وبصحب یکے از پرستارانِ خویش اجپال جوگی را کہ درفنِ سحر وافسوں یدِ طولیٰ داشت، اطلاع فرستاد، واستمداد واستعانت درخواست کرد۔ جوگیِ مذکور بہ نازشِ اسبابِ سحروفسوں کہ ازقبیلِ مارِ خونخوار وعقربِ جرّار بودند۔ خودرا بہ اجمیر رسانیدند۔ و

فرمایا۔ اس وقت اجمیر پر ہندوؤں کی حکومت تھی۔ جہاں پر پتھورا نامی راجہ حکمرانی کرتا تھا۔ آج جبکہ اجمیر کی بستی اسلام کا منبع (چشمہ) اور اہلِ اسلام کا مرجع (ٹھکانہ) ہے۔ اُن دنوں میں وہی کفر کی آماجگاہ اور کافروں کی سیرگاہ بنی ہوئی تھی۔

حضرت خواجہ نے اجمیر پہنچتے ہی سب سے پہلے ایک سایہ دار درخت کے نیچے قیام فرمایا۔ آج اسی مقام پر آستانہ کے قریب مسجدِ یک کنگرہ واقع ہے۔ راجہ کے ملازمین میں سے ایک شخص حضرت خواجہ کو وہاں قیام کرنے سے منع کرنے لگا۔ حضرت خواجہ نے وہاں سے اپنا ڈیرہ اٹھالیا۔ اور اناساگر نامی مشہور تالاب کے کنارے اقامت اختیار فرمائی۔ اس تالاب کا کنارہ بتوں اور بتخانوں سے بھرا ہوا تھا۔ اور شام سے صبح تک ناقوس کی صدا اور ہر ہر کے غلغلہ کے سوا کانوں میں کوئی آواز نہ آتی تھی۔ ایک دن تقاضائے مذہبی اور ترش مزاجی کے سبب برہمن لوگ حضرت خواجہ کے خادموں سے حسد کرنے لگے۔ اور انھیں غسل اور وضو کرنے سے منع کرنے لگے۔ حضرت خواجہ کو جب اس حقیقتِ حال کی اطلاع ہوئی تو آپ نے اپنے ایک خادم کو حکم دیا کہ تالاب سے ایک کوزہ بھر پانی لے آئے۔ ابھی کوزہ میں پانی بھرا ہی جارہا تھا کہ تالاب کا پانی زمین سے آسمان تک بخارات میں تبدیل ہو گیا۔ اور تالاب کے اندر پانی کا نشان تک باقی نہ رہا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس عظیم تبدیلی اور بڑی آفت سے انسان اور حیوان متاثر ہوگئے۔ پیاس پیاس کی فریاد کے ساتھ ان لوگوں میں شور و انتشار برپا ہوگیا۔ خوف و ہیبت کی اس علامت اور عادت کے خلاف اس عظیم کرامت کے اظہار کے لئے ہندو قوم کا معبود و مسجود شادی دیو نامی ایک شخص تھا اس نے خود کو حضرت خواجہ بزرگ کے سامنے پیش کیا اور اسلام قبول کرکے بیعت کی اور معزز اور قابلِ فخر خادموں میں شامل ہوگیا۔

جب اس ہوش ربا واقعہ کی اطلاع راجہ پتھورا کو ملی اس کی ماں نے اس سے کہا کہ ایسی ہیبت و عظمت والے بزرگ کے ساتھ مقابلہ اور جنگ کرنا اپنے پاؤں پر آپ تیز کلہاڑا مار لینے کے برابر ہے۔ لہٰذا تو اپنے کو اس جھگڑے اور نفاق سے باز رکھ۔ لیکن راجہ پتھورا کہ اس کی قسمت میں ازلی شقاوت (سنگدلی) اور ابدی حماقت لکھی تھی۔ بڑوں کی بات کا کوئی لحاظ کئے بغیر اس نے اپنے چاہنے والوں میں سے اجے پال جوگی نامی ایک شخص کو جو جادو منتر میں خوب

باخدامِ حضرت خواجہ بزرگ طرحِ مقابلہ انداخت، وعاقبت کار منہزم ومخذول گشتہ وخودرا بمعیت راجہ پتھورا در حضرت خواجہ رسانیدہ بصد تضرع والحاح عفوِ تقصیر التجا کرد۔ حضرت خواجہ آمرزش فرمودہ اجپال را بہ خلعتِ اسلام معزز و مفتخر فرمود۔ امّا راجہ پتھورا کہ سعادتِ ابدی مقدرش نبود از صراطِ مستقیم سعادت و ہدایت آوارہ دشتِ ادبار وضلالت گشتہ بدستِ تشکر اسلام گرفتار آمد و بالآخر واصلِ جہنم شد۔

آوردہ اند کہ حضرت خواجہ را مجاہدت عمل ومحافظتِ کلام چنداں بود کہ در یک روز دوختم و بیک شب ہزار رکعت بنیاد می کردند۔ گاہے بہ سکون وگاہے بہ اضطراب اقوالِ درد انگیز را بادلِ دردمند مقابلہ می فرمودند۔ حضرت خواجہ بارِ سوم کہ از سفرِ حجاز معاودت فرمود تا مدت چہل سال کہ در زمانِ عین الوصال بود۔ در دارالخیر اجمیر علی الاتصال قیام فرمود۔ غیر آنکہ بنظرِ تصحیح و تنقیح فرمانِ موضع ماندن کہ وجہِ معاش فرزندانش بود، یک بار تا بہ دہلی نقل وحرکت ناگزیر افتاد۔

سلسلۂ نسب پاکش بواسطہ امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ بہ امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ منتہی می شود۔ سید حسن ملقب بہ خواجہ معین الحق والدین حسنی حسینی بن سید غیاث الدین بن سید نجم الدین بن سید عبدالعزیز بن سید ابراہیم بن سید ادریس بن حضرت امام موسیٰ کاظم بن حضرت امام جعفر الصادق بن امام محمد باقر بن امام علی سجاد بن امام حسین شہید اکبر بن علی مرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ بعضے کہ درنسبتِ سیادت حرف زدہ اند از قصورِ تحقیق وغلط فاش است۔

منقولست کہ حضرت خواجہ بزرگ را مریدان ومتبعان بسیار بودند۔ امّا صنفے را کہ بتصدیق ریاضت وتشریف خلافت سرفراز فرمودند۔ تفصیل ایں ست۔ خواجہ قطب الدین، شیخ حمید الدین صوفی، شیخ فخر الدین فرزندِ اکبر حضرت خواجہ بزرگ سید ضیاء الدین فرزندِ دوم حضرت خواجہ بزرگ، شیخ معین الدین، قاضی حمید الدین محمد عطا ناگوری، اجپال معروف بہ عبداللہ، سید وجہ الدین مشہدی، شیخ برہان الدین، شیخ احمد،

مہارت رکھتا تھا۔اس کی اطلاع دی۔اور امداد واعانت کی درخواست کی۔وہ جوگی بڑے فخر وناز کے ساتھ خونخوار سانپوں اور بچھوؤں کے لشکر جیسے جادو منتر کے سامان کے ساتھ اجمیر پہنچا۔اور حضرت خواجہ بزرگ کے خدمت گذاروں سے مقابلہ پر اُتر آیا۔اور آخر کار ذلیل وخوار ہوا تو راجہ پتھورا کے ساتھ حضرت خواجہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔اور بے حد عجز وانکسار کے ساتھ اپنے قصور کی معافی کے لئے التجا کرنے لگا۔حضرت خواجہ نے معاف فرمادیا۔اور راجے پال کو اسلام کی خلعت سے اعزاز وافتخار بخشا۔لیکن راجہ پتھورا کہ اس کی قسمت میں ابدی سعادت نہیں تھی۔ چنانچہ سعادت وہدایت کی صراط مستقیم سے بھٹک کر افلاس وگمراہی کا راستہ اختیار کیا۔پھر اسلامی لشکر کے ہاتھوں گرفتار ہوا اور بالآخر جہنم رسید ہو گیا۔

نقل ہے کہ حضرت خواجہ عمل میں مجاہدہ (کوشش) اور کلام کی حفاظت فرمایا کرتے۔اس طرح کہ ایک دن میں دوختم (قرآن مجید) فرماتے اور ایک رات میں ہزار رکعت پڑھا کرتے۔ اور کبھی سکون کے ساتھ تو کبھی اضطراب کے ساتھ دردانگیز اقوال کا دردمند دل سے تقابل فرماتے۔ حضرت خواجہ تیسری مرتبہ حجاز کا سفر کر کے واپس ہوئے تو آپ نے اپنے وصال تک چالیس سال کا عرصہ مسلسل دارالخیر اجمیر شریف میں گذارا۔سوائے اس کے کہ موضع ماندن کے فرمان کی اصلاح کے لئے جو آپ کے فرزند کی معاش کا ذریعہ تھا ایک بار آپ کا دہلی جانا ناگزیر ہو گیا تھا

آپ کے نسبِ پاک کا سلسلہ امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کے واسطے سے امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ تک جا پہنچتا ہے۔(جو اس طرح ہے) سید حسن لقب معین الحق و الدین حسنی حسینی بن سید غیاث الدین بن سید نجم الدین بن سید عبدالعزیز بن سید ابراہیم بن سید ادریس بن حضرت امام موسیٰ کاظم بن حضرت امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام علی سجاد (زین العابدین) بن امام حسین شہیدِ کربلا بن علی مرتضیٰ شیرِ خدا رضی اللہ علیہم اجمعین۔ بعض لوگوں نے آپ کی سیادت میں کلام کیا ہے۔جو تحقیق سے غیر صحیح اور بالکل غلط ہے۔

منقول ہے کہ حضرت خواجہ بزرگ کے مریدوں اور اطاعت گزاروں کی تعداد بہت تھی۔ لیکن ریاضت وشرافت کی تصدیق کے ساتھ جن حضرات کو آپ نے خلافت سے سرفراز فرمایا ان کی تفصیل اس طرح ہے۔خواجہ قطب الدین، شیخ حمید الدین صوفی، شیخ فخر الدین فرزند اکبر

شیخ محسن یاحسن، شیخ سلیمان غازی، شیخ شمس الدین، شیخ حسن خیاط، شیخ احد الدین کرمانی، بی بی جمال حافظہ بنت حضرت خواجہ بزرگ شیخ مسعود غیر سالار مسعود غازی۔

ازیں ہا ہر یکے صاحبِ مقام و مرجع کافہ انام بود۔ اما بنام قطب الاولیاء خواجہ بختیار کاکی قدس اللہ سرہٗ العزیز و شیخ حمید الدین صوفی السوالی الناگوری کہ بہ سلطان التارکین معروف است قرعۂ فال زدہ بودند۔ وازیں ہر دو یکے را بہ دہلی و دیگرے را بہ ناگور سریر آرائے خلافت وارشاد فرمودند،

واز کلمات فیض آیات اواست کما قال فی دلیل العارفین فرمود۔ دلِ عاشق آتش کدۂ محبت است، ہر کہ درو فرود آید بسوزد، ازینکہ ہیچ آتش مشتعل تر از نارۂ محبت نیست۔ وفرمود کہ از سیلِ آبِ رواں صدائے برمے خیزد ہمیں کہ در دریا می رسد خاموش می گردد۔ فرمود۔ شنیدم از خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کہ رب العزت را دوستانند، اگر در عالمِ دنیا یک چشم زدن محجوب باشند نابود شوند۔ فرمود کہ از حضرت خواجہ عثمان قدس سرہٗ باستماعم رسید کہ ہر آنکہ ایں سہ خصلت دارد حضرت سبحانہٗ تعالیٰ اورا دوست می دارد۔ اول سخاوت ہمچو سخاوتِ بحار، دوم شفقت بساں شفقتِ خورشید نصف النہار، سوم خلق مانندِ زمین۔

فرمود مصاحبتِ صاحبدلاں بہ از کارِ نیک و صحبت بد سرشتاں بدتر از اعمالِ بد۔ فرمودند قدمِ مرید مستحکم آنگاہ شمارند کہ فرشتۂ چپ ہیچ عمل بد تا مدتِ بست سال بنام او ننویسد۔

فرمود بحوالہ حضرت خواجہ 15-1-2013 عثمانِ ہارونی قدس اللہ سرہ العزیز کہ درویش محق درویشی آنگہ باشد کہ ازو در عالمِ فنا ہیچ باقی نماند، علامتِ محبت واطاعت است وترس کہ مبادا دوست آزردہ شود، مر عارفاں را مقامیست وگہے کہ براں مقام فائز باشند ہمہ عالم و عالمیاں را در فصل دو انگشت بہ بینند۔ عارف کسے است کہ ہر چہ خواہد در پیش آید۔ و ہر چہ گوید جوابش بشنود۔ کمترک قدر عارف آنست کہ موصوف بصفتِ حق باشد واگر کسے بصورت مدعیانہ

خواجہ بزرگ، سید ضیاء الدین فرزند دوم خواجۂ بزرگ، شیخ معین الدین، قاضی حمید الدین محمد عطا ناگوری، اجے پال معروف بہ عبداللہ، سید وجیہ الدین مشہدی، شیخ برہان الدین، شیخ احمد، شیخ محمد محسن یا حسن، شیخ سلیمان غازی، شیخ شمس الدین، شیخ حسن خیاط، شیخ احد الدین کرمانی، بی بی حافظہ جمال بنت حضرت خواجہ بزرگ، شیخ مسعود یہ مسعود غازی نہیں ہیں۔

ان میں سے ہر ایک اعلیٰ مرتبہ کے حامل تھے جن سے ایک خلقت رجوع ہوا کرتی تھی۔ لیکن قطب الاولیاء خواجہ بختیار کاکی قدس اللہ سرہٗ العزیز اور شیخ حمید الدین صوفی سوالی ناگوری جو سلطان التارکین کے لقب سے مشہور ہیں ان دونوں کے نام قرعہ فال نکلا اور ان دو میں ایک کو دہلی میں اور دوسرے کو ناگور میں مسندِ خلافت وارشاد پر بٹھایا گیا۔

اور یہ آپ کے کلماتِ فیض آیات سے ہیں جیسا کہ دلیل العارفین میں فرمایا۔ عاشق کا دل محبت کا آتش کدہ ہوتا ہے۔ جو شخص اس میں مبتلا ہوتا ہے جل جاتا ہے۔ اس لئے کہ کوئی آگ محبت کی آگ سے تیز نہیں ہوتی۔ اور فرمایا کہ آب رواں کے بہاؤ سے ایک آواز نکلتی ہے لیکن وہ دریا میں پہنچ کر خاموش ہو جاتی ہے۔ فرمایا کہ میں نے خواجہ عثمانِ ہارونی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے کہ رب العزت کو دوست بنائیں اور ایک پلک جھپکنے کے عرصہ تک بھی عالم دنیا میں محجوب رہیں تو نابود ہو جائیں۔ فرمایا کہ حضرت خواجہ عثمان قدس سرہ سے میں نے سنا ہے جو کوئی یہ تین باتیں اختیار کرتا ہے تو اس کو حق سبحانہ وتعالیٰ دوست بنالیتا ہے۔ ایک تو دریا کی طرح سخاوت، دوسرے آفتاب نصف النہار کی طرح شفقت، اور تیسرے زمین کی طرح اخلاق۔

فرمایا کہ اہلِ دل کی صحبت، نیک کام سے بہتر ہے اور بدطینت لوگوں کی صحبت برے اعمال سے بھی بدتر ہے۔ فرمایا کہ مرید کا قدم اسی وقت مضبوط شمار کیا جاتا ہے جبکہ بائیں جانب کا فرشتہ (کاتبین) بیس سال تک اس کے نام پر کوئی برا عمل نہ لکھے۔

حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس اللہ سرہ العزیز کے حوالہ سے ارشاد فرمایا کہ درویش حقیقت میں اسی وقت درویش ہوتا ہے کہ عالمِ فنا میں اس کا کچھ بھی باقی نہ رہے جو محبت و اطاعت کی علامت ہے۔ اور یہ خوف کہ کہیں دوست خفا نہ ہو جائے، یہ مقام عارفوں کا ہے۔ اور جب بھی وہ اس مقام پر فائز ہوتے ہیں سارا عالم اور عالم کی ساری مخلوق کو وہ دو انگلیوں کے درمیان دیکھ لیتے

پیش آید۔ بزورِ کرامت اورا بہ تحت الزام رساند۔

فرمود سالہا دریں کار مجاہد بودیم عاقبت کار غیراز ہیبت نصیبِ ما نشد۔فرمود گناہے چنداں مضر نیست کہ تشہیر وتشویرِ برادر مسلمان۔فرمود آیتِ حق شناسی فرار از دنیا وسکوت در معرفت است۔ رہروانِ منازلِ معرفت بہ مقصد نرسند تا از معارفِ حقیقی سراغ نیابند۔

فرمود۔دلیلِ شقاوت اینست کہ باوجود گناہ نازش قبول دارد۔

فرمود کسیکہ انعام یافت از سخاوت یافت۔ درویش کسے را گویند کہ اربابِ حاجت را محروم نگزارد۔مطبوع خاطر درویش آں بود کہ با درویش نہ نشیند وغیر مطبوع آں کہ درویش از ہمنشینی درویش احتراز کند۔ عارف بودن بحق ایں است کہ محوِ دینی باشد۔قانع ومتوکل کسے را گویند کہ برنج ودرد کہ از خلائق برسد نہ براں شکایت باشد نہ حکایت۔عارف را مرگ محبوب باشد وراحت متروک و یادِ حق مانوس۔ عارف راچوں بامداد رُو دہد از واقعاتِ شب ہرانچہ کہ بگذشت یادش نماند۔علم قلزمِ ناپیدا کنار است ومعرفت جوئے پیدا کنار۔پس علمِ خداو معرفت بندہ ازیں جا است۔

فرمود۔ذاتِ عارف چوں آفتاب می تابد وہمہ عالم ازاں انوار می یابد۔فرمود نماز قنطرۃ القرب است ومعراجِ مؤمن نماز۔ ہرکہ نماز را بہ تصدیق ادا نہ کند بر بالائے بامِ حقیقت وقرب زینہا رنہ رسد۔

درتذکرۂ خوارقِ 151-2013 حضرت خواجہ بزرگ منقول است کہ حضرت خواجہ ہمہ شب بخواب واستراحت میل نفرمود۔ وبر زمین پشت زدہ نیاسود۔زمانیکہ پس از افاقۂ مراقبہ نظرش برکسے از اہلِ فسق وفجور می افتاد۔تائب وتارک می شد۔ واگر بر کافرے نگاہے می کرد تشریفِ اسلام ودولتِ ایمان می یافت۔

روزے حضرت خواجہ در یادِ حق مستغرق بود۔ ہمدریں زمان

ہیں۔ عارف وہی ہے کہ جو کچھ وہ چاہے وہی واقع ہو جائے۔ اور جو کچھ وہ کہے اس کا جواب وہ سن لے۔ عارف کی کم سے کم قدر وہ ہے کہ وہ صفتِ حق کے ساتھ متصف ہو اور اگر کوئی شخص مدعی کی صورت میں سامنے آئے تو کرامت کے زور سے اس کو الزام تک پہنچادے۔

فرمایا کئی سال اسی کام میں جدّو جہد کرتا رہا ہوں تب کہیں بے خوفی نصیب ہوئی۔ فرمایا کوئی گناہ اتنا نقصان دہ نہیں جتنی مسلمان بھائی کی بدنامی و شرمندگی ہے۔ فرمایا حق شناسی کی علامت، دنیا سے فرار اور معرفت میں خاموشی اختیار کرنا ہے۔ معرفت کی منزلوں کی جانب چلنے والے اپنے مقصد تک اس وقت تک نہیں پہنچ سکتے جب تک کہ وہ حقیقی معارف کا سراغ نہ پالیں۔

فرمایا کہ سخت دلی کی دلیل یہ ہے کہ گناہ کے باوجود (توبہ کی) قبولیت پر ناز ہو۔ فرمایا جس نے بھی انعام پایا وہ سخاوت کے ذریعہ پایا۔ درویش اس شخص کو کہتے ہیں جو ضرورت مندوں کو محروم نہ کرے۔ درویش کے دل کو یہ پسند ہو کہ کسی درویش کی ہم نشینی اختیار کرے۔ اور ایک درویش کا دوسرے درویش کی ہم نشینی سے احتراز کرنا اس کو ناپسند ہو۔ عارف ہونے کا حق یہ ہے کہ وہ دین میں محو رہے۔ قانع اور متوکل اس شخص کو کہتے ہیں کہ مخلوق سے جو بھی رنج اور درد پہنچے اس کی نہ شکایت کرے اور نہ اس کا اظہار کرے۔ عارف کو موت محبوب ہوتی ہے اور وہ راحت سے بے پروا اور یادِ حق سے مانوس ہوتا ہے۔ عارف کی جب صبح ہوتی ہے تو رات میں گذری سب کچھ حالت اسے یاد نہیں رہتی۔ علم ایک بحرِ ناپید کنار ہے اور معرفت ایسی نہر ہے جس کے کنارے نظر آئیں۔ لہٰذا خدا کا علم اور بندہ کی معرفت اسی جگہ سے حاصل ہوتی ہے۔

فرمایا کہ عارف کی ذات آفتاب کی طرح درخشاں ہے اور سارا جہاں ان ہی انوار سے روشن ہے۔ نماز قَنطَرۃُ القُربْ (یعنی قرب کا پُل) ہے۔ اور نماز مومن کی معراج ہے۔ جو کوئی تصدیق کے ساتھ نماز ادا نہ کرے وہ حقیقت و قرب کی منزلِ اعلیٰ تک ہر گز رسائی حاصل نہیں کر سکتا۔

حضرت خواجہ بزرگ کے خوارق عادت (کرامات) کے بیان میں منقول ہے کہ حضرت خواجہ رات تمام نیند اور آرام اختیار نہ فرماتے اور زمین پر پشت کے سہارے آرام نہیں فرماتے تھے۔ اس وقت جب کہ آپ مراقبہ سے فارغ ہو جاتے اور فسق و فجور (گناہوں) میں مبتلا کسی

یکے از مریدان خدمت دولتِ پائے بوس دریافت و التماس کرد کہ بادشاہ در باب استخراجِ اوفرمان دادہ است۔ پرسیدند کہ بادشاہ کجاست۔ عرض کرد کہ بنظرِ تفریح و تفرج بیرونِ شہر سمتِ مرغزار بر اسپ سوار رفتہ است۔ حضرت خواجہ تأمل فرمود۔ و بعد ساعت ارشاد کرد کہ تردد مکن و ازیں اندیشہٗ بیجا مطمئن باش۔ امروز بادشاہ را اجل برسر رسیدہ است۔ از پشتِ اسپ برروئے زمین افتادہ ہلاک خواہد شد۔ ساعتے نگذشت کہ از مرگِ بادشاہ خبر آوردند۔

فرمود حضرت خواجہ بختیار کہ تا مدت بست سال در خدمت حضرت خواجہ معین اولیاء خواجہ بزرگ بودم۔ گاہے نہ شنیدم کہ در باب صحت و عافیت خود سخنے گفتہ باشد۔ اما بجناب رب العزت التجامی کردند کہ ہرآں قدر کہ درد و محنت قسمت جہاں و جہانیاں است بہ فقیر دلگیر معین الدین نصیب باشد۔

روزے حضرت خواجہ بزرگ معین الاولیاء باجماعتِ درویشاں نشستہ بود۔ دریں اثنا سلطان شمس الدین التمش تیر و کمان در دست گرفتہ از پیش نظر بگذشت چوں حضرت خواجہ بزرگ بدید فرمود کہ ایں پسر بادشاہ شدنی ست۔ عاقبت ہمچناں شد۔

نقل است روزے حضرت خواجہ معین الاولیاء با جماعتِ فقرا ہمنشین بود۔ در بارہٗ فقر و سلوک ذکر می رفت۔ دریں گفت وشنید دیدند کہ حضرت خواجہ نوبت بہ نوبت در یمین و یسار نظر می کند و قیام می فرماید از مشاہدہ ایں آثار حاضراں متعجب شدند وقتیکہ یارانِ جلسہ از ہم جدا شدند حضرت خواجہ بختیار سببِ قیامِ بار بار و موجبِ دیدنِ یمین و یسار استفسار کرد۔ فرمود کہ مرقدِ مطہر حضرت خواجہ عثمانِ ہارونی چوں می دیدم تعظیم می کردم۔

حضرت خواجہ بختیار می گوید کہ فرمود خواجہٗ بزرگ رحمۃ اللہ علیہ کہ فقیر معین الدین در جنتِ نعیم نخواہد رفت تا مریداں و فرزندانش را بذیل او نہ بخشایند۔

منقول ست کہ ہفت تن از کافراں در بغداد آتش پرستی می کردند۔ و

شخص پر آپ کی نظر پڑ جاتی تو وہ توبہ کر کے شراب نوشی ترک کر دیتا اور اگر کسی کافر پر آپ کی نگاہ پڑتی تو وہ اسلام سے مشرف اور ایمان کی دولت سے مالا مال ہو جاتا۔

ایک روز جب کہ حضرت خواجہ یادِ حق میں ڈوبے ہوئے تھے۔ تو اسی وقت ایک مرید نے قدم بوسی کے بعد دریافت اور التماس کیا کہ بادشاہ اس کو نکال دینے کے ضمن میں فرمان جاری کر چکا ہے۔ آپ نے پوچھا کہ بادشاہ کہاں ہے۔ اس نے عرض کی وہ گھوڑے پر سوار ہو کر سیر و تفریح کی غرض سے شہر کے باہر سبزہ زار کی طرف گیا ہوا ہے۔ حضرت خواجہ نے کچھ تأمل فرمایا اور ایک گھڑی کے بعد ارشاد فرمایا کہ فکر مت کر اور اس بیجا اندیشہ سے مطمئن رہ۔ آج موت بادشاہ کے سر پر پہنچ چکی ہے۔ گھوڑے کی پشت سے زمین پر گر کر وہ ہلاک ہو جائے گا۔ ایک ساعت بھی نہ گذری کہ بادشاہ کی موت کی خبر آ پہنچی۔

خواجہ بختیار نے فرمایا کہ میں حضرت خواجہ معین الاولیاء خواجہ بزرگ کی خدمت میں بیس سال کے عرصہ تک رہا لیکن میں نے کبھی نہیں سنا کہ آپ نے اپنی صحت و عافیت کے بارے میں کوئی بات کہی ہو۔ البتہ رب العزت کی بارگاہ میں آپ ہمیشہ التجا فرمایا کرتے کہ دنیا اور دنیا والوں کی قسمت میں جو کچھ درد و مشقت ہے وہ اس فقیر دلگیر معین الدین کو نصیب ہو جائے۔

ایک روز حضرت خواجہ بزرگ معین الاولیاءؒ درویشوں کی جماعت میں تشریف فرما تھے۔ اسی اثنا میں سلطان شمس الدین التمش اپنے ہاتھ میں تیر اور کمان لئے ہوئے سامنے سے گذرا۔ جب حضرت خواجہ نے دیکھا تو فرمایا۔ یہ لڑکا دہلی کا بادشاہ ہوگا۔ چنانچہ بعد میں ایسا ہی ہوا۔

نقل ہے کہ ایک روز حضرت خواجہ بزرگ معین الاولیاء فقراء کی جماعت کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ اور فقر و سلوک سے متعلق تذکرہ چھڑ گیا۔ اس گفتگو کے دوران دیکھا گیا کہ حضرت خواجہ وقفہ وقفہ سے دائیں اور بائیں جانب دیکھتے ہیں اور کھڑے ہو جاتے ہیں۔ آپ کی یہ کیفیت دیکھ کر حاضرین کو بڑا تعجب ہوا۔ اس وقت جب کہ دوستوں کی یہ نشست برخواست ہوگئ تو حضرت بختیار نے بار بار کھڑے ہونے اور دائیں و بائیں جانب دیکھنے کا سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ حضرت خواجہ عثمان ہارونی کے مزارِ پاک پر جب کبھی نظر پڑتی ہے تو تعظیم کرنے لگتا ہوں۔

حضرت خواجہ بختیار فرماتے ہیں کہ خواجہ بزرگ رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ ''فقیر معین

بعبادت و ریاضت مشہور بودند۔ ہر یکے ازیں ہا شہرت کمال داشت۔ روزے بارادۂ امتحان قصدِ خدمت حضرت خواجہ درست کردہ جمع آمدند۔ زمانیکہ جمال باکمال حضرت خواجہ را مشاہدہ کردہ از خود برفتند وقشعریرہ براندامِ ایں ہا روئے داد۔ چوں حضرت خواجہ قدس سرہٗ بدید۔ فرمود کہ باآنکہ شمارا برقوت وقدرت حضرت آفریدگار نظرے ہست۔ اما در خالق ومخلوق امتیاز ندارید۔ حیف است کہ بہ پرستیدنِ آتش وکوشیدن ناحق کارِ خود را خراب می کنید۔ جواب دادند کہ مارا از آتشِ دوزخ از بس خوف وخطر است۔ باشد کہ از پرستیدن وعزیز داشتن خیلے بما رعایت ومسامحت روا دارد۔ حضرت شیخ الاسلام خواجہ بزرگ قدس سرہ العزیز باستماعِ ایں معنی تبسم کرد۔ وفرمود کہ ایں ہمہ غیر از طاعت وپرستیدن ذاتِ مطلق بدست نہ آید۔ آتشے را زہرہ آں نباشد کہ بے حکم حضرت خداوندگار احدے رابسوزد۔ کافراں عرض کردند کہ حضرت شیخ کہ غیر یادِ حق کارِ دیگر نہ دارد۔ اگر از آتشِ سوزاں خویشتن راپیشِ ما محفوظ ومصئون داشتن تواند، مارا بنماید۔ تا یک لخت از پرستیدن آتش کہ معبود ومسجود ما یانست۔ احتراز واجتناب کنیم۔ حضرت خواجہ چوں ایں سخن بشنید۔ فرمود کہ اگر مردانِ خدا را درخرمنِ آتش بیندازند۔ ہمدراں وقت سرد شود۔ وانطفا پزیرد۔ وہیچ زحمتے نہ رساند۔ ایں بکفت ونعلینِ پائے راست کشیدہ درانبارِ آتش بینداخت۔ آں ہمہ آتش تیز کہ شعلہ خیز وشرر انگیز بود در طُرفۃ العین سرد شد وانطفا پذیرفت۔ چوں نعلینِ پاک ازاں انبار برآوردند۔ دیدند کہ ہیچ آسیب نرسیدہ است ہمچناں بود کہ انداختہ بودند۔ باظہارِ ایں چنیں عظمتِ عظمیٰ وکرامتِ عُلیا، تر[illegible] باعترافِ حق والوہیت حضرت خواجہ بزرگ علیہ الرحمۃ زبانِ حال بکشادند واز شیوۂ ناراستی وعقائدِ ناروا تائب وتارک شدہ بر دستِ حق پرست حضرت شیخ الاسلام حضرت خواجہ معین الحق والدین قدس سرہٗ تصدیقِ ایمان وتسلیمِ اسلام کردند۔ ودراندک زماں از واصلانِ خدمتِ شیخ گشتند۔

حضرت خواجہ معین الحق قدس اللہ سرہ فرمود بزرگے بود کہ خواجہ عطا سلمی نام داشت او تا بہ چہل سال روئے بسوئے افلاک نکرد۔ استغفار

الدین جنت نعیم میں اس وقت تک نہیں جائے گا جب تک کہ اس کے مریدوں اور فرزندوں کو وہ (حق تعالیٰ) اپنے فضل سے بخش نہ دے۔''

منقول ہے کہ بغداد میں کافروں سے سات افراد نے آتش پرستی اختیار کی تھی اور عبادت و ریاضت میں مشہور ہوئے۔ ان میں سے ہر ایک اپنے کمال میں شہرت رکھتا تھا۔ ایک روز امتحان لینے کے ارادے سے حضرت خواجہ کی خدمت میں جمع ہوئے۔ حضرت خواجہ کا جمال باکمال دیکھتے ہی بے خود ہو گئے اور ان سب کے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ جب حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے دیکھا تو فرمایا اگرچہ کہ اللہ تعالیٰ کی قوت وقدرت پر تمہاری نظر ہے لیکن خالق اور مخلوق کے درمیان تم کوئی امتیاز نہیں کرتے افسوس کہ آگ کی پرستش اور ناحق کام میں کوشش کے ذریعہ تم خود کو ہلاک کرتے ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم کو صرف دوزخ کی آگ کا خوف وخطرہ ہے۔ لہٰذا اس کو پوجنے اور عزیز رکھنے کے سبب ہمارے ساتھ رعایت اور سہولت برتی جائے گی۔ حضرت شیخ الاسلام خواجہ بزرگ قدس سرہ العزیز یہ استدلال سن کر مسکرانے لگے۔ اور فرمایا کہ ذات کردگار کے سوا ان سب کی اطاعت اور پرستش کام نہ آئیگی۔ آگ کو یہ اختیار حاصل نہیں کہ وہ خداوند واحد کے حکم کے بغیر جل سکے۔ کافروں نے عرض کی کہ حضرت شیخ کو یادِ حق کے سوا کوئی دوسرا کام نہیں۔ اگر ہمارے سامنے جلتی آگ سے خود کو محفوظ و مامون رکھ سکیں تو ہمیں دکھائیں۔ تا کہ ہم اپنی معبود و مسجود آگ کی پرستش فوراً چھوڑ دیں۔ اور اس سے احتراز کریں۔ یہ بات سن کر حضرت خواجہ نے فرمایا کہ اگر اللہ والوں کو جلتے ہوئے آتش دان میں ڈال دیا جائے تو اسی وقت وہ آگ ٹھنڈی ہو جائے اور بجھ جائے اور کوئی نقصان نہ پہنچائے۔ آپ نے یہ فرمایا اور اپنے دائیں پاؤں کی نعلین اتار کر اسے آگ کے ڈھیر میں ڈال دیا۔ وہ تمام آگ جس سے تیز شعلے اور شرارے اٹھ رہے تھے پلک جھپکنے کے عرصہ میں سرد ہو کر بجھ گئی۔ جب آگ کے ڈھیر سے نعلین پاک کو نکالا گیا تو سب نے دیکھا کہ اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچا بلکہ ویسا ہی صحیح وسالم تھا۔ جیسا کہ آگ میں ڈالنے سے پہلے تھا۔ حضرت خواجہ بزرگ علیہ الرحمہ کی اس عظمتِ عظمیٰ اور کرامتِ عُلیا کو دیکھ کر ان آتش پرستوں نے حق والوہیت کا زبانِ حال سے اعتراف کیا۔ اور گمراہ طریقے اور باطل عقیدے سے توبہ کر کے اس کو ترک کر دیا۔ اور حضرت شیخ الاسلام حضرت خواجہ معین الحق والدین قدس سرہ کے دستِ حق پرست پر تصدیقِ ایمان کرتے ہوئے اسلام قبول

کردند کہ چنداں گریہ وزاری و بے قراری از چیست گفت کہ از خجل وشرمساریِ گور و ہیبتِ فردائے محشر۔ باز پرسیدند کہ بسوئے آسمان ندیدن چوں است۔ جواب داد کہ از بسیاریِ گناہ وخندہا کہ در مجلس ہا زدہ ام وفارغ نشستہ ام۔

و ہمدریں محل فرمود کہ خواجہ فتح موصلی از یارانِ طریق و بزرگانِ جماعتِ صوفیہ بود۔ بہ گریستن واندوہ گیں نشستن مداومت داشت۔ از افراطِ گریہ گوشتِ رخسار ریختہ بود۔ بعد وفات اورا در واقع دیدہ پرسیدند کہ خدائے تو با تو چہ کرد۔ جواب داد۔ انعام فرمود از گناہانم در گزشت وزمانیکہ مرا بہ صعود چرخ بردند، خطاب آمد کہ فتح از چہ بود کہ سالہا بہ گریستی؟ اما از رحمتِ ما امیدوار نبودی؟ سر بسجدہ آوردم و عذر خواستم کہ خداوندا از عفوِ آمرزش تو حرماں نداشتم۔ امّا از اندیشہ منزلِ گور و پرسشِ دیوانِ محشر و چیرہ دستی فرشتۂ موت خائف وسہناک بودم و می گریستم۔ فرمان آمد کہ بیش ازیں مترس وایمن باش۔

حضرت خواجہ معین الحق می فرماید کہ خدمتِ حضرت شیخ الخافقین خواجہ عثمان قدس سرہ در سفر ہمرکاب بودم۔ جائے خانقاہ بود۔ و در آنجا خدمتِ شیخ صدر الدین محمد احمد را دیدم کہ ہر کہ دراں خانقاہ می آمد محروم نمی رفت و با ہر کہ چیزے می دادی فرمود کہ در حقِ من دعائے استقرار و استمرارِ ایمان یابد۔ فرمود۔ چوں آں بزرگوار ذکرِ گور و قیامت می شنیدی می ترسید۔ و چنداں می گریست کہ از چشم خونِ جگر می تراوید۔ و بہ ہمیں نمط ہفت شبانہ روز در شدتِ اضطراب و اشتغال بسر می برد۔ زمانیکہ غلبۂ گریہ و بُکا فرصت می داد و بحالِ خود باز می آمد روئے بسوئے حضارِ جلسہ می کرد و می گفت کسے را کہ خصم مرگ در عقب و حریفِ نفس و پندار در پے باشد، اورا بہ سکون و شکیب چہ کار۔

حضرت خواجہ معین الحق قدس سرہ فرمود کہ فاتحہ بہ نظر کشادِ کار و بر آمدنِ احتیاج از بس نافع است۔ از حضرت ختمِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم در خبر آمدہ است کہ ہر آنکہ کارِ دشوار و مشکل صعب در پیش دارد فاتحۃ الکتاب بایں نہج بخواند۔

کرلیا۔اور بعد میں شیخ کے خدمت گزاروں میں شامل ہو گئے۔

حضرت خواجہ معین الحق والدّین قدّسَ سِرّہٗ نے فرمایا کہ ایک بزرگ تھے جنکا نام خواجہ عطا سلمی تھا۔انہوں نے چالیس سال سے آسمانوں کی طرف نہ دیکھا تھا۔ان سے پوچھا گیا کہ اس طرح کی گریہ وزاری اور بیقراری کا سبب کیا ہے۔انھوں نے کہا کہ قبر میں شرمندگی وخجالت اور کل محشر میں ہیبت اس کا سبب ہے۔پھر پوچھا گیا کہ آسمان کی طرف نہ دیکھنا کس لئے ہے؟ انھوں نے جواب دیا۔اس لئے کہ گناہوں کی کثرت کے ساتھ محفل میں قہقہے لگا تاہوں اور بڑا بے فکر بیٹھا ہوں۔

اور ایک موقع پر فرمایا کہ خواجہ فتح موصلی احبابِ طریقت اور صوفیہ کی جماعت کے بزرگوں میں سے ایک صاحب تھے۔ ہمیشہ روتے ہوئے غمگین حالت میں رہا کرتے تھے۔گریہ وزاری کی کثرت سے رخسار کا گوشت شکستہ ہو گیا تھا۔وفات کے بعد کسی نے انھیں خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا۔انھوں نے جواب دیا کہ مجھ پر اس نے انعام فرمایا اور میرے گناہوں کو معاف فرمادیا۔اور اس وقت جبکہ مجھے (میری روح کو) آسمان پر چڑھایا جارہا تھا۔خطابِ الٰہی ہوا کہ اے فتح! کس وجہ سے تو سال ہا سال روتا رہا۔کیا ہماری رحمت سے ناامید ہو گیا تھا۔میں سر بسجود ہو کر عرض کرنے لگا کہ خداوندا! تیرے کرم اور عفو سے میں ناامید نہیں ہوا تھا۔ البتہ قبر کی منزل کے اندیشہ،روزِ محشر کی پُرسش اور موت کے فرشتے کی طاقت سے میں سہم گیا تھا اور خوف زدہ ہو گیا تھا اور روتا تھا۔ارشاد ہوا کہ اب اس کے بعد کوئی فکر نہ کر اور امن میں رہ۔

حضرت خواجہ معین الحق فرماتے ہیں کہ ایک سفر میں حضرت شیخ خواجہ عثمان قدس سرہ کا میں ہمرکاب تھا۔ایک مقام پر خانقاہ تھی۔اور اس جگہ شیخ صدرالدین محمد احمد کی بارگاہ میں میں نے دیکھا کہ اس خانقاہ میں جو کوئی بھی آتا تو محروم نہیں لوٹتا۔اور ہر کسی کو کوئی چیز دیتے تو فرماتے میرے حق میں ایمان کی برقراری وسلامتی کے لئے دعا فرمائیں۔فرمایا کہ جب وہ بزرگ قبر اور قیامت کا ذکر سنتے تو خوف زدہ ہو جاتے اور کبھی وہ رونے لگتے تو ان کی آنکھ سے خونِ جگر بہنے لگتا۔اور اسی حالت میں سات دن و رات تڑپ اور آہ وزاری میں گذار دیئے۔جس وقت کہ گریہ وزاری کے غلبہ سے افاقہ ہوا اور اپنی اس حالت سے باز آئے تو حاضرینِ جلسہ سے مخاطب ہو کر کہنے لگے کہ جس کو بعد میں آنے والی موت کے غم اور نفس کی مخالفت کا ہمیشہ تصور رہتا ہو تو اس کو سکون وقرار سے کیا کام؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم و میم آخر کلمہ را با لام کلمۂ الحمد ضم کند، و آمین سہ بار بخواند ۔ حضرت سبحانہٗ تعالیٰ شانہٗ رحمت فرماید و از زحمت و صعوبت محفوظ دارد ۔ و مرامِ او بہ تعجیل و تسہیل بر آید

و ہم دراں محل فرمود کہ وقتے حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بہ یارانِ خدمت فرمودند کہ حضرت رب العزت ہر انچہ کہ برکات و خیرات بر من لطف فرمودہ است پیش ازیں بر کسے انبیاءِ مرسل مرعے نبود ۔ وقتے مہتر جبرئیل نزول کرد و از حضرت کبریا خطابم آورد کہ در مصحف مقدس سورہ ہست کہ اگر در توریت و انجیل بودے احدے از اممِ کلیم و مسیح علیہم السلام جہود و ترسا نگشتے ۔ ہمدراں زمان حضرت خواجہ بزرگ فرمود کہ سورۂ ام الکتاب کلی و جزوی عوارض و درد ہا را دوا است ۔ دردمندے کہ از چارۂ درماں عاجز آید و خوشحال نگردد ۔ سورۂ مذکور را بایں سنت و فریضہ صلواۃ سحر گاہ مع بسم اللہ چہل و یک بار بخواند حق سبحانہٗ تعالیٰ شفائے کامل و صحتِ عاجل ارزانی فرماید ۔

ہمدریں اثنا شیخ الاسلام حضرت خواجہ بزرگ فرمود کہ وقتیکہ از مشاہیر دیارِ شام بشہرے وارد بودم ۔ بیرونِ شہر در غارے درویشے را دیدم کہ در آنجا ساکن و بکثرت مجاہدہ و شدت و فقر و فاقہ از بس نحیف ضعیف و لاغر و ناتواں شدہ بود ۔ و غیر از استخواں از گوشت و پوست چیزے نہ داشت ۔ شیر درندہ محاذِ غار نشستہ بود ۔ گوئی کہ خدمتِ حاجتے متعلق داشت ۔ از بیمِ ایں چنیں گزند قوی در معرضِ تخویف شدم ـ 15-1-2013 یم کنم ـ انگاہ نظرِ درویش بر من افتاد ـ و بہ آوازِ بلند گفت کہ پیش بیا، و ہیچ مترس ـ چوں نزدیک شدم بہ نشستنم اشارت کرد ـ بنشستم روئے ادب برزمین آوردم ـ

اول سخنیکہ بر زبانِ فیض بیانش رفت اینست ـ درویشے کہ قصد یکے نکند آں ہم قصدِ او نکند وازیں قبیل بسیار سخن ہا گفت ـ بعد ازاں از من پرسید کہ از کجا می آئی ـ جوابش گفتم ـ از بغداد ـ فرمود نیک آمدی ـ باید کہ خدمتِ

حضرت خواجہ معین الحق قدس سرہ نے فرمایا کہ کسی کام کی کشادگی اور حاجت برآری کے لئے فاتحہ بے حد مفید ہے۔ حضور ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک حدیث شریف مروی ہے کہ جب کبھی دشوار و مشکل سخت کام کا سامنا ہو تو قرآن پاک سے سورۂ فاتحہ اس طریقہ پر پڑھیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم کے کلمہ میں واقع آخر میم کو الحمد کلمہ کے لام میں ملا دے اور تین بار آمین کہے۔ حق سبحانہٗ تعالیٰ رحمت فرماتا ہے اور زحمت و تکلیف سے محفوظ فرما دیتا ہے اور اس کے سب کام عجلت اور سہولت سے پورے ہو جاتے ہیں۔

اور اسی موقع پر فرمایا کہ ایک بار حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کرام سے فرمایا کہ رب العزت نے جن جن برکتوں اور خوبیوں سے مجھے نوازا ہے اس سے پہلے کسی بھی نبی یا رسول کو عطا نہ فرمایا۔ ایک مرتبہ جبرئیل علیہ السلام ربّ کبریا کے پاس سے نازل ہوئے اور مجھ سے کہا کہ مصحف مقدس (قرآن پاک) میں ایک سورۃ ہے کہ اگر وہ توریت اور انجیل میں ہوتی تو کلیم (موسیٰ) اور مسیح (عیسیٰ) علیہما السلام کی امتیں مشقت و خوف سے دوچار نہ ہوتیں۔ نیز اس وقت حضرت خواجہ بزرگ نے یہ بھی فرمایا کہ سورۂ اُمّ الکتاب (سورۂ فاتحہ) ہر چھوٹے بڑے مرض اور درد کے لئے دوا ہے۔ ایسا مریض جو دوا اور علاج سے عاجز آچکا ہو اور صحت یاب نہ ہو سکے تو مذکورہ سورہ (فاتحہ) کو نماز فجر کی سنت اور فرض کے درمیان بسم اللہ کے ساتھ اکتالیس بار پڑھے اور دم کرلے تو حق سبحانہٗ تعالیٰ بآسانی شفائے کامل اور صحتِ عاجل عطا فرماتا ہے۔

اسی اثنا میں شیخ الاسلام حضرت خواجہ بزرگ نے فرمایا کہ ایک بار ملک شام کے ایک شہر سے میرا گذر ہوا۔ شہر کے باہر ایک غار میں ایک درویش کو دیکھا کہ وہاں سکونت اختیار کیا ہوا ہے۔ اور مجاہدہ کی کثرت اور فقر و فاقہ کی شدت سے وہ بالکل نحیف و ضعیف اور لاغر و ناتواں ہو چکا ہے۔ اور ہڈیوں کے سوائے گوشت اور پوست نام کی کوئی چیز ہی نہیں ہے۔ اس غار کے سامنے ایک شیر بیٹھا ہوا ہے۔ میں نے کہا کہ ایک حاجت خدمت میں پیش کرنے کی رکھتا ہوں۔ لیکن اس اندیشہ سے کہ یہ جانور کاٹ نہ کھائے عرض کرنے میں خوف محسوس کرتے ہوئے آگے بڑھ نہیں پا رہا ہوں۔ اس وقت درویش نے میری طرف دیکھا اور بلند آواز سے کہنے لگا۔ آگے آؤ کوئی خوف نہ کرو۔ جب قریب گیا تو بیٹھنے کا اشارہ فرمایا۔ میں بیٹھ گیا اور ادب سے اپنا سر زمین پر رکھ دیا۔

درویشاں و عابداں شعار کنی۔ تا بزرگتر باشی۔ چندیں سال است کہ ہمدریں غار نشستہ ام و از خلق و خلائق رمیدہ در گوشۂ قناعت و عسرت آرمیدہ ام۔ و از ترس نماز مدام می گریم۔ گہے کہ نماز می گزارم۔ درون دل خدشہ دارم کہ اگر دقیقہ از دقائق نماز از دست برود ایں ہمہ کہ کردم و خواہم کرد، باطل و عاطل گردد و جملہ عبادت و طاعتم نامقبول و ہیچگارہ شمارند۔ ہر آں کسے کہ از عہدۂ نماز بدر آید کارے عظیم کردہ باشد۔

خواجہ معین الدین قدس سرہ می فرماید کہ در شہرے جماعہ مسلماناں دیدم کہ قبل از ہنگامِ نماز انتظارِ اذان می کردند۔ ازیں ہا موجبِ انتظار پیش از وقت پرسیدم گفتند کہ بوجہ اینکہ وقتِ نماز بہ مداہنت و سستی ضائع نہ باشد وبفو رصدورِ وقت ادا کنیم۔

ہمدریں محل خواجہ بزرگ فرمود کہ وقتے از حضرت رب العزت برحضرت موسیٰ علیہ السلام درصفتِ جہنم ایما شد و فرمان آمد کہ یا موسیٰ علیہ السلام در وسعتِ جحیم وادیِ ہاویہ آفریدہ ام و آں طبقۂ ہفتم است از طبقاتِ دیگر، خطرناک و مصائب انگیز و تیرہ و تار و ہم از افعی و عقرب معمور است۔ اگر نائرہ ازاں آتش خانۂ جہاں سوز دریں تنگنائے عبرت آباد افتد ارض و فلک و شجر و حجر جملہ بسوزد۔ و آبِ بحار بسان روغن مشتعل گردد۔ و ایں ہمہ عقوبت و عذاب بہ دو طائفہ مخصوص است۔ اول آنکہ در نماز تغافل و تکاہل روا دارند۔ و دوم آنکہ سوگندِ دروغ درمیان آرند۔ 15-1-2013

و ہمدریں اثنا فرمود کہ بزرگے محمد اسلم طوسی نام داشت۔ وقتے بہ مادۂ حصولِ کار سوگند راست بر زبان آورد و ایں در زمانِ سکر بود۔ چوں بحال آمد از خوردن سوگندِ راست متنبہ شد۔ فرمود کہ اینک سوگندِ راست بر آوردم۔ گاہ باشد کہ بوجہِ دیگر بر زبان آید۔ ایں بگفت و پیمان کرد کہ مدت العمر بہ سکوت و خاموشی بگذارد۔ بعد ازیں تا زمانِ چہل سال درصدرِ حیات بود اما لب نکشادہ و ہیچ سخن نگفت۔

سب سے پہلی جو بات انہوں نے اپنی زبان سے فرمائی یہ تھی کہ درویش کوئی ارادہ نہیں کرتا جب تک وہ (یعنی خدا) بھی ارادہ نہیں فرماتا۔ اسی طرح کی بہت سی باتیں فرمائیں۔ اس کے بعد مجھ سے پوچھا کہ تو کہاں سے آیا ہے۔ اس کے جواب میں میں نے کہا کہ بغداد سے۔ فرمایا۔ ٹھیک ہے۔ تجھے چاہئے کہ درویشوں اور عابدوں کی خدمت کو اپنا شعار بنالے تاکہ تو زیادہ بزرگ ہو جائے۔ چنانچہ میں چند سال اسی طرح غار ہی میں رہنے لگا اور خلق و خلائق سے دور ہو کر قناعت اور عسرت کے ایک گوشہ میں گذار دیا۔ ہمیشہ خشوع و خضوع سے نماز پڑھا کرتا۔ ایک وقت جب کہ نماز پڑھ رہا تھا۔ دل میں یہ خدشہ پیدا ہوا کہ اگر نماز کی باریکیوں میں سے کوئی باریکی مجھ سے چھوٹ جائے تو میں نے یہ جو سب کچھ عبادت کی اور کرنا چاہتا ہوں سب باطل و بیکار ہو جائے گی۔ اور تمام طاعت و عبادت نامقبول اور ہیچ شمار ہو گی۔ ہر وہ شخص جو نماز کے فریضہ سے عہدہ برآ ہوتا ہے عظیم کارنامہ انجام دیتا ہے۔

خواجہ معین الدین قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ ایک شہر میں مسلمانوں کی ایک جماعت کو دیکھا کہ نماز کے وقت سے قبل اذان کا انتظار کرتے ہیں۔ وقت سے پہلے اس انتظار کی وجہ میں نے دریافت کی۔ تو کہنے لگے یہ انتظار اس لئے کہ غفلت اور سستی کے سبب نماز فوت نہ ہو جائے اور وقت ہوتے ہی فوراً نماز پڑھ لی جائے۔

اس موقع پر خواجۂ بزرگ نے فرمایا۔ ایک مرتبہ رب العزت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دوزخ کی اس صفت سے آگاہ فرمایا کہ میں نے جہنم کے اندر ایک وادی ھاویہ پیدا فرمائی ہے۔ جو دوسرے خطرناک درجوں میں سے ساتویں درجے میں ہے۔ اور جو تاریکی میں مصیبتوں سے بھرپور اور سانپوں اور بچھوؤں سے معمور ہے۔ اس کی ایک چنگاری اگر دنیا میں ڈال دی جائے تو اس کے سبب ایسی آگ بھڑک اُٹھے کہ زمین و آسمان اور درخت و پہاڑ سب کے سب جل کر خاکستر ہو جائیں اور سمندروں کے پانی کو تیل کی طرح جلا ڈالے اور یہ سارا انجام و عذاب دو گروہوں کے لئے مخصوص ہے۔ ایک تو وہ گروہ ہے جو نماز کے ساتھ غفلت اور سستی سے پیش آتا ہے۔ اور دوسرا گروہ وہ ہے جو جھوٹی قسمیں کھایا کرتا ہے۔

اسی دوران یہ بھی فرمایا کہ محمد اسلم طوسی نام کے ایک بزرگ تھے۔ انہوں نے ایک بار کسی کام کے برآنے کے لئے زبان سے قسم کے الفاظ ادا کئے اور اس وقت وہ نشہ کی حالت میں تھے۔ جب

ہمدریں تسلسل بیان فرمود کہ روزے رابعہ بصری وخواجہ حسن بصری و مالک دینار وخواجہ شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہم در بصرہ ہمنشین بودند وکلام در صدق محبت بود۔ خواجہ حسن بصری گفت کہ دوست در دوستی صادق آں باشد کہ چوں درد ومحنت در پیش آید۔ صبر کند۔ رابعہ گفت ازیں سخن بوئے ماومن می آید۔ مالک دینار فرمود کہ ہرچہ از دوست آید برآں راضی وشاکر باشد۔ بعدازیں سخن در خندہ قاہ قاہ افتاد۔ فرمودند کہ ایں چنیں خندہ در مقابر منع آمدہ است کہ جائے عبرت است۔ ازینکہ از حضرت رسولِ برحق صلی اللہ علیہ وسلم در خبر است کہ ہرگاہ کسیکہ در گورستان رود۔ آسودگانِ قبر گویند کہ اے غفلت شعار اگر آگاہ باشی وخبرداری کہ برما چہ می گزرد تا از ہواوہوس بگذری، و خوردن وخفتن وآسودن برخود روانداری۔

ہمدریں محل حضرت خواجہ فرمود کہ بزرگے دیدم کہ از بس ضعیف و منتہی العمر بود ومشغولی واستغراق بمرتبہ غایت داشت۔ چوں خدمتِ او دریافتم۔ سلام کردم۔ وبخود اندیشیدم کہ از احوالش چیزے پرسم۔ پیر بزرگ بصفائے قلب مکاشفہ کرد وفرمود کہ روزے بایارے در گورستان بودم۔ یارے کہ در صحبتم بود۔ سخنے لاؤبالی وخرافت آمیز گفتن آغاز کرد۔ مرا خندۂ قہقہہ فراگرفت۔ ناگہاں از درونِ گور کہ براں تکیہ کردہ بودیم، ندا آمد کہ تاسف وحیف برآں کسانیکہ آنہا را منزلِ فنا در پیش است وملک الموت در کمین است خندۂ غافلانہ را بکار برند۔ وبرمآلِ کار نظر ندارند۔

حضرت شیخ الاسلام [illegible] 15-1-2013 می فرماید کہ در سلوک مذکور است کہ فردائے قیامت از عاشقانِ صفی را فرمان رسد کہ بہ بہشت درآیند۔ اینہا عرض نمایند کہ مارا بہشت مطلوب نیست۔ کسے را بدہ کہ بہ نیتِ بہشت ترا پرستیدہ است۔

ہمدریں اثنا حضرت خواجہ بزرگ فرمود کہ دیدن پنج چیز ہر یکے از عبادت است۔ اول ہر فرزندے کہ در روئے والدین بدوستی حق تعالیٰ بہ

نشہ اترا تو راست قسم کھانے سے متعلق خبردار کیا گیا تو فرمایا کہ یہ تو اب میں نے راست قسم کھائی ہے کبھی ایسا ہوگا کہ کسی دوسری وجہ سے زبان پر آئیگی۔ یہ کہہ کر عہد کیا کہ عمر بھر سکوت و خاموشی سے گذاریں گے۔اس کے بعد چالیس سال تک زندہ رہے۔مگر نہ تو لب کشائی کی اور نہ کوئی بات کی۔

اسی سلسلہ میں بیان فرمایا کہ ایک روز بی بی رابعہ بصری اور خواجہ حسن بصری اور مالک دینار اور خواجہ شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیھم بصرہ میں ایک ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اور سچی محبت کے عنوان پر بات ہو رہی تھی۔خواجہ حسن بصری نے فرمایا کہ دوستی میں وہی دوست سچا ہے کہ جب درد و تکلیف پیش آئے تو صبر کرے۔بی بی رابعہ نے کہا اس بات سے تو ''ہم'' اور ''میں'' کی بو آتی ہے۔مالک دینار نے فرمایا کہ جو کچھ دوست کی طرف سے آئے اس پر راضی اور شکر گزار رہنا چاہئے۔اس کے بعد ایک قہقہہ لگا۔ فرمایا کہ قبروں پر اس طرح ہنسنے کی ممانعت آئی ہے۔کیونکہ وہ عبرت کی جگہ ہے۔حضور رسولِ برحق صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ جب کبھی کوئی شخص قبرستان جاتا ہے تو قبروں میں آرام کرنے والے کہتے ہیں کہ اے غافل !اگر تو اس سے آگاہ اور خبردار ہوتا کہ ہم پر کیا گذر رہی ہے تو سب خواہش اور ہوس کو چھوڑ دیتا اور کھانے،سونے اور آرام کرنے سے دست بردار ہو جاتا۔

اس موقع پر حضرت خواجہ نے فرمایا کہ میں نے ایک بزرگ کو دیکھا کہ ضعیف اور نہایت عمر رسیدہ اور اپنے مشغلہ میں بے انتہا غرق تھے۔جب انکی خدمت میں پہنچا اور سلام کیا اور یہ سوچنے لگا کہ ان کے احوال میں سے کس چیز کے بارے میں دریافت کروں۔پیر بزرگ نے اپنے دل کی صفائی کی بدولت جان لیا اور فرمایا کہ ایک روز میں اپنے ایک دوست کے ساتھ قبرستان گیا تھا۔ میرے ساتھ موجود دوست نے بیکار اور بیہودہ بکواس کی۔مجھے ہنسی آئی اور قہقہہ لگایا۔میں جس قبر سے ٹیکا لگا کر بیٹھا تھا اس کے اندر سے یکا یک آواز آئی کہ ان لوگوں پر افسوس اور حیف ہے کہ جنکے سامنے فنا کی منزل سامنے ہے اور ملک الموت (موت کا فرشتہ) گھات میں ہے۔وہ غافلانہ ہنسی سے کام لے رہے ہیں۔اور اس کے انجام کو نہیں دیکھ رہے ہیں۔

حضرت شیخ الاسلام خواجہ بزرگ فرماتے ہیں کہ سلوک میں مذکور ہے کہ کل قیامت کے دن عاشقانِ الٰہی کو حکم ہوگا کہ جنت میں داخل ہوں تو وہ عرض کریں گے ہم کو جنت نہیں چاہئے اسی کو دے جس نے جنت کی نیت سے تیری عبادت کی ہے۔

بیند۔ اجابتِ حجِ اکبر بنامش رقم کنند۔ وزمانیکہ پسر بر قدم مادر و پدر بوسہ زند تلافی عبادت ہزار سال باو رسانند و بیامرزند۔ وقتے جوانے گناہ گاری و تبہ کاری ازیں جہانِ سست بنیان نقل کردہ بود۔ وے را در خواب دیدند کہ بہ فضائے قرب با حاجیاں می خرامد۔ پرسیدند کہ ایں ہمہ علوء پایہ وسموء مرتبہ از چیست؟ جواب داد کہ مادرے پیرزال داشتم۔ وقتیکہ بیرونِ خانہ می رفتم۔ سر در پائے ضعیفہ نہادہ رخصت می خواستم وآں ضعیفہ، عفیفہ دعائے آمرزشم می کرد۔ و می گفت کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ ترا ثوابِ حج روزی کند۔ چنانکہ دعائے مادر ضعیفم پایۂ اجابت یافت و مستجاب شد و ہمچوں من آوارہ و مذموم را نجات دادند و بخشیدند۔

حضرت شیخ الاسلام خواجہ معین الحق می فرماید کہ ایمان مرکز انوار است کہ در دلِ مومن قرار گیرد۔ بندۂ مخلص چنداں کہ براہِ ثواب رود ضیائے قلب مترقی باشد۔ چوں بہ نیکی وصلاح استقامت و استحکام پذیرد دلِ مومن بقعۂ نور گردد۔ زشتی اعمال تاریکی بیفزائد۔ چوں بزشتیِ اعمال وخباثت مداومت کند شقی القلب ومنافق گردد۔ چوں منافق شد از رحمتِ حق محروم ومایوس گشت۔ انگاہ فرمود کہ بر دلِ مومن ہفتاد حجاب است و بر دورِ ہر حجاب ہشتاد فرشتگاں در تسبیح و تحلیل مامور باشند۔ ہرآنکہ مومن را بیازارد ہمچناں است کہ ہر ہمہ فرشتگاں را بدامانِ حجاب مامور باشند آزار رسانیدہ است۔

منقول است از کتب سیر کہ حضرت خواجہ بزرگ را با حضرت غوث الثقلین، سلطان المشرقین والمغربین دوبار ملاقات واقع شد۔ اول آنکہ نخست حضرت غوث الاعظم حضرت خواجہ بزرگ را بدید وبفرمود کہ روزے معین الحق والدین از قدوۂ مشائخانِ زمان خواہد بود۔ دوم آنکہ در قصبۂ جیلان اتفاقِ مصاحبت و ہمنشینی دست داد۔ وقتے حضرت خواجہ بحضرت غوث الاعظم بہشت ونعمتِ جاوید اورا نصیب گردان وہمدریں مقام فرمود کہ زمان آخر پدید آمد۔ اندراں زمان مرگ بہتر از حیات باشد۔

اسی اثناء میں حضرت خواجہ بزرگ نے فرمایا کہ پانچ چیزوں میں سے ہر ایک کو دیکھنا عبادت ہے۔ایک یہ کہ ہر بیٹا اپنے ماں باپ کے چہرہ کو اللہ سے دوستی کی خاطر دیکھے تو اس کے حق میں ایک حج مقبول لکھا جاتا ہے اور اس زمانے میں جب کہ بیٹا اپنے ماں باپ کے پاؤں کو بوسہ دیتا ہے تو اس کے لئے وہ ایک ہزار سال کی عبادت کے برابر ہے۔ایک مرتبہ ایک گناہگار اور تباہ کار نوجوان کا جب انتقال ہو گیا تو اس کو لوگوں نے خواب میں دیکھا کہ حاجیوں کے نزدیک فضا میں چہل قدمی کر رہا ہے۔اس سے پوچھا گیا کہ تیرا یہ اعلیٰ درجہ اور بلند مرتبہ کس وجہ سے ہے تو اس نے جواب دیا کہ میری ماں نہایت ضعیف تھی۔ایک بار جب کہ میں گھر سے باہر جانے لگا تو اس ضعیف ماں کے قدموں پر اپنا سر رکھ کر رخصت چاہی تو اس پاک ضعیفہ نے مجھے دعائیں دیتے ہوئے کہا کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ تجھے ایک روز حج کا ثواب عطا فرمائے گا۔چنانچہ میری بوڑھی ماں کی دعا قبول و مستجاب ہوئی تو مجھ جیسے آوارہ اور برے شخص کو نجات دی گئی اور بخش دیا گیا۔

حضرت شیخ الاسلام خواجہ معین الحق فرماتے ہیں کہ ایمان انوار کا وہ مرکز ہے جو مومن کے دل میں موجود رہتا ہے۔مخلص بندہ جیسے ہی ثواب کی راہ اختیار کرتا ہے تو اس کے دل کی روشنی میں ترقی ہوتی ہے۔جب وہ نیکی اور صلاح پر مضبوطی سے قائم ہو جاتا ہے تو مومن کا دل بقعۂ نور بن جاتا ہے۔(اسی طرح) برے اعمال سے (دل میں) تاریکی پیدا ہوتی ہے۔جو کوئی برے اعمال اور خباثت پر ہمیشہ قائم رہتا ہے تو سخت دل اور منافق بن جاتا ہے۔جب منافق ہوا تو اللہ کی رحمت سے محروم اور مایوس ہو گیا۔یہ بھی فرمایا کہ مومن کے دل پر ستر (۷۰) پردے ہوتے ہیں اور ہر پردے پر اسّی (۸۰) فرشتے تسبیح و تہلیل کرنے پر مقرر رہتے ہیں۔جو کوئی مومن کو تکلیف پہنچاتا ہے تو ایسا ہی ہے کہ وہ سب فرشتوں کو جو اس پردے پر مامور ہیں ان میں سے ہر ایک فرشتہ کو تکلیف پہنچاتا ہے۔

سیرت کی کتابوں میں درج ہے کہ غوث الثقلین، سلطان المشرقین والمغربین سے حضرت خواجہ بزرگ نے دوبار ملاقات فرمائی۔پہلی بار خواجہ بزرگ کو دیکھا تو حضرت غوث الاعظم نے فرمایا۔معین الحق والدین زمانے کے مشائخ کا پیشوا ہوگا۔دوسرا موقع وہ کہ قصبہ جیلان میں صحبت

زیرا کہ عیش وراحت بر مسلماناں تلخ گردد۔ امرا جبر وتظلم روادارند و عالمانِ عہد رشوت بگیرند۔ اندراں وقت خیر وبرکت از خلق برخیز دو شر وفساد و بغض وعناد در ظہور آید۔

انگہ فرمود کہ صدقہ کسے را باید داد کہ درویشی وفقیری مستور دارد۔ ہر کہ صدقہ براین نہج بدہد خدائے تعالیٰ اورا ببخشاید۔ بعد ازیں فرمود کہ ہر آنکہ توبہ نصوح کند قبل آں باید کہ بابِ توبہ بستہ نہ شود۔ وفرمود کہ توبہ واستغفار کردن بر جملہ مسلمانان فرض است۔ باید کہ پیش از آنکہ شحنۂ مرگ برسر رسد بہ توبہ واستغفار عمل کند و در توبہ باز است تا آنکہ آفتاب از سمتِ مغرب طلوع نہ کند۔

حضرت خواجہ معین الحق رحمۃ اللہ علیہ می فرماید کہ روزے با شیخ محمد اجل شیرازی یک جا بودم۔ وقت نماز مغرب بود۔ خواجہ اجل تجدید در وضو کردند۔ اما خلال انگشتاں در سہو افتاد۔ ناگاہ ہاتفِ غیب ندا داد کہ شیخِ اجل دعویٰ دوستیِ ما می کند۔ و سنتے را از مسنونِ مالمحوظ ندارد۔ بعد ازاں خواجۂ اجل سوگند خورد و پیمانِ محکم بست وتا بزیست سنتے از سننِ رسول اکرم علیہ السلام ترک نداد۔ ازینجاست کہ ترکِ سنت خطا است وموجبِ نارضامندیِ حضرت خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم۔

وہمدریں محل فرمود کہ طائفۂ عارفاں اہلِ فضل وفضائل اند و مستغرق و متحیر بجمالِ دوست چوں عارفے در شب بحالتِ طہارت خواب استراحت کند۔ فرمان آید بہ فرشتگاں تا آنکہ او بیدار شود۔ در پہلویش قرار گیرند وانگاہ کہ بیدار شود۔ بدعا اشتغال ورزند کہ خدایا بنواز و بیامرز ایں بندہ را کہ با طہارت خفتہ بود۔

وہمدریں محل فرمود 15-1-2013 حضرت رسولِ برحق صلی اللہ علیہ وسلم ابلیس را در غم رسیدہ واندوہ گیں دریافت و پرسید کہ ایں ہمہ اندوہ وتعب از چہ سبب است۔ جواب عرض کرد کہ از چہار چیز کہ از امت حضرت بظہور می آیند۔ اول مؤذنان کہ اللہ اکبر می گویند و ہر کہ متنبہ می شود بجواب می پردازد و ہمہ ہا در ساحلِ قلزمِ رحمت و بخشایش جائے می یابند۔ دوم از تکبیر نمازیاں کہ بہ جہاد و جدال حق بر می آید۔ سوم از وجہ حلال درویشاں کہ ایشاں از وجہ حلال بدیگراں بخشش می دہند وموجبِ

وہم نشینی حاصل کرنے کا اتفاق ہوا۔ ایک وقت حضرت خواجہ نے غوثِ اعظم سے دعا کی درخواست کی کہ بہشت اور ہمیشہ کی نعمت عطا ہو۔ اور اسی جگہ فرمایا کہ آخر میں ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ اس زمانہ میں زندگی سے موت بہتر ہوگی۔ اسی لئے مسلمانوں پر عیش و راحت کو تلخ کر دیا جائے گا۔ حکام ظلم و جبر روا رکھیں گے۔ اس دور کے عالم رشوت لیں گے۔ اس وقت مخلوق سے خیر و برکت اٹھ جائے گی۔ اور شر، فساد، بغض، عناد عام ہو جائے گا۔

اسی وقت فرمایا کہ صدقہ اسی کو دینا چاہئے جو اپنی درویشی اور فقیری کو پوشیدہ رکھتا ہو۔ جو کوئی اس طریقہ پر صدقہ دیتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کو بخش دیتا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ جو کوئی توبۂ نصوح کرنا چاہے تو اسے پہلے یہ جاننا چاہئے کہ توبہ کا دروازہ بند نہیں ہوتا۔ فرمایا کہ توبہ اور استغفار کرنا تمام مسلمانوں پر فرض ہے۔ قبل اس کے موت کا لمحہ آپہنچے توبہ و استغفار کرنا چاہئے۔ توبہ کا دروازہ اس وقت تک کھلا ہے جب تک سورج مغرب کی طرف سے نہ طلوع ہو۔

حضرت خواجہ معین الحق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک روز شیخ محمد اجل شیرازی کے ساتھ تھا۔ نماز مغرب کا وقت تھا۔ خواجہ اجل نے تازہ وضو کیا لیکن انگلیوں کا خلال کرنا بھول گئے۔ اچانک ہاتف نے غیب سے ندا دی۔ کہ اے شیخ اجل ہماری محبت کا دعویٰ تو کرتے ہو اور ہماری سنتوں میں سے ایک سنت کا لحاظ نہیں رکھتے۔ اس کے بعد خواجہ اجل نے قسم کھائی اور مضبوط عہد کیا کہ زندگی بھر رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں میں سے کوئی بھی سنت ترک نہیں کروں گا۔ یہاں سے پتہ چلا کہ سنت چھوڑ دینا خطا اور حضور خاتم الانبیاء ﷺ کی ناراضگی کا موجب ہے۔

اسی موقع پر فرمایا کہ عارفوں کی جماعت فضل و فضائل والی اور اپنے محبوب کے جمال میں حیران و غرق ہوتی ہے۔ جب کوئی عارف رات میں طہارت کی حالت میں آرام کرتا ہے تو فرشتوں کو حکم ہوتا ہے کہ اس کے بیدار ہونے تک اسکے پہلو میں رہیں اور جب وہ بیدار ہوتا ہے تو فرشتے دعا کرتے ہیں کہ الٰہی اس بندہ پر نوازش فرما اور بخش دے کیونکہ یہ بندہ باطہارت سویا تھا۔

اور اسی موقع پر فرمایا کہ ایک روز حضرت رسول برحق ﷺ نے ابلیس کو بڑا مغموم اور رنجیدہ پایا تو دریافت فرمایا کہ یہ سب رنج و غم کس سبب سے ہے؟ اس نے جواب دیا کہ اسکے چار

آمرزش دیگراں می شود۔ چہارم از آنانکہ نمازِ صبح گاہ بگذارند و تا طلوعِ آفتاب بہ احسن الاذکار برجائے نماز قرار می گیرند و در نمازِ اشراق مشغول می باشند۔ یا رسول اللہ زمانیکہ من در عالمِ ملکوت بودم در صحف دیدہ ام کہ ہر کہ نمازِ سحر بگذارد و تا بہ برآمدنِ آفتاب برجائے نماز قرار گیرد و اشراق تمام کند حق تعالیٰ او را با ہفتاد ہزار کس کہ از آں او متعلق و وابستہ باشند بیامرزد

و ہمدریں محل فرمود کہ نبّاشے کہ چہل سال بہ دزدیِ کفن سروکار داشت بمرد۔ و او را در خواب دیدند کہ در بہشت مقام دارد۔ متحیر ماندند و باستفسار رفتند۔ جواب داد کہ ببرکتِ نماز بامداد کہ تا برآمدنِ آفتاب و نیز ادائے نمازِ اشراق برجا می بودم و بعد ازیں بہ مہماتِ نباشی مصروف می شدم۔ چوں حضرت حق سبحانہٗ تعالیٰ اندک پزیرد۔ بسیار بخش است برمن نوازش فرمود۔

آوردہ اند کہ چوں حضرت خواجہ را زمانِ وصال ایزد متعال نزدیک تر شد۔ بیشتر از یگانہ و بیگانہ ترک تعلق نگاہ داشتہ بودند و بسا اوقات بر تعدی و تعب فرزندان دلبند کہ سوانح آئندہ مکشوف ضمیر منیر بود تحسر و تاسف می فرمودند۔ روزے پسرِ بزرگ خواجہ فخر الدین را بہ صبر و تسکین اشارت کردہ ارشاد فرمودند کہ بابا فخر الدین ایں ہمہ کہ از ماو شماست فانی و ناپائدار است و غیر از محبت حق سبحانہٗ تعالیٰ شانہٗ ہر آنچہ از موانست زن و فرزند و خویش و پیوند باشند و بے ثبات و بے مدار است۔ باید کہ در رضائے الٰہی محکم و مستحکم باشی و دامنِ صبر و استقلال در زمان اذیت و غربت و مسافرت از دست ندہی۔ چوں ایں حکایت تمام شد۔ فرزند ارجمند را وداع فرمود۔ شیخ الاسلام حضرت خواجہ بزرگ بمشاہدہ جلوۂ شاہد حقیقی مشغول گردید و پیش از وقت زمان وصال در حجرہ محکم کرد تا آنکہ بروز ششم ازیں واقع در حجرہ بکشادند بدیدند کہ حضرت خواجہ بزرگ قدس اللہ سرہ العزیز ازیں سرائے فانی بعالمِ جاودانی رحلت فرمودہ است و بر جبینِ پاکش از قلمِ قدرت بخطِ نسخ رقم زدہ اند۔ ھٰذا حَبِیْبُ اللّٰہِ مَاتَ

اسباب ہیں۔ جو آنحضرت ﷺ کی امت میں ظاہر ہونگے۔ایک تو یہ کہ جب موذن صاحبان اللہ اکبر کہتے ہیں اور اسے سن کر جو کوئی جواب دیتا ہے تو وہ رحمت و بخشائش کے دریائے قلزم کے کنارے جگہ پاتا ہے۔ دوسرے ان نمازیوں کی تکبیر ہے جو اللہ کیلئے جہاد اور جنگ کرتے ہیں۔ تیسرے درویشوں کی حلال روزی ہے کہ وہ لوگ حلال کی وجہ سے دوسروں کو بخشش دیتے ہیں اور دوسروں کی مغفرت کا موجب ہو جاتے ہیں۔ چوتھے وہ لوگ جو صبح کی نماز پڑھتے ہیں اور آفتاب طلوع ہونے تک جائے نماز ہی پر بیٹھے ہوئے بہترین اذکار میں مشغول رہتے ہیں۔ پھر نماز اشراق پڑھتے ہیں۔ یارسول اللہ! اس زمانے میں جبکہ میں عالمِ ملکوت میں تھا۔ میں نے صحائف میں لکھا دیکھا ہے کہ جو کوئی صبح کی نماز پڑھتا ہے اور آفتاب کے طلوع ہونے تک جائے نماز پر بیٹھتا اور نماز اشراق کی تکمیل کرتا ہے تو حق تعالیٰ اس کو اسکے ستّر ہزار وابستگان کے ساتھ بخش دیتا ہے۔

اور اسی موقع پر فرمایا کہ ایک کفن چور چالیس سال تک چوری کرتا رہا۔ جب وہ مر گیا تو خواب میں لوگوں نے دیکھا کہ جنت میں اس کا ایک مقام ہے۔ حیرت سے استفسار کیا تو اس نے جواب دیا کہ صرف نماز کی برکت نے میری مدد کی۔ کہ میں صبح آفتاب طلوع ہونے تک اسی جگہ بیٹھتا اور نماز اشراق ادا کرنے کے بعد ہی اٹھا کرتا تھا۔ اور اسکے بعد پھر کفن چرانے کی مصروفیت میں لگ جاتا۔ جب حق سبحانہٗ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری ہوئی تو وہی نماز کام آئی۔ اور خدائے غفار نے مجھ پر کرم فرما دیا۔

فرماتے ہیں کہ جیسے جیسے حضرت خواجہ کے وصال کا زمانہ قریب آتا گیا تو اپنوں اور بیگانوں سے تعلق ترک کرنے پر توجہ فرمائی اور بعض اوقات تو اپنے فرزندانِ دلبند کی زندگی کے آئندہ حالات دل میں منکشف ہونے پر حسرت و افسوس فرماتے۔ ایک دن بڑے صاحبزادے خواجہ فخر الدین کو صبر و تسکین کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا۔ اے بابا فخر الدین! ہم اور تم اور یہ سب کچھ فانی اور ناپائیدار ہے اور حق سبحانہٗ تعالیٰ کی محبت کے سوا بیوی بچوں اور اپنوں سے انس قابلِ اعتبار اور لائقِ اعتماد نہیں۔ تجھے چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا میں مضبوط اور مستحکم رہے۔ اور اذیت، غربت اور مسافری کے دوران صبر و استقلال کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے۔ یہ سب بیان

فِیْ حُبِّ اللّٰہِ۔ واز لمعات چہرۂ مبارک آثارِ برکات وتجلیات وانوارِ ساطع وطالع بودند۔

نقل ست کہ حضرت خواجہ بزرگ راازبندگان خدمت کہ بخصوصیت علم وعمل ممتاز بود غسل داد۔ وہماں جا خانقاہ شریف بسمتِ جنوب از مسجدِ بزرگ اکبر بادشاہ دہلی نمودار است وصاحبِ سجادہ بعد ختم محفل قُل کہ خلعت سجادہ نشینی در بر راست کردہ می آید بھمونجا کہ جائے غسل حضرت خواجہ بزرگ است برفراز مسندمی نشیند جمعے از اربابِ وظائف وغیرہ ملتزمانِ آستانۂ عالیہ وفقرادر خدمت رسیدہ نذورو فتوح می رسانند۔

تاریخِ وفات حضرت خواجہ بزرگ بقولِ صحیح درسال شش صدوسی وسہ قرار دادہ اند۔ جمعے از اہلِ اسلام وقومِ ہنود جمع می آیند وفیض ہا می ربایند۔

☆☆☆

فرمانے کے بعد فرزندار جمند کو خدا حافظ کہا اور شیخ الاسلام حضرت خواجہ بزرگ شاہدِ حقیقی کے جلوہ کے مشاہدہ میں مشغول ہو گئے۔ اور اپنے وصال کے وقت سے پہلے حجرہ میں تشریف لے گئے۔ اور اندر سے دروازہ بند فرمالیا۔ یہاں تک کہ چھٹی تاریخ کو جب حجرہ کھولا اور دیکھا تو حضرت خواجہ بزرگ قدس اللہ سرہٗ العزیز اس جہانِ فانی سے عالمِ جاودانی کی طرف سفر فرما چکے تھے۔ اور آپ کی پیشانی اقدس پر قلمِ قدرت سے خطِ نسخ میں یہ لکھا دیکھا گیا۔ ھٰذَا حَبِیْبُ اللّٰہِ مَاتَ فِیْ حُبِّ اللّٰہِ (یعنی یہ اللہ کا دوست ہے۔ اور اللہ کی محبت میں اس نے جان دی ہے) چہرۂ مبارک پر برکات کی نشانیاں جلوہ گر اور تجلیات وانوار جگمگا رہے تھے۔

نقل ہے کہ حضرت خواجہ بزرگ کے ان خدمت گذاروں نے جو علم وعمل کی خصوصیت میں ممتاز تھے۔ آپ کو غسل دیا۔ اور یہ وہی جگہ ہے جہاں دہلی کے اکبر بادشاہ کی مسجد کی جنوبی سمت اب خانقاہ شریف موجود ہے۔ اور محفلِ قُل کے ختم پر صاحبِ سجادہ (جنہیں دیوان صاحب بھی کہا جاتا ہے) اپنی خلعتِ سجّادہ نشینی پہن کر آتے اور اسی جگہ بیٹھتے ہیں جہاں حضرت خواجہ بزرگ کے غسل کی جگہ ہے۔ آستانۂ عالیہ کے تمام ارباب وظائف، ملازمین اور فقرا خدمت میں حاضر ہو کر نذور وفتوح پیش کرتے ہیں۔

حضرت خواجہ بزرگ کی تاریخ وصال صحیح قول کے مطابق ۶۳۳ھ قرار پاتی ہے۔ یہاں جمیع مسلمان اور اہلِ ہنود جمع ہوتے اور سب فیضیاب ہوتے ہیں۔

☆☆☆

آئین عرس شریف

بر ویت ہلال رجب المرجب آغاز عرس شریف معین است۔ و مجالسِ سماع بنیاد می کنند۔ وقتیکہ یک ربع شب می گذرد در فضائے مجلس بہ قنادیل و چراغاں منور ومزین می شود۔ وحضراتِ صوفیہ صف بستہ می نشیند و ذکر پاک وتحیۃ وسلام حفاظ ومولودیاں می خوانند۔ وسامانِ جلوس نقرہ مثل مجمرۂ عود وسوز وغیر در وسطِ محفل می نہند و بعد اتمام و اہتمامِ ضروریہ بحضرت صاحبِ سجادہ اطلاع می رسد۔ وچوں حضرت صاحبِ سجادہ در مجلس می آید۔ جماعتِ فقراو عمدۂ اصفیا برسمِ تعظیم وسلام می خیزند۔ وچوبداران تالبِ فرش استقبال می کنند۔ نشست صاحبِ سجادہ بر گدیلہ بہ محاذ عودسوز کلاں در وسطِ صفِ صدر مقرر است۔ وبعدازاں کہ صاحبِ سجادہ داخلِ محفل می شود۔ حافظان ومولود خوانان فاتحہ برروح پُرفتوح حضرت خواجہ بزرگ می خوانند۔ ودعائے سلامتیِ بادشاہ وحضرت صاحبِ سجادہ بنیاد می کنند۔

وبعد ختم فاتحہ محفلِ سماع گرم می شود۔ ونوبت بوجدوحال می رسد۔ چوں زلفِ شب بکمر می رسد صاحبِ سجادہ برائے غسل مرقدِ مطہر می رود۔ واول از دروازہ ملکی داخل گشتہ در گوشہ مشرق وشمال متصل مشبک سنگِ سفید گنبد شریف تبدیل لباس می کند۔ وتابدان کہ بسمت گوشۂ مغرب وجنوب درونِ احاطہ واقع است وبمہری غدن معروف ست ودر یک سبوچہ گل درانجا چراغ می سوزند۔ صاحبِ سجادہ دست و پا می شوید۔ و بعدازاں درونِ گنبد رفتہ مرقدِ مبارک از دستِ خود غسل می دہند۔ وکسانِ هفت چوکی خدام درادائے خدمت آب رسانی وآفتابہ برداری وغیرہ مصروف می باشند۔ وبعد غسل حضرت صاحبِ سجادہ عرق گلاب خوشبو وصندل وگل بر مزار شریف می پاشد۔ وقبر پوش پوشانیدہ بیرونِ گنبدی می آید۔ وبدستورِ سابق تبدیلِ لباس فرمودہ در محفلِ سماع می رسد۔ وبرصفِ اصحاب قرب صدر صدور بودہ تااختتامِ محفل قیام دارد۔

15-1-2013

عرس شریف کے مراسم

ماہ رجب المرجب کی رویت ہلال کے ساتھ ہی عرس شریف کا آغاز ہوتا ہے اور سماع کی محفلیں شروع ہو جاتی ہیں۔ اور جب رات کا ایک چوتھائی حصہ گزرتا ہے تو مجلس کی فضا قندیلوں اور چراغوں سے منور اور مزین ہو جاتی ہے۔ صوفیۂ کرام صفوں میں بیٹھ جاتے ہیں۔ حفاظِ کرام اور مولود خواں ذکر پاک اور درود و سلام پڑھتے ہیں۔ اور نقرئی (چاندی) کے عود دانوں میں خوشبو جلا کر محفل کے درمیان رکھتے ہیں۔ ضروری اہتمام واختتام کے بعد صاحبِ سجادہ کو اطلاع پہنچائی جاتی ہے۔ اور صاحبِ سجادہ کے مجلس میں آتے ہی فقراء اور اصفیاء اُٹھ کر تعظیم کے ساتھ سلام عرض کرتے ہیں اور چوبداروں کی جانب سے فرش تک استقبال کیا جاتا ہے۔ صاحبِ سجادہ کی نشست کے لئے ایک گدی مختص ہے۔ جو بڑے عود دان کے سامنے صدر صف کے بیچ میں مقرر ہے۔ صاحبِ سجّادہ کے محفل میں رونق افروز ہونے کے بعد حفاظ اور مولود خوان حضرات حضرت خواجہ بزرگ کی روح پُرفتوح کی خدمت میں فاتحہ گذرانتے اور بادشاہ اور صاحبِ سجادہ کی سلامتی کے لئے دعا کرتے ہیں۔

فاتحہ کے بعد محفلِ سماع ہوتی ہے اور وجد و حال تک نوبت جا پہنچتی ہے۔ جب شب کا نصف حصہ گذر جاتا ہے تو صاحبِ سجّادہ مزارِ پاک کے غسل کے لئے تشریف لے جاتے ہیں۔ پہلے مکّی دروازے سے داخل ہوتے ہیں پھر شمال مشرقی گوشہ میں گنبد شریف کے جالی دار سنگ سفید سے متصل گوشہ میں پہنچ کر غلاف تبدیل فرماتے ہیں۔ اور روشن دان جو احاطہ کے اندر جنوب مغربی گوشہ میں واقع ہے اور مہری غدن کے نام سے مشہور ہے وہاں ایک چھوٹی مٹی کی ٹھلیا میں چراغ روشن کرتے ہیں۔ صاحبِ سجادہ ہاتھ پاؤں دھو لیتے ہیں اور اس کے بعد گنبد کے اندر جا کر اپنے ہاتھ سے مرقدِ مبارک کو غسل دیتے ہیں۔ اور ہفت چوکی خُدّام آفتابہ اور پانی وغیرہ پیش کرنے کی خدمت میں مصروف رہتے ہیں۔ اور غسل کے بعد صاحبِ سجادہ عرق گلاب خوشبو اور صندل و پھول مزار شریف پر چھڑکتے ہیں اور غلاف اُڑھانے کے بعد گنبد شریف سے باہر آتے ہیں۔ اور قدیم دستور کے مطابق لباس تبدیل کر کے محفلِ سماع میں آتے ہیں۔ اصحابِ قُرب، صف میں مقامِ صدر کے قریب بیٹھتے ہیں اور محفل کے اختتام تک موجود رہتے ہیں۔

الغرض از آں شب تا بہ شبِ ششم ہمیں طریق محفلِ سماع بر پا می شود۔ و بتاریخ پنجم بعد از نماز صبحگاہ حضرت صاحبِ سجادہ اقسام شیرینی و طعام کہ نیاز مخصوص حضرت خواجہ بزرگ است بہر صادر و وارد تقسیم می فرمایند۔ وفقرا و مشائخ و امرا و عمائد مدعو می باشند۔ و بعد از نماز ظہر کہ از اکل شرب فراغت می یابند مجلسِ سماع شروع می شود و بسوز و گداز و راز و نیاز باختتام می رسد۔ بروز ششم محفل قل کہ عبارت از ختم آخر است۔ از وقت یک پاس روز بر آمدہ بنیاد می کنند۔ امّا فقرا و اربابِ تماشا چنداں اژدہام می باشد کہ در وسعت سماع خانہ مجالِ نفس بر آوردن و تاب بر جاماندن بمشکل تمام دست می دہد۔ و از رائحۂ عطریات و عرق گلاب و دودِ مجمرِ عود سوز مشام جان تفریح عجیب و تفتیح غریب می یابد۔ و از نزولِ خیرات و برکات بر اصحابِ قرب فتح الباب سعادت و قبول روئے می دہد و از کثرت انوار و تجلیات در دیدۂ حیرتیان پیکر حقیقت و معرفت جلوہ شگرف می در آید۔ زہے بختیاری بخت مندی کہ ہر اہلِ صدق و یقین را بدست می آید و ہر یکے از ایشاں از خوانِ انعام اللہ از بخش کافی و بہرہ وافی می رُباید۔ و ہمدریں حال و احوال چوں آفتاب بخط استویٰ می رسد التزام و اہتمام فاتحہ بوقوع می آید و التہابِ آتش سماع انطفا می پذیرد۔

اول چادرے خوش رنگ ولطیف در وسط بزم گستردہ بالائے کوزہ صندل سائیدہ و اقمشہ گل و گلاب و برگ پان می نہند و حفاظ و مولود خوانانِ خوش الحان و پاکیزہ جمال گرد پارچہ گستردہ کہ باصطلاح دسترخوان می گویند جمع آمدہ بذکر خیر و سعادت اشتغال می نمایند تا آنکہ رسمِ فاتحہ بانجام می رسد بحاضرانِ مجلس صندل و بیرہ برگ پان تقسیم می شود و پس از آنکہ چوبداران چوبِ نقرہ بالا می کنند۔ ایں علامت است از ختمِ محفل و ہم بریں نشان و علامت بالائے نقار خانہ نوبت شادیانہ می نوازند و اول از ہمہ پیشِ صاحبِ سجادہ دستار و خرقہ بے بہا کہ مکلف و مکلل می باشد می آرند و ایں خلعت جانشینی و صاحب مقامی حضرت خواجہ بزرگ است۔ و بعد آنکہ خلعتِ مذکور حضرت صاحبِ سجادہ زیب بر دوش

الغرض اس شب سے چھٹی شب تک اسی طریقہ سے محفل سماع کا انعقاد عمل میں آتا ہے۔ پانچویں تاریخ نماز فجر کے بعد صاحبِ سجادہ، حضرت خواجہ بزرگ کی مخصوص نیاز کی شیرینی و طعام تقسیم فرماتے ہیں۔ اور فقراء و مشائخ، امراء و عمائدین موجود رہتے ہیں۔ بعد نماز ظہر کھانے پینے سے فارغ ہونے کے بعد مجلس شروع ہوتی ہے۔ اور سوز و گداز اور راز و نیاز کے ساتھ اختتام کو پہنچتی ہے۔ چھٹے روز محفل قُل جو ختمِ آخر کی علامت ہے دن کا ایک پہر گزرنے پر شروع ہوتی ہے۔ لیکن فقرا اور زائرین کی اتنی بھیڑ ہوتی ہے کہ سماع خانے میں کسی شخص کا سانس لینا اور جگہ پر کھڑا رہنا تک مشکل ہو جاتا ہے۔ عطریات، عرقِ گلاب اور عودانوں کی دھونی کی خوشبوؤں سے قلب و روح کو عجیب فرحت حاصل ہوتی ہے۔ اور اصحاب قرب پر خیرات و برکات کے دروازے کھلتے ہیں۔ جس سے وہ سعادت و قبولیت سے ہم کنار ہوتے ہیں۔ اور انوار و تجلیات کی کثرت سے حیرت زدہ آنکھوں میں حقیقت و معرفت کا پیکر جلوہ گر ہوتا ہے۔ ہر اہلِ صدق و یقین کو بختیاری اور بخت مندی نصیب ہوتی ہے۔ اور ہر ایک نعمتوں کے اس دستر خوان سے بھر پور لذت اور فائدہ حاصل کرتا ہے۔ اس حال و احوال میں جب سورج سر پر آجاتا ہے تو فاتحہ کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ سماع کی سرگرمی سرد پڑ جاتی ہے۔

پہلے ایک خوش رنگ و لطیف چادر محفل کے بیچوں بیچ بچھائی جاتی ہے۔ اس پر صندل کا کوزہ رکھا جاتا ہے۔ پھر گل و گلاب اور پان کے پتّے دستر خوان پر رکھے جاتے ہیں۔ حفاظ اور مولود خواں دستر خوان کے اطراف جمع ہو کر خوش الحانی کے ساتھ ذکرِ خیر و سعادت بلند کرتے ہیں۔ رسمِ فاتحہ انجام پانے کے بعد حاضرینِ مجلس میں صندل و پان بطور تبرک تقسیم کرتے ہیں۔ اس کے بعد چوبدار نقرئی (چاندی کی) لکڑیاں بلند کرتے ہیں جو محفل کے ختم ہونے کی علامت ہوتی ہے۔ اسی نشان و علامت کو دیکھ کر ادھر نقار خانہ میں نوبت اور شادیانے بجائے جاتے ہیں۔ سب سے پہلے صاحبِ سجّادہ کے سامنے بیش قیمت دستار و خرقہ لاتے ہیں۔ یہ خلعت حضرت خواجہ بزرگ کی جانشینی اور قائم مقامی کی علامت ہے۔ بعد اس کے کہ صاحبِ سجادہ اسے زیب بدن فرماتے ہیں حاضرینِ مجلس کو بھی مراتب کے لحاظ سے دستار تبرک عطا ہوتا ہے۔ اور ہر ایک خواہ

می فرماید بحاضرانِ مجلس ہم دستار تبرک علیٰ قدرِ مراتب مرحمت می شود۔ و ہر یکے از شاہ وفقیر وغریب و امیر ایں عطیۂ گرامی را موجبِ سعادتِ دارین و مفاخرتِ نشاتین دانستہ و بر چشم ولب نہادہ زیبِ سرمی کند۔ بعد آں حضرت صاحبِ سجادہ بنظر ادائے رسمِ فاتحہ درونِ قبہ شریف بر مرقدِ مقدس می رود۔ امّا از ہجوم و کثرت نظارگیاں پیکِ نظر رفتن نمی تواند بالآخر بہزار کشمکش راہ می یابند وحضرت صاحبِ سجادہ را دست بدست اندرونِ روضہ شریف می برند وحضرت ممدوح بعد از ہزار خشوع وخضوع جبینِ نیاز بر پائینِ مزار مالید وسمتِ مشرق زیرِ طاق مصحف پشت بہ قبلہ وروُ بمزار می نشیند۔ چوں ازیں خدمتِ خاص فارغ می شوند حضرت معز اللہ بہزار عز وامتیاز باادائے شاہانہ بیرونِ روضہ آمدہ بہ خانقاہ شریف متوجہ شدہ برفراز مسندِ مشیخت وارشاد می نشیند و جمعے از اہلِ حال وعمائد وارباب وظائف وعملہ و فعلہ درگاہ شریف برسمِ سلام وقدم بوس جمع می آیند۔ وصفِ فقراءِ آزاد وغیرہ کہ بیشمار می باشند نعرۂ یا فضل پنج تن یا علی مدد گویان شرفِ خدمت می یابند ومقدمات و نزاعات کہ درمیانِ ایشاں مابین سال بوقوع آمدہ باشند۔ حسب الامر حضرت صاحبِ سجادہ تصفیہ می یابند ودراں محل کسے را دربجا آوردن حکم صاحبِ سجادہ مجال دم زدن وسر پیچیدن نباشد۔ احیاناً اگر کسے سخنِ عذر ومعذرت درمیان آرد تاج و خرقۂ او فوت وضبط می شود واز صفِ فقراء درحق او حکمِ اخراج می رود۔

آئینِ محفلِ پنجشنبہ

15-1-2013

مقرر است کہ بہر یوم پنجشنبہ قریب بوقت نماز عشا کہ دو گھڑی شب بحساب ساعتِ ہندی می گذرد روشنی چراغان و درستی فرش می کنند و باختر سوئے قبہ شریف پیش صحن بیگمی دالان برائے محفل پنجشنبہ جائے مخصوص است بعد اہتمام و تیاری محفل متولی درگاہ شریف یک مشعل و چندکس بخدمت صاحبِ سجادہ می فریسد۔ وچوں حضرت صاحبِ سجادہ از خانقاہ برآمدہ در جماعت خانہ کہ الحال سماع خانہ سرآسمان جاہ بنیاد دادہ اند می رسد۔ گھڑیالی درگاہ ساعت ۳ می زند۔ وایں

بادشاہ ہو کہ فقیر، غریب ہو کہ امیر اس عطیہ گرامی کو موجبِ سعادت دارین اور قابلِ افتخار تصور کرتے ہوئے آنکھوں اور لبوں کو لگاتا اور سر پر رکھ کر زینت دیتا ہے۔اس کے بعد صاحبِ سجادہ رسمِ فاتحہ ادا کرنے کی غرض سے روضہ شریف کے اندر مزارِ مقدس کی طرف روانہ ہوتے ہیں۔ لیکن حاضرین وزائرین کی کثرت اور ہجوم کے باعث ان کی ایک جھلک دیکھنا بھی ممکن نہیں۔ بالآخر ہزار کشمکش کے بعد راستہ نکل آئے تو صاحبِ سجادہ کو ہاتھوں ہاتھ روضہ شریف کے اندر لے جاتے ہیں۔اور موصوف پورے خشوع وخضوع سے اپنی جبینِ نیاز کو مزار کے پائینتی پر ملتے ہیں۔ پھر مشرقی جانب مصحف کی طاق کے نیچے پیٹھ قبلہ کی جانب اور چہرہ مزار کی طرف کر کے بیٹھتے ہیں۔اس خاص خدمت سے فارغ ہونے کے بعد موصوف ہزار اعزاز وامتیاز کے ساتھ شاہانہ انداز میں روضہ سے باہر آکر خانقاہ شریف میں ہدایت وارشاد کی اپنی مسند پر بیٹھتے ہیں۔اور تمام اہلِ حال، عمائدوارباب وظیفہ کے علاوہ درگاہ شریف کا عملہ سلام وقدم بوسی کی رسم ادا کرتا ہے۔اور بے شمار آزاد فقراء وغیرہ پر مشتمل گروہ یا فضل پنجتن، یا علی مدد کے نعرے لگاتے ہوئے خدمت میں باریاب ہونے کا شرف حاصل کرتے ہیں۔اور سال بھر کے دوران انکے مابین پیدا ہونیوالے مقدمات و ونزاعات پیش کرتے ہیں جو صاحبِ سجادہ کے حکم سے تصفیہ پاتے ہیں۔اور اس موقع پر کسی کو صاحبِ سجادہ کے حکم کی تعمیل میں دم مارنے اور سر ہلانے کی مجال نہیں ہوتی۔احیاناً اگر کوئی عذر ومعذرت کی بات پیش کرے تو اس کا تاج وخرقہ واپس لے کر ضبط کر لیا جاتا ہے۔اور فقراء کی صف سے اخراج کا حکم اس کے حق میں صادر کیا جاتا ہے۔

محفل پنجشنبہ کے مراسم

یہ طریقہ مقرر ہے کہ ہر جمعرات کو نماز عشاء کے قریب جب کہ ہندی وقت کے حساب سے دو گھڑی گذر گئی ہوں۔ چراغوں کو روشن اور فرش کو درست کرتے ہیں۔اور قبہ شریف کی جانب بیگمی دالان کے صحن کے سامنے جہاں محفل پنجشنبہ کے لئے جگہ مخصوص ہے۔محفل کے اہتمام و تیاری کے بعد درگاہ شریف کے متولی ایک مشعل اور چند اشخاص کو صاحبِ سجادہ کی خدمت میں بھیجتے ہیں۔جیسے ہی حضرت سجادہ صاحب خانقاہ سے نکل کر جماعت خانہ (اب محفل خانہ جسے سر آسمان جاہ نے بنایا ہے) میں پہنچتے ہیں تو اس وقت درگاہ کا گھڑیالی تین بجاتا ہے۔اور یہ

علامت خبر است از مقدم صاحبِ سجادہ۔

اول صاحبِ سجادہ از دروازۂ پائیں در قبہ شریف داخل می شود۔ و بعد ادائے فاتحہ از جانب دروازۂ شرقی برآمدہ براہِ بیگمی دالان قصد محفل می کند۔ چوں بلبِ فرش می رسد چوبداران استقبال می کنند۔ و اربابِ مجلس در تعظیم تقدیم می نمایند۔ و بعد از آنکہ حضرت صاحبِ سجادہ بر افراز گدیلہ محاذ مجمرۂ نقرہ کلاں رو بہ مزار و پشت بہ شرق می نشینند۔ حافظاں و مولودخواناں فاتحہ بروح پُرفتوح حضرت خواجہ بزرگ می گویند و دعائے سلامتی صاحبِ سجادہ می خواہند۔ و بعد ختم فاتحہ شیرینی کہ بزبانِ ہندی ڈلی می گویند و بہ قوام شکر و میدہ و روغن زرد می سازند بہ حضار محفل تقسیم می شود و نیز حسبِ دستورِ قدیم بخشش مقررہ بہر اہلِ استحقاق دادہ می شود و ہم قوالان سماع بنیاد می دہند۔

چوں ساعتِ پنج می شود۔ مجاوران و خدام فرش قبہ شریف از جاروب صاف می کنند۔ وایں جاروب خاص است کہ از پرِ دُمِ طاؤس درست می کنند۔ وایں خدمتِ خاص را فراشہ گویند۔ چوں فراشہ ختم می شود۔ دروازۂ قبہ شریف بند می گردد۔ و باز تا بہ صبحِ صادق وا نمی شود۔ چوں نوبت ساعت شش می رسد باز بطریقِ اول فاتحہ می خوانند و ہمہ اہلِ محفل قیام نمودہ دست بستہ رو بہ قبہ می کنند۔ وقوالان اشعارِ ہندی کہ بہ کڑکا معروف است و در محامد و اوصاف حضرت خواجہ بزرگ مشہور، بہ الحانِ خوش [illegible] و بعد ختم آں محفل برخواست می شود۔ و ہر یکے بجائے خود می رود۔

آئینِ محفلِ ششم

بہ شب تاریخ ششم ہر ماہ مقرر است۔ و بہ زمان و مکان محفلِ پنجشنبہ مخصوص۔ اما صاحبِ سجادہ نمی آید و بہ ہمیں جہت عصائے نقرہ و مجمرۂ نقرہ کہ

صاحبِ سجادہ کی تشریف آوری کی اطلاع کی علامت ہے۔

سب سے پہلے سجادہ صاحب قبہ شریف کے پائینتی کے دروازے سے داخل ہوتے ہیں اور فاتحہ ادا کرنے کے بعد مشرقی دروازہ سے نکل کر بیگمی دالان کے راستے سے محفل میں جاتے ہیں۔ جوں ہی آپ فرش پر قدم رکھتے ہیں تو چوبداروں کی طرف سے استقبال کیا جاتا ہے اور اہلِ محفل تعظیم کے ساتھ کھڑے ہوجاتے ہیں اور اس کے بعد سجادہ صاحب مزار کی جانب اپنا رخ اور مشرق کی جانب اپنی پشت کئے ہوئے گدی پر تشریف رکھتے ہیں۔ جہاں سامنے چاندی کا بڑا عود دان روشن رہتا ہے۔ حافظ صاحبان اور مولود خواں، حضرت خواجہ بزرگ کی روح پُرفتوح کی خدمت میں فاتحہ گذرانتے ہیں۔ اور سجادہ صاحب کی سلامتی کیلئے دعا کرتے ہیں۔ اور فاتحہ کے ختم پر شیرینی کہ جس کو ہندی میں ڈلی کہتے ہیں اور جو شکر، میدہ اور گھی سے تیار کی جاتی ہے اور حاضرین محفل میں تقسیم کی جاتی ہے اور حسبِ دستور قدیم مستحقین کو مقررہ حصّے دئے جاتے ہیں۔ اور قوالوں کی طرف سے سماع کا آغاز ہوتا ہے۔

جب پانچ بجے کا وقت ہوتا ہے تو مجاور اور خدّام لوگ، جاروب (جھاڑو) کے ذریعہ قبہ شریف کے فرش کی صفائی کرتے ہیں۔ اور یہ جاروب خاص قسم کی ہوتی ہے۔ جو مور کی دُم کے پروں سے بنائی جاتی ہے۔ اور اس خاص خدمت کو فراشہ کہا جاتا ہے۔ فراشہ ختم ہوتے ہی قبہ شریف کا دروازہ بند ہوجاتا ہے اور پھر صبح صادق تک نہیں کھلتا۔ جب چھ بجے کا وقت ہوتا ہے تو پھر پہلے طریقے کی طرح فاتحہ گذرانتے ہیں اور تمام اہلِ محفل اپنا رُخ قبہ شریف کی طرف کئے ہوئے دست بستہ کھڑے ہوجاتے ہیں۔ قوّال حضرت خواجہ بزرگ کی شان و مدحت میں بڑی خوش الحانی کے ساتھ ہندی میں اشعار پڑھتے ہیں۔ جو ''کڑکا'' کے نام سے مشہور ہے۔ اس کے ختم پر وہ محفل برخواست ہوجاتی ہے۔ اور ہر ایک اپنی اپنی جگہ چلا جاتا ہے۔

چھٹی کی محفل کے مراسم

ہر ماہ کی چھٹی تاریخ کی شب محفل مقرر ہے۔ جو وقت اور مقام کے لحاظ سے محفلِ پنجشنبہ کے مقابل میں مخصوص ہوتی ہے۔ لیکن اس میں سجادہ صاحب تشریف نہیں لاتے اور اسی طرح منصبِ سجادگی

لوازمہ منصبِ سجادگیست مستعمل نمی شود۔ وشیرینی کہ بعد فاتحہ تقسیم می شود معروف است بہ نکتی کہ بہ آرد نخود وقوام شکر ساختہ می شود۔

آئین بسنت

بتاریخ پنجم ماہ کہ بماہ ماگھ واقع شود از خانہ قوالِ درگاہ گڑوہ می آید۔ گڑوہ بطور گلدستہ می باشد کہ از گل وشگوفہ فصلِ بہار تیار می شود۔ واز راہِ بازار پیش زینہ می گزرد۔ ہمہ قوالان ونغمہ سرایان ولولیانِ شہر بہ لباسِ بسنتی در جلو می باشند۔ وہمہ عملہ وفعلہ درگاہ شریف از متولی تا بہ سگ زن ہمراہ می باشد۔ عجب رسمِ دلربا وتماشائے روح افزا است کہ حصر بہ دیدن دارد۔ وقوالان کہ بہ نغمہ ونشید بہار غزلیاتِ تازہ می سرایند۔ ذائقہٴ عجیب ولذتِ غریب می دہد۔ بالآخر ہمیں طریق والتزام حاضر قبہٴ شریف گردیدہ در گنبد حضرت خواجہ حسین نبیرہٴ حضرت خواجہ بزرگ می روند۔ واز انجا در خانقاہ شریف حضرت سجادہ رسیدہ بادائے رسمِ معینہ می پردازند۔

آئین گل بنگلہ

بماہ چیت ہندی کہ فصلِ بہار گل گلاب است بروز پنجشنبہ چادر گلہائے سرخ درست می کنند وسلکہائے مسلسل در رشتہٴ رنگین درکشیدہ بعد صلوٰۃِ شام بر سقف مزار شریف کہ از چوب خوشبودار نصب کردہ اند وہم در پیرامونِ آں ہمہ سلک ہائے گل سفتہ برابر قطار بہ قطار بہ ادائے مطبوع وطرزِ خوش اسلوب بستہ می کنند۔ واندراں شب ہجوم اہلِ استحقاق وتماشا واژدہام عام بمرتبہٴ غایت می شود واز زن ومرد وخورد وکلاں جمِ غفیر گرد قبہ شریف در وسعت فضائے آستانہٴ عالیہ حاضر آمدہ بادائے فاتحہ وتحیہ وسلام اشتغال می ورزند۔

آئین ماہ صیام

چوں رویتِ ہلال روئے می دہد بنظر آگاہیِ عوام الناس برسر

کے لوازم چاندی کے پیش ڈنڈے اور چاندی کے عود دان کا کسی طرح استعمال نہیں ہوتا۔ اور شیرینی جو فاتحہ کے بعد تقسیم ہوتی ہے وہ نکتی کے نام سے مشہور ہے جو چنے کا آٹا اور شکر ملا کر بنائی جاتی ہے۔

بسنت کے مراسم

ماگھ مہینہ کی پانچ تاریخ کو درگاہ کے قوال کے گھر سے گڑوہ آتا ہے۔ گڑوہ ایک گلدستہ کی طرح ہوتا ہے جو موسمِ بہار کے پھولوں اور کلیوں سے تیار کیا جاتا ہے۔ اور زینے کے سامنے والے بازار سے گزرتا ہے۔ تمام قوال گویّے اور طائفے بسنتی لباس پہنے ہوئے پیش پیش رہتے ہیں۔ اور درگاہ شریف کا سارا عملہ اور اسٹاف متولی سے کتے مارنے والے تک سبھی ہمراہ ہوتے ہیں۔ عجب دلرُبا انداز اور روح افزا منظر ہوا کرتا ہے جو دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ قوال غزلیات سے بھرپور تازہ کلام سناتے ہیں جو عجیب ہی لطف اور نادر لذت دیتا ہے۔ پھر اسی طریقہ اور التزام کے ساتھ قبہ شریف میں حاضر ہو کر حضرت خواجہ بزرگ کے فرزند زادہ حضرت خواجہ حسین کے گنبد میں جاتے ہیں۔ اور وہاں سے پھر خانقاہ شریف میں سجادہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔ اور مقررہ رسم کی تکمیل کرتے ہیں۔

گُل بنگلہ کے مراسم

ہندی مہینہ چیت میں جب کہ گلاب کے پھولوں کی بہار کا موسم ہوتا ہے۔ جمعرات کے دن سرخ پھولوں کی چادر تیار کی جاتی ہے۔ جس کے باہم پیوستہ لڑیوں میں رنگین جوڑ ہوتے ہیں شام کی نماز کے بعد مزار کے اوپری حصہ پر جو خوشبودار لکڑی کا نصب کردہ ہے اس پر اور اس کے گرداگرد پھول سے آراستہ لڑیاں قطار در قطار بڑی خوش اسلوبی سے لگاتے اور لٹکاتے ہیں۔ اور اس رات تمام مستحقین کا ہجوم اور عوام کا اژدہام بے انتہا ہو جاتا ہے۔ عورتوں، مردوں اور چھوٹوں بڑوں کا ایک بڑا مجمع قبہ شریف اور آستانۂ عالیہ کے وسیع احاطہ میں حاضر ہوتا ہے اور فاتحہ خوانی اور تحیت وسلام پیش کرنے میں مصروف رہتا ہے۔

ماہ رمضان کے مراسم

نقار خانہ کہ مقامِ بلند است نوبتِ شادیانہ می نوازند و از ہماں شب نماز تراویح آغاز می شود۔ اگر چہ بیشتر جاہا در آستانہ عالیہ قرآن مجید می خوانند۔ اما در مسجد جہانگیری پہلوئے قبہ شریف جمِ غفیر و گروہِ کثیر تراویح می خوانند۔ و حافظ فرح شاہ خاں رامپوری کہ ملازم آستانہ عالیست ہمونجا بالحانِ مرغوب و بہ آوازِ بلند و بصحتِ تمام وحزمِ کلام می خوانند۔ و در مسجد شاہجہانی خطیب درگاہ کہ از ملتزمانِ روضہ شریف است باداۓ مطبوع و الفاظِ فصیح قرآن خوانی می کند۔ وہمیں جہت محفل پنجشنبہ بین العصر والمغرب در ماہ صیام مقرر کردہ اند۔ و بہ شبِ قدر ختم قرآن مجید و فرقانِ حمید مقرر است۔ اندراں شب از کثرتِ چراغاں وتجلیات و انوار فضاۓ حرم آستانہ عالیہ بقعۂ نور می نماید۔

آئین عیدین

چوں رویتِ ہلال عید الفطر بشہادت ثقات ثابت می شود۔

نوبت شادیانہ بنیاد می دہند و بروز ہنگام نماز بامداد صاحبِ سجادہ حاضر قبہ شریف گشتہ چادر گل بر مزار می پوشاند و بر قبور اجدادِ خویش کہ در جوار آستانہ شریف آسودہ اند گل وعطر می افشاند۔ بعد ازاں چوں وقتِ نماز می رسد۔ اول صاحبِ سجادہ برسمِ سلام حاضر آستانہ شدہ در پالکی سوار می شود و ماہی و مراتب شتری وغیرہ کہ لوازمۂ منصبِ سجادگیست معہ قاضیِ شہر و عامیانِ شہر در جلو می باشد پیش ازیں کافہ اہلِ اسلام در عیدگاہ رسیدہ انتظار می کشند چوں صاحبِ سجادہ داخلِ عیدگاہ می شود تکبیر آغاز می کنند۔ و بعد ختمِ نماز و خطبہ چوں صاحبِ سجادہ معاودت می کند۔ اکثر آں از عملہ درگاہ انتظار می کشند۔ و چوں سواری صاحبِ سجادہ پیش زینۂ درگاہ می رسد۔ و او از سواری پالکی مفارقت کردہ پاۓ راست بر زینہ اول

جوں ہی ماہ رمضان المبارک کا چاند نظر آ جاتا ہے تو عوام الناس کی اطلاع کی خاطر ایک اونچے مقام پر موجود نقار خانے سے شادیانے کی نوبت بجائی جاتی ہے۔ اور اسی رات سے نماز تراویح شروع ہوتی ہے۔ اگر چہ آستانہ عالیہ کے اکثر مقامات پر قرآن مجید پڑھتے ہیں لیکن قبہ شریف سے متصل مسجد جہانگیری میں جم غفیر اور مجمعِ کثیر تراویح پڑھتا ہے۔ جہاں حافظ فرح شاہ خاں رامپوری جو آستانۂ عالیہ کے ملازم ہیں خوش الحان، بلند آواز کے ساتھ پوری صحت واحتیاط سے کلامِ الٰہی کی تلاوت کرتے ہیں۔ اور مسجدِ شاہجہانی میں خطیبِ درگاہ جو روضہ شریف کے ملازمین میں سے ہیں دل کش انداز اور الفاظ کی صحیح ادائیگی کے ساتھ قرآن خوانی کرتے ہیں۔ اور اسی طرح ماہِ رمضان میں پنجشنبہ کی محفل عصر و مغرب کے درمیان منعقد کی جاتی ہے۔ قرآن مجید و فرقانِ حمید کے ختم کے لئے شبِ قدر مقرر ہے۔ اس رات میں اس کثرت سے چراغاں کئے جاتے اور تجلیّات و انوار ہوتے ہیں کہ آستانۂ عالیہ کا سارا علاقہ بقعۂ نور نظر آتا ہے۔

عیدین کے مراسم

جوں ہی معتبر شہادت کے ذریعہ رویت ہلال کی توثیق ہو جاتی ہے تو نوبت و شادیانے بجائے جاتے ہیں اور صبح کی نماز کے وقت سجادہ صاحب قبہ شریف میں حاضر ہو کر مزار اقدس پر چادرِ گل پیش کرتے ہیں۔ اور اپنے اجداد کی قبور پر جو آستانۂ شریف کے قرب و جوار میں آسودہ ہیں پھول اور عطر چھڑکتے ہیں۔ اس کے بعد جوں ہی نماز کا وقت آ پہنچتا ہے۔ تو پہلے سجادہ صاحب سلام پیش کرنے کے لئے آستانہ پر حاضری دے کر پالکی میں سوار ہوتے ہیں۔ جن کے ساتھ اونٹ پر سوار ماہی و مراتب وغیرہ جو منصب سجادگی کے لوازمات ہیں نیز قاضی شہر اور عوام بھی ساتھ ہو جاتے ہیں۔ اس سے قبل ہی عامۃ المسلمین عیدگاہ پہنچ کر انتظار کرتے ہیں۔ جوں ہی سجادہ صاحب عیدگاہ میں داخل ہوتے ہیں تکبیر شروع کرتے ہیں اور نماز و خطبہ کے بعد جب سجادہ صاحب واپس ہوتے ہیں تو درگاہ شریف کے عملہ (اسٹاف) میں سے اکثر لوگ منتظر رہتے ہیں۔ اور سجادہ صاحب کی سواری جب درگاہ شریف کی سیڑھی کے سامنے پہنچتی ہے تو پالکی میں سے اترنے کے بعد درگاہ شریف کی سیڑھی پر اپنا سیدھا پاؤں پہلے رکھتے ہیں۔ نقار خانہ میں

درگاه شریف می نہد۔ شادیانہ تہنیت بر نقارہ خانہ می نوازند۔ بالآخر۔ صاحبِ سجادہ باادائے شاہی برسمِ سلام در قبہ شریف حاضر می شود و زیر طاق مصحف نشستہ فاتحہ بر روح پرفتوح حضرت خواجہ بزرگ می رسانند۔ چوں فارغ می شود بہ خانقاہ شریف آمدہ بر مسندِ سجادگی می نشیند۔ و ہمہ ارباب وظائف ونوبتیان و بادفروشان و چوبداران ونغمہ گویان متعلقہ آستانہ عالیہ گرد آمدہ مراسمِ تہنیت بتقدیم می رسانند وعلیٰ قدرِ مرتبہ انعام می یابند وقریب عید الفطر دستور رسم عید الاضحیٰ ہم معین ومقرر است

آئین ایام عشرہ محرم الحرام

از رویتِ ہلال محرم رسمِ نغمہ وسرود موقوف می گردد۔ و فاتحہ شہیدانِ کربلا و اہلِ بیت مجتبیٰ بر کوزۂ شربتِ ناب و رائحۂ عطر و گلاب می رسانند۔ وتا بروز سوم عشرہ محرم ہمیں نمط دستور دارند۔ وآثارِ حزن وابتہال ورنج وغم کہ مقتضیِ محبت است از در ودیوار وشجر وحجر آستانۂ عالیہ موثر می شود۔ کسے بیند کہ دیدۂ بینا دارد۔ وکسے داند کہ قلبِ صحیح دارد ومحبت قوی مکنون خاطرِ اواست

آئین محفل میلاد شریف

سرورِ عالم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

15-1-2013

شب دوازدہم ماہ ربیع الاول بوقوع می آید و بطریق محفلِ پنجشنبہ باحسن وجوہ باختتام می رسد۔

آئین عرس

حضرت پیرانِ پیر شیخ المشارق ومغارب خواجہ عثمانِ ہارونی قدس اللہ سرہٗ

دستور است کہ بہ شب پنجم ماہ عید الفطر در مقام سماع خانہ

مبارک بادی کا شادیانہ بجایا جاتا ہے۔ بالآخر سجادہ صاحب شاہی انداز میں سلام کی رسم ادا کرنے کے لئے قبہ شریف میں حاضر ہوتے ہیں۔ اور قرآن پاک کے طاق کے نیچے بیٹھتے اور حضرت خواجہ بزرگ کی روح پر فتوح کی خدمت میں فاتحہ پیش کرتے ہیں۔ اور اس سے فارغ ہونے کے بعد خانقاہ شریف آ کر مسندِ سجادگی پر تشریف رکھتے ہیں۔ درگاہ شریف سے وابستہ تمام وظیفہ یاب، وگروہ نوبتی، مشعلچی، چوبداران اور گویے حاضر ہو کر (سجادہ صاحب کی) خدمت میں رسمِ تہنیت (مبارکباد) پیش کرتے ہیں۔ اور اپنے رتبہ کے مطابق انعام پاتے ہیں۔ عید الاضحیٰ کا دستور بھی تقریباً عید الفطر کے طریقہ کی طرح ہی معیّن و مقرر ہے۔

عشرہ محرم الحرام کے مراسم

محرم کی رویت ہلال کے ساتھ ہی گانا بجانا موقوف ہو جاتا ہے۔ خالص شربت اور عطر و گلاب کی خوشبوؤں سے معمور کوزے پر شہیدانِ کربلا اور اہلِ بیت مجتبیٰ کے نام پر فاتحہ گذرانتے ہیں۔ اور محرم کی تیرھویں تاریخ تک یہی دستور قائم رہتا ہے اور حزن و ملال اور رنج و غم کے آثار جو محبت کا تقاضا ہے آستانۂ عالیہ کے در و دیوار اور شجر و حجر سے ظاہر ہوتے ہیں۔ جو بھی اہلِ نظر ہوتا ہے اس کا نظارہ کرتا ہے۔ اور اسے وہی جانتا ہے جو قلبِ صحیح رکھتا ہو اور اس کے دل میں قوی محبت موجود ہو۔

محفلِ میلاد شریف

سرورِ عالم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مراسم

حضور سرورِ عالم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محفل میلاد کے مراسم ماہ ربیع الاول کی بارھویں شب کو واقع ہوتے ہیں۔ اور محفل پنجشنبہ کے طریقے کی طرح بہترین انداز میں اختتام کو پہنچتے ہیں۔

پیرانِ پیر شیخ المشارق والمغارب خواجہ عثمان ہارونی قدس اللہ سرہٗ کے عرس کے مراسم

(حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہٗ کے) عرس شریف کا دستور ہے کہ ماہ عید الفطر

محفل می شود۔ و برسمِ معمولی صاحبِ سجادہ زیبِ محفل می گردد۔ و بروز ششم محفلِ قل بنیاد می نمایند و بہر طور اہتمام و التزام محفل بطریق محفلِ قل حضرت خواجہ بزرگ بوقوع می آید۔ چوں محفل ختم می شود۔ دستارِ مشیخت بر فرقِ مبارک حضرت صاحبِ سجادہ مزیب و مزین می گردد و بہ دیگرے دستار دادہ نمی شود۔

آئین عرس بزرگانِ سلسلہ معینیہ

جانبِ پائیں روضہ شریف پیش دالان آرت کارٹ محفلِ سماع برسطحِ فرش سنگ معین است۔ صوفیان صف بستہ می نشینند وقوالان رسمِ سماع ادا می کنند۔ وآغاز محفل بعد ساعت شش کہ سماع معمول وکڑکا ختم می شود مقرر است و قریب نصف شب ختمِ محفل گشتہ شیرینی تقسیم می نمایند۔ اما دریں محفل ہا عصاء و مجر ہا نقرہ کہ لوازمہ سجادگیست مستعمل نمی شود۔

☆☆☆☆☆

(شوال المکرم) کی پانچویں شب بمقام سماع خانہ محفلِ سماع منعقد ہوتی ہے۔اور حسبِ معمول وطریقہ سجادہ صاحب محفل میں رونق افروز ہوتے ہیں۔اور چھٹے روز محفلِ قُل منعقد ہوتی ہے جو حضرت خواجہ بزرگ کی محفلِ قُل کے طریقے کے مطابق پورے اہتمام والتزام کے ساتھ سجائی جاتی ہے۔جوں ہی محفل ختم ہوتی ہے۔تو حضرت سجادہ صاحب کے سر پر دستار بزرگی آراستہ و پیراستہ کرتے ہیں اور کسی دوسرے کو دستار نہیں دی جاتی۔

عرس بزرگان سلسلہ معینیہ کے مراسم

روضہ شریف کے پائیں میں نواب آرکاٹ کے (تعمیر کردہ) پیش دالان میں پتھر کے فرش پر محفل سماع منعقد کرنے کا رواج مقرر ہے۔مشائخ کرام صفوں میں بیٹھ جاتے ہیں اور قوال سماع کی رسم ادا کرتے ہیں۔اور (درگاہ کے) چھ بجے کے بعد محفل کا آغاز ہوتا ہے اور حسبِ معمول سماع اور کڑ کا ختم ہونے تک تقریباً نصف شب ہو جاتی ہے جبکہ محفل اختتام کو پہنچتی ہے۔شیرینی تقسیم کی جاتی ہے۔لیکن اس محفل میں چاندی کا پیش ڈنڈا اور عود دان جو سجادگی کے لوازم ہیں استعمال نہیں ہوتے۔

☆☆☆☆☆

باب دوم

در تذکرہ اولاد واحفاد

حضرت خواجہ بزرگ معین الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز

آوردہ اند کہ حضرت خواجہ را تا سن ہشتاد سال در تجرید وتفرید در گذشت و ہنوز تاہل اختیار نفرمودہ بودند۔ شبے در عالمِ رویا کہ چشمِ ظاہر آشنائی خواب دیدہ اول شاہد رب الارباب بود۔ از حضرت ختمِ رسالت وصدر النبوت ایما رفت کہ معین الدین تو معینِ دینِ ما ہستی۔ اما سنتے از سنت ہائے ما بگذاشتی۔ چوں حضرت خواجہ بزرگ بیدار شد۔ و بعد ادائے فریضہ سحر بہ جلوت اربابِ محبت صحبت افتادو ملک خطاب نام کہ حاکم قلعہ بٹیلی بود۔ خاتونے از قبیلہ راجپوت کہ بہ غنیمت یافتہ بود بخدمت رسانید حضرت خواجہ بہ ارادہ ازلی آں جمیلہ عفیفہ را بہ سلسلۂ زوجیت مباہی فرمود۔ وامۃ اللہ نام کرد۔

خاتونِ دیگر بنت سید وجیہ الدین مشہدیست کہ بہ اشارت و بشارت حضرتنا ومولانا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ در حبالۂ نکاح حضرت خواجہ درآمد۔ از ہر دو عفیفہ سہ پسران و یک دختر بوجود آمدند۔ اما در بطن اختلاف است ۔ برخے برآنند کہ از بطنِ سیدہ محترمہ خواجہ ابوسعید و بی بی حافظہ جمال متولد شدند و از بطنِ دیگر خواجہ فخر الدین و خواجہ حسام الدین بوجود آمدند۔ واللہ اعلم بالصواب۔

خواجہ ابوسعید را دو پسران بودند خواجہ احمد وخواجہ وحید کہ ذکرِ پاک اینہا در فوائد الفؤاد از حضرت سلطان المشائخ منقولست۔ و بی بی حافظہ جمال را جفتِ شرعی شیخ رضی الدین بود کہ برکنارِ حوض مندولا در نواحی قصبہ ناگور است۔ سید حسام الدین بعین شباب از چشمِ مردماں پنہاں شد و بہ صحبت ابدال ورجال الغیب پیوست۔

دوسرا باب

حضرت خواجۂ بزرگ معین الحق والدّین رحؒ

کی اولاد واحفاد (اولاد کی اولاد) کا تذکرہ

منقول ہے کہ حضرت خواجہ بزرگ اسّی (۸۰) سال کی عمر تک تجرد وتنہائی کی حالت میں رہے اور ابھی نکاح کا ارادہ نہ فرمایا تھا۔ایک رات خواب میں جبکہ آپ بظاہر آنکھ سے سو رہے تھے اور دل سے شاہدِ ربّ الارباب بنے ہوئے جاگ رہے تھے۔حضور ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ اے معین الدین! تم ہمارے دین کے معین ومددگار ہو لیکن ہماری سنتوں میں سے ایک سنت کو تم نے چھوڑ دیا۔حضرت خواجہ بزرگ بیدار ہوئے تو نماز فجر ادا فرمانے کے بعد اپنے چاہنے والوں کی مجلس میں رونق افروز ہوئے تو ملک خطاب نامی قلعہ (بٹیلی) بتھیلی کے حاکم نے غنیمت میں آئی راجپوت قبیلہ کی ایک خاتون کو آپ کی خدمت میں پیش کیا۔حضرت خواجہ صاحب نے اس عصمت مآب، خوبصورت خاتون کو اپنی زوجیت میں لینے کا ارادہ فرمایا۔اور اس کا نام امۃ اللہ رکھا۔

ایک دوسری پاک خاتون سے بھی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے اشارہ وبشارت پر آپ نے نکاح فرمایا جو سید وجیہ الدین مشہدی کی دختر تھیں۔حضرت خواجہ صاحب کو دونوں ازواج پاک سے تین صاحبزادے اور ایک صاحبزادی پیدا ہوئے۔لیکن کون کس کے بطن سے ہے اس میں اختلاف ہے۔ایک قول کے مطابق سیدہ محترمہ کے بطن سے خواجہ ابوسعید اور بی بی حافظہ جمال پیدا ہوئے اور دوسری زوجہ کے بطن سے خواجہ فخر الدین اور خواجہ حسام الدین پیدا ہوئے۔واللہ اعلم بالصواب

خواجہ ابوسعید کو دو بیٹے خواجہ احمد اور خواجہ وحید ہوئے۔جن کا ذکر پاک حضرت سلطان المشائخ قدس سرہٗ نے فوائد الفؤاد میں فرمایا ہے اور بی بی حافظہ جمال جو شیخ رضی الدین کے عقد میں آئیں جنکا مزار قصبہ ناگور کے قریب واقع حوض مندولا کے کنارے ہے۔سید حسام الدین

اما حضرت خواجہ فخر الدین را پسرے بوجود آمد کہ حسام الدین سوختہ نام داشت۔ واو از بس عابد و مجاہد و ممتاز و مرتاض مولع و متورع سوختہ آتشِ محبت و آسودہ درد و محنت بود۔ و بہ فیضِ صحبت حضرت سلطان المشائخ از امثال واقران گوئے سبقت ربودہ بود۔ مرقدِ پاکش در قصبہ سانبھر باختر سوئے برسرِ راہِ اجمیر واقع است۔ وخلقِ خدا ازاں خطیرہ گرامی فیضہا می رباید۔

اورا دو پسران بودند معین الدین خرد و قیام الدین بابربال۔ اول ازبس کامل و اکبر بود۔ کمالاتِ علیہ وآثارِ جلیہ داشت و بے واسطہ کسے با حضرت خواجہ نسبتے بود۔ اما انجام کار باشارت خواجہ بزرگ بہ خواجہ نصیر الدین چراغ دہلی رجوع کرد و خلافت یافت۔ اولادِ پاکش بہ سببِ ناہمواری و ناہنجاریِ کفار سکونتِ مالوہ اختیار کرد۔ واز مدینۃ الہدایت و دار الولایت اجمیر ہجرت فرمود۔ سید قطب الدین کہ بعہد سلطان محمود خلجی خداوندِ دوازدہ ہزار سوار بود۔ و چشت خان خطاب داشت۔ از نبائر پاک خواجہ معین الدین خرد است۔

و دیگر ہم صاحبِ مقامِ عالی و برگزیدۂ حضرت آفریدگار بود۔ جوہرِ شجاعت و جلادت نگاہ می داشت۔ و بمقابلۂ کفار دادِ جرأت و شہامت می داد۔ حتیٰ کہ گروہِ مخالف از دستِ او بہ ستوہ می آمدہ و ازیں جہت نامش ہٹیلا باگھ کردہ بودند۔

شیخ المشائخ دیوان سید غیاث الدین احمد علی خاں حسنی الحسینی لاریب فیہ از اولاد و امجاد حضرت خواجہ بزرگ 15-1-2013 اللہ تعالیٰ۔ سلسلہ نسبِ شریفش بہ (۱۹) نوزدہ واسطہ بخواجہ قیام الدین بابربال منتہی می شود۔

شیخ المشائخ دیوان سید غیاث الدین احمد بن دیوان سید سراج الدین احمد بن دیوان سید امام علی احمد، بن دیوان سید محتشم علی احمد بن دیوان سید اصغر علی احمد بن دیوان سید امام الدین احمد بن دیوان سید منیر الدین احمد بن دیوان سید سراج الدین احمد بن دیوان شیخ ابوالفتح احمد بن دیوان سید علم الدین احمد بن دیوان خواجہ ابوالخیر احمد

عین جوانی کے عالم میں لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہوگئے اور ابدال ورجال الغیب میں جا ملے۔

لیکن حضرت خواجہ فخر الدین کو ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام حسام الدین سوختہ رکھا گیا۔ اور وہ واقعی عابد و مجاہد، ریاضت میں ممتاز، تقویٰ کے دلدادہ، آتش محبت میں سوختہ اور درد و محبت میں آسودہ اور حضرت سلطان المشائخ کی صحبت کے فیض یافتہ، سابقہ زمانے والوں کا مثالی نمونہ تھے۔ آپ کا مزار مبارک اجمیر کے راستہ میں قصبۂ سانبھر میں واقع ہے۔ اس آستانۂ گرامی سے خلقِ خدا فیض حاصل کرتی ہے۔

آپ کے دو صاحبزادے تھے ایک معین الدین خرد اور دوسرے قیام الدین بابر بال۔ پہلے صاحبزادے بڑے کامل اور اکبر تھے۔ اعلیٰ کمالات اور روشن علامات رکھتے تھے۔ اور کسی واسطے کے بغیر حضرت خواجہ صاحب سے نسبت و ربط رکھتے تھے۔ لیکن آخر کار خواجہ بزرگ کے اشارہ پر خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی کی جانب رجوع کیا۔ اور خلافت پائی۔ آپ کی اولاد پاک نے کافروں کی سرکشی و شرارت کے باعث شہرِ ہدایت و ولایت یعنی اجمیر شریف سے ہجرت کر کے مالوہ میں سکونت اختیار کی۔ سلطان محمود خلجی کے دورِ حکومت میں دو ہزار سوار کے کمانڈر سید قطب الدین جنہیں چشت خاں خطاب ملا تھا۔ خواجہ معین الدین خرد کے پسر زادوں سے تھے۔

اور دوسرے صاحبزادے بھی بلند مقام کے حامل اور حضرت کے تربیت یافتہ و برگزیدہ تھے۔ فنِ شجاعت و دلیری میں ماہر اور کافروں کے مقابل اپنی جرأت و بہادری پر داد حاصل کر چکے تھے۔ یہاں تک کہ مخالف جماعت آپ کی طاقت سے تنگ آ چکی تھی۔ اور اسی باعث آپ کا نام "ہٹیلا باگھ" یعنی ضدی شیر پڑ گیا تھا۔

شیخ المشائخ دیوان سید غیاث الدین احمد علیخاں حسنی الحسینی کے حضرت خواجہ بزرگ کی اولاد امجاد سے ہونے میں کوئی شک نہیں۔ اللہ تعالیٰ انھیں سلامت رکھے۔ ان کے نسب شریف کا سلسلہ انیس (۱۹) واسطوں سے خواجہ قیام الدین بابر بال تک یوں جا پہنچتا ہے۔

شیخ المشائخ دیوان سید غیاث الدین احمد بن دیوان سید سراج الدین احمد بن دیوان سید امام علی احمد بن دیوان سید محتشم علی احمد بن دیوان سید اصغر علی احمد بن دیوان سید امام الدین

بن شیخ المشائخ معین الدین احمد ثالث بن شیخ المشائخ سید رفیع الدین احمد بایزید خرد بن شیخ المشائخ سید نور الدین احمد طاہر بن شیخ المشائخ تاج الدین احمد بایزید بزرگ بن شیخ شہاب الدین احمد بن شیخ کمال الدین شیخ احمد بن شیخ نجم الدین احمد خالد بن خواجہ قیام الدین بابر بال ہٹیلا باگھ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

بعضے از اہلِ دنیا کہ در باب وجودِ با جود اولاد احفاد حضرت خواجہ بانکار آمدہ اند الحق از جادۂ مستقیم تحقیق و راستی دور افتادند و منازلِ خویش در نہاں خانۂ نکبت و مذلت بنیاد دارند۔

زیرا کہ فقیر مؤلف بمنشاءِ تحقیق و تصدیق ایں معنی کتب سیر و سلوک و فرامینِ شاہانِ ہند جریدہ ہارا کہ در تذکرہ اولاد و احفاد حضرت خواجہ مشہور و مذکور بودند از دفتر تولیت و دیوانِ اوقاف آستانۂ مقدس و مطہر بہم رسانیدہ مقامِ یقین را تا بحق الیقین افزودہ است۔ و ہر آنکہ اقوالِ بزرگانِ سلف و علم و عمل حضرات خلف را بچشم انصاف دیدہ باشد می داند کہ وجوب و وجود اولاد حضرت خواجہ بزرگ اولیاءِ کاملین و بزرگانِ دین در ہر زمان و مکان تصدیق و تحقیق فرمودہ باعتراف و اقبال گرائیدہ اند۔ غیر ایشاں کسے کہ بہوائے نفس و تقاضائے ہوس حرفِ دیگری زند۔ دلدادۂ نفس و سرگشتۂ ہوا و ہوس است۔ لا جرم مناسبِ حال و شایانِ مقال اینست کہ برخے اقوال از ملفوظات و مکتوبات و غیرہم بطرزِ استنباط و انتخاب در ضبطِ تسوید و ربطِ تسطیر در آوردہ شود کہ شاہد حال و مشہودِ مقال باشد۔

15-1-2013

منقول است از فوائد الفواد

کہ بر زبانِ فیض ترجمان سلطان المشائخ گزشت

پانزدہم محرم سن عشرہ سبع مائۃ شنیدم از خواجہ احمد نبیرہ شیخ معین الدین قدس اللہ سرہ العزیز۔ و ایں خواجہ احمد عظیم صالح بود سن عشرین سبع مائۃ پنجم رمضان المبارک۔

احمد بن دیوان سید منیر الدین احمد بن دیوان سید سراج الدین احمد بن دیوان شیخ ابوالفتح احمد بن دیوان سید علم الدین احمد بن دیوان خواجہ ابوالخیر احمد بن شیخ المشائخ معین الدین احمد ثالث بن شیخ المشائخ سید رفیع الدین احمد بایزید خرد بن شیخ المشائخ سید نور الدین احمد طاہر بن شیخ المشائخ تاج الدین احمد بایزید بزرگ بن شیخ شہاب الدین احمد بن شیخ کمال الدین شیخ احمد بن شیخ نجم الدین احمد خالد بن خواجہ قیام الدین بابر بال ہٹیلا باگھ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

بعض دنیا والے حضرت خواجہ بزرگ کی اولاد واحفاد کے وجود کا انکار کرتے ہیں۔ سچ بات یہ ہے کہ یہ لوگ تحقیق اور سچائی کے صراطِ مستقیم سے دور ہو گئے ہیں۔ اور نکبت و ذلت کے اندھیروں میں خود اپنی منزلیں تلاش کر رہے ہیں۔

لہٰذا فقیر مؤلف نے اسی سلسلہ میں تحقیق و تصدیق کے ارادہ سے سیرت و سلوک کی کتابیں، شاہانِ ہند کے فرامین اور حضرت خواجہ صاحب کی اولاد واحفاد کے تذکرہ میں جو جریدے مشہور اور مذکور تھے دفتر تولیت و دیوان اوقاف آستانۂ مقدس ومطہر سے حاصل کر کے یقین کو حق الیقین میں بدلنے کی پوری کوشش کی ہے۔ جس شخص نے بزرگانِ سلف کے اقوال اور حضراتِ خلف کے علم وعمل کو انصاف کی نظر سے دیکھا ہوگا وہ جان لے گا کہ ہر زمان ومکان میں اولیائے کاملین اور بزرگانِ دین نے حضرت خواجہ بزرگ کی اولاد کے وجود کی تحقیق و تصدیق فرمائی ہے اور اس کا اعتراف واقبال کیا ہے۔ ان سے ہٹ کر دوسرے لوگ جو اپنی خواہشِ نفس اور تقاضائے ہوس کے باعث دوسری ہی بات کا چرچا کرتے ہیں۔ وہ نفس کے تابع اور ہوا و ہوس کے شکار ہیں۔ حال کی مناسبت سے یہ بات ضرور کہنے کے لائق ہے کہ کچھ اقوال، ملفوظات و مکتوبات وغیرہ سے بطور اخذ و انتخاب قلم بند کر دیے گئے ہیں۔ تاکہ شاہدِ حال اور مشہودِ مقال ہوں۔

فوائد الفؤاد سے منقول ہے

جیسا کہ سلطان المشائخ (شیخ نظام الدین اولیاء) کی زبان فیض ترجمان پر آیا۔

الغرض چوں چند گہے بگذشت خواجہ وحید الدین نبیرہ خواجہ معین الدین سجزی رحمۃ اللہ علیہ بخدمت شیخ کبیر آمد و بیعت طلبید و دستورے حلق خواست شیخ فرمود۔ من ایں معنی از خاندانِ شما دریوزہ درام۔ مرا واجب نیست کہ شمارا دست بدہم۔ خواجہ وحید الدین الحاحِ بسیار کرد کہ البتہ من مرید شوم۔ خدمتِ شیخ دست بداد و فرمود سر حلق کن ۔ القصہ آں روز خواجہ وحید الدین محلوق شد۔ بعد آں مولانا نصیر الدین نیز محلوق شد۔

☆☆☆

منقول است

از مولانا سید محمد مبارک علوی الکرمانی

خلیفۂ مستند حضرت سلطان المشائخ محبوب الاولیاء شیخ نظام الدین قدس سرہٗ

کذا فی ''سیر الاولیاء''

''فرزندانِ شیخ الاسلام معین الدین سجزی را در حدودِ اجمیر دیہی احیا بود مقطعان جہت مقرر داشت مزاحمت می نمودند۔ فرزندانِ شیخ رابراں داشت کہ در شہر بروند و از بادشاہ مقرر داشت بیارند۔ بہمیں ضرورت خواجہ از اجمیر بہ دہلی آمد۔''

''فرمود۔ شنیدم از حضرت خواجہ احمد نبہ شیخ معین الدین سجزی قدس اللہ سرہ۔ و ایں خواجہ احمد عظیم صالح بود۔''

تنبیہ: ''فرمود''۔ اشارت بحضرت سلطان المشائخ۔ زیرا کہ صاحبِ ''سیر الاولیاء'' ملفوظات حضرت شیخ را ترتیب دادہ است۔

☆☆☆

پندرہ محرم ۷۱۰ھ کو خواجہ احمد نبیرہ شیخ معین الدین قدس اللہ سرہ العزیز سے اور ۵ ررمضان المبارک ۷۲۰ھ کو خواجہ احمد سے جو بڑے صالح تھے میں نے سنا۔

الغرض چند دن گذر جانے کے بعد خواجہ معین الدین سجزی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزندزادہ خواجہ وحید الدین شیخ کبیر کی خدمت میں آئے اور بیعت کا مطالبہ کیا۔ اور سر منڈھانے کے دستور پر عمل کرنے کی خواہش کی۔ شیخ نے فرمایا۔ چونکہ میں اسی سرسبز خاندان کے درخت کی شاخ ہوں میرے لئے ضروری نہیں کہ تمہیں ہاتھ دوں۔ خواجہ وحید الدین نے بے حد آہ وزاری کی کہ میں مرید ہو جاتا ہوں۔ شیخ کی خدمت میں ہاتھ دیا اور فرمایا۔ سر مُنڈھا لو۔ المختصر اس روز خواجہ وحید الدین نے سر منڈھالیا۔ اس کے بعد مولانا نصیر الدین نے بھی سر منڈھالیا۔

☆☆☆

منقول ہے

مولانا سید محمد مبارک علوی الکرمانی سے

جو حضرت سلطان المشائخ محبوب الاولیاء شیخ نظام الدین قدس سرہٗ کے مستند خلیفہ تھے

جیسا کہ ''سیر الاولیاء'' میں ہے

''فرزندان شیخ الاسلام معین الدین سجزی کو جو کہ اجمیر کے حدود میں سکونت پذیر ہوئے تو وہاں کے لوگوں نے مزاحمت کی۔ فرزندان شیخ کو شہر جانا پڑا تا کہ بادشاہ سے حکم نامہ لے آئیں۔ اسی ضرورت سے خواجہ صاحب اجمیر سے دہلی آئے۔''

فرمایا کہ ''حضرت خواجہ احمد نبیرہ شیخ معین الدین سجزی سے قدس اللہ سرہٗ میں نے سے سنا اور یہ خواجہ احمد نہایت نیک سیرت تھے۔''

نوٹ: ''فرمایا'' سے حضرت سلطان المشائخ کی طرف اشارہ ہے۔ اس لئے کہ صاحبِ ''سیر الاولیاء'' ہی نے ملفوظات حضرت شیخ (نظام الدین اولیاء) کو مرتب کیا ہے۔

☆☆☆

منقول است

از درویش جمالی کہ او از بس محقق و صاحبِ نسبت
و از بزرگانِ طریقِ چشتیہ بود۔

کما قال فی سیر العارفین

نقل است از خواجہ معین الدین چشتی۔ کہ روزے بزبانِ دُر بار فرمودند کہ اولاد معین الدین و حمید الدین یکیست۔ وایں قول قبل از پیوند بود و آخر کار نتیجہ قولِ ایشاں ظاہر شد کہ باہم یکے شدہ اند۔ چنانچہ امیر شیخ تاج الدین کبریٰ ابی محمد الحسنی الحسینی سلمہ اللہ تعالیٰ فی بقائہٖ نبیرہ اولاد پسر صلبی حضرت خواجہ معین الدین می شود۔ و نبیہ دخترے سلطان التارکین برہان المجردین شیخ حمید الدین محمد احمد صوفی سعیدی عمری فاروقی یار غار۔ مرید و خلیفہ بزرگ حضرت ایشاں بودہ اند۔ اے خواجہ معین الدین قدس اللہ سرہ العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ درمیان حضرت خواجہ و شیخ حمید الدین خویشی در قدیم است تا معلوم بودہ باشد۔ و بہماں طریق در اولادِ ایشاں ہم خویشی می رود۔ تا معلوم بودہ باشد۔ دراں ایامے کہ ایں حقیر بدولتِ زیارت مرقدِ پُر طہارت حضرت معین الملۃ مشرف گشت از فرزندان حضرت ایشاں۔ صاحبِ سجادہ شیخ المشائخ بایزید ثانی بود۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ و او شیخ کلاں و عظیم الشان بودہ است۔

سید شمس الدین طاہر کہ صد و پنجاہ سال عمر داشت۔ خرقۂ خلافت از خدمتِ شیخ المشائخ بایزید محمد ثانی یافتہ بود۔ و مرید شیخ المشائخ شیخ نور بود کہ در بنگالہ آسودہ است و خدمت سید شمس رحمۃ اللہ علیہ را با حضرت ملک المشائخ و اولیاء سماء الحق والدین 15-1-2013 قدس سرہٗ اعتقادے بے حد و اتحادے بے عدد بود با ایں احقر محبتے و شفقتے عظیم بود۔ از ایشاں استماع است کہ حضرت زبدۃ المشائخ معین الحق والدین را در آخر ہا تاہل واقع شد۔ و فرزندان متولد شدند۔ فامّا چوں ایں حقیر بزیارت روضۂ متبر کہ حضرت زبدۃ المشائخ معین الحق رحمۃ اللہ علیہ رسید ہمراہِ و باتفاق معیت خدمت پیرزادہ برجادۂ شیخ المشائخ نصر الملۃ والدین رحمۃ اللہ علیہ یکجا زیارت حضرت ایشاں بحصول پیوست۔

درویش جمالی جو بڑے محقق، صاحبِ نسبت اور چشتیہ سلسلہ کے بڑے بزرگوں میں تھے سے

منقول ہے

جیسا کہ سیر العارفین میں ہے

خواجہ معین الدین چشتی سے نقل ہے کہ ایک روز اپنی زبانِ دُر بار سے فرمایا کہ معین الدین اور حمید الدین کی اولاد ایک ہی ہے۔ اور یہ قول رشتہ داری سے پہلے کا تھا۔ آخر کار ان کے قول کا نتیجہ ظاہر ہو گیا کہ آپس میں ایک (یعنی رشتہ دار) ہوئے ہیں۔ چنانچہ امیر تاج الدین کبریٰ ابو محمد حسنی حسینی سلمہ اللہ تعالیٰ فی بقاۂ حضرت خواجہ معین الدین کے پوتے ہوتے ہیں اور سلطان التارکین برہان المجردین شیخ حمید الدین محمد احمد صوفی سعیدی یارِ غار آنحضرت (خواجہ معین الدین چشتی) کے نواسے ہوتے ہیں۔ حضرت خواجہ صاحب اور شیخ حمید الدین کے درمیان قرابت قدیم ہے۔ اب معلوم ہوا کہ انکی اولاد میں بھی اسی طریقہ سے قرابت داری چلی آتی ہے۔ یہ معلوم ہونا چاہئے کہ یہ حقیر جب حضرت معین الملۃ کے مرقدِ پاک کی زیارت کی بدولت حضرت ہی کے فرزندوں سے مشرف ہوا تو اس وقت شیخ المشائخ بایزید ثانی رحمۃ اللہ علیہ صاحبِ سجادہ تھے۔ اور وہ بڑے اور عظیم الشان شیخ تھے۔

سید شمس الدین طاہر جن کی عمر ایک سو پچاس (۱۵۰) سال تھی انہوں نے شیخ المشائخ بایزید محمد ثانی سے خرقۂ خلافت حاصل کیا اور شیخ المشائخ شیخ نور کے مرید تھے۔ جو بنگال میں آرام فرما ہیں۔ اور سید شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت ملک المشائخ و اولیاء سماء الحق والدین قدس سرہ سے بے حد اعتقاد اور بے پناہ وابستگی تھی اور اس احقر کے ساتھ انہیں بڑی محبت اور شفقت تھی۔ ان ہی سے سنا کہ حضرت زبدۃ المشائخ نصر الملۃ والدین معین الحق والدین نے آخری عمر میں شادی کی تھی۔ اور انکے فرزند بھی ہوئے۔ جب یہ حقیر حضرت زبدۃ المشائخ معین الحق والدین کی زیارت کیلئے پہنچا تو صاحبِ سجادہ کی معیت حاصل رہی۔ اس جگہ ایک عظیم القدر مجاور مولانا مسعود تھے جنکی عمر قریب اسّی (۸۰) سال تھی۔ اور جن کے والد اور آباء و اجداد سے مولانا احمد شرف (بن امجد بن مخدوم قاضی تاج الدین

درانجا مجاورے بود عظیم القدر مولانا مسعود قریب ہشتاد سال عمر داشت۔ چنانچہ پدر وآبائے واجدادِ او مولانا احمد شرف (بن امجد بن مخدوم قاضی تاج الدین مخدوم قاضی شمس الدین دہلوی نبیرہ امام محمد شیبانی رحمۃ اللہ علیہ) خدمت حضرت شیخ مشاراً الیہ قدس اللہ سرہُ العزیز یافتہ بود۔ ومولانا مسعود از مولانا احمد کہ خادم حضرت شیخ بود۔ نقل می کرد کہ درانچہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ از اجمیر اول بار بہ دہلی رفتند و باز آمدند ایشاں را تاہل واقع شد۔ وآنچناں بود کہ سید وجیہ الدین محمد مشہدی عم سید حسین مشہدی داروغہ خطہ مذکورہ بود دخترے داشت درکمال عصمت وعفت کہ نامِ مبارک ایشاں بی بی عصمت است و ایں عجوزہ مسطورہ بحدّ بلوغ رسیدہ بود۔ می خواست کہ بحبالۂ بزرگ زادہ درآرد۔ وحوالہ نتیجہ ٔ دودمان اشراف نماید۔ ہیچ کس را درخود کمال ولائقِ حال نمی یافت کہ بدو پیوندی فرماید۔ اکثر دریں تامل وتفکر می بود۔ ناگاہ شبے از شب ہا حضرت امام جعفر صادق را در واقعہ دید کہ می فرماید کہ فرزندم وجہہ الدین اشارت حضرت رسالت صلی اللہ وسلم برایں است کہ ایں عجوزہ را بہ شیخ معین الدین سجزی بسپاری۔ ودرحبالۂ او درآری۔ سید وجہہ الدین مذکور از پیوستگانِ حضرت شیخ بود۔ ایں واقعہ بحضرت شیخ اظہار نمود۔ وحضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرمود کہ عمرِ من بہ آخر رسیدہ است۔ یعنی نود سالہ شدہ ام۔ فامّا چوں اشارت حضرت رسول است قبول نمودم و جفت شریعت ساخت۔ ایں فرزندانِ پاک نہاد و درست اعتقاد از اں دودمانِ کرام وخاندانِ عظیم اند۔

نقل

15-1-2013

از عارف ومعارف توکل وتجرید سالک مسالک اُلوہیت وتفرید

سلطان التارکین شیخ حمید الدین صوفی ناگوری نقل آوردہ اند ھکذا فی سرور الصدور کہ بتوجہِ خاص حضرت خواجہ فرید نبیرہ ٔ حقیقی حضرت سلطان التارکین ترتیب وتدوین یافت

چوں خواجہ جیو در اجمیر فرو آمد ملکے کہ درآں وقت بود شیخ جیو را مرید شد ودخترے فرستاد۔ خواجہ جیو درآں وقت معمر شدہ بود۔ عمرے ایشاں بہ نود سال رسیدہ

مخدوم قاضی شمس الدین دہلوی نبیرہ امام محمد شیبانی رحمۃ اللہ علیہ) کو حضرت شیخ کی خدمت کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت شیخ کے خادم مولانا احمد سے مولانا مسعود نے نقل کیا ہے کہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ اجمیر سے پہلی بار دہلی کو گئے اور پھر تشریف لائے تو اس وقت تک آپ متاہل (بیوی بچے والے) ہو چکے تھے۔ وہاں یہ ہوا کہ سید وجیہ الدین محمد مشہدی جو علاقہ کے داروغہ سید حسین مشہدی کے چچا تھے انکی ایک دختر عصمت وعفت میں کمال رکھتی تھیں جن کا نامِ مبارک بی بی عصمت تھا اور یہ مذکورہ خاتون بلوغ کی عمر کو پہنچ چکی تھیں۔ شیخ وجیہ نے چاہا کہ اسے کسی بزرگ زادہ کے نکاح میں دیا جائے اور شریف خاندان کے کسی فرد کے حوالے کی جائے کسی کو بھی اپنی نظر میں کامل اور لائقِ حال نہیں پایا کہ اس سے رشتہ کیا جائے۔ وہ اکثر اسی فکر میں رہتے تھے کہ حضرت امام جعفر صادق کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ اے میرے فرزند وجیہ الدین! حضرت رسالت مآب ﷺ کا اس بارے میں اشارہ ہے کہ اس خاتون کو شیخ معین الدین سجزی کے نکاح میں دے دو۔ سید وجیہ الدین جن کا ذکر کیا گیا۔ حضرت شیخ (معین الدین چشتی) کے وابستگان سے تھے۔ حضرت شیخ سے یہ واقعہ بیان کیا حضرت شیخ نے فرمایا کہ میری عمر آخر ہو چکی ہے یعنی نوے (۹۰) سال کا ہو چکا ہوں لیکن پھر بھی حضرت رسول اللہ ﷺ کا اشارہ قبول کرتا ہوں اور شریعت کے مطابق نکاح فرمایا۔ ان فرزندانِ پاک نہاد کا تعلق اسی خانوادہ بزرگ اور خاندان عظیم سے ہے۔

نقل

سلطان التارکین شیخ حمید الدین ناگوری سے نقل کرتے ہیں کہ

اور ایسا ہی ''سرور الصدور'' میں ہے جو حضرت خواجہ فرید حقیقی نبیرہ حضرت سلطان التارکین

کی خاص توجہ سے ترتیب وتدوین پائی ہے۔

جب خواجہ جیو اجمیر میں تشریف لائے۔ اس وقت کا جو بادشاہ تھا وہ شیخ جیو کا مرید ہوا

بود۔ خواجہ جیورا از آں فر۔ زندان شدند تا وقتیکہ شیخ بزرگ را گفت۔ حمید چیست ایں۔ ہر گاہ کہ مارا دراں جوانی کہ مجرد بودیم حاجتے کہ بشدے دعا می کردم درآں حال اجابت می شد۔ وایں ساعت کہ پیر شدہ ام۔ وفرزندان آمدند۔ ہر گاہ کہ حاجت می شود۔ بسیار وقت می باید۔ ودعا کردہ شود۔ لیکن بعد از دیر باجابت می رسد وحاجت بر می آید۔ ایں چہ حکمت است؟ شیخ بزرگ فرمود۔ گفتم با خواجہ جیو۔ شمارا بہتر روشن است از قصۂ مریم کہ درآں وقت کہ مجرد بود۔ بے خواستِ او میوۂ زمستانی بہ تابستاں می رسید۔ وبہ تابستاں میوۂ زمستاں می رسید۔ کہ دلش با خدا یکتا بود۔ چوں عیسیٰ علیہ السلام بزاد منتظر بود ہمچناں خواہد رسید۔ فرمان شد تا دلت با ما یکتا بود نخواستیم کہ برائے نانے دو دلہ باشی۔ خواجہ جیو چوں ایں شنید پسندید۔

☆☆☆

منقول است
از عالمِ علم حقیقت ویقین، قدوۂ بزرگانِ دین،
مولانا عبدالحق محدث دہلوی بخاری رحمۃ اللہ علیہ
کما قال فی اخبار الاخیار

خواجہ فخر الدین بن خواجہ معین الدین بزرگ بود۔ بکسبِ زراعت مشغول موضع ماندن کہ قریب بہ اجمیر است احیاء ساخت وحکام مزاحمت می کردند۔ وخواجہ بتقریبِ آں بدہلی تشریف آورد۔ ہمیں شیخ فخر الدین 15-1-2013 بعد پدر بست سال در صدر حیات بود۔ در قصبہ سرواڑ کہ شانزدہ کروہ از اجمیر است وفات یافت ونزدیک حوض در قصبہ سروار مدفون است۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

شیخ حسام الدین پسر خُرد　حضرت خواجہ معین الحق والدین است۔
چنیں گویند کہ او غائب شد وبصحبتِ ابدال پیوست قدس اللہ سرہ العزیز۔
خواجہ حسام الدین سوختہ پسر شیخ فخر الدین بن شیخ الاسلام معین

اور انکی خدمت میں ایک خاتون پیش کی۔ خواجہ جیو اس وقت عمر رسیدہ ہو چکے تھے انکی عمر نوے (۹۰) سال کو پہنچ چکی تھی خواجہ جیو کو اس سے بیٹے ہوئے۔ تو اس وقت آپ نے شیخ بزرگ (صوفی حمید الدین ناگوری) سے کہا۔ حمید! یہ کیا بات ہے کہ جب تک ہم جوان تھے مجرّد (

تنہا) رہے۔ کوئی حاجت ہوتی میں دعا کرتا تھا اسی وقت قبول ہو جاتی تھی اور اب یہ وقت ہے کہ میں بوڑھا ہوں، بیٹے پیدا ہو گئے ہیں۔ اب جب بھی ضرورت ہوتی ہے تو بہت وقت لگتا ہے۔ دعا کی جاتی ہے لیکن دیر کے بعد قبول ہوتی ہے اور حاجت پوری ہوتی ہے۔ یہ کیا حکمت ہے؟ شیخ بزرگ (صوفی حمید ناگوری) نے فرمایا کہ میں نے خواجہ جیو (خواجہ معین الدین چشتی) سے عرض کیا کہ آپ پر حضرت مریم کا قصہ خوب روشن ہے کہ جس وقت وہ مجرد تھیں تو انکی خواہش کے بغیر سردیوں کا میوہ گرمیوں میں اور گرمیوں کا میوہ سردیوں میں میسر آتا تھا۔ کیونکہ ان کا دل خدا کے ساتھ یکسو تھا۔ جب عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے وہ منتظر تھیں کہ (رزق) اسی طرح پہنچے گا۔ فرمایا جب تک تیرا دل ہمارے ساتھ یکسو تھا ہم نے نہیں چاہا کہ تو روٹی کے لئے متفکر ہو۔ خواجہ جیو نے جب یہ سنا تو پسند فرمایا۔

☆☆☆

عالمِ علمِ حقیقت و یقین، قدوۂ بزرگانِ دین

مولانا عبدالحق محدث دہلوی بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے

منقول ہے

جیسا کہ اخبار الاخیار میں فرمایا

خواجہ فخر الدین بن خواجہ معین الدین بڑے تھے جو زراعت کے کام میں مشغول تھے اور اجمیر کے قریب موضع ماندن (مانڈل) میں سکونت پذیر ہوئے تو حکام مزاحمت کرنے لگے۔ خواجہ صاحب اس سلسلے میں دہلی تشریف لائے۔ حضرت شیخ فخر الدین اپنے والد کے بعد بیس سال

الدین سجزیست سوختہ آتش محبت و دوختہ ناوکِ مودّت با شیخ نظام الدین اولیاء صحبت داشت۔ مدفنِ او در قصبہ سانبھر طرف غروب بر سرِ راہ اجمیر افتادہ است۔ اورا پدرِ او بنام برادرِ مفقود حسام الدین بن خواجہ معین الدین نام نہاد۔

وحضرت خواجہ بزرگ را دو جفت بود یکے منکوحہ دختر سید وجیہ الدین مشہدی عم سید حسین خنگ سوار کہ بالائے قلعہ اجمیر آسودہ است۔ نامِ او بی بی عصمت۔ و دیگرے نام امۃ اللہ۔ آنچناں بود کہ حضرت خواجہ بکبر سن رسیدہ بود و ہنوز متاہل نشدہ شبے حضرت پیمبر صلی اللہ علیہ وسلم را بخواب دید۔ می فرماید کہ معین الدین تو معینِ دینِ ماستی۔ سنتے از سنتہائے من ترک کردۂ۔ اتفاقاً ہماں شب حاکمِ قلعہ بٹھلی ملک خطاب نام برسرِ کافراں آں حدود تاختہ بود۔ دخترے از دخترانِ راجہائے آں دیار بدست افتاد۔ ملک خطاب مرید خواجہ بود۔ آں دختر را بخدمتِ وے گزرانید وخواجہ اورا قبول کرد۔ کذا فی ''تاریخ بلاد خانی'' ایضاً۔

سید وجیہ الدین مشہدی دخترے داشت بکمال عفت آراستہ و بہ پیرایۂ عصمت پیراستہ۔ ایں دختر بحدِّ بلوغ رسیدہ بود۔ موقوف وجود کفو بود۔ ناگاہ شبے امام جعفر صادق را رضی اللہ تعالیٰ عنہ بخواب دید کہ می فرماید۔ فرزندم وجیہ الدین اشارت حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم دریں است کہ ایں دختر را بخواجہ معین الدین حسن سجزی بسپاری۔ و در حبالۂ او در آری۔ سید وجیہ الدین مذکور از پیوستگان حضرت خواجہ بود۔ ایں واقع را بدو باز نمود۔ 151-2013 خواجہ گفت بابا وجیہ الدین عمر من آخر رسیدہ است لیکن فرمانِ حضرت پیمبر صلی اللہ علیہ وسلم است۔ از قبولِ آں چارہ نیست۔

و ہر یکے از ہر دو خاتون اولاد باشد۔ بی بی حافظہ جمال از آں دختر است نہ دخترِ راجہ چنانکہ در عوام مشہور است و قبر بی بی جمال در پایانِ حضرت خواجہ است۔ جفت شریعتِ او شیخ رضی است و خطیرۂ اور در یکے از قصباتِ ناگور است،

تک باحیات رہے اور اجمیر سے سولہ (۱۶) کوس کے فاصلہ پر واقع قصبہ سروار میں وفات پائی۔ اور قصبہ سروار میں حوض کے نزدیک مدفون ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہ

شیخ حسام الدین حضرت خواجہ معین الحق والدین کے چھوٹے بیٹے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ آپ غائب ہو گئے اور ابدال کی صحبت سے وابستہ ہوئے۔ قدس سرہٗ العزیز

خواجہ حسام الدین جو شیخ فخر الدین بن شیخ الاسلام کے صاحبزادے ہیں جو محبت کی آگ میں سوختہ اور عشق کے تیر سے گھائل تھے انہوں نے شیخ نظام الدین اولیاء کی صحبت اختیار کی۔ ان کا مدفن اجمیر کے راستہ پر بجانب مغرب قصبہ سانمبر (سانبھر) میں واقع ہے۔ ان کے والد نے ان کا نام اپنے گم شدہ بھائی حسام الدین بن خواجہ معین الدین کے نام پر رکھا تھا۔

حضرت خواجہ بزرگ کی دو بیویاں تھیں۔ ایک بیوی سید وجیہ الدین مشہدی کی دختر تھیں جو سید حسین خنگ سوار کے چچا تھے۔ اور قلعہ اجمیر کے بالائی حصہ میں آسودہ ہیں۔ ان کا نام بی بی عصمت تھا۔ اور دوسری بیوی کا نام امۃ اللہ یہ وہی تھیں کہ حضرت خواجہ عمر رسیدہ تھے اور ابھی تک صاحبِ اہل وعیال نہیں تھے تو ایک رات حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی جو فرما رہے تھے کہ۔ معین الدین! تو ہمارے دین کا معین ہے۔ میری سنتوں میں سے ایک سنت کو تو نے ترک کر دیا ہے اتفاقاً اسی شب ملک خطاب نامی حاکم قلعہ بٹھلی نے کافروں پر حملہ کیا۔ راجاؤں کی لڑکیوں میں سے ایک لڑکی اس کے ہاتھ آئی۔ چونکہ ملک خطاب خواجہ صاحب کا مرید تھا اس لئے اس لڑکی کو خواجہ صاحب کی خدمت میں پیش کیا۔ خواجہ صاحب نے اس کو قبول کیا۔ ایسا ہی ''تاریخ بلادخانی'' میں بھی ہے۔

سید وجیہ الدین مشہدی کی لڑکی جو عفت سے آراستہ اور عصمت سے پیراستہ تھی وہ سن بلوغ کو پہنچی تو فکر لاحق ہوئی۔ اچانک ایک رات امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا کہ فرما رہے ہیں۔ میرے فرزند وجیہ الدین! حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اشارہ یہ ہے کہ اس دختر کو خواجہ معین الدین حسن سجزی کے نکاح میں دے دو۔ سید وجیہ الدین حضرت خواجہ صاحب کے وابستگان میں سے تھے۔ یہ خواب آپ کے سامنے پیش کیا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ وجیہ الدین! میری عمر تمام ہو چکی ہے۔ لیکن حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے۔ اسے قبول

بالائے حوض کہ آنرا مندولامی گویند۔ واز بی بی جمال دو پسر شدہ بودند۔ وہر دو در ایامِ طفولیت از جہاں رفتند۔

وحضرت خواجہ را سہ پسرانند۔ شیخ ابوسعید، شیخ فخرالدین، شیخ حسام الدین۔ شیخ ابوسعید از دختر شیخ وجہ الدین است و در شیخ فخرالدین و شیخ حسام الدین اختلاف است۔ سید محمد گیسو دراز و جماعتِ درویشاں برانند کہ از بی بی عصمت اند و سید شمس الدین طاہر و طائفۂ درویشاں می گویند کہ از بی بی امۃ اللہ۔ واللہ اعلم۔

خواجہ معین الدین خُرد پسر بزرگ شیخ حسام الدین سوختہ است۔ اورا خُرد بہ نسبت خواجۂ بزرگ می گویند۔ ہمیں منقبت اورابس است۔ درویش کامل بود۔ وپیش آنکہ مرید شود وبکسبِ ریاضت کار را بجائے رسانیدہ بود کہ بے واسطہ از حضرت خواجہ استفادہ می کرد۔ عاقبت بحکم خواجہ مرید شیخ نصیرالدین محمود شد۔ وخرقۂ خلافت از وے بستد

وپسر خُرد شیخ حسام الدین سوختہ شیخ قیام بابر بال درغایت حسن وصورت وہیبت وعظمت بود۔ از ہر یکے خواجہ معین الدین خُرد و شیخ قیام اولاد بسیار است چشت خاں کہ در مندو بود از اولاد خواجہ معین الدین خُرد نام او شیخ قطب الدین است۔ وسلطان محمود خلجی اورا چشت خان خطاب داد۔ وخداوندِ دوازدہ ہزار سوار گردانید۔ سلطان محمود کہ در اجمیر اسلام کرد۔ می خواست چشت خاں را بدہد۔ وے چوں در مندو از خُردی کلاں شدہ بود۔ اجمیر اختیار نکرد۔ 15-1-2013

واز اولاد شیخ قیام بابر بال شیخ بایزید است کہ اورا شیخ بایزید بزرگ می گویند۔ دانشمند بود۔ در روضۂ خواجہ درس می گفت۔ شیخ احمد امجد شیبانی و دیگر بزرگان شاگردِ او یند۔ واختلافِ مردم کہ در فرزندانِ حضرت خواجہ مشہور است۔ در ہمیں شیخ بایزید است۔ ومنشاء اینست کہ چوں سلطنتِ دارالملک دہلی فتور پذیرفت وکافران بر دیارِ اجمیر غالب آمدند۔ فرزندانِ خواجہ در ینجا

کئے بغیر چارہ نہیں ہے۔

ان دونوں بیویوں میں سے ہر ایک کو اولاد ہوئی۔ بی بی حافظہ جمال جس بیوی سے ہیں وہ بی بی عصمت ہیں۔ نہ کہ راجہ کی بیٹی (یعنی امۃ اللہ) جیسا کہ عوام میں مشہور ہے۔ اور بی بی حافظہ جمال کی قبر خواجہ صاحب کے پائیں میں ہے۔ جن کے شوہر کا نام شیخ رضی تھا اور جن کا مقبرہ ناگور کے قصبہ میں حوض کے کنارے ہے۔ اس کو مندولا بھی کہتے ہیں۔ اور بی بی حافظہ جمال سے دو بیٹے ہوئے اور دونوں بچپن میں ہی دنیا سے رخصت ہو گئے۔

حضرت خواجہ صاحبؒ کے تین صاحبزادے تھے۔ شیخ ابو سعید، شیخ فخر الدین، شیخ حسام الدین۔ شیخ ابو سعید، شیخ وجہہ الدین کی صاحبزادی کے بطن سے تھے۔ شیخ فخر الدین اور شیخ حسام الدین کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ حضرت سید محمد گیسو درازؒ اور درویشوں کی ایک جماعت کا قول ہے کہ وہ بی بی عصمت کے بطن سے تھے۔ اور سید شمس الدین طاہر اور درویشوں کی ایک جماعت کہتی ہے کہ وہ بی بی امۃ اللہ کے بطن سے تھے۔ واللہ اعلم۔

خواجہ معین الدین خرد شیخ حسام الدین سوختہؒ کے فرزند تھے۔ ان کو خرد کی نسبت خواجہ بزرگ رحمۃ اللہ علیہ کے سبب دی جاتی ہے۔ اور ان کے لئے یہی منقبت کافی ہے۔ درویشِ کامل تھے۔ قبل اس کے کہ مرید ہوں کسب و ریاضت انجام دی اور اس رتبہ پر پہنچے کہ بغیر کسی واسطے کے حضرتِ خواجہ صاحبؒ سے راست فیضان حاصل کیا کرتے تھے۔ آخر میں خواجہ صاحب کے حکم سے شیخ نصیر الدین محمودؒ کے مرید ہوئے اور انھیں سے خرقۂ خلافت حاصل کیا۔

اور شیخ حسام الدین کے چھوٹے بیٹے شیخ قیام بابر بال حسن وصورت میں اور ہمت وعظمت میں خوب تھے۔ خواجہ معین الدین خردؒ اور شیخ قیام میں سے ہر ایک کی بہت سی اولاد تھی۔ چشت خاں جو مندو میں تھے انکا نام قطب الدین تھا وہ خواجہ معین الدین خورد کی اولاد میں سے تھے اور سلطان محمود نے انکو چشت خاں کا خطاب دیا تھا۔ اور بارہ ہزار سوار کا سپہ سالار بنایا تھا۔ سلطان محمود نے جب اجمیر میں اسلام کو زندہ کیا۔ تو وہ چاہتا تھا کہ اجمیر چشت خاں کے حوالہ کرے۔ لیکن چونکہ وہ بچپن سے بڑے ہونے تک مانڈو میں رہے تھے اس لئے انھوں نے اجمیر میں سکونت اختیار نہ کی۔

نتوانستند بود۔ فرزندانِ خواجہ معین الدین خُرد جانبِ مندو رفتند۔ و در آنجا سکونت کردند۔ و بنا بر شیخ قیام بابر بال بجانت گجرات رفتند و تعلیم علم کردند۔ و شیخ بایزید جانبِ بغداد رفت و تحصیل علوم کرد۔ چوں سلطان مندو از سالہا در اجمیر اسلام کرد و بر کفار ایں دیار استیلاء یافت۔ شیخ بایزید از مسافرت بہ مندو قدوم آورد۔ شیخ محمود دہلوی۔ شیخ الاسلام مندو بود۔ و صدارت علماء و صلحاء بوے تعلق داشت۔ وے دختر بہ بایزید داد۔ سلطان محمود معتقد شیخ بایزید شد۔ چشت خاں را بہ سبب عصبیتے کہ داشت اعتقادِ بادشاہ نسبتِ وے خوش نیامد۔ سلطان محمود در مقام نصب علماء و مدرس در اجمیر بود۔ چشت خاں باعث شد۔ ہر آنکہ بایزید را نیز با جمیر فرستد تا در روضۂ متبرکہ درس بگوید۔ بعد از مدتے جماعت انکار فرزندیِ او کردند۔ و بہ بادشاہ رسانیدند و بادشاہ از علما و مشائخِ آں زمان استفسار کرد۔ مخدوم خواجہ حسین ناگوری و مولانا رستم اجمیری کہ یکے از علماء و قدماءِ اجمیر بود و علماءِ دیگر گواہی دادند کہ شیخ بایزید از فرزندانِ شیخ قیام بابر بال بن شیخ خواجہ حسام الدین بن شیخ فخر الدین بن خواجہ معین الدین است۔ و فی الحقیقت اگر خواجہ حسین اعتراف بہ نسب او کردہ باشد بس است۔ زیرا کہ وے ولی بود و مقتدا و عارف بسلسلۂ ایشاں و از آنکہ بہ فرزند شیخ بایزید نسبتِ خویشی کرد و دختر داد۔ ظاہر می شود کہ پیشِ ایشاں نسبتِ ایشاں متحقق است۔

الغرض وجودِ اولاد و احفاد حضرت خواجہ متیقن شد۔ انچہ بعض عوام گویند کہ خواجہ حصور بود۔ فرزند ند[illegible]حش است۔ ذکر اولاد خواجہ در ملفوظات مشائخِ چشت واقع است۔

شیخ فرید نبیرۂ حضرت شیخ حمید الدین قدس اللہ سرہٗ در "سرور الصدور" از وے نقل می کند کہ چوں خواجہ ُما را قدس سرہٗ فرزندان تولد شدند روزے از من پرسید کہ حمید چوں است۔ پیش ازیں کہ قوی و جوان بودم ہر چہ از درگاہِ عزت می طلبیدم زود می یافتم اکنوں کہ چوں کہ پیر و ضعیف شدہ ام چوں حاجت بدعا می شود۔ کار بہ درنگ می

اور شیخ قیام بابر بال کی اولاد سے شیخ بایزید ہیں۔ جن کو شیخ بایزید بزرگ کہتے ہیں۔ دانش مند تھے اور خواجہ صاحب کے روضہ میں درس دیا کرتے تھے۔ اور شیخ احمد امجد شیبانی اور دوسرے بزرگ حضرات آپ کے شاگرد تھے۔ خواجہ صاحب کے فرزندوں کے تعلق سے لوگوں کا جو اختلاف ہے وہ انھیں شیخ بایزید کے بارے میں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب دارالملک دہلی کی سلطنت ہاتھ سے جاتی رہی اور کافروں نے اجمیر پر غلبہ حاصل کرلیا تو خواجہ صاحب کے فرزندان اس جگہ نہیں رہ سکے۔ خواجہ معین الدین خُرد کے فرزندان مندو کی جانب چلے گئے اور وہیں پر سکونت اختیار کی۔ اور شیخ قیام بابر بال گجرات کی طرف چلے گئے اور تعلیمات کو عام کیا اور شیخ بایزید بغداد کی طرف روانہ ہوئے اور علوم حاصل کیا۔ جب سلطان کی حکومت کئی سال بعد آئی اور اسلام اجمیر میں عام ہونے لگا اور کفار یہاں سے چلے جانے لگے۔ تو شیخ بایزید پھر سفر کر کے مندو تشریف لائے۔ اس وقت شیخ محمود دہلوی مندو کے شیخ الاسلام تھے۔ اور علماء اور صلحاء کی صدارت ان سے متعلق تھی۔ انہوں نے بایزید کو اپنی بیٹی دی۔ سلطان محمود شیخ بایزید کا معتقد ہوگیا۔ چشت خاں کو جو اس قربت کی وجہ سے تعصب رکھتا تھا اسے بادشاہ کی ان سے یہ عقیدت پسند نہیں آئی۔ سلطان محمود چاہتا تھا کہ اجمیر میں علماء و مدرس کو مقرر کیا جائے۔ چشت خاں مزاحم ہوا کہ بایزید کو اجمیر بھیجا جائے تا کہ روضہ مبارکہ میں وہ درس دیا کریں۔ کچھ مدت بعد ایک جماعت نے ان کی فرزندی سے انکار کردیا اور بادشاہ کو اس واقعہ سے مطلع کیا گیا۔ بادشاہ نے اس زمانے کے علماء اور مشائخ سے استفسار کیا۔ مخدوم خواجہ حسین ناگوری اور مولانا رستم اجمیری جو اجمیر کے علمائے قدیم سے تھے اور دیگر علماء نے بھی گواہی دی کہ شیخ بایزید، شیخ قیام بابر بال بن شیخ خواجہ حسام الدین بن شیخ فخر الدین بن خواجہ معین الدین کے فرزند ہیں۔ اور حقیقت میں اگر خواجہ حسین (ناگوری) انکے نسب کا اعتراف کرلیں تو یہ کافی ہے۔ اس لئے کہ وہ ولی، مقتدا اور عارف تھے اسی وجہ سے انہوں نے شیخ بایزید کے فرزند کو بخوشی اپنی دختر دی تھی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک ان کی نسبت (فرزندی) تحقیق شدہ ہے۔

الغرض حضرت خواجہ صاحب کی اولاد اور اولاد کی اولاد یقیناً تحقیق شدہ ہے۔ اور عوام جو یہ کہتے ہیں کہ خواجہ صاحب لا ولد تھے اور ان کی اولاد نہیں تھی یکسر غلط ہے۔ ملفوظات مشائخ

کشد ۔ بندہ عرض کرد کہ خواجہ را روشن است کہ چوں مریم را رضی اللہ عنہا عیسیٰ علیہ السلام تولد نہ شدہ بود میوۂ زمستانی در بستان و میوہ تابستانی در زمستاں بے محنت در محراب حاضر می یافت ۔ چوں عیسیٰ علیہ السلام تولد شد مریم منتظر بود کہ رزق ہمچناں خواہد رسید ۔ فرمان آمد کہ ہر دو شاخہائے درختِ خرما را بہ سوئے خود بجنباں کہ تا بر تو خرمائے تر بریزد ۔ دریں حال و دراں حال ایں مقدار تفاوت است ۔ خواجہ ایں جواب را از بندہ قبول کرد و پسندید ۔

میاں نجم الدین ہندوی مرید شاہ جیو است و صد و سی سال عمر داشت ۔ پدرِ او وزیر سلطان غیاث الدین مندوی بود ۔ عارف بود و صاحبِ حال و مجرد از علائق از لباس بہ ستر عورت اکتفا داشت ۔ ہفت سالہ بود کہ پیر بر او نظر کرد و بجانبِ خود کشیدہ ۔ گویند کہ در احمد آباد از وے احیاء میت واقع شدہ بود ۔ بعد ازیں قضیہ از انجا غائب شد ۔ و ہیچ کس از اہلِ آں دیار نشانِ او نیافت ۔ و بہ دہلی آمد ۔ اکثر اوقات در مقام خواجہ قطب الدین قدس اللہ سرہٗ می بود ۔ بعد ازاں از روحانیت حضرت خواجہ رخصت طلبید و بمقام اجمیر برفت و در اقرب اوقات وفات یافت ۔ گویند کہ خواجہ معین الدین بزرگ بہ یکے از اولادِ خود بخواب نمود کہ شاہ نجم الدین در صدر وفات است ۔ او را پیش حجرۂ من جا باشد ۔ الآن گورِ او ہمانجا است ۔

منقول است

از ملا عبد القادر بداؤنی

15-1-2013

کہ یکے از مقربان و ملتزمان دولت اکبر شاہ بادشاہ بودہ است و مذہبِ پاک و مشربِ صوفیہ داشت و در فنِ تاریخ عدیم النظیر ، راست گفتار بود ۔

کما فی منتخب التواریخ ، در سن نہ صد و ہشتاد و نہ

وہمچنیں شیخ حسین نبیرہ حضرت خواجہ معین الدین قدس سرہٗ را کہ تسلیمِ خاطر خواہ نمی کرد ۔ بعد از اخراج بہ مکہ معظّمہ و آمدنِ او از انجا در فتحپور و بہماں دستورِ سابق کورنش با ستغنا نمودن ، و ادائے بے اخلاصی از و فہمیدن در بکر فرستادند تا در سال ہزار و

چشت میں حضرت خواجہ صاحب کی اولاد کا ذکر موجود ہے۔

شیخ حمید الدین قدس سرہٗ کے نبیرہ شیخ فرید ''سرور الصدور'' میں نقل کرتے ہیں۔ جب ہمارے خواجہ صاحب قدس سرہٗ کو فرزندان تولد ہوئے ایک روز مجھ سے پوچھا کہ حمید! یہ کیا بات ہے کہ اس سے پہلے میں قوی اور جوان تھا بارگاہِ ایزدی سے میں نے جو بھی طلب کیا وہ فوری پایا ۔لیکن اب جبکہ بوڑھا اور ضعیف ہو چکا ہوں۔ اب جب کبھی دعا کی حاجت ہوتی ہے تو کام میں دیری ہوتی ہے۔ بندہ نے عرض کی۔ یہ سب خواجہ کو روشن ہے کہ جب بی بی مریم کو عیسیٰ علیہ السلام تولد نہ ہوئے تھے تو گرما کا میوہ موسمِ سرما میں اور سرما کا میوہ موسمِ گرما میں بغیر محنت کے محراب میں موجود ہو جاتا تھا۔ جب عیسیٰ علیہ السلام تولد ہوئے تو بی بی مریم منتظر تھیں کہ رزق اسی طرح آئے گا۔ فرمان آیا کہ کھجور کے درخت کی دونوں شاخوں کو اپنی طرف ہلاؤ تا کہ تازہ کھجور گریں۔ اِس حال اور اُس حال میں اسی قدر فرق ہے۔ خواجہ صاحب نے مجھ بندہ کا یہ جواب قبول کیا اور پسند فرمایا۔

میاں نجم الدین ہندوی جو شاہ جیو کے مرید ہیں۔ اور ایک سو تیس سال کی عمر رکھتے ہیں۔ آپ کے والد سلطان غیاث الدین مندوی کے وزیر تھے۔ عارف اور صاحبِ حال اور علائقِ دنیا سے عاری تھے اور آپ کا لباس سترِ عورت تک محدود تھا۔ سات سال کے تھے کہ پیر نے ان پر نظر ڈالی اور اپنی جانب کھینچ لیا۔ کہتے ہیں کہ احمد آباد میں ان سے مردہ زندہ ہوئے تھے۔ اس واقعہ کے بعد اس جگہ سے غائب ہو گئے۔ اور اس شہر کے کسی شخص نے ان کا پتہ نہ پایا اور وہ دہلی آئے اور اکثر اوقات خواجہ قطب الدین قدس سرہ کی بارگاہ میں رہا کرتے تھے۔ اس کے بعد حضرت خواجہ صاحب کی روحانیت سے رخصت طلب کی اور اجمیر شریف روانہ ہوئے۔ اور قریبی اوقات میں وفات پائی۔ کہتے ہیں کہ خواجہ معین الدین بزرگ اپنی ایک اولاد کے خواب میں آئے اور فرمایا کہ شاہ نجم الدین وفات کے قریب ہیں اور اس کو میرے حجرے کے سامنے جگہ چاہیئے۔ اب ان کا مزار اسی جگہ ہے۔

ملاّ عبد القادر بدایونی سے

منقول ہے

دو نظام الدین احمد بتقریب التماس طلب قاضی فتحپوری از بکر و شیخ کمال بیابانی نام اورا هم مذکور ساخت ، و ہمہ را طلبیدہ از آں روئے کہ زمیں بوس بجا آوردند حاضر زماں طلب داشتہ حکمِ خلاص فرمودند و در رینتھور فرستادند و شیخ حسین را باز حکم مدد معاش در بکر فرمودہ نامزد ہمانجا ساختند ۔ چنانکہ ازیں پیشتر مذکور شود۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ شیخ حسین اجمیری شہرت چناں دارد کہ از نبائر حضرت قطب المشائخ ، سلطان الواصلین حضرت خواجہ معین الدین سجزی چشتی است۔ قدس اللہ سرہٗ اما چوں بادشاہ را دراوائل حال اعتقاد بحضرت خواجہ اجمیر نسبت باو انکارے دست داد۔ معانداں برہنمونی بعضے مشائخ فتحپوری کہ ایشاں نیز دراستیصال وقہر ابنائے جنس بودند۔ مساعی جمیل بلیغ فرمودہ اند۔ جزاھم اللہ وبرنفی نسبتش ادائے شہادت نمودہ گفتند کہ از حضرت خواجہ عقبے نماندہ و دریں باب صدور وقضات نیز بموجبِ زمانہ سازی۔ مصرعہ

فَلِدَّهرِ اَتُوبُ هَا فَكُنْ فِی ثِبَاتِهٖ

محضر نوشتند وآں تولیت چندیں سالہ بدیگراں تفویض یافت و شیخ چوں دستگاہے عظیم داشت ودراں صوبہ بادشاہانہ زندگی می کرد وسوانح دیگر علاوہ آں شد و غیرت اولو الامری تاب نیاوردہ اورا حکمِ اخراج بجانب مکہ معظّمہ فرمودند۔ تا درسفر بانس والہ رخصت گرفت و بزیارت حج اسلام فائز گردیدہ باز آمد۔

روز یکہ از فتحپور برآمد بعزم توجہ کابل برسر حکیم محمد مرزا روانہ شدند۔ شیخ از سفرِ حجاز آمدہ ملاومت نمود و شرائط آدا[illegible] نو مسلم ونو مریدان ونو دولت حالا اقرار دادہ از و بوقوع نہ انجامید۔ بعد از مطالعہ در صفحہ احوال وخطوط پیشانی او معائنہ بے اخلاصی بزعمِ خود مشاہدہ نمود حکم حبس در قلعہ بکر فرمودند و چند آنجا بسر می برد تا درسن یک ہزار و دو بسعے بعضے مقربانِ معتقد شیخ را حکم طلب از بکر شد و چوں ہمراہ بعضے از محبوسان مثل شیخ کمال بیابانی کہ شمہٴ ذکرش بالا مذکور گشت وقاضیانِ فتحپور کہ بسعی شیخ ابراہیم چشتی ناچاردہ سال آنجا محبوس بودند و بوسیلہ مرزا نظام الدین احمد فرمان بنام ایشاں رفتہ بود آمدہ کورنش نمودہ سجدہ ہا کردند و حکم

جو اکبر بادشاہ کے مقربین اور ملازمین میں سے ایک تھے، پاکیزہ مذہب صوفی مشرب رکھتے تھے۔فن تاریخ میں عدیم النظیر اور راست باز تھے۔

جیسا کہ منتخب التواریخ درس (۹۸۹) میں تحریر ہے کہ

اسی طرح شیخ حسین نبیرہ حضرت خواجہ معین الدین قدس سرہ کو جب انھوں نے بادشاہ کو خاطر خواہ سلام نہیں کیا تو اس نے انکو مکہ معظمّہ جلاوطن کر دیا۔اور انکے وہاں سے فتحپور آنے کے بعد حسبِ خواہش کورنش (جھک کر سلام کرنے) سے بے نیازی اور بے اخلاصی محسوس کر کے بادشاہ نے انھیں بکر بھیج دیا۔یہاں تک کہ ۱۰۰۲ھ میں نظام الدین احمد نے بطور التماس قاضی فتحپوری کو بکر سے بلالیا۔شیخ کمال بیابانی نے ان کا نام بھی تحریر کر دیا۔سب کو بلایا گیا۔اور چونکہ ان لوگوں نے زمین بوسی کر لی تھی انھیں رہائی کا حکم صادر فرمادیا گیا۔اور رینتھور بھیج دیا گیا۔اور شیخ حسین کو دوبارہ مددِ معاش کے حکم کے ساتھ بکر میں بھیج دیا گیا۔جیسا کہ آگے مذکور ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ۔شیخ حسین جیسا کہ مشہور ہے حضرت قطب المشائخ سلطان الواصلین حضرت خواجہ معین الدین کے نبیرہ ہیں۔لیکن چونکہ بادشاہ کو ابتدائی زمانے میں غریب نواز سے انکے تعلق کے سلسلہ میں انکار تھا اور فتحپوری مشائخ جو اپنے ہم مشرب لوگوں کی تباہی و تاراجی میں کوشاں تھے نے بھی انکے تعلق کی نفی کی اور شہادت دی کہ حضرت خواجہ کے اولاد نہیں رہی اور اس سلسلہ میں صدور اور قاضیوں نے بھی زمانہ سازی کے مطابق۔مصرعہ

فَلِدَّهْرِ اَتُوْبُ هَا فَكُنْ فِیْ ثِبَاتِهٖ

ترجمہ: یعنی زمانے کے لئے میں رجوع ہوتا ہوں پس اسکی حمایت میں ہوجا

محضر لکھا اور وہ تولیت چند سالوں تک دوسروں کو تفویض کی گئی۔اور چونکہ شیخ بڑی عزت رکھتے تھے اور اس صوبہ میں شاہانہ زندگی گذارا کرتے تھے۔دوسرا حادثہ اس کے علاوہ ہو۔بادشاہی غیرت تاب نہ لائی اور انکو مکہ معظمّہ جانے کا حکم ہوا۔آپ نے بانسوالہ کے سفر میں رخصت لی۔اور حج بیت اللہ کا شرف حاصل کرنے کے بعد واپس ہوئے۔

ایک روز کابل میں حکیم محمد مرزا سے ملاقات کے ارادہ سے فتح پور روانہ ہوئے۔شیخ نے سفرِ حجاز سے آنے کے بعد نو مذہب، نو مسلم اور نو مرید وغیرہ کے لئے جو آداب مقرر تھے وہ انجام نہیں دئے تو اپنے

بخلاص ایشاں صدور یافت۔ چوں شیخ پیر معمر ہفتاد سالہ بود و آداب خدمتِ ملوک وطریقِ ملازمتِ ایشاں ہرگز نورزیدہ نمی داند بوضع قدیم تعظیمے فی الجملہ وتسلیم ناتمام کرد۔ باز ازو رنجیدہ و ناخوش آمدہ حکم بمیرزا فرمودند کہ فرمان کہ سہ صد بیگہ زمین مدد معاش در بکر نوشتہ اورا بارِ دیگر روانہ آنجا سازد و بیگم بادشاہ والدہ خلیفہ الزمانی بہ اندرونِ محل در مقامِ شفاعت در آمدہ گفت کہ پوتم او والدہ پیرِ فرتوت دارد۔ در اجمیر ودلش از برائے دیدنِ فرزند کباب است چہ شود اگر اورا رخصتِ وطن فرمایند۔ و ہیچ مددِ معاش از شما نمی خواہد۔ قبول نفرمودہ گفتند اچہ جیو در انجا کہ می رود باز دوکانے برائے خود وا می کند۔ وفتوحات ونذرو نیاز بسیار پیشِ او می آرند۔ و جماعت را گمراہ می سازد۔ غائتش والدہ خود را از اجمیر ہمیں جا طلبد۔ وایں معنی اورا بغایت دشوار تر از رفتن بکر بود۔ و شبے کہ صدر جہاں بتقریب تسلیم تولیت اجمیر چنانچہ جامع انتخاب را از نظر گذرانید۔ آں مہم را کہ خود یافتہ بود برہم زدہ و رضا باں امر ندادہ در خدمت نگاہ داشتند۔ و از صدر جہاں پرسیدند کہ آں پیر بلوچ سادہ لوح کہ عبارت از شیخ حسین باشد کجا است۔ فقیر یاد دہانیدم کہ در لاہور است۔ و بصدر جہاں بمبالغہ گفتم کہ چوں من قابل ایں سعادت نبودم۔ بارے اورا متولیِ آں بلدۂ محفوظ سازند کہ حق بمرکز قرار یابد۔ از انجا کہ شانِ ہندوستانیاں بہ ترتیب ابنائے جنس نیامدہ است و ہیچ گاہ از یک دیگر سینہ صاف نیستند نہ در حق من بیچارہ سعی وے مشکور شد و در باب شیخ حسین۔ و آں پیر مغموم، شکستہ وخستہ حالا، مضطر و مضطرب در گوشۂ خمول افتادہ، نہ مجالِ تردد۔ خانہائے اہلِ دنیا دار دو نہ انگیختن وسائل وسائطہ ہر چند راہ عرض مسدود و خانۂ شفاعت خراب است۔

القصہ شیخ مشار الیہ 15-1-2013 بود خیلے مغتنم و برکت روزگار است۔ و ہر چند مرا باو سابقہ معرفت نبود۔ امّا دریں ایام کہ از سفرِ حجاز آمدہ و محنت بند کشیدہ چناں می نماید کہ تودۂ نوری ست۔ ملکے است مجسّم وسخنِ دنیا معلوم نیست۔ کہ ہرگز خلا و ملا بر زبانِ او می گذشتہ باشد۔ ہمیشہ بریاضت و عبادت ومجاہدت و صائم الدہر و قائم اللیل است۔ امید کہ بحق سبحانہٗ تعالیٰ بموجب فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْراً۔ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْراً اورا فتح یابی حاصل شود

خیال میں اس نے بے اخلاصی سمجھ کر بکر کے قلعہ میں قید کرنے کا حکم دیا۔ کچھ زمانہ اسی طرح گذرا۔ یہاں تک کہ ۱۰۰۲ھ میں بعض معتقد مقربوں کی کوشش سے شیخ صاحب کو شہر سے طلب کرنے کا حکم ہوا اور اسی طرح قیدیوں میں سے بعض لوگوں کو بھی قید سے آزاد کیا گیا۔ جیسے شیخ کمال الدین بیابانی کو جس کا کچھ ذکر ادھر کیا گیا۔ اور فتح پور کے قاضیان جو چودہ سال سے اسی جگہ قید تھے شیخ ابراہیم چشتی کی کوشش سے مرزا نظام الدین کے وسیلہ سے ان لوگوں کے نام فرمان جاری ہوا تو فرشی سلام کر کے ان کی آزادی کا حکم حاصل کیا۔ چونکہ شیخ صاحب ستر سال کی عمر کے تھے اور بادشاہوں کی خدمت کے آداب اور ان کی پیشی میں رہنے کے طریقے سے ہرگز واقف نہ تھے۔ اس لئے قدیم طرز کے مطابق تعظیم کی مگر ادھورا اسلام کیا۔ اس سے رنجیدہ وناخوش ہو کر میرزا کو حکم دیا کہ شہر میں تین سو بیگھہ زمین بطور مددِ معاش سے متعلق جو فرمان لکھا گیا تھا اس کو دوبارہ اسی جگہ پر رکھا جائے اور خلیفۂ وقت کی والدہ بیگم بادشاہ محل کے اندر سفارش کی جگہ پر آئیں اور کہنے لگیں۔ اس صاحبزادہ کی ضعیف والدہ اجمیر میں ہیں جن کا دل اپنے فرزند کو دیکھنے کے لئے بے تاب ہے۔ کیا ہی بہتر ہوگا کہ انھیں انکے وطن کو روانہ فرمادیں۔ اور وہ آپ سے کوئی بھی مددِ معاش قبول نہ کریں۔ جواب دیا کہ جو کوئی اس جگہ جاتا ہے تو پھر اپنے لئے ایک دوکان کھول لیتا ہے اور اس کے آگے بہت سے فتوحات اور نذر ونیاز آنے لگتے ہیں۔ اور جماعت کو گمراہ کرنے لگتا ہے۔ اس کا مقصد تھا کہ اپنی والدہ کو اجمیر سے اسی جگہ بلالیں۔ اور یہ کام اس کے لئے شہر سے چلے جانے سے زیادہ دشوار تھا۔ ایک رات جب کہ جہاں پناہ اجمیر کی تولیت پر جامع انتخاب کرنے کے لئے غور کر رہے تھے۔ اس کام کے لئے خود کو پیش کیا۔ لیکن اس سے اتفاق کرنے کا حکم نہیں دیا گیا اور نگاہ ڈالی اور جہاں پناہ سے پوچھا کہ وہ شیخ حسین نامی معمر شخص کہاں ہے۔ فقیر نے یاد دلایا کہ وہ تو لاہور میں ہے۔ جہاں پناہ سے میں نے مبالغہ کے ساتھ کہا کہ اگر میں اس سعادت کے قابل نہیں ہوں تو ایک بار اس کو اس شہر کا متولی مقرر فرمائیں تاکہ وہ مرکز کا حق پالے۔ اس جگہ سے کہ ہندوستانیوں کی شان ہم وطنوں کی جیسی نہیں ہے۔ اور ایک دوسرے سے اپنے دلوں کو صاف نہیں رکھتے۔ نہ مجھ بیچارے کے حق میں سعی مشکور ہوئی اور نہ شیخ حسین کے بارے میں۔ اور وہ بوڑھا، مغموم، شکستہ، خستہ حال، مضطر ومضطرب ہے۔ جو دنیا والوں کی طرح نہ گھر رکھتا ہے اور نہ ہی دیگر وسیلے اور واسطے مسدود ہیں۔ اور سفارش کا ذریعہ خراب ہے۔

المختصر شیخ مذکور کا تعلق مالدار اور کشادہ روزگار جماعت سے ہے۔ اور سابق میں اس شخص کا مجھ سے کوئی

منقول است

از عالمِ باعمل، واقفِ معقول و ماہرِ منقول امام الطریق

شیخ محمد غوثی بن حسن بن موسیٰ شطاری رحمۃ اللہ علیہ

قال فی گلزار الابرار

ارجمند فرزندانِ معین الدین اولیاء قدس اللہ اسرارھم برخے برآنند کہ فرزند نداشت، حصور بود۔ و جمعے برگزارند۔ دو کد بانو داشت یکے دخت سید وجیہ الدین مشہدی۔ دوم بنتِ راجہ کہ در بند ملک خطاب مرید خواجہ افتادہ بود۔ بخدمتِ پیر فرستاد۔

ہمچنیں گزارش سلطان التارکین ناگوری نیز بر عیال مند بودن خواجہ دلالت دارد۔ آنکہ پورا و شیخ فریدالدین در سرور الصدور نگاشتہ روزے معین الدین والاولیا پس از عیال مندی و فرزند آوردن بمن گفت۔ حمیدالدین پیشتر در ہنگامِ جوانی و تنہائی آنچہ بر ضمیر من می گذشت۔ بہ طلب دلی طلبِ لباس صورت می پوشید۔ اکنوں دریں روزگار کہ پیری و عیالمندی فرا پیش آمد۔ ہمہ آمد ہائے خاطر از سرائے علم بدر معین نمی خرامد۔ عرض کردم پیش از زادن عیسیٰ ''كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا'' حال مریم بود۔ و پس از تولد ☐ وَهُزِّىٓ إِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ مقامِ او گشت بہ شنفتن ایں جواب خوش وقت گردید۔

15-1-2013

الجملہ باندازۂ ایں گذارش ہا برخے کہ معین الاولیا را حصور پندارند محض پندار باشد۔ بی بی حافظہ جمال دختر خواجہ است۔ زادۂ او۔ شہرتِ عامہ نہ بر واقع است۔ در حبالہ شیخ رضی بود کہ خوابگاہش در کنار حوض مندولا کہ یکے از مضافات ناگور است۔ و قبر بی بی در پایانِ حضرت خواجہ۔ دیگر فرزندان را سید محمد گیسو دراز از بی بی عصمت می داند۔ و خواجہ شمس الدین طاہر از امۃ اللہ سریہ می گوید۔ مصرعہ

تعارف نہیں تھا۔ جوان دنوں سفرِ حجاز سے آیا۔ اور قید و بند میں مبتلا رہا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نور کا پیکر ہے۔ ملک کے نشیب وفراز اور دنیا کی باتوں سے وہ واقف نہیں ہیں۔ اس لئے ان کی زبان سے کچھ کا کچھ نکل جاتا ہے۔ ہمیشہ ریاضت، عبادت اور مجاہدات میں مصروف۔ دن میں روزہ دار اور شب میں بیدار رہتے ہیں۔ حق سبحانہٗ تعالیٰ سے امید ہے کہ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۔اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا (یعنی پس بے شک ہر تنگی کے ساتھ آسانی ہے۔ بے شک ہر تنگی کے ساتھ آسانی ہے) کے بموجب انھیں کامیابی حاصل ہوگی۔

بجز خدائے نداند کسے حقیقتِ حال

چندے را رائے آنکہ فرزند داشت لیکن ہمہ از دائرہ خرد سالی پائے بیروں نیاوردہ بازگشت بعالمِ قدس فرمودند۔ ولختے برنگاشتہ اند۔ چندتن از فرزندانش پایۂ بزرگواری وشرفہ برہنمونی رسیدہ بود وایں گزارش بھمر درستی مسجل است کہ سہ پسر داشت رشید ومرشد۔ ازانجملہ مہین پور خواجہ فخر الدین محمد اجمیریست بکمال ہر دو عالم آرستہ وصاحبِ تصرف بود۔ پس از پدرِ بزرگوار آئینِ صدر وشیخی وارشاد بوجودش آرائش پذیرفت۔ پنجم شعبان سال شش صد وشصت ویک از دنیا رفت۔

میانگی برادرش خواجہ ضیاء الدین ابوالخیر نزد برخے کنیتِ او ابوسعید است۔ خدیو کمالات وحالات بود۔ بجایش برنشست۔ او نیز سال شش صد ونود وپنج رخت بربست۔ شیخ حسام الدین از ہمہ خُردتر بود۔ از چشمِ مردم پنہاں شد۔ وبہ طائفۂ ابدال ورجال الغیب پیوست۔

سجادہ نشینی بر نبائر ونسبگان رسید۔ سلسلۂ پیرائے وخانوادہ داری خدیو مشرب چشت معین الاولیا خود بخدمت قطب الاولیاء سپردہ بود۔ شیخ رفیع بایزید وشیخ نور الدین محمد اجمیری کہ از نبائر اند بروشِ صفوت و آئینِ سلوک پیراستہ ظاہر و باطن بودند فرواں سال بر سجادۂ آبائے کرام رہنمونی خدا طلباں کردند۔

شیخ حسام الدین 15-1-2013 پور خواجہ فخر الدین اجمیریست۔ سینہ داغدار سوزِ محبت، و دیدہ اشکبار در طلب داشت۔ بصحبت نظام الاولیاء رسیدہ خوابگاہش در قصبہ سانبھر باختر سوئے برسرِ راہ اجمیر است۔ پدرش بیادِ برادر گم شدہ اورا ہمنام گردانید۔ او نیز دو پسر داشت۔ یکے خواجہ معین الدین خُرد مرید و خلیفہ شیخ نصیر الدین چراغ دہلی است۔ پیش از ارادت آوردن بہ آویزش نفس نافرجام فیروزمند بود۔ واز باطن معین الاولیاء بہرہ وری داشت۔ دوم شیخ قیام

عالمِ باعمل، واقفِ معقولات و ماہرِ منقولات، امام الطریق شیخ محمد غوثی بن حسن بن موسیٰ شطاریؒ سے

منقول ہے

جیسا کہ گلزار الابرار میں درج ہے۔

حضرت معین الدین اولیاء قدس سرہٗ کے فرزندان ارجمند کے بارے میں کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضرت کے فرزند نہیں تھے اور آپ لاولد تھے۔ اور ایک جماعت یہ کہتی ہے کہ آپ کی دو بیویاں تھیں ایک سید وجیہ الدین مشہدی کی بیٹی اور دوسری راجہ کی بیٹی جو خواجہ صاحب کے مرید ملک خطاب کی قید میں آئی تھی تو اس نے اپنے پیر کی خدمت میں پیش کیا۔

اسی طرح سلطان التارکین ناگوری کی گزارش حضرت خواجہ صاحب کے صاحبِ اولاد ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ جیسا کہ انکے فرزند شیخ فرید الدین نے سرور الصدور میں تحریر کیا ہے کہ ایک روز معین الدین والاولیا نے صاحب اہل وعیال ہونے کے بعد مجھ سے فرمایا۔ حمید الدین! پہلے جوانی و تنہائی کے زمانے میں میرے دل میں جو دلی طلب گذرتی تھی وہ عملی صورت اختیار کر لیتی تھی۔ اور اب جب کہ بڑھاپے اور عیال داری کا سامنا ہے۔ دل کی تمام خواہشات پوری نہیں ہو پاتیں۔ میں نے عرض کی کہ عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے قبل بی بی مریم کا حال یہ تھا کُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا۔ (جب بھی زکریا حضرت مریم کے پاس محراب میں داخل ہوتے تو ان کے پاس رزق پاتے)۔ اور پیدائش کے بعد یہ درجہ ہو گیا۔ هُزِّيْ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ (اپنی طرف کھجور کے درخت کی شاخ کو ہلا) آپ یہ جواب سن کر بے حد خوش ہوئے۔

بہر حال اس گذارش کے مطابق ایک جماعت جو معین الاولیاء کو بے اولاد خیال کرتی ہے۔ یہ ان کا محض خیال ہی ہے۔ بی بی حافظہ جمال خواجہ صاحب کی بیٹی ہیں۔ ان کی پیدائش کی شہرتِ عام بلا وجہ نہیں ہے۔ شیخ رضی کے نکاح میں تھیں جن کا مزار مندولا تالاب کے کنارے ہے جو ناگور کے مضافات میں سے ایک ہے۔ اور بی بی حافظہ جمال کی قبر حضرت خواجہ کے پائیں ہے۔ سید محمد گیسو دراز دوسرے فرزندوں کو بی بی عصمت سے خیال کرتے

الدین بابر بال۔ خوش شکل وزیبا چہرہ۔ دلاور، دلیر و بزرگ منش بود۔ ایں ہر دو نیز فرزندانِ نامور دارند۔

شیخ قطب الدین پور نخستیں است۔ از اجمیر در سرِ آغاز آگہی بہ مندو رفت و سلطان خلجی در نوجوانی اورا چشت خانی دادہ خدیو دوازدہ ہزار گردانید۔ چوں بہ فیروزیئے نیروے سلطان پس از فراوان سال در اجمیر اسلام تازگی گرفت۔ خواست بچشت خاں بدہد۔ خوئے بہ مندو گرفتہ بود نہ پزیرفت۔ شیخ بایزید بزرگ پسر پسیں است۔ دانشمند بود۔ در روضۂ معین الاولیاء سالہا درس می گفت۔ شیخ احمد مجد و دیگر بزرگاں شاگردِ اویند۔ در ہنگامِ شورش فرمانروائے دہلی از خیرگیِ پیکر پرستاں او بسوئے بغداد شافت۔ عمرے در آں گل زمین گزرانید۔ چوں از رونقِ اسلام آگہی یافت۔ ازاں دیار مندو آمد۔ سلطان از حسن عقیدت خود اورا انبازِ چشت خاں گردانید۔ چشت خان نیارست برداشت۔ بہ بہانہ مہم سازی دور انداختن او خیال بستہ بعرض سلطان رسانید۔ پیش ازیں برادرِ من شیخ بایزید بزرگ مدرس اجمیر بود۔ سستی اسلام آنجا بر دانش رائے جہاں پیرائے صواب نمود۔ اکنوں دریں دولت آنجا بنائے اسلام از سر نہادہ آمد۔ رفتن آں سبب استواری آں نوبہا می نماید۔ بنا بر سخن چشت خاں شیخ بایزید را بودن اجمیر شد۔ دراں روز جمعے بعرض سلطان رسانید کہ او نزاد معینہ نیست۔ ازیں رو دانشوراں و درویشانِ کہن سال و بزرگانِ آگاہ حال قلمروِ خود را فراہم آوردہ در پر 15-1-2013 مخدوم شیخ حسین ناگوری و مولانا رستم اجمیری کہ در علماء و مشائخ اجمیر یکتا بودند۔ و دیگر خدا آگاہان بر درستی نسب او گواہی دادند۔ پیوندِ خویشی کردن شیخ حسین ناگوری بہ فرزندانِ بایزید نیز گواہِ عدل است۔

☆☆☆

ہیں۔ اور خواجہ شمس الدین طاہر حضرت امۃ اللہ سے کہتے ہیں۔ مصرعہ

بجز خدائے نداند کسے حقیقتِ حال

(سوائے خدا کے حقیقتِ حال کوئی نہیں جانتا)

چند لوگوں کی رائے ہے کہ فرزند تو تھے لیکن تمام خردسالی میں ہی فوت ہو گئے۔ اور عالمِ بالا کو کوچ کر گئے۔ اور ایک جماعت کا خیال ہے کہ ان کے فرزند بڑی عمر کو پہنچے۔ اور صاحبِ رشد و ہدایت ہوئے۔ اس طرح یہ چیز پایۂ ثبوت کو پہنچی کہ آپ کے تین فرزند تھے۔ جو تربیت یافتہ و پیرِ طریقت تھے۔ ان میں سے ایک خواجہ فخر الدین احمد اجمیری ہیں۔ جو دونوں عالم میں درجۂ کمال رکھتے تھے اور صاحبِ تصرف تھے۔ اپنے والدِ بزرگوار کے بعد مسندِ رشد و ہدایت پر متمکن ہوئے۔ پانچ شعبان ۶۶۱ھ کو دنیا سے سدھارے۔

ان کے درمیانی بھائی خواجہ ضیاء الدین ابو الخیر ہیں بعض لوگوں کے نزدیک ان کی کنیت ابو سعید ہے۔ صاحبِ حال و کمال تھے۔ آپ کی جگہ پر بیٹھے۔ وہ بھی ۶۹۵ھ میں وفات پا گئے۔ شیخ حسام الدین جو سب سے چھوٹے تھے لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہو گئے۔ اور ابدال و رجال الغیب کی جماعت سے وابستہ ہو گئے۔

پھر سجادہ نشینی پوتوں اور فرزند زادوں میں پہنچی۔ جن سے خانوادہ اور طریقت کا سلسلہ جاری رہا جو چشتیہ مشرب میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی نے خود قطب الدین بختیار کاکی کے سپرد فرمایا تھا۔ شیخ رفیع بایزید اور شیخ نور الدین محمد اجمیری جو کہ نبیروں میں سے ہیں ظاہر و باطن میں سلوک کے طریقے سے آراستہ و پیراستہ تھے۔ اور کافی سالوں تک حق پرستوں کی رہنمائی کے لئے آبائی سجادہ پر رہے۔

شیخ حسام الدین سوختہ خواجہ فخر الدین اجمیری کے فرزند ہیں۔ جو اپنا سینہ سوزِ محبت سے داغ دار اور اپنی آنکھیں طلبِ حق میں اشکبار رکھتے تھے۔ حضرت نظام الاولیاء کی صحبت میں حاضر ہوئے ان کا مزارِ اقدس اجمیر شریف کے راستہ میں قصبۂ سانبھر میں واقع ہے۔ ان کے والد نے اپنے گم شدہ بھائی کی یاد میں ان کا نام (حسام الدین) رکھا۔ ان کے بھی دو بیٹے تھے۔ ایک خواجہ معین الدین خردؒ جو شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کے مرید و خلیفہ تھے۔ اور مرید

منقولست

ازملفوظاتِ بابرکات قبلۂ عالم وعالمیاں، قدوۂ اصفیاوسندالاولیاعاشقِ جانباز خواجہ سید محمد بندہ نوازگیسودرازقدس روحہٗ ۔ ھٰکذافی جوامع الکلم

بعد نماز خفتن عرضہ داشتم کہ نقل خدمت شیخ الاسلام قطب الدین ایام غیاثی است ۔فرمان شد۔حکایت کہ می گویند دلیل می کند ایامِ شمسی است۔آں حکایت چیست کہ

''بندگی شیخ الاسلام معین الدین از اجمیر آمدند خدمت شیخ قطب الدین شنید ، استقبال کرد چنانکہ مرید با پیر باشد۔ ہیچ کم نہ کرد۔ بعد ازانکہ درخانہ آمد عرضہ داشت کہ چہ سبب بود کہ حق تعالیٰ ایں شہر را بقدوم منور گردانید۔فرمودند۔ بابا بختیار من مزرعہ کردہ بودم آں مزرعہ استقامت گرفت ۔ مقطع فرمان می خواہد۔فرزندان مرا معذور نمی دارند۔ جبر کردند۔ ایں سو فرستادند۔تو از ما چندگاہے پیشتر بودی ۔ مارا راہے بنما برکہ گویم ۔ تا ایں غرض حاصل شود۔عرضہ داشت بندہ را اجازت شود تا ایں کار بکند۔شیخ فرمود۔ برو،بکن ۔

خدمت شیخ درسرائے سلطان شمس الدین آمدند۔ بہ مجرد آنکہ سلطان شنید کہ شیخ می آید از تخت فرود آمد۔ پا پیادہ دوید۔ در صحن دوم ملاقات کرد۔ شیخ را بالا خانہ برد۔ ودلیچہ فراز کرد۔ وچند بار سلطان بروز شیخ رفتہ بود۔ شیخ درکشودہ و برخود نخواندہ ۔ امروز خود آمدہ بادشاہ بیک متحیر ماند کہ ایں مرد بکدام سبب خود آمدہ است۔ پرسید بچہ سبب شیخ بندہ خود را نواختہ اند۔ شیخ فرمود۔ پیرِ من از اجمیر آمدہ است۔ فی الحال سلطان نشست۔ وہم دراں زمان پیشِ خود مرتب کنانیدہ۔فقط۔

ہونے سے پیشتر نفس کی سرکشی کا مقابلہ کرنے میں کامیاب رہے تھے۔اور باطنی طور پر حضرت معین الاولیاء سے فیضیاب تھے۔دوسرے شیخ قیام الدین بابر بال خوش شکل وخوب صورت تھے۔دلاور، دلیراور بزرگ منش بھی تھے۔ان دونوں کے بھی نامور بیٹے تھے۔

شیخ قطب الدین پہلے فرزند (معین الدین خرد) کے بیٹے تھے۔اجمیر شریف سے ابتدائی عمر میں مانڈو چلے گئے۔سلطان خلجی نے نوجوانی میں ان کو چشت خاں کالقب دیا تھا۔اور بارہ ہزار سوار کا سپہ سالار بنایا تھا۔جب سلطان کی فتح مندی اور طاقت سے کئی سالوں کے بعد اجمیر میں اسلام کو طاقت ملی چاہا کہ چشت خاں کو اجمیر عطا کرے۔ان کا دل مندو (مانڈو) میں لگا ہوا تھا۔ یہ عہدہ قبول نہ کیا۔شیخ بایزید بعد والے (یعنی شیخ قیام الدین) کے بیٹے تھے۔بڑے دانشمند تھے۔اور معین الاولیا کے روضہ میں کئی سالوں تک درس دیتے رہے تھے۔شیخ احمد مجد اور دیگر بزرگ حضرات آپ کے شاگرد ہیں۔دہلی کے فرمانروا کی شورش کے زمانے میں بت پرستوں کی سرکشی کی وجہ سے انھوں نے بغداد کا رخ کیا۔اور عمر کا ایک حصہ اسی سرزمین پر گذارا۔جب اسلام کی رونق سے باخبر ہوئے تو اس ملک سے مندو (مانڈو) تشریف لائے۔سلطان نے اپنی حسنِ عقیدت میں شیخ بایزید کو چشت خاں کا شریک کرلیا۔چشت خان نے اس کو برداشت نہ کیا۔مہم سازی کے بہانے ان کو دور رکھنے کا خیال باندھا اور سلطان تک عرضی پہنچائی۔اس سے پہلے میرے بھائی شیخ بایزید بزرگ اجمیر کے مدرس تھے۔وہاں کے اسلام میں سستی آگئی تھی۔اس وجہ سے انھوں نے جہاں گردی کو مناسب سمجھا تھا۔ اب اس ملک میں اسلام کی بناء از سرِ نو رکھی گئی ہے۔اس لئے انکا اس جگہ جانا اسلام کی مضبوطی کے لئے مناسب معلوم ہوتا ہے۔چشت خاں کی اس بات پر شیخ بایزید کو اجمیر میں رہنا پڑا۔اسی زمانے میں ایک جماعت نے سلطان تک عرضی پہنچائی کہ وہ خواجہ صاحب کی اولاد نہیں ہیں۔اسی وجہ سے دانشوروں، عمر دراز درویشوں، خدا پرست وروشن ضمیر بزرگوں نے اپنے اختیار کو استعمال کر کے تحقیق کی۔مخدوم شیخ حسین ناگوری اور مولانا رستم اجمیری جو اجمیر کے علماء و مشائخ میں یکتا تھے اور دوسرے خدا پرستوں نے ان کے نسب کی درستی پر گواہی دی۔شیخ حسین ناگوری کا شیخ بایزید کے فرزندوں سے رشتہ جوڑنا بھی اس بات پر گواہِ عدل ہے۔

☆☆☆

☆☆☆

منقولست

ازملفوظات پاک، زبدہ ارباب ِمعرفت، تاجدارِ کشورِ حقیقت حضرت شاہ ابراہیم چشتی خلف ممتاز حضرت میرک جانباز رحمۃ اللہ علیہ

هکذافی "رسالہ ابراہیمیہ" مولفہ ۱۱۰۰ھ

خواجہٴ بزرگ قدس سرہٗ رازنان وفرزندان بودند۔ چنانچہ در ملفوظ سلطان التارکین شیخ حمیدالدین سوالی الناگوری قدس سرہٗ خلیفہ خواجہ بزرگ می نویسد۔ کہ شبے خواجہ بزرگ پیغمبر علیہ السلام را در خواب دید۔ آنحضرت فرمود کہ اے معین الدین تو معینِ دین ما هستی۔ وسنتے از سنتهائے ما ترک می دہی۔ چوں صبح شد۔ مقطع قلعہ بٹلی ملک خطاب نام از مریدانِ خواجہ بود۔ دختر یکے از راجہائے دارِحرب اسیر کردہ آوردہ بود۔ بخدمت خواجہ فرستاد۔ اوراقبول نمودہ وبی بی امۃ اللہ نام کردو در خدمتِ خود نگاہ داشت۔ وبی بی حافظہ جمال ازوے متولد گشت۔

بعد از چند روز سید وجیہ الدین مشہدی را امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ در خواب فرمود کہ دختر خود را در عقدِ نکاح خواجہ معین الدین درآر۔ چوں ایں مقدمہ بخواجہ بزرگ رسانید۔ بہ امرِ باطن امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ دختر سید وجیہ الدین را کہ بی بی عصمت نام داشت نیز در نکاحِ خود آورد و ازوے پسران بوجود آمدند۔ شیخ فخر الدین ازمحبوب ترین فرزندان خواجہ بزرگ بود۔ وے را بسیار دوست می داشت۔ وے بکسب زراعت مشغول بود۔ موضع ماندن کہ قریب باجمیر است احیاء ساخت۔ حاکمے مزاحمت کردہ بود۔ ازآں جہت خواجہ بزرگ پیش سلطان شمس الدین تشریف برد، فرمان درست کنانیدہ آورد۔ شیخ فخر الدین بعد وفات حضرت خواجہ بست سال در صدر حیات بود۔ سروار کہ شانزدہ کروہ از اجمیر است۔ آنجا وفات یافت۔ نزدیک حوض قصبہ سروار مدفنِ اوست۔

و اورا پسرے بود۔ حسام الدین سوختہ بن شیخ فخرالدین از جمیع

کمالات انسانی آراستہ بود۔ با سلطان المشائخ صحبت داشت۔ قبرِ وے در قصبہ سانبھر طرف غروب، سر راہ اجمیر است۔ و مرقد بی بی حافظہ جمال دختر خواجہ بزرگ پایانِ مرقد حضرت خواجہ واقع است۔ بسے صاحبِ کمال و عالیہ درجات و عارفۂ کاملہ بود۔ بنظر خاص خواجہ بزرگ بترتیب یافتہ۔ چنانچہ بزرگے و کرامات بی بی حافظہ جمال تا امروز ظاہر است۔ رحمۃ اللہ علیہا۔

خواجہ معین الدین خُرد و خواجہ قیام الدین بن حسام الدین سوختہ عارفِ کامل بودند و خواجہ معین الدین خُرد پیش از آنکہ مرید شود۔ بکسب ریاضت کار بجائے رسانیدہ بود کہ بواسطہ از روحانیت خواجہ بزرگ اخذ فوائد می نمود۔ و از اشارتِ باطن حضرت خواجہ بزرگ مرید شیخ نصیر محمود شد۔ و خرقۂ خلافت از وے پوشیدہ و در فواید سلطان المشائخ می فرماید کہ خواجہ احمد نبیرہ خواجہ بزرگ عظیم صالح بود۔ خواجہ وحید برادرے وے پیش گنج شکر آمد کہ مرید شود۔ گنج شکر فرمود کہ من ایں را از خانوادۂ شما دریوزہ کردم۔ مرا چہ مجال است کہ دستِ شما بگیرم۔ و خواجہ وحید بسیار عجز کردہ مرید شد۔ و محلوق گشت۔

الغرض آنکہ بعضے مردم می گویند کہ خواجہ بزرگ حصور بود۔ و اورا اولاد نیست۔ محض غلط است۔ از تصانیف پیرانِ چشت مکرر بہ تحقیق پیوستہ است۔ چنانچہ بالا گزشت۔ ولیکن در کتاب اخبار الاخیار می نویسد کہ اختلاف میانِ بعضے بزرگانِ سلسلۂ چشت دریں واقع شدہ است کہ میر سید محمد گیسو دراز خلیفہ شیخ نصیر الدین محمود و جماعے ازیں قوم می گویند کہ شیخ فخر الدین و شیخ 15-1-2013 الدین از بی بی عصمت متولد شدہ بود و سید شمس الدین طاہر خلیفہ شیخ نور قطب عالم و طائفہ از درویشاں برآں رفتہ اند کہ از بی بی امۃ اللہ بوجود آمدند۔ ہر دو حال فرزندان خواجہ بزرگ اند۔ اما قولِ اول صحیح می نماید۔ چنانچہ تا امروز اولادِ آں پاک نہاد موجود است و فرزندان خواجہ معین الدین خُرد بن شیخ حسام الدین سوختہ بطرف مالوہ رفتہ متوطن شدند۔ احوالِ آں جماعہ معلوم نیست۔ و فرزندان خواجہ قیام الدین بن شیخ حسام الدین سوختہ مذکور در حضرت اجمیر

قبلۂ عالم وعالمیاں، قدوۂ اصفیاء، سند الاولیاء عاشقِ جانباز، خواجہ سید محمد بندہ نواز گیسو دراز قدس روحہٗ کے بابرکات ملفوظات جوامع الکلم میں اس طرح منقول ہے

نمازِ عشاء کے بعد میں نے شیخ الاسلام قطب الدین کے ایامِ غیاثی کے بارے میں نقل کرنے کے لئے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا۔ حکایت جو بیان کرتے ہیں وہ ایامِ شمسی پر دلالت کرتی ہے۔ وہ حکایت کیا ہے؟

"بندہ پرور شیخ الاسلام معین الدین شیخ قطب الدین کے پاس اجمیر سے تشریف لائے۔ جیسے ہی آپ نے سنا ایسا ہی استقبال کیا جیسا مرید پیر کا استقبال کرتا ہے۔ اور اس میں کوئی کمی نہیں کی۔ اس کے بعد گھر میں تشریف لائے تو عرض کی کہ کیا سبب تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس شہر کو آپکی تشریف آوری سے منور فرمایا۔ فرمایا۔ بابا بختیار میں نے کھیتی (شادی) کی تھی۔ وہ کھیتی سرسبز (اولاد) ہوگئی۔ وہ فصل فرمان چاہتی ہے۔ میرے بیٹے معذور نہیں رکھتے بلکہ مجبور کرتے ہیں۔ اس لئے اس جانب بھیجے ہیں۔ تو اس جگہ چند دن ہم سے پہلے رہا ہے۔ ہم کو راہ دکھا کہ کس سے کہوں تاکہ یہ مقصد حاصل ہو جائے۔ عرض کی کہ بندہ کو اجازت ہو تاکہ یہ کام کر سکے۔ شیخ نے فرمایا۔ جاؤ اور کرو۔

شیخ سلطان شمس الدین کے پاس آئے۔ جیسے ہی سلطان نے سنا کہ شیخ آتے ہیں تو تخت سے اتر آیا اور پیدل دوڑا۔ اور دوسرے صحن میں ملاقات کی۔ اور شیخ کو بالا خانہ پر لے گیا۔ وہاں قالین بچھوایا۔ اس دن سلطان کئی بار شیخ کی خدمت میں گیا تھا۔ شیخ نے اپنا دروازہ نہیں کھولا تھا اور اپنے پاس نہیں بلایا تھا۔ اور آج خود آئے ہیں۔ بادشاہ بیحد متحیر ہوا کہ یہ شخص کس غرض سے خود آیا ہے۔ پوچھا کہ کس وجہ سے شیخ نے اپنے بندہ کو نوازا ہے۔ شیخ نے فرمایا۔ میرے پیر اجمیر سے تشریف لائے ہیں۔ فوراً سلطان بیٹھ گیا اور اسی وقت اپنے سامنے فرمان کو مرتب کروایا۔ فقط

سکونت دارند۔ وجائے نشین حضرت خواجہ بزرگ شدند۔ چنانچہ خواجہ حسین یکے از فرزندان خواجہ قیام الدین مسطور تا زمانِ سلطنت نورالدین محمد جہانگیر بادشاہ صاحبِ سجادہ خواجہ بزرگ بود۔ قریب صد سال عمر داشت۔ وہمیشہ بہ عبادت وحق پرستی گزرانید۔ بسیار بزرگ وعالیشان بود۔ بعد از وے شیخ معین الدین برادرزادۂ او برمسندِ سجادہ خواجہ بزرگ نشستہ نہایت خلیق وبزیورِ صلاح وبزرگی آراستہ است۔ حق سبحانہٗ تعالیٰ فرزندانِ خواجہ بزرگ قدس سرہٗ را تا قیامِ قیامت برجادۂ اکرامِ خود باقی وپایندہ درمقام متبرکہ اجمیر وجمیع مکان اسلام نگاہ دارد۔ بحرمت النبی وآلہ الامجاد۔

★★★

منقول است

از صاحب تاریخ فرشتہ درمقابلہ دوازدہم

ذکر سلطان المشائخ حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہٗ در کرت دوم کہ از دہلی مراجعت کرد۔ اورا تاہل واقع شد وشرح ایں چنیں است کہ سید وجیہ الدین مشہدی عم سید حسین مشہدی داروغہ اجمیر بود۔ ودخترے داشت۔ درکمال حسن وعفت وچوں بحدِ بلوغ رسیدہ بود۔ می خواست کہ اورا بحبالہ یکے از دودمان بزرگ درآورد۔ ودر تعین آں متردد بود۔ تا آنکہ امام ہمام جعفر صادق علیہ السلام رادر خواب دید کہ می فرماید۔ اے فرزند وجیہ الدین اشارت رسالت پناہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برآنست کہ ایں صبیہ را بخواجہ معین الدین چشتی بسپاری وبحبالہ نکاح اودرآری کہ اواز واصلانِ درگاہِ الٰہی ومحبانِ خاندانِ رسالت پناہی است۔ چوں وجیہ الدین ایں معنی بخواجہ معلوم نمود۔ خواجہ گفت عمرم بہ آخر رسیدہ۔ اما چوں اشارت حضرت رسالت است وامام ہمام بجز اطاعت چارہ ندارم۔ پس بمقتضائے شریعت مصطفوی آں راجفت خویشتن ساخت۔ چنانچہ ازو فرزندان شدند۔ وبعد از ہفت سال درششم ماہ رجب سنہ ثلث وثلثین ست ماتہ (۶۳۳) ازقید جسمانی بالکلیہ وارستہ بعالم قدس پیوست۔ غرض کہ مدت عمرش بہ نودو ہفت سال رسیدہ بود۔ وبعد از وفات او جمیع پادشاہان نذر روضۂ اوفرستادہ تبرک ہمی جستند۔

☆☆☆

☆☆☆

15-1-2013

زبدۂ اربابِ معرفت، تاجدارِ کشورِ حقیقت حضرت شاہ ابراہیم چشتی خلفِ ممتاز حضرت میرک جانباز رحمۃ اللہ علیہ سے "رسالۂ ابراھیمیہ" مؤلفہ ۱۱۰۰ھ میں منقول ہے

کہ خواجہ بزرگ قدس سرہٗ کو بیویاں اور بیٹے تھے۔ چنانچہ سلطان التارکین شیخ حمید الدین سوالی ناگوری خلیفۂ خواجۂ بزرگ کے ملفوظ میں لکھا ہے کہ ایک رات خواجۂ بزرگ نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اے معین الدین! تو ہمارے دین کا معین ہے۔ اور ہماری سنتوں سے ایک سنت ترک کرتا ہے۔ جب صبح ہوئی۔ قلعہ بٹیلی کا ملک خطاب نامی سپہ سالار جو خواجہ صاحب کے مریدوں میں تھا دارالحرب کے راجاؤں میں سے ایک کی لڑکی اسکے قید میں آئی۔ اس نے اسے خواجہ صاحب کی خدمت میں بھیجا۔ آپ نے اسے قبول فرمایا۔ اور بی بی امۃ اللہ اس کا نام رکھا۔ اور اپنی خدمت میں رکھا۔ بی بی حافظہ جمال انہیں سے پیدا ہوئیں۔

چند روز بعد سید وجیہ الدین مشہدی سے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے خواب میں فرمایا کہ تو اپنی دختر کو خواجہ معین الدین کے عقدِ نکاح میں دے۔ جب یہ واقعہ خواجۂ بزرگ کی خدمت میں بیان کیا۔ امامِ جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے حکمِ باطنی کے مطابق سید وجیہ الدین کی دختر کو بھی جس کا نام بی بی عصمت تھا اپنے عقد میں لے آئے۔ ان سے دو بیٹے پیدا ہوئے۔ ایک شیخ فخر الدین جو خواجۂ بزرگ کے سب سے زیادہ محبوب بیٹے تھے آپ انہیں بہت چاہتے تھے۔ اور وہ ماندن (مانڈل) جو اجمیر کے قریب گاؤں ہے کھیتی باڑی میں مشغول تھے۔ اور وہیں زندگی گذاری۔ ایک حاکم نے مزاحمت کی۔ اسی سلسلہ میں خواجۂ بزرگ سلطان شمس الدین کے پاس تشریف لے گئے۔ اور فرمان درست کروا کر لائے۔ شیخ فخر الدین خواجہ صاحب کے وصال کے بیس سال بعد تک حیات رہے اور سروار میں جو اجمیر سے سولہ کوس کے فاصلہ پر واقع ہے وفات پائی۔ قصبۂ سروار کے تالاب کے قریب انکا مزار ہے۔

ان کے ایک صاحبزادے شیخ حسام الدین سوختہ بن شیخ فخر الدین تھے جو تمام کمالاتِ

منقول است

از بادشاہ کیوان جاہ، سپہر سریر مہر کلاہ، نورالدین جہانگیر شاہ

کما قال فی توزک کہ زادۂ طبع وقاداوست وہر آنچہ کہ درزمان سلطنت خوداورادرپیش آمد قلمبند فرمود درسال ہفتم جلوس۔

”خواجہ حسین نبیرہ خواجہ معین الدین چشتی را یک ہزار روپیہ برائے خرچ شش ماہ دادم۔“

مولف: جہانگیر بادشاہ قریب سہ سال دراجمیر بود۔ وبحضرت خواجہ بزرگ اعتقاد واثق داشت۔ او کہ اعتراف اولاد خواجہ بزرگ کردہ پیشکش داد ومراعات فرمود۔ ازیں معنی مفہوم است کہ بادشاہ با حضرت شیخ ارادت وعقیدت ناطق داشت۔ ودر بابِ فرزندی حضرت خواجہ بزرگ بادشاہ رابالیقین اعتراف بود۔

☆☆☆

مذکوراست درعالمگیرنامہ

سن ہشتم ازآغاز جلوس اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ غازی مؤلفہ محمد کاظم ابن محمدامین کہ بحکم بادشاہ تطبیق واقعات دفتر بادشاہی تالیف نمودہ

شیخ سید محمد صاحب سجادہ جناب قدوۃ الواصلین حضرت خواجہ معین الدین قدس سرہٗ بعنایت خلعت وانعام یک ہزار پانصد (۱۵۰۰) روپیہ کامیاب شد۔ وھومنہ۔ آغاز سن نہم جلوس دولت عالمگیری۔

15-1-2013

”سید محمد صاحبِ سجادہ جناب قدوۃ الاولیاء الواصلین حضرت خواجہ معین الدین چشتی بانعام دوہزارروپیہ سربلندی یافتند۔ وھومنہ سن چہارم ازجلوس اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ غازی شیخ سید محمد متولی مزار فائز الانوار خواجہ ابرارواسوۂ احرار قدوۃ الفقراء الواصلین خواجہ معین الدین قدس سرہٗ العزیز بہ عنایت خلعت ومادہ فیل وانعام یک ہزارروپیہ نوازش یافت۔“

انسانی سے آراستہ تھے۔ سلطان المشائخ (شیخ نظام الدین اولیاء) سے فیضِ صحبت حاصل کیا تھا۔ آپ کا مزار اجمیر کے راستہ پر مغربی جانب قصبۂ سانبھر میں واقع ہے۔ اور بی بی حافظہ جمال دخترِ خواجۂ بزرگ کا مزار حضرت خواجہ صاحب کے پائیں میں واقع ہے۔ جو بڑی صاحبِ کمال، عالی درجات اور عارفۂ کاملہ تھیں۔ خواجۂ بزرگ کی نظرِ خصوصی سے تربیت یافتہ تھیں۔ چنانچہ بی بی حافظہ جمال رحمۃ اللہ علیہا کی بزرگی اور کرامات آج بھی ظاہر ہے۔

خواجہ معین الدین خرد اور خواجہ قیام الدین بن حسام الدین سوختہ عارفِ کامل تھے۔ اور خواجہ معین الدین خرد مرید ہونے سے قبل کسبِ ریاضت سے اس درجۂ کمال کو پہنچ چکے تھے کہ خواجۂ بزرگ کی روحانیت کے وسیلہ سے راست فیض یاب ہوا کرتے تھے۔ اور حضرت خواجۂ بزرگ کے باطنی اشارہ پر شیخ نصیر الدین محمود کے مرید ہوئے۔ اور انہیں سے خرقۂ خلافت پہنا۔ اور فوائد الفؤاد میں سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں کہ خواجۂ بزرگ کے پوتے خواجہ احمد بڑے صالح تھے۔ اور ان کے بھائی خواجہ وحید گنجِ شکر کی خدمت میں آئے تاکہ مرید ہوں۔ تو گنجِ شکر نے فرمایا کہ میں نے خود آپ کے خانوادۂ مبارک سے فیض حاصل کیا ہے۔ تو میری کیا مجال ہے کہ آپ سے بیعت لوں۔ خواجہ وحید نے بہت عاجزی کی۔ مرید ہوئے اور سر منڈایا۔

الغرض بعض لوگ کہتے ہیں کہ خواجۂ بزرگ لاولد تھے اور اولاد نہیں رکھتے تھے۔ یہ محض غلط ہے۔ پیرانِ چشت کی تصانیف سے یہ بات تحقیق سے ثابت ہے جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا۔ لیکن گنج اخبار الاخیار میں درج ہے کہ سلسلۂ چشت کے بعض بزرگوں کے درمیان اس بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ چنانچہ میر سید محمد گیسو دراز خلیفہ شیخ نصیر الدین محمود اور انکی جماعت کے لوگ کہتے ہیں کہ شیخ فخر الدین اور شیخ حسام الدین بی بی عصمت سے پیدا ہوئے تھے۔

اور سید شمس الدین طاہر خلیفہ شیخ نور قطبِ عالم اور درویشوں کی ایک جماعت کا یہ خیال ہے کہ بی بی امۃ اللہ سے پیدا ہوئے تھے۔ ہر دو صورت میں یہ خواجۂ بزرگ کے بیٹے ہیں۔ لیکن پہلا قول صحیح نظر آتا ہے۔ چنانچہ آج تک ان کی اولادِ پاک نہاد موجود ہے۔ خواجہ معین الدین خُرد بن شیخ حسام الدین سوختہ کی اولاد مالوہ کی جانب کوچ کر گئی اور اسے اپنا وطن بنا لیا۔ اس جماعت کے احوال معلوم نہیں ہیں۔ اور خواجہ قیام الدین بن شیخ حسام الدین سوختہ کی اولاد نے اجمیر میں ہی سکونت اختیار کی

مولف: شیخ سید محمد بن شیخ علاء الدین بن شیخ علم الدین بن خواجہ ابوالخیر برادر حضرت خواجہ حسین نبیرہ حضرت قطب الاقطاب خواجہ بزرگ است۔ واز عہدِ شاہانِ خلج و گورگان منصب تولیت اوقاف وسجادگی مزار فیض آثار حضرت خواجہ بزرگ باستحقاق وفرزندی وسبیل وراثت باورسیدہ بود۔ از حضرت شیخ علاء الدین تعمیر بزرگ از سنگ سفید در احاطۂ روضہ حضرت خواجہ حسین بر کنار حوض جھالرہ کہ سولہ تھمہ عرف دارد۔ واز حضرت سید محمد مسجد عالی در بازار پیش زینہ آستانہ عالیہ یادگار است کہ فقیر جامع اوراق بچشم خود دیدہ واز کتبہ کہ برلوح سنگ منقوش است زمانِ تعمیر ونام صاحبِ مکان ظاہر وباہر است۔

☆☆☆

منقول است

مریم زمانی جہاں آرا بیگم بنت شاہ جہاں بادشاہ غازی کما قال فی ''مونس الارواح''

بعضے گفتہ اند کہ آنحضرت دراصل متاہل نشدہ اند۔ وبعضے گفتہ متاہل شدہ امافرزند نہ شدہ۔ وایں ہر دو قول ضعیف است۔ قول صحیح آنست کہ آنحضرت متاہل شدہ اند وفرزندان حاصل گشتند۔ چنانچہ شیخ عبد الحق دہلوی در کتاب اخبار الاخیار خود نوشتہ کہ آں حضرت دو کتخدائی داشتند۔ یکے بی بی عصمت ذکرِ ایشاں سابق مرقوم گشت۔ دوم آنکہ پیر دستگیر شبے در واقعہ دیدند کہ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم می فرمایند۔ اے معین الدین! تو معینِ دین مائی سنتے از سنتہائے ما ترک کردی۔ اتفاقاً ہماں شب حاکم قلعہ بٹھلی ملک خطاب 15-1-2012 کافرانِ آں نواح تاختہ بود۔ دختر راجہ آں دیار اسیر او گشت۔ ملک خطاب مرید پیر دستگیر بود آں دختر را آوردہ بخدمت حضرت ایشاں گذرانید۔ آنحضرت قبول کردند۔ نام او را امۃ اللہ نہادند۔ واز ہر یکے ازیں دو خاتون اولاد شد۔

حضرت بی بی حافظہ جمال در تہِ پائے پدر بزرگوار خود است و جفت شریعت ایشاں شیخ رضی بودہ اند۔ وقبر شیخ در یکے از قصبات ناگور است بر کنارِ حوض کہ آں را

اورخواجہ بزرگ کے جانشین ہوئے۔ چنانچہ خواجہ قیام الدین کے ایک فرزند خواجہ حسین سلطان نور الدین محمد جہانگیر بادشاہ کے زمانے تک خواجہ بزرگ کے سجادہ تھے۔ ان کی عمر تقریباً سو(۱۰۰)سال تھی۔اور ہمیشہ عبادت وحق پرستی میں مصروف رہتے تھے۔اور بڑے بزرگ اور عالی شان تھے۔ان کے بعدان کے برادرزادہ شیخ معین الدین خواجہ بزرگ کی مسند کے سجادہ ہوئے۔بہت ہی خلیق اورنیکی وبزرگی سے آراستہ تھے۔حق سبحانہٗ تعالیٰ خواجہ بزرگ کی اولاد کو قیامت تک اپنے نیک راستہ پر باقی و پائندہ رکھتے ہوئے اجمیر شریف اور دوسرے اسلامی مقامات پرانکی نگہبانی کرے۔ نبی کریم اور آپکی اولاد امجاد کے طفیل۔

☆☆☆

صاحبِ تاریخِ فرشتہ سے بارھویں باب میں منقول ہے

سلطان المشائخ خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہٗ دوسری بار جب دہلی سے لوٹے۔اس وقت آپ صاحبِ اہل وعیال تھے۔اوراس کا ثبوت یہ ہے کہ سید حسین مشہدی داروغہٗ اجمیر کے چچا سید وجیہ الدین مشہدی کی ایک بیٹی تھی۔ جوحسن وعفت میں درجہٗ کمال رکھتی تھی۔جب وہ سنِ بلوغ کو پہنچی تو انہوں نے چاہا کہ اس کی کسی شریف گھرانے میں شادی کریں۔اوراس کے تعین میں پس وپیش میں تھے۔یہاں تک کہ امام ہمام جعفرصادق رضی اللہ تعالیٰ کوخواب میں دیکھا کہ فرمارہے ہیں۔کہ اے فرزند وجیہ الدین!رسالت پناہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اس طرف اشارہ ہے کہ اس محبوب بیٹی کوخواجہ معین الدین چشتی کے سپرد کردو کہ وہ اس کواپنے نکاح میں لے آئیں۔کیونکہ وہ خدا رسیدہ بزرگوں اور خاندانِ رسالت کے عاشقوں سے ہیں۔جب وجیہ الدین نے یہ بات خواجہ صاحب کوبتلائی۔خواجہ صاحب نے فرمایا کہ میں اپنی عمر کے آخری حصہ کو پہنچ چکا ہوں۔لیکن جب حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور امامِ ہمام رضی اللہ عنہ نے اشارہ فرمایا ہے تو اطاعت کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ چنانچہ شریعت مصطفوی کے مطابق ان سے عقد فرمایا۔جن سے دو بیٹے پیدا ہوئے۔اورسات سال بعد چھ رجب ۶۳۳ھ کو عالمِ قدس کوسدھارے۔اس طرح ان کی عمر ستیانوے(۹۷)سال تھی۔اورانکی وفات کے بعد سبھی بادشاہ آپکے روضے پرنذرانے بھیجا کرتے اور تبرک حاصل کرتے ہیں۔

مندولا گویند۔ واز بی بی جمال دو پسر شدہ بود کہ در حالت طفولیت ازیں عالم رحلت کردہ اند۔ و بعضے از مردم عوام می گویند کہ بی بی حقیقی دختر حضرت پیر دستگیر نبودند۔ دختر خواندہ آنحضرت اند۔ لیکن سخن عوام را اعتبارے نیست۔ چرا کہ ایں مقدمات در کتب مندرج است۔

منقول است کہ حضرت پیر دستگیر را سہ پسر بود۔ شیخ ابو سعید و شیخ فخر الدین و شیخ حسام الدین واختلاف است دریں کہ ہر سہ از بی بی عصمت اند یا از بی بی امۃ اللہ۔ سید محمد گیسو دراز کہ مرید حضرت شیخ نصیر الدین قدس اللہ سرہٗ العزیز با یک جماعہ درویشاں بر آنند کہ ہر سہ از بی بی عصمت شدہ اند۔ و سید شمس الدین طاہر با یک جماعہ بر آنند کہ شیخ ابو سعید از بی بی عصمت شدہ اند و دو فرزند دیگر از بی بی امۃ اللہ۔ و اللہ اعلم بالصواب۔

شیخ فخر الدین قدس اللہ سرہٗ بسیار بزرگ و صاحبِ حال و مقامات عالی بودہ اند۔ و بکسب زراعت اشتغال داشتند و موضع ناندن کہ در حوالی اجمیر است احیا ساختہ اند۔ انچہ در ملفوظات مشائخ چشتیہ مسطور است کہ فرزندانِ آنحضرت دیہی احیاء بودہ و حاکم مزاحمت می رسانید۔ بدیں جہت بدہلی تشریف آوردند۔ ہمیں شیخ فخر الدین بودہ اند و ایشاں بعد پدر بزرگوار خود بست سال در قید حیات بودہ در قصبۂ سروار کہ از خطۂ اجمیر شانزدہ کروہ است برحمت حق پر ستند۔ و مدفن شریف ایشاں نزدیک حوض قصبہ مذکور است۔

و شیخ حسام الدین پسرانِ خُرد حضرت پیر دستگیر بودند۔ چنیں گویند کہ ایشاں غائب شدہ بصحبت ابدالان پیوستند۔ در اخبار الاخیار شیخ عبد الحق محدث دہلوی نوشتہ اند۔ احفاد آنحضرت متیقن است۔ آنچہ بعضے مردم عوام گویند کہ حضرت خواجہ بزرگ حصور بودند۔ و فرزندان نداشتند غلط فاحش است۔

ذکر اولاد آنحضرت در ملفوظات مشائخ چشت واقع است۔ شیخ فرید نبیرہ شیخ حمید الدین ناگوری از جد خود نقل کردہ اند کہ چوں خواجہ مارا فرزندان حاصل شدند۔ از من پرسیدند کہ حمید چوں است۔ پیش ازیں کہ قوی و جوان بودم ہر چہ از درگاہ حضرت می طلبیدم یافتم۔ اکنوں پیر و ضعیف شدم۔ حاجت بہ دعا می شود۔ و کار بہ درنگ

☆☆☆

می کشد۔ بندہ عرض کرد کہ آنحضرت را روشن است چوں مریم را علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام حاصل نہ شدہ بود۔ میوۂ زمستاں در تابستاں می رسید۔ و بے منت در محراب حاضر می یافت۔ چوں عیسیٰ علیہ السلام متولد شد۔ حضرت مریم منتظر شدند کہ رزق ہمچناں خواہد رسید۔ فرمان آمد کہ بروشاخہائے درخت خرما بجنباں تابرتو خرمائے تر بریزد۔ دراں حال وایں حال ایں قدر تفاوت است۔ حضرت خواجہ را ایں جواب از بندہ قبول افتاد و بہ پسندیدند۔

شیخ فخر الدین ولد آنحضرت را پسرے بود شیخ حسام الدین سوختہ نام بسیار بزرگ بودند۔ با حضرت شیخ نظام الدین بداؤنی قدس اللہ سرہٗ صحبت داشتہ بودند۔ وقبر شیخ حسام الدین سوختہ در سانبھر طرف مشرق سرراہ اجمیر واقع است۔ خواجہ معین الدین خُرد پسر بزرگ شیخ حسام الدین سوختہ اند وایشاں را خُرد نسبت بحضرت خواجہ بزرگ می گویند۔ وہمیں منقبت در افتخارِ ایشاں بس است۔ خواجہ خُرد درویشے کامل بود۔ و پیش ازانکہ مرید شوند۔ بکسب ریاضت ومجاہدت کارے بحدے رسانیدہ بودند کہ بے واسطہ از حضرت خواجہ بزرگ پیر دستگیر استفادہ می فرمودند۔ آخر بحکم آنحضرت مرید حضرت شیخ نصیر الدین قدس اللہ سرہٗ شدند وخرقۂ خلافت ازایشاں پوشیدند۔

یکے از نبائر حضرت پیر دستگیر خواجہ بایزید بزرگ بودند۔ وقتیکہ سلطان محمود خلجی بادشاہ ماندو بود۔ شیخ بایزید بعد از عمرہا دراز از سفر اباز آمدند۔ وادعائے فرزندی نسبت آنحضرت کردند۔ وسلطان محمود خلجی ایشاں را بتدریس خطہ اجمیر نصب کردند۔ ایشاں عالمِ کامل بودند۔ شیخ [illegible] اختلاف مردم کہ در فرزندان حضرت خواجہ بزرگ قدس اللہ روحہٗ مشہور است درہمیں شیخ بایزید است کہ بعد از مدتے اقامت نمودن اجمیر جماعہ انکار فرزندیِ ایشاں کردند بہ بادشاہ وقت رسانیدند۔ بادشاہ از علماء مشائخ آں زمان استفسار کرد۔ شیخ حسین ناگوری وملا رستم اجمیری کہ از قدوۂ علماء عصر وقدماءِ اجمیر بودند با علماء دیگر گواہی دادند کہ شیخ بایزید از فرزندان شیخ قیام الدین بن شیخ حسام الدین بن شیخ فخر الدین بن خواجہ معین الحق والملۃ والدین است

منقول ہے

بلند درجت، عالی مرتبت، مہر کلاہ نورالدین جہانگیر شاہ سے تزک جہانگیری میں اس (نورالدین جہانگیر) کی عالی طبیعت کا خاصہ تھا کہ اپنی سلطنت کے زمانے میں جو بھی واقعات پیش آئے انکو تخت نشینی کے ساتویں سال میں قلم بند کیا۔

''میں نے خواجۂ حسین نبیرۂ خواجہ معین الدین چشتی کو چھ ماہ کے اخراجات کے لئے ایک ہزار روپئے دئے''

مؤلف: کا بیان ہے کہ جہانگیر بادشاہ قریب تین سال تک اجمیر میں رہا۔ خواجۂ بزرگ سے بڑی عقیدت رکھتا تھا۔ اس نے بھی خواجۂ بزرگ کی اولاد کا اعتراف کرتے ہوئے نذرانے اور سہولیات پیش کیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بادشاہ حضرت شیخ سے پختہ ارادت وعقیدت رکھتا تھا اور حضرت خواجۂ بزرگ کی اولاد کا بادشاہ کو یقیناً اعتراف تھا۔

☆☆☆

اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ غازی کی تخت نشینی کے آٹھویں سال بادشاہ کے حکم کے مطابق محمد کاظم ابن محمد امین کی جانب سے تالیف کردہ بادشاہ کے دفتر کے واقعات یعنی

عالمگیر نامہ میں مذکور ہے

شیخ محمد صاحبِ سجادہ، حضرت قبلۃ الواصلین خواجہ معین الدین قدس سرہٗ کو خلعت اور ایک ہزار پانچ سو روپئے کا انعام عطا کیا گیا تھا۔ اور وہ سلطنتِ عالم گیری کا نویں سال کا آغاز تھا۔

''سید محمد صاحب سجادہ قبلۃ الاولیاء الواصلین، حضرت خواجہ معین الدین چشتی دو ہزار روپئے کے انعام سے سرفراز فرمائے گئے تھے۔ اور وہ اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ کی تخت نشینی کا چوتھا سال تھا۔ شیخ سید محمد متولی مزارِ فائز الانوار، خواجۂ ابرار، قدوۃ الفقراء الواصلین، خواجہ معین الدین قدس سرہٗ العزیز کو خلعت، ہتھنی اور ایک ہزار روپے کے انعام سے نوازا گیا تھا۔''

مؤلف: شیخ سید محمد بن شیخ سید علاء الدین بن شیخ علم الدین بن خواجہ ابوالخیر برادر خواجہ

قدس اللہ ارواحھم۔ وشیخ حسین بہ فرزندانِ شیخ بایزید نسبت خویشی کردہ اندو دختر دادہ اند۔ ازیں ظاہر است کہ نسبت فرزندیِ ایشاں بر شیخ حسین متحقق شدہ کہ حضرت پیر دستگیر خواجہ معین الحق والدین قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ از سادات حسینی بودہ اند۔ وبلا شبہ از اولا دامجاد حضرت سید المرسلین اند۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ودریں سخنے نیست۔

بدانکہ حضرت پیر دستگیر را چشتی ازاں جہت گویند کہ چشت نام قصبہ ایست از ولایت چوں اولیاء اللہ مثل حضرت خواجہ ابو احمد ابدال چشتی وحضرت خواجہ ابو محمد چشتی وحضرت خواجہ ابو یوسف چشتی قدس اللہ ارواحھم ازاں قصبہ بودہ اند۔ بنابرآں ایں سلسلہ را چشتیہ می گویند۔ وہر کس کہ از مریدان ایشاں است اورا چشتی می نامند۔ وحضرت پیر دستگیر خواجہ معین الدین حسن سجزی درہمیں سلسلہ مرید شدہ اندو نسبت ارادت ایشاں بہ پانزدہ واسطہ بحضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم می رسد۔ ومرید خاص وخلیفہ بزرگ حضرت پیر دستگیر حضرت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی کاکی اند۔ ومرید وخلیفہ خاص ایشاں حضرت شیخ فرید الدین مسعود اجودھنی۔ ومرید وخلیفہ خاص ایشاں حضرت شیخ نظام الدین اولیاء و مرید وخلیفہ خاص ایشاں حضرت شیخ نصیر الدین محمود اودھی قدس اللہ اسرارھم۔

وصاحبِ ''سیر العارفین'' می نویسد کہ حضرت شیخ نصیر الدین محمود خرقہ خلافت ہیچ کس ندادہ اند۔ ودر وقتِ دفن بموجب وصیت ایشاں خرقہ وعصا وتسبیح وکاسئہ چوبیں نعلین را بایشاں در قبر گذاشتند باتمام رسید شمہ از ذکر حضرت پیر دستگیر قدس اللہ سرہٗ

☆☆☆

منقول

15-1-2013

از قدح کش صومعہ کشف وتحقیق ملا عبد الباری بخاری الاجمیری

کذافی رسالہ ادھمی کہ در عہد امن مہد شہنشاہ ہفت کشور

محمد شہاب الدین شاہ جہاں بادشاہ غازی ترتیب وتالیف یافت

درآنوقت محمد جلال الدین اکبر بادشاہ برائے طلب فرزند دریں درگاہ آسمان جاہ آمدہ التجا کرد و باکثر درویشاں متعلقان روضہ مقدسہ نیز دعا می

حسین نبیرۂ حضرت قطب الاقطاب خواجہ بزرگ ہیں۔اور شاہانِ خلجی کے دور سے حضرت خواجہ بزرگ کے مزارِ فیض آثار کی سجادگی اور تولیتِ اوقاف کے منصب پر فرزندووارث ہونے کا حق رکھتے ہوئے فائز ہیں۔ حضرت شیخ علاء الدین نے حضرت خواجہ حسین کے روضہ کے احاطے میں سنگ مرمر کی عظیم الشان عمارت تعمیر کی جو جھالرا کے کنارے پر سولہ تھمہ (سولہ کھمبا) کے نام سے مشہور ہے۔آستانۂ عالیہ کی سیڑھیوں کے سامنے بازار میں واقع مسجد عالی حضرت سید محمد کی یادگار ہے۔جس کو فقیر مؤلف نے اپنی آنکھوں سے خود دیکھا ہے اور پتھر کی تختی پر ایک کتبہ بھی کندہ ہے۔جس سے تعمیر کا زمانہ اور تعمیر کرنے والے کا نام ظاہر وواضح ہے۔

☆☆☆

مریم زمانی جہاں آرا بیگم دختر شاہ جہاں بادشاہ غازی سے ''مونس الارواح'' میں منقول ہے

بعض لوگ کہتے ہیں کہ آنحضرت (خواجہ صاحب) دراصل صاحبِ اہل وعیال نہیں تھے۔اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ شادی شدہ تھے۔لیکن لاولد تھے۔اور یہ دونوں قول ضعیف ہیں۔ صحیح قول یہ ہے کہ حضرت خواجہ صاحب شادی شدہ بھی تھے۔اور صاحبِ اولاد بھی۔ چنانچہ شیخ عبدالحق دہلوی نے اپنی کتاب ''اخبار الاخیار'' میں خود لکھا ہے کہ حضرت کی دو بیویاں تھیں۔ ایک بیوی عصمت جن کا پہلے بیان لکھ دیا گیا ہے۔ دوسری وہ کہ ایک رات پیرِ دستگیر (خواجہ غریب نواز) نے خواب میں دیکھا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں۔اے معین الدین! تو ہمارے دین کا معین ہے۔تو نے ہماری سنتوں میں سے ایک سنت کو ترک کر دیا۔ اتفاقاً اسی شب ملک خطاب نامی حاکم قلعۂ بٹھلی نے کافروں کی سرحد پر حملہ کیا تھا۔اس ملک کے راجہ کی ایک لڑکی کو قید کر لیا۔ملک خطاب پیرِ دستگیر خواجہ صاحب کا مرید تھا۔اس لڑکی کو لے آیا اور حضرت کی خدمت میں پیش کیا۔حضرت نے قبول فرمایا۔اس کا نام امۃ اللہ رکھا۔اور ان دو بیویوں میں سے ہر ایک کو اولاد ہوئی۔

حضرت بی بی حافظہ جمال اپنے والدِ بزرگوار کے پائین میں آسودہ ہیں۔جن کے شوہر کا نام شیخ رضی تھا جنکی قبر ناگور کے ایک گاؤں مندولا کے تالاب کے کنارے بتائی جاتی ہے۔بی

خواست۔ چنانچہ بعد عشا نزد شیخ بودم۔ بادشاہ با پوستین وکلاہِ پشمین در حجرہ شیخ آمدہ بنشست۔ (مراد شیخ از شیخ ملک نبیرہ خواجہ ابراہیم بلخی چشتی است) وکسے نہ شناخت قدرے نان وساگ حاضر بود۔ پیش نہادند۔ خورد وخوش وقت گردید۔ و گفت بادشاہ ازیں درگاہ طلبِ فرزند دارد۔ وخدمتِ درویشاں بجا می آرد۔ در باب او دعا باید کرد۔ شیخ فرمود کہ اگر اعتقاد بادشاہ بصدق است در اولاد برکت خواہد شد۔ بادشاہ از انجا نیت در دل کردہ برخاست۔ چوں دیگر بار کہ با مراد و مطلب رسیدہ پا پیادہ بہ در حضرت خواجہ چشت اہلِ بہشت آمدہ آنچہ نذر قبول کردہ بود بہ حقایق آگاہ دستگاہ شیخ حسین مرحوم دادند۔ بمتعلقان روضہ منورہ مکرمہ ہرکدام وہیچ کس محروم نماند ودر حجرۂ شیخ ملک آمدہ آنچہ نیت در دل قرار شدہ بود ظاہر فرمود کہ پانصد روپیہ و دولک تنگہ پیش شیخ نہادہ کہ بمستحقان قسمت کردہ بدہند۔ ایشاں گفتند من دفتر نام نویسی ندارم کہ قسمت کنم پیش دروازہ روضۂ متبرکہ بہ نہید۔ ہرکرا احتیاج خواہد بود خواہد گرفت۔ ہمچناں کردند۔ ہرکہ احتیاج داشت برداشت عمر شیخ ملک یک صد وسی سال شدہ بود۔ بتاریخ نوازدہم شہر ربیع الثانی وفات یافتند وقبرِ ایشاں در روضۂ منورہ نزدیک سبیل کلاں مقابل چراغ کلاں واقع است۔ ومصلہ سنگ کھو براں قبر است۔ ازاں شیخ دو پسران بودند۔ شیخ عبد الملک وشیخ شہاب۔ اکثر نقلیات ومذکورات راجع کردہ مرقوم نمودہ شد۔

نقل است کہ شیخ عبد الملک مرقوم اکثر اوقات با صحبت ہمنشیناں خود می نشستند ومذکور از لطف واحسان حضرت قطب الاقطاب پیر دستگیری کردند۔
از جان ودل من معتقد آنحضرتم مقرر کردہ ام کہ در ہر شب اول ماہ نماز استخارہ می کنم وہماں شب خود را بحضور پرنور آنحضرت می بینم چوں برائے طلبِ خود کہ استخارہ کردہ حاجت عرض می کنم۔ در آں وقت جواب باصواب می شود۔

وقتے روز جمعہ بعد ادائے نماز شیخ عبد الملک وہم نشینان ایشاں وغیرہ عزیزان آمدہ در داخول روضۂ منورہ نشستند۔ دراں وقت نیز مذکور لطف وکرم حضرت

بی جمال سے دو بیٹے ہوئے۔ جو بچپن ہی میں رحلت کر گئے۔ اور عوام میں سے بعض لوگ کہتے ہیں کہ بی بی (حافظہ جمال) حضرت پیرِ دستگیر خواجہ صاحب کی بیٹی نہیں تھیں۔ بلکہ منہ بولی بیٹی تھیں۔لیکن عوام کی باتوں کا اعتبار نہیں۔ کیونکہ یہ واقعات کتابوں میں درج ہیں۔

منقول ہے کہ حضرت پیر دستگیر خواجہ صاحب کے تین بیٹے تھے۔ ابوسعید، شیخ فخر الدین اور شیخ حسام الدین۔ اوراس میں اختلاف ہے کہ تینوں بی بی عصمت کے بطن سے ہیں۔ یا بی بی امۃ اللہ سے۔ سید محمد گیسو دراز جو حضرت شیخ نصیر الدین قدس سرہٗ کے مرید تھے اور ایک درویشوں کی جماعت کا خیال ہے کہ یہ تینوں بیٹے بی بی عصمت کے تھے۔لیکن سید شمس الدین طاہراورایک جماعت کا خیال ہے کہ شیخ ابوسعید بی بی عصمت کے بطن سے ہیں۔ اور دوسرے دو بیٹے بی بی امۃ اللہ سے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

شیخ فخر الدین قدس سرہٗ بڑے بزرگ اور صاحبِ حال، اور عالی مقام تھے۔ اور کھیتی باڑی سے روزی کماتے تھے۔ اور اجمیر کے قریب موضع ناندن (مانڈل) میں سکونت اختیار کی تھی۔ یہ سب کچھ ملفوظاتِ مشائخ چشتیہ میں لکھا ہوا ہے۔ کہ حضرت خواجہ صاحب کی اولاد نے جب گاؤں میں سکونت اختیار کی۔ حاکم نے مزاحمت کی۔ اس کے سبب آپ دہلی تشریف لائے۔ یہی وہ شیخ فخر الدین تھے جو اپنے پدرِ بزرگوار کے بعد بیس سال تک حیات رہے۔ اور اجمیر سے سولہ (۱۶) کوس دور قصبہ ٔ سروار میں واصل بحق ہوئے۔ اور آپ کا مزار شریف قصبہ کے تالاب کے نزدیک ہے۔

اور شیخ حسام الدین جو پیر دستگیر حضرت خواجہ صاحب کے چھوٹے بیٹے تھے ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ ابدالوں کی صحبت میں غائب ہو گئے۔ "اخبار الاخیار" میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رقم طراز ہیں کہ حضرت خواجہ صاحب کی اولاد یقیناً ہے۔ اور وہ جو بعض عوام کہتے ہیں کہ حضرت خواجہ بزرگ غیر شادی شدہ تھے اور ان کی اولاد نہ تھی بالکل غلط ہے۔

ملفوظات مشائخ چشت میں حضرت خواجہ صاحب کی اولاد کا ذکر موجود ہے۔ شیخ فرید نبیرہ ٔ حضرت شیخ حمید الدین ناگوری اپنے جد سے نقل کرتے ہیں جب خواجہ صاحب کو بیٹے ہوئے تو انہوں نے مجھ سے پوچھا۔ اے حمید! کیا بات ہے اس سے پہلے جب کہ میں قوی و جواں تھا۔ بارگاہِ رب العزت سے جو بھی مانگتا پالیتا تھا۔ اب بوڑھا اور کمزور ہو چکا ہوں۔

قطب الاقطاب در بیان آمد۔ شیخ عبدالملک گفتند انچہ کہ در باب من لطف و کرم حضرت پیر دستگیر شدہ است۔ آنرا ظاہر می کنم ۔ چند بار کہ عرض کردم بمراد دل رسیدم۔

تمام مذکورات و ماجراہا بر زبان آوردند و گفتند کہ گاہے گاہے در خاطرم می گذشت کہ حضرت پیر دستگیر مارا بچہ روش می دانند۔ آیا در زمرۂ خاصانِ خود یا در عوام الناس۔ شب اول ماہ بود۔ بعد نیم شب نماز استخارہ کردہ تسبیح می کردم۔ خواب غلبہ کرد۔ در مراقبہ شدم۔ معائنہ شد خود را حضور پرنور دیدم کہ می فرمایند۔ عبد الملک ترا و آبا و اجداد ترا صادق الاعتقاد و خاصانِ خود دانستہ بخلافت و ریاست منسوب کردہ ایم۔ و بر جمعیت شما ایں چیزہا مہیا کردہ ایم۔ ہمدراں شب بحقائق آگاہ بندگی حضرت خواجہ حسین مرحوم ہم دریں باب بشارت شد۔ و ایں نیز فرمودند کہ چیزے کہ گفتہ شد بہ عبدالملک اظہار خواہند کرد۔ بوقت صبح آں حقائق آگاہ مارا طلبیدند و اظہار کردند و گفتند شما در معاملہ چہ دیدہ اید بیان کنید و انچہ در باب شما مرا بشارت شدہ آں را من بیان کنم ۔ گفتم کہ از مدت آرزو داشتم کہ در باب خود بخدمت قطب الاقطاب عرض کنم و جواب حاصل نمائم ۔ مارا جواب باصواب حاصل شد کہ فرمودند ترا و آبا و اجداد ترا صادق الاعتقاد و خاصانِ خود دانستہ بخلافت و ریاست منسوب کردہ ایم و بہر جمعیت شما ایں چیزہا اختیار نمودہ ایم۔ حقائق آگاہ فرمودند۔ آنچہ بشما حضرت فرمودند ہمیں نمط بمن فرمودند و سوائے آں دیگر نیز فرمودند کہ عبدالملک نبیرہ ابراہیم ادہم است و اورا دوست داشتہ در باب او متوجہ باشید و از طریقہ چشتیہ ممتاز کنید ۔ 15-1-2013 [illegible] فرمودند۔ الحال ہرچہ می خواہید ہمہ موجود است۔ بیعت دادہ و عمامہ و پیراہن خود پوشانیدہ و چند اوراد و وظیفہ خود عنایت کردہ اجازت دادند و خلافت نامہ نوشتہ بمہر خود مزین کردہ نیز عنایت فرمودند و آں خلافت نامہ و محضر نامۂ ریاست بمہر غفران پناہ حضرت خواجہ حسین چشتی و از مہر اہالی و موالی دارالخیر اجمیر مسلم و موجود است و بعد ازاں روز غفران پناہ بے نہایت متوجہ بودند و بسیار التفات می کردند۔

اب دعا کی حاجت ہوتی ہے تو کام میں تاخیر ہوتی ہے۔ بندہ نے عرض کی۔ یہ سب حضور پر روشن ہے کہ جب بی بی مریم کو عیسیٰ علیہ السلام پیدا نہیں ہوئے تھے تو موسمِ گرما کا میوہ سرما میں محراب میں موجود رہتا تھا۔ جب عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو بی بی مریم منتظر تھیں کہ رزق اسی طرح آ پہنچے گا۔ فرمان ہوا کہ کھجور کے درخت کو ہلا۔ تا کہ تازہ کھجور گر پڑیں۔ اُس حال میں اور اِس حال میں اسی قدر فرق ہے۔ حضرت خواجہ صاحب کو بندہ کا یہ جواب قبول ہوا اور بہت پسند آیا۔

خواجہ صاحب کے صاحبزادے شیخ فخر الدین کو شیخ حسام الدین سوختہ نام کے ایک فرزند تھے۔ جو بہت بزرگ واقع ہوئے تھے۔ اور شیخ نظام الدین بدایونی کے ہم صحبت تھے۔ شیخ حسام الدین کا مزار اجمیر کے راستے پر مشرقی جانب سانبھر میں واقع ہے۔ خواجہ معین الدین خُرد، شیخ حسام الدین سوختہ کے بڑے بیٹے تھے۔ جن کو حضرت غریب نواز خواجۂ بزرگ کے مقابلے میں خواجہ معین الدین خُرد کہتے ہیں۔ آپ کے لئے یہی تعریف و فخر کافی ہے۔ خواجۂ خُرد ایک درویشِ کامل تھے۔ قبل اس کے وہ مرید ہوں اپنی ریاضت اور مجاہدوں کی بدولت اس مقام تک پہنچ چکے تھے کہ حضرت خواجۂ بزرگ سے بلا واسطہ فیضان حاصل کرتے تھے۔ آخر آپ کے حکم سے حضرت شیخ نصیر الدین قدس سرہٗ کے مرید ہوئے اور انہیں سے خرقۂ خلافت حاصل کیا۔

حضرت پیرِ دستگیر خواجہ صاحب کے نبیروں سے ایک خواجہ بایزید بزرگ بھی تھے۔ اس وقت جبکہ سلطان محمود خلجی مانڈو کا بادشاہ تھا۔ شیخ بایزید بزرگ کئی سال کے طویل سفر کے بعد پھر تشریف لائے اور حضرت خواجہ صاحب کی اولاد ہونے کا ادّعاء فرمایا۔ سلطان محمود خلجی نے علاقۂ اجمیر میں آپ کو تدریس پر مقرر کیا۔ آپ عالمِ کامل تھے۔ شیخ احمد مجد کہتے ہیں کہ حضرت خواجۂ بزرگ کی اولاد میں جن کے بارے میں عوام کا اختلاف مشہور ہے وہ یہی شیخ بایزید ہیں۔ اجمیر میں ایک عرصہ تک قیام کرنے کے بعد آپ کی فرزندی کا ایک جماعت نے انکار کر دیا۔ اور بادشاہ کے پاس عرضی پیش کی۔ بادشاہ نے اس زمانے کے علماء اور مشائخ سے دریافت کیا۔ شیخ حسین ناگوری اور ملا رستم اجمیری اجمیر کے اس زمانے کے عالموں کے پیشوا اور اجمیر کے قدیم باشندے تھے دوسرے علماء کے ساتھ انہوں نے گواہی دی کہ شیخ بایزید، شیخ قیام الدین بن شیخ حسام الدین بن شیخ فخر الدین بن

وقتے کہ می رفتم دیدہ می فرمودند۔ بیائید نبیرۂ ابراہیم ادہم بیائید۔ کہ آنحضرت قطب الاقطاب چنیں فرمودہ اند زہے سعادت مندی شما و دریں ضمن نیز از لطف و عنایت غفران پناہ اظہار می کردند کہ روزے نور جہاں بیگم بخدمت آں غفران پناہ یک شال طوسی بہ قیمت دوصد و پنجاہ روپیہ خوش قماش بود کہ در انگشتری برمی آمد فرستادہ بود و اکثر مردمان بخدمت آں غفران پناہ می رفتند دیدہ تحسین می کردند۔ روزے بخدمت غفران پناہ رفتم۔ آں شال را بمن نمودند من نیز قماش و لطافت آں بیان کردم۔ چوں از انجا برخاستم حقایق آگاہ آں شال را معہ فرجے نیلک بدست خادمِ خود بخانۂ ما فرستادند۔ بعضے از مقربان بخدمت حضرت حقائق آگاہ رفتہ گفتند کہ آں شال بسیار قیمتی بود۔ می بائستی کہ حضرت نگاہ می داشتند و یا بما یان می بخشیدند کہ ما آرزو داشتیم۔

فرمودند ایں مقرر است کہ ہر کہ بہر چیزے آرزو دارد بہ او نمی رسد۔ چنانچہ شیخ عبدالملک را شما نمی شناسید او یکے از خاصانِ ایں درگاہ است و ازاں روز آں حقائق آگاہ ہمیشہ از نقد و جنس در سال تا دوصد روپیہ امداد می کردند۔ و برادرم شیخ شہاب را نیز التفات می کردند و چناں اختیار دادہ بودند کہ تمام دیہات سرکار در تعلق ایشاں کردہ مختار فرمودند و ہرچہ پرداخت می کردند پسند می شد۔ و از احوال ایں قدر امداد می کردند کہ محتاج چیزے نبود و بعض ہا بہ حضور حقائق آگاہ غیبت، چغلی می کردند بآنہا سرزنش می شد و گفتہ آنہا پیش نمی رفت و من گاہ گاہے بخدمتِ آں حقائق آگاہ می رفتم و شیخ شہاب ہمیشہ در آنجا می بود و دیگر التفات و مہربانی آں حقائق آگاہ کجا بیان کنم کہ نہایت ندارد و نیز دیگر مذکور التفات و شفقت حضرت قطب الاقطاب بیان می فرمودند۔

☆☆☆

منقول است

از حضرت شیخ الھدیہ چشتی کہ او خلیفہ مستند حضرت شاہ اعلیٰ چشتی صابری است رحمۃ اللہ علیہ کذا فی سیر الاقطاب

خواجہ معین الحق کے فرزند ہیں۔ شیخ حسین (ناگوری) نے شیخ بایزید کے فرزندوں سے رشتہ داری کی اور اپنی بیٹی دی۔ اس سے ظاہر ہے کہ شیخ حسین پر آپ کے اولادِ خواجہ ہونے کی نسبت تحقیق شدہ تھی۔ اور یہ کہ حضرت پیر دستگیر خواجہ معین الحق والدین قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ ساداتِ حسینی سے تھے اور بلاشبہ حضرت سید المرسلین کی اولادِ امجاد میں تھے۔ اور اس میں کوئی کلام نہیں ہے۔

اور یہ بھی جان لینا چاہئے کہ حضرت پیر دستگیر کو چشتی اس وجہ سے کہتے ہیں کہ چشت خراسان کے ایک قصبہ کا نام ہے۔ حضرت خواجہ ابو احمد ابدال چشتی، حضرت خواجہ ابو محمد چشتی اور حضرت خواجہ ابو یوسف چشتی جیسے اولیاء اللہ قدس اللہ ارواحھم اسی قصبہ میں رہتے تھے۔ اسی بنا پر اس سلسلہ کو چشتیہ کہتے ہیں۔ اور جو شخص بھی اس سلسلہ کے بزرگوں کا مرید ہوتا ہے اس کو چشتی کہتے ہیں۔ حضرت خواجہ معین الدین حسن سجزی اسی سلسلہ میں مرید ہوئے ہیں۔ اور ان کی نسبت پندرہ واسطوں سے حضرت پیغمبر علیہ السلام تک پہنچتی ہے۔ حضرت پیرِ دستگیر کے مریدِ خاص اور بڑے خلیفہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی کاکی ہیں۔ اور انکے مرید اور خاص خلیفہ حضرت شیخ فرید الدین مسعود اجودھنی ہیں۔ اور انکے خاص مرید و خلیفہ شیخ نظام الدین اولیاء اور انکے خاص مرید و خلیفہ شیخ نصیر الدین محمود اودھی قدس اللہ اسرارھم ہیں۔

صاحبِ ''سیر العارفین'' لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ نصیر الدین محمود نے اپنا خرقۂ خلافت کسی شخص کو نہیں دیا۔ اور انکی تدفین کے وقت انکی وصیت کے مطابق خرقہ، عصا، تسبیح، لکڑی کا پیالہ، نعلین کو انکی قبر میں رکھدیا گیا۔ حضرت پیر دستگیر قدس سرہٗ کا مختصر ذکر اختتام کو پہنچا۔

☆☆☆

منقول ہے کہ

ملا عبد الباری بخاری اجمیری نے ''رسالہ ادہمی'' میں تحقیق کے ساتھ لکھا ہے۔
جس کی ترتیب و تالیف شہنشاہ محمد شہاب الدین شاہجہاں بادشاہ غازی
کے پُرامن دور میں انجام پائی۔

جب محمد جلال الدین اکبر بادشاہ نے فرزند کی آرزو میں اس درگاہ شریف میں حاضر ہو کر التجا کی تو روضہ مقدس سے متعلقہ اکثر درویشوں سے بھی دعا کی درخواست کی۔ چنانچہ عشاء کے بعد جب کہ

نقل است کہ آنحضرت درعہد سلطان شمس الدین التمش انار اللہ برہانہٗ دومرتبہ بہ دہلی تشریف ارزانی فرمود۔ مرتبہٗ اول کہ بہ اجمیر تشریف بردمتاہل گردید وآنچناں بود کہ میر سید وجیہ الدین مشہدی دراجمیر حاکم بود، دخترے داشت۔ پاک و پارسا نام بی بی عصمت چوں بحد بلوغ رسیدہ پدرش می خواست کہ درنکاح شخصے درآرد۔ امّا کسے رادرخود حال اونمی یافت۔ دریں اندیشہ بود کہ شبے امیر المؤمنین حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ بخواب دید، می فرماید کہ وجیہ الدین حکم حضرت شاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم چنانست کہ ایں عجوزہ را بہ قطب المشائخ حضرت خواجہ معین الدین حسنی الحسینی بسپاری۔ چوں بیدارشد بخدمت آنحضرت آمد و ایں حقیقت ظاہر نمود۔ آنحضرت فرمود۔ اگرچہ پیر شدہ ام۔ اما فرمان کونین مطاع سرکار عرش ایثار راانکار نمی توانم کرد۔ پس عقد نکاح بستند و بعد ایں واقع آنحضرت بعد از ہفتدہ سال رحلت نمود۔ باایں حساب عمر شریفش بیک صد و ہفت سال میرسد۔

وآنحضرت زنِ دیگر کہ خواست۔ ایں چنیں بود کہ شبے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم رادرواقعہ دید کہ می فرماید۔ معین الدین! تومعینِ دین مائی۔ نباید کہ سنتِ من ترک سازی۔ اتفاقاً ہماں شب حاکم قلعہ بٹھلی ملک خطاب برسرِ کافراں تاخت آوردہ ودختر راجہ آں دیار بدست آورد۔ بخدمت حضرت خواجہ گذرانید وآنحضرت وے را قبول فرمودو بی بی امۃ اللہ نام گزاشت۔ پس ازاں تاج المستورات دخترے بو[illegible] بی حافظہ جمال نامش کردند۔ وبی بی حافظہ جمال نہایت پاک و پارسا بود۔ وریاضت ومجاہدہ بخدمت والد بزرگوارِ خویش بحد غایت رسانیدہ بود و مرقد مطہر آں زین المحذرات پائیں مرقدِ آنحضرت است و جفت شرعی آں عفیفہ شیخ رضی الدین نام داشت۔ ازو دو پسر بوجود آمدہ بودند۔ وآں ہردو درطفولیت درگذشتند۔

مردم عوام می گویند کہ بی بی حافظہ جمال دختر حقیقی حضرت نیست،

میں شیخ کے پاس تھا۔ بادشاہ چرمی لباس اور اونی ٹوپی پہنے ہوئے شیخ کے حجرہ میں آ کر بیٹھ گیا۔ (شیخ سے مراد خواجہ ابراہیم ادھم بلخی چشتی کے فرزند زادے شیخ ملک ہیں) اور کسی نے بھی اس کو نہیں پہچانا۔ کچھ روٹی اور سالن تھا اس کے سامنے رکھ دیا گیا جسے کھا کر خوش ہوا اور کہا بادشاہ اس درگاہ شریف سے فرزند کی خواہش رکھتا ہے۔ اور درویشوں کی خدمت بھی انجام دے چکا ہے۔ اس کے لئے دعا کرنا چاہئے۔ شیخ نے فرمایا اگر بادشاہ کا اعتقاد سچا ہے تو برکت سے اولاد ہوگی۔ بادشاہ نے انجان طور پر دل سے دعا کی۔ اور اُٹھ گیا۔ جب دوسری بار مراد و خواہش کے ساتھ پہنچا تو حضرت خواجۂ چشت اہلِ بہشت کے درِ اقدس پر پیدل حاضر ہوا تو حقائق آگاہ، معارف دستگاہ شیخ حسین مرحوم نے نذر قبول کر کے اس کو روضہ منورہ سے متعلق خدام میں اس طرح تقسیم کیا کہ کوئی بھی شخص محروم نہ رہا۔ پھر شیخ ملک کے حجرے میں آیا۔ اسکے دل میں جو کچھ تھا آپ سے ظاہر فرما دیا تو اس نے پانچ سو روپیہ اور دو لاکھ سکّے شیخ کی خدمت میں پیش کئے تا کہ مستحقین میں تقسیم فرما دیں۔ آپ نے فرمایا میرے پاس ان سب کے ناموں کی فہرست لکھی ہوئی نہیں ہے کہ ان میں تقسیم کروں۔ لہٰذا مناسب ہے کہ روضۂ متبرکہ کے دروازے کے سامنے اسے رکھ دیں جس کو بھی حاجت ہوگی اسے اٹھا لے گا۔ اسی طرح کیا گیا۔ جس کو بھی ضرورت تھی اُٹھا لے گیا۔ شیخ ملک کی عمر ایک سو تیس (۱۳۰) سال تھی۔ بتاریخ ۱۹/ ربیع الثانی آپ نے وفات پائی۔ آپکی قبر شریف روضۂ منورہ کے اندر بڑی سبیل کے قریب بڑے چراغ کے روبرو واقع ہے۔ شیخ کے دو فرزند تھے شیخ عبدالملک اور شیخ شہاب اکثر منقول اور مذکور باتوں کو جمع کر کے تحریری شکل دیا کرتے تھے۔

نقل ہے کہ شیخ عبد الملک اکثر اوقات اپنے ہم نشینوں کی صحبت میں بیٹھتے اور پیر دستگیر حضرت قطب الاقطاب کے لطف و احسان کا ذکر کرتے کہ میں اپنے جان و دل سے حضرت کا معتقد تھا اپنا یہ معمول مقرر کر لیا تھا کہ ہر مہینہ کی پہلی شب نماز کے ساتھ استخارہ کیا کرتا اور تمام رات خود کو حضرت ہی کے نورانی حضور میں دیکھتا۔ استخارہ کر کے حاجت عرض کرتا تو اسی وقت جواب باصواب ملتا۔

ایک وقت جمعہ کے دن نماز پڑھنے کے بعد شیخ عبدالملک اور انکے عزیز احباب وغیرہ آئے اور روضہ منورہ کے اندر داخل ہو کر بیٹھے۔ اس موقع پر بھی حضرت قطب الاقطاب کے لطف و کرم کا ذکر

دختر خواندہ بود محض غلط است۔ ازانکہ ایں مقدمات در کتب معتبرہ تحریر دیدہ ام ،قولِ عامی اعتبار ندارد۔ ازیں جہت اہلِ عام ہمچناں حرف نادرست در فرزندانِ آنحضرت نیز دارند کہ آنحضرت ہیچ پسر نداشت۔ وایں مقرر است کہ از آنحضرت سہ پسرانِ ارجمند در عرصۂ جہاں بوجود آمدند از بی بی عصمت اند۔ بعض گویند کہ خواجہ ابوسعید از بی بی عصمت است وآں دیگر از بی بی امۃ اللہ۔سوائے ایں ہیچ سخن دراولادِ امجادش نیست۔

چنانچہ شیخ فرید الدین نبیرہ سلطان التارکین حضرت شیخ حمید الدین ناگوری قدس اللہ سرہ العزیز از جد بزرگوار خود نقل کردہ می گفت کہ چوں خواجہ مارا فرزندان حاصل شدند۔ روزے با بندہ می فرمود۔ اے حمید الدین پیش ازیں کہ جوان بودم ہرچہ از رب العزت جل شانہ، می طلبیدم فی الحال می یافتم۔ حالانکہ پیر شدم وفرزندان پیدا گشتند۔ بدعا حاجت می شود وکار بدرنگ حاصل می گردد۔ بندہ عرض نمود کہ بحضرت پیر دستگیر روشن است کہ چوں عیسیٰ علیہ السلام از حضرت مریم علیہ السلام تولد نہ شدہ بود میوۂ زمستاں در تابستان ازغیب بدو میسر شد وبے محنت ومنت در محراب می یافت۔ چوں مسیح علیہ السلام تولد شد حضرت مریم انتظاری کشید کہ ہمچناں بے تلاش بیابد۔فرمان شد کہ شاخہائے خرما بجنباں تا خرمائے تازہ برتو بریزند۔ ازاں باز ہمچناں نمود بہ تردد رزق می یافت۔ در اوقات سابق وحال ایں قدر تفاوت است ولیکن در قدر ومرتبہ دوستان خدائے عز وجل نقصا[illegible] 15-1-2013 [illegible] تصرف ولایت ایشاں باقی است۔آنحضرت چوں جواب شنید پسند کرد۔ وفرمود آرے ہمچنیں است۔

وگویند کہ خواجہ فخر الدین ولد حضرت سلطان العارفین بسیار صاحبِ عظمت بود وبعد حضرت خواجہ بست سال زندہ ماند۔ پس در قصبۂ سروار کہ از اجمیر شانزدہ کروہ است برحمت حق پیوست۔ ہمانجا نزدیک حوض آں قصبہ مدفون است۔ وخواجہ حسام الدین فرزند خُرد آنحضرت غائب شد وبصحبتِ

بیان میں آیا۔شیخ عبدالملک نے کہا مجھ پر حضرت پیر دستگیر کا جولطف وکرم شاملِ حال ہے اس کو ظاہر کرتا ہوں۔جب میں نے چند بار عرض کیا تو دل کی مراد پائی۔

تمام واقعات اور ماجرا زبان پر لائے۔اور کہنے لگے کہ کبھی کبھی میرے دل میں یہ خیال گذرا کہ حضرت پیر دستگیر ہم کو کس حیثیت سے جانتے ہیں۔آیا اپنے خاص لوگوں میں شمار کرتے ہیں یا عام لوگوں میں۔مہینہ کی پہلی شب تھی نصف رات گذرنے کے بعد میں نماز استخارہ کے بعد تسبیح پڑھ رہا تھا کہ نیند کا غلبہ ہوا اور میں مراقبہ میں چلا گیا۔میں نے حضور پرنور کو دیکھا جو فرمارہے ہیں۔عبد الملک! تجھے اور تیرے آباء واجداد کو اپنے سچے عقیدتمندوں اور خاص لوگوں میں شمار کرتے ہوئے ہم خلافت اور ریاست سے منسوب کرتے ہیں۔اور تم لوگوں کی جمعیت کو ہم یہ چیزیں عطا کرتے ہیں۔اسی شب حقائق آگاہ حضرت خواجہ حسین مرحوم کو بھی اس بارے میں بشارت فرمائی اور یہ بھی فرمایا کہ جو چیز کہ بیان کی گئی وہ عبدالملک پر ظاہر کی جائے صبح کے وقت حقائق آگاہ نے ہمیں طلب فرمایا اور بیان فرمایا کہ تم نے اس سلسلہ میں جو کچھ دیکھا ہے بیان کرو۔اور جو کچھ تمہارے بارے میں مجھے بشارت دی گئی ہے وہ میں بیان کرتا ہوں۔میں نے کہا کہ ایک عرصہ سے آرزو تھی کہ اپنے بارے میں قطب الاقطاب کی خدمت میں کچھ عرض کروں اور جواب حاصل کروں۔ہم کو جواب باصواب حاصل ہوا کہ ارشاد ہوا۔میں تیرے آباء واجداد کو اور تجھے سچے اعتقاد والے میرے خاص لوگوں میں شمار کرتا ہوں۔اور خلافت وریاست عطا کرتا ہوں۔اور تمہاری ہر جماعت کو ان چیزوں پر اختیار دیتا ہوں۔حقائق آگاہ نے فرمایا۔تم سے حضرت نے جو کچھ فرمایا ہے بالکل وہی مجھ سے بھی فرمایا ہے اور اس کے علاوہ یہ بھی فرمایا کہ عبدالملک، ابراہیم ادھم کے پسر زادہ ہیں ان کو دوست رکھتا ہوں۔اس بارے میں توجہ فرمائی اور طریقۂ چشتیہ میں ممتاز فرمایا۔حقائق آگاہ نے فرمایا۔فی الحال جو کچھ چاہا وہ سب موجود ہے۔بیعت سے نوازا اور اپنا عمامہ وخرقہ پہنایا۔اپنے چند اوراد و وظائف عنایت کئے۔اجازت عطا فرمائی اور خلافت نامہ تحریر کرنے کے بعد اس کو اپنی مہر سے مزین کرکے سرفراز فرمایا۔اور وہ خلافت نامہ اور غفران پناہ حضرت خواجہ حسین چشتی کی ریاستی مہر اور اجمیر شریف کے معززین ومصاحبین کی مہروں کے ساتھ مسلّمہ موجود ہے۔اس دن کے بعد سے غفران پناہ نہایت توجہ اور بے حد التفات فرمایا کرتے۔

ابدالاں پیوست۔

و پسر خواجہ فخر الدین، خواجہ حسام الدین سوختہ نام داشت کہ نبیرۂ خواجہ باشد۔ پیر صاحبِ کرامت و بزرگ روزگار بود۔ باروارحِ جد بزرگوار خود نسبت تمام داشت۔ و پیش از ارادت ریاضت و مجاہدہ از حد گذرانیدہ بود و بحضرت سلطان المشائخ شیخ نظام الدین اولیاء قدس اللہ سرہ العزیز صحبت داشت۔ قبر شریف او در قصبہ سانبھر سمت است۔

و یکے از نبائر حضرت خواجہ بایزید ست او در خوردی جائے رفتہ بود۔ در زمان سلطان محمود خلجی بعد مدت بسیار باز آمد۔ سلطان اورا ریاست اجمیر داد۔ چوں مدتے بگذشت مردم از روئے عناد در فرزندی او سخنے پیدا نمودند۔ حتی کہ با سلطانِ وقت رسانیدند۔ بادشاہ علماء و فضلاء و مشائخ و اکابر ملک و نواحی جمع ساخت و استفسار ایں معنی نمود۔ آخر الامر شیخ حسین و مولانا رستم کہ قدوہ علماء زمانہ بودند و دیگر اکثر اکابر نامدار گواہی دادند۔ ہمیں شیخ بایزید از فرزندان شیخ قیام الدین ابن خواجہ حسام الدین سوختہ ابن خواجہ فخر الدین ابن سلطان العارفین حضرت خواجہ معین الدین حسن الحسینی است۔ بعد ازاں شیخ حسین ناگوری بہ فرزندان شیخ بایزید نسبت کردو دختر داد۔ مردم کہ در فرزندان حضرت خواجہ سخن اختلاف دارند ہمیں شیخ بایزید است و دیگراں ہیچ سخن ندارند ولیکن ہمہ بر غلط رفتہ اند۔ از انکہ ایں ماجرا پیش اکثر سلاطین دہلی 15-1-2013 و گذشتہ است و از اکابران متحقق شدہ۔ قول عام چہ اعتبار دارد۔ سبحانہٗ تعالیٰ تقدس ایں اولاد امجاد آنحضرت را ابد الآباد پایندہ دارد۔ **بحرمت النبی و آلہ الامجاد۔**

★★★

منقول است

از عارف معارف خدا آگاہ، صوفی فضیلت دستگاہ، محمد عبد الرحمن چشتی

ایک مرتبہ میں حاضر ہوا تو دیکھتے ہی فرمایا کہ ”آیئے ابراہیم ادھم کے پسر زادے آیئے۔“ کیونکہ حضرت قطب الاقطاب نے جو اس طرح فرمایا تھا۔ وہ سب آپ کی سعادت مندی ہی تو ہے۔ غفران پناہ کے لطف وعنایت نے اس بارے میں اس کا بھی اظہار فرمایا کہ ایک روز نورجہاں نے ایک خوبصورت طوسی شال قیمتی دوسو پچاس روپیہ جو ایک انگوٹھی کے اندر آجاسکتی تھی۔ غفران پناہ کی خدمت میں بھیجی۔ اور اکثر لوگ جو غفران پناہ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ تو میں نے بھی اس کی خوبی ولطافت بیان کی۔ جب میں یہاں سے اٹھا تو حقائق آگاہ نے اپنے خدام کے ذریعہ وہ شال ہمارے گھر بھیج دی۔ مقربین میں سے بعض لوگ حضرت حقائق آگاہ کی خدمت میں پہنچے اور کہنے لگے کہ وہ شال تو نہایت قیمتی تھی۔ چاہیئے تھا حضرت اس کو محفوظ رکھتے یا ہم لوگوں کو عطا فرمادیتے کہ ہم سب اس کی آرزو رکھتے تھے۔

فرمایا کہ یہ قاعدہ ہے کہ جو کسی چیز کی آرزو کرتا ہے تو وہ اس تک نہیں پہنچتی۔ چنانچہ تم نے شیخ عبدالملک کو نہیں پہچانا وہ تو اس درگاہ کے خاص حضرات میں سے ہیں۔ اور اس دن سے حقائق آگاہ ہمیشہ نقد یا جنس کی شکل میں سال بھر میں دوسو روپیہ تک امداد فرمایا کرتے۔ میرے بھائی شیخ شہاب پر بھی آپ التفات فرمایا کرتے اور انھیں یہ اختیار عطا کر چکے تھے کہ سرکار کے تمام دیہات ان سے متعلق کر کے مختار بنادیا تھا۔ اور جو بھی اس کی دیکھ بھال کرتا وہ پسند کیا جاتا ہے۔ اور ان کی اس قدر امداد فرماتے کہ انھیں کسی چیز کی احتیاج تک نہ ہوتی۔ اور بعض لوگ حقائق آگاہ کے پاس جو بھی غیبت یا چغلی کیا کرتے تو ان کی سرزنش کرتے اور فرماتے کہ ایسا ہرگز نہیں ہوا۔ اور میں کبھی کبھی حقائق آگاہ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو وہاں شیخ شہاب ہمیشہ موجود رہتے۔ حقائق آگاہ کی دیگر مہربانی اور التفات کہاں تک بیان کروں کہ اسکی انتہا نہیں اور حضرت قطب الاقطاب کی دوسری شفقت والتفات کا ذکر فرمایا کرتے۔

☆☆☆

منقول ہے

حضرت شیخ الھدیہ چشتی خلیفہ مستند حضرت شاہ اعلیٰ چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ سے جیسا کہ سیر الاقطاب میں ہے۔

کماقال فی مراۃالاسرار

ودر باب نفی اولاد خواجہ بزرگ قدس سرہٗ آنچہ کہ براہ تعصب مورخان در تاریخ اکبرنامہ واقبال نامہ نوشتہ اند بر ہر کسے ظاہر است۔ امّا از ملفوظات پیرانِ چشت متحقق معلوم می شود کہ خواجہ بزرگ را زنان وفرزندان بودہ است۔ چنانچہ در ملفوظات سلطان التارکین شیخ حمید الدین ناگوری قدس سرہٗ خلیفہ خواجہ بزرگ می نویسد کہ

شبے خواجہ بزرگ حضرت پیغمبر علیہ السلام را بخواب دید۔ آنحضرت فرمودند کہ اے معین الدین تو معین دینِ ماہستی۔ امّا سنتے از سنت ہائے من ترک می دہی۔ چوں صبح شد مقطع قلعہ بٹھلی ملک خطاب نام کہ از مریدان خواجہ بود۔ دخترے کہ از راجہ ہا در حرب اسیر کردہ آوردہ بود۔ بخدمت خواجہ فرستاد۔ خواہد وے را قبول نمود۔ بی بی امۃ اللہ نام نہادند۔ ودر خدمت خود نگاہ داشت۔ بی بی حافظہ جمال از وے تولد گشت۔

بعد از چند روز سید وجیہ الدین مشہدی عم سید حسین مشہدی امام جعفر صادق علیہ الرحمہ را در خواب دید۔ فرمود کہ دختر خود را در عقد نکاح خواجہ معین الدین درآر۔ چوں ایں مقدمہ بخدمت حضرت خواجہ بزرگ رسانیدند بموجب امر باطن امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ دختر سید وجیہ الدین را کہ بی بی عصمت نام داشت در نکاح خود آورد۔ از وے سہ پسر بوجود آمدند۔ یکے شیخ فخر الدین۔ دوم شیخ ضیاء الدین ابوسعید۔ سوم شیخ حسام الدین کہ او در صغر سن بصحبت ابدالان پیوست۔ از وے توالد وتناسل نشد۔

شیخ فخر الدین محبوب ترین فرزندان خواجہ بزرگ بود۔ وے را بسیار دوست می داشت۔ ووے بکسب زراعت مشغول بود۔ موضع ماندن کہ قریب باجمیر است احیاء ساخت۔ حاکم مزاحمت کردہ بود۔ ازاں جہت خواجہ بزرگ پیش سلطان شمس الدین بہ دہلی تشریف بردو فرمان درست کنانیدہ آوردند۔ تفصیل ایں اجمال پیشتر بجائے خود نوشتہ آید وشیخ فخر الدین بعد از وفات خواجہ بزرگ بست سال در صدر حیات بود۔ در قصبہ سروار کہ شانزدہ کروہ از اجمیر است۔ آنجا وفات یافت۔ ونزدیک حوض قصبہ سروار مدفنِ

نقل ہے کہ سلطان شمس الدین التمش کے عہد میں حضرت دومرتبہ دہلی تشریف لائے پہلی مرتبہ جب اجمیر شریف میں متاہل بن گئے۔(یعنی عقدِ نکاح فرمایا) وہ اس طرح کہ میر سید وجیہ الدین مشہدی اجمیر شریف میں حاکم تھے۔ بی بی عصمت نامی ان کی ایک پاک و پارسا بیٹی تھی۔ جب وہ سنِ بلوغ کو پہنچیں تو ان کے والد چاہتے تھے کہ کسی موزوں شخص کے ساتھ نکاح کر دیں۔ لیکن کسی کو بھی اپنے حال کے مناسب نہ پایا۔ اسی فکر میں تھے کہ ایک رات خواب میں امیر المؤمنین حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی زیارت نصیب ہوئی جنھوں نے فرمایا کہ اے وجیہ الدین! حضور شاہِ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم ہے کہ اس بیٹی کو قطب المشائخ حضرت خواجہ معین الدین حسنی الحسینی کے حوالے کر دو۔ جب بیدار ہوئے تو حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سب حقیقتِ حال بیان کر دی۔ آپ نے فرمایا میں اگرچہ عمر رسیدہ ہو گیا ہوں لیکن سرورِ کونین ﷺ کے فرمان سے انکار نہیں کر سکتا۔ لہٰذا عقدِ نکاح انجام پایا اور اس واقعہ کے ستر (۷۰) سال بعد حضرت کا وصال ہوا۔ اس حساب سے آپ کی عمر شریف ایک سو سات (۱۰۷) سال قرار پاتی ہے۔

اور حضرت نے دوسری زوجہ کی جو خواہش فرمائی اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ ایک رات حضور اکرم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ اے معین الدین! تو دین کا معین ہے۔ تجھ کو میری سنت ترک نہ کرنا چاہئے۔ اتفاق سے اسی شب قلعہ بٹھلی کا حاکم ملک خطاب کافروں پر حملہ آور ہوا۔ اور اس ملک کے راجہ کی بیٹی کو کنیز بنا لایا۔ اور حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں پیش کی۔ جس کو حضرت نے قبول فرمالیا۔ اور اس خاتون کا نام بی بی امۃ اللہ رکھا۔ اسی بی بی کے بطن سے آپ کو ایک دختر پیدا ہوئی۔ جنکا نام بی بی حافظہ جمال رکھا جو نہایت پاک و پارسا تھیں۔ آپ نے والدِ بزرگوار کی خدمت میں رہ کر بہت ریاضتیں اور مجاہدے انجام دئے۔ ان کا مزار مبارک حضرت کے پائین میں واقع ہے۔ اس پاک وعفیفہ بی بی حافظہ جمال کا نکاح شیخ رضی الدین سے ہوا۔ جن سے دو صاحبزادے پیدا ہوئے۔ لیکن وہ دونوں بچپن ہی میں وفات پا گئے۔

عام لوگوں میں یہ مشہور ہے کہ بی بی حافظہ جمال حضرت خواجہ صاحب کی حقیقی دختر نہیں تھیں بلکہ آپکی منہ بولی یعنی متبنیٰ بیٹی تھیں۔ جو محض غلط ہے۔ میں نے اس سلسلہ میں معتبر کتابوں کے مقدمات

اواست۔

اورا پسرے بود شیخ حسام الدین سوختہ بن شیخ فخرالدین از جمیع کمالات انسانی آراستہ بود۔ با سلطان شیخ المشائخ صحبت داشت۔ قبر وے در سانبھر است طرف غرب سرراہ اجمیر۔ ومرقد بی بی حافظہ جمال دختر خواجہ بزرگ پایان مرقد خواجہ بزرگ واقع است۔ بسے صاحب کمالات و عالی درجات و عارفِ کامل بودہ اند

وخواجہ معین الدین خُرد پیش ازانکہ مرید شود بکسب ریاضت کارِ خود بجائے رسانیدہ بود کہ بے واسطہ از روحانیتِ خواجہ بزرگ اخذِ فوائد می نمود۔ واز اشارتِ باطن خواجہ مرید شیخ نصیرالدین محمود شد وخرقۂ خلافت از دستِ وے پوشیدہ۔ درفوائدالفؤاد سلطان المشائخ می فرماید کہ خواجہ احمد نبیرۂ خواجہ بزرگ عظیم صالح بود و برادرِ وے خواجہ وحید پیش شکر گنج آمد کہ مرید شود۔ شکر گنج فرمود کہ من ایں را از خاندانِ شما دریوزہ کردہ ام۔ مرا چہ مجال کہ دستِ شما بگیرم۔ خواجہ وحید بسیار عجز کردہ مرید شد۔ ومخلوق گشت۔ الغرض آنکہ بعضے مردم می گویند کہ خواجہ بزرگ حصور بود واورا اولاد نیست۔ محض غلط است۔ از تصانیف پیرانِ چشت مکرر بتحقیق پیوستہ چنانچہ بالا گذشت۔

درکتاب اخبار الاخیار می نویسد کہ اختلاف میان بعضے بزرگانِ چشت دریں واقع شدہ است کہ میر محمد گیسودراز خلیفہ شیخ نصیرالدین محمود و جماعہ ازیں قوم می گویند کہ شیخ فخرالدین و شیخ حسام الدین از بی بی عصمت تولد شدند۔ ومیر شمس الدین طاہر خلیفہ شیخ نور قطب عالم وطائفہ از درویشاں برآں رفتہ اند کہ از بی بی امۃ اللہ بوجود آمدند۔ بہر دو حال فرزندان خواجہ بزرگ اند۔ اما قولِ اول اَصحّ می نماید۔ چنانچہ تا امروز اولاد پاک نہاد آنحضرت موجود است۔ وفرزندان خواجہ معین الدین خُرد بن شیخ حسام الدین سوختہ بطرف ولایت مالوہ رفتہ متوطن شدند۔ واحوال آن جماعت معلوم نیست۔ وفرزندان خواجہ قیام الدین بن حسام الدین سوختہ مذکور در

کا مطالعہ کیا تو دیکھا کہ عام لوگوں کا قول معتبر ہرگز نہیں۔ اس خصوص میں عوام الناس کا یہ ادعا بھی نادرست ہے جو حضرت کے فرزندوں سے متعلق ہے کہ آپ کو کوئی فرزند نہیں تھا۔ حالانکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ آپ کو اپنی زوجہ بی بی عصمت کے بطن سے تین فرزندانِ ارجمند پیدا ہوئے۔ بعض لوگوں کا قول ہے کہ خواجہ ابوسعید، بی بی عصمت کے بطن سے ہیں۔ اور باقی فرزندان دوسری زوجہ بی بی امۃ اللہ سے ہیں۔ آپ کی اولادِ امجاد کے بارے میں اس کے سوا دوسرا کوئی قول نہیں ہے۔

چنانچہ سلطان التارکین حضرت شیخ حمید الدین ناگوری قدس سرہٗ کے پسر زادے شیخ فرید الدین نے اپنے جدِ بزرگوار سے خود نقل کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جب ہمارے خواجہ کو فرزند ہوئے تو ایک روز مجھ بندہ سے فرمایا۔ اے حمید الدین! اس سے پہلے جبکہ میں جوان تھا۔ میں نے رب العزت سے جو بھی مانگا اسی وقت وہ سب پایا اور اب جب کہ میں عمر رسیدہ ہو گیا ہوں اور فرزند پیدا ہونے کا وقت آیا تو اس حاجت کے لئے دعا کی تو اس حال میں بھی مراد پوری ہوئی۔ بندہ نے عرض کی یہ تو حضرت پیر دستگیر پر خوب روشن ہے جس طرح بی بی مریم علیہا السلام کو عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے، غیب سے بے موسم بی بی مریم کو اپنے حجرے میں کسی محنت و مشقت کے بغیر میوے میسر ہوتے۔ جب حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام کی ولادت کا وقت آیا بی بی مریم انتظار کرنے لگیں کہ تلاش کے بغیر کس طرح پائیں گی۔ تو ارشادِ ربّانی ہوا کہ کھجور کے درخت کو جنبش دو (ہِلاؤ) تاکہ تیرے پاس تازہ کھجور گر پڑیں۔ اس پر عمل کیا تو کچھ تردد کے بعد اپنی غذا کو پالیا۔ سابقہ اور حالیہ اوقات میں اس قدر فرق ہے۔ لیکن خدائے عز و جل کے دوستوں کے قدر و مرتبہ میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔ اور ان کی ولایت کا تصرف باقی ہے۔ حضرت نے جب یہ جواب سنا تو پسند فرمایا اور ارشاد ہوا کہ ہاں اسی طرح ہے۔

کہتے ہیں کہ خواجہ فخر الدین ولد حضرت سلطان العارفین بڑی عظمت والے تھے اور حضرت خواجہ صاحب کے بعد بیس (۲۰) سال تک حیات رہے۔ اجمیر شریف سے سولہ کوس دور قصبہ سرواڑ (ضلع اجمیر) میں رحمتِ حق سے جا ملے۔ اسی جگہ اس قصبہ میں حوض کے قریب آپ مدفون ہوئے۔ اور حضرت (خواجہ غریب نواز) کے چھوٹے صاحبزادے خواجہ حسام الدین غائب ہو گئے۔ اور ابدالوں کی صحبت میں جا ملے۔

حضرت اجمیر سکونت اختیار کردند۔ وجانشین خواجہ بزرگ قدس اللہ سرہ العزیز شدند۔

چنانچہ خواجہ حسین یکے از فرزندان خواجہ قیام الدین مسطور تا زمان سلطنت نورالدین محمد جہانگیر بادشاہ صاحبِ سجادہ خواجہ بزرگ قریب صد سال عمر داشت وہمیشہ بعبادت وحق پرستی گزرانید۔ بسیار بزرگ وعالیشان بود۔ بعد از وے شیخ معین الدین برادرزادہ وسجادہ شد۔ والحال شیخ علاء الدین برادرزادہ صاحبِ سجادہ برمسند خواجہ بزرگ قدس اللہ سرہ نشستہ است۔ نہایت خلیق و بزیور صلاح و بزرگی آراستہ است۔ حق سبحانہٗ تعالیٰ فرزندان خواجہ بزرگ تا قیام قیامت بر جادۂ اجدادِ کرام خود باقی و پایندہ در مقام اجمیر شریف نگاہ دارد۔ بحرمت النبی و آلہ الامجاد۔

چوں مرتبہ ثانی درسن ہزار وشصت وپنج ہجری بحضرت اجمیر شریف رسیدم۔ شیخ علاء الدین ں صاحبِ سجادہ خواجہ بزرگ قدس اللہ سرہ العزیز شجرۂ نسب خواجہ بزرگ اظہار نمود۔ بچندیں واسطہ بحضرت امام موسیٰ کاظم می رسد۔ و در رسالہ مونس الارواح تصنیف مریم زمانی حضرت جہاں آرا بیگم بنت شاہجہاں بادشاہ صاحبقران ثانی علیہ الرحمۃ نیز بنظر درآمد کہ اثبات سیادت خواجہ بزرگ نمودہ۔ امّا در تصانیف پیرانِ چشت جائے ایں مقدمہ یافتہ نمی شود۔ بہر حال خواجہ بزرگ فرزند صوری ومعنوی حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم بودہ۔

ومجاورانِ آں آستانِ متبرکہ خواجہ بزرگ نیز منسوب اند۔ بہ اولاد سیدفخرالدین می گویند کہ سیدفخرالدین 15-1-2013 [illegible] پور بودہ است وغلبہ اعتقاد ومحبت روحانیت خواجہ بزرگ وطن گذاشتہ دراجمیر اقامت اختیار نمود۔ چنانچہ فرزندانِ او ہنوز درخدمت آستانۂ متبرکہ موجود اند۔ وصلاح واہلیت پسندیدہ دارند۔ وباہر کس بہ تواضع واخلاص پیش می آیند۔

واز ملفوظات پیرانِ چشت بہ ثبوت پیوستہ کہ خواجہ بزرگ در زمانش سلطان شمس الدین التمش دو مرتبہ در دہلی تشریف بردند۔ مرتبہ اول از

اور خواجہ فخر الدین کے بیٹے کا نام خواجہ حسام الدین رکھا گیا۔ جو خواجہ صاحب کے پسر زادے تھے۔ آپ صاحبِ کرامات اور زمانہ میں بزرگ تھے۔ اپنے جد بزرگوار سے کامل روحانی نسبت رکھتے تھے۔ اور مرید ہونے سے قبل بے حد ریاضت اور مجاہدہ کر گزرے تھے۔ اور حضرت سلطان المشائخ شیخ نظام الدین اولیاء قدس سرہ سے فیضِ صحبت حاصل کیا۔ آپ کی قبر شریف سانبھر نامی قصبہ میں واقع ہے۔

اور حضرت خواجہ صاحب کے پسر زادوں میں سے ایک شیخ بایزید ہیں جو روزگار کے لئے کئی جگہ گئے۔ مگر سلطان محمود خلجی کے دورِ حکومت میں ایک طویل عرصہ بعد پھر واپس آئے۔ سلطان نے آپ کو ریاست اجمیر عطا کی۔ جب کچھ مدت گزری تو بعض لوگ عناد و دشمنی میں آپ کی فرزندی کے بارے میں کلام کرنے لگے۔ یہاں تک کہ سلطانِ وقت تک انہوں نے رسائی حاصل کی۔ بادشاہ نے علماء و فضلاء، مشائخِ ملک اور اطراف کے اکابر کو جمع کیا۔ اور اس سلسلہ میں استفسار کیا۔ بالآخر شیخ حسین اور مولانا رستم کہ علماء زمانہ کے پیشوا تھے اور دوسرے اکثر مشہور و معروف اکابر نے گواہی دی کہ شیخ بایزید شیخ قیام الدین ابن خواجہ حسام الدین سوختہ ابن خواجہ فخر الدین ابن سلطان العارفین حضرت خواجہ معین الدین حسن الحسینی کے فرزندوں میں سے ایک ہیں۔ اس کے بعد شیخ حسین ناگوری نے اپنی دختر کو شیخ بایزید کے فرزندوں کے عقد میں دے کر رشتہ قائم کیا۔ لوگ حضرت خواجہ صاحب کے جس فرزند کے بارے میں اختلاف رکھتے ہیں وہ شیخ بایزید یہی ہیں۔ اور دیگر فرزندان سے متعلق کسی کو کوئی کلام نہیں تھا۔ اور یہ اختلاف رکھنے والے سب لوگ غلطی پر تھے۔ یہ ماجرا بعد میں دہلی اور مانڈو کے اکثر سلاطین کے سامنے بھی گذرا۔ اور اکابرین سے تحقیق شدہ ہے۔ ایسی صورت میں عام لوگوں کے قول کا بھی کیا اعتبار۔ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ حضرت کی اولاد امجاد کے تقدس کو ابدالآباد (ہمیشہ کے لئے) پائندہ رکھے۔ بِحُرْمَتِ النَّبِیِّ وَ اٰلِہِ الْاَمْجَادِ۔ (نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپکی اولاد امجاد کے طفیل میں)

☆☆☆

عارفِ معارف، خدا آگاہ، صوفی فضیلت دستگاہ محمد عبد الرحمن چشتی سے منقول ہے

کمال مہربانی محض برائے دیدن وسرفراز ساختن خواجہ قطب الاسلام رفتہ بودند۔ درآنجا آمدہ دراجمیر شریف متاہل گشت۔ ومرتبہ دوم بخاطر درست ساختن فرمان موضع ناندن بجہت فرزند سعادتمند شیخ فخر الدین۔ وایں نکتہ بغایت نازک است۔ نیک نگاہ باید کرد کہ سلطان شمس الدین مرید خواجہ قطب الدین بود۔ اگر یک خادم خواجہ بزرگ می رفت، درساعت سلطانِ مذکور سعادتمندی دارین دانستہ فرمان درست کردہ ارسال می نمود۔ ولیکن کاملانِ اولیاء بیشتر درترک جاہ ومشیخت کوشیدہ اند۔ وخود را درنظر محقر نمودند۔ چنانکہ رسول علیہ السلام بایں کمال در بازار بجہت خرید وفروخت می رفت ودیگر کارایں طائفہ برراستی ودیانت است۔ ہرگاہ مقصود وحاجت بہ شخصے داشتہ باشند۔ آں را مستور برائے چہ سازند وناموس برائے کدام مصلحت بہ کنند۔ چراکہ حق تعالیٰ ناظر بدل است ورسوم خلق نیک یا بدگفتن ایشاں پیش عارفاں اصلا وجودے ندارد۔ دیگر آنکہ رفتن خواجہ پیش امیراز برائے حاجت رحمتے بوددرحق مریدان کہ ہیچ کس ازمریدان انکار نہ کنند۔ وبرجاہ شیخی خود نہ نازد۔ واصل سخن آنست کہ ایں طائفہ ماموری شوند۔ بامرِ حق واختیار خود درمیان نمی آرند۔ چنانچہ سلطان المشائخ می فرماید درنظمِ خود۔

عشق آمد چوقوتم اندر رگ و پوست
15-1-2013
تا کرد مرا تہی و پُر کرد ز دوست

اجزاءِ وجودم ہمگیں دوست گرفت

نامیست ز من بر من و باقی ہمہ

اوست

جیسا کہ مراۃ الاسرار میں بیان کیا گیا ہے

جو کچھ تعصب کے طور پر مؤرخین مثل صاحبِ تاریخ اکبر نامہ اور تاریخ اقبال نامہ جہانگیری نے لکھا ہے کہ آپ کے کوئی اولاد نہیں تھی۔ لیکن خواجگانِ چشت کے ملفوظات سے ظاہر اور معلوم ہوتا ہے کہ خواجۂ بزرگ کے بال بچے بھی تھے چنانچہ سلطان التارکین شیخ حمید الدین ناگوری قدس سرہٗ جو خواجۂ بزرگ کے خلیفہ ہیں کے ملفوظات میں لکھا ہے کہ

ایک رات خواجۂ بزرگ نے پیغمبر اسلام علیہ السلام کو خواب میں دیکھا۔ آنحضرت نے فرمایا کہ اے معین الدین تم ہمارے دین کے معین یعنی مددگار ہو۔ اور میری سنتوں میں سے ایک سنت کے تارک ہو۔ جب صبح ہوئی۔ قلعہ بٹھلی کا داروغہ ملک خطاب نامی آپ کا ایک مرید تھا۔ وہ کسی لڑائی میں ایک راجہ کی لڑکی قید کر کے لایا تھا۔ اس لڑکی کو حضرت خواجہ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے قبول فرمالی۔ ان کا نام بی بی امۃ اللہ رکھا۔ اور اپنی خدمت میں رکھا۔ ان سے بی بی حافظہ جمال پیدا ہوئیں۔

چند ایام کے بعد سید حسین مشہدی کے چچا سید وجیہ الدین کو امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے خواب میں فرمایا کہ اپنی لڑکی کا خواجہ معین الدین سے نکاح کر دو۔ جب یہ معاملہ حضرت خواجہ کے سامنے پیش کیا گیا تو امام جعفر صادق کے باطنی فرمان کے مطابق خواجہ بزرگ نے سید وجیہ الدین کی لڑکی جن کا نام بی بی عصمت تھا سے بھی نکاح کر لیا۔ ان کے بطن سے تین فرزند پیدا ہوئے۔ ایک شیخ فخر الدین، دوسرے شیخ ضیاء الدین ابو سعید، تیسرے شیخ حسام الدین۔ شیخ حسام الدین صغر سنی میں ابدالوں کی صحبت میں چلے گئے۔ ان کی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

شیخ فخر الدین خواجہ بزرگ کے محبوب ترین فرزند تھے۔ آپ کو ان سے بہت محبت تھی۔ شیخ فخر الدین موضع ماندن میں جو اجمیر کے قریب ہے زراعت کا کام کرتے تھے۔ وہاں کے حاکم نے ان کو بہت تنگ کیا تو خواجہ بزرگ سلطان شمس الدین التمش کے ہاں دہلی تشریف لے گئے۔ حکم نامہ درست کروا کر لائے۔ اس کی تفصیل بعد میں لکھی جائے گی۔ شیخ فخر الدین خواجہ بزرگ کی وفات کے بعد بیس (۲۰) سال زندہ رہے۔ اور قصبۂ سروار (سرواڑ) میں جو اجمیر شریف سے سولہ کوس کے فاصلہ پر ہے، وفات پائی۔ آپ کا مزار سروار کے حوض کے قریب ہے۔

☆☆☆☆☆

15-1-2013

شیخ فخر الدین کے ایک فرزند تھے جن کا نام حسام الدین سوختہ تھا۔ آپ جمیع کمالاتِ انسانی کے ساتھ آراستہ تھے۔ آپ حضرت سلطان المشائخ قدس سرہٗ کی صحبت میں رہتے تھے۔ آپ کا مزار سانبھر میں ہے جو اجمیر جانے والی سڑک کے غرب میں ہے۔ خواجہ صاحب کی صاحب زادی بی بی حافظہ جمال کا مزار خواجہ بزرگ کے مزار کے پائینتی کی طرف متصل ہے۔ آپ بڑی صاحبِ کمال، عالی مقام اور عارفہ کاملہ تھیں۔

خواجہ معین الدین خُرد نے قبل اس کے کہ مرید ہوں کسب و ریاضت سے اپنے درجہ کو اس قدر بلند کر لیا تھا کہ بے واسطہ کے خواجہ بزرگ سے کسبِ فیض کرتے تھے۔ اور خواجہؒ بزرگ کی طرف سے اشارہ ہوا تو شیخ نصیر الدین محمود کے مرید ہوئے۔ اور خرقۂ خلافت ان سے لیا۔ فوائد الفوٗاد میں سلطان المشائخ (نظام الدین اولیاء) فرماتے ہیں کہ خواجہؒ بزرگ کے نبیرہ (پوتے) خواجہ احمد بڑے صالح بزرگ تھے۔ ان کے بھائی خواجہ وحید نے حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر قدس سرہٗ کی خدمت میں جا کر مرید ہونے کی استدعا کی۔ آپ نے فرمایا مجھے تو آپ کے خاندان سے بھیک ملی ہے۔ میری کیا مجال کہ آپ کو مرید بناؤں۔ خواجہ وحید بہت عجز و انکسار کر کے مرید ہوئے۔ اور آپ نے اپنے بال منڈوا لئے۔ غرضیکہ جو لوگ کہتے ہیں کہ خواجہ بزرگ کی کوئی اولاد نہ تھی، غلطی پر ہیں۔ تمام مشائخِ چشت کی تصانیف سے (آپ کا صاحبِ اولاد ہونا) ثابت ہوتا ہے۔ جیسا کہ مذکور ہوا۔

کتاب اخبار الاخیار میں لکھا ہے کہ اس بارے میں اختلاف اس وجہ سے ہوا کہ میر سید محمد گیسو دراز خلیفہ حضرت شیخ نصیر الدین محمود اور دیگر چند حضرات کہتے ہیں کہ شیخ فخر الدین اور شیخ حسام الدین بی بی عصمت کے بطن مبارک سے ہیں۔ میر شمس الدین طاہر خلیفہ شیخ نور قطب عالم اور دیگر حضرات کا خیال یہ ہے کہ یہ دونوں صاحبزادگان بی بی امۃ اللہ کے بطنِ مبارک سے ہیں۔ بہر حال دونوں صورتوں میں خواجہ بزرگ کے فرزند ہیں۔ اور زیادہ صحیح قولِ اول نظر آتا ہے۔ چنانچہ خواجہ بزرگ کی اولادِ پاک نہاد آج تک موجود ہے۔ خواجہ معین الدین خُرد بن شیخ حسام الدین سوختہ کی اولاد مالوہ کے علاقہ میں جا کر قیام پذیر ہوئی۔ ان کے متعلق اب کوئی معلومات نہیں۔ لیکن خواجہ قیام الدین بن شیخ حسام الدین کے فرزندان اجمیر شریف میں مقیم رہے۔ اور خواجہ بزرگ کے جانشین ہوتے رہے۔

منقول است

از عارف باللہ مرشدِ خدا آگاہ شاہ رشید الحق والدین نبیرۂ حاجی حرمین الشریفین حضرت خواجہ یحییٰ مدنی احمد آبادی رحمۃ اللہ علیہ

ذکر فرزندان

حضرت قطب المشائخ خواجہ معین الحق والدین حسن سجزی اجمیری چشتی قدس اللہ سرہٗ

آنحضرت سہ پسر رشید و مرشد داشت۔ از اں جملہ مہین پور خواجہ فخرالدین محمد اجمیریست۔ دوم خواجہ ضیاء الدین نزد برخے کنیت ابو سعید است۔ سوم شیخ حسام الدین۔ و یک دختر بی بی حافظہ جمال۔ ہر سہ پسران را خواجہ عشق باز راست باز سید محمد گیسو دراز قدس اللہ سرہٗ از بی بی عصمت می داند و خواجہ شمس الدین طاہر از بی بی امۃ اللہ سریہ خیال می برد۔ و بی بی حافظہ جمال دختر حضرت خواجہ است بہ روایتِ صحیحہ۔ و آنحضرت دو کد بانو در خانہ داشت۔ یکے دختر سید وجیہ الدین مشہدی۔ دوم بنت راجہ کہ در بندِ ملک خطاب مرید خواجہ افتادہ بود۔ بخدمت پیر فرستاد۔ بر عیالمند بودن خواجہ ملا فیض شاہدِ عادل اند۔

وہمچنیں گزارش سلطان التارکین قدس سرہٗ در سرور الصدور آوردہ است۔ روزے معین الاولیاء پس از عیالمندی و فرزند آوردن بمن گفت۔ حمید الدین پیشتر در ہنگام جوانی و تنہائی آنچہ بر ضمیر من می گذشت بطلب و بے طلب صورت می پوشید۔ اکنوں کہ ایں روزگار پیری و عیالمندی فرا پیش آمد۔ ہمہ آمد ہائے خاطر از سرائے عالم بدر العین نمی خرامد۔ عرض کردم پیش از زادن عیسیٰ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا (آلِ عمران۔ آیت ۳۷) حالِ مریم بود۔ و پس از تولد وَهُزِّي إِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسَاقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا (سورۂ مریم آیت ۲۵) مقامِ او گشت۔ بہ شنفتن ایں جواب خوش وقت گردید۔ بالجملہ باندازہ ایں گذارش ہا آنہا کہ

چنانچہ خواجہ قیام الدین کے فرزندوں میں سے خواجہ حسین سلطان نورالدین محمد جہانگیر کے عہد میں سجادہ نشین تھے۔آپ کی عمر قریباً سو (۱۰۰) سال تھی اور ہمیشہ عبادت وحق پرستی میں زندگی بسر کرتے تھے۔ بہت بزرگ اور اعلیٰ مرتبہ کے حامل تھے۔ان کے بعد ان کے برادرزادہ شیخ معین الدین سجادہ نشین ہوئے۔ اس وقت شیخ علاء الدین سجادہ نشین ہیں۔ نہایت خلیق اور صالح بزرگ ہیں۔ دعا ہے کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ قیامت تک خواجہ بزرگ کے فرزندوں کو اپنے اجداد کے سجّادہ پر اجمیر شریف میں قائم و باقی رکھے۔ بحرمت النبی و آلہٖ الامجاد۔ (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکی آلِ امجاد کے طفیل)

جب دوسری مرتبہ ۱۰۶۵ھ میں حاضر ہوا۔ شیخ علاء الدین سجادہ نشین خواجہ بزرگ قدس سرہٗ نے خواجہ بزرگ کا شجرۂ نسب دکھایا۔ جو چند واسطوں سے امام موسیٰ کاظم تک جا پہنچتا تھا۔ رسالہ مونس الارواح مصنفہ مریم زمانی حضرت جہاں آرا بیگم بنت شاہجہاں بادشاہ بھی نظر سے گذرا۔ جس میں انھوں نے خواجۂ بزرگ کی سیادت کو ثابت کیا ہے۔ لیکن خواجگانِ چشت کی تصانیف میں اس کے متعلق کچھ نہیں لکھا ہے۔ بہرحال خواجہ بزرگ حضرت رسالت پناہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ظاہری و باطنی فرزند ہیں۔

خواجہ بزرگ کے اس آستانہ سے مجاور بھی جڑے ہوئے ہیں جو سید فخرالدین کی اولاد بیان کئے جاتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ سید فخرالدین کڑہ مانک پور کے رہنے والے تھے۔ لیکن خواجۂ بزرگ کے غلبۂ اعتقاد و روحانی محبت کی وجہ سے وطن چھوڑ کر اجمیر شریف میں سکونت اختیار کرلی تھی۔ چنانچہ انکی اولاد آج تک آستانۂ عالیہ کی خدمت گذار ہے۔ نیکی اور اہلیت کے حامل ہیں۔ ہر شخص سے اخلاص اور تواضع سے پیش آتے ہیں۔

خواجگانِ چشت کے ملفوظات سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ خواجۂ بزرگ سلطان شمس الدین کے عہدِ حکومت میں دومرتبہ دہلی تشریف لے گئے۔ پہلی مرتبہ کمالِ مہربانی سے محض خواجہ قطب الدین سے ملنے اور سرفراز کرنے کی خاطر گئے۔ اور وہاں سے اجمیر شریف آکر متاہل ہوئے۔ دوسری مرتبہ اپنے فرزند ارجمند شیخ فخرالدین کی خاطر موضع ناندن کے شاہی فرمان کی تصحیح

خواجہ معین الاولیاء حصور پندارند، محض پندار است۔

حضرت میر فخر الدین قدس سرہٗ ارادت و خلافت از پدرِ بزرگوار خویش داشت۔ و بکمال ہر دو عالم آراستہ و صاحبِ تصرف بود۔ و پس از پدرِ بزرگوار مسندِ مشیخی وارشاد بوجود او آرائش و آئین پذیرفت۔ و چوں اورا دیہے احیا بود و آں موضع ناندن نام داشت کہ قریب بہ اجمیر است۔ و چوں حاکم آنجا بہ آنحضرت مزاحمت می نمود۔ خواجہ بتقریب آں در دہلی رفتہ بود۔ و از خواجہ قطب الدین مثال تیار کنا یندہ آوردہ۔ و ہمیں خواجہ فخر الدین بود، بعد وصال پدر بست سال در صدر حیات بود۔ در قصبہ سرواڑ کہ شانزدہ کروہ از اجمیر شریف است۔ بتاریخ پنجم ماہ شعبان سن شش صد و شصت و یک بقرب ایزدی شافت۔ و نزدیک حوض قصبہ سرواڑ مدفن یافت۔ بندہ بزیارت آنحضرت مستعد بودہ است۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت خواجہ ضیاء الدین قدس سرہ خدیو کمالات بود۔ بجائے برادر بر مسند مشیخت جلوس فرمودہ بہ سال شش صد و نو دو پنج رخت ہستی ازیں جہاں بر بست۔ حضرت حسام الدین قدس سرہٗ خُرد ترین فرزندان آنحضرت بود۔ از چشمِ مردم غائب شدہ بہ طائفۂ ابدال و رجال الغیب پیوست۔

حضرت حسام الدین سوختہ قدس سرہٗ پور پُر نور حضرت خواجہ فخر الدین است۔ سینہ داغدار سوزِ محبت و دیدۂ اشکبار در طلب داشت۔ و دل دوختہ ناوک مودت بود۔ بصحبت حضرت سلطان المشائخ نظام الاولیاء بسر بردہ خوابگاہش در قصبۂ سانبھر باختر سوئے برسرِ راہ 15-1-2018 پدرش بیاد برادرِ گمشدہ اورا ہم نام گردانید۔ او نیز دو پسر داشت۔

یکے سید معین الدین خُرد مرید، خلیفہ مافرد حقیقت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلی است۔ و ایں معنی بحکم حضرت خواجہ بزرگ صورت بستہ پیش از ارادت آوردن بآویزش نفس نافرجام فیروزمند بود۔ و از باطن معین الاولیاء بہرہ وری داشت۔ و اورا خُرد بہ نسبت خواجہ بزرگ می گویند۔ و ایں منقبت اورا بس است۔ درویش کامل بود و از

کرانیکے لئے تشریف لے گئے۔ اور یہ معاملہ بہت نازک ہے۔ کیونکہ سلطان شمس الدین التمش خواجہ قطب الدین کا مرید تھا۔ اور خواجۂ بزرگ اپنا ایک خادم بھی بادشاہ کے پاس بھیج دیتے تو وہ اپنے لئے سعادتِ دارین تصور کرتا۔ اور فوراً فرمان کی درستی کر کے بھیج دیتا۔ لیکن کاملین اولیاء زیادہ تر ترکِ مشیخت اختیار کرتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو خلق کی نظروں میں حقیر دکھاتے ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر بلند مرتبہ ہونے کے باوجود بازار میں جا کر خرید و فروخت فرماتے تھے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اس جماعت کے پیشِ نظر ہمیشہ راست بازی اور دیانت ہوتی ہے۔ اس لئے جس کسی کے ساتھ ان کا کوئی کام ہوتا ہے ان کی محض طمعِ دنیاوی کی وجہ سے عزت نہیں کرتے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ دلوں کو دیکھنے والا ہے۔ اور دنیا کے رسم و رواج اور خلق کے نیک یا بد کہنے کی عارفین پرواہ نہیں کرتے اور وجہ یہ ہے کہ حضرت خواجہ کا بادشاہ کے پاس جانا اپنے مریدوں کی بہتری کے لئے تھا۔ کیونکہ اولیاء اللہ اپنی مشیخت پر فخر نہیں کرتے اور جس کام میں مریدوں کی بھلائی ہو اس سے محض عالی مرتبت کی بنا پر باز نہیں رہتے۔ اور اصل وجہ یہ ہے کہ اولیاء اللہ ہر کام کے لئے ماٗمور من اللہ ہوتے ہیں۔ اور اپنے اختیار یا مرضی کو درمیان میں ہرگز نہیں لاتے۔ چنانچہ سلطان المشائخ نے اس باب میں خوب فرمایا ہے۔

عشق آمد چو قوتم اندر رگ و پوست

عشق آیا اور میرے رگ و پوست میں طاقت کی طرح داخل ہو گیا

تا کرد مرا تہی و پُر کرد ز دوست

حتیٰ کہ مجھے اپنے آپ سے خالی کر دیا اور میرے اندر دوست (کی محبت کو) بھر دیا

اجزاءِ وجودم ہمگیں دوست گرفت

میرے وجود کے سب اجزا دوست نے لے لئے

نامیست زمن برمن و باقی ہمہ اوست

اور میرا نام ہی نام رہ گیا اور باقی سب اسی کا ہے

☆☆☆☆☆

ارادت و ریاضت کار خود را بجائے رسانیدہ بود کہ بے واسطہ از حضرت خواجہ بزرگ استفاضہ می کرد۔ دوم شیخ قیام الدین بابر بال قدس سرہٗ خوش شکل ، وزیبا چہرہ، دلاور و بزرگ منش بود۔

وایں ہر دو نیز فرزندان نامور دارند۔ شیخ قطب الدین قدس سرہٗ پور پرنور نخستیں است۔ از اجمیر در سرِ آغاز آگاہی بہ مندو برفت۔ سلطان محمود خلجی اورا خطاب چشت خانی دادہ، خدیو دوازدہ ہزار سوار گردانید۔ چوں بہ فیروزئے نیروئے سلطان پس از فراواں سال در اجمیر اسلام تازگی گرفت، خواست کہ بہ چشت خان بدہد۔ خوئے بہ مندو گرفتہ بود۔ نہ پذیرفت۔

شیخ بایزید بزرگ پسر پسیں است۔ یعنی از اولاد شیخ قیام الدین دانشمند بود۔ و روضۂ معین الاولیاء درس می گفت۔ شیخ احمد مجد شیبانی ودیگر بزرگاں شاگردِ او بیند۔ در ہنگامِ شورش فرمانروائے دہلی از خیرگی پیکر پرستاں اجمیر برخواستہ رفت۔ و بعد از دیر بہ مندو آمد۔ سلطان از حسنِ عقیدت خود اورا انباز چشت خان نیاراست برداشت۔ بہ بہانہ سازی دور انداختن او خیال بستہ بغرض سلطان رسانید۔ بیش ازیں برادرِ من شیخ بایزید مدرس اجمیر بود۔ اکنون رفتن آں بآنجا سببِ استواریِ اسلام می نماید۔ بنا بر سخن چشت خان شیخ بایزید را دستورے بودن اجمیر شد۔ دراں روزگار جمعے بعرض سلطان رسانیدند کہ او از نژاد معینہ نیست۔ ازیں رو دانشوران درویشاں کہن سال و بزرگانِ آگاہ حال قلم و خود را فراہم آوردہ در پرسش بازکرد۔ مخدوم شیخ حسین ناگوری و مو[illegible]ی کہ علما و مشائخ یکتا بودند۔ و دیگر خدا آگاہان بر درستی نسب او گواہی دادند۔ پیوند خویشی کردن مخدوم شیخ حسین ناگوری بہ فرزندانِ شیخ بایزید گواہِ عدل است۔

امّا شیخ جمالی رحمۃ اللہ علیہ در سیر العارفین می آرد۔ در ایّامے کہ ایں حقیر بشرف زیارت مرقدِ مبارک شیخ معین الدین مشرف گشت از فرزندانِ ایشاں صاحبِ سجادہ شیخ بایزید بود رحمۃ اللہ علیہ (وایں شیخ رفیع الدین بایزید خُرد نبیرہ شیخ بایزید بزرگ

عارف باللہ، مرشد خدا آگاہ، شاہ رشید الحق والدین نبیرۂ حاجی حرمین الشریفین حضرت خواجہ یحییٰ مدنی احمد آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے

منقول ہے

حضرت قطب المشائخ خواجہ معین الحق والدین حسن سجزی اجمیری چشتی قدس سرہٗ کے فرزندوں کا ذکر

حضرت کے تین صاحبزادے تھے۔ ایک خواجہ فخر الدین محمد اجمیری ہیں دوسرے خواجہ ضیاء الدین جنکی کنیت ابوسعید ہے۔ تیسرے شیخ حسام الدین اور ایک صاحبزادی بی بی حافظہ جمال تھیں۔ حضرت سید محمد گیسو دراز قدس سرہٗ نے یہ خیال ظاہر کیا ہیکہ (مذکورہ بالا) تینوں فرزندان بی بی عصمت کے بطن سے ہیں۔ اور خواجہ شمس الدین طاہر ان کو بی بی امۃ اللہ سے خیال کرتے ہیں۔ اور یہ روایت صحیح ہے کہ بی بی حافظہ جمال حضرت خواجہ صاحب کی دختر ہیں۔ اور حضرت کی دو ازواج تھیں۔ ایک تو سید وجیہ الدین مشہدی کی دختر تھیں اور دوسری راجہ کی بیٹی تھیں۔ جس کو خواجہ صاحب کے مرید ملک خطاب نے گرفتار کیا تھا۔ اسے اپنے پیر ومرشد کی خدمت میں بھیجا۔ اس خاتون سے اولاد ہونے پر خواجہ ملّا فیض گواہ ہے

اور اسی طرح سلطان التارکین قدس سرہٗ کی گزارش سرور الصدور میں نقل ہے کہ ایک روز معین الاولیاء نے فرزند ہونے اور اپنے صاحبِ اولاد ہونے کے بارے میں مجھ سے کہا۔ حمید الدین! پہلے جوانی اور تنہائی کے زمانے میں جو کچھ میرے دل میں گزرتی تھی طلب اور بے طلب حاصل ہوجاتی تھی۔ اب بڑھاپے اور عیال مندی کا زمانہ ہے تمام دل کی خواہشیں پوری نہیں ہوتیں۔ میں نے عرض کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے قبل "كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِ□ ِندَهَا رِزْقًا (یعنی جب کبھی زکریا علیہ السلام بی بی مریم کی محراب (عبادت گاہ) میں داخل ہوتے توان کے پاس کھانے پینے کی چیزیں موجود پاتے۔) والا مریم کا حال تھا۔ پھر پیدائش کے بعد وَهُزِّي إِلَيْكَ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسَاقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا: (اور ہلاؤ اپنی طرف کھجور کے تنے کو، گرنے لگیں گی تم پر پکی ہوئی کھجوریں) ان کا مقام ہوا یہ جواب سن کر

است نہ شیخ تاج الدین بایزید بزرگ) واو شیخے بغایت عظیم الشان بود۔ شمس الدین طاہر کہ صدو پنجاہ سال عمر داشت۔ خرقۂ خلافت از شیخ بایزید یافتہ بودو سید شمس الدین را باحضرت سماء الحق و الدین اتحادے تمام بود و بایں احقر الانام شفقتے و محبتے داشت۔ انتہٰے۔

وچوں ایں بندۂ کاتبِ حروف بزیارت روضۂ مقدسہ خواجہ بزرگ از سر قدم ساختہ رفتہ بود۔ درآں وقت صاحبِ سجادہ باجادۂ آنحضرت دیوان میر اصغر علیخان بود کہ وجود آنجنابی او با حلیہ حضرت خواجہ شباہت تمام داشت۔ واز علوم غربیہ نیز بہرہ گرفتہ بود۔ وشرح ملا بخدمت حضرت مفخر الصوفیین محب النبی مولوی فخر الدین گذرانیدہ بود و درعلوم فرس بہرہ وافر داشت۔ ملاقات حاصل گشت۔ فرمودند کہ از کدام خیل خانہ ہستید۔ بندہ عرض داشت کہ از فرزندان حضرت قطب الواصلین شیخ الحرمین الشریفین شیخ یحیٰی مدنی الچشتی گجراتی ازفرمان کہ معلوم شد شما از نبسیگان حضرت سید احمد سردار (شیخ کمال الدین احمد معروف بہ شیخ احمد بن شیخ نجم الدین بن شیخ قیام الدین نبیرہ حضرت خواجہ بزرگ معین الدین اولیاء است۔) کہ از اولاد حضرت خواجہ بزرگ قطب المشائخ معین الحق والدین حسن سجزی قدس سرہٗ است بودہ اید۔ ازاں باز ہرگاہ کہ بندہ بخدمت شریف می رسید استقبال و تعظیم تمام می کردند۔ روزے التماس کردم کہ آنحضرت از بزرگوارانِ ماہستید، چراچنیں باید کرد۔ فرمود ے

گدا اگر تواضع کند خوئے اوست

روزے ایں فقیر ایں بیت 15-1-2013 آنحضرت گفتہ بخدمت گزرانید

مدحت سلطانِ عالم آشکارا گفتنیست
شاہ مارا آفتاب دین و دنیا گفتنیست
گوہر تاج الولایت سرور و سالارِ چشت
بے تکلف جا بجا ایں ہر سہ یکجا گفتنیست

ایں ابیات گرفتہ زیرِ مسندِ خود داشتند۔ بندہ را ظن غالب شد کہ شاید پسندِ خاطرِ

خوش ہوئے۔ان سب گزارشات کا مطلب یہ ہے کہ جولوگ خواجہ صاحب کو بے اولاد خیال کرتے ہیں ان کا خیال باطل ہے۔

حضرت میر فخر الدین قدس سرہٗ کو اپنے والدِ بزرگوار سے ارادت و خلافت حاصل تھی اور ہر دو عالم میں کمال سے آراستہ اور صاحبِ تصرف تھے۔ اور والدِ بزرگوار کے بعد مسند رشد و ہدایت نے ان کے وجود سے رونق پائی۔ آپ کا ایک گاؤں تھا جس کا نام ناندن تھا جو اجمیر سے قریب ہے۔اور جب وہاں کے حاکم نے حضرت سے مزاحمت کی تو خواجہ دہلی گئے اور خواجہ قطب الدین سے احکام لے آئے۔اور یہی خواجہ فخر الدین تھے کہ والدِ ماجد کے وصال کے بعد بیس (۲۰) سال تک مستقر پر حیات رہے۔اجمیر شریف سے سولہ (۱۶) کوس پر قصبہ سرواڑ میں بتاریخ ۵/ ماہ شعبان سنہ ۶۶۱ھ واصل بحق ہوئے۔ اور قصبہ سرواڑ کے حوض کے قریب تدفین عمل میں آئی۔ یہ بندہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لئے مستعد رہتا ہے۔

حضرت خواجہ ضیاء الدین قدس سرہٗ جو صاحبِ کمالات بزرگ تھے بھائی کی جگہ پر مشائخ کی مسند پر فائز ہوئے سنہ ۶۹۵ھ میں اس جہانِ فانی کو خیر باد کہا۔حضرت حسام الدین قدس سرہٗ حضرت کے فرزندان میں سب سے چھوٹے تھے۔ جو ابدال کی جماعت کے ساتھ نظر سے غائب ہو گئے اور رجال الغیب میں شامل ہو گئے۔

حضرت حسام الدین سوختہ قدس سرہٗ حضرت خواجہ فخر الدین کے فرزندِ دلبند تھے جنکا سینہ سوزِ محبت سے داغ دار اور آنکھیں طلب میں اشکبار رہتی تھیں۔اور دل محبت کے تیر سے زخمی تھا۔ حضرت سلطان المشائخ نظام الاولیاء کی صحبت میں رہے۔آپ کی ابدی آرامگاہ اجمیر شریف کے راستہ پر سانبھر نامی قصبہ میں ہے۔ ان کے والد نے اپنے گمشدہ بھائی کے نام پر انکا نام رکھا۔انھیں بھی دو فرزند تھے۔

ایک سید معین الدین خُرد جو حقیقت آگاہ خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی کے مرید و خلیفہ ہیں۔اور یہ معاملہ حضرت خواجہ بزرگ کے حکم سے ظہور پذیر ہوا۔مرید ہونے سے پہلے نفس سے لڑنے میں کامیاب ہوئے۔اور باطن میں معین الاولیاء کے فیض سے مالا مال ہوئے۔اور خواجہ بزرگ کی نسبت سے انھیں

گرامی نیفتاد۔ بطرف ایں بندہ متوجہ شدہ فرمودند کہ جد من خواجہ معین الدین خُرد و مرید مستفیض از جد شما حضرت فردِ حقیقت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلی اند۔ چنانچہ ایں معنی در کتب سیر ایں خانوادہ مرقوم است و جہاں آرا بیگم در مونس الارواح کہ تصنیف او است بدستخط خاص خود نوشتہ و اشتیاق بخدمت جد آنحضرت نگاشتہ و نسب نامہ بمہر خود مسجل ساختہ بود۔ آں را بایں بندہ بنمود و نسب سامی آنحضرت بقول او بدیں وسائط بہ حضرت خواجہ بزرگ می پیوند۔

وحضرت دیوان سید اصغر علیخاں چشتی بن سید امام الدین بن سید منیر الدین بن سید سراج الدین بن سید ابوالفتح بن سید علم الدین بن سید ابوالخیر برادر خواجہ حسین بن سید معین الدین ثالث بن سید رفیع الدین بایزید خُرد بن سید نور الدین طاہر بن سید تاج الدین بایزید بزرگ بن سید شہاب الدین بن سید کمال الدین اعنی شیخ احمد بن سید نجم الدین بن سید قیام الدین بن سید خواجہ حسام الدین سوختہ بن خواجہ سید فخر الدین بن حضرت خواجہ بزرگ معین الحق والدین حسن سجزی اجمیری قدس اللہ اسرارھم تمام شد بحر الاولیاء۔ مولف حضرت پیرزادہ برجادہ ہر انچہ کہ بحق شاہ رشید الدین احمد آبادی درباب بنسگی ایشاں نسبت حضرت شیخ احمد تصدیق فرمودند۔ ایں شیخ احمد اشارت بہ شیخ کمال الدین عرف شیخ احمد بودہ باشد۔ زیرا کہ از کتب تواریخ مبرہن است کہ نبائر خواجہ قیام الدین بزمان چیرہ دستی پیکر پرستاں بصوب گجرات رفتہ بودند

☆☆☆

15-1-2013

خُرد (چھوٹے) کہتے ہیں۔ یہ تعریف انکے لئے کافی ہے۔ درویشِ کامل تھے۔ ارادت وریاضت میں اپنا مقام اس حد تک پہنچا دیا تھا کہ بغیر واسطے کے حضرت خواجہ بزرگ سے فیض حاصل کرتے تھے دوسرے شیخ قیام الدین بابر بال قدس سرہٗ خوش شکل اور خوبصورت واقع ہوئے تھے۔ بہادر اور بزرگ تھے۔

اور اِن دونوں کے بھی نامور فرزندان تھے۔ شیخ قطب الدین قدس سرہٗ پہلے (یعنی خواجہ معین الدین خورد) کے فرزند ہیں۔ اجمیر شریف سے آگہی کے ابتداءی زمانے میں چلے گئے تھے۔ سلطان محمود خلجی نے انھیں ''چشت خانی'' خطاب دیا تھا۔ بادشاہ نے بارہ ہزار سوار عطا کئے تھے۔ سلطان کی کامیابی سے کئی سالوں بعد اجمیر شریف میں اسلام پھر تازہ ہوا تو اس نے چاہا کہ اسے چشت خان کو دے دے۔ لیکن ان کا دل مندو میں لگا ہوا تھا اس لئے انھوں نے قبول نہیں کیا۔

شیخ بایزید بزرگ دوسرے فرزند کے بیٹے ہیں یعنی شیخ قیام الدین کی اولاد سے ہیں۔ عالم تھے اور معین الاولیاء کے روضہ میں درس دیا کرتے تھے۔ شیخ احمد مجد شیبانی اور دیگر بزرگ حضرات آپ کے شاگرد تھے۔ آپ فرمانروائے دہلی کی شورش کے زمانے میں پیکر پرستوں کی سرکشی کے سبب اجمیر سے نکل گئے تھے۔ آپ کچھ دنوں بعد مندو آئے۔ سلطان نے آپ سے عقیدت کا اظہار کیا۔ چشت خاں کو یہ ٹھیک نہ لگا۔ اور آپ کو دور رکھنے کا بہانہ بنایا اور سلطان کی خدمت میں عرضی پہنچائی کہ اس سے قبل میرے بھائی شیخ بایزید اجمیر میں مدرس تھے۔ اب ان کا وہاں جانا اسلام کی مضبوطی کا سبب بنے گا۔ چشت خاں کی اس بات پر شیخ بایزید کو اجمیر میں رہنا پڑا۔ اس دوران ایک جماعت نے سلطان کو عرضی پہنچائی کہ شیخ بایزید معینی نسل سے نہیں ہیں۔ اس سلسلہ میں بادشاہ نے اپنی سلطنت کے عمر رسیدہ دانشوروں درویشوں اور آگاہ حال بزرگوں کو طلب کیا اور سوال کا دروازہ بند کر دیا۔ مخدوم شیخ حسین ناگوری اور مولانا رستم اجمیری جو یکتائے مشائخ تھے اور دیگر اہل اللہ نے انکا نسب درست ہونے پر گواہی دی۔ مخدوم شیخ حسین ناگوری کا شیخ بایزید کے فرزندوں سے رشتہ قائم کرنا اس بات کا واضح ثبوت ہے۔

لیکن شیخ جمالی رحمۃ اللہ علیہ سیر العارفین میں رقم طراز ہیں کہ ''ان دنوں جب یہ فقیر شیخ معین الدین چشتی کے مزارِ مبارک کی زیارت سے مشرف ہوا۔ آپ کے فرزندوں میں صاحبِ

منقول است

از محقق باخبر غلام سرور نبیرہ مفتی رحیم اللہ قریشی الاسدی اللاہوری

ھکذا فی خزینۃ الاصفیاء

بہ ثبوت پیوستہ کہ حضرت خواجہ را دو اہلیہ پارسا وعفیفہ بودند۔ اول دختر سید وجیہ الدین مشہدی عم سید حسین خنگ سوار است کہ والدِ بزرگوارش بحکم باطنی امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کہ اورا بعالم رویا شدہ بود۔ نکاح دختر خود بحضرت خواجہ کرد۔ ونام نامی آں عفیفہ بی بی عصمت بود۔ وسہ پسر والا گوہر از بطنِ آں عفیفہ بوجود آمدند۔ یکے خواجہ ابوسعید ودوم خواجہ فخر الدین، سوم خواجہ حسام الدین قدس اللہ سرھم العزیز۔

وآنانکہ می گویند کہ حضرت خواجہ لا ولد بود۔ ہرگز ایں سخن لائقِ اعتبار نیست۔ چرا کہ شیخ فرید نبیرہ سلطان التارکین شیخ حمید الدین صوفی ناگوری زبانی جد بزرگوار خود نقل کردہ است کہ

روزے حضرت خواجہ بزرگ معین الدین بہ بندہ مخاطب شدہ فرمود کہ اے حمید الدین پیش ازیں کہ قوی وجوان بودم واولاد ہم نبود۔ ہرچہ کہ از رب العزت می خواستم بلا تکلف ودعا وندا می رسید۔ حالا کہ پیر شدم وفرزند ہم بوجود آمدند مقصود بدعا وندا حاصل می شود۔ بندہ عرض کرد کہ بہ آنحضرت روشن است کہ تا وقتیکہ عیسیٰ علیہ السلام از بطنِ مادرِ خود بی بی مریم متولد نشدہ بود۔ میوۂ تابستاں در زمستاں بے طلب وخواہش بایشاں می رسید۔ چوں عیسیٰ علیہ السلام متولد شد بی بی مریم انتظار رزق می کشد۔ فرمان شد کہ شاخہائے نخل خرما را بجنباں تا خرمائے تازہ برتو بریزند۔ چوں جنبانید۔ خرمائے تر یافت۔ پس در وقتِ سابق وحال ایں قدر تفاوت است۔ حضرت خواجہ جوابِ او بشنید وپسندید۔

ومی گویند کہ عمر خواجہ ابوسعید فرزند آنجناب بہ پنجاہ سالگی رسیدہ بود ودو فرزند داشت۔ وخواجہ فخر الدین فرزندِ ثانی آنحضرت بسیار بزرگ وصاحبِ نعمت بود و

سجادہ شیخ بایزید تھے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ (اور یہ شیخ رفیع الدین بایزید خورد نبیرہ شیخ بایزید بزرگ ہیں نہ کہ شیخ تاج الدین بایزید بزرگ) اور وہ نہایت ہی عظیم الشان شیخ تھے۔ شمس الدین طاہر کہ ڈیڑھ سو (۱۵۰) سال کی عمر رکھتے تھے نے شیخ بایزید سے خرقۂ خلافت پایا اور سید شمس الدین کو حضرت سماء الحق والدین کے ساتھ بڑا اتحاد و محبت تھی۔ اور اس احقر سے شفقت و محبت رکھتے تھے۔ انتہیٰ۔

اور جب یہ بندۂ کاتب حروف روضۂ مقدسہ خواجہ بزرگ کی زیارت کی نیت سے جانے کا ارادہ کیا تو اس وقت حضرت کے صاحبِ سجادہ دیوان میر اصغر علی خاں تھے۔ جو حضرت خواجہ صاحب کے حلیہ سے پوری مشابہت رکھتے تھے۔ اور علومِ غربیہ پر بھی عبور رکھتے تھے۔ اور حضرت فخر الصوفیہ محب النبی مولوی فخر الدین کی خدمت میں شرح ملا پڑھ چکے تھے اور علومِ فارسی میں بھی انھیں کافی تبحر حاصل تھا۔ ملاقات ہوئی تو فرمایا کس خاندان سے تعلق ہے۔ بندہ نے عرض کی حضرت قطب الواصلین شیخ حرمین شریفین شیخ یحییٰ چشتی گجراتی کے فرزندان سے ہوں۔ فرمان سے معلوم ہوا کہ تم حضرت سید احمد سردار (شیخ کمال الدین احمد معروف بہ شیخ احمد بن شیخ نجم الدین بن شیخ قیام الدین نبیرہ حضرت خواجہ بزرگ معین الدین اولیاء) کے نواسوں میں سے ہو۔ جو حضرت خواجہ بزرگ قطب المشائخ معین الحق والدین حسن سجزی قدس سرہٗ کی اولاد سے تھے۔ اس کے بعد جب کبھی یہ بندہ حضرت کی خدمت شریف میں حاضر ہوتا تو ہر طرح کا استقبال اور تعظیم فرماتے۔ ایک روز میں نے درخواست کی کہ حضرت قبلہ آپ ہمارے بزرگوں میں سے ہیں ایسی کیوں زحمت فرماتے ہیں تو ارشاد فرمایا۔ گدا اگر تواضع کند خوئے اوست۔ (یعنی فقیر تواضع کرے تو یہ اسکی خصلت ہے۔)

ایک روز اس فقیر نے حضرت کی مدح میں یہ اشعار موزوں کر کے خدمت میں پیش کئے۔

مدحتِ سلطانِ عالم آشکارا گفتنیست شاہ مارا آفتابِ دین و دنیا گفتنیست

یعنی سلطانِ عالم کی مدحت علانیہ کہنے کے لائق ہے ہمارے بادشاہ دین و دنیا کا سورج کہلانے کے مستحق ہیں

گوہرِ تاج الولایت سرور و سالارِ چشت بے تکلف جابجا ایں ہر سہ یکجا گفتنیست

بعد انتقال خواجه بست سال زنده ماند و هفتاد سال عمر داشت۔ و وے را پنج پسر سعادتمند بوجود آمدند۔ و در قصبه سروار که از اجمیر بفاصله شانزده کروه است برحمت حق پیوست۔ و همانجا مدفون گردید و خواجه حسام الدین پسر خُرد آنحضرت غائب شد و بصحبتِ ابدال پیوست۔ دراں وقت او چهل و پنج ساله عمر داشت۔ و وے را هفت فرزند بودند۔ و خواجه حسام الدین سوخته بسیار صاحبِ کرامت و خوارق بود و به نظام الدین اولیا مصاحب۔ قبر شریف وے در قصبهٔ سانبهر بجانب مغرب از اجمیر واقع است۔

و اهلیه ثانی خواجه دختر یکے از راجهائے هند است و سبب آمدنش بنکاح آنجناب ایں است که حاکم قلعه بٹلی که ملک خطاب نام داشت بر سر هنودانِ آں دیار تاخت آورده بسیارے را از ایشاں به قتل رسانید و دختر راجه را اسیر کرده آورد۔ و بطور نذرانه بخدمت آنحضرت گزرانید۔ آنجناب او را قبول فرمود بنکاحِ خود سرافراز نمود و نامش امة الله نهادند۔ و از بطن عفت آں تاج المستورات اول دخترے متولد شد که بنام بی بی حافظه جمال موسوم و بغایت عابده بود۔ و ارادت بخدمت والد ماجد خود داشت۔ و آنحضرت خرقهٔ خلافت او را عطا فرموده برائے هدایت و تلقین مستورات ارشاد کرد۔ چنانچه هزارها عورات به توجهِ آں تاج المستورات بمقامِ قرب رسیدند و شوهر عالی گوهرِ آں عفیفه شیخ رضی الدین نام داشت۔ چنانچه مزار پر انوار بی بی حافظه جمال متصل روضهٔ مقدسه حضرت خواجه واقع است۔ و از و دو پسر بوجود آمدند۔ و در طفلی درگزشتند۔ رحمة الله علیهم رحمةً واسعةً۔

خواجه فخر الملة والدین چشتی اجمیری قدس الله سرهٗ از فرزندان دلبند وخلفائے ارجمند خواجه معین الدین حسن سجزی است۔ جامع علوم ظاهری و باطنی و کمالات صوری و معنوی بود۔ برائے حصول قوتِ حلال بکسب زراعت اشتغال داشت و بموضع ناندن که متصل اجمیر است۔ سکونت ورزید۔ و تمام عمر در هدایت خلق گزرانیده در سال شش صد و پنجاه و سه برحمتِ حق پیوست۔ و وے بعد وفات پدر بزرگوار تا بست سال بصدر حیات بود و وفات در قصبه سروار بوقوع آمد۔ و همانجا برلب

تاجِ ولایت کے گوہر اور چشت کے سرور و سالار ہیں بے تکلف یہ تینوں اوصاف یکجا کہے جانیکے لائق ہیں

ان اشعار کو لے کر حضرت نے اپنی مسند کے نیچے رکھ لیا۔ اس بندہ کو یہ گمان غالب ہوا کہ شاید حضرت کے دل کو پسند نہیں آئے۔ اس بندہ کی جانب متوجہ ہو کر فرمانے لگے میرے جد خواجہ معین الدین خُرد آپ کے جد حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلی کے مرید اور فیض یافتہ ہیں۔ چنانچہ اس خانوادہ کی سیرت کی کتابوں میں یہ سب کچھ لکھا ہوا ہے۔ اور جہاں آرا بیگم نے اپنی تصنیف ''مونس الارواح'' کو اپنے ہاتھ سے لکھا۔ اور بڑے اشتیاق کے ساتھ حضرت کے جد کی خدمت میں پیش کیا۔ اور نسب نامہ اپنی مہر سے مزین کیا۔ جو اس بندہ کو دکھلایا گیا۔ حضرت کا نسبِ مبارک ان واسطوں سے حضرت خواجہ بزرگ تک جا ملتا ہے۔

حضرت دیوان سید اصغر علی خاں چشتی بن سید امام الدین بن سید منیر الدین بن سید سراج الدین بن سید ابوالفتح بن سید علم الدین بن سید ابوالخیر برادر خواجہ حسین بن سید معین الدین ثالث بن سید رفیع الدین بایزید خُرد بن سید نور الدین طاہر بن سید تاج الدین بایزید بزرگ بن سید شہاب الدین بن سید کمال الدین یعنی شیخ احمد بن سید نجم الدین بن سید قیام الدین بن سید خواجہ حسام الدین سوختہ بن سید خواجہ فخر الدین بن حضرت خواجہ بزرگ معین الحق و الدین حسن سجزی اجمیری قدس اللہ اسرارھم تمام ہوا بحر الاولیاء کا حوالہ مولف حضرت پیرزادہ نے بحق شاہ رشید الدین احمد آبادی در باب نسبت حضرت شیخ احمد تصدیق فرمائی۔ یہ شیخ احمد سے شیخ کمال الدین عرف شیخ احمد کی طرف اشارہ ہے۔ اس لئے کہ تاریخی کتب سے ثابت ہے کہ خواجہ قیام الدین کی فرزند زادے پیکر پرستوں کی چیرہ دستی کے سبب صوبہ گجرات کو روانہ ہوئے تھے۔

☆☆☆

حوض سروار مدفنِ اوست۔

شیخ حسام الدین سوختہ قدس اللہ سرہٗ پسر شیخ فخر الدین بن شیخ المؤمنین خواجہ معین الدین سجزی است۔ سوختۂ آتش محبت و دوختہ ناوگ عشق بود۔ و بہ شیخ نظام الدین بدایونی بسیار صحبت داشت۔ پدرِ بزرگوارش اورا بنام برادرِ خود خواجہ حسام الدین بن خواجہ بزرگ معین الدین موسوم کردہ بود کہ غائب شدہ بصحبت ابدال پیوستہ بود۔ وفاتِ وے صاحبِ شجرۂ چشتیہ در سال ہفت صد و چہل و یک ۷۴۱ھ ارقام فرمودہ است۔ و مزارِ پُرانوارش در قصبہ سانبھر بجانب غروب بر سرِ راہ اجمیر است۔ و وے عمر طویل یافتہ کہ زیاد از صد سال بود۔ و از غایت سوز عشق و محبت مخاطب بہ خطاب سوختہ شد۔ خواجہ معین الدین خُرد پسر بزرگ شیخ حسام الدین سوختہ است۔ خرقۂ فقر و ارادت و خلافت از شیخ نصیر الدین چراغ دہلی پوشید و بکمال کرامت معروف و ریاضت و مجاہدہ موصوف بود۔ کار بجائے رسانیدہ بود کہ بلاتوسط غیرے از روحانیت خواجہ بزرگ معین الحق والدین حسن سجزی استفادہ می کرد۔ برادرِ خُردش شیخ قیام نام داشت۔ کہ بغایت حسن و صورت و شجاعت و ہیبت و عظمت بود و از ہر دو بزرگوار بسیار اولاد ماند۔ وفات شیخ معین الدین در سال ہفت صد و شصت و یک است۔

قطعہ تاریخِ وفات

معین الدیں چو از دنیا سفر کرد
بہ پیش اہلِ جنت گشت منظور
"معین الدین متوکل" رقم کرد

سنہ ۷۶۱ھ

بتاریخش چو سرور گشت منظور
دگر سالِ وصال او رقم کن
"معین الدین کامل مطلع نور"
۷۶۱ھ

غلام سرور نبیرہ مفتی رحیم اللہ قریشی الاسدی لاہوری کی تحقیق کے مطابق منقول ہے

جیسا کہ خزینۃ الاصفیاء میں ہے۔

یہ ثابت شدہ ہے کہ حضرت خواجہ صاحب کو دو عفت مآب پارسا بیویاں تھیں۔ پہلی جو سید حسین خنگ سوار کے چچا سید وجیہ الدین مشہدی کی دختر تھیں کہ جنکے والد بزرگوار نے خواب میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے حکمِ باطنی پر اپنی دختر کا نکاح حضرت خواجہ صاحب کے ساتھ کر دیا۔ اس پاک بی بی کا مبارک نام بی بی عصمت تھا۔ اس زوجۂ پاک کے بطن سے تین صاحبزادے تولد ہوئے۔ ایک خواجہ ابوسعید، دوسرے خواجہ فخر الدین اور تیسرے خواجہ حسام الدین قدس اللہ سرھم العزیز۔

اور جو لوگ کہتے ہیں کہ حضرت خواجہ صاحب لاولد تھے یہ بات ہرگز اعتبار کے لائق نہیں۔ جبکہ سلطان التارکین شیخ حمید الدین صوفی ناگوری کے پسرزادے شیخ فرید نے خود اپنے جدِ بزرگوار کی زبانی یہ نقل کیا ہے کہ۔

ایک روز حضرت خواجہ بزرگ معین الدین اس بندہ سے مخاطب ہوئے اور فرمایا کہ اے حمید الدین! اس سے قبل جب کہ میں قوی اور جوان تھا اور مجھے اولاد نہیں تھی۔ رب العزت سے میں نے جو بھی چاہا بلا تکلف اور بغیر دعا و ندا کے حاصل ہوا۔ اب یہ حال ہے کہ عمر رسیدہ ہو گیا ہوں اور فرزند پیدا ہو رہے ہیں مقصد دعا و ندا سے حاصل ہوتا ہے۔ بندہ نے عرض کی کہ یہ حضرت قبلہ پر روشن ہے کہ جب تک عیسیٰ علیہ السلام اپنی ماں بی بی مریم کے بطن سے پیدا نہ ہوئے تو بے طلب و بے خواہش بے موسم میوے آتے رہے۔ جب عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ بی بی مریم رزق کا انتظار کرتی رہیں۔ فرمانِ الٰہی ہوا کھجور کے درخت کی شاخ کو ہلاؤ تا کہ تازہ کھجور گر پڑیں۔ جب درخت کو ہلایا تو تر و تازہ کھجور پائے۔ لہٰذا سابقہ اور حالیہ وقت میں بس اسی قدر فرق ہے۔ حضرت خواجہ صاحب نے یہ جواب سنا تو پسند فرمایا۔

کہتے ہیں کہ خواجہ ابوسعید فرزند حضرت خواجہ صاحب کی عمر پچاس (۵۰) سال تک پہنچی اور انھیں دو فرزند ہوئے اور حضرت کے دوسرے فرزند خواجہ فخر الدین بڑے بزرگ اور صاحبِ نعمت تھے اور

قطعہ تاریخِ وفات خواجہ حسام الدین سوختہ قدس سرہٗ

چوں حسام الدین ز دنیا رخت بست
سالِ وصل آں ولی متقی
عاشق اللہ صدیق آمدہ است
۷۴۱ھ
ہم حسام الدین سید جنتی
۷۴۱ھ

قطعہ تاریخِ وفات حضرت خواجہ بزرگ معین الحق والدین قدس اللہ سرہ

معین الدین معینِ ہر دو عالم
دلش روشن ز انوارِ تجلّٰے
بتولیدش امام مجتبٰی خواں
۵۳۷ھ
وصالش نیر اکبر معلّٰے
سنہ ۶۳۳ھ

تاریخِ وفات خواجہ فخر الدین بن خواجہ بزرگ

خواجۂ دیں جنابِ فخر الدیں
مثلِ گل رفت چوں بباغِ جناں
وصلِ او جو زِ خواجۂ والا
سنہ ۶۵۳ھ
رحلتش خواں ز مقتدائے زماں

خواجہ صاحب کے وصال کے بعد بیس (۲۰) سال تک زندہ رہے۔ اور ستر (۷۰) سال عمر پائی۔ اور انھیں پانچ سعادت مند فرزند پیدا ہوئے۔ اور اجمیر شریف سے سولہ کوس فاصلہ پر قصبہ سروار میں آپ واصل بحق ہوئے۔ اور اسی جگہ تدفین عمل میں آئی۔ اور حضرت کے چھوٹے فرزند خواجہ حسام الدین غائب ہو کر ابدال کی صحبت سے وابستہ ہو گئے۔ اس وقت انکی عمر پینتالیس (۴۵) سال تھی۔ اور انھیں سات فرزند ہوئے اور خواجہ حسام الدین سوختہ بڑے صاحبِ کرامت و خوارق تھے۔ اور نظام الدین اولیاء کی صحبت سے فیض یاب ہوئے۔ جنکی قبر شریف اجمیر کی مغربی سمت قصبہ سانبھر میں واقع ہے۔

اور خواجہ صاحب کی دوسری اہلیہ صاحبہ ہندوستان کے ایک راجہ کی دختر ہیں۔ جنکے خواجہ صاحب کے نکاح میں آنے کا سبب یہ ہے کہ قلعہ بٹھلی کے حاکم جس کا نام ملک خطاب تھا۔ اس نے ہندوؤں کے ملک پر حملہ کیا جس میں بہت لوگ قتل ہوئے اور راجہ کی دختر کو حراست میں لے کر آیا اور بطور نذرانہ خواجہ صاحب کی خدمت میں پیش کیا۔ جسے حضرت نے قبول فرمالیا اور اپنے نکاح میں لے آئے۔ اور ان کا نام امۃ اللہ رکھا۔ اور اس پاک بی بی کے بطنِ مبارک سے ایک دختر تولد ہوئی۔ جس کا نام بی بی حافظہ جمال رکھا گیا۔ جو بہت عبادت گذار تھیں۔ اور اپنے والد ماجد سے مرید تھیں۔ اور حضرت خواجہ صاحب نے انھیں خرقۂ خلافت بھی عطا فرمایا تھا تاکہ خواتین کی ہدایت و تلقین کریں۔ چنانچہ اس بی بی کی توجہ سے ہزاروں عورتیں مقامِ قرب حاصل کر سکیں۔ اور پاک بی بی کے شوہر کا نام شیخ رضی الدین تھا۔ چنانچہ بی بی حافظہ جمال کا مزارِ پُر انوار حضرت خواجہ صاحب کے روضۂ مقدسہ سے متصل واقع ہے اور ان سے دو فرزند پیدا ہوئے۔ مگر بچپن ہی میں گذر گئے۔ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمتِ واسعہ نازل فرمائے۔

خواجہ فخر الملۃ والدین چشتی اجمیری قدس اللہ سرہ حضرت خواجہ معین الدین حسن سجزی کے فرزندانِ دلبند اور خلفائے ارجمند میں سے ہیں۔ علومِ ظاہری و باطنی کے جامع اور کمالاتِ صوری و معنوی کے حامل تھے۔ اور حلال روزی کمانے کے ارادے سے زراعت کا پیشہ اختیار فرمایا تھا۔ اور اجمیر شریف سے متصل موضع ناندن (مانڈل) میں سکونت پذیر تھے۔ اور تمام عمر مخلوق کی ہدایت میں گذار دی۔ ۶۵۳ھ میں وصال فرمایا۔ اور وہ والدِ بزرگوار کے وصال کے بعد بیس (۲۰) سال تک زندہ رہے۔ اور آپکی وفات قصبہ سروار میں واقع ہوئی۔ اور اسی جگہ

سنہ ۶۵۳ھ

15-1-2013

سروار کے حوض کے کنارے آپ کا مدفن ہے۔

شیخ حسام الدین سوختہ قدس سرہٗ شیخ فخر الدین بن خواجہ معین الدین کے فرزند ہیں۔ آتشِ محبت میں سوختہ اور عشق کے تیر سے زخمی تھے۔ اور شیخ نظام الدین بدایونی کی صحبت میں بہت رہے۔ آپ کے والد نے آپ کا نام اپنے بھائی خواجہ حسام الدین بن خواجہ بزرگ معین الدین کے نام پر رکھا تھا۔ جو غائب ہو کر ابدال کی صحبت میں جا ملے تھے۔ صاحبِ شجرہ چشتیہ نے لکھا ہے کہ ۷۴۱ھ میں آپ نے وفات پائی۔ اور آپ کا مزارِ پُرانوار اجمیر شریف کے مغرب میں واقع قصبہ سانبھر میں ہے۔ انھوں نے طویل عمر پائی جو ایک سو سال سے زیادہ ہے۔ اور سوزِ عشق و محبت کے باعث سوختہ کے خطاب سے پکارے جاتے تھے۔ خواجہ معین الدین خُرد، شیخ حسام الدین سوختہ کے بڑے فرزند ہیں۔ خرقۂ فقر و خلافت شیخ نصیر الدین چراغ دہلی سے پہنا اور کمالِ کرامت میں معروف اور ریاضت و مجاہدہ میں موصوف تھے۔ اپنا درجہ اس حد تک پہنچا لیا تھا کہ کسی غیر کے توسط کے بغیر حضرت خواجہ معین الحق والدین حسن سجزی کی روحانیت سے استفادہ فرمایا کرتے۔ آپ کے چھوٹے بھائی کا نام شیخ قیام تھا۔ جو بڑے خوبرو، بہادر اور عظمت و دبدبہ والے تھے۔ اور ان دونوں بزرگوں سے بہت اولاد ہوئی۔ شیخ معین الدین کی وفات سات سو اکسٹھ ۷۶۱ھ ہے۔

قطعہ تاریخِ وفات

معین الدین چو از دنیا سفر کرد ۔۔۔ بہ پیشِ اہلِ جنت گشت منظور

معین الدین متوکل رقم کرد ۔۔۔ بتاریخش چو سفر گشت منظور

۷۶۱ھ

دگر سالِ وصالِ او رقم کن ۔۔۔ معین الدین کامل مطلعِ نور

۷۶۱ھ

ترجمہ

جب معین الدین نے دنیا سے عالمِ بالا کا سفر کیا ۔۔۔ تو وہ اہلِ جنت کے سامنے پیش ہوئے

"معین الدین متوکل" ۔۔۔ اس کی تاریخ لکھی ۔ جب سفر منظور ہوا۔

۷۶۱ھ

دوسرا سالِ وفات ان کا تحریر کرو ۔۔۔ جو معین الدین کامل مطلعِ نور ہے

نقل فرمان

خواجہ معین الدین قدس سرہٗ جمیع مطالب واسعاف تمام

فرمان محمد جلال الدین اکبر شاہ ومراقب آمال اولاد امجاد

دریں وقت فرمان عالیشان سعادت نشان از مکمنِ عاطفت واحسان بادشاہے شرف نفاذ یافت۔ نبیرہ از چیتور کہ جمع آں مبلغ یک لک تنگہ مرادی است۔ حسب الحکم حقائق دستگاہ قطب العارفین غوث الواصلین از تغیر مقدمے آصف خان مقرر باشد کہ حاصل سال بسال بہ زبدہ اماجد الاتقیافی الایام۔ کمال رتبت شیخ حسین دروجہ سیور غال ابدی وضروریاتِ آں دادیم۔ باید کہ بدعائے دوام دولت ابد انجام قیام واقدام نماید حکام کرام ودیوانیان وعمال ومتصد یان مہمات سرکار مذکور مقرر داشتہ مواضع مذکور را بتصرف گماشتہ ہائے سیادت پناہ مشاراً الیہ گردانند واز مال وجہات وتمامی حوالات واخراجات وکل تکالیف دیوانی معاف سلم وترخان ومرفوع القلم شناختہ ہیچ اہم ورسم تعرض رسانند وکشیدہ داشتہ مطلقاً پیرامون نگردند وجانب شریف آں سیادت پناہ را عزیز دانستہ در تعظیم وتکریم اووکساں ومردم اورا موثر دانند وہر سالہ بہ فرمان وپروانچہ مجدد محتاج ندارند۔ حسب الحکم جہاں مطاع از مضمون صدر درنہ گزرند۔

تحریر المطاع العالی

15-1-2013 بالمشافہ العلیہ العالیہ خاقانیہ مص

فرمان محمد جلال الدین اکبر بادشاہ غازی

خواجہ معین الدین چشتی بخط طلاء

مہر بادشاہ

وکلاء حاکم متعہدان مہمات خطۂ اجمیر بدانند کہ ورثہ قطب الاقطاب

سنہ ۶۱ھ

قطعہ تاریخِ وفات خواجہ حسام الدین سوختہ قدس سرہٗ

چوں حسام الدین ز دنیا رخت بست — سالِ وصلِ آں ولیِ متقی
''عاشقِ اللہ صدیق'' آمدہ است — ہم ''حسام الدین سید جنّتی''
سنہ ۷۴۱ھ — سنہ ۷۴۱ھ

ترجمہ

جب حسام الدین دنیا سے سدھارے — تو اس متقی ولی کے وصال کا سال
''عاشقِ اللہ صدیق'' سے برآمد ہوا — حسام الدین جنّتیسے بھی سالِ وصال نکلتا ہے
سنہ ۷۴۱ھ — سنہ ۷۴۱ھ

قطعہ تاریخِ وفات حضرت خواجہ بزرگ معین الحق والدین قدس اللہ سرہٗ

معین الدین معینِ ہر دو عالم — دلش روشن زِ انوارِ تجلّٰے
بتولیدش ''امامِ مجتبٰی'' خواں — وصالش ''نیرِ اکبر معلّٰے''
سنہ ۵۳۷ھ — ۶۳۳ھ

ترجمہ

حضرت معین الدین دونوں عالم کے معین ہیں — جنکا دل انوارِ تجلّٰے سے روشن ہے
آپ کا سنِ ولادت ''امامِ مجتبٰی'' اور — آپ کا سنِ وصال ''نیرِ اکبر معلّٰے'' کہو
سنہ ۵۳۷ھ — سنہ ۶۳۳ھ

قطعہ تاریخِ وفات خواجہ فخر الدین بن خواجہ بزرگ

خواجۂ دیں جنابِ فخر الدیں — مثلِ گل رفت چوں بباغِ جناں
وصلِ او جو زِ ''خواجۂ والا'' — رحلتش خواں زِ ''مقتدائے زماں''
سنہ ۶۵۳ھ — ۶۵۳ھ

ترجمہ

دین کے خواجہ جنابِ فخر الدین — جب باغِ جنت کو ایک پھول کی طرح سدھارے

بموقف عرض رسانیدند که در اراضیِ ایشاں که در جوارِ مقبره متبرکه قطب الاقطاب مومی الیه واقع است بعضے مردم امواتِ خود را بے اذنِ ایشاں دفن می نمایند اگر واقع باشد حکم فرمودیم که بعد الیوم هیچ کس میت خود را در اراضی جوارِ مقبرۂ متبرکه مذکوره بے اذن فضیلت مآب کمالات اکتساب بہجۃ المشائخ و العظام خواجه حسین نبیرۂ آں قطب الاقطاب و باقی ورثه دفن نکنند۔ می باید که حسب الحکم عالی عمل نموده بتقدیم رسانند و اعمال مراقبه که دراں آستانه از قدیم الایام الیٰ غایتہ بوده برقرار دارند و مانع نشوند۔ درعهد دانسته دریں باب توجه نمایند۔

تحریر فی التاریخ شهر ذی قعده ۹۶۹ھ

خواجه معین الدین بخط طلاء

جلال الدین محمد اکبر بادشاه غازی

چوں در باب ترویج و رونق لنگر خانه مرشد السالکین میانه اولاد امجاد آنحضرت سیما مشیخت، آئین معرفت، تزئین سیادت المشائخ العظام، بقاوی الاولیاء الکرام، وجه الزمن، شیخ حسن، وکمال رتبت شیخ حسین بوجه واهتمام عام حالهم امر تویست را بعمدة الملک ،فضیلت شعار ،کامل الاخلاص ،فصاحت دثار، مستحسن الخذمت، مستوجب الرعایت، الموصوف بانصف نموده شیخ حسن را که مشین و مرشد ایشاں است به سجاده نشینی تصفیه فرمودیم و فرمان واجب الاذعان شرف اصدار یافت که از قدیمی و جدیدی بحسب فرامین مطاع در وجه ضروریات و صادر و وارد آں لنگر منور و مدد معیشت مشیخت آئین مشاراً الیهم مقرر شده بود۔ بتصرف عمدة الملک مومی الیه باشد که سال بسال تمام و کمال بضروریات لنگرِ مذکور از عمارت و فرش و روشنی و مصالح مطبخ یومیه و اعراض تمام مبلغ پانزده هزار تنگه مرادی به والده عفیفه مستوره آں سیادت المشائخ متعلق بوده تتمه را اُنچه باشد مشاراً الیهم بسویت فضلاً بعد فضل نهاده به لنگر فیض اثر می آمده باشد۔ مجاوران را

تو آپکے وصال ورحلت کا سن ''خواجۂ والاؔ'' ۶۵۳ھ اور ''مقتدائے زماں'' ۶۵۳ھ سے بیان کیجئے

موافق معمول قدیم بایشاں دادہ انچہ باقی ماند آنرا ہم بسویت حصہ نمودہ ہر یک حصہ را نصف بہ محبت والفت سلوک داشتہ مطلقاً مناقشہ نکردہ وتکلیف ومنازعت نرسانیدہ وباہم شرائط حرمت وخاطرے جوے مرعی داشتہ دقیقہ فروگذاشت نکنند۔ می باید کہ از مضمون مذکور الصدر مطلقاً عتبا نکنند۔ وہر یک بحصہٗ خود راضی بودہ زیادہ طلبی نکنند۔ حکام کرام و عمال ومتاثران آں مقرر داشتہ۔ لنگر فیض اثر جدا مسلم و برقرار داشتہ از جمیع حوالات و اخراجات ومطالب دیوانی معاف ومرفوع القلم شمارند وہیچ جہت تدخل نکردہ از تغیر وتبدل مصئون ومامون شناختہ فرمان مجدد طلب ندارند۔

تحریر الی الامر العالی وخلیفۂ زمان

فی شہر شعبان المعظم سنہ ۵

پروانہ صدارت پناہ، معالی دستگاہ، معرفت انتباہ، واقف موافق العلوم و الحکم، اکابر الفضائل، عدیل الوجہ اتم، مربی العلماء، مقوی الفضلاء، صدر شیخ صدر، رفیع القدر، شیخ عبدالنبی صدر

نقل فرمان

محمد نورالدین جہانگیر بادشاہ غازی مشتمل بر ہر سہ قسمت محاصل دیہات اوقاف۔ یک حصہ در خرچ عرس وروشنائی، ویک حصہ در مددِ معاش مشیخت پناہ شیخ حسین اولاد حضرت خواجہ بزرگ، ویک حصہ فقرا وتکیہ داران۔

15-1-2013

مہر مربع کہ دراں اسماء شاہانِ سلف منقوش اند	طغرا باسم بادشاہ آلتمغا

حضرت خواجہ معین الدین چشتی

چوں مواضعے کہ بصیغہ وقف مزار فائض الانوار حضرت قطب العارفین غوث السالکین مقرر است قبل ازیں بموجب یادداشت واقع ۱۹ ماہ امرداد الٰہی سنہ ۸

نقل فرمان

خواجہ معین الدین قدس سرہٗ کل مطالب اور تمام حاجتیں

فرمان محمد جلال الدین اکبر شاہ ونگہبانی اولاد واجداد وغیرہ

ذریعہ ھٰذا بادشاہ کے زیرِ سایہ واحسان اس فرمانِ عالی شان، سعادت نشان کو نافذ کرنے کا شرف حاصل ہوا ہے کہ چیتور (چتوڑ) کے بنیڑہ کا جمع (تخمیناً آمدنی) جو مبلغ ایک لاکھ تنگہ مرادی ہے، حسب الحکم بادشاہ حقائق آگاہ، قطب العارفین، غوث الواصلین کیلئے مقدم (گاؤں میں مال گزاری جمع کرنے والا) آصف خان کو تبدیل کر کے مقرر کیا گیا تھا۔ اس کا سال بہ سال حاصل (جمع کردہ آمدنی) بلند مرتبت شیخ حسین کو بطور ذریعہ معاش اور ضروریات کے لئے ہم نے دے دی۔ چاہئے کہ وہ حکومت کی بقاودوام کے لئے دعا کرتے رہیں۔ حکام، دیوان، عمال اور متصدیان (منشی) سرکار مذکورہ مواضع (گاؤں) کو برقرار رکھیں اور ان کو سیادت پناہ (شیخ حسین) کے مقرر کردہ لوگوں کے تصرف میں رہنے دیں۔ اور مال وجہات (کاشت کی ہوئی زمین کا ٹیکس) اور تمام حوالات و اخراجات (اہلکار کا نافذ کردہ ٹیکس) ور جملہ تکالیفِ دیوانی (سلطان یا وزیر کے لئے دی جانے والی رقم) کو معاف کر دیا جائے۔ اور کسی اہم کام پر اعتراض پیش کریں تو اس کا کوئی لحاظ نہ کریں۔ اور انکی تعظیم وتکریم کے خیال سے اس سیادت پناہ کو عزیز جانیں اور انکے لوگوں اور اشخاص کو مؤثر خیال کریں۔ اور ہر سال جدید فرمان اور پروانوں کی ضرورت محسوس نہ کریں۔ جہاں پناہ کے حسب الحکم مندرجہ بالا مضمون کی خلاف ورزی نہ کریں۔

تحریر عالی مرتبت

بالمشافہ خاقان کی پیشی میں

فرمان محمد جلال الدین اکبر بادشاہ غازی

خواجہ معین الدین چشتی (سنہری تحریر میں)

بادشاہ کی مہر

علاقہ اجمیر پر متعین حکام کے وکلاء آگاہ ہو جائیں کہ قطب الاقطاب کے ورثاء نے

اراضی غلہ

۱۰ بیگہ ۲۰ ثار

۱۰ بیگہ

۱۲ بیگہ ۸۰ ثار اسامی فوقی

مجرا اسامی اللہ داد اللہ بخش ولد جلال

محمد اراضی غلہ اراضی غلہ

اراضی غلہ بیگہ ۲۰ ثار بیگہ ۲۰ ثار

۱۲ بیگہ ۲۰ ثار

اراضی غلہ

مشارٌ الیہ میرزا سیمان

اجمیر عبد الغنی

اراضی غلہ

بیگہ ۵۰ ثار اراضی غلہ

بیگہ قبل ازین حکم شد اراضی غلہ

بیگہ بیگہ

در ینولا مرحمت شد

اراضی غلہ منجملہ

15-1-2013

بیگہ ثار اراضی بیگہ غلہ

احیا قاضی نظام بیگہ بحال نمود حکم شد

اراضی بیگہ غلہ ثار اراضی بیگہ غلہ ثار

حکم شدہ بود کہ از قرار سہ حصہ نمودہ یک حصہ را بجہت خرچ لنگر و روشنائی و اخراجات عرس روضہ متبرکہ نگاہ داشتہ و یک حصہ در وجہ معاش مشیخت پناہ شیخ

درخواست دی ہے ان کی اراضی میں جو قطب الاقطاب مذکور کے مقبرۂ متبرک کے اطراف میں واقع ہے۔ بعض لوگ ان کی اجازت کے بغیر اپنے فوت شدہ لوگوں کو وہاں دفن کر رہے ہیں۔ اگر ایسا ہو تو ہم حکم دیتے ہیں کہ آج کے بعد کوئی شخص اپنی میتوں کو مذکورہ مقبرہ متبرک کے اطراف میں فضیلت مآب، صاحبِ کمال شیخ المشائخ خواجہ حسین نبیرۂ قطب الاقطاب اور باقی ورثاء کی اجازت کے بغیر دفن نہ کرے۔ (حکام کے لئے) مناسب ہے کہ حکمِ عالی کے مطابق عمل کریں اور (رپورٹ) پیش کریں اور حفاظتی امور جو اس آستانہ میں قدیم زمانہ سے اب تک انجام دیئے جاتے رہے ہیں انھیں اسی طرح برقرار رکھیں اور ممانعت نہ کریں اور اپنی ذمہ داری سمجھ کر اس سلسلہ میں توجہ فرمائیں

مرقوم بتاریخ ماہ ذی قعدہ ۹۶۹ھ

خواجہ معین الدین چشتی (سنہری تحریر میں)

بادشاہ غازی جلال الدین محمد اکبر

لنگر خانہ مرشد السالکین کو قائم رکھنے اور رونق دینے کے باب میں آنحضرت کی اولاد واعجاد میں خصوصاً بزرگ معرفت آگاہ، مشائخ عظام کے سردار، اولیاء کرام کی نشانی، نمونہ وقت، شیخ حسن اور عالی مرتبت شیخ حسین کو عمدۃ الملک، فضیلت شعار، کامل الاخلاص، فصاحت دثار مستوجبِ رعایت کے پاس لے جایا گیا۔ شیخ حسن جوان کے مرشد ہیں۔ انکی سجادہ نشینی کا تصفیہ فرمادیا۔ اور اس کے بموجب فرمان صادر فرمایا کہ قدیم وجدید فرامین کے مطابق مذکورہ بالا بزرگِ محترم کے حق میں مختلف ضروریات اور لنگر برقرار رکھنے کے لئے مددِ معاش مقرر فرمائی گئی تھی وہ عمدۃ الملک کے تصرف میں رہے گی۔ جو سال بہ سال لنگرِ مذکور، عمارت وفرش وروشنی اور باورچی خانہ کے روزانہ لوازمات وسامان کے لئے رہے گی۔ مبلغ پندرہ ہزار تنگہ مرادی شیخ المشائخ کی والدہ محترمہ سے متعلق رہے گا۔ جو اس کا بقیہ ہے مذکورہ حضرات کے لئے بغرض لنگر جاری ہوتا رہے۔ قدیم معمول کے موافق مجاوروں کو دینے کے بعد جو باقی رہے۔ اس میں بھی ان کا برابر برابر کا حصہ ہے۔ ہر ایک نصف حصہ محبت والفت کے ساتھ حاصل کرتے رہیں۔ کوئی جھگڑا بالکل نہ کریں اور

حسین اعتبار نمودہ و یک حصہ را بہ فقرا و تکیہ داران قسمت نمایند و حاجی مبرک حسب الحکم الاقدس شش موضع را کہ رقبۂ آں چہل و پنج ہزار و ہفت صد بیگہ زمین و حاصل ئہ ہزار و پنجاہ روپیہ شود۔ ازاں جملہ یک حصہ پانزدہ ہزار بیگہ زمین باشد۔ داخل خرچ روضہ منورہ نمودہ و یمہ را کہ سی ہزار و ہفت صد بیگہ باشد بحاصل شش ہزار و ہشتاد روپیہ بموجب تفصیل علاحدہ ئہ صد و نہ نفر فقرا تنخواہ دادہ وفقرا کہ از نظر اشرف اقدس گذشتند، شیخ عبدالرحیم وغیرہ شش صد و بست و ہشت نفر کہ بست و ہفت ہزار و چہل بیگہ مدِ معاش و بست و یک من غلہ داشتند بحال خود حکم شد و یمہ را برطرف فرمودیم و جماعہ فقرا کہ سہ ہزار و دو وسی بیگہ و ہفت من و شش آثار غلہ داشتند بنظر اشرف نگذشت و اکثر از جماعہ فقرا و تکیہ داران از اجمیر تا بہ ماندو در رکاب ظفر انتساب آمدند و بعرض مقدس رسید کہ زمین و غلہ مذکور باں جماعہ از وقف روضہ منورہ مقرر بودہ و حاصل وقف بہ فقرا و مساکین و حافظان و طالب علمان حضرت می شود و در اجمیر از قسم فقرا و مساکین و حافظان و تکیہ داران کہ از موضع وقف می یافتہ اند ہمیں جماعہ اند و آنہا را بغیر از زمین و غلہ و لنگر کہ از روضۂ منور مقرر بود از محل وجہ معیشت ندارند و جماعہ کثیر اند بنا بر آں فرمان عالیشان مرحمت عنوان شرف اصدار وعز ایزاد یافت کہ جماعہ در اجمیر بنظر اشرف گذشتہ اند و اراضی و غلہ لنگر آنہا از نصفے زیادہ مرحمت شد و یادداشت خود درست ساختہ اند۔ بموجب یادداشت واقعہ مسطور دارند و جماعہ کہ از نصف کم حکم شد و بعضے در کل برطرف شدہ اند اراضی و غلہ لنگر آنچہ داشتہ اند از قرار نصف متصدیان محال آنجا از ابتدائے خریف قوی ئیل حسب الضمن تنخواہ دہند کہ صرف معیشت خود نمودہ بدعائے دوام دولت ابد قرین اشتغال می نمودہ باشند و نیز حکم اشرف اقدس بنفاذ پیوست کہ جماعہ بموجب فرمان عالیشان جہانگیری مدد معاش و غلہ لنگر دارند و فوت شدہ اند، ورثہ آنہا تحقیق نمودہ از محل قدیم از قرار نصف تنخواہ دہند، و در آئندہ ہمیں ضابطہ بورثہ متوفی مسطور دارند۔ می باید کہ حکام وعمال و جاگیرداران و کرویان حال و استقبال در استمرار و استقرار ایں حکم اقدس اعلیٰ

تکلیف و اختلاف پیدا نہ کریں۔ اور آپس میں احترام اور دِل جوئی قائم رکھنے میں کوئی دقیقہ اُٹھانہ رکھیں۔ مذکورہ بالا مضمون کی کوئی خلاف ورزی نہ کریں۔ اور ہر ایک اپنے حصہ سے راضی رہیں۔ اور اس سے زیادہ طلب نہ کریں۔ حکام، عملہ والے اور متاثرین اس کو رو بہ عمل لائیں۔ اور لنگر کا فیض برابر برقرار رکھیں۔ جملہ حوالات و اخراجات اور مطالبِ دیوانی کو معاف شمار کریں۔ کسی طرح کی مداخلت نہ کریں۔ کسی تغیر وتبدل سے محفوظ و مامون فرمان کو خیال کریں اور اس میں کوئی نئی بات کا مطالبہ نہ کریں۔

تحریر حسبِ حکمِ عالی خلیفۂ وقت

بتاریخ ماہ شعبان المعظم سنہ ۵

حکم نامۂ صدارت پناہ، عالی جاہ، معرفت آگاہ، علوم اور حکمتوں کے موافق واقف کار، اکابر الفضائل، کاملِ عدل وانصاف پناہ، علماء کی تربیت فرمانے والے، فضلاء کو قوت دینے والے، صدر شیخ صدر، عالی قدر شیخ عبدالنبی صدر

نقل فرمان

محمد نورالدین جہانگیر بادشاہ غازی کے فرمان کے مطابق دیہات کے اوقاف کے محاصل تین حصوں پر مشتمل ہیں۔ ایک حصہ عرس اور روشنی کے خرچ کے لئے اور ایک حصہ حضرت خواجہ بزرگ کی اولاد محترم شیخ حسین کی مددِ معاش کے لئے اور ایک حصہ فقراء اور تکیہ داروں کے لئے مقرر ہے۔

بادشاہ کے نام کا طغرا	چوکونی مہر کہ جس پر شاہانِ سلف کے نام کندہ ہیں

حضرت خواجہ معین الدین چشتی

جیسا کہ مواضعات حضرت قطب العارفین، غوث السالکین کے مزار فائض الانوار کے وقف کے سلسلہ میں مقرر ہیں۔ یادداشت واقع ۱۹ ر امر داد الٰہی سنہ ۸ کے بموجب اس سے قبل حکم صادر ہوا تھا کہ آمدنی کے تین حصوں میں سے ایک حصہ لنگر، روشنی کے خرچ اور روضہ

کوشیده اراضی مذکور را پیموده چک بسته بتصرف آنہا باز گزارند و غله را از لنگر روضه متبرکه می داده باشند و تغیر و تبدیل به قواعد آں راند ہند و بعلت مال و جہات و اخراجات وعوارضات مثل قنلغه و پیشکش و جرمانه ومحصلانه وضابطانه ومہرانه و داروغگانه و بیگار و ده نیمے ومقدمے وصدودے وقانون گوے وضبط ہر ساله بعد از تشخیص چک وزراعت وکل تکالیف دیوانی ومطالب سلطانی مزاحمت نرسانند و دریں باب ہر ساله فرمان و فرمانچه مجدد طلب ندرانند و اگر در محل دیگر زمین داشته باشند آنرا اعتبار نکنند۔ از فرموده درنگذرند در عہد شناسند۔

شرح یادداشت

واقع تاریخ روز مہر شانزدھم ماه مہر الٰہی ۳ سنہ موافق یکشنبه ۱۴ رجب المرجب ۱۰۲۷ سنہ ھ

درچوکی لایق المرحمت والاحسان، عاقل خان برساله سیادت ونقابت پناه، صدارت دستگاه، میراں سید احمد قادری ونوبت واقعه نویسی شیخ عبدالرحیم وغیره

چوں موضع بصیغه وقف مزار فائض الانوار قطب الاقطاب مقرر است قبل ازیں بموجب یادداشت واقع ۱۹ ماه الٰہی ۸ سنہ از قرار سه حصه قسمت حکم شده بود۔ ویک حصه را بجہت خرچ لنگر و روشنائی و اخراجات عرس روضۂ منوره نگاه داشته ویک حصه دروجه مدد معاش شیخ حسین اعتبار نمود و یک حصه را برائے فقرا وتکیه داران قسمت نموده دہند حاجے مبرک بموجب حکم شش موضع که رقبۂ آں چهل و دو ہزار و 15-1-2013 ہفت صد بیگه زمین محاصل نُه ہزار و پنجاه روپیه داشته از انجمله یک حصه پانزده ہزار بیگه زمین باشد داخل خرچ روضه منوره نموده وتتمه دو حصه را که سی ہزار و ہفت صد بیگه حاصل شش ہزار و ہشتاد روپیه بموجب تفصیل ذیل به نُه صد و نُه نفر جماعه فقرا که از نظر اشرف اقدس گذشته شش صد و بست و ہشت نفر که بست و ہفت ہزار و چهل و یک بیگه زمین و بست و یک من غله داشته نه ہزار و پانصد و نود و ہشت بیگه که

متبرکہ کے عرس کے اخراجات میں صرف کیا جائے اور ایک حصہ بزرگ محترم شیخ حسین کی مددِ معاش کے لئے مختص کیا جائے۔ اور ایک حصہ فقیروں اور تکیہ داروں میں تقسیم کیا جائے۔

حسبِ حکمِ اقدس چھ مواضعات کا رقبہ ۴۵ ہزار ۷ سو (۴۵۷۰۰) بیگہ زمین پر مشتمل ہے۔ جس کی آمدنی نو ہزار پچاس (۹۰۵۰) روپیہ حاصل ہوتی ہے۔ ایک حصہ جو پندرہ ہزار بیگہ زمین ہوتا ہے۔ روضۂ منورہ کے خرچ میں داخل کر کے بقیہ حصہ جو تیس ہزار سات سو (۳۰۷۰۰) بیگہ ہوتا ہے اور جس کے چھ ہزار اسی روپیہ (۶۰۸۰) حاصل ہوتے ہیں علٰحدہ تفصیل کے مطابق نو سو نو (۹۰۹) فقیروں کو تنخواہ دینے کے لئے ہے۔ فقرا کہ نظرِ اقدس سے گذرے۔ شیخ عبدالرحیم وغیرہ چھ سو اٹھائیس افراد جو ستائیس ہزار چالیس بیگہ مددِ معاش اور اکیس من کا غلہ رکھتے ہیں ان کو حسبِ حال حکم ہوا اور نصف کو ہم نے برطرف فرما دیا۔ اور فقیروں کی وہ جماعت جو تین ہزار دو سو بتیس بیگہ اور سات من اور چھ سیر غلہ رکھتی ہے وہ نظرِ اقدس سے نہیں گزری۔ اور فقیروں کی جماعت سے اکثر اجمیر سے ماندو تک سفر کر کے آ پہنچے اور خدمتِ اقدس میں عرضی پیش کی کہ زمین و غلۂ مذکورہ اس جماعت کے لئے روضۂ منورہ کے وقف سے مقرر تھا اور حاصلِ وقف فقرا و مساکین، حفاظ و طلبا کو حاصل ہوتا تھا اور اجمیر میں فقرا و مساکین، حافظان، و تکیہ داران جو اس موضعِ وقف سے اس کی آمدنی پاتے ہیں وہ یہی جماعت ہے۔ اور یہ سب لوگ جنھیں روضۂ منورہ سے زمین، غلہ اور لنگر مقرر تھا اب کوئی معیشت نہیں رکھتے اور بڑی جماعت ہے۔ اس بنا پر عالی شان فرمان اس عنوان سے صادر ہو کر عزت افزائی کا باعث ہوا کہ وہ جماعت جو نظرِ اقدس سے گزری ہے اور انھوں نے اپنی یادداشت بھی درست کر لی ہے۔ تو وہ یادداشت کے مطابق تحریر رکھیں گے۔ اور وہ جماعت جس کو نصف سے کم کا حکم ہوا ہے اور بعض کو تو مکمل طور پر برطرف کر دیا گیا ہے تو زمین اور لنگر کا غلہ جو وہ رکھتے تھے قرار کے مطابق وہاں کے متصدی (کلرک) ابتدائی خریف قوی ئیل (ترکی سال) کا نصف بطور تنخواہ انھیں دے دیں تا کہ وہ اپنی گزر معاش میں صرف کر کے حکومت کی بقا کے لئے دعا میں مشغول رہیں۔ حکمِ اشرف یہ بھی نافذ ہوا کہ فرمانِ عالی شان جہانگیری کے بموجب جو جماعت مددِ معاش اور لنگر کا غلہ پاتی تھی اور فوت ہو چکی ہے۔ تو ان کے ورثاء کی تحقیق کر کے قدیم جگہ سے مقررہ کا آدھا بطور تنخوہ دیں اور آئندہ متوفی کے ورثاء کے لئے یہی قاعدہ

دوازده من غله بحال خود حکم شد۔ وتتمه را برطرف کردند وموازی سه هزار دوصدوسی وئه بیگه و هفت من غله وشش آثار اسامی جماعه بنظر اشرف اقدس نگذشتند ۔ الحال اکثر از جماعه فقرا وتکیه داران از اجمیر تا ماندو در رکاب سعادت آمدند۔ حقیقت مذکور به تفصیلِ ذیل بعرض اشرف داشتند که جماعه فقرا ز تکیه داران اوموضع وقف مقرر بود۔ وحاصل دیهات وقف بجهت فقرا و مساکین وحافظان وتکیه داران که درموضع وقف از قدیم الایام می خوردند همیں جماعه اند۔ وآنها بجز زمین ولنگر که نوبت روضه مقرر بود از محل دیگر وجه معیشت ندارند وجمع کثیر اند۔ بنا براں حکم جهاں مطاع آفتاب شعاع ، گردوں ارتفاع صادر شد که جماعه که از نظر اشرف گذشتند واراضیِ لنگر آنها از نصفے زیاده مرحمت شد ویادداشت واقع خود را درست ساخته بموجب یادداشت واقع مسطور داشته وجماعه که از نصف کم حکم شد وبعضے بالکل برطرف حکم شد آنها را غله واراضی لنگر انچه داشته از قرار نصف متصدیان آنجا تنخواه دهند ونیز حکم شد که جماعه که بموجب فرمان عالیشان مدد معاش ولنگر دارند وفوت شده اند ورثهٔ اورا تحقیق نموده از محل قدیم نصف تنخواه دهند۔ ودر آینده بورثه متوفی همیں ضابطه منظور دارند۔

بموجب تصدیق یادداشت قلمی شد از پرگنه اجمیر سرکار مذکور۔

شرح یادداشت بخط جمده الملکی واقعه سازند شرح بخط سید احمد قادری داخل واقع سازند شرح حاشیه بخط واقع 15-1-2013 واقع است شرح دیگر بخط مختار الدوله خاقانی مدار المهامی اعتماد الدوله آنکه بعرض مکرر رسانید شرح دیگر بخط دیانت خاں زراز داد ۲۵/ماه شهر پور الٰهی موافق واقع در ۲۶ شهر رمضان سنه ۱۰۲۷ه در واقعه عبدالکریم بغرض اشرف رسید شرح دیگر بخط جمده الملکی مدار المهامی از خریف قوی ئیل فرمان عالی شان قلمی نمایند۔

برقرار رکھیں۔ موجودہ اور آئندہ عہدہ داروں، جاگیرداروں اور کروڑیوں کو چاہئے کہ اس حکمِ اقدس واعلیٰ کو قائم و برقرار رکھنے کی پوری کوشش کریں۔ مذکورہ اراضی کو پیمائش و چک بندی کر کے ان کے تصرف میں دے دیں۔ اور روضۂ متبرکہ کے لنگر کا غلہ دیا کریں اور ان قواعد میں کوئی تغیر و تبدل نہ کریں۔ اور مال و جہات و اخراجات و عوارضات مثلاً قنلغہ، پیش کش، جرمانہ، محصلانہ، ضابطانہ، مہرانہ، داروغگانہ، بیگار، شکار، دہ نیمی، مقدمی، صدوئی قانون گوئی اور چک اور زراعت کی جانچ کے بعد سالانہ تحریر اور تمام دیوانی تکالیف اور سلطانی مطالب کے سلسلہ میں مزاحمت نہ کریں۔ اور اس باب میں ہر سال نیا فرمان یا فرمانچہ طلب نہ کریں اور اگر کسی دوسری جگہ زمین رکھتے ہوں تو اس کا اعتبار نہ کریں۔ جو کچھ فرمایا گیا ہے اس سے درگذر نہ کریں اور عہد شناسی کریں۔

تصدیق یادداشت

واقع بتاریخ ۱۶/ روز مہر الٰہی سنہ ۳ جلوس مطابق یکشنبہ ۱۴/ رجب المرجب سنہ ۱۰۲۷ھ

لائقِ رحم و احسان عاقل خاں کی چوکی (نگرانی) میں، سیادت پناہ، صدارت دستگاہ، میراں سید احمد قادری کے رسالہ (نگرانی) میں شیخ عبد الرحیم واقعہ نویس نے رپورٹ مرتب کی۔

چونکہ موضع، قطب الاقطاب کے مزار پُر انوار کے صیغۂ وقف کے لئے مقرر ہے۔ اس سے قبل بموجب یادداشت واقع ۱۹/ ماہ الٰہی سنہ ۸ اسے تین حصوں میں تقسیم کرنے کا حکم ہوا تھا۔ ایک حصہ لنگر اور روشنی کے خرچ اور روضۂ منورہ کے عرس کے انتظامات کے لئے تھا۔ اور ایک حصہ شیخ حسین کی مددِ معاش کے لئے تھا اور ایک حصہ فقیروں اور تکیہ داروں کے لئے مقرر تھا۔ حسب الحکم چھ موضع سے متعلق جن کا رقبہ پینتالیس ہزار سات سو (۴۵۷۰۰) بیگہ زمین پر مشتمل تھا اور جن کے محاصل (ٹیکس) نو ہزار پچاس (۹۰۵۰) روپیہ مقرر تھے۔ اس میں سے ایک حصہ جو پندرہ ہزار بیگہ زمین پر مشتمل تھا روضۂ منورہ کے خرچ کے لئے مختص ہوا۔ اور باقی دو حصوں کو جو تیس ہزار سات سو (۳۰۷۰۰) بیگہ پر مشتمل تھے ان کا حاصل (جمع

نقل فرمان

محمد نورالدین جہانگیر بادشاہ غازی بہ مشحون عطیہ موضع گیلوتہ دروجہ معاش حضرت شیخ علم الدین نبیرہ حضرت خواجہ بزرگ

خواجہ معین الدین چشتی

طغرا باسم بادشاہ

دریں وقت { مہر بادشاہ } فرمان عالیشان سعادت نشان شرفِ اصدار وعز ایزاد یافت کہ موضع گیلوتہ من اعمال پرگنہ نراینہ سرکار صوبہ اجمیر کہ مبلغ ہفت صد و پنجاہ روپیہ جمع دارد۔ بطریق در بست من ابتداء خریف دروجہ مدد معاش حقائق و معارف آگاہ شیخ علم الدین برادرزادہ خواجہ حسین نبیرہ قطب الاقطاب مقرب بادشاہ جبروتی حسب الضمن مقرر باشد کہ حاصلات آنرا فصل بہ فصل وسال بسال صرف نمودہ بدعا گوئی دوام دولت ابد پیوند اشتغال می نمودہ باشند۔ می باید کہ حکام وعمال وجاگیرداران وکروریان حال واستقبال در استمرار واستقرار ایں حکم اقدس اعلیٰ کوشیدہ موضع مذکور را بطریق در بست بتصرف مشاراًالیہ بازگزارند واصلاً و مطلقاً تغیر وتبدیل بداں راہ ندہند و بہ علت بالو جہات واخراجات وعوارضات وکل تکلیف دیوانی ومطالبات سلطانی مزاحمت نرسانند واز جمع وجوہات وحوالات معاف ومسلم ومرفوع القلم شمردہ دریں باب ہر سالہ فرمان وحکم مجدد نہ طلبند واز فرمودہ تخلف وانحراف نورزند ودرعہدہ شناسند

15-1-2013

مرقوم ۱۵ رشہریور ماہ الٰہی ۲۲ سنہ جلوس معلیٰ

شرح ضمن۔

مدد معاش باسم شیخ علم الدین برادرزادہ خواجہ حسین موافق یادداشت واقع روزماہ متر الٰہی ۱۳ سنہ جلوس مطابق یوم سہ شنبہ ۱۵ رشہر شوال ۱۰۲۰ سنہ ھ برسالہ سیادت ونقابت پناہ،صدارت ومعالی دستگاہ،صدر الصدور موسویخان ونوبت واقعہ نویسی کمترین بندگان علی نقی آنکہ حقائق و

کی ہوئی رقم) چھ ہزار اسی (٦٠٨٠) روپیہ ہوتے ہیں حسبِ تفصیلِ ذیل نوسونو (۹۰۹) افراد پر مشتمل فقرا کی جماعت کے لئے مقرر ہوئے۔ جو حضرت اقدس کی نظرِ کرم سے گزری تھی ۔ چھ سو اٹھائیس (٦٢٨) افراد جو ستائیس ہزار اکتالیس (٢٧٠٤١) بیگہ زمین اور اکیس (٢١) من غلہ اور نو ہزار پانچ سو اٹھانوے (9598) بیگہ زمین رکھتے تھے تو انھیں اپنے لئے بارہ ہزار (١٢) من غلہ رکھنے کا حکم ہوا۔ اور باقی حصہ کو برخاست کر دیا گیا۔ اور اسکے مقابل تین ہزار دو سو انتالیس (٣٢٣٩) بیگہ اور سات من چھ سیر غلہ اس جماعت کیلئے جو نظرِ اقدس سے نہیں گزری تھی۔ اب گروہ کے اکثر فقیروں اور تکیہ داروں نے اجمیر سے ماندو (مانڈو) تک آنے کی سعادت حاصل کی اور حسبِ تفصیلِ ذیل حقیقت حال کو عرضِ عالی میں پیش کیا، فقیروں اور تکیہ داروں کے لئے موضع وقف مقرر تھا اور دیہاتِ وقف کی پیداوار سے جو فقرا، مساکین، حفاظ اور تکیہ دار قدیم زمانے سے مستفید ہو رہے تھے وہ یہی جماعت ہے۔ اور ان کے لئے روضہ کی زمین ولنگر کے سوا کسی جگہ سے کوئی دوسرا ذریعہ معاش نہیں ہے اور تعداد میں کثیر ہیں، اس بنا پر یہ حکمِ عالی صادر ہوا کہ وہ جماعت کے لوگ جو نظرِ اقدس سے گزرے اور انھیں لنگر کی زمین آدھے سے زیادہ مرحمت ہوئی اور انھوں نے اپنی یادداشت درست کر لی تو وہ یادداشت کے مطابق تحریر رکھیں گے اور وہ جماعت جسے آدھے سے کم کا حکم ہوا ہے اور بعض کو تو مکمل طور پر برطرف کر دیا گیا ہے۔ تو حکم ہوا کہ انکو غلہ اور لنگر کی زمین جو وہ رکھتے تھے وہاں کے متصدی مقررہ کا آدھا بطور تنخواہ دیں۔ نیز یہ حکم ہوا کہ وہ جماعت کے لوگ جو فرمانِ عالی شان کے مطابق مددِ معاش اور لنگر رکھتے ہیں اور فوت ہو گئے ہیں ان کے ورثہ کو تحقیق کر کے قدیم جگہ سے نصف تنخواہ دیں' اور آئندہ ورثاء کے فوت ہو جانے پر یہی ضابطہ جاری رکھیں۔

تصدیق کے بموجب یادداشت پرگنہ و سرکار اجمیر سے تیار ہوئی۔

تصدیق یادداشت بدستخط عمدہ الملکی، رپورٹ تیار کریں۔ تصدیق بدستخط سید احمد قادری، رجسٹر واقعہ نویسی میں درج کریں۔ تصدیق حاشیہ بدستخط واقعہ نویس، اصل کے مطابق ہے۔ تصدیقِ دیگر بدستخط مختار الدولہ خاقانی مدار المہامی اعتماد الدولہ، یہ کہ دوبارہ خدمتِ اقدس میں

معارف آگاہ، شیخ علم الدین برادرزادۂ خواجہ حسین نبیرہ حضرت قطب الاقطاب بنظر اشرف اقدس اعلیٰ گذشت بموجب چٹھی نواب خورشید اصحاب مہدعلی از قرار ۲۳۔ امرداد ۲۲ سنہ حکم جہاں مطاع، آفتاب شعاع، گردوں ارتفاع صادر شد کہ موضع گیلوتہ من پرگنہ نرائنہ سرکار اجمیر کہ مبلغ ہفت صدو پنجاہ روپیہ جمع دارد بطریق دربست دروجہ مدد معاش مشارٌالیہ مقرر مفوض باشد۔

بموجب تصدیق یادداشت قلمی شد شرح حاشیہ بخط واقع نویس مطابق واقع است۔ شرح بخط قدوہ خوانین بلند مکان عمدہ مریدان سعادت نشان نظام الدین آصف جاہی آنکہ داخل واقع نمایند بخط جمدہ الملکی مدار المہامی آنکہ بعرض اشرف مکرر برسانند شرح بخط سیادت ونقابت پناہ موسویخان آنکہ روز ماہ ۱۲۔ امرداد الٰہی ۲۲ سنہ مطابق یوم چہارشنبہ شہر ذیعقدہ ۱۰۳۶ سنہ مکرر بعرض اشرف اقدس اعلیٰ رسید۔ شرح بخط عمدۃ الملک رکن السلطنۃ العالیہ مختار الدولہ الخاقانی جمدہ الملکی مدار المہامی خواجہ ابوالحسن از خریف نوسفان ئیل فرمان قلمی نمایند۔ شرح چٹھی آنکہ بھیّا جیو سلامت۔ موضع گیلوتہ کہ مبلغ ہفت صدو پنجاہ روپیہ جمع دارد۔ دروجہ مدِ دمعاش شیخ علم الدین اجمیری دربست تنخواہ دہند۔ تحریر فی التاریخ ۲۷ر خورداد ۲۳ سنہ شرح بخط قدوہ خوانین بلند مکان نظام الدین آصف جاہے آنکہ تصدیق نویسند۔

درینجا مواہیر عمائد دفتر صدارت منقوش شدہ

بصیغہ مدد معاش

☆☆☆☆☆

15-1-2013

پیش کریں۔تصدیق دیگر بدستخط دیانت خاں۔ ۲۵/ماہ شہر پور الٰہی مطابق ۲۶/ رمضان ۱۰۲۷ھ عبدالکریم کی واقعہ نویسی میں ملاحظۂ سلطانی میں پیش ہوئی۔تصدیقِ دیگر بدستخط عمدۃ الملک مدارالمہامی، سال قوی ئیل (ترکی سال) کی خریف سے فرمانِ عالی کو قلم بند کریں۔

اراضی	غلہ
(۸۰۰) بیگہ۔۱۰/بسوہ	۲۲/سیر
(۱۲۰۰) بیگہ۔۱۰/بسوہ	۲/۱ ۸ سیر برائے اسماءِ مرحوم
ہولا ۶۰۰ لہ الہداء	لہ لہ بخش ولد جلال

محمود	اراضی	غلہ	اراضی	غلہ
	۲۵ بیگہ	۲ سیر	۳۶ بیگہ	۲ سیر
	۲۲۰۰	۴ سیر		
	۱۰			
	۶۰۰ بیگہ	۱۳ سیر		

برائے مذکورہ بالا موصوف — بنام عبدالغنی

اجمیر

اراضی	غلہ	اراضی	غلہ
۶۰۰ بیگہ	۲/۱ ۵ سیر	۱۰۰ بیگہ	۳ سیر
۱۵۰ بیگہ جس کا پہلے حکم ہوا		۵۰	۳ سیر
۲۰۰ بیگہ		----	-----

جو مرحمت فرمائی گئی — منجملہ

اراضی	غلہ	اراضی	غلہ
۲۵ بیگہ	۲۱/۲-سیر	۵۰ بیگہ	---سیر

از جماعہ قاضی نظام — ۲۰ بیگہ بحال خود حکم ہوا

اراضی	غلہ	اراضی	غلہ
۱۰۰ بیگہ	۲ سیر	۵ بیگہ	۲/۱ سیر

نقل فرمان

محمد نورالدین جہانگیر بادشاہ ادخل اللہ فی الجنان بمشحون تولیت واثبات واولاد حضرت خواجہ بزرگ قدس اللہ سرہ العزیز

{مہر کہ درآں اسماء از امیر صاحب قران تابشاہ جہانگیر منقوش اند}

طغرا باسم بادشاہ

خواجہ معین الدین حسنی الحسینی چشتی قدس سرہٗ

چوں رعایت ومراقبت حال سالکانِ مسالکِ حقیقت ورہروانِ مناہجِ تقویٰ وصلاحیت سیما جمعے را کہ قامت با اقامت ایشاں بسموء حسب وعلوِ نسب آراستہ باشد از فرایض مہمات امور سلطنت وخلافت عظمیٰ می دانیم ۔ لہٰذا درینولا فرمان عالیشان مرحمت عنوان ازمکمن لطف واحسان شرف اصدار وعزایزاد یافت کہ از ابتدائے خریف سحقانِ ئیل منصب تولیت مزار فائز الانوار حضرت کرامت منزلت ، ہدایت مرتبت قطب الاقطاب ، کنز السالکین ، برہان المحققین ، غوث للاسلام والمسلمین بدستور سابق بہ سیادت وفضائل مآب کمالات اکتساب تورع دثار ، قدوۃ المشائخ الکبار شیخ حسین کہ نبیرہ وصاحب مقام آنحضرت است مفوض ومتعلق باشد کہ کماینبغی بلوازم امر مذکور قیام واقدام نمودہ درر واج ورونقِ آں مزار کنز الانوار دقیقہ نامرعی نگذارد۔

می باید کہ حکام کرام ودیوانیانِ عظام وعمال کفایت فرجام ومتصدیان مہماتِ دیوانی صوبہ اجمیر آں مشیخت پناہ را متولی آں مقام عرش احترام دانستہ دست تعدی وتکفل اورا در امور متعلقہ آں قوی دانند۔ خدام وموذنان وسائرعملہ وفعلہ آں مزار فیض بخش مشاراً الیہ را متولی خود دانستہ اُنچہ شرائط اعزاز واحترام بودہ باشد در جمیع امور بتقدیم رسانیدہ از صلاح وصوابدید مومی الیہ بیروں نہ روند۔ مختار الدولہ العالیہ مستشار الخلافہ السلطانیہ جمدہ الملکی مدار المہامی آنکہ یک نفر نویسندہ ہمراہ آں فضائل مآب نماید کہ آنچہ بدستور قدیم آبا واجداد مومی الیہ داشتہ وحصہ رسد شیخ مذکور باشد بتصرف او باز

☆☆☆☆☆

گذارند آنچہ حصہ عرس و روشنائی وغیرہ بودہ باشد بدستور سابق بعمل آورند۔ باید کہ از فرمودۂ تخلف وانحراف نورزند ودرعہد شناسد۔

نقل عبارت ظہر فرمان

شرح یادداشت واقعہ بتاریخ آذر الٰہی ۲۴/امرداد الٰہی ۷ سنہ موافق یوم چہار شنبہ مطابق ۱۷/جمادی الثانی ۱۰۲۱ھ برسالہ اعتقاد الملک العظمٰی اعتماد الخلافہ الکبریٰ عمدۃ الملک مرتضیٰ خان حسب الحکم جہاں مطاع آفتاب شعاع عز اصدار یافت کہ تولیت مزار فائز الانوار حضرت قدس سرہٗ ونور مرقدہٗ بدستور سابق بہ فضائل مآب کمالات اکتساب تورع دثار ہدایت آثار قدوہ مشائخ الکبار شیخ حسین کہ نبیرہ وصاحبِ مقام آنحضرت است مفوض ومرجوع باشد ونیز حکم شد کہ جمدہ الملکی مدار المہامی نویسندہ ہمراہ مشارالیہ نماید کہ آنچہ بدستور قدیم بطریق کہ آبا واجداد مومی الیہ داشتہ وحصہ رسد شیخ مذکور باشد بمشار الیہ بگذارند وآنچہ حصہ عرس وروشنائی وغیرہ باشد بدستور سابق عمل نمایند۔

شرح حاشیہ موافق واقع است۔ شرح دیگر بخط جمدہ الملکی مدار المہامی اعتماد الدولہ عرض مکرر رساند شرح دیگر بخط مقرب الحضرت سلطانی معتمد خاں بتاریخ ماہ مہر الٰہی ۷ سنہ مکرر بعرض اشرف اقدس رسانید۔ شرح دیگر بخط جمدہ الملکی مدار المہامی فرمان قلمی شد۔

{مہر} {مہر} {مہر معظم الملک}

{مہر} دستخط محمد باقر

15-1-2013

طغرا خرد

تنبیہ لمولف

برحاشیہ ظہر فرمان تصدیق تصدیق ویادداشت منشیان دفتر شاہی مندرج است۔

☆☆☆☆☆

نقل فرمان

محمد نورالدین جہانگیر بادشاہ غازی بہ سلسلہ عطیہ موضع گیلوتہ جو حضرت شیخ علم الدین نبیرہ حضرت خواجہ بزرگ خواجہ معین الدین چشتی کی مدد معاش سے متعلق ہے۔

خواجہ معین الدین چشتی

طغرا بادشاہ کے نام کے ساتھ

اس وقت {مہر بادشاہ} فرمانِ عالی شان، سعادت نشان صادر فرمایا گیا کہ موضع گیلوتہ پرگنہ نرائنہ سرکار وصوبہ اجمیر جس کا جمع (اندازاً آمدنی) مبلغ سات سو پچاس روپیہ ہوتا ہے۔ مکمل طور پر خریف کے آغاز سے حقائق و معارف آگاہ شیخ علم الدین برادر زادہ خواجہ حسین نبیرہ قطب الاقطاب کی مددِ معاش کے لئے مقرر کیا جاتا ہے کہ اسکی جمع کردہ آمدنی کو فصل بہ فصل اور سال بہ سال خرچ کریں اور حکومت کی بقا و دوام کے لئے دعا میں مشغول رہیں۔۔ موجودہ اور آئندہ حکام، عمال، جاگیرداروں اور کروڑیوں کو چاہئے کہ اس حکم اقدس کو جاری اور برقرار رکھنے میں کوشاں رہیں ۔مذکورہ موضع کو حسب عمل درآمد مکمل طور پر موصوفِ مذکور کے تصرف میں رہنے دیں۔ اور اس میں اصلاً یا مطلقاً کسی قسم کا تغیر یا تبدیلی ہرگز نہ کریں۔ اور اسکے مال و جہات، اخراجات، ٹیکس اور تمام تکالیفِ دیوانی و مطالباتِ سلطانی میں مزاحمت نہ کریں۔ اور جمع (آمدنی) سے ٹیکس، حوالات معاف و مرفوع القلم سمجھیں۔ اس سلسلہ میں ہر سال جدید فرمان اور حکم کا مطالبہ نہ کریں اور جو کچھ فرمایا گیا ہے اسکی خلاف ورزی یا انحراف نہ کریں۔ اور اپنی ذمہ داری پہچانیں۔

مرقوم ۱۵ شہریور ماہ الٰہی ۲۲ سنہ جلوس معلیٰ۔

تصدیق ضمن

مددِ معاش شیخ علم الدین برادر زادۂ شیخ حسین کے نام، مطابق یادداشت روزماہ مترالٰہی ۳ سنہ جلوس موافق سہ شنبہ ۱۵ ماہ شوال ۱۰۲۰ سنہ ھ۔ یہ یادداشت سیادت و نقابت پناہ صدر الصدور موسوی خان کے رسالہ میں اور علی نقی خاں کی واقعہ نویسی میں تیار کی گئی۔ شیخ علم الدین

نقل فرمان

محمد شہاب الدین بادشاہ صاحب قران ثانی ادخل اللہ العالی فی الجنان بحق محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مشتمل بر منصبِ سجادگی

خواجہ معین الدین چشتی بخط طلا

{مہر مربع کہ اسماء شاہانِ تیمور از امیر صاحب قران تا بہ صاحب قران ثانی منقوش اند}

طغرا اسم صاحب قران ثانی محمد شاہجہاں بادشاہ بخط طلا

چوں بعرض مقدس رسید کہ نذورات وفتوحات روضۂ منورہ قدوۃ الواصلین مقرب بارگاہِ جبروتی بموجب محضر متولیان واہالی موالی بمشیخت پناہ شیخ معین الدین صاحب سجادہ و مجاوران مقرر است و در بعضے چیزہا مجاوران خرخشہ می نمایند۔ حکم جہاں مطاع، آفتاب شعاع، گردوں ارتفاع شرف اصدار وعز ایزاد یافت کہ نذورات وفتوحات آں مزار مورد انوار بموجب محضر مذکور سوائے طلا آلات ونقرہ آلاتے کہ بندگان اشرف اقدس ارفع ہمایوں وشاہزادہائے والا گوہر عالی مقدار و دیگر مردم بیارند بمشاراً الیہ ومجاوران حسب الضمن مقرر باشد و ہر جنس دیگر بجہت روضۂ منورہ درکار باشد متولیان صرف نمودہ بعد از آنکہ از کار برود ومندرس شود بشیخ مومی الیہ متعلق دانستہ می دادہ باشند۔ وطلا آلات و نقرہ آلات اگر شکست وریخت یافتہ باشد آں را راست نمودہ بروضۂ منورہ متعلق دانستہ نگاہ دارند واحدے دراں مدخل نمایند و تصرف نکند۔ می باید کہ حکام ومتصدیان مہمات حال واستقبال برایں موجب مقرر دانستہ نگذارند کہ احدے مرتکب خلاف حکم اشرف اقدس اعلیٰ گردد۔ دریں باب نہایت تاکید وقدغن عظیم دانستہ ہر سالہ فرمان وحکم مجدد طلب ندارند۔ از فرمودہ تخلف وانحراف نورزند۔ ودر عہد شناسند۔

15-1-2013

تحریر فی التاریخ دوازدہ شہر رجب المرجب سنہ ۱۲ جلوس میمنت مانوس موافق سنہ ۱۰۵۰ ہجری

شرح یادداشت واقع یوم الخمیس ۱۲ شہر شوال سنہ ۱۲ جلوس مبارک مطابق سنہ ۱۰۴۸ ہجری

برادر زادۂ خواجہ حسین نبیرۂ حضرت قطب الاقطاب کی یہ یادداشت جہاں پناہ کی نظر سے گزری۔نواب خورشید الصحاب مہد علی کی چٹھی مورخہ ۲۳ امرداد سنہ ۲۲ کے مطابق جہاں پناہ کا حکم صادر ہوا کہ موضع گیلوتہ پرگنہ نرائنہ سرکار اجمیر سے جو مبلغ سات سو پچاس روپیہ تخمیناً آمدنی ہوتی ہے وہ بالکلیہ موصوفِ مذکور کی مدد معاش کے طور پر مقرر رہے۔

تصدیق کے مطابق یادداشت تحریر ہوئی۔تصدیق حاشیہ بدستخط واقعہ نویس، مطابقِ اصل ہے۔تصدیق بدستخط قدوہ خوانین بلند مکان نظام الدین آصف جاہ، یہ کہ رجسٹر واقعہ نویسی میں درج کریں۔تصدیق بدستخط جمدہ الملکی مدار المہامی، یہ کہ دوبارہ خدمتِ عالی میں پیش کریں۔تصدیق بدستخط سیادت پناہ موسوی خان، یہ کہ روز ماہ ۱۲ امرداد الٰہی سنہ ۲۲ مطابق چہار شنبہ ماہ ذی قعدہ سنہ ۱۰۳۶ دوبارہ خدمتِ عالی میں پیش کی گئی۔تصدیق بدستخط عمدۃ الملک رکن مدار المہامی خواجہ ابوالحسن ،نوسفان ئیل (ترکی سال) کی خریف سے فرمان کو نافذ کریں۔تصدیق چٹھی بھیا جیو سلامت۔موضع گیلوتہ جس کی تخمیناً آمدنی ۷۵۰ روپیہ ہوتی ہے، شیخ علم الدین کی مددِ معاش کے لئے مکمل تنخواہ کے طور پر دیں۔ مرقوم ۲۷ رخورداد سنہ ۲۳۔تصدیق بدستخط نظام الدین آصف جاہ کہ تصدیق تحریر کریں۔

اس جگہ دفتر صدارت کے عمائد کی مہریں ثبت ہیں

بسلسلہ مدد معاش

☆☆☆☆☆

موافق ۲۵ر ماہ الٰہی برسالہ سیادت ونقابت پناہ صفوت و معالی دست گاہ رفیع القدر رفیع الشان صدر الصدور موسویخان ونوبت واقع نویسی کمترین بندہا فدوی بعرض اشرف رسانید کہ بموجب محضر متولیان واہالی وموالی مشیخت پناہ شیخ معین الدین صاحب سجادہ و مجاوران مقرراست ودربعض چیزہا مجاوراں خرخشہ می نمایند حکم جہاں مطاع آفتاب شعاع گردوں ارتفاع صادر شد کہ انچہ نذورات وفتوحات علاوہ ازجنس طلاونقرہ آلات کہ بندگانِ حضرت خلافت پناہی وشاہزادہ ہائے والا گہر ودیگراں بیارند بمشیخت پناہ مذکور ومجاوران مفصلۂ ذیل مقرر ومفوض باشد وہرجنس دیگر بخدمت روضہ درکار باشد متولیان صرف نمودہ بعدازاں کہ ازکار برود ومندرس گردد بہ شیخ موی الیہ متعلق دانستہ مے دادہ باشند۔ وطلا ونقرہ آلات اگرشکست وریخت شود بازراست نمودہ متعلق روضہ منورہ نگاہ دارند۔

داخل تاریخ شہر ذا الحجہ سنہ ۱۱ جلوس موافق سنہ ۱۰۴۷ھ بموجب تصدیق یادداشت قلمی شد شرح دستخط سیادت ونقابت دستگاہ صدر الصدور داخل واقع نمایند وغیرہ وغیرہ۔

حکم

انچہ تعلق روضہ منورہ داشتہ باشد طلا آلات ونقرہ آلات آنچہ بندگانِ حضرت خلافت پناہے و شاہزادہ والا گہر ودیگراں بیارند درجنس کہ شکست وریخت شود راست نمودہ متعلق روضہ منورہ نگاہ دارند۔

مشترک درمیان مشیخت پناہ صاحب سجادہ وروضہ منورہ ہرجنس کہ بخدمت روضہ منورہ درکار باشد متولیان تصرف نمایند وازانکہ ازکار برود و مندرس شود بہ شیخ مذکور بدہند۔

15-1-2013

مسی وبرنجی آلات ہر جنس کہ درکار باشد از شمع دان و چراغاں وغیرہ

قبر پوش وچندوہ وسحرہ پوش وقالیچہ ودوپچہ و گلیچہ وجاجم وغیرہ

نقل فرمان

محمد نور الدین جہانگیر بادشاہ انھیں اللہ جنت میں داخل کرے۔ حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہ العزیز کی اولاد کے ثبوت اور تولیت میں

{مہر جس پر امیر سے شاہ جہانگیر تک نام کندہ ہیں} بادشاہ کے نام کا طغرا

خواجہ معین الدین حسنی الحسینی چشتی قدس سرہٗ

سالکانِ مسلکِ حقیقت اور طریقۂ تقویٰ وصلاح پر چلنے والوں کے حال کے معائنہ و ملاحظہ کے بعد خاص طور سے وہ لوگ جو بلند حسبی اور عالی نسبی سے آراستہ ہوں انکا خیال رکھنا ہم سلطنت وخلافتِ عظمیٰ کے فرائض میں سے جانتے ہیں۔ لہٰذا اس سلسلہ میں فرمانِ عالی شان صادر وجاری ہوتا ہے کہ سحقان ئیل (ترکی پہلا سال) کے فصلِ خریف کی ابتدا سے مزار فائز الانوار حضرت کرامت منزلت، قطب الاقطاب، کنز السالکین، برہان المحققین، غوث الاسلام و المسلمین (خواجہ غریب نواز) کا منصبِ تولیت دستورِ سابق کی طرح فضیلت مآب، کمال اکتساب، قدوۃ المشائخ الکبار شیخ حسین نبیرہ وصاحبِ مقام آنحضرت (خواجہ غریب نواز) کے لئے مقرر ومتعلق رہے گا۔ کہ وہ جیسا مناسب خیال کریں، مذکورہ معاملہ میں ضروری اقدام کریں۔ اور مزار کنز الانوار کے رواج ورونق میں کوئی کمی نہ رہنے دیں۔

صوبہ اجمیر کے حکام، دیوان، عمال اور متصدیوں کو چاہئے کہ مشیخت پناہ موصوف ہی کو اس عہد مقام کا متولی سمجھیں۔ متعلقہ امور کی ضمانت وکفالت میں ان ہی کو قوی جانیں۔ اس مزار اقدس کے جملہ خدام، موذن اور سارا عملہ موصوف ہی کو متولی سمجھیں۔ اعزاز و احترام کے جو آداب وشرائط ہوتے ہیں وہ جملہ امور میں ملحوظ رکھیں۔ اور موصوف کے مشورہ اور ہدایت سے ہٹ کر کوئی کام نہ کریں۔ مختار الدولہ، مشیر خلافتِ سلطانی، مدار المہام ایک منشی کو فضیلت مآب مذکور کے ساتھ کردیں کہ آباء واجداد کے

		زربفت و غیره پارچۂ زرتاری گجراتی که بر قبر بپوشند		

تعلق شیخ معین الدین مذکور داشته باشد			تعلق مجاوراں			
نقد از اشرفی ومثقالی یا هرچه سلوک باشد	پارچه سفید از خاصه وغیره شش صدی یا پلنگ پوش سفید ورنگین		از مرادی و کوڑی تا پال سیا		پارچه سفید چهار صدی و فروتر ازاں دوخته	میش و مرغ
دوحه از فرخے یا حکمه وغیره یا هرچه باشد حیوانات از فیل تا اسپ	شمشیر وغیره تا جمدهر					

{مهر} {مهر} عبارت داخله روزنامچه وغیره {مهر دفتر} {مهر موسیخان}

☆☆☆☆☆

15-1-2013

قدیم دستور کے مطابق جو حصہ شیخ مذکور کا ہو اس کو انکے تصرف میں دے دیں اور جو حصہ عرس اور روشنی وغیرہ کا ہو اس پر سابق کی طرح عمل کریں۔ چاہئے کہ جو کچھ فرمایا گیا ہے اس کی خلاف ورزی یا اس سے انحراف ہرگز نہ کریں۔

فرمان کی پشت پر عبارت کی نقل

تصدیق یادداشت بتاریخ آذر الٰہی ۲۴/امرداد الٰہی سنہ ۷ چہارشنبہ مطابق ۱۷/ جمادی الاخریٰ ۱۰۲۱ سنہ ھ، عمدۃ الملک مرتضی خاں کے رسالہ میں تیار کی گئی۔ حسب الحکم جہاں پناہ، مزار پر انوار حضرت قدس سرہٗ کی تولیت حسب سابق فضیلت مآب، کمال اکتساب، قدوۃ مشائخ کبار شیخ حسین نبیرہ و جانشین آنحضرت کے نام جاری و قائم رہے گی۔ نیز حکم ہوا ہے کہ جمدۃ الملک مدار المہام ایک منشی کو موصوف کے ہمراہ کردے کہ آباء واجداد کے طریقے کے مطابق جو حصہ شیخِ مذکور کا ہوگا وہ موصوف کو دے دیں۔ اور جو حصہ عرس و روشنی وغیرہ کا ہو اس پر بدستورِ سابق عمل کریں۔

تصدیق حاشیہ۔ مطابق اصل کے ہے۔ جمدہ الملک مدار المہامی کے دستخط کے ساتھ دوبارہ پیش ہوئی۔ مقرب حضرتِ سلطانی معتمد خاں کے دستخط کے ساتھ بتاریخ ماہ مہر الٰہی سنہ ۷ دوبارہ جہاں پناہ کے سامنے پیش ہوئی۔ تصدیقِ دیگر بقلم جمدہ الملک مدار المہام، فرمان قلم بند ہوا۔

{مہر} {مہر} {مہر معظم الملک}

دستخط محمد باقر {مہر}

چھوٹا طغرا

مولف کی تنبیہ

فرمان کی پشت کے حاشیہ پر دفتر شاہی کے منشیوں کی تصدیق و یادداشت مندرج ہے۔

☆☆☆☆☆

نقل فرمان

محمد شہاب الدین شاہجہاں بادشاہ غازی مشتمل بر عطیہ موضع دلواڑہ بوجہ معاش اولاد خواجہ بزرگ قدس سرہٗ

اللہ اکبر

خواجہ معین الدین چشتی　　　طغرا با اسم بادشاہ بخط شنگرف

{مہر مربع کہ اسماء شاہان دہلی

تا بہ امیر تیمور صاحبقران مندرج است}

چوں بموجب فرمان عالی شان سعادت نشان موضع دلواڑہ من اعمال حویلی پرگنہ اجمیر در وجہ مدد معاش شیخ علم الدین برادر زادۂ خواجہ حسین نبیرہ غفران پناہ رضوان دستگاہ مقرب بارگاہِ جبروتی مقرر بود واو ودیعت حیات سپردہ درینولا کہ بعرض مقدس رسید حکم جہاں مطاع گردوں ارتفاع شرف صدور وعز ورود یافت کہ موضع مذکور در وبست بدستور سابق بشرط قبض وتصرف در وجہ مدد معاش مستحقان شیخ علاء الدین وغیرہ اولاد شیخ علم الدین مذکور از ذکور واناث حسب الضمن مقرر ومفوض باشد کہ حاصلات آنرا فصل بہ فصل سال بہ سال صرف معیشت خود نمودہ بدعاگوے دوام دولت ابد مدت اشتغال می نمودہ باشند می باید کہ حکام وعمال ومتصدیان مہمات ومتکفلان معاملات وجاگیرداران وکروڑیان حال و استقبال در استمرار واستقرار ایں حکم اشرف اقدس اعلیٰ کوشیدہ آں موضع را بتصرف مشاراً الیہم بازگذاشتہ از تغیر وتبدل مصئون و 15-1-2013 جمیع وجوہات وعوارضات معاف و مسلم ومرفوع القلم شمرند واگر در محل دیگر چیزے داشتہ باشد آنرا اعتبار نہ کنند وشخصے را کہ از اولاد شیخ علم الدین نوکر باشد شریک شیخ علاء الدین مذکور دراں موضع نسازند۔ بسائر چودھریان ومقدمان ومزارعان ورعایائے آنجا آنکہ ماالواجب وحقوق دیوانی را فصل بہ فصل سال بہ سال آنہا جواب می گفتہ باشند از فرمودہ تخلف وانحراف نورزند۔

تحریر فی التاریخ شہر ذاالحجہ ۱۶ سنہ جلوس مبارک موافق ۱۰۵۲ سنہ ہجری

نقل فرمان

محمد شہاب الدین شاہجہاں بادشاہ صاحب قران ثانی خلد اللہ بحق محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو منصبِ سجادگی پر مشتمل ہے۔

خواجہ معین الدین چشتی بخط طلا (سنہری حرفوں میں)

{مہر مربع جس پر تیموری بادشاہوں کے نام امیر صاحبِ قران سے صاحبقران ثانی تک منقوش ہیں} صاحب قران دوم کے نام کا طغرا محمد شاہجہاں بادشاہ (سنہری حرفوں میں)

جب یہ اطلاع خدمتِ اقدس میں پہنچی کہ متولیوں کے محضر کے مطابق قدوۃ الواصلین مقربِ بارگاہِ جبروتی (خواجہ معین الدین چشتی) کے روضہ منورہ کے نذور وفتوح میں صاحبِ سجادہ اور مجاوروں کے حصے مقرر ہیں اور بعض امور میں مجاوروں کی جانب سے جھگڑا پیدا کیا جارہا ہے تو جہاں پناہ کا حکم صادر ہوا کہ محضر مذکور کے مطابق سونے چاندی کے سامان جو جہاں پناہ کے ملازمین اور شاہزادۂ عالی مرتبت اور دوسرے لوگ لاتے ہیں موصوف اور مجاوروں کے درمیان حسبِ ذیل طریقہ پر مقرر ہوگا۔ اور دوسری چیزیں جو روضۂ منورہ کے لئے درکار ہوں تو اسے متولی صرف کریں اور جب وہ بےکار اور پرانی ہوجائیں تو شیخِ موصوف سے متعلق جان کر انھیں دے دیں۔ اور سونے چاندی کے سامان ٹوٹ پھوٹ جائیں تو انھیں درست کرالیں اور روضۂ منورہ سے متعلق جان کر ان پر نگاہ رکھیں اور کوئی اس میں دخل اندازی نہ کرے اور نہ تصرف کرے۔ موجودہ اور آئندہ حکام اور متصدیوں کو چاہئے کہ مقررہ امور سے واقفیت حاصل کریں اور کسی کو بھی اس حکم اقدس کی خلاف ورزی کا مرتکب ہونے نہ دیں اور اس سلسلہ میں بڑی تاکید اور پابندی کو ملحوظ رکھیں اور ہر سال اس حکم وفرمان کی تجدید کا مطالبہ نہ کریں۔ جو کچھ فرمایا گیا ہے اس سے اختلاف یا انحراف ہرگز نہ کریں۔ اور اپنی ذمہ داری کو سمجھیں۔

تحریر بتاریخ ۱۲/ ماہ رجب المرجب سنہ ۱۲ جلوس مطابق سنہ ۱۰۵۰ ہجری

تصدیق یادداشت مرقوم پنجشنبہ ۱۲/ شوال سنہ ۱۲ جلوس مطابق سنہ ۱۰۴۸ ہجری

حضرت خواجہ معین الدین چشتی

شرح یادداشت واقعہ بتاریخ یوم الاربعا ہشتم شہر رمضان المبارک سنہ ۱۶ جلوس ہمایوں مطابق ۱۴ / روز ماہ الٰہی موافق سنہ ۱۰۵۲ھ بر سالہ سیادت ونقابت پناہ نجابت وہدایت دستگاہ مورد مراحم بیکراں بادشاہی مطمح عنایات نمایاں شاہنشاہی صدر جلیل القدر سید جلال ونوبت واقع نویسی بندہ درگاہ معین الدین برادر زادہ خواجہ حسین نبیرہ قطب الاقطاب کہ در شہر رجب المرجب سنہ ۱۶ جلوس ہمایوں بعرض مقدس ومعلیٰ رسید کہ موضع دلواڑہ من اعمال پرگنہ اجمیر بموجب فرمان عالیشان از قرار تاریخ ۲۷ شہر یور ماہ الٰہی سنہ ۱۰ در وجہ مدد معاش شیخ علم الدین مقرر بود او فوت شدہ حکم جہاں مطاع آفتاب شعاع گردوں ارتفاع صدر شد کہ موضع مذکور دربست بدستور سابق بشرط قبض وتصرف در وجہ مدد معاش شیخ علاء الدین مذکور تا اولاد متوفی ہر کس کہ نوکر گشتہ با شیخ علاء الدین شریک نباشد۔

بموجب تصدیق یادداشت قلمی شد۔ شرح بخط سیادت و نقابت پناہ جمدہ الملکی مدار المہامی آنکہ داخل واقع نمایند۔ شرح حاشیہ بخط سیادت ونقابت پناہ صدر جلیل القدر سید جلال آنکہ داخل واقع نمایند۔ شرح حاشیہ بخط واقع نویس مطابق واقع است ۔شرح بخط سیادت ونجابت پناہ مختار الدولہ الخاقانی جمدہ الملک مدار المہامی آنکہ بعرض مکرر رسانید۔ شرح بخط اقبال پناہ افادت وافاضت دستگاہ سعد اللہ خان آنکہ بتاریخ ۲۴ شہر رمضان سنہ ۱۶ جلوس ہمایوں مکرر بعرض اشرف اقدس رسید۔ شرح بخط سیادت و
15-1-2013
نجابت حشمت وشوکت دستگاہ قدوہ خوانین بلند مکان عمدہ امرائے رفیع الشان ناظم مناظم ملک ومال ناہج ومناہج ملک واقبال گنجور اسرار بادشاہی، دانائے ضمیر ظلِ الٰہی جمدہ الملک مدار المہامی اسلام خان آنکہ فرمان عالیشان قلمی نمایند۔

{مہر جلال شاہ صدر الصدور}　　{مہر عہدی داس}

{مہر بھگوان داس}

مطابق ۲۵/ماہ الٰہی۔ سیادت پناہ، عالی دستگاہ، رفیع القدر، صدر الصدور موسوی خان کے رسالہ میں بندۂ کمترین کی واقعہ نویسی میں فدوی نے خدمتِ عالی میں عرض گزاری کی کہ مشیخت پناہ شیخ معین الدین کے متولیوں وغیرہ کے محضر کے مطابق سجادہ نشین اور مجاوروں کے درمیان حصے مقرر ہیں اور بعض معاملوں میں مجاور بے وجہ جھگڑا کرتے ہیں تو جہاں پناہ کا حکم ہوا کہ جو نذورات و فتوحات سونے چاندی کے سامان کے علاوہ حضرت خلافت پناہ بادشاہ سلامت کے ملازمین وشہزادے اور دیگر لوگ لاتے ہیں تو مشیخت پناہ مذکور (سجادہ نشین) اور مجاوروں کے درمیان مندرجہ ذیل طریقہ پر مقرر رہے گا۔ اور دوسری چیزیں جو روضہ کے لئے درکار ہوں تو متولی صرف کریں اور بے کار و پرانی ہو جائیں تو شیخ مذکور سے متعلق جان کر انھیں دے دیں۔ اور سونے چاندی کے سامان ٹوٹ پھوٹ جائیں تو انھیں درست کرالیں۔ اور روضۂ منورہ سے متعلق جان کر نگاہ رکھیں۔

داخل بتاریخ ذی الحجہ سنہ ۱۱ جلوس مطابق سنہ ۱۰۴۷ھ تصدیق کے بموجب یادداشت قلم بند ہوئی۔ تصدیق بدستخط سیادت ونقابت دستگاہ صدر الصدور، رجسٹر واقعہ نویسی میں درج کریں۔ وغیرہ وغیرہ۔

حکم

سونے چاندی کا سامان جو حضرت خلافت پناہ کے ملازمین اور شہزادے اور دوسرے لوگ لائیں اور انکا تعلق روضۂ منورہ سے ہو تو اگر کوئی چیز ٹوٹ پھوٹ جائے تو اسے روضۂ منورہ سے متعلق جان کر اسکی نگہداشت کریں۔

مشیخت پناہ صاحبِ سجادہ اور روضۂ منورہ کے درمیان مشترک چیزیں جو روضۂ منورہ کی خدمت کے لئے درکار ہوں تو متولی تصرف کریں اور جو بے کار اور ٹوٹ پھوٹ جائیں تو شیخ مذکور کو دے دیں۔

تانبہ یا پیتل کے شمعدان و چراغان وغیرہ کی ہر وہ چیز جو درکار ہو۔

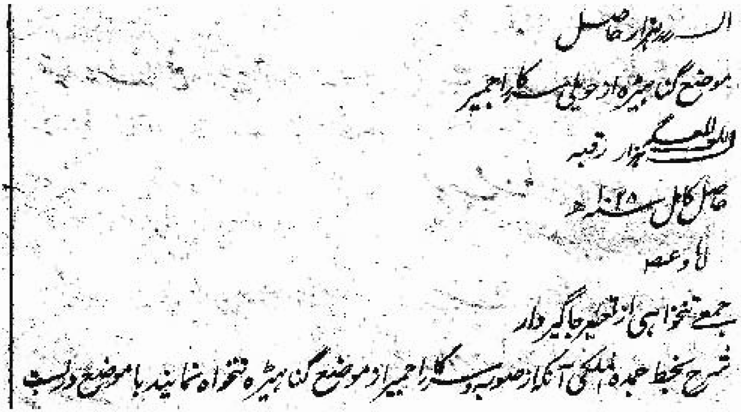
مزار کا غلاف اور چندوہ اور سحرہ پوش اور قالیچہ اور دوپچہ اور گلیچہ اور جاجم وغیرہ

فی التاریخ ۱۶ سنہ جلوس

تاریخ ۲۶ رشہر محرم الحرام ۱۶ سنہ جلوس مطابق ۲۷ رآذر ماہ الٰہی نقل بدفتر خاص نمودہ شد۔

بتاریخ ۶ شہر صفر ۱۶ سنہ جلوس موافق ۱۰۵۲ سنہ ہجری نقل گرفتہ شد معہ نور محمد۔ بموجب یادداشت واقع فرمان عالیشان قلمی نمایند۔

بواقع مقابلہ نمودہ داخل روزنامچہ واقع تاریخ ۱۰ شہر رمضان ۶ سنہ معرفت نور


الـ ... ہزار حاصل
موضع گن ہیڑہ از حویلی سرکار اجمیر
... ہزار رقبہ
حاصل کامل ۲۵ ... سنہ
... و عصر
جمعے تنخواہی از تغیر جاگیر دار
شرح بخط ... آنکہ از صوبہ و سرکار اجمیر از موضع گن ہیڑہ تنخواہ نمایند با موضع ...

محمد داخل شد۔ بتاریخ ۲ رشہر رجب المرجب سنہ جلوس نقل شروع شد۔ بتاریخ ۲۹ رشہر جمادی الثانی ۷ سنہ جلوس ہمایوں موافق سن یک ہزار و پنجاہ وسہ مطابق بتاریخ ۲۳ رماہ شہریور الٰہی معہ نور محمد بدفتر استفسار رسید۔

115-16/2013

اصل فرمان از خدمت الوہیت پناہ ربوبیت دستگاہ مرشد زادہ آفاق رہنمائے علی الاطلاق حضرت شیخ منیر الدین صاحب سجادہ نشین بارگاہ ملایق پناہ مسجود عالم و عالمیاں قبلہ برحق و کعبہ یقین دریافتہ سوادش گرفتم و عندالاستفسار فقیر حضرت مشیخت پناہی فرمودند کہ پیش از پدر بزرگوار ایشاں منصب سجادگی در اولاد حقیقی حضرت شیخ علاء الدین یکے بعد دیگرے مقرر و مفوض بود۔ اما دراں زمانے کہ شاہ عالم بہادر شاہ غازی بعد فتح کامل

		زربفت وغیرہ پارچۂ زرتاری گجراتی جو قبر پر چڑھائی جاتی ہے		

شیخ معین الدین مذکور (سجادہ نشین) سے متعلق			مجاوروں سے متعلق			
نقد اشرفی اور ختالی یا جو کسی سکہ کی شکل میں ہو	سفید کپڑا از خاصہ وغیرہ چھ صدی یا پلنگ پوش سفید و رنگین		مرادی اور کوڑی سے پال سیا تک		سفید کپڑا چہارصدی یا اس سے کمتر سیا ہوا	بکرے اور مرغ
دو حاذ فرغے یا حلکہ وغیرہ ہر کوئی کپڑا ہو جانور ہاتھی سے گھوڑے تک	شمشیر وغیرہ تاجمدہر					

{مہر} {مہر} عبارت داخلہ روزنامچہ وغیرہ {مہر دفتر} {مہر موسوی خان}

☆☆☆☆☆

بخش بزیارت روضہ شریف وارد اجمیر شد باستماع کلمات ناشائستہ کہ از زبان شیخ
فخرالدین سجادہ نشین وقت کہ او از نبائر حضرت شیخ علاء الدین بود منصب سجادگی بہ حضرت
غفران پناہ شیخ سراج الدین کہ از بنی اعمام شیخ فخرالدین بودند مفوض فرمود۔

☆☆☆☆☆

15-1-2013

گیلوترا عشر هزار جمع موضع

اصل روپیه جمع اصل اضافه

نقل فرمان

محمد شہاب الدین شاہجہاں غازی جو خواجہ بزرگ کی اولاد کی معاش بشکل عطیہ موضع دلواڑہ پر مشتمل ہے

اللہ اکبر

خواجہ معین الدین چشتی بادشاہ کے نام کا طغرا شنگرف سے لکھا ہوا

{مربع شکل کی مہر جس میں دہلی کے بادشاہوں کے ناموں سے لیکر امیر تیمور کے نام تک درج ہیں}

چونکہ فرمان عالی شان کے بموجب موضع دلواڑہ حویلی پرگنہ اجمیر جس کو شیخ علم الدین برادر زادۂ خواجہ حسین نبیرۂ غفران پناہ کے لئے مددِ معاش کے طور پر مقرر کیا گیا تھا۔ ان کا انتقال ہوگیا ہے۔ اس سلسلہ میں ایک عرضی ملاحظۂ عالی میں پیش ہوئی تو حکم عالی صادر ہوا کہ مذکورہ موضع مکمل طور پر حسبِ سابق مددِ معاش کے مستحقین شیخ علاء الدین وغیرہ اولاد شیخ علم الدین مذکور بشمول ذکور و اناث کے قبضہ و تصرف میں مقرر و قائم رہے تاکہ فصل بہ فصل اور سال بہ سال حاصل ہونے والی آمدنی کو اپنے صرف میں لاکر حکومت کے طویل مدت تک قیام کی دعا میں مشغول رہیں۔ موجودہ اور آئندہ حاکموں، عاملوں، متصدیوں، معاملات کے کفیلوں، جاگیرداروں اور کروڑیوں کو چاہیۓ کہ حکمِ اقدس و اعلیٰ کو جاری و برقرار رکھنے میں پوری کوشش کریں اور اس موضع کو مذکورہ اشخاص کے تصرف میں دیدیں اور اسے تغیر و تبدیلی سے محفوظ و مامون سمجھیں۔ اور تمام وجوہات و عوارضات کو معاف، محفوظ اور مرفوع القلم شمار کریں۔ اور اگر کسی دوسری جگہ کوئی چیز پائی جائے تو اس کا اعتبار نہ کریں اور کوئی شخص جو کہ شیخ علم الدین کا نوکر ہو اس کو موضع میں شیخ علاء الدین مذکور کا شریک نہ بنائیں۔ جملہ چودھریوں اور مقدموں اور کسانوں اور وہاں کی رعایا کو چاہیۓ کہ فصل بہ فصل سال بہ سال ان کے حقوق دیوانی کے لئے جواب دہ رہیں اور فرمان کی خلاف ورزی یا اس سے انحراف نہ کریں۔

مرقوم بتاریخ ماہ ذی الحجہ ۱۶ سنہ جلوس موافق ۱۰۵۲ھ

نقل فرمان

محمد شہاب الدین شاہجہاں بادشاہ غازی مشعر باثبات اولاد حضرت خواجہ بزرگ

{مہر خلافت} طغرا باسم بادشاہ

خواجہ معین الدین چشتی

دریں وقت فرمان عالیشان سعادت نشان شرف اصدار عز ایزاد یافت کہ منصبِ سجادگی غفران پناہ رضوان دستگاہ قطب الاقطاب مقرب بارگاہِ جبروتی بہ سعادت مآب کمالات اکتساب نتیجۃ المشائخ العظام شیخ معین الدین از تغیر شیخ ولی محمد بلا مشارکت و مساہمت احدی حسب الضمن مقرر و مسلم باشد کہ کماینبغی بلوازم و مراہم منصب قیام واقدام نمودہ دقیقہ از دقائق حزم واحتیاط دراں باب نامرعی نگذارند۔ می باید کہ حکام وعمال ومتصدیان مہمات و جاگیرداران وکروڑیان حال واستقبال در استمرار واستقرار ایں حکم اشرف اعلیٰ کوشیدہ مشاراً الیہ را صاحب سجادہ دانستہ دست تصدی مومی الیہ را در امور متعلقہ آں امر قوی ومطلق داشتہ نگذارند کہ دیگرے درآں منصب مدخل نماید وپیرامون آں گردد۔ بہ خدمہ وعملہ وفعلہ وزائران ووظائفان آں روضۂ منورہ آنکہ مشاراً الیہ را صاحبِ سجادہ علی الاطلاق دانستہ تمامی امور متعلقہ و مرجوعہ را مخصوص اوشمرند از فرمودہ تخلف وانحراف نورزند۔

شرح موافق یادداشت واقع بتاریخ اسفندار آبان الٰہی سنہ ۲ موافق یوم شنبہ بتاریخ ۹ شہر ربیع الاول سنہ ۱۰۳۹ھ برسالہ سیادت ونقابت پناہ صدارت ومعالی

دستگاہ جلیل القدر رفیع المکان صدر الصدور موسویخان ونوبت واقع نویسی کمترین بندگان قاسم علی آنکہ باسم مشیخت پناہ شیخ معین الدین انچہ بتاریخ ۲۹ر ماہ مہر الٰہی سنہ ۲ بنظر اشرف اعلیٰ گزشت حکم جہاں مطاع آفتاب شعاع صادر شد کہ سجادگی قطب الاقطاب بہ مشاراً الیہ مرحمت فرمودیم بلا مشارکت غیرے از تغیر خواجہ ولی محمد۔

شرح بخط جمدۃ الملکی مدار المہامی آنکہ داخل واقع نمایند۔ شرح بخط صدارت و

حضرت خواجہ معین الدین چشتی

تصدیق یادداشت بتاریخ چہار شنبہ ۸ / ماہ رمضان المبارک ۱۶ سنہ جلوس مطابق ۱۴/ ماہ الٰہی موافق ۵۲ سنہ ۱ھ۔ یہ فرمان سیادت پناہ، صدرِ جلیل القدر سید جلال کے رسالہ اور بندۂ درگاہ خواجہ معین الدین کی واقعہ نویسی میں تیار کیا گیا کہ برادر زادۂ خواجہ حسین نبیرۂ قطب الاقطاب کی ایک درخواست جہاں پناہ کی خدمت میں پہنچی کہ موضع دلواڑہ پرگنہ اجمیر، فرمان عالی شان کے مطابق ۲۷ /شہریور ماہ الٰہی سنہ ۱۰ سے شیخ علم الدین کی مددِ معاش کے لئے مقرر تھا۔ وہ فوت ہو گئے ہیں۔ لہٰذا جہاں پناہ کا حکم ہوا کہ موضعِ مذکور مکمل طور پر بدستورِ سابق قبضۂ وتصرف کی شرط کے ساتھ شیخ علاء الدین اور متوفی کی اولاد کی مددِ معاش کے لئے مقرر رہے گا۔ اور اگر کوئی نوکر ہو تو وہ شیخ علاء الدین کا شریک نہیں ہوگا۔

تصدیق کے بموجب یادداشت قلمبند ہوئی۔ تصدیق بدستخط سیادت ونقابت پناہ جمدہ الملکی، یہ کہ رجسٹر واقعہ نویسی میں درج کریں۔ تصدیق حاشیہ بدستخط سیادت ونقابت پناہ صدر جلیل القدر سید جلال، یہ کہ رجسٹر واقعہ نویسی میں درج کریں۔ تصدیق حاشیہ بدستخط واقعہ نویس، اصل کے مطابق ہے۔ تصدیق بدستخط سیادت ونجابت پناہ مختار الدولہ، یہ کہ دوبارہ ملاحظۂ عالی میں پیش کریں۔ تصدیق بدستخط اقبال پناہ سعد اللہ خان، یہ کہ بتاریخ ۲۴ / رمضان سنہ ۱۶ جلوس دوبارہ خدمتِ عالی میں پیش کی گئی۔ تصدیق بدستخط سیادت ونجابت دستگاہ، جمدہ الملک، مدار المہامی اسلام خان، یہ کہ فرمان عالی شان کو قلمبند کریں۔

{مہر جلال شاہ صدر الصدور} {مہر عہدی داس}

نقابت پناہی آنکہ داخل واقعہ نمایند۔ شرح حاشیہ بخط واقع نویس مطابق واقع است۔ شرح بخط عمدہ الملکی بعرض مکرر رساند۔ شرح بخط مقرب الحضرت السلطانی حکیم مسیح الزماں آنکہ بتاریخ ۷ رماہ آذر الٰہی ۲ مکرر بعرض اشرف اعلیٰ رسید۔ شرح بخط عمدۃ الملک



رکن السلطنۃ القاہرہ موتمن الدولہ الباہرہ مختار الدولہ الخاقانی عمدۃ الملک مدار المہامی علامی افضل خان آنکہ فرمان عالیشان قلمی نمایند۔

☆☆☆☆☆

نقل فرمان

محمد شہاب الدین شاہجہاں بادشاہ غازی
بہ مشحون اثبات اولاد حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہٗ
خواجہ معین الدین چشتی

{مہر شاہجہاں بادشاہ} طغرا باسم بادشاہ

دریں وقت فرمان عالی 15-1-2010 شان شرف اصدار وعز ایزاد یافت کہ موضع گناہڑہ من اعمال حویلی اجمیر سرکار وصوبہ مذکور بطریق دروبست ابتدائے نصف خریف قوی ئیل درو جہ مدد معاش مشیخت پناہ حقائق آگاہ شیخ معین الدین نبیرہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی از انچہ کہ بتاریخ ۱۲ ماہ رمضان المبارک ۱۰۴۳ھ بنظر اشرف اقدس اعلیٰ گزشت وبعرض مقدس معلیٰ رسید۔ حکم جہاں مطاع آفتاب شعاع گردوں ارتفاع صادر شد کہ یک موضع از پرگنات

{مہر بھگوان داس}

بتاریخ ۱۶ جلوس

۲۶ رماہ محرم الحرام سنہ ۱۶ جلوس مطابق ۲۷ رآذر ماہ الٰہی، دفتر والا میں نقل پیش کی گئی۔

بتاریخ ۶ رماہ صفر سنہ ۱۶ جلوس مطابق ۱۰۵۲ھ نقل کی گئی۔مع نور محمد۔ بموجب یادداشت فرمان عالی شان قلمبند کریں۔

اصل سے مقابلہ کر کے روزنامچہ میں بتاریخ ۱۰ ررمضان سنہ ۱۶ بذریعہ نور محمد داخل ہوئی۔ اور بتاریخ ۲ رماہ رجب سنہ نقل شروع ہوئی جو بتاریخ ۲۹ رجمادی الثانی سنہ ۱۷ جلوس موافق ۱۰۵۳ھ مطابق ۲۳ رشہر یور الٰہی نور محمد کے ساتھ دفتر استفسار میں پہنچی۔

مولف :

اصل فرمان مرشدزادۂ آفاق حضرت شیخ منیرالدین صاحب سجادہ نشین بارگاہ ملایق پناہ (خواجہ غریب نواز) سے میں نے حاصل کیا۔ فقیر کے استفسار پر حضرت مشیخت پناہ (شیخ منیرالدین) نے فرمایا کہ انکے والدِ محترم سے پہلے منصب سجادگی حضرت شیخ علاء الدین کی اولاد میں یکے بعد دیگرے مقرر تھی۔لیکن جس وقت شاہ عالم بہادر شاہ غازی کابل فتح کے بعد روضہ شریف کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے تو شیخ فخرالدین سجادہ نشین وقت جو حضرت شیخ علاء الدین کے نبیروں سے تھے کی زبان سے ناشائستہ کلمات سن کر منصب سجادگی کو حضرت غفران پناہ شیخ سراج الدین کے نام جاری فرمادیا جو شیخ فخرالدین کے چچاؤں کی اولاد سے تھے۔

☆☆☆☆☆

سرکار اجمیر کہ یک ہزار روپیہ حاصل داشتہ باشد در وجہ مددِ معاش مشاراً الیہ مرحمت فرمودیم۔ ہفتاد اشرفی بعد مرحمت شد۔

بموجب بطریق یادداشت قلمی شد۔ شرح بخط عمدۃ الملک مدار المہامی آنکہ داخل واقع نمایند۔ شرح بخط صدارت و نقابت پناہی آنکہ برسالہ کمترین بندہا داخل واقع نمایند۔ شرح حاشیہ بخط واقعہ نویس موافق واقعہ است۔ شرح بخط جمدہ المملکی آنکہ بعرض مکرر رسانند۔ شرح بخط اقبال پناہ حکیم مسیح الزماں آنکہ بتاریخ ۲۱/ ماہ مہر الٰہی سنہ ۴ مکرر بعرض اشرف اقدس اعلیٰ رسید۔

شرح بخط عمدۃ الملک رکن السلطنۃ القاہرہ موتمن الدولۃ الباہرہ مختار الدولہ الخاقانی جمدۃ الملک مدار المہامی علامی افضل خان آنکہ از نصف خریف قوی ئیل فرمان عالیشان قلمی شد۔

تنبیہ من مولف

نقل فرمان

محمد شہاب الدین شاہجہاں بادشاہ غازی حضرت خواجۂ بزرگ کی اولاد کے ثبوت میں

{مہر خلافت} بادشاہ کے نام کا طغرا

خواجہ معین الدین چشتی

فی الوقت فرمانِ عالی شان، سعادت نشان صادر ہوا کہ غفران پناہ قطب الاقطاب (حضور غریب نواز) کے منصبِ سجادگی پر شیخ ولی محمد کے انتقال کے بعد عزت مآب شیخ معین الدین (بن ابوالخیر) بغیر شریک وسہیم مقرر رہیں گے۔ وہ جیسا مناسب خیال کریں منصب کے لوازمات کے سلسلہ میں اقدامات کریں۔ اور حزم و احتیاط میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کریں۔ موجودہ و آئندہ حاکموں، عاملوں، متصدیوں، جاگیرداروں اور کروڑیوں پر لازم ہے کہ حکم عالی کو جاری و قائم رکھنے میں پوری پوری کوشش کریں اور موصوف مذکور کو ہی صاحب سجادہ تسلیم کریں۔ اور موصوفِ مذکور کو امورِ متعلقہ میں قوی و مطلق مانیں۔ اور کسی دوسرے کو اس منصب یا اس سے متعلق امور میں مداخلت نہ کرنے دیں۔ روضۂ منورہ کے خدام، عمال، کارکنان، زائرین، وظیفہ دار موصوفِ مذکور کو ہی قطعی طور پر صاحبِ سجادہ جانیں۔ تمام رجوع کئے جانے والے اور متعلقہ معاملات کو انھیں سے منسوب کریں۔ اور فرمان کی خلاف ورزی اور انحراف نہ کریں۔

تصدیق یادداشت بتاریخ اسفندار آبان الٰہی ۲ سنہ مطابق شنبہ۔

بتاریخ ۹ ربیع الاول ۱۰۳۹ سنہ سیادت پناہ، صدر الصدور موسوی خان کے رسالہ اور قاسم علی کی واقعہ نویسی میں مشیخت پناہ شیخ معین الدین (رابع بن ابوالخیر) کے نام تیار کی گئی۔ بتاریخ ۲۹ / ماہ مہر الٰہی ۲ سنہ کو جہان پناہ کی نظرِ عالی سے گزری۔ جہاں پناہ بادشاہ سلامت کا حکم صادر ہوا کہ قطب الاقطاب (خواجہ معین الدین چشتی) کی سجادگی شیخ ولی محمد کے انتقال کے بعد ہم نے بغیر کسی کی شرکت کے موصوفِ مذکور (شیخ معین الدین رابع بن ابوالخیر) کو مرحمت فرمادی۔

تصدیق بدستخط جمدہ الملکی مدار المہامی، یہ کہ رجسٹر واقعہ نویسی میں درج کریں۔

فقیرہ مولف موضع گناہیڑہ را دیدہ است وقتے کہ بتماشائے تالاب پھکر رفتہ بود
موضع مذکور قریب پھکر واقع است

☆☆☆☆☆

15-1-2013

تصدیق بدستخط صدارت و نقابت پناہ ، یہ کہ واقعہ نویسی کے رجسٹر میں اندراج کریں۔ تصدیق حاشیہ بدستخط واقعہ نویس ، مطابق اصل ہے۔تصدیق بدستخط جمدہ الملکی ، دوبارہ خدمتِ عالی میں پیش کریں۔تصدیق حکیم مسیح الزماں ، یہ کہ بتاریخ ۷ ر ماہ آذر الٰہی ۲ سنہ دوبارہ ملاحظہ عالی میں پیش کی گئی۔تصدیق عمدۃ الملک مختار الدولہ خاقانی مدار المہام افضل خاں، یہ کہ فرمانِ عالیشان کو قلم بند کریں۔

☆☆☆☆☆

نقل فرمان

محمد شہاب الدین شاہجہاں بادشاہ غازی

اولاد حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہٗ کے اثبات میں

خواجہ معین الدین چشتی

{مہر شاہجہاں بادشاہ} بادشاہ کے نام کا طغرا

اس وقت فرمان عالی شان صادر ہوا موضع گناہڑہ تحت حویلی اجمیر سرکار، صوبہٗ مذکور مکمل طور پر قوی ئیل (ترکی آٹھواں سال) کی آدھی ابتدائی خریف کی فصل مشیخت پناہ حقائق آگاہ شیخ معین الدین (بن ابوالخیر) نبیرۂ حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے نام مدد معاش کے طور پر جاری کی گئی تھی۔ جیسا کہ بتاریخ ۱۲ ر رمضان المبارک ۱۰۴۱ سنہ ھ کو انکی درخواست نظرِ اقدس سے گزری اور خدمتِ عالی میں پہنچی۔لہٰذا جہاں پناہ بادشاہ سلامت کا حکم صادر ہوا کہ سرکار اجمیر کے پرگنوں میں سے ایک موضع جس کی جمع کردہ آمدنی ایک ہزار روپیہ ہوتی ہے۔موصوفِ مذکور کی مددِ معاش کے لئے ہم نے مرحمت فرمائی۔ ۷۰ اشرفی بعد میں عطا ہوئیں۔

حسبِ دستور یادداشت قلم بند ہوئی۔تصدیق بدستخط عمدۃ الملک مدار المہامی ، یہ کہ رجسٹر واقعہ نویسی میں درج کریں۔تصدیق بدستخط صدارت و نقابت پناہ ، یہ کہ بندہ کمترین کے رسالہ میں رجسٹر واقعہ نویسی میں درج کریں۔تصدیق حاشیہ بدستخط واقعہ

نقل چھٹہ فرمان

شاہ عالم بہادر شاہ بادشاہ غازی بن اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ غازی

در باب تقرر عہدہ سجادگی بعد تحقیق نسبت اولاد حضرت خواجہ بزرگ قدس اللہ سرہٗ العزیز

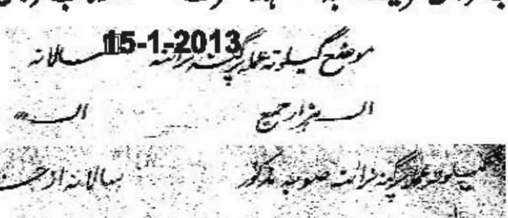
بتاریخ روز چہار شنبہ نوزدہم شہر صفر المظفر ۵ سنہ جلوس مبارک موافق ۱۱۲۲ھ مطابق ۱۸ فروری ماہ برسالہ لائق العنایت و الاحسان مورد مراحم خدیو گیہان صدر رفیع القدر صدر الصدور سید امجد خان صدر جہاں و نوبت واقعہ نگاری فدوی درگاہِ آسمان جاہ عبدالعزیز قلمی می گردد حکم صادر شد کہ منصب سجادہ نشینی روضہ منورہ حضرت قطب الاقطاب واقع بلدہ دار الخیر اجمیر از تغیر شیخ فخر الدین بہ شیخ سراج الدین ولد شیخ ابوالفتح دموضع گیلوتہ عملہ پرگنہ نرائنہ سرکار و صوبہ مذکور بجمع دو ہزار روپیہ بابت باریافت معزول و یک ہزار روپیہ از خزانہ روضۂ مزبور باندور و فتوح آنجا مشروط سوائے حصہ موضع دلواڑہ پرگنہ حویلی صوبہ مذکور پنج آنہ یومیہ کہ بلا شرط مقرر دارد و وجہ مدد معاش او مقرر فرمودیم اگر در محل دیگر چیزے داشتہ باشد آنرا اعتبار نہ کنند۔

واقع ۲۸ ربیع الآخر ۲ سنہ جلوس بموجب تصدیق یادداشت قلمی شد بموجب اسناد ذیل بمشار الیہ بلا شرط مقرر است۔

بموجب فرمان ۱۳ جمادی اول ۸ سنہ   بموجب فرمان تحریر ذالحجہ ۱۶ عہد حضرت

حصہ موضع دلواڑہ

۵ ریومیہ



بموجب فرمان والاشان عہد حضرت مرقوم ۲۱ رجب ۸ سنہ سجادہ نشینی و مدد معاش

نویس، مطابقِ اصل ہے۔ تصدیق بدستخط جمدہ الملکی، یہ کہ دوبارہ خدمتِ عالی میں پیش کریں۔ تصدیق بدستخط اقبال پناہ حکیم مسیح الزماں، یہ کہ بتاریخ ۲۱/ ماہ مہر الٰہی ۴۲ سنہ دوبارہ خدمتِ بادشاہی میں پہنچی۔

تصدیق بدستخط عمدۃ الملک، رکن السلطنت، مختار الدولہ، مدار المہام افضل خان، یہ کہ قوی ئیل (ترکی آٹھواں سال) کے نصف خریف سے فرمان عالی شان قلم بند ہوا۔

ایک ہزار (روپے) حاصل
موضع گناہیڑہ از حویلی سرکار اجمیر
اڑتالیس ہزار چالیس رقبہ
حاصل کامل ۱۰۲۸ھ
(۸۰۱) روپیہ
جاگیردار کو تبدیل کر کے تنخواہی آمدنی۔
تصدیق بدستخط جمدہ الملکی، یہ کہ موضع گناہیڑہ تحت صوبہ و سرکار اجمیر سے تنخواہ دیں۔

مؤلف کی وضاحت

فقیر مؤلف نے موضع گناہیڑہ دیکھا ہے۔ ایک بار تالاب پھکر کے مسئلہ میں گیا تھا مذکورہ موضع پھکر (پشکر) کے قریب واقع ہے۔

☆☆☆☆☆

ذیل نذور وفتوح روضہ مسطور بہ سید محمد مقرر بود بعد فوت او بموجب فرمان مرقوم ۲۵ ر جمادی الاول سنہ ھ بشیخ فخر الدین پسرش مقرر شدہ

دریں ولا بمشارٌالیہ سوائے بلاشرط مقرر شد

شرح دستخط امارت و ایالت پناہ بسالت وشہامت دستگاہ عمدہ فدویان عقیدت زبدہ مخلصان با اعتقاد ومنظور نظر بادشاہے مورد الطاف نامتناہی مہبط اعطاف بیکراں خانزادہ شجاعت نشان صمصام الدولہ با فرہنگ بخشی المما لک امیر الامرا بہادر نصرت جنگ سپہ سالار نائب اعتضاد وخلافت وفرمان روائی اعتماد سلطنت وکشور کشائی معاقد دین ودولت سپہ آرائے معارک فتح ونصرت گنجور اسرار بادشاہی دانا ضمیر انجمن پیرائے محفل دانش ویکتائے صاحب الرائے عالم آرائے دستور ورائے مما لک مدار برہان وکلاء ذوالاقتدار صاحب الشوکت والعظمت والاحتشام واجب العزت والشرف والاحترام قدوہ خوانین عمدہ امرائے عظیم الشان رکن السلطنت العلیہ نظام الملک آصف الدولہ۔ آنکہ داخل واقع نمایند

کمافضلت

سجادہ نشینی روضہ منورہ از تغیر شیخ فخر الدین

شرح دستخط وزارت پناہ کفایت دستگاہ لائق العنایت والاحسان شائستہ مراحم بیکراں ہدایت اللہ خان نائب دیوان اعلیٰ آنکہ داخل واقعہ نمایند۔

شرح دستخط لایق العنایت والاحسان مورد مراحم خدیو گیہان صدر رفیع القدر صدر الصدور سید امجد خان صدر جہاں آنکہ داخل واقع نمایند بعرض اقدس رسید مشارٌالیہ از نبائر قطب الاقطاب مہذب ومرتاض است۔ حکم شد خدمت مذکور از تغیر شیخ فخر الدین بمشروط معزول بمشارٌالیہ مقرر باشد۔

معاش مشروط حکم شد

حضرت خواجہ بزرگ قدس اللہ سرہ العزیز کی اولاد کی نسبت تحقیق کے بعد عہدۂ سجادگی پر تقرر کے سلسلہ میں شاہ عالم بہادر شاہ غازی بن اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ غازی کے

فرمان کی نقل

بتاریخ ۱۹ رصفر ۵ سنہ جلوس چہار شنبہ موافق ۱۱۲۲ھ مطابق ۱۸ رفروری صدر الصدور سید امجد خان کے رسالہ، فدوی درگاہ، آسمان جاہ عبدالعزیز کے رجسٹر واقعہ نویسی میں قلم بند ہوا۔ حکم صادر ہوا کہ منصبِ سجادگی پر شیخ فخر الدین کو معزول کر کے شیخ سراج الدین ولد شیخ ابوالفتح کا تقرر کیا جاتا ہے۔ اور موضع گیلوتہ پرگنہ نرائنہ، سرکار و صوبہ مذکور کا جمع (تخمیناً آمدنی) معزول سے واپس لیکر اور ایک ہزار روپیہ روضۂ منورہ کے خزانے سے نذور و فتوح کی شرط کے ساتھ، حصہ موضع دلواڑہ، پرگنہ حویلی صوبہ مذکور کو چھوڑ کر پانچ آنہ یومیہ بلاشرط ہم انکی مددِ معاش کے لئے مقرر فرماتے ہیں۔ اگر کسی دوسری جگہ موصوف کوئی چیز رکھتے ہوں تو اسکا اعتبار نہ کریں۔

۲۸ رربیع الآخر ۵ سنہ جلوس، تصدیق کے مطابق یادداشت قلم بند ہوئی۔ اسناد ذیل کے مطابق موصوف مذکور کیلئے بلاشرط مقرر رہے۔

بموجب فرمان تحریر ذالحجہ ۱۶ عہد حضرت	بموجب فرمان ۱۳ جمادی الاولیٰ ۸ سنہ
حصہ موضع دلواڑہ	۵ آنے یومیہ

بموجب فرمان والاشان مرقوم ۲۱ ررجب ۸ سنہ روضہ مذکورہ کی سجادہ نشینی اور مدد معاش ذیل اور نذور و فتوح روضۂ مذکور جو سید محمد کے نام مقرر تھے انکی وفات کے بعد بموجب فرمان مرقوم ۲۵ رجمادی الاولیٰ ۴ سنہ انکے فرزند شیخ فخر الدین کے نام مقرر رہوئے

گیلوتہ دو ہزار روپیہ جمع موضع	ایک ہزار پانچ سو روپیہ مع اصل اضافہ

اس سلسلہ میں موصوف مذکور کے نام بلاشرط مقرر ہوئے۔

مدد معاش مشروط معزول بموجب فرمان مرقوم ۲۵ جمادی الاول سنہ ۳ باصل و اضافہ بموجب ۲۱ صفر سنہ ۲ ۴

موضع دروبست (اسکین) سالانہ

گیلوتہ عملہ پرگنہ نرائنہ سرکار صوبہ مذکور	ازخزانۂ روضۂ مذکور
(اسکین) ہزار جمع موضع	(اسکین) سالانہ (اسکین) ہزار
گیلوتہ عملہ پرگنہ نرائنہ سرکار صوبہ مذکور	ازخزانہ روضۂ مسطور
اسکین ہزار جمع موضع دروبست	(اسکین) ہزار (اسکین)
تحریر فی التاریخ نہ صد سنہ الیہ	مطابق وقائع کل است

تاریخ ۲۳ صفر سنہ ۵ داخل سیاہہ	تاریخ ۱۶ صفر سنہ ۵
	تصدیق بدفتر الیہ گذشت

بست سوم صفر المظفر نقل بدفتر دیوان الصدارت رسید معہ جیو راج داخل اوارچہ شد

ثانی الحال بنظر درآمد پانصد بیگہ بدستور معزول مرحمت شد 15-1-2013

تصدیق و دستخط امارت پناہ، بسالت دستگاہ ،عمدۂ فدویان، زبدۂ مخلصاں، منظور نظر بادشاہی مورد الطاف لامتناہی، صمصام الدولہ، امیر الامراء بہادر نصرت جنگ واجب العزت والاحترام، رکن سلطنت العلیہ نظام الملک آصف الدولہ۔

یہ کہ رجسٹر واقعہ نویسی میں درج کریں۔

جیسا کہ فضیلت دی گئی

سجادہ نشینی روضہ منورہ پر شیخ فخر الدین کو تبدیل کر کے

تصدیق و دستخط وزارت پناہ ہدایت اللہ خاں نائب دیوان اعلیٰ، یہ کہ رجسٹر واقعہ نویسی میں درج کریں۔

تصدیق و دستخط صدر الصدور سید امجد خاں، یہ کہ رجسٹر واقعہ نویسی میں تحریر کریں۔

ملاحظۂ سلطانی میں یہ بات لائی گئی کہ موصوفِ مذکور قطب الاقطاب (خواجہ غریب نواز) کے نبیروں میں سے ہیں اور مہذب وعبادت گزار ہیں۔ حکم ہوا کہ خدمتِ مذکور (یعنی سجادگی) پر شیخ فخر الدین کو معزول کر کے موصوف کو مقرر کیا جائے۔

معاش مشروط　　　　　　حکم ہوا کہ

معزول کی مدد معاش مشروط بموجب فرمان مرقوم ۲۵ رجمادی الاولیٰ سنہ ۳ اصل اور اضافہ کے ساتھ بموجب ۲۱ رصفر سنہ ۲ھ

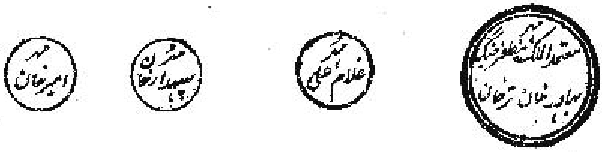
موضع مکمل ایک ہزار پانچ سو ایک روپیہ سالانہ

گیلوتہ پرگنہ نرائنہ سرکار صوبہ مذکور　　　　　　از خزانہ روضۂ مذکور

ایک ہزار روپیہ جمع (تخمیناً آمدنی) موضع　　　　　　سالانہ ایک ہزار روپیہ

نقل چھٹہ فرمان

محمد شاہ بادشاہ غازی در باب تقرر منصب سجادگی بنام شیخ منیر الدین صاحب نبیرہ



چہاردہم صفر سنہ احد جلوس

حضرت خواجہ بزرگ قدس اللہ سرہ العزیز

تاریخ روز یکشنبہ چہاردہم شہر رمضان سنہ ۲ جلوس معلّٰی موافق سنہ ۱۱۳۲ ہجری مطابق شہر ماہ برسالہ سیادت و نقابت رتبت امارت و ایالت مرتبت حشمت و شوکت منزلت عمدہ امرائے رفیع الشان زندہ خوانین بلند مکان لایق المرحمت و الاحسان مقرب حضرت الخاقان معتمد الملک میر جملہ معظم خان خانخاناں بہادر مظفر جنگ ترخان و نوبت واقع نگاری کمترین خانہ زادان درگاہ سپہر احتشام مولانا سرام قلمی می گردد حکم صادر شد کہ منصب سجادہ نشینی روضہ منورہ حضرت قطب الاقطاب واقع دار الخیر اجمیر از انتقال شیخ سراج الدین بہ شیخ منیر الدین پسرش و موضع گیلوتہ عملہ پرگنہ نرانہ سرکار صوبہ مذکور جمع دو ہزار روپیہ بابت بازیافت متوفی و یک ہزار روپیہ سالانہ از خزانہ روضہ مذکور باند ور دفتوح مشروط سوائے حصہ موضع دلواڑہ عملہ پرگنہ حویلی صوبہ مذکور و پنج آنہ یومیہ بلا شرط در وجہ معاش ایام رحمت فرمودیم۔ اگر در محل دیگر چیزے داشتہ باشد آنرا اعتبار نہ کنند۔ واقع غرہ رجب سنہ ۲ بموجب تصدیق یادداشت قلمی شد۔

بموجب اسناد ذیل بمشار الیہ مقرر است۔

بموجب فرمان تحریر ۱۸ ذالحجہ سنہ ۱۶ عہد حضرت عہد حضرت خلد مکان

بموجب فرمان ۱۳ جمادی الاول سنہ

گیلوتہ پرگنہ زانئہ سرکار صوبہ مذکور	از خزانہ روضہ مذکور
ایک ہزار جمع موضع مکمل	ایک ہزار ایک روپیہ
بتاریخ ۹ سن مذکور	مطابق جملہ کیفیت
{مہر صدر جہاں}	{مہر عبدالعزیز فدوی شاہ
{مہر اخلاص خان فدوی شاہ عالم بادشاہ}	عالم بادشاہ}
تاریخ ۲۳ رصفر ۵ درج رجسٹر روزنامچہ	تاریخ ۱۶ رصفر ۵
	دفتر والا میں تصدیق کی گئی

اسکی نقل بتاریخ ۲۳ رصفر المظفر دیوان صدارت میں پہنچی۔ جیوراج کے ساتھ داخل دفتر کی گئی

دوبارہ ملاحظہ میں آئی۔ پانچ سو روپیہ دیگر حسب دستور معزول کا حکم ہوا

حصہ موضع ۵ ر

درینولا بمشارٌالیہ سواء بلا شرط مرحمت شد

بشرح دستخط موتمن الدولۃ العلیہ معتمد السلطنۃ الیہ عمدہ امرائے رفیع الشان زبدہ خوانین بلند مکان ناظم مناظم ملک و مال ناہج و مناہج دولت واقبال صاحب السیف والقلم رافع اللواء والعلم وزیر صاحب تدبیر یک رنگ جمدہ الملک مدار المہام قطب الملک یمین الدولہ سید عبداللہ خان بہادر ظفر جنگ سپہ سالار یار باوفا دستور الوزرا آنکہ داخل واقع نمایند

شرح دستخط سیادت ونقابت رتبت امارت وایالت مرتبت شوکت وحشمت منزلت عمدۂ امرائے رفیع الشان زبدہ خوانین بلند مکان لائق المرحمت والاحسان مقرب حضرت الخاقان معتمد الملک میر جملہ معظم خان خانخانان بہادر مظفر جنگ ترخان آنکہ داخل واقع نمایند

نقلِ فرمان

محمد شاہ بادشاہ غازی کی طرف سے ۔ جو منصب سجادگی پر تقرر کے ضمن میں حضرت خواجہ بزرگ قدس اللہ سرہ العزیز کے نبیرہ شیخ منیر الدین کے نام جاری ہوا۔

بتاریخ ۱۴؍ رمضان سنہ ۲ جلوس بروز یکشنبہ موافق سنہ ۱۱۳۲ ہجری معتمد الملک میر جملہ معظم خاں خانخاناں بہادر مظفر جنگ کے رسالہ پر خانہ زادانِ درگاہ نے واقعہ نگاری کی تو حضرت قطب الاقطاب کا روضہ منورہ واقع اجمیر کے منصب سجادہ نشینی سے متعلق حکم صادر ہوا کہ شیخ سراج الدین کے انتقال پر انکے فرزند شیخ منیر الدین کو مقرر کیا جاتا ہے اور موضع گیلوتہ پرگنہ نرائنہ حکومت صوبہ مذکور سے جمع ہونے والے دو ہزار روپیہ متوفی کو ملتے رہیں اور ایک ہزار روپیہ سالانہ روضہ منورہ کے خزانہ سے شریک کئے جاتے رہیں ۔ اور موضع دلواڑہ پرگنہ حویلی صوبہ مذکور کے سوا نذور مشروط رہیں اور پانچ آنے یومیہ بلاشرط بطور مدد معاش انھیں عطا کیا جائے ۔ اگر کسی اور جگہ کوئی چیز ہو تو اس کا اعتبار نہ کریں ۔ مؤرخہ غرہ رجب سنہ ۲ بموجب تصدیق یادداشت قلم بند کی گئی اور اسناد ذیل کے بموجب موصوف کو مقرر کیا گیا۔

بموجب فرمان تحریر	بموجب فرمان ۱۳ جمادی الاول سنہ ۱۸
ذالحجہ سنہ ۱۶ عہد حضرت	عہد حضرت خلد مکان
حصہ، موضع	۵ آنے

اس باب میں موصوف کو بلاشرط عطا کیے گئے۔

تصدیق و دستخط موتمن الدولہ، معتمد السلطنت،

یمین الدولہ سید عبد اللہ خان بہادر ۔ یہ کہ واقعہ نویسی

سیاہہ

خواجہ معین الدین چشتی

از روئے سیاہہ بمہر عمدۃ الملک بخشی الممالک امیر الامرا بہادر رسیدہ کہ سید منیر الدین پسر سید سراج الدین سجادہ نشین درگاہ حضرت قطب الاقطاب کہ سید مذکور فوت شدہ و امیدوار است کہ بموجب پدر سجادہ نشینی آنجا سرفراز شود بعرض اقدس رسید کہ تجویز نامہ بمہر میر احمد علی خاں صدر جرد آنجا نیز رسیدہ کہ سید سراج الدین سجادہ نشین فوت شدہ سید منیر الدین پسر متوفی طالب علم بصلاح و تقویٰ آراستہ لائق سجادگیست بدستور پدر بنام مومی الیہ سرافراز شود حکم شد منظور

کما فضلت

سجادہ نشینی روضۂ مسطور از انتقال شیخ سراج الدین بمشار ألیہ پسرش

حکم

معاش بازیافت سابق

مدد معاش مشروط شیخ سراج الدین متوفی بموجب یادداشت واقع عہد مرقوم سوم جمادی الاول سنہ ۲ - ۲۵ ر رمضان سنہ ۱ الیہ بعرض مکرر رسید فرمان درست گشتہ

15-1-2013

تحریر فی التاریخ شہر صدر سنہ الیہ

کے رجسٹر میں اندراج کریں۔

تصدیق و دستخط رفیع الشان، لائق مرحمت واحسان، اعظم خان خانخاناں بہادر۔ یہ کہ واقعہ نویسی کے رجسٹر میں اندراج کریں۔

{مہر بلاس رام} {مہر میر جملہ معظم خان خانخانان}

معہ جان محمد قول بتاریخ دوم شہر ذاالحجہ سنہ ۲

مطابق واقع کل است

بتاریخ چہاردہم شہر رمضان سنہ ۲	بتاریخ ۲۱ شہر رمضان ۴ جلوس والا	۲۱ رمضان ۲ جلوس والا
تصدیق بہ دفتر الیہ گذشت معہ جان محمد قول	نقل بدفتر وقائع کل رسید	داخل وقائع کل نمودہ
بتاریخ دوم شہر ذالحجہ جلوس والا	داخل اوارجہ نمودہ	داخل فہرست ایلچیان نمودہ
نقل بہ دفتر دیوان صدارت العالیہ رسید مع جان محمد قول		

نقل چھٹھ

محمد شاہ بادشاہ غازی بنام سید محمد حسن برادر عم زاد شیخ سراج الدین صاحب سجادہ بتاریخ روز جمعہ ششم ذاالحجہ سنہ ۱۰ جلوس مبارک موافق سنہ ۱۱۳۱ ہجری۔

برسالہ سیادت ونجابت پناہ شجاعت وشہامت دستگاہ سزاوار عنایت پادشاہی قابل مرحمت ظل الٰہی صدر رفیع القدر صدر الصدور سید امیر خان ونوبت واقعہ نگاری کمترین خانہ زادان درگاہ آسمان جاہ غلام علی قلمی میگیر دو حکم صادر شد کہ نیم روپیہ بلاقصور یومیہ

15-1-2013

از اوقاف روضہ منورہ حضرت واقعہ بلدہ صوبہ دار الخیر اجمیر در وجہ مدد معاش محمد حسین وغیرہ متعلقان محمد حسن بن سید اسد اللہ مرحمت فرمودیم اگر در محل دیگر چیزے داشتہ باشد آنرا اعتبار نکنند واقعہ ۲۴ شوال سنہ احد تصدیق یادداشت قلمی شد۔

شرح دستخط موتمن الدولۃ العلیہ معتمد السلطنۃ الیہ عمدہ امرائے رفیع الشان زبدہ خوانین بلند مکان ناظم ومناظم ملک ومال ناہج ومناہج دولت واقبال صاحب سیف

سیاہہ (دستاویز)

خواجہ معین الدین چشتی

اس دستاویز کی رو سے جس پر عمدۃ الملک بخشی الممالک، امیر الامراء کی مہر ثبت ہے یہ اطلاع پہنچی ہے کہ سید منیر الدین فرزند سید سراج الدین سجادہ نشین حضرت قطب الاقطاب نے سید مذکور کی وفات کے بعد حضور میں عرضی پیش کی کہ انکے والد کے بموجب وہاں کی سجادہ نشینی انھیں عنایت فرمائی جائے۔ میر احمد علی خاں صدر کی مہر سے بھی ایک تجویز نامہ وصول ہوا ہے کہ سید سراج الدین سجادہ نشین کی وفات ہو چکی ہے۔ مرحوم کے فرزند سید منیر الدین جو طالب علم ہیں اور تقویٰ و پرہیزگاری سے آراستہ ہیں، سجادگی کے لائق ہیں، انھیں اپنے والد کے دستور کے مطابق ان کی جگہ مقرر کیا جائے۔ اس حکم کو منظوری حاصل ہوگئی۔

جیسا کہ فضیلت عطا کی گئی

شیخ سراج الدین مذکور کے انتقال پر روضہ مذکور کی سجادہ نشیی انکے بیٹے کے نام

حکم

معاش سابقہ جو دوبارہ حاصل ہوئی

شیخ سراج الدین کی مدد معاش مشروط بموجب یادداشت واقع عہد

مرقوم ۳/ جمادی الاولیٰ سنہ ۲ ۔ ۲۵/ رمضان سنہ ۱ مذکور دوبارہ پیش کی گئی

فرمان درست پایا گیا

موضع گیلوتہ عملہ پرگنہ نرائنہ	سالانہ
ایک ہزار روپیہ جمع	ایک ہزار روپیہ
گیلوتہ تحت پرگنہ نرائنہ صوبہ مذکور	سالانہ خزانہ مذکور سے
ایک ہزار روپیہ	ایک ہزار روپیہ

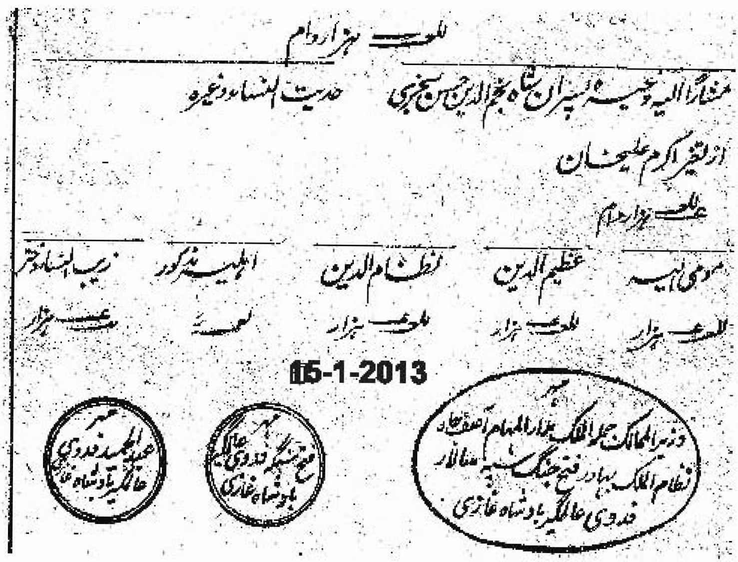
تحریر بتاریخ ماہ و سنہ مذکورہ

والقلم رافع اللواء والعلم، وزیر صائب تدبیر یک رنگ جمدۃ الملک، مدار المہام، قطب الملک، یمین الدولہ سید عبداللہ خان بہادر ظفر جنگ سپہ سالار یار باوفا دستور الوزرا آنکہ داخل واقع نمایند۔

شرح دستخط۔ سیادت ونجابت پناہ، شجاعت وشہامت دستگاہ، سزاوار عنایت پادشاہی، قابل مرحمت صدر رفیع القدر صدر الصدور سید امیر خان آنکہ داخل واقع نمایند۔

خواجہ معین الدین چشتی

از روئے تجویز نامہ بمہر میر عبد القادر متولی روضہ منورہ حضرت کہ متعلقان محمد حسن نبیرہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی ہیچ وجہ معیشت ندارند استحقاق بدرجہ کمال دارند بنا برآں پانزدہ آنہ یومیہ بلا قید آشامی تجویز نمودہ امیدوار درجہ پذیر ایست بعرض


للعہ ہزار دام
مشارالیہ عنیبہ پسران شاہ نجم الدین حسن سجزی حدیث النساء وغیرہ
از تغیر اکرم علیخان
عظیم الدین نظام الدین اہلیہ مذکور زیب النساء دختر
ff5-1-2013
مہر وزیر الممالک جملۃ الملک مدار المہام آصف جاہ نظام الملک بہادر فتح جنگ سپہ سالار فدوی عالمگیر بادشاہ غازی
فدوی عالمگیر بادشاہ غازی

اقدس رسید بشرح صدر حکم شد

{مہر بلاس رام}

مع جان محمد قول

مطابق واقع کل ہے۔

{مہر میر جملہ معظم خان خانخانان}

بتاریخ ۲ ماہ ذی الحجہ سنہ ۲ جلوس

بتاریخ ۱۴ ر رمضان سنہ ۲	بتاریخ ۲۱ ر رمضان ۲ جلوس	۲۱ ر رمضان سنہ ۲ جلوس
تصدیق بہ دفتر والا ہوئی مع جان محمد قول	نقل جو دفتر واقعہ نویسی میں پہنچی	رجسٹر وقائع کل میں درج کی گئی۔
بتاریخ ۲ ر ماہ ذالحجہ جلوس	درج رجسٹر کی گئی	ایلچیوں کی فہرست داخل کی گئی
نقل بدفتر دیوان صدارت العالیہ وصول ہوئی مع جان محمد قول		

نقل مراسلہ

محمد شاہ بادشاہ غازی بنام سید محمد حسن برادر چچا زاد شیخ سراج الدین صاحب سجادہ بتاریخ ۶ ر ذی الحجہ سنہ ۱۰ جلوس بروز جمعہ مطابق سنہ ۱۱۳۱ ہجری سیادت پناہ صدر الصدور سید امیر خاں کے رسالہ اور آسمان جاہ غلام علی کی واقعہ نویسی میں رپورٹ قلم بند ہوئی۔ حکم صادر ہوا کہ نصف روپیہ بلا ناغہ یومیہ اوقاف روضہ منورہ حضرت (غریب نواز) موقوعہ بلدہ صوبہ اجمیر سے بطور مدد معاش محمد حسین وغیرہ متعلقین محمد حسن بن سید اسد اللہ کو ہم نے عنایت فرمایا۔ اگر دوسری جگہ کوئی چیز رکھتے ہوں تو اس کا اعتبار نہ کریں۔ ۲۴ ر شوال سنہ ۱ جلوس، تصدیق یادداشت قلم بند ہوئی۔

تصدیق و دستخط، مدار المہام، قطب الملک،

یمین الدولہ سید عبد اللہ خاں بہادر ظفر جنگ سپہ سالار

۸ ر بلا قصور یومیہ

مشارٌالیہ	خدیجہ
صغیر	۲ ر
۲ ر	
رقیہ ہمشیرہ	سعید النساء
ا ر	ا ر

مسماۃ راحت النساء وغیرہ ہمشیرہ زادہ

۲ ر

مشارٌالیہا مسماۃ لطیفہ

ا ر ا ر

تحریر فی التاریخ صدر سنہ الیہ

مطابق واقع کل است برحاشیہ بعرض مکرر رساند

بست وہفتم صفر سنہ ۲ جلوس مبارک بعرض مکرر رسید

پسِ پشت جریدہ داخلہ منشیان دیوان شاہی بسیار است

☆☆☆☆☆

۔یہ کہ رجسٹر واقعہ نویسی میں تحریر کریں۔

تصدیق و دستخط صدر رفیع القدر صدر الصدور سید امیر خاں۔یہ کہ رجسٹر واقعہ نویسی میں درج کریں

خواجہ معین الدین چشتی

تجویز نامہ کی رو سے جس پر میر عبد القادر متولی روضہ منورہ حضرت کی مہر ثبت ہے حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے نبیرہ محمد حسن کے متعلقین جو کوئی بھی ذریعہ معاش نہیں رکھتے لہٰذا وہ بدرجہ کمال اس کے مستحق ہیں۔اسی بنا پر بلا قید آ ثامی پندرہ آنے یومیہ کی تجویز پیش کی گئی۔امیدوار منظوری کے حقدار ہیں۔ملاحظہ اقدس میں عرضی پیش ہوئی۔تصدیق صدر کے بعد حکم صادر ہوا۔

۸ آنے بلا ناغہ یومیہ

برائے موصوف مذکور	خدیجہ
صغیر	دو آنے
۲/آنے	
رقیہ ہمشیرہ	سعید النساء
ایک آنہ	ایک آنہ

مسماۃ راحت النساء وغیرہ ہمشیرہ زادہ

۲/آنے

موصوفہ مذکورہ مسماۃ لطیفہ

۱/آنہ ۱/ایک آنہ

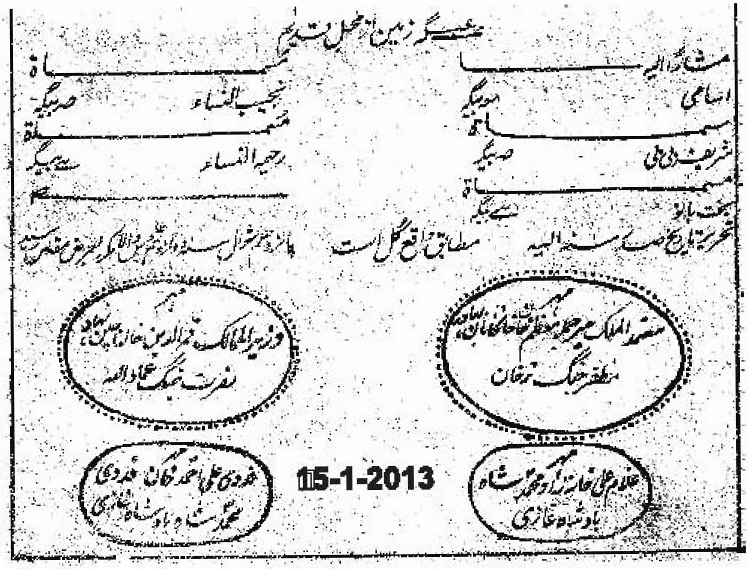
نقل فرمان

ابو العدل عزیز الدین عالمگیر بادشاہ غازی ادخل اللہ فی الجنان باسم سبحانہٗ تعالیٰ شانہٗ

خواجہ معین الدین چشتی قدس اللہ سرہٗ

مہر بادشاہ طغرا بخط طلا باسم بادشاہ

دریں وقت میمنت اقتران فرمان والا شان واجب الاذعان صادر شد کہ موضع بدھ گانو دربست جمع شصت وچہار ہزار دام عملہ پرگنہ حویلی دار الخیر اجمیر کہ پانصد روپیہ حاصل آنست از تغیر اصغر علیخان وغیرہ دروجہ انعام میر غیاث الدین وغیرہ پسران ومتعلقان


مطابق واقع گل است

15-1-2013

حضرت شاہ نجم الدین حسن سجزی نبیرہ حضرت قطب الاقطاب بطریق آلتمغا بافرزندان نسلاً بعد نسلٍ بطناً بعد بطنٍ بمعافی توفیر از خریف سحقان ئیل حسب الضمن

تحریر کردہ بتاریخ سنہ مذکور

مطابق واقع کل ہے　　　　برحاشیہ　　　　دوبارہ عرضی پیش ہوئی

۲۷ رصفر ۲ جلوس عرضی پھر پیش ہوئی

جریدہ کی پشت پر دیوانِ شاہی کے بہت سے منشیوں کے (داخلہ) نوٹس ہیں۔

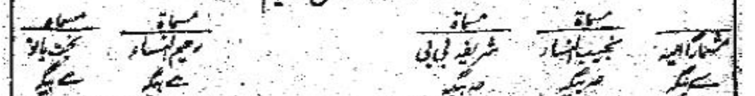
مہر	مہر	مہر	مہر
معتمد الملک مظفر جنگ بہادر خان ترخان	غلام علی	سپہدار خاں	امیر خان

۱۴ رصفر ۱ جلوس

☆☆☆☆☆

مقرر باشد باید کہ فرزندان نامدار کامگار والا تبار و وزرائے ذوی الاقتدار و امرائے عالی مقدار و حکام کرام و عمال کفایت فرجام و متصدیان مہمات سلطانی و متکفلان معاملات دیوانی و جاگیرداران و کروریان حال و استقبال ابداً، موبداً در استقرار و استمرار ایں حکم مقدس و معلیٰ کوشید موضع مرقومہ را در بست نسلاً بعد نسلٍ و بطناً بعد بطنٍ خالداً و مخلداً بتصرف آنہا با فرزندان باز گزارند و از صوادم تغیر و تبدیل مصئون و محروس دانستہ بعلت پیشکش صوبہ داری و فوجداری و مالوجہات و اخراجات مثل قنلغہ محصلانہ و داروغگانہ و بیگار شکار و دہ نیمی و مقدمی و صدودی و قانون گوئی متزاحم و معترض نشوند و توفیر کل تکالیف دیوانی و مطالبات سلطانی و انچہ از حسن تردد آں بیفزاید معاف و مرفوع القلم شمارند۔ دریں باب تاکید اکید و قدغن بلیغ دانستہ سند مجددنہ طلبند و از یرلیغ کرامت تبلیغ والا تخلف وانحراف نورزند۔ شرح یادداشت پس پشت فرمان۔

شرح یادداشت ـ واقع تاریخ روز پنجشنبہ بست و ششم شہر محرم سنہ ۳ جلوس معلیٰ موافق ۱۱۷۰ھ مطابق ۲۸ شہر ماہ برسالہ سیادت و نجابت مرتبت، امارت و امالت منزلت، دانائے مدارج دین و دولت، شناسائے مراتب ملک و ملت فرازندہ لوائے شوکت و عظمت اعتضاد خلافت، و فرمانروائے اعتماد سلطنت، و کشور کشائے ظفر پیرائے معارک جہاں ستانی، عیش آرائے محافل کامرانی دقیقہ یاب سرائر بادشاہی، رمز شناس مزاجدانی و آگاہی، جوہر مرأت حقیقت و وفا، فروغ شمع یکرنگی و صفا، محرم دلکشائے مجلس اخلاص، انیس خلوت سرائے خاص، کارفرمائے سیف و قلم، مدبر امور عالم، قدوہ خوانین بلند مکان، عمدہ امرائے عظیم 15-1-2018 صائب تدبیر، امیر روشن ضمیر، عالی مقدار لازم الاختصاص والاعزاز، واجب الاحترام والامتیاز، رکن السلطنة بادشاہ سلیمان



نقل فرمان

ابوالعدل عزیز الدین عالمگیر بادشاہ غازی انھیں اللہ جنت میں داخل کرے ۔

خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہٗ

مہر بادشاہ بادشاہ کے نام کے ساتھ سنہری خط میں طغرا

اس مبارک وقت فرمان والا شان صادر ہوا کہ موضع بدھ گاؤں مکمل تحت پرگنہ حویلی دارالخیر اجمیر میں جس کی جمع (تخمیناً آمدنی ۶۴ر ہزار دام اور حاصل (جمع کی ہوئی آمدنی) ۵۰۰ روپے ہوتی ہے۔ اصغر علی خاں وغیرہ کی تبدیلی سے انعام کے طور پر حضرت شاہ نجم الدین حسن سجزی نبیرہ حضرت قطب الاقطاب کے فرزندان و متعلقین میر غیاث الدین وغیرہ کے نام فرزندوں کے ساتھ نسلاً بعد نسلٍ اور بطناً بعد بطنٍ توفیر (پیداوار میں زیادتی) کی معافی کے ساتھ سنقان ئیل (ترکی پہلا سال) کی خریف سے حسب ضمن مقرر رہیگا۔ فرزندان والاتبار اور وزرائے بااقتدار اور امرائے عالی مقدار اور حکام و متصدیان سلطانی اور عہدہ داران معاملات دیوانی اور موجودہ و آئندہ جاگیرداروں اور کروڑیوں پر لازم ہے کہ اس حکم مقدس کو قائم و جاری رکھتے ہوئے اسکو روبہ عمل لانے کی پوری کوشش کریں ۔ موضع مذکور کو مکمل طور پر نسلاً بعد نسلٍ اور بطناً بعد بطنٍ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ان فرزندوں کے تصرف میں پیش کریں۔ اور تبدیلی سے محفوظ جان کر پیش کش ،صوبہ داری ،فوجداری، مالوجہات ، اخراجات ، مثلاً قتلغہ ،محصلانہ ، داروغگانہ ، بیگار ، شکار ، دہ نیمی ، مقدمی صدودی ، قانونگوئی کے سلسلہ میں معترض نہ ہوں۔ توفیر (پیداوار میں زیادتی) تمام تکالیفِ دیوانی اور مطالبات سلطانی کو معاف و مرفوع القلم سمجھیں۔ اس معاملہ میں نہایت تاکید اور سخت پابندی کو ملحوظ رکھیں۔ نئی سند طلب نہ کریں۔ اور فرمانِ شاہی سے انحراف و انکار نہ کریں۔ تصدیق یادداشت فرمان کی پشت پر ہے۔

تصدیق یادداشت بروز جمعرات بتاریخ ۲۶ رمحرم ۳ سنہ جلوس مطابق ۲۸ رشہر ماہ ۱۰۷۰ھ

آصف جاہ نظام الملک بہادر فتح جنگ سپہ سالار کے رسالہ اور

خانہ زادانِ درگاہ کمترین لعل سنگھ کی واقعہ نویسی میں رپورٹ قلم

اقتدار، آصف جاہ نظام الملک بہادر فتح جنگ سپہ سالار ونوبت واقعہ نگاری خانہ زادانِ درگاہ خلائق پناہ لعل سنگھ میگردد حکم صادر شد کہ موضع بدھ گانو در بست بجمع شصت و چہار ہزار دام عملہ پرگنہ حویلی دار الخیر اجمیر از تغیر اکرم علی خاں وغیرہ در وجہ انعام پسران و متعلقان حضرت شاہ نجم الدین حسن سجزی نبیرہ حضرت قطب الاقطاب بطریق آلتمغا با فرزندان نسلاً بعد نسلاً و بطناً بعد بطنٍ معافی وتوفیر وآنچہ از حسن تردد در جمع آں بیفزاید مزاحم نہ شوند مرحمت فرمودیم

واقع چہارم شہر محرم سنہ ۳ شرح دستخط سیادت ونجابت مرتبت امارت وایالت منزلت دانائے مدارج دین دولت شناسائی مراتب ملک وملت فرازندہ لوائے شوکت وحشمت طرازندہ بساط ابہت وعظمت اعتضا دوخلافت وفرمانروائے اعتماد سلطنت وکشور کشائے دقیقہ یاب سرائر بادشاہے رمز شناس مزاجدانی وآگاہی جوہر مرات حقیقت ووفا، فروغ شمع یکرنگی وصفا، ہمدم دلکشائے مجلس خاص محرم خلوت سرائے صدق واخلاص کارفرمائے سیف وقلم مدبر امور عالم وزیر صائب تدبیر ممالک مدار امیر روشن ضمیر عالی مقدار، لازم الاختصاص والاعزاز، واجب الاحترام والامتیاز، رکن السلطنت بادشاہے سلیمان اقتدار، وزیر الممالک جملۃ الملک مدار المہام آصف جاہ نظام الملک بہادر فتح جنگ سپہ سالار آنکہ داخل واقع نمایند۔

شرح دستخط وزیر الممالک آصف جاہ نظام الملک بہادر آنکہ مکرر بعرض رسانند۔

شرح دستخط امارت وایالت 15-1-2013 پناہ اقبال واخلاص دستگاہ رکن السلطنۃ العالیہ سرافراز عنایت خلیفہ الرحمانی فدوی عقیدت نشان ضیاء الدولہ سعد اللہ خان آنکہ مکرر بعرض مقدس معلیٰ رسید۔

شرح دستخط وزیر الممالک جملۃ الملک مدار المہام آصف جاہ نظام الملک بہادر فتح جنگ سپہ سالار آنکہ۔ بنظر در آمد۔ مقدمہ تنخواہ موضع بدھ گاؤں در بست عملہ پرگنہ حویلی دار الخیر اجمیر از تغیر اکرم علیخان وغیرہ در وجہ انعام

بند ہوئی۔ حکم صادر ہوا کہ بدھ گاؤں کامل تحت عملہ پرگنہ حویلی دارالخیر اجمیر جس کی تخمیناً آمدنی ۶۴ ہزار دام ہے اکرم علی خاں کو تبدیل کر کے حضرت شاہ نجم الدین سجزی نبیرہ حضرت قطب الاقطاب کے بیٹوں و متعلقین کے لئے بطور انعام بذریعہ حکمِ شاہی انکے فرزندوں کے ساتھ نسلاً بعد نسلٍ اور بطناً بعد بطنٍ توفیر (پیداوار میں زیادتی) کی معافی کے ساتھ ہم نے عطا فرمادیا۔ اس جمع (تخمیناً آمدنی) میں لوگ مزاحمت نہ کریں۔

۴ رمحرم سنہ ۳ جلوس تصدیق و دستخط مدارالمہام نظام الملک آصف جاہ بہادر فتح جنگ سپہ سالار ۔ یہ کہ واقعہ نویسی کے رجسٹر میں تحریر کریں۔

تصدیق و دستخط وزیرالممالک آصف جاہ نظام الملک بہادر۔ یہ کہ دوبارہ ملاحظۂ عالی میں پیش کریں۔

آلتمغا میر غیاث الدین وغیرہ پسران ومتعلقان حضرت شاہ نجم الدین حسن سجزی نبیرہ حضرت قطب الاقطاب خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہٗ بمعافی توفیر مرحمت شد۔

شرح دستخط وزیر الممالک جملۃ الملک مدار المہام آصف جاہ نظام الملک بہادر از خریف سحقان ئیل فرد دستخطی چہارم محرم سنہ ۳

تصدیق و دستخط ضیاء الدولہ سعد اللہ خاں۔ یہ کہ دوبارہ ملاحظۂ عالی میں پیش کی گئی۔

تصدیق و دستخط وزیر الممالک مدار المہام آصف جاہ نظام الملک بہادر فتح جنگ سپہ سالار۔ یہ کہ ملاحظہ میں پیش کی گئی۔ موضع بدھ گاؤں مکمل تحت پرگنہ حویلی اجمیر کی تنخواہ کے مقدمہ میں اکرم علی خاں وغیرہ کو تبدیل کر کے حضرت شاہ نجم الدین حسن سجزی نبیرہ قطب الاقطاب خواجہ معین الدین چشتی کے بیٹوں اور متعلقین میں سے میر غیاث الدین وغیرہ کو بطور انعام عطا کی گئی۔

تصدیق و دستخط وزیر الممالک مدار المہام آصف جاہ نظام الملک بہادر۔ سحقان ئیل (ترکی پہلے سال) کی خریف سے۔ فرد دستخطی ۴ر محرم سنہ ۳

☆☆☆☆☆

صادر نقل خط انور

خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہٗ

شرح یادداشت دستخط وزیر المما لک جملہ الملک مدار المہام آصف جاہ نظام الملک بہادر فتح جنگ سپہ سالار آنکہ موافق صاد خاص بعمل آرند۔ شرح عرض چہارم محرم ۳ سنہ بدستخط رسید آنکہ میر غیاث الدین و میر عظیم الدین و میر نظام الدین و مسماۃ حدیث النساء و زیب النساء پسران و متعلقان حضرت شاہ نجم الدین حسن سجزی نبیرہ قطب الاقطاب حضرت خواجہ معین الدین چشتی شب و روز بعبادت الٰہی مشغول و وجہ کفاف معین ندارند۔ امیدوار کہ موضع بدھ گاؤں بجمع شصت و چہار ہزار دام عملہ پرگنہ حویلی دار الخیر اجمیر از تغیر اکرم علیخان مزبور در وجہ انعام آلتمغا مرحمت شود وغیرہ۔

خط انور میں تصدیقی نقل
خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہٗ

تصدیق یادداشت دستخطی مدار المہام آصف جاہ نظام الملک بہادر فتح جنگ سپہ سالار توثیق خاص کے موافق اس پر عمل کریں۔ تصدیق عرضی ۴ محرم سنہ ۳ جلوس دستخط کے ساتھ وصول ہوئی کہ حضرت شاہ نجم الدین حسن سجزی نبیرہ قطب الاقطاب حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے بیٹے اور متعلقین میر غیاث الدین، میر عظیم الدین اور میر نظام الدین اور مسماۃ حدیث النساء و زیب النساء رات دن عبادت الٰہی میں مشغول ہیں۔ اور انکا کوئی معین ذریعۂ معاش نہیں ہے۔ امیدوار ہیں کہ موضع بدھ گاؤں تحت پرگنہ حویلی اجمیر سے جو ۴ ہزار ۶۰ دام تخمیناً آمدنی ہوتی ہے اکرم علی خاں مذکور کی تبدیلی کے بعد انھیں بطور انعام عطا ہوں۔ وغیرہ۔

۴۶ ہزار دام

مذکورہ بالا وغیرہ فرزندان شاہ نجم الدین حسن سجزی حدیث النساء وغیرہ
اکرم علیخاں کی تبدیلی کے بعد۔

۴۲ ہزار دام

موصوفِ مذکور	عظیم الدین	نظام الدین	اہلیہ مذکور	زیب النساء دختر
۱۴ ہزار	۱۴ ہزار	۶ ہزار	۹ ہزار	۱۳ ہزار

مہر	مہر	مہر
وزیر المما لک جملۃ الملک مدار المہام آصف جاہ نظام الملک بہادر فتح جنگ سپہ سالار فدوی عالمگیر بادشاہ غازی	فتح سنگھ فدوی عالمگیر بادشاہ غازی	عبدالحمید فدوی عالمگیر بادشاہ غازی

عبارت پس پشت پائیں فرمان بشرح یادداشت مندرجہ بالا۔

عبارت حاشیہ پس پشت فرمان جانب راست در باب نوشتہ شدن فرمان و داخلہ و روزنامچہ عبارت پس پشت فرمان بر حاشیہ جانب چاپ در باب داخلہ دفاتر شاہی۔

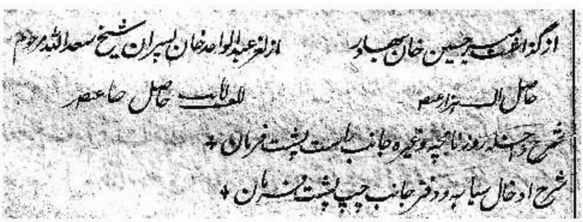
خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہٗ

چھٹھہ

عہد محمد شاہ بادشاہ غازی بمہر وزیر الممالک نواب قمر خاں عین بہادر

بتاریخ روز جمعہ شانزدہم شہر محرم ۹ سنہ جلوس مبارک موافق ۱۱۳۹ھ برسالہ سیادت و نقابت رتبت، ایالت و امارت مرتبت، حشمت و شوکت منزلت، عمدہ امرائے رفیع الشان، زبدہ خوانین بلند مکان، لائق المرحمت والاحسان، مقرب الحضرت الخاقان، معتمد الملک، میر جملہ معظم خان خانخانان بہادر مظفر جنگ ترخان و نوبت واقعہ نگاری کمترین خانہ زادان درگاہ آسمان جاہ غلام علی قلمی میگردد۔
حکم صادر شد کہ بست و دو بیگہ زمین از محل قدیم پرگنہ حویلی دار الخیر اجمیر در وجہ مدد معاش مسماۃ بی بی کمال دولت متعلقان سید اسد اللہ نبیرہ قطب الاقطاب حضرت مرحمت فرمودیم اگر در محل دیگر چیزے داشتہ باشند آنرا اعتبار نہ کنند۔ واقعہ سوم شہر رجب المرجب ۹ سنہ جلوس موجب تصدیق یادداشت قلمی شد۔

شرح دستخط موتمن الدولہ العلیہ معتمد السلطنۃ الھیہ، سیادت و نجابت مرتبت، امارت و ایالت منزلت، دانائے مدارج دین و دولت، شناسائے مراتب ملک و ملت، اعتضاد خلافت و فرمانروائے اعتماد السلطنت، و کشور کشائے ناظم و مناظم ملک و مال، تاج مناج دولت و اقبال، خلاصۂ مخلصان باعزم، قدوۂ پیش قدمان معرکہ رزم، عمدہ منیع الشان، زندہ امرائے بلند مکان، صاحب السیف والقلم، رافع اللواء والعلم، وزیر صائب تدبیر، یار باوفا یکرنگ، وزیر الممالک جملۃ الملک


ازگذاشت سید حسین خان بہادر — از لغو عبد الواحد خان پسران شیخ سعد اللہ مرحوم
حاصل الف ... عص — ... حاصل حاعصر
شرح چند روزنامچہ وغیرہ جانب پشت فرمان +
شرح ادخال سیاہہ دفتر جانب چپ پشت فرمان +

فرمان کی پشت پر نیچے یادداشت مندرجہ بالا کی تصدیق ہے۔
حاشیہ کی جو عبارت فرمان کی پشت پر سیدھی جانب ہے وہ فرمان لکھے جانے اور داخلہ اور روزنامچہ سے متعلق ہے حاشیہ کی جو عبارت فرمان کی پشت پر بائیں جانب ہے وہ دفاتر شاہی میں داخلہ سے متعلق ہے۔
خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہٗ

چھٹا

عہد محمد شاہ بادشاہ غازی بمہر وزیر الملک نواب قمر خاں عین بہادر

بتاریخ ۱۶ر محرم سنہ ۹ جلوس روز جمعہ موافق ۱۱۳۹ھ معتمد الملک میر جملہ معظم خان خانخاناں بہادر مظفر جنگ ترخان کے رسالہ کمترین غلام علی کی واقعہ نگاری میں رپورٹ قلمبند کی گئی۔ حکم صادر ہوا کہ محل قدیم پرگنہ حویلی اجمیر کی ۲۲ بیگہ زمین بطور مدد معاش مسماۃ بی بی کمال دولت متعلقین سید اسد اللہ نبیرہ قطب الاقطاب حضرت کو ہم نے عنایت فرمائی۔ اگر دوسری جگہ کوئی چیز پائی جائے تو اس کا اعتبار نہ کریں۔ مرقوم ۳ر رجب المرجب سنہ ۹۔ تصدیق کے بموجب یادداشت قلمبند ہوئی۔

تصدیق و دستخط مدار المہام اعتماد الدولہ قمر الدین خاں بہادر نصرت جنگ۔ یہ کہ رجسٹر واقعہ نویسی میں درج کریں

تصدیق و دستخط معتمد الملک میر جملہ معظم خان خانخاناں بہادر مظفر جنگ ترخان۔ یہ کہ رجسٹر واقعہ نویسی میں درج کریں۔

مدارالمہام اعتمادالدولہ قمرالدین خان بہادر نصرت جنگ آنکہ داخل واقع نمایند۔

شرح دستخط سیادت ونقابت رتبت، امارت وایالت مرتبت، حشمت وشوکت منزلت، عمدہ امرائے رفیع الشان، زبدہ خوانین بلند مکان، لائق المرحمت والاحسان، مقرب الحضرت الخاقان، معتمد الملک میر جملہ معظم خان خانخانان بہادر مظفر جنگ ترخان آنکہ داخل واقع نمایند۔

15-1-2013

خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہٗ

حمید مجید مبارک

موصوف مذکور وغیرہ متعلقین سید اسد اللہ نبیرہ قطب الاقطاب حضرت خواجہ معین الدین چشتی کا التماس ہے کہ ان کے لئے کوئی ذریعہ معاش مقرر نہیں ہے اور اپنے ساتھ کثیر جماعت رکھتے ہیں اور دن رات عبادت الٰہی، نماز روزہ اور تلاوت فرقان وقرآن میں مشغول رہتے ہیں۔ امیدوار فضل وکرم ہیں کہ پرگنہ حویلی اجمیر کہ بائیس بیگہ زمین اسناد حکام کے بموجب موصوفان مذکور کیلئے بطور مدد معاش مقرر ہے۔ سند درگاہی عہد سے مقرر کی جائے۔ ملاحظہ عالی میں پیش کیا گیا تو حکم منظور ہو گیا۔

بائیس بیگہ زمین جو محل قدیم میں ہے۔

مستدعی		مسماۃ	
نام	۷ بیگہ	نجیب النساء	۵ بیگہ
مسماۃ		مسماۃ	
شریف بی بی	۵ بیگہ	رحیمہ النساء	۳ بیگہ
مسماۃ			
بخت بانو	۳ بیگہ		

مرقوم بتاریخ ماقبل سنہ مذکور اصل کے مطابق ہے ۱۵ شوال سنہ ۱۲ جلوس دوبارہ عرضی پیش کی گئی

مہر	مہر
معتمد الملک میر جملہ معظم خان خانخاناں بہادر	وزیر الممالک قمر الدین خان چین نہاد
مظفر جنگ ترخان	نصرت جنگ عماد اللہ
مہر	مہر
غلام علی خانہ زاد محمد شاہ	فدوی علی احمد خان فدوی
بادشاہ غازی	محمد شاہ بادشاہ غازی

خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہٗ

حمید مجید مبارک

بالتماس مشاراً الیہما وغیرہ متعلقان سید اسد اللہ نبیرہٗ قطب الاقطاب حضرت خواجہ معین الدین چشتی ہیچ وجہ معیشت مقرر ندارند و جماعہ کثیر ہمراہ دارند و شب و روز بعبادت الٰہی و نماز و روزہ تلاوت فرقان و قرآن مشغول اند۔ امیدوار فضل و کرم اند کہ بست و دو بیگہ زمین از پرگنہ حویلی اجمیر بموجب اسناد حکام در وجہ معاش مومی الیہما مقرر است۔ سند درگاہی عہد مقرر شود بعرض اقدس رسید منظور حکم شد۔

نقل فرمانچہ

مہر وزیر میر معظم الملک خانخاناں مظفر جنگ بہادر ترخاں — بادشاہ عہد محمد شاہ

میر جملہ معظم الملک خانخانان مظفر جنگ بہادر — طغرا

ترخان خانہ زاد محمد شاہ بادشاہ غازی

پرگنہ حویلی اجمیر کے جاگیرداروں اور کروڑیوں کے گماشتوں کو اطلاع دی جاتی ہے کہ یادداشت عہد بادشاہ مرحوم تحریر کردہ ۱۶ رمحرم سنہ ۹ ، ۱۱ رشوال سنہ ۱۲ دوبارہ پیش کی گئی ۲۲ بائیس بیگہ زمین محل قدیم پرگنہ مذکور حسب عمل درآمد قبضہ وتصرف کی شرط پر سید اسد اللہ نبیرہ قطب الاقطاب حضرت خواجہ بزرگ کے متعلقین مسماۃ بی بی کمال دولت کے لئے اس ضمن میں بطور مدد معاش مقرر ہوئی ۔ چاہئے کہ مذکورہ اراضی یادداشت واقعہ کے مطابق عمل کرتے ہوئے ان کے تصرف میں دے دیں اور اس سلسلہ میں اصلاً اور مطلقاً کوئی تغیر یا تبدیلی نہ ہونے دیں کہ اس کے حاصلات کو حکومت کی بقائے دوام کی دعا کے ساتھ وہ ہمیشہ صرف کرتے رہیں ۔ اور اس بارے میں کوئی دوسری چیز پائی جائے تو اس کا اعتبار نہ کریں ۔ اس سلسلہ میں تاکید اور پابندی کا خیال رکھیں اور حسب ہدایت عمل کریں ۔

تاریخ ۲۹ رجمادی الاخریٰ سنہ ۱۳ جلوس قلمبند ہوئی ۔

فرمانچہ کی پشت پر عبارت

مقدمہ تصدیق ضمن مدد معاش مسماۃ بی بی کمال دولت متعلقین سید اسد اللہ نبیرہ قطب الاقطاب حضرت ۔ بموجب یادداشت درعہد مرقوم تاریخ ۱۶ رمحرم سنہ ۹ جلوس ۔ ۱۱ شوال سنہ ۱۲ جلوس عرضی دوبارہ پیش ہوئی ۔ پرگنہ حویلی صوبہ اجمیر حسب سابق

۲۲ بیگہ زمین قدیم مقام سے

	مسماۃ	مسماۃ	مسماۃ	مسماۃ
مشارٌالیہ	نجیب النساء	شریفہ بی بی	رحیم النساء	بخت بانو
۶ بیگہ	۵ بیگہ	۵ بیگہ	۳ بیگہ	۳ بیگہ

نقل فرمانچہ

بمہر وزیر میر معظم الملک خانخاناں مظفر جنگ بہادر ترخاں   بادشاہ

عہد محمد شاہ

میر جملہ معظم الملک خانخانان مظفر جنگ بہادر   طغرا

ترخان خانہ زاد محمد شاہ بادشاہ غازی

گماشتہائے جاگیرداران و کروڑیان پرگنہ حویلی دار الخیر اجمیر را اعلام آنکہ بموجب یادداشت واقعہ عہد بادشاہ مرحوم مرقوم تاریخ شانزدہم محرم سنہ ۹ یازدھم شہر شوال سنہ ۱۲ بعرض مکرر رسید موازی دو بست بیگہ زمین محل قدیم از پرگنہ مذکور بدستور سابق بشرط قبض وتصرف در وجہ مدد معاش مسماۃ بی بی کمال دولت متعلقان سید اسد اللہ نبیرۂ قطب الاقطاب حضرت خواجہ بزرگ حسب الضمن مقرر گشتہ باید کہ طبق یادداشت واقعہ عمل نمودہ اراضی مذکورہ را بتصرف آنہا باز گزارند اصلاً و مطلقاً تغیر وتبدیل بدان راہ ندہند۔ کہ حاصلات آنرا صرف نمودہ بدعائے بقائے دوام دولت ابد مدت مواظبت می نمودہ باشند و اگر در محل دیگر چیزے داشتہ باشند آنرا اعتبار نکنند۔ دریں باب قدغن دانستہ حسب المسطور بعمل آرند۔
تاریخ بست ونہم جمادی الثانی سنہ ۱۳ جلوس قلمی شد۔

عبارت ضمن پشت فرمانچہ

مقدمہ شرح ضمن در وجہ مدد معاش مسماۃ بی بی کمال دولت متعلقان سید اسد اللہ نبیرہ قطب الاقطاب حضرت ۔ بموجب یادداشت واقعہ عہد مرقوم تاریخ شانزدہم شہر محرم الحرام سنہ ۹ یازدہم شہر شوال سنہ ۱۲ مکرر بعرض مقدس رسید پرگنہ حویلی صوبہ دار الخیر اجمیر بدستور سابق

نقل فرمانچہ

عہد محمد شاہ بادشاہ غازی

مہر خان ترخان　　　　طغرا

متصدیوں کے گماشتوں اور قطب الاقطاب خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہٗ کے روضہ منورہ واقع بلدہ صوبہ اجمیر کے جملہ ساکنان کو اطلاع دی جاتی ہے کہ حضرت کے فرزندوں کے وکیل سید ظہیر الدین وغیرہ کی درخواست ملاحظہ اقدس میں پیش ہوئی کہ ان کے موکلوں کے لئے کوئی ذریعہ معاش مقرر نہیں اور بڑی عسرت میں گذر بسر ہو رہی ہے۔ امیدوار ہیں کہ اوقاف روضہ مذکور سے پندرہ آنے یومیہ بطور مدد معاش برابر برابر ان کے موکلوں کے لئے مقرر ہوں۔ لہٰذا حکمِ جہاں پناہ ہوا کہ مذکورہ یومیہ کو روضۂ مذکورہ کے اوقاف سے برابر برابر بطورِ مددِ معاش موصوفِ مذکور وغیرہ کے لئے مقرر کیا جائے۔ لہٰذا حسب الحکم رپورٹ قلم بند ہوئی کہ مذکورہ یومیہ کو پروانہ آنے کی تاریخ سے حسب الضمن موصوفِ مذکور وغیرہ کو پہنچایا جائے تاکہ وہ اپنے گزر معاش میں صرف کر سکیں اور حکومت کی بقا و دوام کیلئے دعا کرتے رہیں۔ اگر اس سلسلہ میں کوئی دوسری چیز پائیں تو اس کا اعتبار نہ کریں۔ اس سلسلہ میں تاکید و پابندی کا خیال رکھیں اور حسب ہدایت عمل کریں۔

تاریخ ۲۷ ماہ ذی قعدہ سنہ ۲۳ جلوس قلمبند ہوا۔

فرمانچہ کی پشت پر عبارت

حضرت کے فرزندان سید ظہیر الدین وغیرہ کے نام سے۔ موصوفِ مذکور کے وکیل کی درخواست کے بموجب پروانہ آنے کی تاریخ سے اوقاف روضۂ مذکور سے پندرہ آنہ یومیہ برابر برابر۔

۱۵ آنہ یومیہ

موصوفِ مذکور	کرامت اللہ
۴ر اشخاص	۴ر
مسماۃ امۃ اللہ	مسماۃ بی بی صاحبہ
۴ر	۳ر

نقل فرمانچہ

عہد محمد شاہ بادشاہ غازی

مہر خان ترخان طغرا

گماشتہ ہائے متصدیان مہمات وجمہور سکنہ روضۂ منورہ قطب الاقطاب حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہ واقع بلدہ صوبہ دار الخیر اجمیر را اعلام آنکہ بموجب التماس وکیل سید ظہیر الدین وغیرہ از فرزندان حضرت بعرض اقدس اعلیٰ رسید کہ موکلان ہیچ مروجہ معیشت مقرر ندارند۔ واوقات بعسرت می گذارند امیدوار اند کہ پانزدہ آنہ یومیہ از اوقاف روضۂ مذکور سوائے علی السویہ در وجہ معاش موکلان مرحمت شود حکم جہاں مطاع عالم مطیع شرف نفاذ یافت کہ یومیہ مسطورہ از اوقاف روضہ مذکورہ سوائے علی السویہ در وجہ مدد معاش مشاراً الیہ وغیرہ مقرر باشد۔ لہٰذا حسب الحکم اعلیٰ قلمی میگردد کہ یومیہ مذکورہ را از تاریخ ورود پروانہ حسب الضمن بہ مشاراً الیہ وغیرہ میرسانیدہ باشند۔ تا کہ آنرا صرف معیشت خود ہا نمودہ بدعائے دوام دولت ابد مدت اشتغال می نمودہ باشند اگر در محل دیگر چیزے داشتہ باشند آنرا اعتبار نمایند۔ دریں باب قدغن دانستہ حسب المسطور بعمل آرند۔

تاریخ بست وہفتم شہر ذیقعدہ ۲۳ سنہ جلوس والا قلمی شد۔

عبارت ظہر فرمانچہ

ضمن باسم سید ظہیر الدین وغیرہ از فرزندان حضرت بموجب التماس وکیل مشاراً الیہ پانزدہ آنہ یومیہ از اوقاف روضۂ مسطور سوائے علی السویہ از تاریخ ورود پروانہ

۱۵ یومیہ 15-1-2013

مشاراالیہ	کرامت اللہ
نفر ۴ر	۴ر
مسماۃ امۃ اللہ	مسماۃ بی بی صاحبہ
۴ر	۳ر

نقل فرمان

ابوالعدل عزیز الدین عالمگیر بادشاہ غازی

باسم سبحانہٗ تعالیٰ شانہٗ

خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہٗ

بادشاہ کے نام کا طغرا سونے کے حروف میں — بادشاہ کے نام کی مہر

اس موقع پر یہ فرمان والا شان صادر ہوا کہ مبلغ دو لاکھ اڑتالیس ہزار دام جو موضع ارڑکہ وغیرہ پرگنہ حویلی اجمیر سید حسین خاں بہادر وغیرہ سے لے کر جس کی آمدنی ۱۵۰۰ ۱ روپے ہوتی ہے زبدۃ المشائخ الکرام سید السادات سید امام الدین سجادہ نشین روضہ کو بذریعہ فرمان شاہی بطور انعام فرزندوں کے ساتھ پارس ئیل (ترکی سال) کے ربیع سے اس ضمن میں مقرر کئے جاتے ہیں۔ موجودہ اور آئندہ فرزندوں ، وزیروں، امیروں ، حاکموں ، عاملوں ، متصدیوں، متکفلوں، جاگیرداروں اور کروڑیوں کو چاہئے کہ اس حکم مقدس کی بجا آوری میں ہمیشہ ہمیشہ کوشاں رہیں۔ مذکورہ مواضعات کو مکمل طور پر نسلاً بعد نسلٍ اور بطناً بعد بطنٍ ہمیشہ کے لئے انکے وفرزندوں کے تصرف میں دے دیں۔ اور (اس حکم کو) تبدیلی و تغیر سے محفوظ جانتے ہوئے پیش کش، صوبہ داری، فوجداری، مال وجہات واخراجات مثلاً قنلغہ محصلانہ، داروغگانہ، بیگار، شکار، دہ نیمی ومقدمی وصدودی وقانونگوئی کے سلسلہ میں مزاحم نہ ہوں اور پیداوار کی زیادتی پر تمام تکالیفِ دیوانی اور مطالباتِ سلطانی معاف و مرفوع القلم سمجھیں۔ اس سلسلے میں نہایت پابندی اور تاکید کا خیال رکھیں۔ ہر سال نئی تصدیق طلب نہ کریں اور اسکی کوئی خلاف ورزی یا انحراف نہ کریں۔ ۷ رصفر المظفر سنہ ۵ جلوس یہ تحریر لکھی گئی۔

فرمان کی پشت پر عبارت

جمدہ الملک ومدار المہام آصف جاہ

نظام الملک بہادر فتح جنگ سپہ سالار

وفادار کے رسالہ میں اور کمترین سنتوکھ

نقل فرمان

ابوالعدل عزیز الدین عالمگیر بادشاہ غازی

باسم سبحانہٗ تعالیٰ شانہٗ

خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہٗ

مہر باسم بادشاہ طغرا بخط طلا باسم بادشاہ

درین وقت میمنت اقران فرمان والا شان واجب الاذعان صادر شد کہ مبلغ دو لک وچہل و ہشت ہزار دام از موضع ارڑکہ وغیرہ در پشت من اعمال پرگنہ حویلی دار الخیر اجمیر از گذاشت سید حسین خان بہادر وغیرہ کہ یک ہزار و پانصد روپیہ حاصل آنست در وجہ انعام زبدۃ المشائخ الکرام سید السادات سید امام الدین سجادہ نشین روضہ بطریق آلتمغا با فرزندان از ربیع پارس ئیل حسب الضمن مقرر باشد باید کہ فرزندان نامدار کامگار والا تبار و وزرائے ذوی الاقتدار و امرائے عالی مقدار و حکام کرام وعمال کفایت فرجام و متصدیان دیوانی و متکفلان معاملات سلطانی و جاگیرداران و کروڑیان حال استقبال ابداً موبداً در استقرار و استمرار ایں حکم مقدس معلیٰ کوشیدہ مواضعات مذکور را در بست نسلاً بعد نسلٍ و بطناً بعد بطنٍ خالداً مخلداً بتصرف او با فرزندان باز گزارند و از صوادم تغیر و تبدیل مصئون ومحروس دانستہ بعلت پیشکش صوبہ داری و فوجداری و مالوجہات و اخراجات مثل قنلغہ ومحصلانہ و داروغگانہ بیگار و شکار دہ نیمی و مقدمی وصدودی و قانونگوئی مزاحم و متعرض نہ شوند و توفیر کل تکالیف دیوانی و مطالبات سلطانی وانچہ از حسن تردد و در جمع بیفزاید معاف ومرفوع القلم شمارند۔ دریں باب تاکید و قدغن بلیغ دانستہ ہر سال سند مجدد نہ طلبند واز برلیغ کرامت تبلیغ والا تخلف وانحراف نورزند و ہفتم شہر صفر المظفر سال پنجم از جلوس والا نوشتہ شد مص

15-1-2013

عبارت پشت فرمان

برسالت سیادت ونجابت مرتبت امارت و ایالت منزلت دانائے مدارج دین و دولت شناسائی مراتب ملک وملت فرازندۂ لوائے شوکت وحشمت طرازندہ بساط ابہت وعظمت اعتضاد خلافت و فرمانروائے اعتماد سلطنت وکشور کشائے ظفر پیرائے معارک جہانبانی عیش افزائے محافل کامرانی

رام کی واقعہ نویسی میں رپورٹ تیار
ہوئی۔

بڑی مہر

وزیر الممالک جمدۃ الملک مدار المہام
آصف جاہ نظام الملک بہادر فتح جنگ یار وفادار
سپہ سالار فدوی بادشاہ سلیمان
اقتدار عالمگیر غازی

مہر

مجد دالدولہ عبدالمجید خان بہادر
فدوی عالمگیر بادشاہ غازی

مہر

فتح سنگھ فدوی عالمگیر
بادشاہ غازی

تصدیق یادداشت سہ شنبہ ماہ شوال سنہ ۵ جلوس موافق سنہ ۱۱۷۱ھ مطابق خورداد ماہ مدار المہام آصف جاہ نظام الملک بہادر فتح جنگ سپہ سالار یار وفادار کے رسالہ میں اور کمترین سنتو کھرام کی واقعہ نویسی میں یہ رپورٹ قلمبند ہوئی اور حکم صادر ہوا کہ مبلغ دو لاکھ اڑتالیس ہزار کری دام جو موضع ارڑکہ عملہ پرگنہ حویلی اجمیر سے وصول ہوتے ہیں۔ وہ میر حسین خاں بہادر سے لیکر سید امام الدین سجادہ نشین روضۂ حضرت خواجہ بزرگ کو فرزندوں کے ساتھ بطور انعام بذریعہ فرمان شاہی نسلاً بعد نسلٍ اور بطناً بعد بطنٍ آمدنی کے اضافے پر معافی کے ساتھ عنایت کئے جاتے ہیں۔ ۱۷ر رمضان سنہ ۵ جلوس بموجب یادداشت قلمبند ہوئی۔

دقیقہ یاب سرائر بادشاہی۔ رمزشناس مزاجدانی وآ گاہی جوہر مرآت حقیقت و وفا فروغ شمع یکرنگی و صفا، ہمدم دلکشائی مجلس خاص، محرم خلوت سرائے صدق و اخلاص، کارفرمائے سیف قلم، مدبر امور عالم، قدوہ خوانین بلند مکان، زبدہ امرائے عظیم الشان، وزیر صائب تدبیر، امیر روشن ضمیر عالی مقدار، لازم الاختصاص والاعزاز، و اجب الاحترام و الامتیاز، رکن السلطنت بادشاہ سلیمان اقتدار، وزیر الممالک جمدہ الملک مدار المہام آصف جاہ نظام الملک بہادر فتح جنگ سپہ سالار، یار وفادار، نوبت واقع نگاری کمترین بندہائے درگاہ سنتو کھرام

مہر کلاں

وزیر الممالک جمدۃ الملک مدار المہام
آصف جاہ نظام الملک بہادر فتح جنگ یار وفادار
سپہ سالار فدوی بادشاہ سلیمان
اقتدار عالمگیر غازی

مہر

مجد الدولہ عبد المجید خان بہادر
فدوی عالمگیر بادشاہ غازی

مہر

فتح سنگھ فدوی عالمگیر
بادشاہ غازی

شرح یادداشت واقع تاریخ روز سہ شنبہ شہر شوال سنہ ۵ جلوس مبارک معلّٰی موافق سنہ ۱۱۷۱ھ مطابق خورداد ماہ برسالہ سیادت و نجابت مرتبت، امارت و ایالت منزلت، دانائے مدارج دین و دولت، شناسائے مراتب ملک وملت، فرازندۂ لوائے شوکت وحشمت، طرازندۂ بساط ابہت وعظمت، اعتضاد خلافت وفرمانروائے اعتماد سلطنت [illegible] ظفر پیرائے معارک جہان ستانی، عیش آرائے محافل کامرانی، دقیقہ یاب سرائر بادشاہی، رمزشناس مزاج دانی وآ گاہی، جوہر حقیقت مرات وفا، فروغ شمع یکرنگی وصفا، ہمدم دلکشائے مجلس خاص، محرم خلوت سرائے صدق واخلاص، کارفرمائے سیف وقلم، مدبر امور عالم، قدوہ خوانین بلند مکان، زبدہ امرائے عظیم الشان، وزیر، صائب تدبیر ممالک مدار، امیر روشن ضمیر عالی مقدار، لازم الاختصاص والاعزاز، واجب الاحترام والامتیاز، رکن سلطنت بادشاہ سلیمان اقتدار، وزیر الممالک، جمدہ الملک، مدار المہام، آصف جاہ نظام الملک، بہادر

مدار المہام، آصف جاہ، نظام الملک بہادر فتح جنگ سپہ سالار یار وفادار کی تصدیق ودستخط کے ساتھ عرضی دوبارہ پیش کی گئی

مدبر الملک زکریا خاں کی تصدیق ودستخط کے ساتھ 29 ذی الحجہ ۵ سنہ جلوس دوبارہ عرضی ملاحظہ عالی میں پیش ہوئی۔ وزیر الممالک جمدۃ الملک آصف جاہ بہادر کی تصدیق ودستخط کے ساتھ فرمان قلمبند کریں۔

تصدیق ودستخط جمدۃ الملک، آصف جاہ بہادر فتح جنگ سپہ سالار یہ کہ نظرِ اقدس سے گزری

تصدیق ودستخط وزیر الممالک جمدۃ الملک مدار المہام نظام الملک بہادر فتح جنگ سپہ سالار یار وفادار۔ ربیع پارس ئیل (ترکی مہینہ) سے۔ فرد دستخطی ۱۷ ررمضان ۵ سنہ جلوس سیاہہ محرم سنہ مذکور۔

میر حسین خاں سے لے کر عبد الواحد خان پسران شیخ سعد اللہ مرحوم کی جانب سے

حاصل ایک ہزار ایک چار ہزار آٹھ سو تیس، حاصل پانچ سو ایک

تصدیق داخلہ روزنامچہ وغیرہ جو فرمان کی پشت پر سیدھی جانب ہے۔

تصدیق ادخال سیاہہ ودفتر جو فرمان کی پشت پر بائیں جانب ہے۔

فتح جنگ، سپہ سالار یار وفادار، نوبت واقع نگاری کمترین بندگان درگاہ آسمان جاہ سنتوکھ رام قلمی می گردد حکم صادر شد کہ مبلغ دولک وچہل وہشت ہزار کری دام از موضع ارڑکہ وغیرہ در بست عملہ پرگنہ حویلی دار الخیر اجمیر از گذاشت میر حسین خان بہادر در وجہ انعام آلتمغا سید امام الدین سجادہ نشین روضۂ حضرت خواجہ بزرگ با فرزندان نسلاً بعد نسلٍ و بطناً بعد بطنٍ واُنچہ از حسن تردد بیفزاید بمعافی توفیر مرحمت فرمودیم۔ واقعہ ۱۷ر رمضان سنہ ۵ بموجب یادداشت قلمی شد۔

شرح دستخط سیادت ونجابت مرتبت، امارت و ایالت منزلت، دانائے مدارج دین و دولت، شناسائے مراتب ملک وملت، فرازندۂ لوائے شوکت وحشمت، طرازندہ بساط ابہت وعظمت، اعتضاد خلافت و فرمانروائے اعتماد سلطنت وکشور کشائی، ظفر پیرائے معارک جہانستانی، عیش آرائے محافل کامرانی دقیقہ یاب سرائر بادشاہی رمز شناس مزاجدانی وآ گاہی، جوہر مرات حقیقت و وفا، فروغ شمع یکرنگی وصفا، ہمدم دلکشائے مجلس خاص، محرم خلوت سرائے صدق واخلاص، کارفرمائے سیف قلم مدبر امور عالم قدوہ خوانین بلند مکان، عمدہ امرائے عظیم الشان وزیر صائب تدبیر ممالک مدار، امیر روشن ضمیر عالی مقدار، لازم الاختصاص والاعزاز، واجب الاحترام والامتیاز، رکن السلطنت بادشاہ سلیمان اقتدار، وزیر الممالک جمدہ الملک مدارالمہام، آصف جاہ نظام الملک، بہادر فتح جنگ سپہ سالار یار وفادار آنکہ بعرض مکرر رساند۔

شرح دستخط مدبر الملک عز الدولہ زکریا خان بہادر منور جنگ آنکہ بست ونہم ذ الحجہ سنہ ۵ جلوس والا مکرر بعرض مقدس رسید۔ شرح دستخط وزیر الممالک جمدۃ الملک مدارالمہام آصف جاہ نظام الملک بہادر فتح جنگ سپہ سالار یار وفادار آنکہ فرمان والاشان قلمی نمایند۔

شرح دستخط وزیر الممالک جمدۃ الملک آصف جاہ بہادر فتح جنگ سپہ سالار یار وفادار آنکہ بنظر درآمد

شرح دستخط وزیر الممالک جمدۃ الملک مدارالمہام 15-1-2013 نظام الملک بہادر فتح جنگ سپہ سالار یار وفادار آنکہ از ربیع پارس ئیل فرد دستخطی ۱۷ر رمضان المبارک سنہ ۵ جلوس سیاہہ محرم سنہ الیہ

نقل فرمان

ابوالمظفر جلال الدین محمد شاہ عالم بادشاہ غازی ارحمہ اللہ تعالیٰ

باسم سبحانہٗ تعالیٰ

سنہری حروف میں طغرا بادشاہ کے نام کے ساتھ | بادشاہ کی بڑی مہر |

اس مبارک موقع پر یہ فرمان والاشان صادر ہوا کہ مبلغ ایک لاکھ انیس ہزار آٹھ سو (۱۱۹۸۰۰) کری دام موضع ناند مع مزرعہ رامپورہ عملہ پرگنہ حویلی صوبہ اجمیر سے حاصل ہوتے ہیں۔ غلام یوسف کو تبدیل کر کے جہاں سے ایک ہزار ایک سو (۱۱۰۰) روپیہ حاصل ہوا کرتے تھے سیادت وفضائل مآب، کمالات اکتساب سید امام الدین وفرزندوں کیلئے بطور انعام پیداوار میں اضافہ پر معافی کے ساتھ ربیع پارس ئیل (ترکی سال) سے اس ضمن میں غیر مشروط طور پر مقرر کئے جاتے ہیں۔ موجودہ اور آئندہ فرزندوں، وزیروں امیروں، حاکموں، عاملوں، متصدیوں، جاگیرداروں اور کروڑیوں پر لازم ہے کہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے بلا وقفہ اس حکم اقدس کو بجا لانے میں کوشاں رہیں۔ مذکورہ دام مع موضع کامل نسلاً بعد نسلٍ اور بطناً بعد بطنٍ ابدی طور پر ان کے تصرف میں پیش کر دیں اور تغیر وتبدیلی سے مامون ومحفوظ جانیں۔ اور پیشکش، صوبیداری، فوجداری، مال وجہات واخراجات مثلاً قنلغہ، محصلانہ، داروغگانہ، بیگار وشکار، دہ نیمی ومقدمی وصدودی وقانون گوئی کے سلسلہ میں مزاحم نہ ہوں اور تخمیناً آمدنی میں اضافے کی صورت میں تمام تکالیفِ دیوانی اور مطالبات سلطانی کو معاف ومرفوع القلم سمجھیں۔ اس سلسلہ میں نہایت تاکید کے ساتھ پابندی کا خیال رکھیں۔ اور ہر سال جدید فرمان طلب نہ کریں۔ اور حکم عالی سے اختلاف یا انحراف ہرگز نہ کریں۔

۱۱ربیع الاول سنہ ۱۱ جلوس کو تحریر کی گئی

نقل فرمان

ابو المظفر جلال الدین محمد شاہ عالم بادشاہ غازی ارحمہ اللہ تعالیٰ

باسم سبحانہ تعالیٰ

طغرا باسم بادشاہ مہر کلاں بادشاہ

درینوقت میمنت اقران والا شان واجب الاذعان صادر شد کہ مبلغ یک لک نوزدہ ہزار و ہشت صد کری دام موضع ناند معہ مزرعہ رامپورہ عملہ پرگنہ حویلی مصاف صوبہ دارالخیر اجمیر از تغیر غلام یوسف کہ یک ہزار و یک صد روپیہ حاصل آنست در وجہِ انعام سیادت و فضائل مآب کمالات اکتساب سید امام الدین بطریق آلتمغا با فرزندان بلا قید اثامی وقسمت معافی توفیر از ربیع پارس ئیل حسب الضمن مقرر باشد۔ باید کہ فرزندان نامدار و کامگار والا تبار، وزرائے ذوی الاقتدار، وامرائے عالی مقدار، وحکام کرام، وعمال کفایت فرجام، ومتصدیان مہمات دیوانی، ومتکفلان معاملات سلطانی، و جاگیرداران وکروڑیان حال و استقبال ابداً وموبداً دراستمرار واستقرار ایں حکم اقدس اعلیٰ کوشیدہ دامہائے مذکورہ را معہ موضع در بست نسلاً بعد نسلٍ وبطناً بعد بطنٍ خالداً ومخلداً ابتصرف آنہا باز گزارند واز صوادم تغیر وتبدیل مصئون ومحروس دانستہ بعلت پیش کش صوبیداری و فوجداری ومال وجہات واخراجات مثل فتلعہ ومحصلانہ وداروغگانہ۔ بیکار وشکار ۔ دہ نیمی ومقدمی وصدودی وقانون گوی مزاحم ومتعرض نشوند وتوفیر کل تکالیف

15-1-2013

دیوانی ومطالبات سلطانی وانچہ از حسن تردد آں در جمع آں بیفزاید۔ معاف و مرفوع القلم شمارند۔ دریں باب تاکید اکید وقدغن بلیغ دانستہ ہر سال سند مجدد نہ طلبند واز یرلیغ کرامت تبلیغ تخلف وانحراف نورزند۔

یازدہم شہر ربیع الاول سال یازدہم از جلوس اقبال مانوس سمت تحریر یافت۔

فرمان کی پشت پر عبارت

شرافت ونجابت مرتبت ، امارت و ایالت منزلت ، دانائے مدارج دین دولت ، شناسائے مراتب ملک وملت ، فرازندہ لوائے شوکت وحشمت ، طرازندہ بساط ابہت وعظمت ، اعتضا دخلافت و فرمانروائی ، اعتماد سلطنت وکشور کشائی ، ظفر پیرائے معارک جہانبانی ، عیش آرائے محافل کامرانی ، جوہر مرأت حقیقت و وفا ، فروغ شمع یکرنگی وصفا ، ہمدم دلکشائے مجلس خاص ، محرم خلوت سرائے صدق واخلاص ، کارفرمائے سیف وقلم ، مدبر امورِ عالم ، قدوہ خوانین بلند ، زبدہ امرائے عظیم الشان وزیر صائب تدبیر ممالک مدار ، امیر روشن ضمیر عالی مقدار ، لازم الاختصاص والاعزاز ، واجب الاحترام و الامتیاز ، رکن السلطنت بادشاہ سلیمان اقتدار ، وزیر الممالک ، جمدہ الملک ، مدار المہام ، یارِ وفادار ، شجاع الدولہ برہان الملک ، والاوقار ، اعتماد الدولہ ، آصف جاہ نظام الملک **ابوالمنصور خان بہادر صفدر جنگ کے رسالہ میں رپورٹ مرتب ہوئی**

مہر	مہر
وزیر الملک جمدہ الملک مدار المہام	عنایت علی خاں فدوی
اعتماد الدولہ آصف جاہ برہان الملک	شاہ عالم بادشاہ غازی
شجاع الدولہ ابوالمنصور خاں بہادر صفدر جنگ	
یار وفادار سپہ سالار فدوی	
شاہ عالم بادشاہ غازی	

تصدیق یادداشت بتاریخ آذر ۹ رصفر المظفر ۱۱ سنہ جلوس دوشنبہ موافق ۱۸۴ا سنہ مطابق ۹ رخورداد۔

وزیر الملک جمدہ الملک مدار المہام یار وفادار شجاع الدولہ برہان الملک والاوقار اعتماد الدولہ آصف جاہ ابوالمنصور خان بہادر صفدر جنگ کے رسالہ میں اس خانہ زاد نارائن داس نے رپورٹ قلمبند کی۔ حکم صادر ہوا کہ مبلغ

عبارت پشت ضمن فرمان

برسالہ شرافت ونجابت مرتبت ،امارت و ایالت منزلت ،دانائے مدارج دین دولت ،شناسائے مراتب ملک وملت ،فرازندہ لوائے شوکت وحشمت ،طرازندہ بساط ابہت و عظمت،اعتضاد خلافت وفرمانروائی، اعتماد سلطنت وکشور کشائی، ظفر پیرائے معارک جہانبانی،عیش آرائے محافل کامرانی، جوہر مرأت حقیقت ووفا،فروغ شمع یکرنگی وصفا، ہمدم دلکشائے مجلس خاص،محرم خلوت سرائے صدق واخلاص،کارفرمائے سیف وقلم، مدبر امورِ عالم،قدوہ خوانین بلند، زبدہ امرائے عظیم الشان وزیر صائب تدبیر ممالک مدار،امیر روشن ضمیر عالی مقدار،لازم الاختصاص والاعزاز،واجب الاحترام والامتیاز،رکن السلطنت بادشاہ سلیمان اقتدار،وزیر الممالک،جمدۃ الملک،مدار المہام، یارِوفادار،شجاع الدولہ برہان الملک، والاوقار،اعتمادالدولہ،آصف جاہ نظام الملک ابوالمنصورخان بہادرصفدر جنگ۔

مہر

وزیرالملک جمدۃ الملک مدارالمہام

اعتمادالدولہ آصف جاہ برہان الملک

شجاع الدولہ ابوالمنصورخاں بہادرصفدرجنگ

یاروفادارسپہ سالارفدوی

شاہ عالم بادشاہ غازی

مہر

عنایت علی خاں فدوی

شاہ عالم بادشاہ غازی

15-1-2013

شرح یادداشت بتاریخ آذر دوشنبہ نہم شہر صفر المظفر سنہ ۱۱ جلوس میمنت مانوس موافق سنہ ۱۱۸۴ مطابق ۹ خورداد ماہ

برسالہ شرافت ونجابت مرتبت،امارت وایالت منزلت ،دانائے مدارج دین ودولت،شناسائے مراتب ملک وملت ،فرازندہ لوائے شوکت وحشمت ،طرازندہ بساط ابہت ،اعتضاد خلافت وفرمانروائی، اعتماد سلطنت وکشور کشائی،ظفر پیرائے معارک جہانبانی،عیش آرائے محافل کامرانی، جوہر مرأت حقیقت ووفا،

ایک لاکھ انیس ہزار سات سو بارہ دام متعلقہ موضع ناند مع مزرعہ رامپورہ کامل عملہ پرگنہ حویلی اجمیر کے بارے میں غلام یوسف کو تبدیل کر کے بطور انعام سیادت مآب سید امام الدین کو فرزندان و متعلقین کے ساتھ غیر مشروط طور پر نسلاً بعد نسلٍ اور بطناً بعد بطنٍ ہم نے عطا فرمایا۔ جو کچھ آمدنی میں اضافہ ہو اس میں معافی ہے۔ اس میں (حکام) مزاحم نہ ہوں۔

۴ رصفر ۱۱ سنہ جلوس بموجب تصدیق یادداشت تحریر کی گئی۔

تصدیق و دستخط وزیر الملک جمدہ الملک مدار المہام یار وفادار شجاع الدولہ برہان الملک والا وقار اعتماد الدولہ آصف جاہ ابو المنصور خاں بہادر صفدر جنگ۔ یہ کہ دوبارہ عرضی پیش کی گئی۔ رجسٹر واقعہ نویسی میں تحریر کریں۔

تصدیق و دستخط واقعہ نگار کے ساتھ عرض ہے کہ وہ پوری طرح واقعہ کے مطابق ہے۔

تصدیق و دستخط وزیر الملک جمدہ الملک مدار المہام یار وفادار شجاع الدولہ اعتماد الدولہ آصف جاہ ابو المنصور خاں بہادر صفدر جنگ۔ یہ کہ دوبارہ عرضی پیش کی گئی

تصدیق و دستخط سیادت و نجابت پناہ میر احمد علی خاں جو کہ ۲۹ رصفر المظفر ۱۱ سنہ جلوس دوبار ملاحظہ مقدس میں پیش ہوئی۔ تصدیق و دستخط وزیر المما لک جمدۃ الملک مدار المہام یار وفادار شجاع الدولہ برہان الملک

فروغ شمع یکرنگی وصفا، ہمدم دلکشائے مجلس خاص، محرم خلوت سرائے صدق و اخلاص، کارفرمائے سیف و قلم، مدبر امورِ عالم، قدوہ خوانین بلند مکان، زبدہ امرائے عظیم الشان وزیر صائب تدبیر ممالک مدار، امیر روشن ضمیر عالی مقدار، لازم الاختصاص والاعزاز، واجب الاحترام والامتیاز، رکن السلطنت بادشاہ سلیمان اقتدار، وزیر الممالک، جمدہ الملک، مدار المہام، یارِ وفادار، شجاع الدولہ برہان الملک، والا وقار، اعتماد الدولہ، آصف جاہ ابوالمنصور خان بہادر صفدر جنگ ونوبت واقع نگاری خانہ زادانِ درگاہ آسمان جاہ عقیدت آسا نارائن داس قلمی می گردد۔ حکم صادر شد کہ مبلغ یک لک نوزدہ ہزار ہفت صد دوازدہ دام موضع ناندمعہ مزرعہ رامپور در بست عملہ پرگنہ حویلی دار الخیر اجمیر از تغیر غلام یوسف در وجہ انعام آلتمغا سیادت مآب سید امام الدین با فرزندان ومتعلقان بلاقید اثامی وقسمت نسلاً بعد نسلٍ و بطناً بعد بطنٍ وانچہ از حسن تردد در جمع آں بیفزاید بمعافی توفیر ومزاحم نشوند مرحمت فرمودیم۔

واقعہ چہارم شہر صفر ۱۱ سنہ بموجب تصدیق یادداشت قلمی شد۔

شرح دستخط شرافت ونجابت مرتبت، امارت وایالت منزلت، دانائے مدارج دین و دولت، شناسائے مراتب ملک وملت، فرازندہ لوائے شوکت وحشمت، طرازندہ بساط ابہت وعظمت، اعتضاد وخلافت و فرماں روائی، اعتماد سلطنت وکشور کشائی، ظفر پیرائے معارک جہاں بانی، عیش آرائے محافل کامرانی، جوہرِ مرأتِ حقیقت ووفا، فروغ شمع یکرنگی وصفا، ہمدم دلکشائے مجلس خاص، محرمِ خلوت سرائے صدق و اخلاص، کارفرمائے سیف وقلم، مدبر امور عالم، قدوہ خوانین بلند مکان، عمدہ امرائے عظیم الشان، وزیر صائب تدبیر ممالک مدار، امیر روشن ضمیر عالی مقدار، لازم اختصاص والاعزاز، واجب الاحترام والامتیاز، رکن السلطنت بادشاہ سلیمان اقتدار، وزیر الممالک، جملہ الملک، مدار المہام، یار وفا دار، شجاع الدولہ، برہان الملک، والا وقار، اعتماد الدولہ آصف جاہ ابوالمنصور خان بہادر صفدر جنگ آنکہ بعرض مکرر رسانید داخل واقع نمایند۔ شرح دستخط واقعہ نگار کل آنکہ مطابق واقع کل است۔

شرح دستخط وزیر الممالک جملہ الملک مدار المہام یار وفادار شجاع الدولہ برہان الملک والا وقار اعتماد الدولہ آصف جاہ ابوالمنصور خان آنکہ بعرض مکرر رسانید۔

شرح دستخط سیادت ونجابت پناہ میر احمد علیخاں آنکہ بست ونہم صفر المظفر ۱۱ سنہ جلوس والا مکرر بعرض مقدس اعلیٰ رسید۔ شرح دستخط وزیر الممالک جملہ الملک مدار المہام یار وفادار شجاع الدولہ برہان الملک والا

والا وقار اعتماد الدولہ آصف جاہ ابوالمنصور خاں بہادر صفدر جنگ یہ کہ فرمان والاشان تحریر کریں۔

تصدیق ودستخط ابوالمنصور خاں بہادر صفدر جنگ کے ملاحظہ میں وہ آئی۔انیس ہزار سات سو بارہ (۱۹۷۱۲) دام جو کہ تنخواہ موضع ناند مع مزرعہ رامپورہ کامل عملہ پرگنہ حویلی کے مقدمہ سے متعلق ہے اجمیر کے قریب غلام یوسف کو تبدیل کر دیا گیا۔تصدیق ودستخط وزیر الممالک جمدۃ الملک مدار المہام یار وفادار شجاع الدولہ برہان الملک والا وقار اعتماد الدولہ آصف جاہ ابوالمنصور بہادر صفدر جنگ۔بتاریخ ربیع پارس ئیل۔(ترکی مہینہ)

☆☆☆☆☆

خط انور کی نقل

عرضی پیش کرنے والے سید امام الدین کا وکیل فضل وکرم کا امیدوار ہے کہ موضع ناند مع مزرعہ رامپورہ کامل عملہ پرگنہ حویلی اجمیر غلام یوسف سے تبدیل کر کے بطور انعام میرے موکل کو فرزندان و متعلقین کے ساتھ کسی شرط کے بغیر نسلاً بعد نسلٍ اور بطناً بعد بطنٍ عطا فرمایا جائے۔اسکی تصدیق خاص کرتے ہوئے انکے نام دستخط کے ساتھ فرمان والاشان جاری فرمائیں۔

وقار اعتماد الدولہ آصف جاہ ابوالمنصور خان بہادر صفدر جنگ آنکہ فرمان والاشان قلمی نمایند۔

شرح دستخط وزیر الممالک مدار المہام یارِوفادار شجاع الدولہ برہان الملک والا وقار اعتماد الدولہ آصف جاہ ابو المنصور خان بہادر صفدر جنگ آنکہ بنظر درآمد اسکین ہزار دام مقدمہ کہ تنخواہ موضع ناندمعہ مزرعہ رامپورہ دربست عملہ پرگنہ حویلی مضاف صوبہ دارالخیر اجمیر از تغیر غلام یوسف بشرح دستخط وزیر الممالک جمدۃ الملک مدار المہام یارِ وفادار، شجاع الدولہ، برہان الملک، والا وقار، اعتماد الدولہ آصف جاہ ابوالمنصور خان بہادر صفدر جنگ آنکہ از ربیع پارس ئیل۔

☆☆☆☆☆

نقل خط انور

عرضی گزرانیدہ وکیل امام الدین بدفتر رسیدہ از فضل و کرم امیدوار است کہ موضع ناند مزرعہ رامپورہ دربست عملہ پرگنہ حویلی دارالخیر اجمیر از تغیر غلام یوسف در وجہ انعام آلتمغا موکل با فرزندان و متعلقان بلا قید اثامی و قسمت معافی توفیر نسلاً بعد نسلٍ و بطناً بعد بطنٍ مرحمت شود۔ ودستخط صاد خاص بنام اعلیٰ مزین شوند کہ فرمان والاشان بدہد۔

15-1-2013

نقل فرمان

محمد جلال الدین ابوالمظفر شاہ عالم بادشاہ غازی اللہ انھیں جنت میں داخل فرمائے

باسمہ تعالیٰ شانہٗ خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہٗ

بادشاہ کے نام ساتھ سنہرا طغرا باشاہ کی مہر

اس مبارک موقع پر فرمان والا شان صادر ہوا کہ موضع گنگوانہ وتھاری مع موضع نا ندمع رامپورہ عملہ پرگنہ حویلی اجمیر کہ جہاں سے مبلغ دو ہزار روپیہ (۲۰۰۰) حاصل ہوتے ہیں وہ بطور انعام حقائق آگاہ سید امام الدین سجادہ نشین حضرت (غریب نواز) کے نام فرزندوں کے ساتھ بلا قید وشرط موسم ربیع کی ابتدا سے اس خصوص میں مقرر کئے جاتے ہیں۔ موجودہ اور آئندہ فرزندان، وزراء، امراء، حکام، عمال، متصدیان دیوانی، متکفلان معاملات سلطانی، جاگیر داران اور کروریان پر لازم ہے کہ ہمیشہ بلا ناغہ مستقلاً اس حکم اقدس کو بجالانے میں کوشاں رہیں۔ مذکورہ مواضع کو نسلاً بعد نسلٍ اور بطناً بعد بطنٍ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ان کے تصرف میں گذرانیں۔ تغیر وتبدیلی کی رکاوٹوں سے محفوظ و مامون خیال کریں۔ صوبہ داری وفوجداری و مال و جہات تمام اخراجات مثلاً قنلغہ محصلانہ، داروغگانہ، ضابطانہ، شکار، بیگار، دہ نیمی، مقدمی صدودی، قانونگوئی کے سلسلہ میں مزاحم نہ ہوں۔ جملہ تکالیف دیوانی اور مطالبات خاقانی کو معاف ومرفوع القلم شمار کریں۔ اس خصوص میں تاکید کی جاتی ہے کہ نہایت پابندی کا خیال رکھیں۔ ہر سال جدید اجازت نامہ کا مطالبہ نہ کریں اور احکام پر عمل آوری میں کوئی اختلاف یا انحراف ہرگز نہ کریں۔

بتاریخ ۲۱ رماہ محرم الحرام سنہ ۱۱ جلوس تحریر ہذا لکھی گئی۔

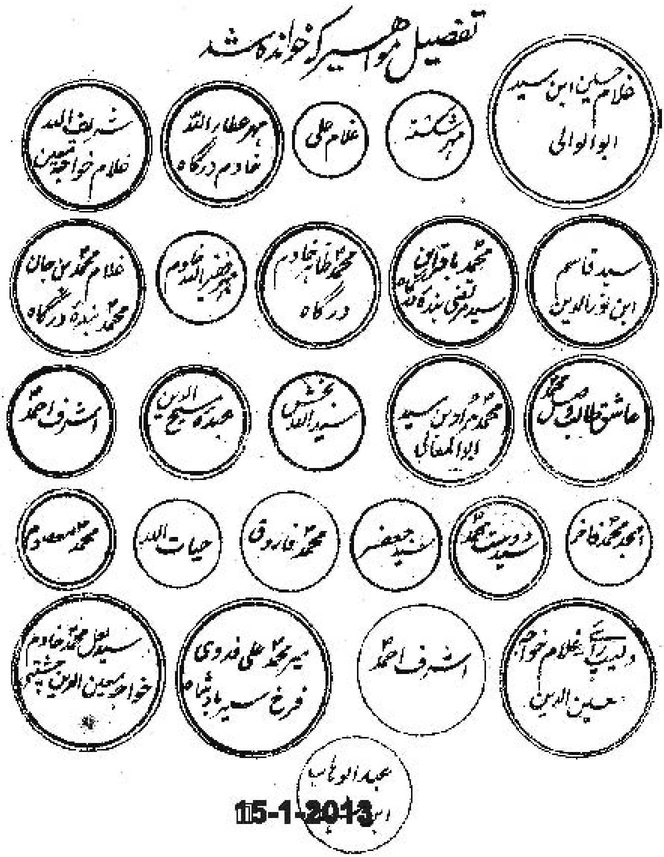
فرمان کی پشت پر عبارت پانچ سطروں میں

تفصیل دیہات

نقل فرمان

محمد جلال الدین ابوالمظفر شاہ عالم بادشاہ غازی ادخل اللہ فی الجنان

باسمہ
تعالی
شانہ
خواجہ
معین



15-1-2013

الدین چشتی قدس سرہ

طغرا اطلا باسم بادشاہ

مہر بادشاہ

دریںوقت میمنت اقتران فرمان والاشان واجب الاذعان صادر شد کہ موضع گنگوانہ د

بڑی مہر

نظام الملک مدار المہام آصف جاہ
برہان الملک شجاع الدولہ ابوالمنصور
خان بہادر صفدر جنگ یار وفادار
سپہ سالار فدوی شاہ عالم بادشاہ غازی

مہر

سید ہدایت علی فدوی
شاہ عالم بادشاہ غازی

حاشیہ کی عبارت فرمان کی پشت پر سیدھی جانب ہے

تحریر نامہ

ابوالبرکات معین الدین اکبر شاہ ثانی بادشاہ دہلی بنام صوبہ اجمیر سرکار انگریز بہادر مشمولہ مثل نمبر (۱۲۰) محافظ خانہ رجسٹر درگاہ حضرت خواجہ صاحب

مہر بادشاہ

فدوی عقیدت مند و ارادت مند لائق رحم و احسان رہا ہے۔ معلوم ہونا چاہئے کہ جب درگاہ شریف کے جملہ انتظامی امور، منتظم اشخاص کا تقرر و معزولی، ہر قسم کے امور کی خبر گیری حضور کی جانب سے ہوتی آئی ہے یہ بات دو تین بار حضرت اقدس کے علم میں لائی گئی کہ درگاہ شریف کا انتظام بے حد ابتر اور خراب ہے اور عزیز علی متولی جو حضور کی طرف سے عہدۂ مذکورہ پر فائز کیا گیا ہے وہ اکثر درگاہ شریف کے سامان میں تصرف کرتا رہتا ہے۔ اور دیہات کی آمدنی خورد و برد کیا کرتا ہے اور خادموں اور اللہ کی مخلوق کو تکلیف و ایذا پہنچاتا ہے۔ لہذا مسمیٰ مذکور کو تولیت کے عہدہ سے معزول کرنے کے بعد نور چشم مرزا محمد تیمور شاہ بہادر کو تولیت عہدہ اور نیابت کیلئے دیوان مہدی علی خاں کو نامزد کر کے ہم سرفراز کرتے ہیں۔ لہذا اس کے ساتھ فدوی خاص یہ بات تحریر کرتا ہے کہ دیوان صاحب ممدوح درگاہ شریف کے انتظام کے ہر طرح لائق ہیں اور دیوان صاحب موصوف کے اخلاق سے جو صاحب سجادہ ہیں تمام خادمین اور مخلوق رضامند و شکر گزار ہیں۔ انہیں اپنے پاس طلب کر کے حضور والا کے حکم سے مطلع کریں اور دیہات پر اور تولیتِ مذکورہ سے متعلق تمام امور و انتظام دیوان صاحب ممدوح کے قبضہ و تصرف و دخل میں دے دیں اور ہمیشہ ان سے

تھاری معہ موضع نا ند معہ رامپورہ عملہ پرگنہ حویلی اجمیر کہ مبلغ دو ہزار روپیہ حاصل آنست از تغیر شہامت وغیرہ در وجہ انعام آلتمغائے حقائق ومعارف آگاہ سید امام الدین سجادہ نشین حضرت با فرزندان بلا قید اسامی وقسمت بمعافی تصدیق و یادداشت وتوفیرانچہ از حسنِ تردد بر جمع آں بیفزاید از ابتدائے فصل ربیع بوقت ئیل حسب الضمن مقرر باشد باید کہ فرزندان نامدار، کامگار والا تبار، وزرائے ذوی الاقتدار، وامرائے عالیمقدار، و حکام کرام، وعمال کفایت فرجام، ومتصدیان مہمات دیوانی، ومتکفلان معاملات سلطانی، وجاگیرداران وکروڑیان حال واستقبال ابداً موبداً در استمرار واستقرار ایں حکم مقدس معلیٰ کوشیدہ مواضع مرقومہ رانسلاً بعد نسلٍ وبطناً بعد بطنٍ خالداً مخلداً بتصرف آنہا واگزارند۔ واز صوادم تغیر وتبدل مصئون ومحروس دانستہ بعلت پیشکش صوبہ داری و فوجداری ومال وجہات سائر اخراجات مثل قنلغہ ومحصلانہ وداروغگانہ وضابطانہ وشکار وبیگار ودہ نیمی مقدمی وصدودی وقانون گوئی مزاحم ومتعرض نہ شوند۔ واز کل تکالیف دیوانی ومطالبات خاقانی معاف ومرفوع القلم شمارند۔ دریں باب تاکید اکید وقدغن مزید دانستہ ہر سال سند مجدد نہ طلبند واز یرلیغ کرامت تبلیغ والا تخلف وانحراف نورزند۔ بتاریخ بست ویکم شہر محرم الحرام سنہ یازدہم جلوس والا زیب تحریر یافت۔ مص عبارت ضمن پشت فرمان۔ پنج سطر۔

تفصیل دیہات

مہر کلاں	مہر
نظام الملک ، مدار المہام ، آصف 15-1-2013	سید ہدایت علی خاں فدوی
برہان الملک ، شجاع الدولہ ابوالمنصور	شاہ عالم بادشاہ غازی
خان بہادر صفدر جنگ یار وفادار	
سپہ سالار فدوی شاہ عالم بادشاہ غازی	

عبارت حاشیہ پشت فرمان جانب دست راست

تعاون کرتے رہیں۔ اور تولیتِ مذکورہ کا حساب و کتاب اور دیہات کی آمدنی فہمائش کے ساتھ، عزیز علی متولی سے لے کر دیوان صاحب کو دے دیں۔ اس سلسلہ میں پابندی و تاکید کا خیال رکھیں۔ اور حسب ہدایت عمل کریں۔ تاکہ حضور کی خوشی کا موجب ہو اور اس فدویِ خاص کی فدویت کے رسوخ کا کمال متصور ہو۔

مشمولہ مثل (۱۲۰) محافظ خانہ رجسٹر درگاہ حضرت خواجہ صاحب

حضور کے دستخط و مہر کے ساتھ کول برک صاحب بہادر کے نام تحریر کیا گیا۔

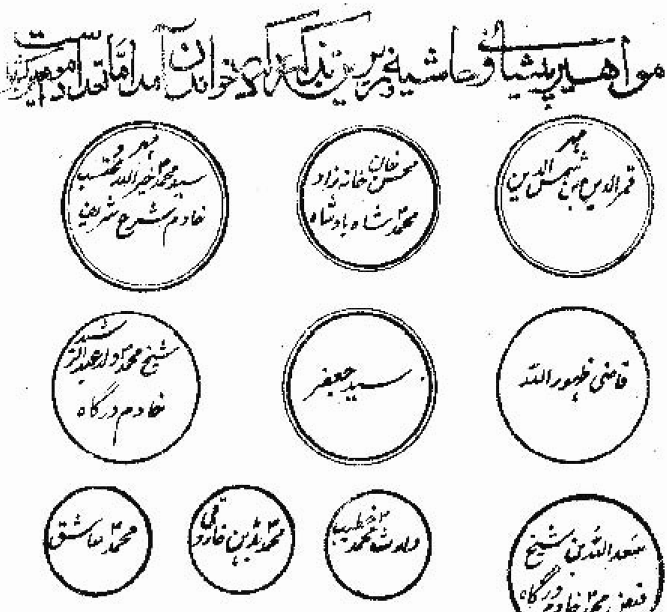
پہلی پابندی: درگاہ شریف کے جملہ امور کا انتظام حسبِ دستورِ قدیم و اسنادِ بادشاہی صاحبِ سجادہ کے اختیار میں ہوتا ہے اور درگاہ شریف کے خادموں کے دیہات کی تمام املاک جو حضور والا کی طرف سے بطور دامے فوتے اور فرارے عطا ہوتی آئی ہے۔ اسکا بندوبست بھی صاحب سجادہ کی طرف سے ہوتا ہے۔ علاقہ درگاہ کے روزینہ اور روزینہ داران املاک وغیرہ صاحب سجادہ کے مشورہ و رضامندی سے ہوتے ہیں۔ خدّام اور علاقہ درگاہ کے دیہات وغیرہ کی تحصیل و تشخیص صاحب سجادہ کے اختیارِ کلیہ میں ہے یا حضور مالک ہیں کسی دوسرے کی مداخلت اور مزاحمت نہ تھی نہ ہے اور کوئی شخص درگاہ کی خدمت و نوکری سے قاصر رہے اور نقصان پہنچائے اگر صاحبِ سجادہ چاہیں تو اسے برطرف کر سکتے ہیں اور درگاہ سے خارج کر سکتے ہیں۔ اور خدمت کرنے سے قاصر رہنے والے کا حصہ اور روزینہ موقوف اور مسدود کر دینا صاحب سجادہ کے اختیار میں ہے۔

دوسری پابندی: جو کچھ دیہات کی آمدنی و خرچ ہو شروع سے اب تک اس کا حساب و کتاب کریں اور گودام کے وہ اسباب و سامان جو بادشاہی مال ہے وہ سب معزول شدہ متولی سے لے کر صاحب سجادہ کے ذمہ جملہ مراتب کے ساتھ حوالے کئے جائیں۔ فوراً منقولہ و غیر منقولہ جائیداد کی نشاندہی کر کے صاحب سجادہ کو دے دی جائے۔ آئندہ احتیاط کی جائے کہ درگاہ شریف کے ان بادشاہی کوٹھوں (گوداموں) میں کوئی بھی اپنی جانب سے خیانت یا دست اندازی کرنے نہ پائے کہ اسکی ملکیت یا تو حضور اقدس کو پہنچتی ہے یا صاحبِ سجادہ کو۔ دوسرے کسی شخص کو اس میں مداخلت کا حق حاصل نہیں۔

تیسری پابندی: موضع دانترہ جو درگاہ کے دیہات سے علٰحدہ ہے صرف متولی کے روزگار کے لئے مقرر رہتا آیا ہے جو کوئی شخص متولی ہوگا مذکورہ موضع اسی کی معاش ہوگی اور وہ متولی کی

شقہ

ابوالبرکات معین الدین اکبر شاہ ثانی بادشاہ دہلی بنام صوبہ اجمیر سرکار انگریز بہادر



مشمولہ مثل نمبر ۱۲۰ محافظ خانہ رجسٹر درگاہ حضرت خواجہ صاحب

مہر بادشاہ

فدوی عقیدت و ارادت نشان لائق المرحمت والاحسان مورد مراحم بوده بدانند چو تمامی امور انتظام درگاه شریف و عزل و نصب مردمان منتظم آن و خبرگیری ہرگونہ امور از جانب حضور بوده آمده در 15-1-2016 بسمع اشرف رسیده کہ انتظام درگاه شریف از حد ابتر و خراب است و عزیز علی متولی کہ از طرفِ حضور بر عهده مسطور سرافراز بود اکثرے از اسباب درگاه شریف را متصرف شده و نیز آمدنی دیہات خورد بردمی نماید و خدمًا و خلق اللہ را تکلیف و ایذا می رساند۔ لہٰذا نام برده را از عهده تولیت معزول کرده نور چشم مرزا محمد تیمور شاه بہادر را عهده تولیت و نیابت بنام دیوان سید مہدی علی خاں مقرر فرموده سرافراز کردیم۔ لہٰذا بہ آں فدوی خاص ارقام

ذات کیلئے نہیں ہوگا کہ جس کسی کو چاہے رہن میں دے دے۔ اگر کوئی گروی دار دعویٰ کرے تو وہ معزول متولی سے لے گا۔ چاہے حویلی سے لے یا دوسری جائیداد سے جو اس کے لئے مقرر ہے۔ اور مذکورہ موضع صاحب سجادہ سے معزول کو نہ پہنچنے پائے۔ کہ علاقہ تولیت نور چشم تیمور شاہ کے نام ہے تو نور چشم کے سپرد کر دیا جائے اور صاحب سجادہ کو رسید بھیج دی جائے۔ اور اگر معزول متولی مرہٹا اسناد پیش کرے تو ساقط از اعتبار (غیر معتبر) ہے کہ یہ اس سلسلہ میں حضور والا کا فرمان نہیں ہے۔ اور متولی بھی دھوکہ وفریب کے ذریعہ کثیر رقم خرچ کرنے کا مرہٹا کے سامنے مختار رہا تھا۔ درگاہ کی جملہ آمدنی میں خرد برد کر کے غبن اور خیانت کا مرتکب ہوا ہے اس پر ہرگز اعتماد نہیں کرنا چاہئے اور بعض دیہات کہ خورد برد کی خاطر کسی کے نام اجارہ رکھتا ہے اور بباطن خود اپنی غرض کیلئے بتاتا ہے تو وہ سب اس سے واپس لیکر اس میں جو کچھ متولی کی خیانت و غبن ہو اس سے صاحب سجادہ کو دلایا جائے اور دیہات کو درگاہ شریف میں داخل کر دیا جائے کیونکہ صاحب سجادہ کی مہر کے بغیر کسی کو ٹھیکہ منظور اور جاری نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ ہر طرح اسکے مالک صاحب سجادہ اور حضور اقدس ہی ہیں نیز شرح شریف کی رو سے وراثت وغیرہ اور حضور کی طرف سے درگاہ کے تمام امور مال، کوٹھا (گودام)، نوکروں اور خادموں وغیرہ شاگرد پیشہ کا تقرر و معزولی' نیز جمع وخرچ اور روزینہ وملک وغیرہ کی اجرائی و مسدودی سب قدیم زمانے سے صاحب سجادہ کے اختیار میں ہوتی آئی ہے اب بھی وہی مالک ہیں۔

چوتھی پابندی: دیہات کے جمع وخرچ آمدنی کے کاغذات کی بخوبی جانچ اور دریافت کی جائے۔ درگاہ شریف کے جو بھی روزمرہ کے اخراجات قدیم دستور کے مطابق اور ضروری ہوں اور جو بھی ماہانہ وظیفہ پانے والے اور روزینہ داران قدیم دستور کے مطابق یا بادشاہی اسناد کے مطابق ہوں' صاحب سجادہ کی تجویز کے مطابق انہیں بحال و برقرار رکھا جائے اور کسی کی رعایت یا مروت اختیار کرتے ہوئے جو نئے بے جا اور فضول مصارف ہیں انکو موقوف کر دیا جائے اور صاف کاغذ پر اپنے دستخط کے ساتھ دستور العمل کے طور پر صاحب سجادہ کے حوالہ کر دیا جائے اور تغیر وتبدل اور بحالی حضور یا نور چشم مرزا تیمور شاہ بہادر کی سندی دستخط کے بغیر حاصل نہ کی جائے تاکہ آئندہ قرار واقعی بندوبست رہ سکے۔

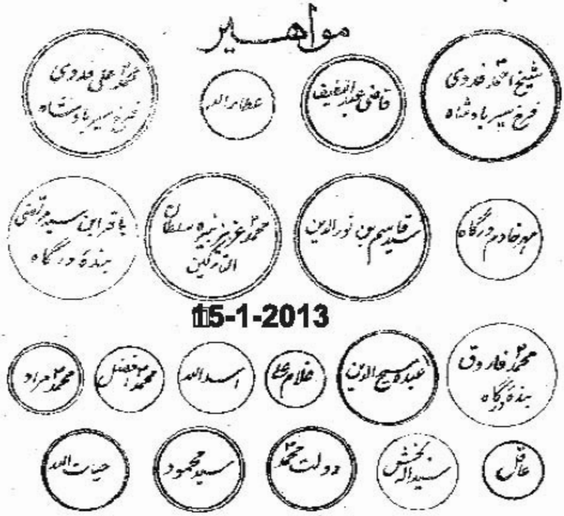
پانچویں پابندی: فوج خرچ کی وہ رقم جو دیہات فوج کشی کے سبب سے دیتے تھے اور متولی

می رود کہ دیوان صاحب ممدوح را کہ ہر گونہ الیق انتظام درگاہ شریف اند و تمامی خدما و خلایق از طریق دیوان صاحب موصوف کہ صاحب سجادہ ہستند راضی و شاکر اند۔ نزد خود طلب ساختہ از حکم حضور والا مطلع سازند و بر دیہات و تمامی امور و انتظام متعلقہ تولیت مذکورہ قبض و تصرف و دخل دیوان صاحب ممدوح کنانیدہ دہد و مدام معین اوشان باشد و حساب و کتاب تولیت مسطور و آمدِ دیہات از عزیز علی متولی بہ دیوان صاحب فہمائش کنانیدہ دہد۔ دریں باب تاکید دانستہ حسب المسطور بعمل آرد کہ موجب خرسندی حضور و اظہار کمال رسوخ و فدویت آں فدوی خاص از اں متصورست۔ زیادہ تفضلات۔

مشمولہ مثل نمبر ۱۲۰ محافظ خانہ رجسٹر درگاہ حضرت خواجہ صاحب

فرد مطات بلف شقۂ والا بمہر و دستخط حضور۔ بنام کول برک صاحب بہادر نوشتہ شد۔

بند



اول۔ انتظام جمیع امور درگاہ شریف بموجب دستور قدیم و اسنادِ بادشاہی باختیار

نے اسے لازم کر دیا تھا وہ اصل مال سے لیا جائے گا اور پرگنہ اجمیر میں معاف ہے اور درگاہ کے دیہات اور صاحب سجادہ سے بھی وصول نہیں کیا جائے گا۔

چھٹی پابندی: ناظمِ اجمیر صاحبِ سجادہ اور میرزا تیمور شاہ متولی حال کے اہل کاروں کی ہمیشہ معاونت کرے۔ اور ہر طرح خبر گیری میں کوشاں و مستعد رہے اور تمام معاملوں میں دستور قدیم کے مطابق امین وتحصیلدار جو حضور کی طرف سے نامزد کئے گئے ہیں بخوبی کام انجام دیں۔

بادشاہ کے خط کی نقل

مشمولہ مثل نمبر(۱۲۰) محافظ خانہ رجسٹر درگاہ حضرت خواجہ صاحب

چونکہ اکثر یہ بات حضور کی سماعت تک پہنچ چکی ہے کہ حضرت قطب الاقطاب خواجہ معین الدین چشتی کی درگاہ شریف واقع اجمیر کا انتظام نہایت ابتر اور خراب ہے اور ابتری و بربادی کے ذمہ دار عزیز علی متولی وغیرہ عملۂ تحصیل رہے ہیں کہ جن میں سب نے خیانت کی ہے اور دیہات کی تحصیل میں اور درگاہ شریف کے دیگر اخراجات وغیرہ سے متعلق تمام امور میں اپنی خود ساختہ نئی تجاویز جاری کی ہیں اور طرح طرح کا غبن کیا ہے۔ چنانچہ حالات یوں ہی گذرتے گئے کہ بیجا تغلب وتصرف اور درگاہ شریف کی بدانتظامی سے متعلق دریافت کر کے حضور کی جانب سے متولی کا تقرر کرنا اگر چہ قدیم معمول رہا ہے اور حضور کی دلی خواہش ہے کہ اپنے بزرگوں اور پیروں کی درگاہ شریف کے جملہ امور میں صلاحیت کے پیش نظر عزیز علی متولی خائن کو معزول فرما کر خدمتِ تولیت نور چشم مرزا تیمور شاہ کے نام اور نیابت سید مہدی علی خاں صاحب سجادہ درگاہ شریف کے نام حسب عملدرآمد قدیم وفرامینِ سلاطینِ سابق وحضرتِ عالی اَنَارَ اللّٰہُ بُرْھَانَہٗ ہم نے مقرر فرمادیا چنانچہ مذکورہ بالا طریقہ پر کام جاری رہا لیکن معزول کردہ متولی کی شعبدہ بازی، بدنہادی اور عیاری کے باعث انتظام میں مداخلت وہاں جاری و باقی ہے لہٰذا اسکے تدارک اور بندوبست کیلئے مقدمات کو دل کی گہرائی سے منظوری عطا فرماتے ہوئے جو بہر حال ضرور ہے حضور نے اپنے دستخط مبارک سے آراستہ کر کے اپنا ایک ملفوفہ تحریر نامہ اس فدوی خاص کے پاس روانہ فرمایا جس میں ہدایت فرمائی کہ مقدمات مذکور کی اصل یا نقل ناظم اجمیر شریف کے نام اس مضمون کی روانہ کریں

صاحبِ سجادہ باشد و ہمہ املاک دیہات خدام درگاہ شریف کہ از طرف حضور والا بطور دامے وفوتے وفرارے شدہ آمدہ است بندوبست آں نیز از طرف صاحب سجادہ باشد وہم روزینہ وروزینہ داران املاک وغیرہ علاقہ درگاہ حسب استصواب و استرضاء صاحب سجادہ باشد و ہمہ تحصیل و تشخیص دیہات علاقہ درگاہ وغیرہ خدام باختیارکل صاحب سجادہ باشد و یا حضور مالک است دیگر احدے را دخل ومزاحمت نبودہ ونماند وکسی کہ ہارج وقاصر نوکروخدمت درگاہ باشد آنرا اگر صاحب سجادہ خواہد برطرف سازد و از درگاہ خارج کردہ دہد۔ وہم حصہ ملک و روزینہ قاصر الخدمت موقوف ومسدود ساز د اختیار صاحبِ سجادہ است۔

بند دوم۔ محاسبہ از لغایت تا بہ مداخل ومخارج تحصیل و تشخیص دیہات وہم اسباب کوٹھ ہا کہ مال بادشاہی است از متولی معزول بہ صاحبِ سجادہ بدہاند۔ وانچہ از روئے کاغد مشرف و صاحب سجادہ از ہمہ مراتب بذمہ او برآید۔ فوراً از جائیداد منقولہ وغیر منقولہ بہ صاحب سجادہ نشان کنایندہ دہد واز آیندہ احتیاط دارد کہ بہ کوٹھ ہائے بادشاہی کہ بدرگاہ شریف ہستند کسے خیانت ودست اندازی نہ سازد کہ مالکیت آں یا بحضورمی رسد ویا بہ صاحبِ سجادہ دیگر کسے را دخلے نیست۔

بند سوم۔ موضع دانترہ علیحدہ از دیہات درگاہ صرف برائے معاش متولی مقرر بودہ آمدہ کسے کہ متولی باشد موضع مذکور معاش است و برائے ذات متولی نیست کہ بہ کسے گروے بدہد۔ اگر گرویدار دعوے دارد۔ از ذات متولی معزول خواہ حویلی یا جائداد دیگر کہ برائے ذا[illegible] 15-1-2013 قرر است ازاں بگیرد و موضع مذکور بہ معزول نمی رسد بصاحب سجادہ کہ علاقہ تولیت بنام نورچشم تیمور شاہ است از طرف نورچشم سپرد سازد ورسید صاحبِ سجادہ بفریسد۔ واگر کسے اسناد مرہٹا متولی معزول پیش نماید ساقط از اعتبار است کہ فرمان حضور والا دریں امر نیست وہم متولی از راہِ فریب از صرف کردن زرِ خطیر پیش مرہٹا مختار شدہ بود۔ ہمہ آمدنی درگاہ را خوردو بُردنمودہ محض غابن وخائن است اعتماد آں نباید کرد وبعضے دیہات

جس میں بہت تاکید کریں اور حسب واقعہ تمام مقدمات اور قدیم کاغذات اندرونِ کوٹھہ اور صاحبِ سجادہ سے حاصل کر کے مطالعہ کریں اور فدوی مولوی محمد خاں جس کو حضور نے روانہ فرمایا ہے۔ امانت و تحصیل کا کام نامزد شخص (عزیز علی) سے لے لیں اور جو کچھ امینِ مذکور اور دیوان مہدی علی خاں صاحب سجادہ اظہار فرمائیں اس کے مطابق بندوبست کریں اور ہمیشہ خبر گیری اور تعاون کرتے رہیں۔ اور کامل انتظام سے فارغ ہونے کے بعد صاحب سجادہ ممدوح کی رضامندی سے حضور پرنور کی خدمت میں اطلاع دیں۔ اس سلسلہ میں کاہلی نہ برتیں۔

کاروائی

کچہری صاحب سپرنٹنڈنٹ ضلع اجمیر

بہ اجلاس ہنری میڈلٹن صاحب بہادر واقع یکم جون ۱۸۲۷ء

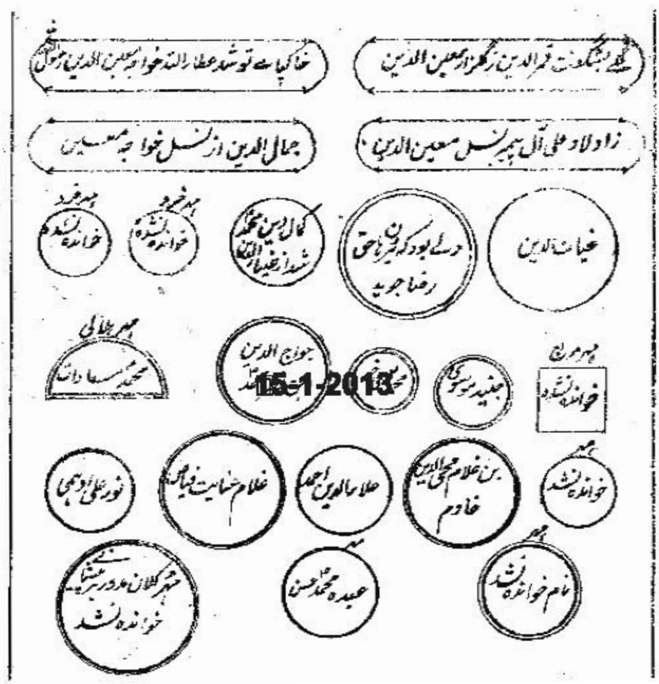
آج ایک خصوصی خط ملفوف انگریزی میں حضور معلیٰ محمد اکبر شاہ بادشاہ دام اقبالہٗ کا یہاں جج صاحب دہلی کو وصول ہوا جس میں وضاحت کی گئی ہے کہ حضور معلیٰ نے میر عزیز علی کو جو درگاہ شریف کی تولیت کے عہدہ پر مقرر تھا اب اس کو مذکورہ عہدہ سے معزول کر دیا اور بعض وجوہات کی بنا پر اس شخص کو اسی عہدہ پر مامور رکھنا اب حضور کے مزاج عالی کو منظور نہیں ہے۔ اور آئندہ اس عہدہ پر تقرر کیلئے حضور کی پیشی اقدس سے کسی دوسرے کا نام تجویز کیا جائیگا۔ درگاہ سے متعلقہ ایسے امور میں سرکار کے عہدہ داروں کی جانب سے مداخلت منظور و متعلق نہیں ہے اور اس عہدہ پر تقرر و معزولی ہمیشہ حضور کے حکم عالی سے ہوتا چلا آرہا ہے۔ نظر بر آں اس سلسلہ میں حضور عالی کے حکم کی تعمیل ضروری و واجبی ہے۔ لہٰذا

حکم صادر ہوا

آج کی تاریخ سے متولی میر عزیز علی، تولیتِ درگاہ کے عہدہ سے دست بردار ہو جائے اور کسی امر میں کوئی مداخلت نہ کرے اور اس کاروائی کی نقل اطلاع کی غرض سے دیوان مہدی علی خاں اور میر عزیز علی امین اور تحصیلدارِ درگاہ کو بھیج دی جائے اور بادشاہ کے خط کی نقل پر مشتمل ملفوف خط دیوان صاحب کو

کہ متولی معزول برائے خورد و برد خود بہ کسے بنام اجارہ استمرار داشتہ و بباطن مطلب خود می نماید ازانہا بر آوردہ اُنچہ درآں خیانت و غبن متولی باشد ازاں بصاحب سجادہ بدہاندو دیہات را بدرگاہ شریف داخل سازد کہ بدون مہر صاحب سجادہ منظور ٹھیکہ و استمرار کسے نیست کہ بہر گونہ مالک صاحب سجادہ و حضور است و ہم از روئے شرع شریف وراثت وغیرہ وہم از طرف حضور از قدیم صاحب سجادہ بہمہ امورات درگاہ و مال وکوٹھا وعزل ونصب نوکران وخدام وغیرہ شاگرد پیشہ وہم صرف نمودن وجمع کردن واجراو مسدود کردن روزینہ وملک وغیرہ اختیار صاحب سجادہ بودہ آمدہ است۔ حالاہم مالک است۔

بند چہارم۔ کواغذ جمع خرچ آمدنی دیہات را بخوبی دریافتہ و فہمیدہ ہر چہ از اخراجات روزمرہ درگاہ شریف بموجب دستورِ قدیم و ماوجب باشد وآنچہ درماہہ



بھیجا جائے اور دیوان صاحب کے خط میں یہ درج کیا جائے کہ اگر اس حکم کے بعد درگاہ کے امور میں وہ کوئی مداخلت پیدا کرے تو دفتر ہذا کو اسکی اطلاع دیں تا کہ حکم عدولی کے عنوان سے صیغۂ فوجداری میں کاروائی کی جاسکے۔ اور حضور کے خط کے جواب میں عرض داشت منشی ایجنسی تحریر کرے۔

تذکرہ

منصب سجادگی پر شیخ مصلح الدین کے تقرر

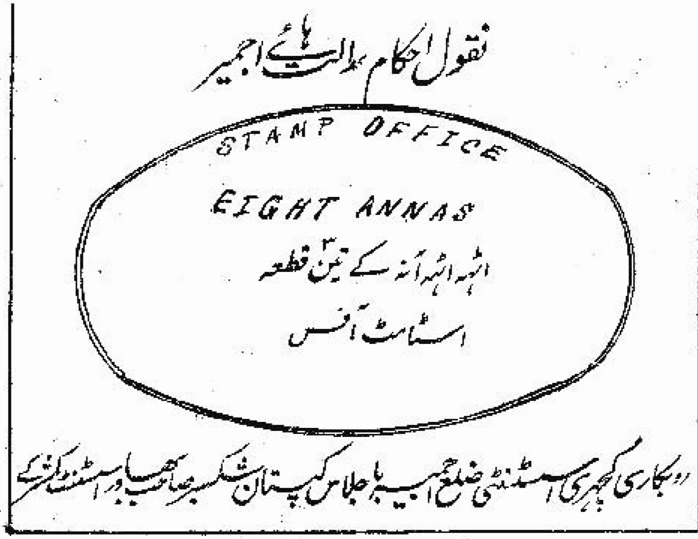
اور پھر شیخ مصلح الدین کے انتقال پر اسی منصب پر شیخ سراج الدین کے تقرر کے بارے میں

یہ ذکر ہے اس بیان میں کہ جب غفران پناہ حضرت ظل سبحانی نے بطور قدر دانی، زبدۃ الواصلین، قدوۃ العارفین مقرب بارگاہِ جبروتی قطب الاقطاب کی سجادہ نشینی کی خدمت سید فخر الدین کو تبدیل کر کے حقائق و معارف آگاہ شیخ سراج الدین کو عطا فرمائی۔ حضرت کی رحلت کے بعد حقائق و معارف آگاہ مرحوم کی تبدیلی سے مذکورہ خدمت پر سید مصلح الدین مقرر ہوئے۔ موضع گیلوتہ کی ۱۱۱۹ فصلی کی فصل ربیع کی پیداوار جو سجادہ نشین کی مقرر تنخواہ تھی سید مصلح الدین نے چنے کی جنس اپنے تصرف میں لانے کے باوجود اس پیداوار کو شیخ سراج الدین سے لے لیا اور گیہوں، جو وغیرہ کی جنس جو خرمن میں تھی تمام پر قابض ہو گئے۔ قدر قدرت، سلیماں مرتبت حضرت نے از راہ کرم و فضل ۱۴ ربیع الاول ۲ سنہ کے آغاز سے مذکورہ خدمت شیخ سراج الدین کو مرحمت فرمائی۔ سید نجم الدین جو کہ سید مصلح الدین کے انتقال کے باعث مذکورہ خدمت پر ایامِ جہالت میں قائم رہا اس خبر کے سنتے ہی موضع مذکورہ سے متعلق فصل ربیع ۱۱۲۰ فصلی کا تمام محصول جو مبلغ ایک سو ایک روپیہ بارہ آنہ نقد اور اس کے ساتھ ایک ہزار دو سو گیارہ من اور اٹھائیس سیر غلہ اکبری پیمانہ وزن کے برابر تھا اپنے تصرف میں لے آیا۔ ہر چند وزیر خواجہ محمد مقیم دیوان میر عباد اللہ نائب متولی نے شیخ سراج الدین کے آدمیوں کی شکایت پر سپاہیوں کو مقرر کیا کہ محصول ضبط کریں لیکن یہ کچھ اثر انداز نہ ہو سکا۔ اور نجم الدین تمام محصول پر قبضہ کر کے چلتا بنا۔ چنانچہ اسکے کاغذات پر تصرف کے بارے میں قانون گو وغیرہ عملہ و فعلہ موضع مذکور کے دستخط موجود ہیں۔ اس خصوص میں ناظم کے نام حکم

داران وروزینه داران بموجب دستور قدیم الایام یا بموجب اسناد بادشاہی باشند۔
آنرا بحال وبرقرار برحسب تجویز صاحب سجادہ داشتہ آنچہ نواحداث یافضول وبیجابہ

اصل کتاب "معین الاولیاء" سے اسکین شدہ صفحات

سبب رعایت ویا مروت اختیار ہرکس کہ باشد موقوف ساختہ کاغذ صاف بدستخط خود
بطور دستور العمل کردہ حوالہ صاحب سجادہ کند وتغیر وتبدل وبحالے بدون سند دستخطی



حضور یا نور چشم مرزا تیمور شاہ بہادر نگہ دہد تا کہ آئندہ ہر بند وبست قرار واقعی گردد فقط۔

15-1-2013

بند پنجم۔ رقوم فوج وخرچ کہ دیہہ ہا بہ سبب افواج کشی می دہند متولی چسپانیدہ بود حالا
ازعین مال گرفتہ می شود در پرگنہ اجمیر معاف است واز دیہات درگاہ ہم و صاحب
سجادہ گرفتہ نمی شود۔

بند ششم۔ ناظم اجمیر مدام معاونت صاحب سجادہ واہلکار میرزا تیمور شاہ ومتولی حال
می کردہ باشد وہر گونہ درخبر گیری ساعی ومستعد مانند ودرجمیع ابواب بموجب دستور

حسب درخواست وکیل دیوانجی بموجب حکم کپتان ڈیوڈسن صاحب بہادر اسسٹنٹ کمشنر مورخہ ۱۱ فروری ۱۸۵۵ع

واقع ۱۷ مارچ ۱۸۵۵ء

دستخط

بخط انگریزی

دیوان الحاج علی جیسان سجادہ نشین درگاہ خواجہ صاحب کی درخواست بجانب جانے شادیانہ کے درگاہ میں بتقریب جنت حفیظ علی متولی درگاہ خواجہ صاحب علیہ الرحمہ از زیارت مراجعت کے از روئے گواہی گواہان

پہلے ماہ جون ۱۸۴۲ء میں سوال وکیل دیوان جیو کا بمضمون درخواست مندرجہ بالا کے اس نسخہ میں دیوان جیو سفر سے آئے تھے گزر کر متولی کو فہمائش اجرا رسم قدیم کے حضور صاحب اسسٹنٹ کمشنر بہادر سے ہوئی تھی مگر متولی نے انکار لکھا تھا کہ یہ رسم جدید دیوانجیو جاری کرانا چاہتے ہیں رسم قدیم نہیں ہے اور پہلی جولائی ۱۸۴۳ء میں کپتان مکنوس صاحب بہادر نے بعد دریافت و تحقیق کے بسبب عدم ثبوت قدامت کے یہ درخواست دیوان جیو کی منظور نہیں فرمائی تھی اس وقت صرف بہ فہمائش عمل درآمد رسم اکتفا ہوا تھا اس عرصہ چھ سات برس تک دیوانجی ہمت حیدرآباد دکن کے گئے ماہ جولائی ۱۸۵۰ء کو سوال وکیل دیوان جیو کا بمضمون پر کہ دیوان جیو اجمیر میں آتے والے پہلے سے بندوبست و تجویز بجائے جانے شادیانہ درگاہ کی وقت زیارت درگاہ کی کے بتقریب مراجعت سفر کے ہو جاوے محکمہ مجسٹریٹی کمشنری میں گزر کر اس محکمہ میں آیا اور متولی سے جواب طلب ہوا ۔ وہی جواب طلب ہوا ۔ وہی جواب انکاری امر تجویز سابق کپتان مکنوس صاحب بہادر اسسٹنٹ کو متولی نے لکھا مثل سابق کے دربدری کا حکم ہوا مطلق نہ ملی ۔ باوجودیکہ متولی نے کتاب خرچ درگاہ سے نقل درخواست قاضی نصیر الدین برادر جیو و جواب اپنے و بعد ام و اظہارات نقارچیان وغیرہ پیش کیے مگر حکم

اصل یا نقل اور اصل مثل بالکل دستیاب نہوئی۔ مِن بعدہ، اکتوبر ۱۹۴۳ء کو سیل دیوانجیو ثابت
قدامت رسم نواخت شادیانہ پیامور ہوا۔ کمیل دیوان جیو نے فہرست بیس نفر گواہ کے
گذرانی۔ وزیر علی پیرزادہ و خدا بخش فراش۔ و محمد علی سلامی خوان درگاہ۔ و امین الدین و
واحد علی خادم درگاہ۔ و خدمت علی۔ و حسین علی پیرزادہ۔ و قادر بیگ فراش درگاہ و محبت علی
ملازم درگاہ۔ نونفر گواہان دیوان جیو نے بالاتفاق تصدیق مظہرہ دیوان جیو کی کی کہ
وقت اس آنے دیوانجی کے سفر سے ہمیشہ شادیانہ نواخت ہوتے ہیں۔ اور ان چند شخص
خادمان درگاہ بتائید تحریر متولی کے گزر کر بدریافت تکرار زیادہ کے جاگیرداران
رئیسان شہر سے بھی یہ دستور پوچھا گیا۔ امام علی جاگیردار دلواڑہ و شیخ چشتی بخش اودہی
و میر ارشاد علی جاگیردار۔ و قربان علی و احمد علی جاگیرداران و محمد بخش اندر کوٹی و
عبد الوہاب ولد میر حسینی بخش و دلیل محمد ارکان سرب انبر کوٹی و محمد خان ٹھیکہ و نواب
عبد الکریم خان خلف نواب عنایت اللہ خان و ارشاد علی و میر علی جاگیرداران ہاتھی کھیڑہ و غفور علی
جاگیردار اگھرے و عنایت اللہ شاہ جاگیردار۔ و نارائن بخش ولد جوالا ناتھ و موتی چند فیسان
قانونگوے اجمیر نے برابر تصدیق . . . . قدامت رسم بجائے جانے شادیانہ وقت
مراجعت سفر دیوانجیو کے کی۔ مگر حسین علی خادم جاگیردار نصف ناندلہ و حسین بخش و
وزیر و قطب بخش نقارچیان و سکندر خان و فتح محمد و سیوا اقربا نواب کے مطابق بیان
متولی ہونا دستور نواخت شادیانہ کا تقریب مراجعت سفر دیوانجیو کے ظاہر کیا فقط باقی
مثل سابق کے پھر بھی بہت تلاش روسے تحقیق کے بگواہی گواہان
معتمد و جاگیرداران و رئیسان شہر کے برابر ثابت ہے کہ دستور قدیم ہے کہ جب دیوانجی
سفر سے آتے ہیں اور آتے ہی اول مرتبہ جب زیارت کو درگاہ میں جاتے شادیانہ
نواخت ہوتے ہیں۔ اور بعد اس کے متولی نے کوئی وجہ تردید کافی نہیں گذرانی مثل
سابق جو متولی نے لکھی تھی۔ باوصف تلاش کے نہ ملی نہیں اور خادم درگاہ اور نقارچی

وغیرہ چند نفر جو تائید متولی کی کرتے ہین وہ مجہول ہر بابت متولی انگریز خادم مقوم متولی اور نقارچی تابعدار متولی ہین - بیان اُن کا قابل اعتبار نہین اور قطع نظر اسکے روک نواخت شادیانہ کے جانب متولی سے محض براہ حسد و کد ہے ورنہ نواخت شادیانہ مین کچھ ہرج متولی یا درگاہ کا نہین ہے دیوان جیو اولاد خواجہ صاحب ہین اگر انکی توقیر کے لئے بتقریب مراجعت سفر کے شادیانہ بجے تو کیا قباحت ہے بہر حال اکاری رائے مین یہ درخواست دیوان جیو کی حسب رسم قدیم ہے اور کچھ اسمین قباحت بھی نہین اور ایام مین تحقیق کے دو تین روز سے دیوانصاحب سفر سے آکر بانتظار صدور اسی حکم باہر شہر کے قطب صاحب مین مقیم ہین اور شہر مین نہین گئے بجوا دینا شادیانہ کا ہر گونہ مناسب ہے اس واسطے . . . .

حکم ہوا

کہ دیوانجیو شہر میں جاوین اور زیارت درگاہ کو اول جاوین بوقت جانے دیوانجی کے زیارت کیلیے درگاہ مین شادیانہ معمولی نواخت ہووین اور یہی دستور آئندہ کو مرعی رہے ◆

مقابلہ شد

دستخط انگریزی

بقراءۃ	بسماعت
العبد	العبد
سردار ل نقلنویس	مسالال نقلنویس

نقل

STAMP OFFICE
EIGHT ANNAS
ہشت آنہ
اسٹامپ آفس

دستخط حاکم بخط انگریزی

نقل حکم دستخطی جناب کرنیل چارلس جارج ڈکسن صاحب بہادر مشمولہ مثل متعلقہ بندوبست

ونگہ و فساد وقت غسل مزار خواجہ صاحب مابین سیلہ عرس شریف بموجب حکم پنڈت سجا گرام صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر بہادر واقع ۲۳ جولائی ۱۸۷۰ء حسب خواہش محمد علی مختار عام دیوانجی صاحب

حکم ہوا

خط دیوانجی و جواب متولی درگاہ کا حضور نے سماعت فرمایا۔ تحریر متولی درگاہ کی بہ نسبت حضور ناواجب ہے۔ کیونکہ متولی درگاہ مانے درجہ اپنا برابر دیوان جیو کا سمجھتا ہے اور یہ بات نہیں ہو سکتی اور طرف متولی درگاہ سے پاس ادب دیوان جیو بہر صورت سے واجب ہے کیونکہ دیوان جیو پوتا خواجہ صاحب ہے اور متولی درگاہ نوکر سرکار اور توقیر اسکے تعلق دیوانجی بہ نسبت دیگران زیادہ ہے۔ اس ملاحظے پر وانہ بنام متولی درگاہ لکھا جاوے کہ حسب دستور سابق پاس ادب دیوانجیو کا کرتا ہے اور آئندہ سے وقت تحریر جواب احکامات کے احتیاط رکھے۔ یکم اپریل ۱۸۵۵ء۔ وخط بنام دیوانجی لکھا جاوے کہ وہ بموجب دستور سابق کاربند رہیں اور کوئی نئی بات نہیں کریں۔ مرقوم صدر

مقابلہ نمودہ شد

بسماعت	بقرات
العبد	العبد
فتح حیشہ	علی محمد خان

05-1-2013

نقل

نقل روبکار ہذا شمولہ مثل نمبری ۳۰ ۵ ۷ دستخطی جناب کرنیل جارلس کسن صاحب بہادر کمشنر حسب درخواست محمد علی مختار عام دیوانجی صاحب بموجب حکم جناب جوڈیشل اسسٹنٹ صاحب بہادر مورخہ ۱۰ دسمبر ۱۸۷۶ء کو دی گئی

روبکار محکمہ کمشنری ضلع اجمیر باجلاس کرنیل چارلس جارج ڈکسن صاحب بہادر کمشنر واقع یکم ماہ نومبر ۱۸۵۵ء

عرصہ تخمیناً چھ ماہ کا روبکار ہذا بالا یا کہ عین ایام عرس حضرت خواجہ صاحب میں باہم اہالیان درگاہ دنگہ وفساد و نوبت زد و ضرب کے پہنچی۔ بعد تیاری مثل و صدور حکم آخر کے کچہری صاحب اسسٹنٹ بہادر سے اپیل اس کا حضور میں ہوا کہ اب تک مثل درپیش ہے اور ایک مقدمہ اپیل شادیانہ بھی رجوع ہے اور اصل منشاء اس فساد کی یہ پائی گئی کہ وقت آنے دیوانجی کے سفر سے شادیانے بحکم عدالت بجائے گئے تھے۔ خادمان و متولی درگاہ کو ناگوار ہوا اس باعث سے جو دستور ایام عرس میں ہاتھ دیوانجی اور متولی اور خادمان سے ہوتا تھا آپس کی کشیدگی ہوئی۔ اور تکرار و فساد زیادہ بڑھ گیا اور منظور حضور یہ ہے کہ جو طریق مذہب انکا سلف سے ہے اسی موافق رہے طرفین کا رہے کچھ کمی و بیشی ضرور نہیں اور اسی لئے ہر فریق سے دستار نامہ دستور العمل ایسے امورات کے طلب ہو کر ملاحظہ آئے تو وجہ کسی قسم کی ناراضگی دیوانجی نے طرف متولی لکھی ہے جو سجادہ نشین مندرس و فوتی ہو گئی ہیں یہ بات تو باختیار محکمہ سرکار ہے متولی کو کچھ اختیار نہیں الا کسر آداب دیوانجی البتہ ہوئی۔ اور اگر خدام و متولی حسب دستور آداب دیوانجی رکھتے تو یہ نوبت فساد کے نہیں پہنچتے ہے اور پاس ادب دیوانجی کہ صاحب سجادہ اولاد خواجہ صاحب کے ہیں بہر صورت واجب ہے کہ متولی اور خدام آداب دیوانجی کا رکھیں اور حضور نے کئی بار متولی کو کہلایا اور عام کچہری میں بھی حکم دیا کہ اگر متولی اپنی جگہ کو رکھنا چاہتا ہے تو ادب و قواعد دیوانجی کا نگاہ رکھے۔ الا باوجود اسقدر فہمایش کے تا حال اطمینان حضور نہ ہوئی کہ خاطر خواہ تعمیل اسکی متولی سے کی ہو اور حضور کو بہر حالت انتظام خاطر خواہ طرف ملازمان درگاہ سے مطلوب ہے اس لئے کہ جب تک آپس میں اتحاد نہ ہو انتظام آئندہ کا بھروسہ نہیں ہے اور اگر متولی درگاہ حویلی دیوانجی میں جایا کرے اور اطاعت ان کی کرے اور گفتگو وقت و خواہ بے ادبی کرے

یہ امر کچھ مشکل نہیں اس واسطے ٭

حکم ہوا کہ

مضمون روبکار ہذا سے جنس طبقہ متولی درگاہ کو اطلاع دیا جاوے کہ حسب الحکم حضور
تعمیل کرکے دربارہ ادب و قواعد صاحب سجادہ کوشش کرے اور متفق الصلاح
ورضامند ہوکے سرکار میں اطلاع کرے کہ بہت بہتر اور عین خوشی خاطر حضور و باعث نظم
کل کارخانہ درگاہ شریف ہے۔ اور اگر تا حکم ثانی یہ امر ظہور میں آویگا اور جو کوئی شکایت
اور کسر آداب صاحب سجادہ کی ہے وہ رفع نہ ہوگی تو پھر حضور سے بدرجہ لاچاری اور حکم
ہوگا و بندوبست مناسب بابت کاموں درگاہ کے کرنا پڑیگا۔ اور بابت خاندان دیوانجی کہ پہلے
بارہ سال کے حضور میں دل لگا کر اور سنبھال کر دیوانجی کرکے اور قرض چالیس ہزار روپیہ
قرض خواہان لگے کو دیکر سب کو راضی کئے۔ اور ایسا بندوبست کیا تھا کہ بیس پچیس برس
میں سب قرضہ بیباق و خلاص ہو جاتا۔ اور صدرالدین صاحب اول کو کہ کاربند [illegible]
تعلق ان کے ہے بار بار لکھا آیا اب تک قرضے قلیل رجوع ہوا ہے۔ اور جیسا پھر دستہ پہلے
وہ کچھ نہ رہا۔ اگر صاحب سجادہ اپنے قول و قرار پر چلتے تو تا حال قریب نصف تو ادا ہو جاتا
اور جو زر کہ بیرونجات میں ہاتھ لگے آیا اگر اس کو ہم دو کرتے قرضہ پورا اتر جاتا۔ اور یہ بھی
ظاہر ہے کہ جیسا ہر ایک عزت سب گھرانے کے اٹھاتا ہے۔ اور آبرو رکھتا ہے
ویسا ہی دنیا سے بھی بدلا پہنچتا ہے۔ اور افسوس ہے کہ دیوانجی صاحب اپنی جائداد کی جگہ
سمجھکر اور چھوڑ کر ایسے غافل ہوئے کہ سال خبر نہ لی کہ صاحب سجادہ کو لیتے حضرت

خواجہ کے ہیں۔ باوجود اسکے نیک راہ نہ چلتے اور پرواہ جبکہ اپنی کی رکھتے تو دوسرے
لوگ ایسی بے پروائی کم کرتے۔ اور اب بھی جو صاحب سجادہ پرانے عزت اور جائداد
رجائے خود رکھینگے۔ تو پھر اسمیں ہم کو ضرورت تاکید و تنبیہ کے نسبت دیگران کے نہ ہوگی
بلکہ جیسی قدر و عزت اولاد حضرت کی ہے۔ اس سے زیادہ نیک نامی دنیا و دین مشہور ہوگی

اور نظر آتا ہے کہ جو وکیل دیوانجی و متولی حسب حکم عدالت سے خبر صحیح و راست موکلان اپنے
کو نہیں پہنچاتے اور اسی کے سبب وہ ناراض و ناخوش ہوتے ہیں اور فساد زیادہ بڑھتا ہے
لہٰذا انکے دونوں وکلا کو چاہئے کہ جو حکم عدالت ہو۔ اسکی خبر راست و درست پہنچایا
کریں۔ اور راہ غمازی کو چھوڑ دیں۔ اور اس پر بھی کچھ عمل نہوگا تو نسبت وکلائے
مذکورین حسب حکم مناسب نافذ ہوگا۔ اب معرفت ناظر کے ہر ایک کو اطلاع دیجاوے
اور ایک ایک نقل بھی ناظر کو دیجاوے کہ اصل روبکار پاس ہر ایک کے بھیجکر رسید اطلاع
یافت۔ دستخط خاص ان سے لکھا کر حضور میں پیش کرے ٭

العبد	العبد	العبد
دیوانجی صاحب سجادہ اولاد خواجہ صاحب	میر حفیظ علی متولی درگاہ شریف	رحمت اللہ وکیل
اطلاع ہوئی	مضمون روبکار ہذا سے اطلاع ہوئی	درگاہ شریف مضمون روبکار سے اطلاع ہوئی

مقابلہ نمودہ شد

بقرأت	بسماعت
عبد العلی نقلنویس	منشی ہر نائب محافظ دفتر اجمیر راجپوتانہ

قدیم مداخلت امین وتحصیلدار کہ از حضور شدہ اند بخوبی کُنا یندہ دہد۔

نقل شقہ بادشاہ

مشمولہ مثل نمبر ۱۲۰ محافظ خانہ رجسٹر درگاہ حضرت خواجہ صاحب

چوں اکثر بسمع اشرف رسیدہ کہ انتظام درگاہ شریف حضرت قطب الاقطاب خواجہ معین الدین چشتی واقع دار الخیر اجمیر نہایت ابتر و برباد وخراب است و باعث ابتری و بربادی عزیز علی متولی وغیرہ عملہ تحصیل کہ ہمہ خائن بودہ اند و در تحصیل دیہات و دیگر اخراجات وغیرہ متعلقہ درگاہ شریف تجویز خود آرائے امور نو احداث جاری ساختہ وغبن اقسام نمودہ چنانچہ چندیں می گزرد کہ بدریافت تغلب وتصرف بے جا و بے انتظامی درگاہ شریف تقرر متولی از طرف حضور معمول قدیم بودہ است و بدل فیض منزل منظور است کہ صلاحیت جمیع امور درگاہ شریف کہ مقام بزرگان و پیران خود است عزیز علی متولی خائن معزول فرمودہ خدمت تولیت بنام نورچشم مرزا تیمور شاہ بہادر و نیابت بنام سید مہدی علیخان صاحبِ سجادہ درگاہ شریف کہ بموجب شد آمد قدیم وفرامین سلاطین سابق وحضرت فردوس منزل انار اللہ برھانہ است مقرر فرمودیم۔ چنانچہ برکارِ مرقوم الصدر بماند لیکن چنانکہ مرکوز خاطر اقدس عالیست بہ سبب شعبدہ بازی و بدنہادی و فیلسوفی متولی معزول کہ چاشنی خار است و انجاح مدارج در انتظام آنجا دقایق باقی است۔ لہٰذا تجویز مقدمات وتدارک و بندوبست آں از تہ دل منظور وپیش نہاد بہ خاطر انور است و از بس ضرور است مزین بدستخط حضور ملفوفہ شقہ کرامت مرقومہ۔ نزد آں فدوی خاص فرستادہ شد۔ مرقوم کلک عنایت سلک میگردد کہ اصل و یا نقل بند 15-1-2013 مقدمات مرقومہ بلف چٹھی خود موسومہ ناظم اجمیر شریف بتاکید اکید بدیں مضمون روانہ نمایند کہ ہر مقدمات مرقومہ قرار واقعہ و رسید کواغذ سابق بدستور اندرون کوٹھہ و صاحب سجادہ برآوردہ معائنہ وفدوی عقیدت سرشت مولوی محمد خان کہ از حضور روانہ شدہ است کار امانت وتحصیل از دست نام بردہ می گرفتہ باشند وانچہ امین مسطور و دیوان مہدی علیخان صاحب سجادہ ظاہر کند۔ بموجب آں بندوبست قرار واقع کنایندہ مدام

صادر فرمایا جائے کہ فصل ربیع مذکورہ کا محصول قابض و متصرف سے لے کر شیخ سراج الدین کے حوالے کیا جائے۔ تاکہ وہ اطمینانِ دلی کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنا کام عرصہ تک جاری رکھ سکیں۔

ان مہروں پر ناموں کی تفصیل جو ثبت کی گئیں۔

غلام حسین ابن سید ابوالوالی	مہر شکستہ	غلام علی
مہر عطاء اللہ خادم درگاہ	شریف اللہ غلام خواجہ معین الدین	سید قاسم ابن نور الدین
محمد باقر ابن سید مرتضی بندۂ درگاہ۔	محمد طاہر خادم درگاہ	مہر فقیر اللہ خادم
غلام محمد بن جان محمد بندۂ درگاہ	عاشق طالب وصل محمد	محمد مراد بن سید ابوالمعالی
سید اللہ بخش	عبدہ مسیح اللہ	اشرف احمد
امجد محمد فاخر	سید دوست محمد	سید جعفر
محمد فاروق	حیات اللہ	محمد معصوم
دلیپ رائے غلام خواجہ معین الدین	اشرف احمد	
محمد علی فدوی فرخ سیر بادشاہ	سید لعل محمد خادم خواجہ معین الدین چشتی	
عبدالوہاب ابن شہاب		

دوسری مہریں کہ جن کے اندراجات پڑھے نہ جا سکے اسی حالت میں چھوڑتا ہوں۔ اصل تذکرہ دیوان اوقاف کے دفتر میں موجود ہے۔

خبر گران بودہ ہر وقت معاونت می کردہ باشند۔ و بعد فراغ انتظام کامل حسب رضائے صاحبِ سجادہ صاحب ممدوح بحضور پرنور اطلاع دہد۔ تساہل دریں باب نبرد۔

روبکار

کچہری صاحب سپرنٹنڈنٹ ضلع اجمیر

بہ جلوس ہنری میڈلٹن صاحب بہادر واقع یکم جون ۱۸۲۷ء

امروز شقہ خاص کرامت اختصاص حضور معلّی محمد اکبر شاہ بادشاہ دام اقبالہ بنام ایں جانب ملفوف خط انگریزی صاحب جج دہلی ورود یافت۔ و بوضوح انجامید کہ حضور معلّی میر عزیز علی را کہ بر عہدہ تولیت درگاہ شریف مقرر بودہ از عہدہ مذکور معزول کردہ و بہ بعضے وجہ مامور داشتن مومی الیہ بریں عہدہ اکنون منظور مزاج معلّی نیست و دیگر کس از پیش گاہ حضور معلّی برائے ایں عہدہ تجویز شدہ خواہد آمد۔ از انجا کہ در ہیچو امر متعلقہ درگاہ مداخلت بہ اہالیان سرکار منظور و متعلق نیست و ظاہرا عزل و نصب ایں عہدہ کہ ہمیشہ از حکم حضور معلّی شدہ آمدہ است نظر بریں اندریں باب امتثال امر فیض اثر حضور معلّی ضرور و از واجبات ست۔ لہٰذا

حکم شد

کہ از تاریخ ہذا میر عزیز علی متولی از عہدہ تولیت درگاہ دست بردار شود۔ و در امرے از حد متعلقہ درگاہ مداخلت نہ سازد و نقل روبکار ہذا جہت اطلاع نزد دیوان مہدی 15-1-2013 علیخان و میر عزیز علی امین درگاہ تحصیلدار درگاہ فرستادہ شود نقل شقہ لف خط دیوان جی فرستادہ آید و درج خط دیوان جی گردد کہ اگر بعد ایں حکم در احد درگاہ چیزے مداخلت نماید بایں جانب اطلاع دہند کہ تجویز بصیغہ فوجداری عنوان عدول حکمی بعمل خواہد آمد۔ و عرضداشت بجواب شقہ حضور منشی ایجنٹی نوشتہ سازد۔

تذکرہ

تذکرہ

صدر الصدور سید امجد خاں کی صدارت میں شیخ فخر الدین کی معزولی اور مذکورہ منصب پر شیخ سراج الدین چشتی کے تقرر کے سلسلہ میں

شیخ سراج الدین مرحوم کی وفات کے بعد شیخ منیر الدین مدظلہٗ العالی کے تقرر کے باب میں

ہم سب پیر زادگان اور ملازمین، اکابرین، خادمین، فقرا و صلحا زبدۃ الواصلین قدوۃ العارفین کے روضہ منورہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ جب حضرت والا فتح و کامرانی کے بعد اجمیر تشریف لائے اور قطب الاقطاب کی زیارت کے لئے گنبد مبارک کے اندر تشریف فرما ہوئے تو اس وقت سید فخر الدین سجادہ نشین تھے جنکی زبان سے ناشائستہ الفاظ نکلے نعوذ باللہ منہا (جن سے ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں) انکی ہو بہو آواز حضرت کے کان تک پہنچی۔ جب اوراد و وظائف سے فارغ ہوکر گنبد مبارک کے باہر تشریف فرما ہوئے تو صدر الصدور سید امجد خاں کو حکم دیا کہ فخر الدین اس مبارک مقام کی سجادگی کے لائق نہیں ہیں۔ انھیں تبدیل کر دیا جائے۔ حضرت کی اولاد میں سے ایک شخص کہ سجادہ نشینی کی لیاقت و قابلیت رکھتا تھا پیشی اقدس میں انھیں گذرانا گیا۔ صدر الصدور نے شہر کے اکابر اور بزرگوں سے تحقیق کی اور فخر الدین معزول کے چچا سید سراج الدین ولد سید ابوالفتح ابن سید علم الدین کو جو کہ نیکی و تقویٰ سے آراستہ، رات دن عبادت و ریاضت اور تلاوتِ قرآن پاک میں مشغول رہا کرتے تھے ملاحظہ عالی میں پیش کیا۔ چنانچہ حضرت ظلِ سبحانی نے از راہِ کرم سید سراج الدین کو منصبِ سجادہ نشینی پر فائز فرمایا اور اپنی عنایت سے خلعتِ خاصہ اور زنجیرِ فیل اور ایک ہزار روپیہ (۱۰۰۰) عطا فرمائے۔ سید سراج الدین مرحوم کی وفات کے بعد سید منیر الدین خلف سید سراج الدین مرحوم کو جو سجادگی کے لائق اور قابل تھے، اپنے عہد مبارک میں انکے والد کے انتقال پر سرفراز فرمایا۔ چنانچہ سید منیر الدین پہلے کے سجادوں کے دستور کے مطابق سجادہ نشینی کو سرانجام دے رہے ہیں اور دن رات عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے ہیں اور رات کی تین گھڑی باقی رہتی ہے تو گنبد مبارک میں حاضر ہو جاتے ہیں اور خلیفۂ وقت کی دولت میں اضافہ اور دنیا بھر میں آرام و سکون کیلئے دعا و فاتحہ گذرانا کرتے ہیں اور فقیروں، غریبوں، صالحوں اور آنے جانے والوں کی حتی المقدور

در باب تقرر منصب سجادگی بہ شیخ مصلح الدین وباز استقرار از منصب مذکور بہ شیخ سراج الدین از انتقال شیخ مصلح الدین

ذکریست در بیان آنکہ چوں غفران پناہ حضرت ظل سبحانی از راہِ قدردانی خدمت سجادہ نشینی زبدۃ الواصلین قدوۃ العارفین مقرب بارگاہِ جبروتی، قطب الاقطاب بحقائق و معارف آگاہ شیخ سراج الدین از تغیر سید فخر الدین عطا فرمودہ بعد رحلت حضرت از تغیر حقائق و معارف آگاہ مرحوم خدمت مسطورہ بہ سید مصلح الدین مقرر گردید محصول فصل ربیع ۱۱۱۹ سنہ فصلی موضع گیلوتہ تنخواہ مقرری سجادہ نشین کہ حق سراج الدین بود باوجودیکہ جنس نخود بتصرف خود آوردہ سید مصلح الدین محصولِ آں از شیخ سراج الدین استرداد کرد و جنس گندم و جو وغیر ذالک کہ در خرمن بود تمامی را متصرف شد۔ درینولا بندگان حضرت قدرقدرت سلیمان مرتبت حضرت از راہِ کرم و فضل من ابتدائے تاریخ چہاردہم ربیع الاول ۲ سنہ خدمت مرقومہ بشیخ سراج الدین مرحمت فرمود۔ سید نجم الدین کہ از انتقال سید مصلح الدین بر خدمت مسطورہ در ایام جہالت قیام داشت بمجرد استماعِ ایں خبر تمام محصول فصل ربیع ۱۱۲۰ سنہ فصلی موضع مرقوم کہ حاصلِ آں مبلغ یک صد و یک روپیہ دوازدہ آنہ نقد و موازی یک ہزار و دوصد و یازدہ من و بست ہشت (۲۸) آثار غلہ بوزن اکبری پیدا شدہ بود بتصرف خود آورد۔ ہر چند وزارت پناہ خواجہ محمد مقیم دیوان میر عباد اللہ نائب تولیت پناہ خواص خوانی متولی بموجب نالش کسان شیخ سراج الدین پیادہا تعین کردند کہ محصو[illegible] ثر نہ کرد و تمام محصول را نجم الدین گرفتہ گریختہ رفت چنانچہ تصرف طومار او بدستخط قانونگو وغیرہ عملہ و فعلہ موضع مرقوم موجود است اگر اندریں باب حسب الحکم بنام ناظم صادر شود محصول فصل ربیع مسطورہ از متصرف استرداد نمودہ بہ شیخ سراج الدین رساند تا بہ جمعیت خاطر بدعائے دوام ابد مدت اشتغال نماید۔

خدمت بجالاتے ہیں۔تمام لوگوں کے ساتھ ساتھ اکابرین، خدام اور بزرگ حضرات موصوفِ مذکور کے حسنِ سلوک کے سبب شکرگزار اور راضی ہیں۔

وہ مہریں جو تذکرہ کی پیشانی، حاشیہ اور نیچے ہیں اور جو پڑھی جاسکیں۔
ورنہ مہروں کی تعداد بہت ہے۔

(۱) مہر قمرالدین بن شمس الدین
(۲) محسن خان خانہ زادمحمد شاہ بادشاہ
(۳) مہر سید محمد خیراللہ محتسب خادم شرع شریف
(۴) قاضی ظہوراللہ
(۵) سید جعفر
(۶) شیخ محمد ولد عبدالرشید خادم درگاہ
(۷) سعداللہ بن شیخ فیض محمد خادم درگاہ
(۸) وارث محمد خطیب
(۹) محمد بڈھن فاروقی
(۱۰) محمد عاشق

دیگر مواہر کہ اندراج آنہا خواندن نمی توانستم بحال خود بگذاشتم اصل تذکرہ بدفتر دیوان اوقاف موجود است۔

15-1-2013

تذکرہ

اجمیر کے محلات میں سے اندر کوٹ میں واقع باغیچہ کے بارے میں

عرش آشیانی نے دیوان خواجہ حسین مرحوم کو سجادہ نشینی قطب الاقطاب کی خدمت پر قائم رکھا تھا۔ اندر کوٹ کے اندر واقع ایک باغیچہ جو دیوان مغفور کے قبضہ وتصرف میں تھا بعد ازاں جو سجادگان یکے بعد دیگر مسند پر بیٹھے وہ بھی باغیچہ مذکور پر قابض ومتصرف رہے اور حضرت خلد منزل کے عہد میں سجادہ نشینی کی خدمت حقائق ومعارف آگاہ شیخ سراج الدین کو حاصل ہوئی تو شیخ موصوف بھی پہلے کے سجادہ نشینوں کی طرح باغیچہ مذکور پر قابض ومتصرف تھے اور موجودہ صاحب سجادہ بھی باغیچہ مذکورہ پر قابض ومتصرف ہیں۔ اس میں کوئی بھی دوسرا شخص ان کا سہیم وشریک نہیں ہے جو کوئی سجادہ ہوتا ہے تو وہ باغیچہ مذکور کو اپنے قبضہ وتصرف میں لے لیتا ہے۔ ہر کوئی جو اس قال وحال سے آگاہی رکھتا ہے، اللہ اسکا بھلا کرے اپنی گواہی ثبت کرتا ہے یا اجازت دیتا ہے تاکہ اللہ کے پاس اجر پائے اور لوگوں میں مشکور ہو۔

مہریں

(۱) شیخ احمد فدوی فرخ سیر بادشاہ
(۲) قاضی عبداللطیف
(۳) عطاء اللہ
(۴) محمد علی فدوی فرخ سیر بادشاہ
(۵) مہر خادم درگاہ
(۶) سید قاسم بن نورالدین
(۷) محمد عزیز نبیرہ سلطان التارکین
(۸) باقر ابن سید مرتضی بندۂ درگاہ
(۹) محمد فاروق بندۂ درگاہ
(۱۰) عبد مسیح الدین
(۱۱) غلام علی
(۱۲) اسداللہ
(۱۳) محمد افضل
(۱۴) محمد مراد
(۱۵) عاقل
(۱۶) سید الٰہ بخش
(۱۷) دولت محمد
(۱۸) سید محمود
(۱۹) حیات اللہ

قانون گو کے ہندی دستخط

تذکرہ

در باب عزل شیخ فخر الدین ونصب شیخ سراج الدین چشتی بمنصب سجادگی بصدارت سید امجد خان صدر الصدور واستقرار منصبِ مذکور بہ شیخ منیر الدین صاحب مدظلہ العالی بعد وفات شیخ سراج الدین مرحوم ومغفور

ما یانکہ جمیع پیرزادہا وارباب وظائف واکابران وخادمان وفقرا وصلحا متعلقان روضۂ منورہ زبدۃ الواصلین قدوۃ العارفین ایم۔ ہرگاہ حضرت بعد فتح کام بخش باجمیر تشریف آوردند و برائے زیارت قطب الاقطاب اندرون گنبد مبارک تشریف فرمودند۔ درآنوقت سید فخر الدین سجادہ نشین بود۔ از زبانِ او بجناب کرامت مآب الفاظِ ناشائستہ برآمد۔ نعوذ باللہ منھا۔ ہو بہو آوازِ او بگوش حضرت رسید۔ چوں از اوراد و وظائف مفروغ شدہ بیرونِ گنبد مبارک تشریف فرمودند۔ بصدر الصدور سید امجد خان حکم شد کہ فخر الدین لائقِ سجادگی ایں مکانِ متبرکہ نیست، تغیر فرمودیم۔ شخصے کہ از اولادِ حضرت لیاقت وقابلیت سجادہ نشینی داشتہ باشد بنظرِ انور بگذارند۔ صدر الصدور حکم از اکابران و بزرگانِ شہر تحقیق نمودہ سید سراج الدین ولد سید ابوالفتح ابن سید علم الدین عمِ فخر الدین معزول بود بصلاح وتقویٰ آراستہ شب وروز بعبادت وریاضت وتلاوت قرآن مشغول بودند بنظر مبارک گزرانید۔ چنانچہ حضرت ظل سبحانی از راہِ تفضّل سید سراج الدین را منصبِ سجادہ نشینی مفوض فرمود بعنایت خلعت خاصہ وزنجیر فیل و یک ہزار روپیہ سرفراز فرمودند۔ بعد وفات سید سراج الدین مرحوم سید منیر الدین خلف سید سراج الدین مرحوم کہ قابل ولائق سجادگی بود در عہد مبارک از انتقال پدرِ خود سرفراز شدند چنانچہ سید منیر الدین مذکور سجادہ نشینی رابدستور سجادہائے پیشین سرانجام می دہد۔ ولیل ونہار بعبادت و ریاضت حق اشتغال دارد۔ ومدام بوقت سہ گھڑی شب باقیماندہ درگنبد مبارک حاضر می شود و برائے ازدیادِ دولت ابدمدت خلیفۂ زمین وزمان باعثِ آرام عالم وعالمیان فاتحہ

15-1-2013

جمیع پیرزادگان ملازمین، خدام ووابستگان درگاہ شریف وغیرہ کی شہادت سے سید امام الدین صاحب سجادہ کی سجادہ نشینی کے وقت

محضر (درخواست) کی نقل

قطب الاقطاب قدس سرہ العزیز

ہم سب پیرزادگان، ملازمین، خدام وغیرہ حضرت سلطان العارفین مقرب بارگاہ جبروتی کاشف اسرارِ لاہوتی حضرت (غریب نواز) کی درگاہ سے وابستہ اور سب کے سب شہر اجمیر میں سکونت پذیر ہیں۔ کسی شک یا ریا سے بالاتر ہم سب یہ معتبر اقرار کرتے ہیں کہ جس روز سید سراج الدین پیرزادہ سجادہ نشین کا انتقال ہوا تو وراثتاً روضہ متبرکہ کے منصبِ سجادگی پر حقائق و معارف آگاہ سید منیر الدین مقرر و فائز کئے گئے وہ ہم لوگوں کے رجوع کردہ ہر امر کی جانب غور وخوض کرتے اور خوب توجہ وعنایت فرمایا کرتے تھے اور ہمارے حق میں رعایت بھی فرماتے تھے۔ چنانچہ ہم سب خدام اس پُرامن دور سے گذرے اور ہم حقائق آگاہ سے راضی وشاکر رہے۔ بلدہ اجمیر میں تشریف آوری کے موقع پر سید سراج الدین خلد مکان کے روضہ مقدسہ کو آپ نے خود اپنے ہاتھوں سے آراستہ فرمایا لیکن معارف آگاہ مذکور نے بھی قضائے الٰہی سے اپنی زندگی کی امانت خدا کے سپرد فرمادی۔ جس کے بعد آپ کے ورثاء میں سید امام الدین اور سید فیض الدین باقی رہے۔ لیکن سجادہ نشین مرحوم کے فرزند اکبر سید امام الدین جو فضیلت اور تقویٰ کے زیور سے آراستہ ہیں۔ آپ اپنے والد بزرگوار کے حکم پر چھ ماہ قبل ہی اجمیر شریف پہنچے اور دنیاوی معاملات کو ترک کر کے گوشۂ قناعت اختیار کیا۔ رات دن اپنے والد کی خدمت میں حاضر رہے۔ حالات کا علم ہونے کے بعد ہم لوگ انھیں یگانۂ روزگار تصور کرتے ہیں اور موصوف مذکور سے بہت راضی بھی ہیں۔ چونکہ آپ اپنے وابستگان کی کثیر جماعت اپنے ہمراہ رکھتے ہیں اور ذریعہ معاش کچھ بھی نہیں ہے لہٰذا منصب سجادگی کی خدمت پر حقوق وراثت کے طور پر اگر سید امام الدین مقرر ہو جائیں تو درگاہ کی رونق بڑھ جائے

می خواند۔ وخدمت فقرا وغربا وصلحا ومردمانِ صادر ووارد حتی المقدور بجا می آرد۔ با مردم جمیع اکابران وخادمان وبزرگان وغیرہ از حسنِ سلوکِ مومی الیہ راضی وشاکر ایم۔

15-1-2013

گی۔ اور ہم لوگ بھی آرام سے رہیں گے۔ اس بنا پر یہ چند کلمات راضی نامہ کے طور پر تحریر کردیئے گئے۔ ۱۴ رربیع الآخر سنہ ۲۳

گلے بشکفت قمر الدین ز گلزارِ معین الدین

معین الدین کے گلزار سے ایک پھول قمر الدین کھل اٹھا

خاکپائے تو شد عطاء اللہ خواجہ معین الدین

تمہارے پاؤں کی خاک ہوگیا عطاء اللہ خواجہ معین الدین

ز اولادِ علی ، آل پیمبر، نسل معین الدین

معین الدین کی نسل پیغمبر کی آل اور علی کی اولاد سے ہے

جمال الدین از نسلِ خواجہ معین الدین

خواجہ معین الدین کی نسل سے جمال الدین ہے

مہریں

(۱) غیاث الدین

(۲) "دلے بود کہ برہان حق رضا جوید"

(ایک دل تھا کہ حق کی برہان کی تلاش کرتا ہے۔)

(۳) مہر کمال دین محمد ضیاء الدین سے

(۴) (مہر چھوٹی) جو پڑھی نہیں جاتی

(۵) (مہر چھوٹی) جو پڑھی نہیں جاتی

(۶) (مہر مربع) جو پڑھی نہیں جاتی

(۷) جنید موسوی

(۸) محمد فاخر

(۹) جواج الدین بن نظر محمد

(۱۰) (مہر ہلالی) محمد سادات

(۱۱) مہر جو پڑھی نہیں جاتی

(۱۲) غلام محی الدین خادم

(۱۳) علاء الدین احمد

(۱۴) غلام عنایت فیاض

(۱۵) مہر نور علی ادہمی

(۱۶) مہر جو نہیں پڑھی جاتی

(۱۷) عبدہ محمد حسن

(۱۸) بڑی گول مہر پیشانی پر جو پڑھی نہیں جاتی

تذکرہ

در باب باغیچہ واقع اندر کوٹ من محلات دارالخیر اجمیر

عرش آشیانی بر خدمت سجادہ نشینی قطب الاقطاب دیوان خواجہ حسین مرحوم قیام داشت یک باغیچہ واقع اندرون اندرکوٹ کہ بہ قبض وتصرف دیوان مغفور بود بعد ازان سجادہا کرسی بہ کرسی شدند و بر باغیچہ مُذکور قابض ومتصرف می بودند۔ و در عہد حضرت خلد منزل خدمت سجادہ نشینی بہ حقایق و معارف آگاہ شیخ سراج الدین گشت۔ شیخ مومی الیہ نیز بر باغیچہ سجادہائے پیشین بر باغیچہ مذکور قابض ومتصرف بود۔ وحالا ہم صاحبِ سجادہ بر باغچہ مسطورہ قابض ومتصرف اند۔ ہیچ کس سہیم و شریک دران نیست ہر کہ سجادہ می شود باغچہ مرقومہ را بہ قبض وتصرفِ خود می آرد وہر کہ بر مصداقِ ایں مقال وایں حال آگاہی داشتہ باشد وحسبۃً للہ گواہی خود ثبت نماید یا اجازت دہد کہ عند اللہ ماجور وعند الناس مشکور گردد۔

15-1-2013

دستخط قانون گو بخط ہندی

نقل محضر

بہ شہادت جمیع پیرزادہا وارباب وظایف وخدما وغیرہ وابستگانِ درگاہ شریف بوقت سجادہ نشینی سید امام الدین صاحب سجادہ

قطب الاقطاب قدس سرہ العزیز

ما یانکہ جمیع پیرزادہ ہا و اربابِ وظایف و خدما وغیرہ وابستگانِ درگاہ حضرت سلطان العارفین، زبدۃ الواصلین، مقرب بارگاہِ جبروتی، کاشفِ اسرار لاہوتی، حضرت وجمہور سکنہ بلدہ دارالخیر اجمیر ایم۔ اقرار معتبر لاریب فیہ والریا می نمائیم بدیں وجہ کہ چوں ازاں روز یکہ از انتقال سید سراج الدین پیرزادہ سجادہ نشین از روے ارث خدمت منصبِ سجادگی روضہ متبرکہ بر حقایق و معارف آگاہ سید منیر الدین مقرر ومفوض گشتہ در ہر امور مرجوعہ ما مردم سعی غور و پرداخت و بذل وتوجہات فرواں می کردند۔ و در حق ما مردم بر طبق استعداد مراعات نیز می فرمودند چنانچہ ما بندہا در مہد امن بودہ از حقایق آگاہ راضی و شاکر ماندیم۔ وبہنگام تشریف آوردن خلد مکان در بلدہ اجمیر۔ کاکل حضرت خدیو گیہان گیتی خدا سید سراج الدین والا حقایق آگاہ در روضۂ مقدسہ از دست خود تراشیدہ بودند۔ درینولا۔ معارف آگاہ مذکور بہ قضائے الٰہی ودیعت حیات سپردہ۔ وسید امام الدین وسید فیض الدین ورثہ ماندند۔ سیما سید امام الدین خلف کلاں سجادہ نشین مرحوم 15-1-2013 بزیورِ فضیلت وتقویٰ آراستہ وپیش از شش ماہ مشاراً الیہ بموجب ایمائے والد بزرگوار خود در اجمیر رسیدہ وترکِ معاملات دنیا کردہ وزاویہ قناعت گزیدہ شب و روز در خدمت والد حاضر می ماند۔ ودر خبر گرفتگی احوال ما مردم یگانۂ روزگار تصور می تواں نمود واز مشاراً الیہ بسیار راضی ایم۔ چوں جماعت کثیر وابستہ ہمراہ دارد ومعیشت ہیچ نیست۔ اگر خدمت منصبِ سجادگی بر سبیل حقوق وراثت بہ سید امام الدین مقرر شود۔

مقدمہ درگاہ رونق خواہد یافت و ما مردم بہ آرام خواہیم بود۔ بنا براں ایں چند کلمہ بہ طریق راضی نامہ نوشتہ دادیم۔ ۱۴؍ربیع الآخر سنہ ۲۳

گلے بشکفت قمر الدین ز گلزارِ معین الدین

خاکپائے تو شد عطاء اللہ خواجہ معین الدین

ز اولادِ علی ، آل پیمبر، نسل معین الدین

جمال الدین از نسلِ خواجہ معین الدین

15-1-2013

15-1-2013

15-1-2013

حضرت خواجہ بزرگ معین الاولیا معین الحق والدین قدس سرہٗ کی
نسبی اولاد کا ذکر

خواجہ بزرگ کے تین صاحبزادے خواجہ سید فخر الدین، خواجہ سید ضیاء الدین ابوسعید، خواجہ سید حسام الدین اور ایک صاحبزادی حافظ بی بی جمال تھیں۔

خواجہ سید حسام الدین: ابدالوں کی صحبت میں رہے اور لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہو گئے۔

خواجہ سید ضیاء الدین ابوسعید: کے دو بیٹے تھے۔ خواجہ احمد اور خواجہ وحید۔ ان کا ذکر فوائد الفؤاد میں مذکور ہے۔ لیکن اس سے زیادہ معلومات نہیں ہیں۔

خواجہ سید فخر الدین: خواجہ بزرگ کے زمانے میں مقام ناندن (مانڈل) میں سکونت پذیر تھے۔ کھیتی باڑی کی زمین کی پریشانی کی وجہ سے خواجہ بزرگ کو بادشاہ دہلی کے پاس جا کر آپ کے لئے فرمان لانا پڑا تھا۔ آپ نے وہیں زندگی گذاری۔ اس کے بعد قصبہٗ سرواڑ جو اجمیر شریف سے ۱۶ر فرسنگ (۶۵ کلومیٹر) پر ہے سکونت اختیار کر لی۔ اور اسی جگہ واصل بحق ہوئے۔ آپؒ کا مزار پاک قصبہ کی آبادی میں ایک بڑے تالاب کے کنارے واقع ہے۔

خواجہ فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادوں میں بڑے بیٹے سید حسام الدین ہیں۔ ان کا حال اکثر کتابوں میں مذکور ہے۔ باقی دوسروں کا حال معلوم نہ ہو سکا۔ خواجہ فخر الدین چشتی کا سالِ وفات سنہ ۶۵۳ھ ہے۔

بی بی حافظہ جمال بنت خواجہ بزرگ: آپکے دو فرزند پیدا ہوئے اور خدا سے جا ملے۔ بی بی حافظہ جمال اور انکے صاحبزادوں کے مزار خواجہٗ بزرگ کے روضہ کے پائتیں میں ہیں۔ بی بی جمال کے شوہر شیخ رضی الدین تھے جو قصبہٗ ناگور میں مندولا تالاب کے کنارے آسودہ ہیں۔

خواجہ حسام الدین سوختہ بن خواجہ سید فخر الدین: زمانے بھر میں برگزیدہ اور سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے ہم صحبت تھے۔ سوز و گداز اور عشقِ الٰہی رکھنے کے باعث اقصائے عالم میں سوختہ کے لقب سے مشہور ہوئے۔ آپ کا مزار شریف اجمیر شریف کے راستہ میں قصبہٗ سانبھر میں موجود ہے اور یہ بات تحقیق شدہ ہے کہ آپ کے دو صاحبزدے

15-1-2013

پیدا ہوئے۔خواجہ معین الدین خُرد اور خواجہ قیام الدین ببر بال۔خواجہ سوختہ موصوف سات سو اکتالیس ۷۴۱ھ میں واصل بحق ہو گئے۔

خواجہ معین الدین خُرد بن خواجہ حسام الدین سوختہ: نصیر الدین محمود نصیر الاولیاء کے خلیفۂ اعظم تھے۔آپ کا مزار پاک خواجہ بزرگ کے مزار کے پائتیں سنگ مرمر کی جالی میں ہے خواجہ معین الدین خُرد سے ایک فرزند سید نظام الدین اور ان سے سید فرید الدین اور ان سے سید قطب الدین ہوئے جن کا لقب چشت خان تھا۔اور یہ چشت خاں مالوہ فوج کے سپہ سالار تھے۔خواجہ معین الدین خُرد کی اولاد میں سے ایک سید بدھ تھے۔جنھوں نے سلطان محمود سے سید الملک کا خطاب پایا۔خواجہ معین الدین خُرد کی دوسری اولاد کا مفصل حال معلوم نہیں ہے۔سوائے اس کے کہ ان کی اولاد و احفاد میں سے چند لوگ ابھی بھی دکن اور مالوہ کے نواح میں سکونت رکھتے ہیں۔حضرت خواجہ خُرد نے ۷۶۱ھ میں رحلت پائی۔

خواجہ قیام الدین ببر بال بن خواجہ حسام الدین سوختہ: مردِ دلیر تھے اور بت پرستوں کے مقابلہ میں بہادرانہ زندگی بسر کی۔اسی وجہ سے ان کو ''ہٹیلا باگھ'' کہتے تھے۔ان سے ایک فرزند ہوئے۔خواجہ قیام الدین کا مزار خواجۂ بزرگ کے پائتیں سنگِ مرمر کی سفید جالی میں اپنے بھائی خواجہ معین الدین خُرد کے برابر ہے۔خواجہ ببر بال نے اس دنیائے فانی سے ۷۶۷ھ میں انتقال کیا۔

خواجہ نجم الدین خالد بن خواجہ قیام الدین: ان سے دو صاحبزادے پیدا ہوئے۔

سید ابو زید بن خواجہ نجم الدین خالد کے دو فرزند ہوئے۔خواجہ احمد اور خواجہ وحید۔ان دونوں کا اس سے زیادہ حال معلوم نہ ہو سکا۔خواجہ خالد نے ۷۶۷ھ میں وفات پائی۔

سید کمال الدین حسن احمد: خواجہ نجم الدین خالد کے دوسرے صاحبزادے ہیں۔(انکو بعض نے خواجہ سید نجم الدین خالد کا چھوٹا بھائی کہا ہے۔جنکو خواجہ سید نجم الدین نے اپنی فرزندی میں قبول کر لیا تھا۔)ان کا سالِ وفات ۷۸۶ ہجری قدسی ہے۔

شہاب الدین: خواجہ سید کمال الدین کے فرزند ہیں۔انتہائی پرہیز گار تھے۔آپ نے بت پرستوں سے بڑی تکلیفیں برداشت کیں۔۸۱۱ھ میں فوت ہوئے۔ان کے صاحبزادے

سید تاج الدین بایزید بزرگ: بڑے دانشمند اور متبحر عالم تھے۔دینی علوم حاصل کئے

15-1-2013

۔اورجس زمانے میں کہ بت پرستوں کی چیرہ دستیوں سے اسلام کی بنیاد دارالخیر اجمیر میں منقطع ہوگئی تھی بالآخر جب سلطان خلجی نے اسلام کی رونق بحال کی۔تو سید تاج الدین کو مسلمانوں کے درس وتلقین کے لئے مامور کیا۔جیسا کہ ''گلزارِابرار'' اور ''اخبارالاخیار'' وغیرہ میں تفصیل سے تحریر ہے۔ ۸۸۰ھ میں آپ نے اس دنیا سے رحلت فرمائی۔انکی بیوی مفتی محمود دہلوی شیخ الہند کی بیٹی تھیں۔

سید نورالدین طاہر: شیخ تاج الدین کے لائق فرزند ہیں۔انکی بیوی حضرت خواجہ مخدوم حسین ناگوری کی صاحبزادی تھیں۔جیسا کہ اخبارالاخیار اور مونس الارواح سے ظاہر ہے۔مدتِ دراز تک جادۂ مشیخت وارشاد پر فائز رہے ۹۰۵ھ میں جاں بحق ہوئے۔

سید رفیع الدین بایزید خُرد: نورالدین طاہر کے فرزندِ دلبند ہیں۔صاحبِ علم وعمل، صاحبِ کرامت وخوارق تھے۔عرصۂ دراز تک اپنے جدّ بزرگوار کے روضۂ مبارک میں درس دیا۔اور بے شمار بادیۂ ضلالت کے گمراہوں کو سیدھا راستہ دکھایا۔اِنکی زوجہ خواجہ حمیدالدین صوفی سوالی کے خاندان سے تھیں۔ان کے احوال میں ''گلزارِابرار'' کتاب شاہد ہے۔ان کا سالِ وفات ۹۲۲ھ ہے۔

سید معین الدین ثالث: سید رفیع الدین بایزید خُرد کے فرزندِ جگر پیوند ہیں۔جس وقت اجمیر میں ہندوراجاؤں کا ظلم وستم حد سے گذرا۔یہ کم عمر تھے۔ان کے جاں نثار خادموں نے انھیں یہاں سے ناگور پہنچایا۔جو انکی والدہ محترمہ کا وطن تھا۔یہیں پر اقامت اختیار کی۔اور خواجہ حمید الدین صوفی سوالی کے خاندان کی ایک پاکدامن خاتون سے شادی کی۔اور یہیں پر ۹۴۰ھ میں رخت سفر باندھا۔اور حضرت خواجہ حمیدالدین صوفی سوالی کے جوار میں مدفون ہوئے۔انکے تین بیٹے خواجہ حسن، خواجہ حسین اور خواجہ ابوالخیر تھے۔

خواجہ حسن: یہ مجذوب تھے۔انکی دو بیٹیاں ہوئیں۔ایک بی بی سلطان خاتون، جنکا نکاح سید ولی محمد بن خواجہ ابوالخیر سے ہوا۔دوسری ملکہ جہاں کہ جن کا نکاح سید شاہ محمد بن خواجہ ابوالخیر سے ہوا۔

دیوان خواجہ حسین: نے شادی نہیں کی۔

تذکرہ انساب اولاد

حضرت خواجہ بزرگ معین الاولیا معین الحق والدین قدس سرہٗ

خواجہ بزرگ یک دختر و سہ پسر داشت۔ خواجہ سید فخر الدین۔ خواجہ سید ضیاء الدین ابوسعید۔ خواجہ سید حسام الدین۔ وحافظہ بی بی جمال۔

خواجہ سید حسام الدین: بہ صحبت ابدال پیوست واز چشم مردم پنہاں شد۔

خواجہ سید ضیاء الدین ابوسعید: دو پسر داشت۔ خواجہ احمد وخواجہ وحید کہ ذکرِ ایشاں درنسخہ فوائد الفؤاد مذکور است۔ اما بیش ازیں معلوم نیست۔

خواجہ فخر الدین: در زمانِ حضرت خواجہ بزرگ در موضع ناندن سکونت داشت و بہ تردد کاشتکارے اراضی کہ حضرت خواجہ بزرگ بجہت آں پیش بادشاہ دہلی رفتہ فرمان آوردہ بود۔ زندگی می کرد۔ وبعدہٗ در قصبہ سرواڑ کہ از اجمیر شانزدہ فرسنگ است سکونت اختیار کرد۔ وہموں جا بوصال حق پیوست۔ مرقدِ پاکش در آبادیئے قصبہ برلبِ حوضِ بزرگ واقع است۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

واز جملہ پسرانِ او سید حسام الدین پسر بزرگ کہ احوالِ او در اکثر کتب مذکور است۔ باقی حال دیگراں معلوم نشد۔ سالِ وفاتش سنہ ۶۵۳ ہجری است۔

بی بی جمال حافظہ دختر خواجہ بزرگ: از وے دو پسران بوجود آمدند۔ و برحمت حق پیوست۔ قبر بی بی جمال وفرزندانش پائیں روضۂ شریف خواجہ بزرگ است وجفتِ شرعی بی بی جمال شیخ رضی الدین بود کہ در قصبہ ناگور بر کنار تالاب مندولا آسودہ است۔

خواجہ حسام الدین سوختہ بن خواجہ سید فخر الدین: برگزیدۂ آفاق وہم صحبتِ سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیا بود۔ وبجہت سوز وگداز وعشق کہ داشت در اقصائے عالم بہ لقب سوختہ مشہور گشت۔ مرقدِ پاکش در قصبہ سانبھر باختر سوئے بر سر راہ اجمیر نمودار است ومحقق است کہ از وے دو پسران بوجود آمدند۔ خواجہ معین الدین

خواجہ ابوالخیر: کے بارہ بیٹے تھے۔ پانچ والد کی زندگی میں ہی ایامِ طفولیت میں فوت ہو گئے۔ سات باقی رہے۔۔ سید ولی محمد، سید علم الدین، سید شاہ محمد، سید معین الدین، سید شہاب الدین، سید محمود، سید مودود۔ خواجہ ابوالخیر کا سالِ وفات ۹۲۰ھ ہے۔

سید ولی محمد بن خواجہ ابوالخیر: انھیں اپنی زوجہ سلطان خاتون سے ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہوئی۔

سید عبدالستار بن دیوان ولی محمد: یہ مجذوب تھے۔ انکے فضائل کا تذکرہ ''مدائنِ معین'' میں مذکور ہے۔ ''سوندھا شاہی'' گروہ انھیں سے منسوب ہے۔ سید ولی محمد کی دو دوسری بیویاں بھی تھیں۔ جن سے دولڑکے ہوئے اور بچپن میں ہی فوت ہو گئے۔

بی بی جھنی بنت سید ولی محمد بن ابوالخیر: یہ سید بایزید بن سید شاہ محمد بن خواجہ ابوالخیر کی منکوحہ ہوئیں۔

سید شاہ محمد بن سید خواجہ ابوالخیر بن معین الدین ثالث: انکی بیوی ملکہ جہاں بنت خواجہ حسن تھیں۔ انکے تین لڑکے ہوئے۔ اول سید ابراہیم۔ دوم سید عبدالصمد۔ سوم سید بایزید۔ سید عبدالصمد سے اولاد ہوئی لیکن زندہ نہ رہی۔ سید ابراہیم کے دولڑکے ہوئے۔ اول سید غیاث الدین جو لاولد فوت ہوئے۔ دوم سید محمد طاہر جو آرکاٹ جاکر سکونت پذیر ہوئے۔ انکی اولاد واحفاد ابھی تک وہاں باقی ہے۔ اور سید طاہر چشتی کی اولاد کے نام سے مشہور ہے۔ سید بایزید کی دو بیویاں تھیں۔ ایک بی بی جھنی بنت سید ولی محمد۔ دوسری بیوی غیر کفو تھی۔ بی بی جھنی کی ایک بیٹی مسماۃ بی بی راستی تھیں جنکو راج بی بھی کہتے تھے۔ یہ سید فخر الدین عرف سید ہزاری کی زوجہ تھیں۔ سید بایزید کی زوجہ جو نارنول کے سادات خاندان سے تھی ان سے دو بیٹیاں ہوئیں۔ اول بی بی نصرت جو خواجہ نعمت اللہ متولی سے منسوب ہوئیں۔ دوسری عزت بی بی جو بوڑھی ہو کر فوت ہوئیں۔

سید محمود و سید مودود: یہ دونوں خواجہ ابوالخیر کے بیٹے ہیں۔ مجرد زندگی گزاری اور لاولد فوت ہوئے۔

شہاب الدین بن سید خواجہ ابوالخیر: انکے دولڑکے ہوئے۔ ایک سید محی الدین دوسرے عاشق محمد عرف سید اچھا۔ سید محی الدین کے ایک لڑکا سید فخر الدین عرف سید ہزاری ہوا۔ اور دو لڑکیاں ہوئیں۔ اول جان بی بی جو سید شمس الدین کی منکوحہ ہوئیں۔ دوسری فاطمہ جو سید عبدالنبی

خُرد و خواجہ قیام الدین ببر بال۔ و خواجہ سوختہ موصوف در سال هفت صد و چهل و یک برحمتِ حق پیوست۔

خواجہ معین الدین خُرد بن خواجہ حسام الدین سوختہ: خلیفۂ اعظم نصیر الدین محمود نصیر الاولیا بود۔ مرقدِ پاکش پائیں مزار حضرت خواجہ بزرگ است۔ در مجر سنگِ سفید۔ از وے یک پسر بود۔ سید نظام الدین واز و سید فرید الدین واز و سید قطب الدین است کہ بہ چشت خان ملقب بود۔ و سپہ سالاری افواج مالوہ داشت۔ و یکے از نبائر خواجہ معین الدین خُرد سید بدھ بود کہ از سلطان محمود خلج خطاب سید الملک یافت۔ دیگر حال مفصل اولاد خواجہ معین الدین خُرد معلوم نیست۔ جز آنکہ از اولاد و احفادِ او کسانے چند در نواحِ دکن و مالوہ ہنوز سکونت دارند و حضرت خواجہ خُرد در ۶۱؁ھ رحلت فرمود۔

خواجہ قیام الدین بابربال بن خواجہ حسام الدین: مرد دلیر بود و با پیکر پرستاں شیرانہ بسرمی برد ازیں جہت اورا ہٹیلا باگھ می گفتند۔ از وے یک پسر بود۔ قبر خواجہ قیام الدین پائیں روضۂ خواجہ بزرگ، برابر مرقد برادرِ او خواجہ معین الدین خُرد واقع است۔ در مجر سنگِ سفید۔ خواجہ بابربال در ۶۷؁ھ ازیں دارِ ناپائیدار انتقال کرد۔

خواجہ نجم الدین خالد بن خواجہ قیام الدین: از وے دو پسران بوجود آمدند۔

سید ابو یزید بن خواجہ نجم الدین خالد: دو پسر داشت۔ خواجہ احمد و خواجہ وحید۔ بیش ازیں حالِ ایشاں معلوم نشد۔ خواجہ خالد در ۷۶؁ ہجری وفات یافت۔

سید کمال الدین حسن احمد فرزندِ دوم خواجہ نجم الدین خالد است۔ (و اورا بقول بعضے برادر خُرد خواجہ نجم الدین خواندہ اند کہ خواجہ سید نجم الدین اورا بہ فرزندی هم قبول کردہ بود) سالِ وفاتش ۸۶؁ ہجری قدسی است۔

شہاب الدین فرزند خواجہ سید کمال الدین است۔ از بس متورع بود و از دست پیکر پرستاں اذیت ہا برداشت و در ۸۱۱؁ھ فوت شد۔ و اورا پسرے بود

سید تاج الدین بایزید بزرگ: دانشمند بزرگ و عالمِ متبحر بود۔ اکتسابِ علومِ دینیہ

بن سید ابوالبرکات سے منسوب ہوئیں۔

سید فخر الدین عرف سید ہزاری کی دو لڑکیاں ہوئیں۔ اول بزرگ نساء جو مفرح الدین بن دیوان فخر الدین کی منکوحہ ہوئیں۔ دوم بی بی فرزانہ جو سید مصلح الدین بن دیوان فخر الدین سے منسوب ہوئیں۔ اور شہاب الدین کے دوسرے بیٹے سید عاشق محمد کے ایک لڑکا سید نتھو اور چھ لڑکیاں ہوئیں۔ اول بی بی حفیظہ تھیں جو سید شرف الدین بن سید نظام کے عقد میں آئیں۔ دوسری لڑکیوں کا حال معلوم نہ ہوسکا۔ سید نتھو بن سید عاشق محمد عرف سید اچھا کے ایک لڑکا سید غلام حسین ہوا جو شادی سے پہلے سفر پر گیا اور واپس نہ آیا۔

سید خواجہ علم الدین بن سید خواجہ ابوالخیر: انکی زوجۂ عفیفہ کا اسمِ گرامی زحیب النساء ہے۔ جو سلطان التارکین خواجہ حمید الدین ناگوری کی صحیح اولاد میں سے تھیں۔ ان سے تین لڑکے وجود میں آئے۔ اول سید علاء الدین۔ دوم سید حسام الدین۔ سوم سید ابوالفتح۔

معلوم ہو کہ سید علاء الدین بن سید علم الدین: کے تین لڑکے اور تین لڑکیاں ہوئیں۔ سید محمد جو پہلے لڑکے تھے سجادہ نشین ہوئے۔ انکی دو اہلیہ تھیں۔ ان میں سے ایک بیوی سلطان التارکین کے خاندان سے تھیں۔ جنکے بطن سے ایک لڑکی ہوئی جسکا نام فخر النساء تھا جو شیخ عبدالرزاق نبیرہ سلطان التارکین سے منسوب ہوئیں۔ سید محمد کی دوسری بیوی مسماۃ ملیح النساء غیر کفو تھیں۔ یعنی شیخ بھنیا جو قصبہ کرانہ کے رہنے والے تھے انکی بیٹی تھیں۔ ان کے بطن سے چار لڑکے ہوئے۔ اول فخر الدین جو سید محمد کی وفات کے بعد سجادہ نشین ہوئے۔ لیکن چونکہ شاہ عالم بہادر شاہ بن اورنگ زیب کو ان سے ملال تھا۔ اس وجہ سے منصبِ سجادگی سے معزول ہوئے۔ اور سید سراج الدین بن ابوالفتح انکی جگہ فائز ہوئے۔ اب تک منصبِ سجادگی انہی کی اولاد میں برقرار ہے۔

سید فخر الدین بن سید محمد: کی تین بیویاں تھیں۔ اول بی بی جینی بنت نواب فیض اللہ خان جو مخدوم سید جلال بخاری کی اولاد میں سے تھیں۔ لیکن ان سے اولاد نہیں ہوئی۔ دوسری بیوی بی بی عزیز بانو تھیں۔ ان کے بطن سے دو لڑکے ہوئے۔ اول سید مفرح الدین۔ دوم سید مصلح الدین۔ تیسری بیوی غیر کفو تھیں۔ ان کے بطن سے ایک لڑکا سید نجم الدین ہوا۔

سید سیف اللہ: سید محمد کے دوسرے بیٹے ہیں بعض لوگوں نے ان کا نام شریعت اللہ بھی لکھا

کرد۔ دراں زمانے کہ از چیرہ دستی پیکر پرستاں بنائے اسلام در دارالخیر اجمیر قطع گردیدہ بود بالآخر وقتے کہ سلطان خلج رونق اسلام تازہ کرد سید تاج الدین را بہ درس و تلقین جماعہ اسلام در اجمیر مامور فرمود چنانکہ در گلزارِ ابرار و اخبار الاخیار وغیرہ بشرح و بسط مندرج است۔ در سنہ ۸۸۰ھ ازیں سرائے پنج روزہ رحلت فرمود۔ وزوجۂ او دختر مفتی محمود دہلوی شیخ الہند بود۔

سید نور الدین طاہر: پسر ارجمند شیخ تاج الدین است۔ زوجۂ او دختر پاک حضرت خواجہ مخدوم حسین ناگوری بود۔ چنانکہ از اخبار الاخیار، مونس الارواح مبرہن است۔ او تا مدتِ دراز بر جادۂ مشیخت وارشاد تمکین داشت۔ ودر سنہ ۹۰۵ ہجری جان بحق تسلیم کرد۔

سید رفیع الدین بایزید خُرد: پور دلبند نور الدین طاہر است۔ صاحبِ علم و عمل و خوارقِ کرامات بود۔ سالہا در روضہ حضرت خواجہ معین الاولیا جد بزرگوارِ خویش درس گفت۔ و بیشتر گمراہانِ بادیۂ ضلالت را راہِ راست نمود۔ زوجۂ او از خاندانِ خواجہ حمید الدین صوفی السوالی است۔ در باب احوال آں برگزیدہ آفاق نسخۂ ''گلزار ابرار'' شاہد است۔ سال وفات نہ صد و بست و دو سنہ ۹۲۲ نبوی قدسی۔

سید معین الدین ثالث: فرزند جگر پیوند سید رفیع الدین بایزید خُرد وقتیکہ در اجمیر ظلم و تعدی راجگانِ ہندو نژاد از حد گزشت۔ او خُرد سال بود۔ خادمانِ جاں نثار اورا ازیں جا در ناگور رسانیدند کہ وطنِ مادر بزرگش بود۔ ہمونجا اقامت ورزیدہ واز خانوادہ بزرگ خواجہ حمید الدین صوفی سوالی 15-1-2018 [illegible]۔ وہمونجا در سال نہ صد و چہل رختِ رحلت بر بست۔ و در جوار مرقد حضرت خواجہ حمید الدین صوفی سوالی مدفن یافت۔ واو را سہ پسران خواجہ حسن وخواجہ حسین وخواجہ ابوالخیر بود۔

خواجہ حسن: مجذوب بود۔ ودو دختر داشت۔ یکے بی بی سلطان خاتون کہ بہ سید ولی محمد بن خواجہ ابوالخیر منکوحہ شد۔ ودوم ملکہ جہاں کہ بہ عقد نکاح سید شاہ محمد بن خواجہ ابوالخیر در آمد۔

دیوان خواجہ حسین: متاہل نہ گشت۔

ہے۔ انکی بیوی صالح بنت مقرب خاں تھیں۔ ان سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ آخر کار سیف اللہ نے دوسری بیوی کی۔ یہ غیر کفو تھیں۔ ان سے ایک لڑکا سید حبیب اللہ ہوا۔ سید حبیب اللہ کی دو بیویاں تھیں۔ ایک بیوی جو غیر کفو تھی۔ اس کے بطن سے دو لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ ایک زمانہ آگاہی سے قبل ہی انتقال کر گئی۔ دوسری سید حمزہ بن عظیم الدین بن عظمت اللہ بن حسام الدین بن علم الدین کے عقد نکاح میں آئی۔ سید حبیب اللہ کی دوسری بیوی بی بی رمضانی نام کی تھی۔ انکے بطن سے ایک لڑکا سید فیض اللہ ہوا جس کی شرعی بیوی کا نام بدیع النساء تھا۔

سید عماد الدین: سید محمد کے تیسرے لڑکے ہیں۔ انکی زوجہ کا نام وجیہ النساء بنت شیخ نظام ناگوری تھا۔ جو سلطان التارکین کی نبیرہ تھیں۔ انکے بطن سے بہت سی اولاد ہوئیں۔ لیکن ابتدائی زندگی میں ہی فوت ہوگئیں۔ آخر کار غیر کفو عورت سے ایک لڑکا ہوا۔ جس کا نام غلام چشتی تھا۔ اور اس کی سید نجم الدین بن سید فخر الدین بن سید محمد علاء الدین بن علم الدین کی بیٹی سے شادی ہوئی۔ اس سے زیادہ حال معلوم نہیں ہے۔

سید امام الدین: سید محمد کے چوتھے بیٹے ہیں۔ کرانہ کے شیخ زادوں کی ایک عورت سے شادی کی۔ لاولد فوت ہوئے۔

مفرح الدین بن سید فخر الدین بن سید محمد: انکی بیوی بی بی بزرگ النساء بنت فخر الدین عرف سید ہزاری تھیں۔ ان سے دو لڑکے حمید الدین اور مجید الدین ہوئے۔ اور دوسری بیوی بی بی عائشہ بھی تھیں۔ لیکن ان سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

سید حمید الدین: ان کو بی بی صاحبِ جمال بنت سید مصلح الدین بن سید فخر الدین سے ایک لڑکا ہوا۔ جس کا نام سید نتھن تھا۔ اور سید نتھن کی زوجہ بی بی زینا قاضی حمید الدین ناگوری کی اولاد میں سے تھیں۔

سید مجید الدین بن مفرح الدین: ان کے مسماۃ سعادت بانو بنت قاضی ابوالفتح ساکن سانبھر سے ایک لڑکا ہوا۔ جس کا نام غلام محی الدین تھا۔ اور سید غلام محی الدین کی سات لڑکیاں ہوئیں۔ اول کفایت النساء جو سید نجیب اللہ نبیرہ سید حسام الدین بن علم الدین کی منکوحہ ہوئیں۔ لیکن ان کے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ دوم نور النساء جو سید وارث علی بن سید صدر الدین

خواجہ ابوالخیر: دوازدہ پسر داشت۔ پنج پیش از زمانِ آگہی در حیات پدر فوت شدند و ہفت باقی ماندند۔ سید ولی محمد، سید علم الدین، سید شاہ محمد، سید معین الدین، سید شہاب الدین، سید محمود، سید مودود۔ سالِ وفاتش ۱۰۲۹ ہجری است۔

سید ولی محمد بن خواجہ ابوالخیر: از بطن زوجہ خود سلطان خاتون یک پسر داشت۔ و یک دختر

سید عبدالستار بن دیوان ولی محمد: مجذوب بود۔ وذکر فضائل او در مدائن معین مذکور است۔ گروہِ سوندھا شاہی باو منسوب بود۔ و سید ولی محمد را دو زن دیگر بودند کہ از بطن او دو پسر شدند و بہ طفلی وفات یافتند۔

بی بی جھنی دختر سید ولی محمد بن ابوالخیر: با سید بایزید بن سید شاہ محمد بن خواجہ ابوالخیر منکوحہ شد۔

سید شاہ محمد پسر سید خواجہ ابوالخیر بن معین الدین ثالث: زوجہ شرعیہ او ملکہ جہاں بنت خواجہ حسن بود۔ از وے سہ پسران بوجود آمدند۔ اول سید ابراہیم، دوم عبدالصمد، سوم سید بایزید۔ از سید عبدالصمد اولاد شد۔ اما زندہ نماند۔ از سید ابراہیم دو پسر بوجود آمدند۔ اول سید غیاث الدین کہ لا ولد رفت۔ دوم سید محمد طاہر کہ بسمت آرکاٹ رفتہ سکونت اختیار کرد۔ اولاد و احفاد او تا الآن ہمانجا باقی است۔ و بہ اولاد سید محمد طاہر چشتی مشہور است۔ و سید بایزید را دو زوجۂ شرعیہ بود یکے بی بی جھنی بنت سید ولی محمد۔ زنِ دیگر غیر کفو بود۔ اما از بطن بی بی جھنی یک دختر مسمات بی بی راستی بود کہ او را راج بی ہم می گفتند۔ واو زوجہ شرعیہ سید فخر الدین عرف سید ہزاری بود۔ و دختران سید بایزید کہ از زنِ خاندانِ سیدان نارنول بودند۔ اول بی بی نصرت کہ از خواجہ نعمت اللہ متولی منسوب گردید۔ دوم عزت بی بی کہ عجوزہ فوت شد۔

سید محمود و سید مودود: پسرانِ خواجہ ابوالخیر مجردانہ زندگی کردند و لا ولد رفتند۔

شہاب الدین پسر سید خواجہ ابوالخیر: دو پسر داشت۔ اول سید محی الدین دوم عاشق محمد عرف سید اچھا۔ از محی الدین یک پسر شد۔ سید فخر الدین عرف سید ہزاری و دو

بن سید زین العابدین بن دیوان سید علاء الدین کے نکاح میں آئیں۔ سوم رشیدہ بانو جو امین الدین نبیرہ سید حسام الدین بن علم الدین کے نکاح میں آئیں۔ چوتھی صاحب دولت جو سید بولن بن سید وارث محمد بن شرف محمد کے عقد نکاح میں آئیں۔ پانچویں عزت بی جو شیخ غلام محمد بن عزیز محمد نبیرہ سلطان التارکین کے نکاح میں آئیں۔ چھٹی زیب النسا جو شیخ رضا محمد بن محمد تقی نبیرہ سلطان التارکین کی منکوحہ ہوئیں اور انکی ایک لڑکی تھی جس کا نام بی بی الفت تھا جو سید تاج الدین بن وارث علی کے عقد نکاح میں آئیں۔ لیکن ان سے اولاد نہیں ہوئی۔ سید محی الدین کی ساتویں لڑکی کا نام ''مدائن معین'' میں نہیں لکھا ہے۔ شاید کم سنی میں فوت ہوگئی ہونگی۔

سید مصلح الدین بن سید فخر الدین: انکی بیوی بی بی فرزانہ بنت سید فخر الدین عرف سید ہزاری تھیں۔ اِن سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہوئی۔ لڑکا جس کا نام سید خرم تھا۔ لاولد فوت ہوا۔ اور لڑکی بی بی صاحب جمال جو سید حمید الدین بن سید مفرح الدین کے نکاح میں آئیں۔

سید نجم الدین بن سید فخر الدین بن سید محمد: یہ اپنی بیوی کو دہلی سے لائے تھے۔ جن سے ایک لڑکا ہوا۔ اور ایک لڑکی کمال دولت۔ لڑکے کا نام غلام محی الدین تھا۔ لیکن اس کی اولاد اور شادی سے متعلق معلوم نہ ہوسکا۔ مسماۃ کمال دولت سید غلام چشتی بن سید عماد الدین بن دیوان سید محمد کے نکاح میں آئیں۔

سید زین العابدین فرزندِ دوم دیوان علاء الدین: انکی زوجہ بی بی رحمت بنت سید حسام الدین بن دیوان علم الدین تھیں۔ ان سے ایک لڑکا سید صدر الدین ہوا۔ اور ایک لڑکی سعادت بانو جو شیخ عبد القوی نبیرہ سلطان التارکین کے نکاح میں آئیں۔ سید صدر الدین کی زوجہ بی بی ماہ بانو بنت دیوان سید سراج الدین تھیں۔ اِن سے ایک لڑکی رخیۃ النساء ہوئی جو شیر خوارگی میں ہی فوت ہوگئی۔ سید صدر الدین کی دوسری زوجہ مسماۃ گلاب بی بی بنت شیخ جمال الدین بن شیخ کمال الدین نبیرہ سلطان التارکین تھیں۔ ان سے تین لڑکے ہوئے۔ اول سید عبد العلی۔ دوم سید ہمت علی۔ سوم سید وارث علی۔

یہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ سید صدر الدین آخر عمر میں اپنے فرزند مسمی عبد العلی کے ساتھ دیارِ شرعی چلے گئے تھے۔ اور وہیں وفات پائی۔ اور انکے لڑکے سید عبد العلی دہلی آئے۔ اور ایک

دختر بودند۔ اول جان بی بی کہ از سید شمس الدین منکوحہ شد۔ دوم فاطمہ کہ از سید عبد النبی بن سید ابوالبرکات منسوب بود۔

واز سید فخر الدین عرف سید ہزاری دو دختر شدند۔ اول بزرگ نساء کہ از مفرح الدین بن دیوان فخر الدین منکوحہ شد۔ دوم بی بی فرزانہ کہ از سید مصلح الدین بن دیوان فخر الدین منسوب گشت۔ واز سید عاشق محمد پسر دوم سید شہاب الدین یک پسر شد۔ سید نتھو و شش دختران شدند۔ یکے بی بی حفیظہ بود کہ در عقد نکاح سید شرف الدین بن سید نظام در آمد و حال دیگر دختران ظاہر نہ شد۔ واز سید نتھو بن سید عاشق محمد عرف سید اچھا یک پسر شد سید غلام حسین کہ پیش از تاہل بہ سفر رفت و باز نہ آمد۔

سید خواجہ علم الدین پسر سید خواجہ ابوالخیر: اسم گرامی زوجہ عفیفہ او زحیب النساء از اولاد صحیح خواجہ حمید الدین سلطان التارکین ناگوری بود۔ واز وے سہ پسر بوجود آمدند۔ اول سید علاء الدین و دوم سید حسام الدین سوم سید ابوالفتح۔

بدانکہ از سید علاء الدین سہ پسران و سہ دختران اولاد شد۔ پسر اول سید محمد۔ سجادہ نشین بود۔ و اورا دو اہلیہ بودند۔ یکے از خاندان پاک سلطان التارکین واز بطنِ او یک دختر متولد شد۔ فخر النساء نام کہ با شیخ عبدالرزاق نبیرہ سلطان التارکین منکوحہ شد۔ زنِ دوم مسماۃ ملیح النساء از کفو غیر بود۔ یعنی بنت شیخ بھنیا ساکن قصبہ کرانہ۔ از بطن او چہار پسران شدند۔ اول فخر الدین کہ بعد وفات سید محمد سجادہ نشین بود۔ اما بجہت ملال کہ شاہ عالم بہادر شاہ بن اورنگ زیب را با و بود از منصب سجادگی معزول شد۔ و سید سراج الدین بن سید ابوالفتح متمکن گردید۔ تا الآن منصب سجادگی در اولاد او برقرار است۔

سید فخر الدین بن سید محمد: سہ زن داشت۔ اول بی بی جینی بنت نواب فیض اللہ خان از اولاد مخدوم سید جلال بخاری۔ اما از و اولاد نشد۔ دوم بی بی عزیز بانو کہ از بطنِ او دو پسر شدند۔ اول سید مفرح الدین۔ دوم سید مصلح الدین۔ زن سوم از غیر کفو بود از وے یک پسر شد۔ سید نجم الدین۔

عورت سے نکاح کر کے اسی جگہ سکونت اختیار کی۔

سید ہمت علی: یہ سید زین العابدین کے دوسرے لڑکے ہیں۔ان کے بی بی سیف النساء بنت سید حمید الدین بن سید مصلح الدین کے بطن سے ایک لڑکا سید علّن ہوا۔اور ایک لڑکی سید النساء ہوئی جو سید وحید الدین بن امین الدین کے نکاح میں آئی۔سید علّن کو سید ناصر علی بن سید وارث علی نے بمقام شہر بوندی شہید کر دیا۔سید علن کے ایک لڑکا سید سانونت علی ہوا جو لاولد فوت ہوا۔

سید وارث علی بن سید زین العابدین: انکے اپنی زوجہ نور النساء بنت سید مجید الدین بن سید مفرح الدین بن فخر الدین بن دیوان علاء الدین سے چھ لڑکے اور تین لڑکیاں پیدا ہوئیں۔پہلی لڑکی ثمر النساء جو امین الدین نبیرہ قاضی حمید الدین کے نکاح میں آئیں۔ دوسری لطیف النساء جو شیخ محمد علی بن غلام محمد بن عزیز محمد نبیرہ سلطان التارکین کے نکاح میں آئیں۔تیسری لڑکی سراج النساء جو سید علن بن سید ہمت علی بن سید صدر الدین بن سید زین العابدین کے نکاح میں آئیں۔

سید ناصر علی بن سید وارث علی: انھوں نے جمعیت بی بی بنت شیخ نور الدین سے نکاح کیا تھا۔ لیکن لاولد انتقال کیا۔

سید تاج الدین: سید وارث علی کے دوسرے لڑکے ہیں۔اِنکی زوجہ زلف نساء بنت شیخ رضا محمد نبیرہ سلطان التارکین تھیں۔یہ بھی لاولد رخصت ہوئے۔

سید بہادر علی: سید وارث علی کے تیسرے لڑکے ہیں۔بچپن میں ہی فوت ہو گئے۔

سید عزیز الدین: سید وارث علی کے چوتھے لڑکے ہیں۔انکی زوجہ مسماۃ رفیع النساء بنت شیخ غلام نبی نبیرہ خواجہ سلطان التارکین تھیں۔لیکن ان کے بطن سے اولاد نہیں ہوئی۔البتہ تین لڑکے کنیز کے بطن سے پیدا ہوئے۔اول رمضان علی۔دوم فدا حسین۔سوم امراؤ علی۔

سید اشرف علی: سید وارث علی کے پانچویں لڑکے ہیں۔انکی زوجہ امانت النساء بنت سید علی ساکن مادھو پورہ تھیں۔لاولد فوت ہوئے۔

سید لطف علی: سید وارث علی کے چھٹے لڑکے ہیں۔انکی زوجہ امیر النساء بنت شیخ غلام نبی نبیرہ سلطان التارکین تھیں۔ان سے تین لڑکے اور دو لڑکیاں پیدا ہوئیں۔پہلی لڑکی قمر النساء اور

سید سیف اللہ: پسر دوم سید محمد بعض نامِ او شریعت اللہ ہم نوشتہ اند۔ زنِ او بی بی صالح بنت مقرب خان۔ از وے اولاد نشد۔ بالآخر سیف اللہ زنِ دیگر کرد۔ او از کفو غیر بود۔ از وی یک پسر شد۔ سید حبیب اللہ۔ و سید حبیب اللہ دو زن داشت۔ یک کہ غیر کفو بود۔ از بطن او دو دختر تولد شدند۔ یکے پیش از زمان آگہی بمیرد۔ و دوم در عقد نکاح سید حمزہ بن عظیم الدین بن عظمت اللہ بن حسام الدین بن علم الدین درآمد۔ و زنِ دوم سید حبیب اللہ بی بی رمضانی نام داشت۔ از بطن او یک پسر شد۔ سید فیض اللہ و زوجۂ شرعیہ او بدیع النساء نام داشت۔

سید عماد الدین پسر سوم سید محمد نام زوجۂ او وجیہ النساء بنت شیخ نظام ناگوری نبیرہ سلطان التارکین است۔ از بطن او بسیار اولاد شد۔ اما در صدر حیات نماند۔ پایان کار از زنِ غیر کفو یک پسر شد کہ غلام چشتی نام داشت۔ و با دختر سید نجم الدین بن سید فخر الدین بن سید محمد بن علاء الدین بن علم الدین کدخدا شد۔ بیش ازیں احوال معلوم نیست۔

سید امام الدین پسر چہارم سید محمد: زنے از شیخ زادگانِ کرانہ در عقد نکاح آوردہ بود۔ لاولد رفت۔

مفرح الدین بن سید فخر الدین بن سید محمد: زوجۂ او بی بی بزرگ النساء بنت فخر الدین عرف سید ہزاری بود۔ از وے دو پسر شدند۔ حمید الدین و مجید الدین۔ و زوجۂ دیگر بی بی عائشہ ہم سید مفرح الدین را بود۔ اما از وا اولاد نشد۔

سید حمید الدین: از بی بی صاحبِ جمال بنت سید مصلح الدین بن سید فخر الدین یک 15-1-2013 پسر شد کہ سید نتھن نام داشت۔ و زوجۂ او مسماۃ بی بی زینا از اولاد قاضی حمید الدین ناگوری بود۔

سید مجید الدین بن مفرح الدین: از بطن مسماۃ سعادت بانو بنت قاضی ابوالفتح ساکن سانبھر یک پسر شد کہ سید غلام محی الدین نام داشت۔ و او را ہفت دختران بودند۔ اول کفایت نساء کہ از سید نجیب اللہ نبیرہ سید حسام الدین بن علم الدین منکوحہ شد۔ اما از و

دوسری لڑکی نجم النساء جو یکے بعد دیگرے شیخ امیر علی بن محمد علی بن غلام محمد نبیرہ سلطان التارکین کے نکاح میں آئیں۔اوران دونوں سے اولاد باقی نہ رہی۔

سید رستم علی فرزند اول سید لطف علی: ان کی زوجہ فہم النساء بنت شیخ الٰہی بخش بن شیخ شریف اللہ ساکن قصبہ جھونجھنو تھیں۔ان سے دو لڑکے موجود ہیں۔ جنکی شادی قصبہ جھونجھنو میں ہوئی ہے۔

سید نجم الدین فرزند دوم سید لطف علی: انکی بیوی کا نام فہم النساء بنت شیخ شہاب الدین ساکن قصبہ جھونجھنو ہے۔ان کے ایک لڑکا اور سات لڑکیاں پیدا ہوئیں۔لڑکے کا نام ریاض الدین احمد اور لڑکی کا ظہور النساء ہے۔ظہور النساء شیخ نور احمد بن شیخ نجم الدین جو کتاب ''مناقب الحبیب'' کے مؤلف ہیں کے نکاح میں آئیں۔دوسری لڑکی عظیم النساء شیخ مولیٰ بخش بن شیخ الٰہی بخش کے نکاح میں آئیں۔

سید غلام حسین فرزندِ سوم سید لطف علی: انکی بیوی بختاور بانو بنت شیخ غلام رسول ہیں۔جن سے ایک لڑکی قمر النساء ہوئی۔جو شیخ اصغر علی بن شیخ سلطان بخش کے عقد نکاح میں آئیں۔غلام حسین دوسری بیوی شہر بوندی سے لائے جس کا نام بھوری تھا جو قوم سقّہ سے تعلق رکھتی تھی۔اس کے بطن سے دو لڑکے ہوئے۔لیکن مسماۃ بھوری دوسری بار غلام حسین کے نکاح میں آئی ہوگی۔اس لئے کہ اسکے پہلے شوہر تھا جس کا حال معلوم نہیں ہے کہ انتقال ہوا یا زندہ ہے۔

الحمدللہ! حضرت زین العابدین کی اولاد کا احوال اختتام کو پہنچا۔

....

سید فضل علی: بن دیوان سید علاء الدین بن سید علم الدین: انکی بیوی عفیفہ بانو سلطان التارکین کے خاندان سے تھیں۔ان کے اولاد نہیں ہوئی۔اپنے بھائی سید زین العابدین کے ساتھ سفر میں ڈاکوؤں کے ہاتھوں پکڑے گئے اور مقتول ہوئے۔ان کا کچھ اور حال کتابوں اور شجرۂ انساب سے واضح نہیں ہوتا۔واللہ اعلم بالصواب۔

سید حسام الدین: سید علم الدین بن خواجہ ابوالخیر کے دوسرے بیٹے ہیں۔ان کے چار لڑکے اور ایک لڑکی ہوئی۔انکے نام سید احمد۔سید ضیاء الدین۔سید جلال الدین۔سید عظمت اللہ اور

اولاد نشد۔ دوم نور النساء کہ از سید وارث علی بن سید صدر الدین بن سید زین العابدین بن دیوان سید علاء الدین منکوحہ شد۔ سوم رشیدہ بانو کہ از امین الدین نبیرہ سید حسام الدین بن سید علم الدین منکوحہ گشت۔ چہارم صاحبِ دولت کہ در عقدِ نکاح سید بولن بن سید وارث محمد بن شرف محمد بود۔ پنجم عزت بی بی کہ از شیخ غلام محمد بن عزیز محمد نبیرہ سلطان التارکین منکوحہ شد۔ ششم زیب النساء کہ از شیخ رضا محمد بن محمد تقی نبیرۂ سلطان التارکین منکوحہ بودہ۔ او یک دختر داشت۔ نام بی بی الفت۔ و در عقد نکاح سید تاج الدین بن وارث علی در آمدہ۔ اما از وے اولاد نشد۔ ذکر دختر ہفتم سید محی الدین در مدائن معین ننوشتہ شاید کہ در کم سنی فوت شدہ باشد۔

<u>سید مصلح الدین بن سید فخر الدین</u>: زوجہ او بی بی فرزانہ بنت سید فخر الدین عرف سید ہزاری بود از وے یک پسر و یک دختر شد۔ سید خرم نام کہ لاولد برفت و نام دختر بی بی صاحب جمال بود کہ از سید حمید الدین بن سید مفرح الدین منکوحہ شد۔

<u>سید نجم الدین بن سید فخر الدین بن سید محمد</u>: زوجہ خود از دہلی آوردہ بود۔ از و یک پسر شد و یک دختر کمال دولت۔ نامِ پسر غلام محی الدین۔ اما حال اولاد و تاہل او معلوم نشد و مسماۃ کمال دولت بہ سید غلام چشتی بن سید عماد الدین بن دیوان سید محمد منکوحہ شدہ بود۔

<u>سید زین العابدین پسر دوم دیوان علاء الدین</u>: زوجۂ او بی بی رحمت بنت سید حسام الدین بن دیوان علم الدین بود۔ از وے یک پسر شد۔ سید صدر الدین و یک دختر بود سعادت بانو۔ کہ از شیخ عبد القوی نبیرہ خواجہ سلطان التارکین منکوحہ شد۔ و سید صدر الدین را زوجہ شرعیہ بی بی ماہ بانو بنت دیوان سید سراج الدین بود۔ از وے یک دختر داشت۔ رخیۃ النساء کہ در شیر خوارگی فوت شد۔ زنِ دیگر سید صدر الدین مسماۃ گلاب بی بی بنت شیخ جمال الدین بن شیخ کمال الدین نبیرہ سلطان التارکین بود۔ از وے سہ پسران شدند۔ اول سید عبد العلی دوم سید ہمت علی۔ سوم سید وارث علی۔

رحمت بانو ہیں۔سید عظمت اللہ بچپن میں ہی فوت ہو گئے۔

سید احمد فرزند اول سید حسام الدین: انکی زوجہ عفیفہ سلطان بی بی بنت شیخ شاہ محمد نبیرہ سلطان التارکین ہیں۔ان کے چار لڑکے اور دو لڑکیاں ہوئیں۔پہلی لڑکی خورسندہ بانو جو سید شمس الدین بن سید ابوالفتح کے نکاح میں آئیں۔دوسری لڑکی شریفہ بانو جو سید عطاء اللہ بن سید ابوالفتح کے نکاح میں آئیں۔

سید محمود فرزندِ اول سید احمد بن حسام الدین: سید محمود چشتی خان کے نام سے مشہور تھے۔اور عہدِ شاہی میں اعلیٰ منصب پر فائز تھے۔انکی زوجہ بی بی نصرت بنت سید عظمت اللہ بن سید حسام الدین تھیں۔البتہ انکے اولاد نہیں ہوئی۔

سید امجد فرزندِ دوم سید احمد بن حسام الدین: انکی زوجہ بی بی فیض النساء بنت سید جلال الدین بن سید حسام الدین تھیں۔ان سے دو لڑکے اور دو لڑکیاں پیدا ہوئیں۔پہلی لڑکی نور النساء جو شیخ عبد القوی نبیرہ سلطان التارکین کے نکاح میں آئیں۔دوسری لڑکی کا نام نہیں لکھا ہے۔شاید کم عمری میں ہی وفات پا گئیں۔

سید مجید الدین بن سید امجد: بچپن میں ہی فوت ہوئے۔

سید امین الدین: یہ سید امجد کے دوسرے لڑکے ہیں۔انکی بیوی رشید بانو بنت سید مجید الدین بن سید مفرح الدین بن سید فخر الدین بن سید محمد بن سید علاء الدین تھیں۔انکے تین لڑکیاں اور دو لڑکے پیدا ہوئے۔پہلی لڑکی ساجدہ بانو ہیں جو سید بدیع الدین بن سید مجید الدین بن سید شمس الدین بن سید ابوالفتح کے نکاح میں آئیں۔دوسری لڑکی فضیلت النساء عرف بی بی پھوندا جو سید میراں جی عرف امام بخش بن سید عزت اللہ کے عقد نکاح میں آئیں۔ان سے ایک لڑکا سید قمر علی ہوا۔تیسری لڑکی حمیدہ بانو شیخ امین الدین سہروردی ناگوری نبیرہ قاضی حمید الدین کے نکاح میں آئیں۔

سید قوام الدین: یہ سید امین الدین کے پہلے لڑکے ہیں۔انکے بی بی نجابت (جنکی ماں دردانہ خانم بنت گدا بیگ دہلوی تھیں۔اسی وجہ سے صاحبِ سجادہ کے خاندان سے قرابت داری اور رشتہ داری متروک ہوگئی۔) بنت قاضی سید حسن محمد بن سید اسد اللہ بن سید ابوالفتح کے بطن سے

مخفی مباد کہ در آخر سید صدر الدین معہ پسر خود مسمی عبد العلی بدیارِ شرعی رفتہ وفات یافت و پسرِ او سید عبد العلی بہ دہلی آمد۔ وز نے در نکاح خود آوردہ ہمونجا سکونت اختیار کرد۔

سید ہمت علی پسر دوم سید زین العابدین: از بطن بی بی سیف النساء بنت سید حمید الدین بن سید مصلح الدین یک پسر بود۔ سید علن و یک دختر بود سید النساء کہ از سید وحید الدین بن امین الدین منکوحہ شد۔ و سید علن را سید ناصر علی بن سید وارث علی بمقام شہر بوندی شہید کرد۔ و سید علن را یک پسر بود سانونت علی کہ او لا ولد برفت۔

سید وارث علی بن سید زین العابدین: از زوجۂ خود نور النساء بنت سید مجید الدین بن سید مفرح الدین بن فخر الدین بن دیوان علاء الدین شش پسر و سہ دختر بوجود آمد۔ دختر اول ثمر النساء کہ از امین الدین نبیرہ قاضی حمید الدین ناگوری منکوحہ بود۔ و دختر دوم لطیف النساء کہ از شیخ محمد علی بن غلام محمد بن عزیز محمد نبیرہ سلطان التارکین منکوحہ گردید۔ دختر سوم سراج النساء کہ در عقد نکاح سید علن بن سید ہمت علی بن سید صدر الدین بن سید زین العابدین درآمدہ بود۔

سید ناصر علی بن سید وارث علی: از جمعیت بی بی بنت شیخ نور الدین منکوح بود۔ اما لا ولد رفت۔

سید تاج الدین پسر دوم سید وارث علی: زوجۂ او زلف نساء بنت شیخ رضا محمد نبیرہ سلطان التارکین او ہم لا ولد رفت۔

سید بہادر علی پسر سوم سید وارث علی: 15-1-2013 در طفلی فوت شد۔

سید عزیز الدین پسر چہارم سید وارث علی: زوجۂ او مسماۃ رفیع النساء بنت شیخ غلام نبی نبیرہ خواجہ سلطان التارکین بود۔ اما از بطن او اولاد نشد۔ مگر سہ پسران از بطن کنیز بوجود آمدند۔ اول رمضان علی۔ دوم فدا حسین سوم امراؤ علی۔

سید اشرف علی پسر پنجم سید وارث علی: زوجۂ او امانت نساء بنت سید علی ساکن مادھو پورہ بود۔ لا ولد رفت۔

دولڑکے ہوئے۔اول قاسم علی۔دوم سید راحت علی۔لیکن قاسم علی کے اولاد نہیں ہوئی۔

سید راحت علی: یہ سید قوام الدین کے دوسرے بیٹے ہیں۔انکے اپنی کفو بیوی سے دولڑکے سید بھیکو اور سید امام علی ہوئے۔

سید وحید الدین: یہ سید امین الدین کے دوسرے لڑکے ہیں۔انکی بیوی سعیدہ بانو بنت سید ہمت علی تھیں۔البتہ انکی اولاد کا حال تحقیق کو نہیں پہنچا۔واللہ اعلم بالصواب۔

سید عبدالاحد: احمد بن سید حسام الدین کے تیسرے لڑکے ہیں۔انکے اپنی بیوی عزت النساء سے تین لڑکے پیدا ہوئے۔خیر اللہ۔نجیب اللہ۔عظیم اللہ۔سید عبدالاحد کی بیوی عزت النساء ماں کی طرف سے دیوان سید علاء الدین کی آل واولاد میں سے تھیں۔اور باپ کی طرف سے خواجہ سلطان التارکین کی نسل میں سے تھیں۔

سید عظیم اللہ: ان کے کنیز کے بطن سے ایک لڑکا سید حمزہ ہوا۔سید خیر اللہ اور نجیب اللہ کی اولاد اور شادی کا حال معلوم نہ ہو سکا۔

سید نجم الدین چلّہ کش: سید احمد کے چوتھے لڑکے ہیں۔ان کا حال معلوم نہ ہو سکا۔ایسی شہرت ہے کہ ہندوستان کے سفر پر گئے تھے۔اور لوٹ کر نہیں آئے۔انکی قبر دہلی میں خواجہ نظام الدین اولیاء کے آستانہ کے اطراف میں ہے۔

سید ضیاء الدین: یہ سید حسام الدین بن سید علم الدین بن سید ابوالخیر کے بیٹے ہیں۔انکے اپنی بیوی جو پشاور کے اطراف کی سادات نسل سے تھیں کے بطن سے دولڑکے اور ایک لڑکی پیدا ہوئی۔پہلے لڑکے کا نام نہیں لکھا ہے۔البتہ عرف سید پشاوری لکھا ہے۔ان کے غیر کفو بیوی کے بطن سے ایک لڑکا شیر علی نام کا ہوا۔جو لاولد فوت ہوا۔سید ضیاء الدین کے دوسرے لڑکے سید حمید الدین تھے۔انکی بیوی سید حسن بن سید نعمت اللہ کی بیٹی تھیں۔البتہ ان سے اولاد نہیں ہوئی۔انکی زوجہ کے خاندان کا حال تحقیق کو نہیں پہنچا۔

سید جلال الدین: سید حسام الدین بن سید علم الدین کے تیسرے لڑکے ہیں۔انکی بیوی افغانستان کے اطراف کی تھیں۔ان سے ایک لڑکی فیض النساء اور لڑکے سید شہاب الدین، سید جمال الدین، سید غلام محمد ہوئے۔البتہ سید غلام محمد کا ذکر نہیں لکھا ہے۔شاید کم عمری میں ہی

سید لطف علی پسر ششم سید وارث علی: زوجۂ او امیر النساء بنت شیخ غلام نبی نبیرہ سلطان التارکین بود۔ از وے سہ پسران و دو دختران تولد شدند۔ دختر اول قمر النساء و دختر دوم نجم النساء کہ یکے بعد دیگرے بہ سلسلہ زوجیت شیخ امیر علی بن محمد علی بن غلام محمد نبیرہ سلطان التارکین پیوست۔ و ازیں ہر دو اولاد نماند۔

سید رستم علی پسر اول سید لطف علی: زوجۂ او فہم النساء بنت شیخ الٰہی بخش بن شیخ شریف اللہ ساکن قصبہ جھونجھنوں بود۔ از وے دو پسران موجود اند و کدخدائی ایشاں در قصبہ جهونجهنو شدہ است۔

سید نجم الدین پسر دوم سید لطف علی: نامِ زوجۂ او فہم النساء بنت شیخ شہاب الدین ساکن قصبہ جھ جهونجهنو است۔ از وے یک پسر و ہفت دختران تولد شدند۔ نام پسر ریاض الدین احمد و نام دختر ظہور النساء کہ ظہور النساء کہ در عقد نکاح شیخ نور احمد بن شیخ نجم الدین مولف کتاب مناقب الحبیب در آمد۔ و دختر دوم مسماۃ عظیم النساء بہ شیخ مولا بخش بن شیخ الٰہی بخش منکوحہ شد۔

سید غلام حسین پسر سوم سید لطف علی: زوجۂ او مسماۃ بختاور بانو بنت شیخ غلام رسول است۔ از وے یک دختر شد۔ قمر النساء نام کہ در عقد مناکحت شیخ اصغر علی بن شیخ سلطان بخش در آمد۔ و غلام حسین زنِ دیگر از شہر بوندی آوردہ بود۔ نام او مسماۃ بھوری از قوم سقہ از شکم وے دو پسر دارد۔ اما مسماۃ بھوری بمرتبہ ثانی در نکاح غلام حسین آمدہ باشد۔ زیرا کہ مسماۃ بھوری پیش ازیں شوہر دیگر داشت۔ و حال او معلوم نیست کہ بمرد یا در صدر حیات است۔ الحمدللہ کہ احوال اولاد حضرت زین العابدین باختتام رسید۔
1531-2013

....

سید فضل علی بن دیوان سید علاء الدین بن سید علم الدین: زوجہ او عفیفہ بانو از دودمانِ سلطان التارکین است۔ از وے اولاد نشد۔ و در سفر دکن ہمراہ برادر خود سید زین العابدین بدست حرامیاں افتاد و کشتہ۔ دیگر احوال شاں از کتب و شجرہ انساب واضح نشد۔ واللہ اعلم بالصواب۔

وفات پا گئے۔

سید شہاب الدین بن سید جلال الدین: انکے اپنی زوجہ جو سید شرف الدین بن سید نظام الدین بن سید مبارک عرف دیوان شاہ کی بیٹی تھیں اور انکا نام بخت دولت تھا سے ایک لڑکا سید نصیر ہوا۔ اور انکے دوسری بیوی جمیعۃ النساء نامی سے جو سراج الدین بن نظر محمد بن نجم الدین بن دیوان شاہ کی بیٹی تھیں سے ایک لڑکا سید عزیز الدین ہوا۔ اور اس سے اولاد باقی نہیں رہی۔

سید جمال الدین بن سید جلال الدین: انکی ایک لڑکی لطیفہ بانو تھی جو سید ضیاء اللہ بن ہدایت اللہ بن عطاء اللہ بن سید ابوالفتح کے عقد نکاح میں آئیں۔

سید حسام الدین بن علم الدین کی اولاد کا ذکر تمام ہوا۔

....

سید ابوالفتح: سید علم الدین بن خواجہ ابوالخیر کے تیسرے لڑکے ہیں۔ انکی زوجہ عصمت النساء بنت شیخ شہاب الدین نبیرہ حضرت خواجہ ابراہیم ادھم بلخی تھیں۔ سید ابوالفتح نے ۱۰۸۵ھ میں وفات پائی۔ اور چار لڑکے چھوڑے۔

سید سراج الدین: یہ سید ابوالفتح سجادہ نشین کے پہلے لڑکے ہیں۔ انکی شرعی زوجہ بی بی رحیمہ تھیں۔ ان سے تین لڑکے اور دو لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ پہلا لڑکا سید منیر الدین۔ دوسرا لڑکا سید ظہیر الدین۔ تیسرا سید سعد الدین ہیں۔ پہلی لڑکی ماہ بانو جو سید صدر الدین بن زین العابدین کے نکاح میں آئیں۔ دوسری لڑکی صاحبِ دولت جو سید خضر محمد بن سید نظام الدین بن سید دیوان شاہ کے نکاح میں آئیں۔ سید سراج الدین کا سالِ وفات ۱۱۳۲ھ ہے۔

سید سعد الدین بن دیوان سراج الدین: بچپن میں ہی فوت ہوئے۔

سید ظہیر الدین بن دیوان سراج الدین: انکی بیوی صاحب نساء بنت سید اطیع اللہ بن عطاء اللہ بن ابوالفتح تھیں۔ ان سے دو لڑکے اور ایک لڑکی ہوئی۔ یہ سب زمانۂ طفلی میں ہی وفات پا گئے۔ اور لاولد رخصت ہوئے۔

دیوان سید منیر الدین بن سید سراج الدین: انکی زوجہ بی بی صاحبہ بنت شرف الدین بن سید نظام الدین بن سید مبارک عرف دیوان شاہ تھیں۔ ان سے تین لڑکے اور دو

سید حسام الدین پسر دوم سید علم الدین بن خواجہ ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہم ۔ چہار پسر و یک دختر داشت ۔ نامِ ایشاں سید احمد ۔ سید ضیاء الدین ۔ سید جلال الدین ۔ سید عظمت اللہ در طفلی فوت شد ۔ و مسماۃ رحمت بانو ۔

سید احمد پسرِ اول سید حسام الدین : زوجۂ عفیفہ او سلطان بی بی بنت شیخ شاہ محمد نبیرہ حضرت سلطان التارکین است ۔ از وے چہار پسران و دو دختران شدند ۔ دختر اول خورسندہ بانو کہ از شمس الدین بن سید ابوالفتح منکوحہ شد ۔ و دختر دوم شریف بانو کہ از سید عطاء اللہ بن سید ابوالفتح منکوحہ شد ۔

سید محمود پسر اول سید احمد بن حسام الدین : سید محمود معروف بہ چشتی خان بود ۔ او در عہد شاہی منصبِ عالی داشت زوجۂ او بی بی نصرت بنت سید عظمت اللہ بن سید حسام الدین بود ۔ اما اولاد نداشت ۔

سید امجد پسر دوم سید احمد بن حسام الدین : زوجۂ او بی بی فیض النساء بود ۔ بنت سید جلال الدین بن سید حسام الدین ۔ از وے دو پسران و دو دختران بوجود آمدند ۔ دختر اول نور النساء کہ بہ شیخ عبد القوی نبیرۂ خواجہ سلطان التارکین منکوحہ شد ۔ و دختر دوم را نام ننوشت ۔ شاید کہ در صغر سن وفات یافت ۔

سید مجید الدین بن سید امجد : در زمان طفلی فوت شد ۔

سید امین الدین پسر دوم سید امجد را زوجہ بود رشید بانو بنت سید مجید الدین بن مفرح الدین بن سید فخر الدین بن سید محمد بن علاء الدین ۔ سہ دختران و دو پسران بوجود آمدند ۔ دختر اول ساجدہ بانو کہ از سید بدیع الدین بن سید مجید الدین بن سید شمس الدین بن سید ابوالفتح منکوحہ شد ۔ دختر دوم فضیلت النساء عرف بی بی پھوندا کہ در عقد مناکحت سید میراں جی عرف امام بخش بن سید عزت اللہ رسیدہ ۔ از وے یک پسر شد سید قمر علی دختر سوم حمیدہ بانو در عقد نکاح شیخ امین الدین سہروردی ناگوری نبیرہ قاضی حمید الدین در آمد ۔

سید قوام الدین پسر اول سید امین الدین : او را از بطن بی بی نجابت (مادر او دردانہ

لڑکیاں ہوئیں۔ پہلی لڑکی فخر النساء کا سید عزت اللہ بن اسد اللہ بن ابوالفتح سے نکاح ہوا۔ دوسری لڑکی سیف النساء کا سید محسن بن سید خضر محمد بن نظام الدین سے نکاح ہوا۔ ۱۱۵۸ھ میں وفات پائی۔

سید نورالدین بن دیوان سید منیر الدین: کم سنی میں مرض چیچک میں فوت ہوئے۔

سید فیض الدین بن دیوان سید منیر الدین: انکی بیوی سعیدہ بی بی بنت شیخ جمال الدین بن شیخ نظام الدین نبیرہ سلطان التارکین تھیں۔ ان سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوئے۔ لڑکا شیر خوارگی میں پہلو کے درد کے مرض میں فوت ہوا۔ لڑکی بسالت النساء سید حیدر علی بن دیوان امام الدین کے عقد میں آئی۔

دیوان سید امام الدین بن دیوان سید منیر الدین: انکی زوجۂ عفیفہ بی بی زینت النساء بنت سید قمرالدین بن سید شمس الدین بن سید ابوالفتح تھیں۔ ان سے پانچ لڑکے اور دو لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ پہلی بیٹی بی بی عصمت بچپن میں ہی فوت ہوگئی۔ دوسری بیٹی ولی النساء کا سید رفیع الدین بن غیاث الدین بن سید نجم الدین بن سید شمس الدین بن سید ابوالفتح سے نکاح ہوا۔ البتہ ان کے لڑکے سید اکبر علی، سید رضی الدین اور سید کلّن بچپن میں ہی فوت ہوگئے۔ سالِ وفات ۱۱۸۹ھ ہے۔

سید حیدر علی بن دیوان امام الدین: انکی بیوی بسالت نساء بنت سید فیض الدین بن دیوان سید منیر الدین تھیں۔ ان سے ایک لڑکا سید ارشاد علی عرف سید نتھن ہوا۔ اور دو لڑکیاں امیر النساء اور وجیہہ النساء ہوئیں۔

سید ارشاد علی عرف میر نتھن بن سید حیدر علی: انکی بیوی بی بی عصمت بنت سید عصمت اللہ عرف امام بخش تھیں۔ ان سے ایک لڑکا سید اشرف علی پیدا ہوا۔ دختری اولاد بھی ہوئی۔ تین لڑکیاں تھیں۔ بی بی بدرن، بی بی مینا، بی بی چھدّو۔ بی بی مینا سید مظہر عرف میاں مینڈو بن سید رفیع الدین بن سید غیاث الدین بن سید نجم الدین کے عقد نکاح میں آئیں۔ اور لاولد فوت ہوئیں۔ بی بی بدرن کا سید نظر علی بن سید نوازش علی بن سید شاہ علی بن سید مسیح اللہ بن سید حفیظ اللہ بن سید ہدایت اللہ بن سید عطاء اللہ بن سید ابوالفتح سے نکاح ہوا۔ بی بی چھدّو سید امام علی بن سید محتشم علی

خانم بنت گدا بیگ دہلوی بود۔ وازیں جہت پیوند خویشی و رشتہ داری در خاندانِ صاحبِ سجادہ متروک شد۔) بنت قاضی سید حسن محمد بن سید اسد اللہ بن سید ابوالفتح دو پسر شدند۔ اول قاسم علی۔ دوم سید راحت علی۔ اما قاسم علی را اولاد نشد۔

سید راحت علی پسرِ دوم سید قوام الدین: از زن کفو خود دو پسر داشت۔ سید بھیکو و سید امام علی۔

سید وحید الدین پسر دوم سید امین الدین: زوجۂ او سعیدہ بانو بنت سید ہمت علی بود۔ اما حال اولادِ او بتحقیق نہ رسید۔ واللہ اعلم بالصواب۔

سید عبدالاحد پسر سوم احمد بن سید حسام الدین: زوجہ عزت النساء از وے سہ پسران بوجود آمدند۔ خیر اللہ و نجیب اللہ و عظیم اللہ۔ و زوجہ سید عبدالاحد عزۃ النساء من الاُم از آل و اولاد دیوان سید علاء الدین بود۔ و من الاَب از نسلِ خواجہ سلطان التارکین ناگوری بود۔

سید عظیم اللہ: را از بطن کنیز یک پسر بود سید حمزہ۔ و حال توالد و تاہل سید خیر اللہ و نجیب اللہ معلوم نشد۔

سید نجم الدین چلہ کش پسر چہارم سید احمد: حالِ او معلوم نشد۔ چناں شہرت دارد کہ بہ سفر ہندوستان رفتہ بود و باز نہ آمد۔ و قبر او بدہلی در جوار آستانہ عالیہ خواجہ نظام الدین نظام اولیا است۔

سید ضیاء الدین پسر دوم سید حسام الدین بن سید علم الدین بن سید ابوالخیر: او را از بطن زوجۂ خود کہ از نسل سادات نو[illegible] دو پسر و یک دختر بوجود آمد۔ پسر اول را نام ننوشتند عرف سید پشاوری نوشتہ است۔ او را از بطن غیر کفو یک پسر شد۔ شیر علی نام داشت۔ ولا ولد فوت شد۔ پسر دوم سید ضیاء الدین سید حمید الدین بود کہ زوجۂ او دختر سید حسن بنت سید نعمت اللہ بودہ است۔ اما از وہم اولاد نشد۔ و نیز حال دودمان زوجۂ او بتحقیق نہ رسید۔

سید جلال الدین پسر سوم سید حسام الدین بن سید علم الدین: زوجۂ او از نواحِ

سجادہ نشین کی زوجہ تھیں۔

سید اشرف علی بن سید ارشاد علی عرف میر تھن: انکی بیوی بی بی چھوٹی بنت دیوان محتشم علی سجادہ نشین تھیں۔ البتہ ان سے اولاد نہیں ہوئی۔ اور لاولد رخصت ہوئے۔

سید اصغر علی: دیوان امام الدین سجادہ نشین کے بیٹے تھے۔ انکی زوجہ سید عزت اللہ بن سید اسد اللہ بن سید ابوالفتح کی بیٹی تھیں۔ اور ان کا نام بی بی خجستہ بانو تھا۔ ان سے دولڑکے سید ذوالفقار علی اور سید محتشم علی اور ایک لڑکی جس کا نام ہدایت النساء تھا ہوئے۔ ہدایت النساء کے شوہر شرعی سید مسیح اللہ بن سید حفیظ اللہ بن سید ہدایت اللہ بن سید عطاء اللہ بن سید ابوالفتح تھے۔ ۱۲۱۱ھ میں اس جہانِ فانی سے رختِ سفر باندھا۔

سید ذوالفقار علی: دیوان سید اصغر علی سجادہ نشین کے بیٹے تھے۔ انکی بیوی بی بی امیر النساء بنت سید حیدر علی بن سید دیوان امام الدین سجادہ نشین تھیں۔ ان کے کوئی لڑکا نہیں ہوا۔ البتہ دولڑکیاں دھومن بی بی وسکینہ بی بی ہوئیں۔ دھومن بی بی کے شوہر سید مہدی علی سجادہ نشین تھے۔ بی بی سکینہ کے شوہر سید نصیر الدین بن قطب الدین بن عظیم الدین بن سید نجم الدین بن سید شمس الدین بن سید ابوالفتح تھے۔

دیوان سید محتشم علی بن دیوان سید اصغر علی: انکی بیوی بی بی وجیہ النساء بنت سید حیدر علی بن دیوان سید اصغر علی تھیں۔ دولڑکے سید مہدی علی اور سید امام علی اور تین لڑکیاں بی بی عمدہ، بی بی زینب، بی بی چھوٹی ہوئیں۔ بی بی عمدہ کے شوہر سید نوازش علی بن سید شاہ علی بن سید مسیح اللہ بن سید حفیظ اللہ بن سید ہدایت اللہ بن سید عطاء اللہ بن سید ابوالفتح تھے اور بی بی زینب کے شوہر قاضی سید قمر علی بن سید عصمت اللہ جی عرف امام بخش بن سید عزت اللہ بن سید اسد اللہ بن سید ابوالفتح تھے۔ بی بی چھوٹی کے شوہر سید اشرف علی بن سید ارشاد علی بن سید حیدر علی بن دیوان سید امام الدین تھے۔ سالِ وفات ۱۲۳۳ھ ہے۔

سید مہدی علی بن دیوان محتشم علی: سجادہ نشین اور صاحبِ عزم واحتشام تھے۔ انکی بیوی بی بی دھومن بنت دیوان سید ذوالفقار علی تھیں۔ لیکن ان سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ ایک دوسری بیوی سے اولاد ہوئی۔ اور دولڑکے اس کے بطن سے پیدا ہوئے۔ لڑکوں کے نام سید ہادی علی، سید

افغانستان بود۔ از وے یک دختر بود۔ فیض النساء و پسران سید شہاب الدین و سید جمال الدین و سید غلام محمد اما ذکر سید غلام محمد نوشتند در زمانِ صغر سن وفات یافتہ باشد۔

سید شہاب الدین بن سید جلال الدین اورا از زوجۂ خود کہ بنت سید شرف الدین بن سید نظام الدین بن سید مبارک عرف دیوان شاہ بود و بخت دولت نام داشت۔ یک پسر شد سید نصیر الدین و اورا از زوجۂ خود جمعیت النساء نام کہ بنت سراج الدین بن نظر محمد بن نجم الدین بن دیوان شاہ بود یک پسر شد۔ سید عزیز الدین و از وے اولاد باقی نماند۔

سید جمال الدین بن سید جلال الدین: اورا دخترے بود لطیفہ بانو کہ در عقد نکاح سید ضیاء الدین بن ہدایت اللہ بن عطاء اللہ بن سید ابوالفتح در آمد۔

تمام شد ذکر اولاد سید حسام الدین بن علم الدین

....

سید ابوالفتح پسر سوم خواجہ سید علم الدین بن خواجہ ابوالخیر زوجہ او عصمت النساء بنت شیخ شہاب الدین نبیرۂ حضرت خواجہ ابراہیم ادہم بلخی در ۱۰۸۵ھ وفات یافت۔ و چہار پسر گذاشت۔

سید سراج الدین پسر اول سید ابوالفتح سجادہ نشین بود۔ زوجۂ شرعیہ او بی بی رحیمہ بود۔ از وے سہ پسران و دو دختران بوجود آمدند۔ پسر اول سید منیر الدین۔ پسر دوم سید ظہیر الدین۔ پسر سوم سید سعد الدین۔ دختر اول ماہ بانو کہ از سید صدر الدین بن زین العابدین منکوحہ شد۔ دختر دوم صاحب دولت کہ از سید خضر محمد بن سید نظام الدین بن سید دیوان شاہ منکوحہ بود۔ سال وفات ۱۱۳۲ھ

سید سعد الدین بن دیوان سراج الدین بزمانِ طفلی فوت شد۔

سید ظہیر الدین بن دیوان سراج الدین: زوجۂ او صاحب نساء بنت سید اطیع اللہ بن عطاء اللہ بن سید ابوالفتح بود۔ از وے دو پسر و یک دختر بوجود آمدہ بزمان طفلی وفات یافتند۔ و اولاد رفت۔

اسد علی ہیں۔ سید مہدی علی نے ۱۲۵۰ھ میں وفات پائی۔

سید امام علی بن دیوان سید محتشم علی: انکی پہلی بیوی بی بی چھدّو بنت سید ارشاد علی بن سید حیدر علی بن دیوان سید امام الدین سجادہ نشین تھیں۔ ان سے ایک لڑکا سید سراج الدین ہوا۔ دوسری بیوی بی بی ولی النساء جو اُدھمی خاندان کی تھیں اور شیخ شکر اللہ نبیرہ خواجہ ادھم بلخی کی بیٹی تھیں۔ ان سے چار لڑکے اور چار لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ لڑکوں کا نام سید منیر الدین، سید شفیع حسین، سید اصغر علی تھا۔ چوتھا بیٹا چھ مہینے کا ہو کر فوت ہو گیا۔ لڑکیوں کے نام جواہر النساء، مزاج النساء، امام النساء تھا۔ چوتھی لڑکی کم عمری میں فوت ہو گئی۔ جواہر النساء کے شوہر سید فدا حسین بن سید نوازش علی بن سید شاہ علی بن سید مسیح اللہ بن سید حفیظ اللہ بن سید ہدایت اللہ بن سید عطاء اللہ بن سید ابوالفتح تھے۔ مزاج النساء کے شوہر سید قدرت علی بن سید بدر الدین بن سید قطب الدین بن عظیم الدین بن نجم الدین بن سید شمس الدین بن سید ابوالفتح حیات ہیں۔ تیسری بیٹی امام النساء کی شادی نہیں ہوئی۔ اور اس نے ابتدائی عمر میں ہی وفات پائی۔ دیوان موصوف نے ۱۲۵۶ھ میں اس دارِ فانی سے رحلت فرمائی۔

سید سراج الدین بن سید امام علی: یہ دیوان اور سجادہ نشین تھے۔ انکی پہلی زوجہ لاڈلی بی بی بنت قاضی قمر علی بن سید عصمت اللہ جی عرف امام بخش بن سید عصمت اللہ بن سید عزت اللہ بن سید اسد اللہ بن سید ابوالفتح تھیں۔ لیکن ان سے اولاد نہیں ہوئی۔ دوسری زوجہ بی بی خیر النساء بنت شیخ عنایت اللہ بن شیخ شکر اللہ ادھمی فاروقی تھیں۔ ان سے ایک صاحبزادے دیوان سید غیاث الدین چشتی سجزی اجمیری جو فی الحال سجادہ نشین اور حضرت خواجہ بزرگ معین الحق معین الاولیاء کے قائم مقام ہیں۔ اللہ تعالیٰ انکی عمر دراز کرے۔ انکی بیوی بی بی رئیس النساء بنت قاضی سید منیر الدین بن امام علی بن دیوان محتشم علی سجادہ نشین ہیں۔ اب تک ان سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ انکے جد پاک (خواجہ غریب نواز) انھیں فرزند عطا فرمائیں۔ تا کہ حضرت خواجہ بزرگ معین الاولیاء کی اولاد و احفاد کا نام ونشان برقرار و قائم رہے۔ البتہ دیوان سید سراج الدین کی دوسری بیویوں سے بھی اولاد ہے۔ ایک لڑکا سید نظام الدین اور دو لڑکیاں جہانگیرن اور چنوں بی جو اپنے حقیقی چچا سید شفیع حسین کے فرزندوں کے عقدِ نکاح میں آئیں ہیں۔ سید نظام الدین کی اولاد ہے۔ لڑکے کا نام سید رشید

دیوان سید منیر الدین بن دیوان سید سراج الدین: زوجہ او بی بی صاحب بنت سید شرف الدین بن سید نظام الدین بن سید مبارک عرف دیوان شاہ بود۔ از وے سہ پسران ودو دختران شدند۔ دختر اول فخر النساء از سید عزت اللہ بن اسد اللہ بن ابو الفتح منکوحہ شد۔ دختر دوم سیف النساء از سید محسن بن سید خضر محمد بن نظام الدین منکوحہ شد۔ ودر سال یک ہزار و یک صد و پنجاہ وہشت ہجری وفات یافت۔

سید نور الدین بن دیوان سید منیر الدین: در صغر سن بمرض چیچک فوت شد۔

سید فیض الدین بن دیوان سید منیر الدین: زوجۂ او سعیدہ بی بی بنت شیخ جمال الدین بن شیخ نظام الدین نبیرہ سلطان التارکین بود۔ از وے یک پسر و یک دختر بوجود آمد پسر شیر خوار بعارضہ درد پہلو فوت شد۔ و دختر بسالت نساء نام در عقد سید حیدر علی بن دیوان سید امام الدین در آمد۔

دیوان سید امام الدین بن دیوان سید منیر الدین: زوجۂ عفیفہ او بی بی زینت النساء بنت سید قمر الدین بن سید شمس الدین بن سید ابو الفتح بود۔ کہ از وے پنج پسران ودو دختران بوجود آمدند۔ دختر اول بی بی عصمت کہ در حالت صغر فوت شد۔ دختر دوم بی بی ولی النساء کہ بہ سید رفیع الدین بن غیاث الدین بن سید نجم الدین بن سید شمس الدین بن سید ابو الفتح منکوحہ شد۔ اما از پسران وے سہ پسر سید اکبر علی و سید رضی الدین و سید کلن در عالم طفلی فوت شدند۔ سالِ وفاتش ۱۱۸۹ھ است۔

سید حیدر علی بن دیوان سید امام الدین: زوجۂ او بی بی بسالت نساء بنت سید فیض الدین بن دیوان سید منیر الدین بود۔ از وے یک پسر شد سید ارشاد علی عرف سید نتھن ودو دختران شدند امیر النساء و وجیہ النساء۔

سید ارشاد علی عرف میر نتھن بن سید حیدر علی زوجہ او بی بی عصمت بنت سید عصمت اللہ جی عرف امام بخش بود۔ از وے یک پسر تولد شد۔ سید اشرف علی اما دخترے اولاد

ا؎ فرزند مزاج علی سید طالب حسین و فرزندِ او دیوان سید عنایت حسین و فرزندِ او دیوان سید صولت حسین و فرزندانِ او ناشرانِ ایں کتاب خواجہ سید غیاث الدین و مولوی سید سراج الدین اند۔ (مترجم)

الدین ہے اور لڑکی کا نام بشارت النساء ہے۔ سالِ وفات ۱۲۸۲ھ ہے۔

قاضی سید منیر الدین بن سید امام علی: انکی بیوی ننی بی بی بنت سید فتح علی بن سید غلام معین الدین بن سید خلیل اللہ بن سید اسد اللہ بن سید ابوالفتح ہیں۔ ان سے دو لڑکے اور پانچ لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ دو لڑکے سید امام الدین و سید فیض الدین ہیں۔ لڑکیوں میں ثمرۃ النساء کم سنی میں انتقال کر گئیں۔ دوسری لڑکی شیر خواری میں وفات پا گئی۔ تیسری لڑکی منیر النساء سید رضا حسین بن سید فدا حسین بن سید نوازش علی بن سید شاہ علی بن سید مسیح اللہ بن سید حفیظ اللہ بن سید ہدایت اللہ بن سید عطاء اللہ بن سید ابوالفتح کے نکاح میں آئیں تھیں۔ البتہ انکے بطن سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ نوجوان عمر میں رحمتِ حق سے جاملیں۔ چوتھی لڑکی صغیر النساء سید شرف الدین بن سید قدرت علی بن سید شمس الدین بن سید ابوالفتح کی زوجہ ہیں۔ ان سے ایک لڑکا اور لڑکی ہوئے تھے۔ لیکن بچپن میں ہی دونوں وفات پا گئے۔ خدائے تعالیٰ حبیبِ پاک، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل میں طویل العمر، صاحبِ اقبال، سعادت آثار فرزندِ رشید عطا فرمائے۔ آمین۔ پانچویں لڑکی رئیس النساء شیخ المشائخ دیوان سید غیاث الدین علیخاں سجادہ نشین کی زوجہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اولاد دے۔ اور حفاظت وحمایت میں رکھے۔

قاضی سید منیر الدین کی ایک دوسری بیوی علیم النساء بنت سید بدر الدین بن سید قطب الدین بن سید عظیم الدین بن سید نجم الدین بن سید شمس الدین بن سید ابوالفتح تھیں۔ لیکن ان سے بھی اولاد نہیں ہوئی۔ اور وہ کم عمری میں ہی زمانہ آگاہی سے قبل وفات پا گئیں۔

تیسری بیوی مرہٹہ قوم سے ہے۔ اور شرفِ اسلام سے مشرف ہو کر قاضی سید منیر الدین کی زوجیت میں آگئیں۔ اس کے بطن سے دو لڑکے سید شہاب الدین اور سید فیاض الدین اور دو لڑکیاں سکینہ بی بی اور اللہ رکھی ہوئیں۔ سکینہ بی بی کا سید اولاد حسین بن سید شفیع حسین بن سید امام علی بن دیوان محتشم علی سے نکاح ہوا۔ اور اللہ رکھی سید رشید الدین بن سید نظام الدین بن دیوان سید سراج الدین سے منسوب ہیں۔ سالِ وفات ۱۳۰۵ھ ہے۔

ا ۔ مزاج علی کے فرزند سید طالب حسین انکے فرزند سید عنایت حسین اور انکے فرزند سید صولت حسین اور انکے فرزندان میں اس کتاب کے ناشر خواجہ سید غیاث الدین و مولوی سید سراج الدین ہیں۔ (مترجم)

ہم شد۔ وسہ دختران بودند بی بی بدرن ۔ بی بی مینا۔ بی بی چھدو ۔ بی بی مینا در عقد نکاح سید مظہر عرف میاں مینڈو بن سید رفیع الدین بن سید غیاث الدین بن سید نجم الدین درآمد ولا ولد رفت ۔ ومسماۃ بی بی بدرن زوجہ منکوحہ سید نظر علی بن سید نوازش علی بن سید شاہ علی بن سید مسیح اللہ بن سید حفیظ اللہ بن سید ہدایت اللہ بن سید عطاء اللہ بن سید ابوالفتح بود۔ بی بی چھدو زوجہ سید امام علی بن سید محتشم علی سجادہ نشین بود۔

سید اشرف علی بن سید ارشاد علی معروف میر تھن : زوجہ او بی بی چھوٹی بنت دیوان محتشم علی سجادہ نشین بود۔ اما از وے اولاد نشد ۔ ولا ولد برفت ۔

سید اصغر علی بن دیوان امام الدین سجادہ نشین بود۔ زوجۂ او دختر سید عزت اللہ بن سید اسد اللہ بن سید ابوالفتح بود۔ ونامِ آں بی بی خجستہ بانو۔ از وے دو پسران و یک دختر شد۔ سید ذوالفقار علی وسید محتشم علی ۔ ونام دختر ہدایت النساء۔ وزوج شرعی بی بی ہدایت النساء سید مسیح اللہ بن سید حفیظ اللہ بن سید ہدایت اللہ بن سید عطاء اللہ بن سید ابوالفتح بود۔ در ۱۲۱۱ھ ازیں جہان رخت رحلت بربست ۔

سید ذوالفقار علی بن دیوان اصغر علی سجادہ نشین بود۔ زوجۂ او بی بی امیر النساء بنت سید حیدر علی بن دیوان سید امام الدین سجادہ نشین بود۔ از وے پسر نشد ۔ اما دو دختران شدند۔ دھومن بی بی ۔ سکینہ بی بی ۔ زوج شرعی دھومن بی بی سید مہدی علی سجادہ نشین بود۔ وزوج شرعی بی بی سکینہ سید نصیر الدین بن قطب الدین بن عظیم الدین بن سید نجم الدین بن سید شمس الدین بن سید ابوالفتح بود۔

دیوان سید محتشم علی بن دیوان سید اصغر علی ۔ زوجہ او بی بی وجیہ النساء بنت سید حیدر علی بن دیوان سید اصغر علی بود۔ دو پسر سید مہدی علی وسید امام علی وسہ دختر بوجود آمدند۔ بی بی عمدہ، بی بی زینب، بی بی چھوٹی۔ زوجِ شرعی بی بی عمدہ سید نوازش علی بن سید شاہ علی بن سید مسیح اللہ بن سید حفیظ اللہ بن سید ہدایت اللہ بن سید عطاء اللہ بن سید ابوالفتح ۔ وشوہر بی بی زینب قاضی سید قمر علی بن سید عصمت اللہ جی عرف امام بخش بن سید عزت اللہ بن سید اسد اللہ بن سید ابوالفتح بود۔ وشوہر بی بی چھوٹی سید اشرف علی بن سید ارشاد علی بن

سید فیض الدین ولد قاضی سید منیر الدین: افسوس کہ انہوں نے شباب کے گلشن کی بہار کو بھی نہ دیکھا اور باپ کے دل پر داغِ مفارقت دے کر کم سنی میں ہی خدائے رحیم سے جا ملے۔

قاضی سید امام الدین بن قاضی سید منیر الدین: اس کتاب "معین الاولیاء کا مصنف ہے۔ اور اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر کے عہدہ پر چار سو (۴۰۰) روپیہ تنخواہ پر مامور ہے۔ صاحبِ کتاب کی بیوی بی بی گھیسی بنت سید قدرت علی بن سید بدر الدین بن سید قطب الدین بن سید عظیم الدین بن سید نجم الدین بن سید شمس الدین بن سید ابوالفتح ہے۔ ابھی اولاد نہیں ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اہلِ بیتِ رسالت اور حضرات صوفیۂ کرام کے طفیل اسے اولاد دے۔ اور بخشش فرمائے۔ اور بری بلاؤں اور زمانے کے حادثات سے مأمون ومحفوظ رکھے۔ آمین۔

بَحقِّ رَسُوْلِہٖ وَ اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْن۔ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْن۔

سید شفیع حسین بن سید امام علی بن دیوان محتشم علی: انکی بیوی بی بی چھوٹی بنت سید فتح علی بن سید غلام معین الدین بن سید خلیل اللہ بن سید اسد اللہ بن سید ابوالفتح تھیں۔ ان کے بطن سے ایک لڑکا ہوا اور شیر خواری میں انتقال کر گیا۔ اور اس کی ماں بھی تپ دق سے اسی زمانے میں وفات پا گئی۔ انکی دوسری بیوی سے اولاد ہے۔ جن کا نام سید امداد حسین، سید الطاف حسین، سید صفدر حسین، سید اکبر حسین اور سید افتخار حسین ہے۔

سید اصغر علی بن سید امام علی بن دیوان سید محتشم علی۔ انکی بیوی نصیب النساء بنت سید بدر الدین بن قطب الدین نبیرہ سید شمس الدین بن سید ابوالفتح تھیں۔ ان سے ایک لڑکا ہوا سید حیدر علی۔ لیکن وہ بچپن میں ہی فوت ہو گیا۔ اس کی ماں بھی اس بے بنیاد اور ناشاد دنیا سے چلی گئی۔ فی الحال سید اصغر علی کی دوسری بیوی بھی ہے۔ لیکن اس سے بھی اولاد نہیں ہے۔

الحمد للہ کہ سید سراج الدین بن سید ابوالفتح کی اولاد کا ذکر تمام ہوا

....

سید شمس الدین: خواجہ سید علم الدین کے فرزندِ سوم سید ابوالفتح کے یہ دوسرے بیٹے ہیں۔ انکی زوجہ خورشید بانو بنت سید احمد بن سید حسام الدین بن سید علم الدین ہیں۔ ان سے تین لڑکے اور تین لڑکیاں ہوئیں۔ لڑکے سید قمر الدین، سید نجم الدین اور سید مجد الدین ہیں۔ اور لڑکیاں لطیفہ

سید حیدر علی بن دیوان سید امام الدین بود۔ در سال وفات ۱۲۳۳ھ

سید مہدی علی بن دیوان محتشم علی سجادہ نشین و صاحبِ عزم و احتشام بود۔ زوجۂ او بی بی دھومن بنت دیوان سید ذوالفقار علی بود۔ امّا از وے اولاد نشد۔ و از زن دیگر کہ داشت اولاد شد۔ دو پسر و چہار دختران بوجود آمدند۔ نام پسران سید ہادی علی و سید اسد علی۔ و در سنہ یک ہزار دوصد و پنجاہ و پنج فوت شد۔

سید امام علی بن دیوان سید محتشم علی زوجہ اول بی بی چھدو بنت سید ارشاد علی بن سید حیدر علی بن سید دیوان امام الدین سجادہ نشین بود۔ از وے یک پسر سید سراج الدین و زوجۂ دوم بی بی ولی النساء از دودمانِ پاک ادہمی بنت شیخ شکر اللہ نبیرہ خواجہ ادھم بلخی بود۔ از وے چہار پسران و چہار دختران بوجود آمد۔ نام پسران قاضی سید منیر الدین، سید شفیع حسین، و سید اصغر علی و پسر چہارم شش ماہہ فوت شد۔ نام دختران جواہر النساء، مزاج النساء و امام النساء دختر چہارم در زمانِ صغر فوت شد۔ شوہر جواہر النساء سید فدا حسین بن سید نوازش علی بن سید شاہ علی بن سید مسیح اللہ بن سید حفیظ اللہ بن سید ہدایت اللہ بن سید عطاء اللہ بن سید ابوالفتح بود۔ و شوہر مزاج النساء سید قدرت علی بن سید بدر الدین بن سید قطب الدین بن عظیم الدین بن نجم الدین بن سید شمس الدین بن سید ابوالفتح در صدر حیات است۔ دختر سوم امام النساء را زوج نبود۔ و در آغاز عمر وفات یافت۔ و دیوان موصوف در سنہ ۱۲۵۶ھ ازیں دارِ فانی رحلت فرمود۔

سید سراج الدین بن سید امام علی دیوان و صاحبِ سجادہ بود۔ زوجہ اول مسماۃ لاڈلی بی بی بنت قاضی سید قمر علی بن سید عصمت اللہ 15-1-2013 ام بخش بن سید عصمت اللہ بن سید عزت اللہ بن سید اسد اللہ بن سید ابوالفتح۔ اما از وے اولاد نشد۔ زوجۂ دوم بی بی خیر النساء بنت شیخ عنایت اللہ بن شیخ شکر اللہ ادہمی فاروقیست۔ از وے یک پسر بوجود آمد۔ دیوان سید غیاث الدین علیخاں چشتی سجزی اجمیری کہ الحال سجادہ نشین و صاحبِ مقام حضرت خواجہ بزرگ معین الحق معین الاولیاء است۔ طال اللہ عمرہٗ زوجۂ او بی بی رئیس النساء بنت قاضی سید منیر الدین بن سید امام علی بن دیوان محتشم علی سجادہ نشین تا الآن از وے اولاد

بانو اور ضیاء النساء کم سنی ہی میں فوت ہوگئیں۔ تیسری بیٹی حفیظہ بانو سید ہدایت اللہ بن سید ابوالفتح کے نکاح میں آئیں۔

سید قمر الدین بن سید شمس الدین: ان کی بیوی بی بی خیر النساء بنت سید عطاء اللہ بن سید ابوالفتح تھیں۔ دو لڑکے اور تین لڑکیاں ہوئیں۔ لڑکوں کا نام بدرالدین اور سعد الدین ہے۔ پہلی لڑکی رفیع النساء، دوسری سیف النساء۔ یہ سب بچپن ہی میں فوت ہوگئیں۔ تیسری لڑکی زینت النساء جو سید امام الدین بن دیوان منیر الدین بن دیوان سراج الدین بن سید ابوالفتح کے نکاح میں آئیں۔ دونوں لڑکے بدرالدین اور سعد الدین بچپن میں ہی فوت ہو گئے۔

سید نجم الدین بن سید شمس الدین بن سید ابوالفتح: انکی زوجہ زیب النساء بنت عطاء اللہ بن سید ابوالفتح تھیں۔ چار لڑکے اور دو لڑکیاں ہوئیں۔ لڑکوں کا نام سید غیاث الدین، سید عظیم الدین، سید نظام الدین، سید قوام الدین ہے اور لڑکیوں کا نام جمیل النساء اور عزیز النساء تھا۔ دونوں لڑکیاں ہوش سنبھالنے سے قبل ہی کم سنی میں وفات پا گئیں۔

سید غیاث الدین بن سید نجم الدین: انکی بیوی سیف النساء بنت سید امجد بن سید احمد تھیں۔ ان سے دو لڑکے اور ایک لڑکی ہوئی۔ لڑکوں کے نام سید رفیع الدین اور سید قوی الدین ہیں۔ لیکن سید قوی الدین اور ایک لڑکی جس کا نام معلوم نہیں ہے بچپن میں ہی فوت ہو گئے۔

سید رفیع الدین بن سید غیاث الدین بن سید نجم الدین بن سید شمس الدین بن ابوالفتح: انکی بیوی ولی النساء بنت دیوان سید امام الدین سجادہ نشین تھیں۔ ان سے ایک بیٹا سید مظہر علی عرف میر مینڈو جو سفر پر گیا تھا اور اس کی خبر پھر نہ آئی۔ مفقود الخبر ہے۔

سید عظیم الدین بن سید نجم الدین بن سید شمس الدین بن سید ابوالفتح: انکی پہلی بیوی شائستہ بانو بنت سید عزت اللہ بن سید اسد اللہ بن سید ابوالفتح تھیں۔ انکے بطن سے ایک لڑکا ہوا تھا۔ لیکن بچپن میں ہی فوت ہوگیا۔ اور اُسکی ماں بھی تپ دق کے عارضہ میں وفات پا گئی۔ دوسری بیوی بی بی رحمت النساء بنت حافظ شہاب الدین نبیرہ قاضی حمید الدین ناگوری تھیں۔ ان سے دو لڑکے سید قطب الدین اور فرید الدین ہوئے۔

سید قطب الدین بن سید عظیم الدین: انکی بیوی بی بی فہمیدہ بنت سید حفیظ اللہ بن سید ہدایت

نشد۔ جد پاکش فرزندش بہ بخشاید کہ نام ونشان اولاد و احفاد حضرت خواجہ بزرگ معین الاولیاء برقرار و برجا قائم بماند۔ اما از دیوان سید سراج الدین از بطنِ زنانِ دیگر اولاد ہم است۔ یک پسر سید نظام الدین و دو دختر جہانگیرن وچنوں بی بی کہ بہ فرزندان سید شفیع حسین عم حقیقی ایشاں در عقد مناکحت آمدہ اند۔ از سید نظام الدین اولاد است۔ پسر رشید الدین نام دارد۔ و یک دختر کہ بشارت النساء نام اوست۔ سال وفات ۱۲۸۲ھ۔

قاضی سید منیر الدین بن سید امام علی زوجۂ اونی بی بی بنت سید فتح علی بن سید غلام معین الدین بن سید خلیل اللہ بن سید اسد اللہ بن سید ابوالفتح۔ از وے دو پسر و پنج دختران بوجود آمد۔ سید امام الدین و سید فیض الدین۔ ثمرہ النساء در زمانِ صغرسنی بمرد۔ و دختر دوم شیر خوار بمرد۔ و دختر سوم منیر النساء در عقد نکاح سید رضا حسین بن سید فدا حسین بن سید نوازش علی بن سید شاہ علی بن سید مسیح اللہ بن سید حفیظ اللہ بن سید ہدایت اللہ بن سید عطاء اللہ بن سید ابوالفتح در آمدہ بود۔ اما از بطن وے اولاد نشد۔ و در عمر نوجوانی برحمت حق پیوست۔ دختر چہارم صغیر النساء زوجۂ شرعی سید شرف الدین بن سید قدرت علی بن سید شمس الدین بن سید ابوالفتح است۔ از وے یک پسر و یک دختر شدہ بود۔ اما در طفلی وفات یافتند۔ خدائے عزوجل بہ طفیل حبیب پاک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرزند رشید بعمر دراز واقبال وسعادت آثار نصیب فرماید۔ آمین۔ رئیس النساء دختر پنجم زوجہ پاک شیخ المشائخ دیوان سید غیاث الدین علیخاں سجادہ نشین است۔ حق سبحانہٗ تعالیٰ اولاد دہد و در حفظ وحمایت دارد۔

قاضی سید منیر الدین را زوجۂ دیگر 15-1-2013 علیم النساء بنت سید بدر الدین بن سید قطب الدین بن سید عظیم الدین بن سید نجم الدین بن سید شمس الدین بن سید ابو الفتح۔ اما از وے اولاد نشد۔ وا و در زمان صغر پیش از زمانِ آگہی وفات یافت۔

زنِ سوم از قوم مرہٹہ است کہ بشرف اسلام مشرف گشتہ بزوجیت قاضی سید منیر الدین در آمد۔ از بطن او دو پسر و دو دختر شدند۔ پسر سید شہاب الدین و سید فیاض الدین نام دختران سکینہ بی بی و اللہ رکھی۔ سکینہ بی بی بہ سید اولاد حسین بن سید شفیع

اللہ بن سید عطاء اللہ بن سید ابوالفتح تھیں۔ان کے بطن سے دولڑکے سید بدرالدین اور سید نصیر الدین ہوئے۔لڑکی نہیں ہوئی۔

سید نصیر الدین بن سید قطب الدین: انکی بیوی بی بی سکینہ بنت دیوان سید ذوالفقار علی بن دیوان سید اصغرعلی تھیں۔البتہ یہ لاولد رخصت ہوئے۔

سید بدرالدین بن سید قطب الدین: انکی بیوی عظیم النساء بنت سید نوازش علی بن سید شاد علی بن سید مسیح اللہ بن سید حفیظ اللہ بن سید ہدایت اللہ بن سید عطاء اللہ بن سید ابوالفتح تھیں۔ان سے ایک لڑکا سید قدرت علی اور دولڑکیاں علیم النساء،نصیب النساء ہوئیں۔علیم النساء قاضی سید منیر الدین بن سید امام علی بن دیوان سید محتشم علی خاں کی پہلی بیوی تھیں۔لیکن عین جوانی میں انتقال کر گئیں۔اورنصیب النساء سید اصغرعلی بن سید امام علی بن دیوان سید محتشم علی کے عقد نکاح میں آئیں تھیں۔

سید قدرت علی بن سید بدرالدین: انکی بیوی مزاج النساء بنت سید امام علی بن دیوان محتشم علی تھیں۔ان سے تین لڑکے اور تین لڑکیاں پیدا ہوئے۔لیکن دولڑکے اور دولڑکیاں کم سنی میں ہی وفات پاگئے۔ایک لڑکا اور ایک لڑکی باقی رہے۔لڑکا شرف الدین جن کی بیوی صغیر النساء بنت قاضی سید منیرالدین بن سید امام علی بن دیوان سید محتشم علی ہے اورلڑکی بی بی گھیسی جو قاضی سید امام الدین بن قاضی سید منیرالدین بن سید امام علی بن دیوان سید محتشم علی سجادہ نشین کی زوجہ ہیں

سید فریدالدین بن عظیم الدین بن سید نجم الدین بن سید شمس الدین بن سید ابوالفتح: انکی بیوی لطیف النساء بنت غلام معین الدین بن سید خلیل اللہ بن سید اسد اللہ بن سید ابوالفتح تھیں۔انکے بطن سے ایک لڑکا اور لڑکی ہوئی۔لڑکے کا نام سید فخرالدین ہے جن کی بیوی شرف النساء بنت سید فتح علی بن غلام معین الدین بن سید خلیل اللہ بن سید اسد اللہ بن ابوالفتح تھیں۔لیکن سید فخرالدین لاولد فوت ہوئے۔اورایک لڑکی بی بی فرخندہ تھی یہ بھی فوت ہوگئی۔اوراس کے بطن سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

سید مجید الدین: یہ سید شمس الدین بن سید ابوالفتح کے تیسرے لڑکے ہیں۔انکی زوجہ سے جو صحیح

حسین بن سید امام علی بن دیوان محتشم علی منکوح شد۔ واللہ رکھی بہ سید رشید الدین بن سید نظام الدین بن دیوان سراج الدین منسوب است۔ سالِ وفات ۱۳۰۵ھ

سید فیض الدین پسر قاضی سید منیر الدین: حیف کہ بہار گلشن شباب ہم ندید و داغ حسرت بر جان والدین نہادہ در صغرسن برحمت حق پیوست۔

قاضی سید امام الدین بن قاضی سید منیر الدین: جامع اوراق معین الاولیاء است۔ و بہ منصب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنری بمشاہرہ چہار صد روپیہ ماموراست۔ زوجۂ شرعیہ او بی بی گھیسی بنت سید قدرت علی بن سید بدر الدین بن سید قطب الدین بن سید عظیم الدین بن سید نجم الدین بن سید شمس الدین بن سید ابوالفتح است۔ ہنوز اولاد ندارد۔ حق سبحانہٗ تعالیٰ بہ تصدق رسول و اہلبیت رسالت و حضرات تصوف و طریقت اولادش بدہد۔ و بیامرز دو از بلائے بدحوادث روزگار مصئون و محفوظ دارد۔ آمین ۔ بِحَقِّ رَسُوْلِهٖ وَ اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْن۔ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْن۔

سید شفیع حسین بن سید امام علی بن دیوان محتشم علی۔ زوجہ شرعیہ او بی بی چھوٹی بنت سید فتح علی بن سید غلام معین الدین بن سید خلیل اللہ بن سید اسد اللہ بن سید ابوالفتح بود۔ از بطن او یک پسر شد و شیرخوارہ بمرد۔ و مادرش ہم بہ تپ دق ہمدراں زمان وفات یافت۔ و ایشاں را از زن دیگر اولاد ہست۔ سید امداد حسین و سید الطاف حسین۔ و سید اولاد حسین و سید صفدر حسین و سید اکبر حسین و سید افتخار حسین۔

سید اصغر علی بن سید امام علی بن دیوان محتشم علی۔ زوجہ او نصیب النساء بنت سید بدر الدین بن قطب الدین نبیرہ سید شمس الدین بن سید ابوالفتح بود۔ از وے یک پسر شد۔ سید حیدر علی اما در زمان طفولیت فوت شد۔ و مادرش ہم ازیں جہاں بے بنیاد ناشاد رفت۔ الحال سید اصغر علی زنِ دیگر دارد و ہم اولاد نیست۔

15-1-2013

الحمد للہ کہ تمام شد ذکر اولاد سید سراج الدین بن سید ابوالفتح

....

النسب تھیں ایک لڑکا سید بدیع الدین ہوا۔ جو سفر پر گیا تھا اور جس کی کوئی خبر معلوم نہیں ہے۔

سید عطاء اللہ بن سید ابوالفتح بن سید خواجہ علم الدین: انکی بیوی شریفہ بانو بنت سید احمد بن سید حسام الدین ہیں۔ ان سے چار لڑکے اور دو لڑکیاں ہوئیں۔ پہلا لڑکا ہدایت اللہ دوسرا لڑکا اطیعواللہ موجود ہیں۔ تیسرا اور چوتھا لڑکا بچپن ہی میں فوت ہو گئے۔لڑکیوں کے نام خیرالنساء اور زینت النساء ہیں۔ بی بی خیر النساء کے شوہر سید قمر الدین بن شمس الدین بن ابوالفتح تھے۔ اور زیب النساء عرف جھیو بی بی کے شوہر سید قمر الدین بن شمس الدین بن ابوالفتح تھے۔

سید ہدایت اللہ ولد سید عطاء اللہ بن سید ابوالفتح: انکی بیوی حفیظہ بانو بنت سید شمس الدین بن سید ابوالفتح تھیں۔ تین لڑکے اور تین لڑکیاں ہوئیں۔ پہلی لڑکی ظفر النساء جو سید خلیل اللہ بن سید اسد اللہ بن سید ابوالفتح کے نکاح میں آئیں۔ مہر النساء اور لطیف النساء زمانۂ طفلی میں فوت ہو گئیں۔

سید حفیظ اللہ بن ہدایت اللہ بن عطاء اللہ: انکی بیوی دانستہ بانو بنت شیخ برخُردار نبیرہ شاہ حمزہ دہرسوی تھیں۔ ان سے ایک لڑکا سید مسیح اللہ اور ایک لڑکی فہمید النساء ہوئی۔ فہمید النساء کا نکاح سید قطب الدین بن عظیم الدین بن نجم الدین بن شمس الدین بن ابوالفتح سے ہوا۔

سید مسیح اللہ بن سید حفیظ اللہ بن سید ہدایت اللہ بن سید عطاء اللہ بن سید ابوالفتح: انکی بیوی ہدایت النساء بنت دیوان سید اصغر علی سجادہ نشین تھیں۔ ان سے ایک لڑکا سید شاہ علی ہوا۔ اور ایک لڑکی فہمید النساء ہوئی جس کا سید قطب الدین بن سید عظیم الدین بن سید نجم الدین بن سید شمس الدین بن سید ابوالفتح سے نکاح ہوا۔

سید شاہ علی بن سید مسیح اللہ: انکی بیوی بی بی کمن بنت سید غلام معین الدین بن سید خلیل اللہ بن سید اسد اللہ بن سید ابوالفتح تھیں ان سے ایک لڑکا ہوا۔

سید نوازش علی بن سید شاہ علی: انکی بیوی بی بی عمدہ بنت دیوان سید محتشم علی سجادہ نشین تھیں۔ ان سے دو لڑکے اور تین لڑکیاں ہوئیں۔ لڑکوں کا نام سید نظر علی اور سید فدا حسین ہے۔ اور لڑکیوں میں پہلی عظیم النساء ہیں جو سید بدر الدین بن قطب الدین بن عظیم الدین بن نجم الدین بن شمس الدین بن ابوالفتح کی زوجہ تھیں۔ دوسری لڑکی بھوری بی بی جو سید حسین علی بن مکرم علی بن سید ضیاء

سید شمس الدین پسر دوم سید ابوالفتح که پسر سوم خواجه سید علم الدین است۔ زوجہ او خورشید بانو بنت سید احمد بن سید حسام الدین بن سید علم الدین۔ از وے سہ پسران وسہ دختران بودند۔ سید قمر الدین، سید نجم الدین، سید مجد الدین۔ دختران لطیفہ بانو و ضیاء النساء کہ در زمانِ صغر فوت شدند۔ دختر سوم حفیظہ بانو از سید ہدایت اللہ سید عطاء اللہ بن سید ابوالفتح منکوحہ شد۔

سید قمر الدین بن سید شمس الدین: زوجۂ او بی بی خیر النساء بنت سید عطاء اللہ بن سید ابوالفتح بود۔ دو پسر و سہ دختر داشت۔ نام پسران بدر الدین و سعد الدین۔ نام اول رفیع النساء دوم سیف النساء کہ جملہ بزمانِ خُردی فوت شدند۔ سوم زینت النساء کہ از سید امام الدین بن دیوان منیر الدین بن دیوان سراج الدین بن ابوالفتح منکوحہ شد۔ و ہر دو پسران بدر الدین و سعد الدین در طفولیت فوت شدند۔

سید نجم الدین بن سید شمس الدین بن سید ابوالفتح: زوجۂ او زیب النساء بنت سید عطاء اللہ بن سید ابوالفتح بود۔ چہار پسر و دو دختر داشت۔ نام پسران سید غیاث الدین، سید عظیم الدین، سید نظام الدین، سید قوام الدین۔ نام دختران جمیل النساء و عزیز النساء ہر در حال غیر آگہی و صغر وفات یافتند۔۔

سید غیاث الدین بن سید نجم الدین: زوجۂ او سیف النساء بنت سید امجد بن سید احمد بود۔ از وے دو پسران شدند و یک دختر شد۔ نام پسران سید رفیع الدین و سید قوی الدین۔ اما سید قوی الدین و یک دختر کہ نام معلوم نیست در طفلی فوت شد۔

سید رفیع الدین بن سید غیاث الدین بن سید نجم الدین بن سید شمس الدین بن ابوالفتح: 15-1-2013

زوجۂ او ولی النساء بنت دیوان سید امام الدین سجادہ نشین بود۔ از وے یک پسر سید مظہر علی عرف میر مینڈو کہ بسفر رفتہ بود۔ وخبرش باز نہ آمد۔ مفقود الخبر است۔

سید عظیم الدین بن سید نجم الدین بن سید شمس الدین بن سید ابوالفتح: زوجۂ اول بی بی شائستہ بانو بنت سید عزت اللہ بن سید اسد اللہ بن سید ابوالفتح۔ از بطن او یک پسر شدہ بود۔ اما در طفلی فوت شد۔ و مادرش ہم بعارضہ تب دق وفات یافت۔ زوجۂ

اللہ بن سید ہدایت اللہ بن سید عطاء اللہ بن سید ابوالفتح کی زوجہ تھیں۔ تیسری لڑکی ہدایت النساء کنواری فوت ہوئیں۔

سید نظر علی بن سید نوازش علی: انکی بیوی بی بی بدر النساء بنت سید ارشاد علی عرف سید نتھن بن سید علی بن دیوان امام الدین سجادہ نشین تھیں۔ ان سے اولاد نہیں ہوئی۔ لاولد انتقال کیا۔

سید فدا حسین بن سید نوازش علی: انکی زوجہ جواہر النساء بنت سید امام علی بن دیوان سید محتشم علی سجادہ نشین ہیں۔ ان سے ایک لڑکا اور چند لڑکیاں ہوئیں۔ لڑکا باقی ہے۔ اور لڑکیاں کم سنی میں ہی وفات پا گئیں۔

سید رضا حسین بن سید فدا حسین: انکی بیوی منیر النساء بنت قاضی سید منیر الدین بن سید امام علی بن دیوان سید محتشم علی سجادہ نشین تھیں۔ جو عالمِ جوانی میں اس دارِ فانی سے کوچ کر گئیں۔ سید رضا حسین نے ابھی دوسری شادی نہیں کی ہے۔

واضح رہے کہ سید مسیح اللہ اپنی زوجہ کی وفات کے بعد جس وقت اجمیر چھوڑ کر دہلی گئے تو دوسری شادی کی۔ جس سے سید کرم علی اور سید فضل علی پیدا ہوئے۔ ان کی اولاد دھول کوٹ گاؤں ضلع گڑگانوا (گڑگاؤں ہریانہ) میں موجود ہے۔

سید ضیاء اللہ: یہ سید ہدایت اللہ بن سید عطاء اللہ بن سید ابوالفتح کے دوسرے لڑکے ہیں۔ انکی بیوی لطیفہ بانو بنت سید جمال الدین بن جلال الدین بن حسام الدین بن خواجہ سید علم الدین تھیں۔ ان سے ایک لڑکا مکرم علی نامی ہوا۔ اور ایک لڑکی شریفہ بانو عرف بی بی مکھولا ہوئی جو سید فتح علی بن سید غلام معین الدین بن سید خلیل اللہ بن سید اسد اللہ بن سید ابوالفتح کی پہلی بیوی تھیں۔

سید مکرم علی بن سید ضیاء اللہ: انکی بیوی فہیم النساء عرف بی بی مدو بنت سید غلام معین الدین بن سید خلیل اللہ بن سید اسد اللہ بن ابوالفتح تھیں۔ ان سے ایک لڑکا سید حسین علی ہوا۔ جو سفر پر گیا اور مفقود الخبر ہو گیا۔ ایک لڑکی صاحب نساء ہوئی جو شیخ نظام الدین نبیرۂ خواجہ سلطان التارکین کے نکاح میں آئیں۔

سید کلیم اللہ: سید ہدایت اللہ کے تیسرے لڑکے ہیں۔ کم سنی ہی میں فوت ہو گئے۔

دوم بی بی رحمت النساء بنت حافظ شہاب الدین نبیرۂ قاضی حمید الدین ناگوری بود۔ از وے دو پسر شدند۔ سید قطب الدین و فرید الدین۔

سید قطب الدین بن سید عظیم الدین: زوجۂ او بی بی فہمیدہ بنت سید حفیظ اللہ بن سید ہدایت اللہ بن سید عطاء اللہ بن سید ابوالفتح۔ از بطن او سید بدر الدین و سید نصیر الدین دو پسر بودند۔ دختر نبود۔

سید نصیر الدین بن سید قطب الدین: زوجۂ او بی بی سکینہ بنت دیوان سید ذوالفقار علی بن دیوان سید اصغر علی۔ اما لاولد رفت۔

سید بدر الدین بن سید قطب الدین: زوجہ او عظیم النساء بنت سید نوازش علی بن سید شاہ علی بن سید مسیح اللہ بن سید حفیظ اللہ بن سید ہدایت اللہ بن سید عطاء اللہ بن سید ابوالفتح بود۔ از وے یک پسر شد۔ سید قدرت علی و دو دختران علیم النساء، نصیب النساء۔ مسماۃ علیم النساء زوجۂ اول قاضی سید منیر الدین بن سید امام علی بن دیوان سید محتشم علی خان بود۔ لیکن در عین شباب برحمت حق پیوست۔ و مسماۃ نصیب النساء در عقد نکاح سید اصغر علی بن سید امام علی بن دیوان سید محتشم علی در آمدہ بود۔

سید قدرت علی بن سید بدر الدین: زوجۂ او مزاج النساء بنت سید امام علی بن دیوان محتشم علی بود۔ از وے سہ پسران و سہ دختران بوجود آمدند۔ اما دو پسر و دو دختر بعالمِ صغرسن وفات یافتند۔ و یک پسر و یک دختر باقی ماند۔ پسر شرف الدین کہ زوجۂ او صغیر النساء بنت قاضی سید منیر الدین بن سید امام علی بن دیوان سید محتشم علی است۔ و نام دختر بی بی گھیسی کہ در عقدِ [illegible] 15-2013 تا [illegible] سید امام الدین بن قاضی سید منیر الدین بن سید امام علی بن دیوان سید محتشم علی سجادہ نشین است۔

سید فرید الدین بن عظیم الدین بن سید نجم الدین بن سید شمس الدین بن سید ابوالفتح: زوجۂ او لطیف النساء بنت غلام معین الدین بن سید خلیل اللہ بن سید اسد اللہ بن سید ابوالفتح بود۔ از بطن او یک پسر بود و یک دختر۔ نام پسر سید فخر الدین کہ زوجہ او شرف النساء بنت سید فتح علی بن غلام معین الدین بن سید خلیل اللہ بن سید اسد اللہ بن ابو

سید اطیعو اللہ: سید عطاء اللہ بن سید ابوالفتح کے دوسرے بیٹے ہیں۔ انکی بیوی عفیفہ بانو بنت قاضی محمد مقیم ناگوری تھیں۔ ان سے ایک لڑکا سید رزق اللہ ہوا اور ایک لڑکا ایامِ طفلی میں فوت ہوگیا۔ لڑکی کا نام صاحب نساء ہے جو سید ظہیر الدین بن دیوان سید سراج الدین سجادہ نشین کی منکوحہ ہوئیں۔ لیکن ان سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

سید رزق اللہ بن سید اطیعو اللہ: انکی بیوی لطیفہ بانو بنت شیخ جمال الدین بن شیخ نظام الدین نبیرہ سلطان التارکین ناگوری تھیں۔ ان سے تین لڑکیاں ہوئیں۔ پہلی لڑکی لطیفہ بانو عرف زمرد نساء جو سید نظام الدین بن سید نجم الدین کی منکوحہ ہوئیں۔ اور لاولد رخصت ہوئیں۔ دوسری لڑکی رحمت بی بی جو سید غلام معین الدین بن سید خلیل اللہ بن سید اسد اللہ بن سید ابوالفتح کی منکوحہ ہوئیں۔ تیسری لڑکی زلفت بی بی جو سید عصمت اللہ عرف امام بخش کی منکوحہ ہوئیں۔ سید رزق اللہ کے کوئی لڑکا نہیں تھا۔

سید عطاء اللہ بن ابوالفتح کی اولاد کا ذکر تمام ہوا۔

٭٭٭٭٭

سید اسد اللہ بن سید ابوالفتح بن خواجہ علم الدین: ان کی زوجہ خواجہ مبارک خاتون بنت محمد فرید بن شیخ عبدالمؤمن نبیرہ سلطان التارکین تھیں۔ ان سے پانچ لڑکے اور چار لڑکیاں ہوئیں۔ لڑکوں کے نام یہ ہیں۔ سید عصمت اللہ یہ بچپن میں ہی فوت ہوگئے۔ دوسرے سید محمد حسن۔ تیسرے سید خلیل اللہ۔ چوتھے سید عزت اللہ۔ پانچویں سید عبدالجلیل۔ سید عبدالجلیل بچپن میں ہی وفات پاگئے۔ لڑکیوں کے نام مہر النساء باقی تین لڑکیوں کے نام مدائن المعین میں نہیں لکھے ہیں۔ احتمالِ کلی ہے کہ وہ کم سنی میں وفات پاگئی ہونگی۔ بی بی مہر النساء کے شوہر شیخ جمال الدین بن شیخ نظام الدین نبیرہ سلطان التارکین تھے۔

سید حسن محمد بن سید اسد اللہ: اجمیر کے قاضی شہر تھے۔ ان کی پہلی بیوی خدیجہ بانو بنت سید نجم الدین بن سید مبارک عرف دیوان شاہ تھیں۔ ان سے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ اور نو ماہ کی عمر میں فوت ہوگیا۔ انکی دوسری بیوی مسماۃ دُردانہ خانم بنت مرزا گدا بیگ دہلوی تھیں۔ جن سے ایک لڑکی اور دو لڑکے پیدا ہوئے۔ لڑکی کا نام نجابت بیگم تھا۔ جس کا نکاح سید قوام الدین بن امین الدین بن

الفتح بود۔ اما لاولد فوت شد۔ و یک دختر بود بی بی فرخندہ۔ او ہم فوت شد۔ و از بطن اولاد نشد۔

سید مجید الدین پسر سوم سید شمس الدین بن سید ابوالفتح: از زوجۂ او کہ صحیح النسب بود یک پسر شد۔ سید بدیع الدین کہ بہ سفر رفتہ مفقود الخبر است۔

سید عطاء اللہ بن سید ابوالفتح بن سید خواجہ علم الدین: زوجۂ او شریفہ بانو بنت سید احمد بن سید حسام الدین۔ از و چہار پسر شدند۔ و دو دختر۔ پسر اول ہدایت اللہ، پسر دوم اطیع اللہ، پسر سوم و چہارم در طفلی فوت شدند۔ و نام دختران خیرالنساء و زینت النساء۔ زوج بی بی خیرالنساء سید قمر الدین بن شمس الدین بن ابوالفتح بود۔ و شوہر زیب النساء عرف جھیو بی بی سید نجم الدین بن شمس الدین بن ابوالفتح بود۔

سید ہدایت اللہ پسر سید عطاء اللہ بن سید ابوالفتح: زوجہ حفیظہ بانو بنت سید شمس الدین بن سید ابوالفتح بود۔ سہ پسر شدند و سہ دختر۔ دختر اول ظفرالنساء کہ از سید خلیل اللہ بن سید اسد اللہ بن سید ابوالفتح منکوحہ شد۔ و مہرالنساء و لطیف النساء در زمانِ خردی فوت شدند۔

نقل حکم نامہ در باب مدد خرچ بمقام بکر

حکم شد

کہ چوں بموجب اسناد حکام سابق مبلغ پانصد تنگہ از سرکار بکر بجہتہ مدد خرچ مشیخت مآب، نتیجۃ المشائخ العظام، سلالۃ الاولیاء کرام شیخ حسین چشتی مقیم [illegible] بود۔ در ینولا نیز از تاریخ غرہ شہر محرم الحرام ۹۹۶ھ مبلغ مذکور بہماں دستور مقرر شدہ باید کہ عمال و متصدیان مہمات و متاجرانِ سائر امور بدیں موجب مقرر داشتہ مبلغ مذکور را ہر ماہی بمشاراً الیہ تنخواہ نمودہ چیزے قاصر و منکر نگردانند قبض الوصول ستانند کہ از قرار قبض مجری و محسوب خواہد بود در عہدہ دانستہ از مضمون در نگذرند و تخلف ننمایند۔ تحریر فی التاریخ ۲۷ شہر رجب ۹۹۶ھ

مہر شاہ قلی　　مہر خادم الفقرا نعمت اللہ　　مہر شاہ قلی ابن امام قلی

سید امجد سے ہوا۔ پہلے لڑکے کا نام رضی اللہ حسن ہے جو بچپن میں فوت ہو گئے۔ دوسرے سید حسن علی جن کا اپنی زوجہ سے ایک لڑکا مکرم علی اور ایک لڑکی ہوئی۔ لڑکی کا نام بی بی نزت جو سید قاسم علی بن سید قوام الدین بن سید امین الدین بن سید امجد کی منکوحہ ہوئیں۔ بی بی نجابت اور مکرم علی دونوں لاولد رخصت ہوئے۔

سید خلیل اللہ بن سید اسد اللہ بن سید ابوالفتح: انکا اپنی زوجہ بی بی ظفر النساء بنت سید ہدایت اللہ بن سید عطاء اللہ بن ابوالفتح سے ایک لڑکا اور چار لڑکیاں ہوئیں۔ چاروں لڑکیاں زمانۂ طفلی میں فوت ہو گئیں۔

سید غلام معین الدین بن سید خلیل اللہ: انکی زوجہ بی بی رحمت بنت سید رزق اللہ بن سید اطیعو اللہ بن سید عطاء اللہ بن سید ابوالفتح تھیں۔ ان سے ایک لڑکا سید فتح علی اور چار لڑکیاں کریم النساء، لطف النساء فہیم النساء ہوئیں۔ کریم النساء کے شوہر سید شاہ علی بن سید مسیح اللہ بن سید حفیظ اللہ بن سید ہدایت اللہ بن سید عطاء اللہ بن سید ابوالفتح تھے۔ دوسری لڑکی لطف النساء کے شوہر سید فرید الدین بن سید عظیم الدین بن سید نجم الدین بن سید شمس الدین بن سید ابوالفتح تھے۔ تیسری لڑکی فہیم النساء عرف مُدو بی بی انکے شوہر سید مکرم علی بن سید ضیاء اللہ بن سید ہدایت اللہ بن

ا۔ بمقام بکر مدد و خرچ سے متعلقہ حکمنامہ کی نقل

جو حکم جاری ہوا

سابقہ حکام کی اسناد کے بموجب مشیخت مآب، فخر مشائخ عظام، سلالہ اولیاء کرام شیخ حسین چشتی کے مدد خرچ میں مبلغ پانچ سو سکّے مقرر تھے۔ اس ضمن میں تاریخ غرہ ماہ محرم الحرام ۹۹۶ھ سے مبلغ مذکور اسی دستور کے مطابق مقرر کئے گئے۔ لازم ہے کہ عمال و متصدیان مہمات اور مستاجران جملہ امور کی جانب سے اس طرح مقرر کی گئی رقم تنخواہ مذکور ہر مہینے موصوف کو پہنچانے میں کسی چیز کا قصور و انکار ہونے نہ پائے۔ قبض الوصول میں اجرائی کے وقت سے حساب رکھیں اور دیدہ و دانستہ اسکی خلاف ورزی ہرگز نہ کریں۔ تحریر بتاریخ ۲۷/ ماہ رجب ۹۹۶ھ

مہر شاہ قلی | مہر خادم الفقرا نعمت اللہ | مہر شاہ قلی ابن امام قلی

سید حفیظ اللہ بن ہدایت اللہ بن عطاء اللہ: زوجۂ او دانستہ بانو بنت شیخ برخوردار نبیرہ شاہ حمزہ دہرسوی بود۔ از و یک پسر شد۔ سید مسیح اللہ و یک دختر فہمیدالنساء کہ بہ سید قطب الدین بن عظیم الدین بن نجم الدین بن شمس الدین بن ابوالفتح منکوحہ شد۔

سید مسیح اللہ بن سید حفیظ اللہ بن سید ہدایت اللہ بن سید عطاء اللہ بن سید ابوالفتح: زوجۂ او ہدایت النساء بنت دیوان سید اصغر علی سجادہ نشین بود۔ از وے یک پسر شد سید شاہ علی و یک دختر شد فہمیدالنساء کہ بہ سید قطب الدین بن سید عظیم الدین بن سید نجم الدین بن سید شمس الدین بن سید ابوالفتح منکوحہ شد۔

سید شاہ علی بن سید مسیح اللہ: زوجہ او بی بی کمن بنت سید غلام معین الدین بن سید خلیل اللہ بن سید اسد اللہ بن سید ابوالفتح بود۔ از و یک پسر شد۔

سید نوازش علی بن سید شاہ علی: زوجہ او بی بی عمدہ بنت دیوان سید محتشم علی سجادہ نشین بود۔ از و دو پسر شدند و سہ دختر۔ نام پسران سید نظر علی و سید فدا حسین۔ و نام دختران عظیم النساء کہ زوجہ سید بدرالدین بن قطب الدین بن عظیم الدین بن نجم الدین بن شمس الدین بن سید ابوالفتح بود۔ دختر دوم بھوری بی بی کہ زوجہ سید حسین علی بن مکرم علی بن سید ضیاء اللہ بن سید ہدایت اللہ بن سید عطاء اللہ بن سید ابوالفتح بود۔ سوم دختر ہدایت النساء کہ ناکتخدا فوت شد۔

سید نظر علی بن سید نوازش علی: زوجۂ او بی بی بدرالنساء بنت سید ارشاد علی عرف سید نتھن بن سید علی بن دیوان امام الدین سجادہ نشین بود۔ از و اولاد نشد۔ لاولد رفت۔

سید فدا حسین بن سید نوازش علی: زوجہ 15-1-2013 ہرالنساء بنت سید امام علی بن دیوان سید محتشم سجادہ نشین است۔ از وے یک پسر و چند دختران شدند۔ اما پسر باقیست۔ و دختران بزمان صغر وفات یافتند۔

سید رضا حسین بن سید فدا حسین: زوجۂ او مسماۃ منیرالنساء بنت قاضی سید منیرالدین بن سید امام علی بن دیوان سید محتشم علی سجادہ نشین بود۔ کہ بعالم جوانی ازیں دار فانی برفت۔ و سید رضا حسین ہنوز زوجۂ دیگر بہم نرسیدہ۔

سید عطاء اللہ بن سید ابوالفتح تھے۔ چوتھی لڑکی بی بی فاخرہ عرف بی بی پھدّو جوانی سے قبل ہی فوت ہوگئی۔ نکاح کی نوبت نہیں آئی۔

سید فتح علی بن غلام معین الدین: انکی پہلی بیوی شریفہ بی بی عرف بی بی مکھولا بنت سید ضیاء الدین بن سید ہدایت اللہ بن سید عطاء اللہ بن سید ابوالفتح تھیں۔ ان سے ایک لڑکی شرف النساء ہوئی جس کے شوہر سید فخر الدین بن فرید الدین بن سید عظیم الدین بن سید نجم الدین بن سید شمس الدین بن سید ابوالفتح تھے۔

سید فتح علی کی دوسری بیوی بی بی فضیلت النساء بنت شیخ لعل محمد نبیرہ خواجہ ادھم بلخی تھیں۔ جس سے دو لڑکے اور دو لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ لڑکوں کا نام سید احسان علی اور سید گوہر علی تھا۔ یہ دونوں لڑکے زمانۂ طفولیت میں ہی رخصت ہوگئے۔ لڑکیوں کے نام بی بی مُنّی اور بی بی چھوٹی ہیں۔ یہ دونوں قاضی سید منیر الدین اور سید شفیع حسین جو سید امام علی بن دیوان محتشم علی کے بیٹے ہیں کی منکوحہ ہوئیں۔

مؤلف کی وضاحت: سید خلیل اللہ بن سید اسد اللہ بن سید ابوالفتح کی دو دوسری بیویاں تھیں۔ پہلی بیوی مان بی بی جو دہلی کی رہنے والی تھیں سے ایک لڑکا سید نجم الفتح اور چار لڑکیاں نور النساء، حرمت النساء اور دو لڑکیوں کے نام معلوم نہیں ہیں۔

دوسری بیوی نجیب الطرفین مغل نسل سے تھی۔ اس سے دو لڑکے سید عبدالوہاب اور سید میرزا ہوئے۔ اس سے زیادہ ان کا حال معلوم نہ ہوسکا۔

سید عزت اللہ بن سید اسد اللہ بن سید ابوالفتح: انکی بیوی فخر النساء بنت دیوان سید منیر الدین سجادہ نشین تھیں۔ ان سے دو لڑکے اور تین لڑکیاں ہوئیں۔ پہلی لڑکی جمیعت النساء صغرسنی میں فوت ہوگئی۔ دوسری شائستہ بانو جو سید عظیم الدین بن سید نجم الدین بن سید شمس الدین بن سید ابو الفتح کی منکوحہ ہوئیں۔ تیسری خجستہ بانو دیوان سید اصغر علی سجادہ نشین کی بیوی بنیں۔ لڑکوں کے نام سید نصر اللہ، یہ بچپن میں انتقال کرگیا اور سید عصمت اللہ ہیں۔

سید عصمت اللہ عرف امام بخش بن سید عزت اللہ: انکی پہلی بیوی بی بی زلفت بنت رزق اللہ بن اطیعو اللہ بن عطاء اللہ بن سید ابوالفتح تھیں۔ ان سے ایک لڑکی بی بی عصمت ہوئیں۔ اور

واضح باد که زمانے که سید مسیح الله بعد وفات زوجۂ خود ترک اجمیر کرده به دہلی رفت زوجۂ دیگر خواست۔ وازو سید کرم علی و سید فضل علی بوجود آمدند۔ که اولاد ایشاں در موضع ڈھول کوٹ ضلع گوڑ گانوه موجود است۔

سید ضیاء الله پسر دوم سید ہدایت الله بن سید عطاء الله بن سید ابوالفتح: زوجۂ اولطیفه بانو بنت سید جمال الدین بن جلال الدین بن حسام الدین بن خواجه سید علم الدین بود۔ ازو یک دختر و یک پسر شد۔ نام پسر مکرم علی و نام دختر شریفه بانو عرف بی بی مکھولا که زوجۂ اول سید فتح علی بن سید غلام معین الدین بن سید خلیل الله بن سید اسد الله بن سید ابوالفتح بود۔

سید مکرم علی بن سید ضیاء الله: زوجۂ او فہیم النساء عرف بی بی مدو بنت سید غلام معین الدین بن سید خلیل الله بن سید اسد الله بن ابوالفتح بود۔ ازوے یک پسر بود سید حسین علی که بسفر رفت و مفقود الخبر شد۔ و یک دختر بود صاحب نساء که به شیخ نظام الدین نبیره خواجه سلطان التارکین منکوحه شد۔

سید کلیم الله پسر سوم سید ہدایت الله در زمانِ صغرسنی فوت گردید۔

سید اطیع الله پسر دوم سید عطاء الله بن سید ابوالفتح: زوجۂ او عفیفه بانو بنت قاضی محمد مقیم ناگوری بود۔ ازو یک سید رزق الله پسر بود۔ و یک پسر بزمانِ خُردی فوت شد۔ و نام دختر بی بی صاحب نساء که به سید ظہیر الدین بن دیوان سید سراج الدین سجاده نشین منکوحه شد۔ اما ازوے اولاد نشد۔

سید رزق الله بن سید اطیع الله زوجۂ [illegible]یفه با[illegible] بنت شیخ جمال الدین بن شیخ نظام الدین نبیره خواجه سلطان التارکین ناگوری بود۔ ازو سه دختران شدند۔ دختر اول لطیفه بانو عرف زمرد نساء به سید نظام الدین بن نجم الدین منکوح شد و لاولد رفت۔ و دختر دوم رحمت بی بی که به سید غلام معین الدین بن سید خلیل الله بن سید اسد الله بن سید ابوالفتح منکوحه شد۔ و دختر سوم زلفت بی بی که به سید عصمت الله عرف امام بخش منکوحه شد و از سید رزق الله اولاد پسرے نبود۔

دوسری بیوی پھوندا بی بی بنت سید امین الدین بن سید امجد بن سید احمد بن سید حسام الدین بن سید علم الدین تھیں۔ انکے بطن سے ایک لڑکا سید قمر علی ہوا۔

سید قمر علی بن سید عصمت اللہ بن سید عزت اللہ: انکی بیوی زینت النساء بنت دیوان سید محتشم علی سجادہ نشین تھیں۔ ان کے بطن سے ایک لڑکی لاڈلی بی بی پیدا ہوئی جس کے شوہر دیوان سید سراج الدین سجادہ نشین تھے۔ اور بی بی عصمت بنت سید عصمت اللہ عرف امام بخش کے شوہر سید ارشاد علی عرف سید نتھن بن سید حیدر علی بن دیوان سید امام الدین سجادہ نشین تھے۔

☆☆☆

ذکر اولاد

سید معین الدین رابع بن خواجہ ابوالخیر بن خواجہ معین الدین ثالث: ان سے ایک لڑکا سید مبارک عرف دیوان شاہ ہوا اور سید مبارک عرف دیوان شاہ کے تین لڑکے اور ایک لڑکی ہوئی۔ لڑکوں کے نام سید نظام الدین، سید نجم الدین اور سید احمد اور لڑکی کا نام بی بی عصمت تھا۔

سید نظام الدین: انکی ماں کا نام بی بی انبیاء جو مخدوم الہند کی بہن تھیں۔ انکی بیوی کا نام جان بی بی بنت شیخ محمد افضل نبیرہ شاہ حمزہ دھرسو تھیں۔ ان کے بطن سے تین لڑکے اور چار لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ لڑکوں کے نام شرف الدین عرف شرف محمد، دوسرے خضر محمد، تیسرے شمس الدین جو بچپن میں فوت ہو گئے۔ لڑکیوں کے نام بی بی فاطمہ، بی بی آمنہ، بی بی گلاب، بی بی ہدیہ تھے۔

شرف محمد: سید نظام الدین کے پہلے فرزند کے تین لڑکے اور دو لڑکیاں تھیں۔ لڑکوں کے نام سید خیر محمد سید وارث محمد، سید مودود تھے۔

سید خیر محمد بن شرف: انکے ایک لڑکا ہوا جو لاولد فوت ہوا۔ اور ایک لڑکی مسماۃ بولن ہوئی جس سے ایک لڑکا شرف الدین ہوا یہ بھی لاولد فوت ہوا۔

سید وارث محمد: یہ شرف محمد کے دوسرے لڑکے ہیں۔ انکے دو لڑکے ہوئے۔ سید خواجہ بخش اور معین الدین بخش۔ سید خواجہ بخش لاولد فوت ہوئے۔ معین الدین بخش کے چار لڑکے ہوئے۔ محمد بخش، خدا بخش اور نبی بخش۔ یہ تینوں لاولد رخصت ہوئے۔ البتہ الٰہی بخش کے ایک فرزند حسین بخش ہوا اور وہ بھی لاولد فوت ہوا۔

تمام شد ذکر اولاد سید عطاء اللہ بن ابوالفتح

٭٭٭٭٭

سید اسد اللہ بن سید ابوالفتح بن خواجہ علم الدین: زوجۂ او خواجہ مبارک خاتون بنت شیخ محمد فرید بن شیخ عبدالمومن نبیرہ خواجہ سلطان التارکین بود۔ از وے پنج پسر شدند و چہار دختر۔ نام پسران سید عصمت اللہ کہ بزمان طفلی فوت شد۔ دوم سید محمد حسن، سوم سید خلیل اللہ، چہارم سید عزت اللہ، پنجم سید عبدالجلیل کہ در زمان طفولیت وفات یافت۔ نام دختران مہر النساء و نام سہ دختران در مداین المعین ننوشتند۔ احتمال کل است کہ در صغر سن وفات یافتند۔ اما شوہر بی بی مہر النساء شیخ جمال الدین بن شیخ نظام الدین نبیرہ خواجہ سلطان التارکین بود۔

سید حسن محمد بن سید اسد اللہ: قاضی شہر اجمیر بود۔ زوجۂ اولش خدیجہ بانو بنت سید نجم الدین بن سید مبارک عرف دیوان شاہ بود۔ از وے یک پسر بوجود آمد و بہ عمر ۶ ماہ فوت شد۔ زوجہ دوم او مسماۃ دُردانہ خانم بنت مرزا گدا بیگ دہلوی بود۔ از و یک دختر و دو پسر بوجود آمدند۔ نام دختر نجابت بی بی کہ بہ سید قوام الدین بن امین الدین بن سید امجد منکوحہ شد۔ نام پسران، اول رضی اللہ حسن کہ در طفلی فوت شد۔ دوم سید حسن علی کہ اورا از زوجۂ خود یک پسر مکرم علی و یک دختر شد کہ نام او بی بی نزت و بہ سید قاسم علی بن سید قوام الدین بن سید امین الدین بن سید امجد منکوحہ شدہ بود۔ اما بی بی نجابت و مسمی مکرم علی ہر دو لاولد رفتند۔

سید خلیل اللہ بن سید اسد اللہ بن سید ابوالفتح: از زوجہ او بی بی ظفر النساء بنت سید ہدایت اللہ بن سید عطاء اللہ بن سید ابوالفتح یک پسر شد و چہار دختر۔ اما ہر چہار دختر بزمان طفلی فوت شدند۔

سید غلام معین الدین بن سید خلیل اللہ: زوجۂ او بی بی رحمت بنت سید رزق اللہ بن سید اطیع اللہ بن سید عطاء اللہ بن سید ابوالفتح بود۔ از و یک پسر شد سید فتح علی۔ و چہار دختر کریم النساء و لطف النساء و فہیم النساء۔ شوہر کریم النساء سید شاہ علی بن سید مسیح اللہ

سید مودود: یہ شرف محمد کے تیسرے لڑکے ہیں۔ ان کے دولڑکے محمد علی اور سید علی ہوئے۔ اور یہ دونوں لاولد فوت ہوئے۔

بی بی صاحبِ دولت بنت سید شرف محمد: یہ دیوان سید منیر الدین سجادہ نشین کی زوجہ تھیں۔ اور شرف محمد کی دوسری بیٹی بخت دولت سید شہاب الدین بن سید جلال الدین کے عقد میں آئیں۔

سید خضر محمد: سید نظام الدین بن سید مبارک دیوان شاہ کے دوسرے بیٹے ہیں۔ ان کے تین لڑکے اور ایک لڑکی ہوئی۔ لڑکی کا نام دولت بی بی جو لاولد فوت ہوئی۔ لڑکوں کے نام سید محسن سید محمد مقیم اور سید علی اکبر تھے۔ سید محمد مقیم لاولد فوت ہوئے۔

سید محسن بن خضر محمد: انکے دولڑکے شمس الدین اور نظام الدین ہوئے۔ سید نظام الدین کے دو لڑکے میر قمر علی اور میر نجف علی ہوئے۔ میر نجف علی لاولد فوت ہوئے۔ میر قمر علی کے ایک لڑکا سید وزیر علی اور دولڑکیاں صاحب بیگم اور وزیر بیگم ہوئیں۔ صاحب بیگم سید واجد علی کی زوجہ ہیں جن سے ایک لڑکا موجود ہے۔ وزیر بیگم کے شوہر سید احسان علی موضع ہاتھی کھیڑا کے جاگیر دار تھے۔ وزیر بیگم کے تین لڑکے اور ایک لڑکی پیدا ہوئی۔

سید شمس الدین بن سید محمد محسن: انکے دولڑکے ہوئے سید بندہ علی اور سید سعد الدین۔ سید بندہ علی کے دولڑکے اور دولڑکیاں پیدا ہوئیں۔ لڑکوں کے نام سید امیر علی اور سید خدمت علی تھے۔ سید امیر علی کے ایک لڑکا سید غفور علی ہوا جو لاولد فوت ہوا۔ سید خدمت علی کے دولڑکے اور دولڑکیاں ہوئیں۔ سید خدمت علی کے پہلے بیٹے سید مزاج علی [1] حیات ہیں۔ اور دوسرے لڑکے سید ارشاد علی لاولد فوت ہوئے۔

سید سعد الدین: جو سید شمس الدین کے دوسرے بیٹے ہیں۔ انکے دولڑکے سید حسین علی اور سید واجد علی ہوئے۔ سید حسین علی کے دولڑکے سید عبد العلی اور سید عبد الکریم موجود ہیں۔ سید واجد علی کے ایک لڑکا سید نجف حسین حیات ہے۔

سید علی اکبر بن خضر محمد بن سید نظام الدین: کے دولڑکے اور دولڑکیاں ہوئیں۔ لڑکوں کے نام فتح علی اور امیر الدین ہیں۔ امیر الدین کے کوئی اولادِ نرینہ نہیں ہوئی۔ اور فتح علی کے ایک لڑکا

بن سید حفیظ اللہ بن سید ہدایت اللہ بن سید عطاء اللہ بن سید ابوالفتح بود۔ دوم لطف النساء زوجِ او سید فرید الدین بن سید عظیم الدین بن سید نجم الدین بن سید شمس الدین بن سید ابوالفتح بود۔ سوم فہیم النساعرف مدو بی بی شوہراو سید مکرم علی بن سید ضیاء اللہ بن سید ہدایت اللہ بن سید عطاء اللہ بن سید ابوالفتح۔ دختر چہارم بی بی فاخرہ عرف بی بی پھدُّو قبل از شباب فوت شد۔ ونوبت مناکحت نرسید۔

سید فتح علی بن غلام معین الدین: زوجۂ اول شریفہ بی بی عرف بی بی مکھولا بنت سید ضیاء الدین بن سید ہدایت اللہ بن سید عطاء اللہ بن سید ابوالفتح بود۔ ازو یک دختر شد شرف النساء۔ شوہراو سید فخر الدین بن فرید الدین بن سید عظیم الدین بن سید نجم الدین بن سید شمس الدین بن سید ابوالفتح۔

اما سید فتح علی را زوجۂ دوم بود بی بی فضیلت النساء بنت شیخ لعل محمد نبیرہ خواجہ ادہم بلخی۔ ازو دو پسر و دو دختر بوجود آمدند۔ نام پسران سید احسان علی و سید گوہر علی کہ ہردو در زمان طفولیت درگذشتند۔ نام دختران بی بی ننی و بی بی چھوٹی کہ بہ قاضی سید منیر الدین و سید شفیع حسین پسران سید امام علی بن دیوان سید محتشم علی سجادہ نشین منکوحہ بودند۔

مولف: سید خلیل اللہ بن سید اسد اللہ بن سید ابوالفتح را دو زوجہ دیگر بودند۔ زن اول مان بی بی سکنہ دہلی کہ ازوے یک پسر شد سید نجم الفتح۔ وچہار دختران نور النساء وحرمت النساء ونام دو دختران بقیہ معلوم نیست۔

زنِ دوم نجیب الطرفین از نسلِ مغل بود۔ ازو دو پسران شدند۔

وسید عبدالوہاب وسید میرزا۔ بیش ازیں احوال ایشاں معلوم نشد۔

سید عزت اللہ بن سید اسد اللہ بن سید ابوالفتح: زوجہ او فخر النساء بنت دیوان سید منیر الدین سجادہ نشین بود۔ ازو دو پسر و سہ دختران بودند۔ اول دختر جمعیت النساء کہ در زمان صغر فوت شد۔ دوم شائستہ بانو کہ بہ سید عظیم الدین بن سید نجم الدین بن سید شمس الدین بن سید ابوالفتح منکوح بود۔ سوم خجستہ بانو زوجہ دیوان سید اصغر علی سجادہ

اور تین لڑکیاں ہوئیں۔لڑکے کا نام سید احمد علی ہے۔سید احمد علی کے بھی کوئی اولادِ نرینہ نہیں ہوئی۔ ایک لڑکی ہوئی وہ بھی لاولد فوت ہوئی۔

سید نجم الدین بن سید مبارک عرف دیوان شاہ بن سید معین الدین رابع: انکے دولڑکے اور چارلڑکیاں ہوئیں۔لڑکوں کے نام سید سلطان محمد اور سید نظر محمد تھے۔سید سلطان محمد لاولد فوت ہوئے۔سید نظر محمد سے دولڑکے اور ایک لڑکی پیدا ہوئی۔لڑکوں کے نام سید سراج الدین اور محمد حیات ہیں۔سراج الدین لاولد فوت ہوئے اور سید محمد حیات کے دولڑکے اور دولڑکیاں پیدا ہوئیں۔لڑکوں کے نام سید غلام امام اور سید محمد تقی تھے۔لیکن سید محمد تقی کے کوئی نرینہ اولاد نہیں ہوئی۔اور چارلڑکیاں پیدا ہوئیں جن سے پیدائش کا سلسلہ جاری ہے۔البتہ سید غلام امام کے ایک لڑکا سید علی ہوا۔سید علی کے ایک لڑکا اور تین لڑکیاں ہوئیں۔سید علی کے لڑکے کا نام سید ناصر علی ہے۔سید ناصر علی کے کوئی لڑکا نہیں ہوا۔اور لڑکی کے بطن سے جو کہ سید خدمت علی بن بندہ علی کی زوجہ ہیں اولاد باقی ہے۔

سید خواجہ احمد بن شیخ سید مبارک دیوان شاہ بن معین الدین رابع: انکے کوئی لڑکا نہیں ہوا۔ چارلڑکیاں سعیدہ بی بی، عائشہ بی بی، بزرگ بی بی، عابدہ بی بی ہوئیں۔سعیدہ بی بی سید برہان الدین اور بی بی عائشہ سید سبحان نارنولی کی زوجہ تھیں۔انکے بطن سے کثیر اولاد باقی ہے۔اور بزرگ بی بی جیون شاہ بن شیخ صادق جو شیخ نظام کی اولاد سے ہیں کی منکوحہ ہوئیں۔اور بی بی عابدہ اپنے نام کے مطابق عبادت وریاضت میں انتقال کر گئیں۔اور شادی نہیں کی۔

....

مؤلف: اربابِ دانش وبصیرت کے دلوں میں پوشیدہ وپنہاں نہ رہے کہ قدیم زمانے سے ہی زمانہ کی روش اس طور پر رہی ہے کہ دولت ودنیا کے ملک کے فرمانرواؤں کا فقر وفنا کی مملکت کے تاجوروں سے جھگڑا اور دشمنی رہی ہے۔چنانچہ ہر زمانہ میں اور ہر مقام پر اللہ والوں اور مردانِ حق آگاہ کو بڑی آفتوں اور دشوار حالات کا سامنا کرنا پڑا ہے۔چاہے وہ حسین رضی اللہ عنہ ہوں جنہوں نے یزید لعین کا مقابلہ کیا تکلیف ومصیبت کے تحمل کو انہوں نے خلوص ومحبت کی بنیاد قرار دیا۔یقیناً تکلیفیں اٹھانا، اور گوشۂ تنہائی میں رہنا بزرگانِ دین کا طریقہ رہا ہے۔یہی وجہ

نشین۔ نام پسران سید نصر اللہ کہ در طفلی فوت شد۔ و عصمت اللہ۔

سید عصمت اللہ عرف سید امام بخش بن سید عزت اللہ: زوجۂ اول بی بی زلفت بنت رزق اللہ بن اطیعو اللہ بن عطاء اللہ بن سید ابوالفتح۔ از وے یک دختر شد۔ بی بی عصمت نام۔ و دوم او پھوندا بی بی بنت سید امین الدین بن سید امجد بن سید احمد بن سید حسام الدین بن خواجہ علم الدین۔ از بطن او یک پسر شد سید قمر علی۔

سید قمر علی بن سید عصمت اللہ بن سید عزت اللہ: زوجہ زینت النساء بنت دیوان سید محتشم علی سجادہ نشین۔ از بطن او یک دختر تولد شد لاڈلی بی بی۔ شوہر او دیوان سید سراج الدین سجادہ نشین بود۔ و شوہر بی بی عصمت سید ارشاد علی عرف سید تھن بن سید حیدر علی بن دیوان سید امام الدین سجادہ نشین بود۔

☆☆☆

ذکر اولاد

سید معین الدین رابع بن خواجہ ابوالخیر بن خواجہ معین الدین ثالث: از و یک پسر شد۔ سید مبارک عرف دیوان شاہ۔ و از وے سہ پسران بوجود آمدند و یک دختر۔ نام پسران سید نظام الدین، سید نجم الدین، سید احمد و نام دختر بی بی عصمت۔

سید نظام الدین: نام مادر او بی بی انبیاء خواہر مخدوم الہند و نام زوجۂ او جان بی بی

فائدہ: (۱) شیخ ابوالفضل در سن چہاردہم (۱۴) اکبری مقدمہ تکذیب دعوے فرزندی خواجہ حسین نوشتہ است۔ اما از تالیفات خودش کہ جزوِ آئینِ اکبری نمودہ است ظاہر می شود کہ در سال مذکور او از قرب حضور بادشاہ دور بود و با پدر خود در معرض قہر شاہنشاہی افتادہ در نواحی ہادوتی بسر مے می برد۔ و از ینجا است کہ شیخ ابوالفضل از اصل حال خبر نہ داشت۔ و افترا کرد۔ لاجرم ملا عبدالقادر بدایونی و مولانا عبدالحق دہلوی، شیخ محمد غوثی شطاری کہ زبدہ ثقات و عدل بودند و از واقعات سلطنت و احوال زمانہ کماہی آگاہی داشتند۔ بہر حال قولِ ایشاں در باب وجود اولاد حضرت خواجہ بزرگ معین الاولیا گواہِ عدل است۔

ہے کہ ان میں سے ہر ایک کو سخت دشمن نے منہ دکھایا ہے۔ حضراتِ خواجگان اور ہم خواجہ کی اتباع کرنے والے دردمندوں و دردخواہوں کو اس طرح کے حادثات اور سانحات درپیش آتے رہے ہیں۔ ان ہزاروں واقعات میں سے کچھ ایک کی تفصیل بیان کرنا ہمارے مقصد و منشاء کی دلیل کے لئے کافی ہوگی۔ جیسا کہ ''سیر الاقطاب'' میں تحریر ہے۔

شہر دہلی میں قاضی صادق اور قاضی عماد، یہ دانشمندان حضرت خواجہ کے سخت مخالف تھے۔ ان لوگوں نے سلطان سے شکایت کی کہ خواجہ قطب الدین اور قاضی حمید الدین دن رات سماع سنتے ہیں۔ حالانکہ یہ فعل شرع کے خلاف ہے۔ خواجہ قطب الدین کو تو ابھی داڑھی بھی نہیں نکلی ہے۔ چنانچہ یہ دونوں حضرت خواجہ کی خانقاہ میں آئے۔ اتفاق سے اس وقت سماع ہو رہا تھا۔ قاضی حمید الدین وجد میں تھے۔ اور حضرت خواجہ ہاتھ باندھے کھڑے تھے۔ قاضی عماد نے حضرت خواجہ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ امرد کو محفلِ سماع میں حاضر نہ ہونا چاہیئے۔ حضرت خواجہ نے فوراً اپنا دستِ مبارک چہرے پر پھیرتے ہوئے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھی۔ پھر فرمایا۔ بے شک امرد کو مجلسِ سماع میں حاضر نہیں ہونا چاہیئے۔ ہم اہلِ سماع ہیں اور سماع کو جائز کہتے ہیں۔ لوگوں نے جب یہ دیکھا تو معترف اور معتقد ہو گئے۔ اور یہ دونوں سیاہ دل، نا اہل دہشت زدہ ہو کر مقابلہ نہ کر سکے۔ اور گھر آ گئے۔ اور اس بات پر مصر ہو گئے کہ اگر یہ فتنہ فرو نہ کیا گیا تو قیامت تک برقرار رہے گا۔

چنانچہ ان دونوں ناحق شناس اور مجہول اشخاص نے حضرت خواجہ اور قاضی حمید الدین کو کہلا

ا۔ **نوٹ:** شیخ ابو الفضل نے ۱۴ اکبری میں خواجہ حسین کی فرزندی کے دعوے کو جھوٹا ثابت کرنے کا مقدمہ لکھا۔ لیکن خود اسکی تالیفات آئینِ اکبری کے حصہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسی سال مذکور میں بادشاہ کے قرب سے دور ہو گیا اور اپنے باپ کے ساتھ شہنشاہ کے قہر و غضب کا شکار ہوا۔ تو ہادوتی (ہاڑوتی) کے اطراف و اکناف ہی میں بسر کرنے لگا۔ اور اس جگہ سے شیخ ابو الفضل کو اصل حال کو خبر نہ تھی۔ اس لئے جھوٹا الزام عائد کیا۔ بے شک ملا عبد القادر بدایونی، مولانا عبد الحق دہلوی اور شیخ محمد غوثی شطاری جو اپنے وقت کے ثقہ و عادل طبقہ میں برگزیدہ تھے۔ اور جو سلطنت کے واقعات اور زمانہ کے احوال سے وقتاً فوقتاً آگاہی رکھتے تھے۔ بہر حال حضرت خواجہ بزرگ معین الاولیا کی اولاد کے وجود سے متعلق ان حضرات کا قول گواہِ عدل ہے۔

بنت شیخ محمد افضل نبیرۂ شاہ حمزہ دھرسواز بطن وے سہ پسر و چہار دختر آمدند۔ نام پسران شرف الدین عرف شرف محمد، دوم خضر محمد، سوم شمس الدین کہ در طفولیت فوت شد۔ نام دختران بی بی فاطمہ و بی بی آمنہ و بی بی گلاب، بی بی ہدیہ۔

شرف محمد پسر اول: سہ پسر و دو دختر داشت۔ سید خیر محمد، سید وارث محمد، سید مودود۔

سید خیر محمد یک پسر داشت کہ لاولد رفت۔ و یک دختر داشت مسماۃ بولن کہ از و یک پسر شد شرف الدین ولا ولد رفت۔

سید وارث محمد پسر دوم: دو پسر داشت۔ خواجہ بخش و معین الدین بخش۔ سید خواجہ بخش لاولد رفت۔ و از معین الدین بخش چہار پسران شدند۔ محمد بخش، خدا بخش و نبی بخش۔ ہر سہ لاولد رفتند۔ اما الٰہی بخش را یک پسر شد حسین بخش۔ و او ہم لاولد گذشت۔

سید مودود پسر سوم: دو پسر داشت محمد علی و سید علی کہ ہر دو لاولد گذشتند۔

بی بی صاحب دولت بنت سید شرف محمد: زوجہ دیوان سید منیر الدین سجادہ نشین بود۔ و بی بی بخت دولت دختر دوم در حبالۂ عقد سید شہاب الدین بن سید جلال الدین در آمد۔

سید خضر محمد پسر دوم سید نظام الدین بن سید مبارک دیوان شاہ۔ از وے سہ پسر و یک دختر شد۔ نام دختر دولت بی بی کہ لاولد فوت شد و نام پسران سید محسن، سید محمد

15-1-2013

(۱) نبیرہ شیخ عبد القدوس گنگوہی۔ (۲) در ولیل فقہ بود۔ (۳) احداث ملت بادشاہ و شیخ مبارک بدمی گفت (۴) در اخراج شیخ مبارک سعی نمود (۵) بر محضر الحاد شیخ مبارک اتفاق نمودہ بود۔ شیخ نظام الدین تھانیسری بود۔ صابری چشتی کہ جلال الدین اکبر شاہ بجہت آنکہ خلایق باو رجوع زیادہ داشتند و خلاف شیخ مبارک بود۔ حکم اخراج او بمکہ معظّمہ داد۔ و ہمچنیں نور الدین جہانگیر بادشاہ شیخ محمد داود گنگوہی صابری چشتی را بوجہ علوِ جاہ و مشیخت او بداندیشیدہ در حبس فرستادہ بود۔ (۷) بہ شیخ مبارک خلاف داشت۔ ۱۲

بھیجا کہ ہم قاضی اور صدرِ جہاں متعین ہوئے ہیں۔تم دونوں عدالت میں آکر جواب دو اور یا تو سماع کے جواز کو ثابت کرو یا تائب ہو جاؤ۔

اس پیغام کو سنتے ہی حضرت خواجہ کی زبانِ معجز نشان سے برجستہ نکل گیا کہ اے ناعاقبت اندیشو! باز آجاؤ یا زمین کے نیچے چلے جاؤ۔قاضی حمید الدین نے حضرت خواجہ کا منہ بند کر دیا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ تیر کمان سے نکل چکا ہے۔دعا قبول ہو چکی۔ پھر جواب کہلا بھیجا کہ کل ہم لوگوں کے پیر کا عرس ہے۔ایک مرتبہ ہمیں سماع اور سننے کا موقعہ دیا جائے۔ پھر تمام علماء کو جمع کریں۔اگر سماع درست ہوگا تو ہم لوگ سنیں گے۔ورنہ توبہ کر لیں گے۔

قاضی اور صدر جہاں نے جب یہ جواب سنا تو دونوں راضی ہو گئے۔اس شرط کے ساتھ کہ ان دونوں یعنی خواجہ قطب الدین اور قاضی حمید الدین کے علاوہ کوئی دوسرا سماع نہ سنے۔اس زمانے میں دہلی قلعہ کے دو دروازے شرقی اور غربی تھے۔جہاں پر انکی خانقاہ اور گھر تھا۔قاضی صادق وعماد نے سو سو آدمی دروازے پر بٹھا دئے۔تاکہ وہ کسی کو آنے نہ دیں۔

حضرت خواجہ کے خادم شیخ مبارک نے آکر عرض کی کہ قاضی و مفتی نے قلعہ کے دروازوں پر پہرہ لگوا دیا ہے تاکہ کوئی اندر داخل نہ ہو سکے۔اب کھانا کس لحاظ سے پکائیں۔قاضی حمید الدین ناگوری نے فرمایا کہ دو گُنا کھانا پکاؤ۔کس کی مجال ہے کہ جو لوگوں کو ہماری مجلس سے روک دے۔حضرت خواجہ نے فرمایا کہ افسوس قاضی عماد و صادق کو اپنی جان کی پروا نہیں ہے۔جلد ہی وہ اس دنیا سے رخصت ہونا چاہتے ہیں۔مبارک خادم حسبِ ہدایت کھانا تیار کرنے میں لگ گئے۔

(۱) نبیرہ شیخ عبد القدوس گنگوہی۔(۲) ماہرِ فقہ تھے۔(۳) بادشاہ اور شیخ مبارک کی ملاقات کی خبر کو برا کہا تھا۔(۴) شیخ مبارک کے اخراج کے لئے کوشش کی تھی۔(۵) شیخ مبارک کے الحاد کے محضر پر اتفاق ظاہر کیا تھا۔(۶) شیخ نظام الدین تھانیسری۔یہ صابری چشتی تھے۔جلال الدین اکبر شاہ نے مخلوق کے انکی طرف رجوع ہونے اور انکے شیخ مبارک کے خلاف ہونے کے باعث انکے مکہ معظّمہ کی طرف اخراج کا حکم دیا تھا اور اسی طرح نور الدین جہانگیر بادشاہ نے شیخ محمد داؤد گنگوہی صابری چشتی کو انکی اعلیٰ شان و مشیخت کی وجہ سے بد اندیشی کی اور جیل میں بھیج دیا تھا۔(۷) شیخ مبارک سے مخالفت رکھتے

مقیم، سید علی اکبر۔ سید محمد مقیم لا ولد رفت۔

سید محسن بن خضر محمد: دو پسر داشت۔ شمس الدین و نظام الدین۔ از سید نظام الدین دو پسران شدند۔ میر قمر علی و میر نجف علی۔ اما میر نجف علی لا ولد رفت و از میر قمر علی سید وزیر علی دو دختر داشت۔ صاحب بیگم و وزیر بیگم۔ و صاحب بیگم زوجہ سید واجد علی بود۔ کہ از وے یک پسر موجود است۔ وزیر بیگم را زوج شرعی سید احسان علی جاگیردار موضع ہاتھی کھیڑا بود۔ کہ از وے سہ پسران و یک دختر بوجود آمدند۔

سید شمس الدین بن سید محمد محسن: دو پسر داشت سید بندہ علی و سید سعد الدین۔ از سید بندہ علی دو پسر و دو دختر بوجود آمدند۔ سید امیر علی و سید خدمت علی۔ از سید امیر علی یک پسر بود سید غفور علی کہ لا ولد فوت شد۔ و از سید خدمت علی دو پسران شدند و دو دختران۔ پسر اول سید مزاج علی اسے کہ در صدر حیات و پسر دوم سید ارشاد علی بود کہ لا ولد رفت۔

اما سید سعد الدین پسر دوم سید شمس الدین دو پسر داشت۔ سید حسین علی و سید واجد علی۔ از سید حسین علی دو پسر موجود اند۔ سید عبد العلی و سید عبد الکریم۔ و از سید واجد علی یک پسر در صدر حیات است۔ و سید نجف حسین نام است۔

سید علی اکبر بن خضر محمد بن سید نظام الدین دو پسر و دو دختر داشت۔ نام پسران فتح علی و امیر الدین۔ اما از امیر الدین اولاد پسرے نشد۔ و از فتح علی یک پسر و سہ دختر بوجود آمد۔ نام پسر سید احمد علی کہ از و اولاد پسرے نشد۔ و یک دختر شد کہ او ہم لا ولد رفت۔

15-1-2013

سید نجم الدین بن سید مبارک عرف دیوان شاہ بن سید معین الدین رابع: دو پسر و چہار دختر داشت۔ نام پسران سید سلطان محمد و سید نظر محمد۔ اما سید سلطان محمد لا ولد فوت شد۔ و از سید نظر محمد دو پسر بوجود آمدند و یک دختر۔ نام پسران سید سراج الدین و محمد حیات۔ اما سراج الدین لا ولد رفت۔ و از سید محمد حیات دو پسر بوجود آمدند و دو دختر۔ نام پسران سید غلام امام و سید محمد تقی۔ اما از سید محمد تقی

قاضی حمید الدین نے دو رکعت نماز ادا کی اور فرمایا کہ میرے بھائی شیخ الاسلام شیخ بہاء الدین زکریا نیک شخص ہیں۔ وہ ملتان سے آرہے ہیں۔ اسی دوران وہ بزرگوار (شیخ بہاء الدین) مشرقی دروازے سے داخل ہوئے۔ اور دربان اندھے ہو گئے۔ پھر حضرت خواجہ نے فرمایا کہ جلال الدین تبریزی بھی آرہے ہیں۔ اور وہ جنوبی دروازے سے داخل ہوئے۔ اور سارے پہرے دار اندھے ہو گئے۔ پھر سماع شروع ہوا اور ایسا شور ہوا کہ اس کی آواز قاضی صادق و عماد کے کان میں پہنچی۔ وہ دونوں بہت حیران ہوئے۔ اور کہا کہ کئی بار خواجہ قطب الدین اور قاضی حمید الدین کی خانقاہ میں سماع ہوا ہے۔ لیکن اس قدر شور ہم نے نہیں سنا۔ کس کو بھیجیں جو خبر لائے؟ ایک شخص کو بھیجا جو دیکھ کر آیا اور بتایا کہ لوگ اس قدر جمع ہیں کہ سانس لینے کی جگہ نہیں ہے اور محفلِ سماع منعقد ہو رہی ہے۔

قاضی صادق اور عماد کی چونکہ موت قریب آچکی تھی، اپنے غصے کو ضبط نہ کر سکے اور حیران ہو کر کہا کہ اب ان لوگوں کو موقع دینا ٹھیک نہیں ہے۔ لہٰذا ہم جا کر لوگوں کے سامنے ان کو باز رکھیں گے۔ یہ دونوں جاہل بے باکی کے ساتھ ایک بڑی جمعیت کے ساتھ پہنچ گئے۔ حضرت خواجہ اس وقت سماع میں محو تھے اور حضرت قاضی حمید الدین ہاتھ باندھے کھڑے تھے۔ اور سارا مجمع رو رہا تھا۔ اسی درمیان حضرت قاضی حمید الدین کی نظر ان دونوں پر پڑی۔ فرمایا۔ اے سنگدلو! وہیں رکے رہو۔ دونوں اسی جگہ کھڑے ہو گئے۔ لاکھ غصے میں انھوں نے کوشش کی کہ آگے بڑھ کر روکیں۔ لیکن ان کے پیر ستون کی طرح جم گئے۔ جب تک حضرت خواجہ قطب الاقطاب سماع میں محو رہے۔ وہ لوگ جمے کھڑے رہے۔ جب حضرت خواجہ کو افاقہ ہوا تو انھوں نے ان دونوں کو دیکھ کر فرمایا کہ آؤ بھائیو! رخصت ہو لو۔ لیکن رخصت ہونے سے پہلے سماع کی بھی کچھ لذت لے لو کہ حسرت دل میں باقی نہ رہے۔ اسکے بعد سفر کرو۔

حضرت کی بات کا دونوں پر اثر ہوا اور دونوں رونے لگے۔ اور وجد میں آگئے۔ پھر ہوش میں آئے تو حضرت خواجہ کے قدموں پر سر رکھ کر کہنے لگے۔ خدا کی قسم سماع کے راز سے ہم لوگ آگاہ نہ تھے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک بڑی نعمت ہے۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ اب اس اقرار سے کیا حاصل۔ جب وقت گذر گیا تب توبہ سے کیا فائدہ۔ پھر یہ دونوں نادم و

اولاد پسرے نشد۔ وچہار دختران بوجود آمدند کہ از بطن ایشاں توالد وتناسل جاریست۔ اما سید غلام امام یک پسر داشت، نام سید علی۔ از و یک پسر شد وسہ دختر۔ نام پسر سید ناصر علی کہ اولاد پسرے نداشت۔ واز بطن دختر او کہ زوجۂ سید خدمت علی بن سید بندہ علی بود اولاد باقیست۔

سید خواجہ احمد پسر شیخ سید مبارک دیوان شاہ بن سید معین الدین رابع: اورا پسر نبود۔ چہار دختر داشت۔ سعیدہ بی بی، عائشہ بی بی، بزرگ بی بی، عابدہ بی بی۔ اما سعیدہ بی بی زوجہ سید برہان وبی بی عائشہ زوجہ سید سبحان نارنولی بود کہ از بطن ایشاں اولادِ کثیر باقیست۔ وبی بی بزرگ بہ شاہ جیون بن شیخ صادق محمد اولاد شیخ نظام نارنول منکوحہ شد۔ وبی بی عابدہ اسم با مسمیٰ بود۔ وبعبادت وریاضت درگذشت۔ وشوہر نخواست۔

....

مولف: برضمائر اربابِ دانش وبصیرت مستور ومحتجب نماند کہ از پاستان ہنجار روزگار بریں منوال بودہ است کہ فرمان روایانِ کشور دولت دنیا را، با تاجورانِ مملکتِ فقر وفنا منازعتے وخصومتے پدید آید۔ چنانچہ در ہر زمان ومکان صاحبدلان مآرب دستگاہ وخداوندگانِ حق آگاہ را آفتے عظیم وحالتے سقیم روئے دادہ است۔ جائیکہ حسین علیہ السلام بود، بہ یزید لعین را ہم بوجود آوردند واستحکام آزار ومحنت را بنیاد خلوص ومحبت قرار دادند۔ لاجرم زحمت کشیدن وبعزلت آرمیدن طریق بزرگانِ دین بودہ است۔ واز ینہا ہر یکے را دشمن صعب روئے نمودہ است۔ حضرات خواجگان ومتبعان خواجگان مارا کہ [illegible] دطلب بودہ اند۔ بیشتر ایں چنیں حادثات وسانحات درپیش آمدند کہ تفصیلش از ہزار یکے واز بسیار اندکے بر سبیل بیان آوردن منشاء ومنشات خواہد بود۔ کما قال فی ''سیر الاقطاب''

ا۔ اشارت است برتادیب بجہت تسلیم ناتمام واداۓ بے اخلاصی کہ از حضرت خواجہ حسین بظہور پیوستہ بود وزندانِ اوہمیں بود کہ علو پایہ مشیخت حضرت معز اللہ در مقام اجمیر دیدن نتوانستند۔ ودرگوشۂ بے اختیاری دور از اجمیر نگاہ داشتند۔ ۱۲

شرمسار سلطان کے پاس گئے اور سارے واقعات بیان کئے اور اسی روز انتقال کر گئے۔

☆☆☆

ا۔ حضرت شیخ کی جانب سے نامکمل سلام اور بے اخلاصی کے اظہار پر تادیب کی طرف اشارہ ہے۔ اور آپکو قید کرنا اسی سبب سے تھا کہ بلند مرتبہ شیخ کو اجمیر شریف میں قیام پذیر نہ دیکھا جا سکے۔ اور اجمیر سے دور گوشۂ بے اختیاری میں اجمیر سے دور رکھا جائے

''قاضی صادق وقاضی عماد دانشمندان دہلی بہ آنحضرت مخالف گشتند و بہ سلطان گفتند کہ خواجہ قطب الدین وقاضی حمید الدین شب وروز سماع می شنوند۔ باآنکہ در شرع مقدس حرام است۔ وخواجہ قطب الدین ہنوز ریش ہم نیاوردہ است۔ بعد ازیں قاضی صادق وعماد بخانقاہ حضرت آمدند۔ اتفاقاً مجلس سماع بود۔ وقاضی حمید الدین متواجد بود۔ وحضرت خواجہ دست بستہ استادہ بودند۔ قاضی عماد بہ سوئے حضرت خواجہ اشارت کردو گفت کہ امرد را نشاید کہ در مجلس سماع حاضر باشد آنحضرت فی الفور ہر دو دست مبارک خود برروئے مطہر خود بسم اللہ الرحمن الرحیم گفتہ فرود آوردو فرمود۔ آرے امرد را نشاید کہ در مجلس سماع حاضر گردد۔ ما اہلِ سماع ایم وسماع را مباح می گوئیم خلق چوں چناں بدید۔ معترف و معتقد گشت۔ وآں نااہلان سیاہ دل دہشت خوردند۔ وپیش آمدن نتوانستند۔ و واپس رفتند۔ ومصلحت کردند کہ اگر ایں فتنہ فرونہ نشست تا قیامت خواہد ماند۔

چنانچہ ہر دو مجہولانِ ناحق شناس بحضرت خواجہ و قاضی حمید الدین گفتہ فرستادند کہ ما قاضی وصدر جہانیم۔ شما آمدہ بدار العدالت حاضر شوید وعذر آنکہ خلافِ شرع می کنید۔ باز بگوئید یا تائب شوید۔

وبمجرد استماع ایں پیام از زبان معجز نشان حضرت خواجہ برآمد کہ اے حرافاں می مانید یا زیر زمین رفتن می خواہید۔ قاضی حمید الدین دہن آنحضرت را بگرفت۔ خواجہ فرمود اے قاضی تیر بہ ہدف اجابت رسید۔ پس فردا گفتہ فرستادند کہ فردا عرس پیر ماست مہلت دہید تا سماع بشنویم۔ پس فردا ہمہ علماء را حاضر آرید۔ اگر سماع درست خواہد بود خواہید شنید۔ وگرنہ توبہ خواہیم کرد۔

قاضی وصدر جہاں چوں ایں جواب شنیدند قبول کردند۔ بشرط ایں کہ غیر ازیں دو شخص خواجہ قطب الدین وقاضی حمید الدین دیگرے سماع نہ شنوند۔ درآں

ا؎ انکارِ ماضی عبارت است از انکارِ اولاد۔ واعترافِ حال عبارت است از سکوت کہ بر دعوے دختر نژادی حضرت خواجہ حسین نمودہ۔ وایں معنی از پایہ تحقیق ومنزل راستی اقصی الغایت دور است۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تالیف ''اخبار الاخیار'' سے

منقول ہے

کہ سلطان قطب الدین شیخ ضیاء الدین رومی کا مرید و معتقد تھا۔ شیخ مذکور (ضیاء الدین رومی) کے انتقال کے بعد جب حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین بدایونی قدس سرہٗ آپ کی رسمِ فاتحہ میں تشریف لے گئے تو اس وقت سلطان قطب الدین وہاں موجود تھا۔ لیکن اس نے حضرت سلطان المشائخ (نظام الدین اولیاء) کی تعظیم نہیں کی اور نہ ہی سلام کا جواب دیا۔

نقل کرتے ہیں کہ جس وقت حضرت خواجہ فرید مسعود رحمۃ اللہ علیہ اجودھن میں پہنچے۔ وہاں قاضی شہاب دنیا طلبی میں مصروف تھا۔ حضرت خواجہ (فرید الدین) کی تشریف آوری سے اپنی کساد بازاری کا تصور کر کے مخالفت اختیار کی۔ اور ملتان کے حاکم کو جھوٹی سچی باتیں پہنچانے لگا جو کوئی اصل نہیں رکھتیں۔ اور جھوٹ اور فتنہ سے چاہتا تھا کہ حضرت خواجہ کے قیام کو اس جگہ سے ختم کروادے۔ جب حاکم ملتان نے قاضی مذکور کی تحریر اور رپورٹ پر توجہ نہ فرمائی۔ شرمندگی و ندامت کے سوا اس کے ہاتھ کچھ نہ آیا بالآخر حضرت خواجہ علیہ الرحمہ کے قتل کرنے کی بڑی کوشش کی۔ کام کو انجام دینے کے لئے ایک قلندر کو روپیوں کا لالچ دے کر متعین کیا۔ ایک روز موقعہ پاکر قلندر دروازے سے اندر آیا۔ حضرت خواجہ علیہ الرحمہ نے نور باطن سے اس کے آنے کے برے مقصد کو جان کر ایک خادم کو جو حاضر خدمت تھا حکم فرمایا کہ اس کو باہر نکال دے۔

نقل ہے کہ حضرت سلطان المشائخ (نظام الدین اولیاء) سے سلطان قطب الدین کو دشمنی تھی۔ ہمیشہ انکی تکلیف دہی پر نظر رکھتا۔ ایک دن سلطان المشائخ کو حکم بھیجا۔ کم از کم ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو بادشاہ کی خدمت میں ضرور پہنچیں۔ اگرچہ سلطان المشائخ نے اس حکم پر کوئی توجہ نہیں

ا؎ انکار ماضی، انکار اولاد سے عبارت ہے اور اعترافِ حال، سکوت سے عبارت ہے۔ جو حضرت خواجہ حسین نے دختر نژادی کے دعوے پر ظاہر کیا اور یہ بات تحقیق سے اور سچائی سے بہت دور ہے۔

ہنگام قلعہ دہلی دو دروازہ داشت۔ شرقی و جنوبی۔ در خانہ و خانقاہ ہر دو بزرگوار درونِ قلعہ بود۔ قاضی صادق و عماد بر سرِ دروازہ صد صد نفر نشاندند۔ تا کسے را راہ ندہند۔

مبارک نام خادمے بخدمت آنحضرت عرض نمود کہ بر در شہر مردم نشانیدہ اند تا کسے نہ آید۔ طعام بپزیم یا نہ۔ قاضی حمید الدین گفت دو چند طعام پختہ کنید کہ از ہزہ است کہ خلق را بہ مجلس مامنع کند۔ حضرت خواجہ فرمود کہ قاضی عماد و صادق از جان خود سیر آمدہ اند۔ می خواہند کہ زود ازیں جہاں سفر کنند۔ پس مبارک خادم برفت و استعداد طعام کرد۔

قاضی حمید الدین دوگانہ ادا نمود و گفت برادرم شیخ الاسلام حضرت شیخ بہاء الدین زکریا صالح است۔ اینک از ملتان می رسد۔ دریں اثنا آں بزرگوار از راہِ درِ مشرق آمد و دربانان کور شدند۔ پس حضرت خواجہ فرمود۔ کہ برادرم جلال الدین تبریزی نیز می آید۔ و وے از دروازۂ جنوبی در رسید۔ دربانان کور شدند۔ پس سماع در دارند۔ و چناں غلغلہ شد کہ صدائے آں بگوش قاضی صادق و عماد افتاد۔ حیران شدند و گفتند کہ بارہا در خانقاہ خواجہ قطب الدین و قاضی حمید الدین سماع شدہ لیکن ایں مقدار غلغلہ ہرگز نشنیدم کس را فرستادند کہ خبر بیارد۔ آں کس برفت و دویدہ آمدہ و گفت مردمان آں قدر جمع شدہ اند کہ مجال دم زدن از ہجوم تنگ گردید۔ و محفل سماع گرم است۔

قاضی صادق و عماد را چوں اجل فرا گرفتہ بود۔ خود را ضبط کردن نتوانستند۔ و حیران شدہ گفتند کہ حا[illegible] فرصت دادن خوب نیست۔ برویم و بحضور خلایق ایشاں را از سماع باز داریم۔ پس آں ہر دو جاہلان بے باک با جماعت بسیار آمدند۔ حضرت خواجہ در سماع بود۔ و قاضی حمید الدین دست بستہ ایستادہ و جمعے کثیر در گریہ۔ دریں اثنا نظر حضرت قاضی بر آں افتاد۔ فرمود۔ "ہمانجا باشید اے سنگدلاں!" ہر دو ہمانجا استادہ ماندند۔ ہر چند در غضب گشتند، و خواستند نزدیک شوند۔ پائے آنہا چوں ستونے کہ در زمین نصب کنند محکم شدند۔ تا آنکہ حضرت

فرمائی۔لیکن دوسرے لوگ جو عنادودشمنی کی گھات میں تھے۔انھوں نے بادشاہ کے دل کو مطمئن کردیا۔ بہر حال یہ کہ اگر مقررہ وقت میں سلطان المشائخ بادشاہ کی خدمت میں نہیں جائیں گے۔ بادشاہ کی حکمرانی کی غیرت تاب نہ لائے گی۔اور حضرت سلطان المشائخ کی تکلیف دہی میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا جائے گا۔لیکن جو شخص مردانِ حق کی تکلیف دہی میں ناحق کوشش کرتا ہے۔ پلک جھپکتے ہی سوسالہ حکومت کو پامال وتباہ کردیتا ہے۔بادشاہ کو معلق موت نے آدبوچا۔ اورمہینہ کی پہلی تاریخ کو خسروخاں کے اشارہ پر کسی شخص کے ہاتھوں قتل ہوگیا۔اور دنیوی حکومت اور حمایتِ عقبیٰ سے محروم ونامرادرخصت ہوا۔

صاحبِ ''اخبار الاخیار'' لکھتے ہیں کہ سلطان محمد تغلق شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کو باوجود کمالاتِ علیا تکلیف دیتا اور اپنے ہمراہ سفر میں رکھتا۔ کہتے ہیں کہ ایک وقت اس نے آپ کو اپنا لباس پہنانے والابھی بنالیا تھا۔شیخ رحمۃ اللہ علیہ ان تمام تکالیف کو صرف اپنے شیخ کی وصیت کی بناپر برداشت کرتے اوراُف تک نہ کرتے۔

ایک دفعہ سلطان محمد تغلق نے شیخ نصیر الدین محمود کے لئے سونے چاندی کے برتنوں میں اس غرض سے کھانا بھیجا کہ اگر نہ کھائیں گے تو اسی کو ایذارسانی کا سبب بنا کر جُرم عائد کردوں گا۔اوراگر کھالیں گے۔تو پوچھوں گا کہ آپ نے سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا کھا کر غیر شرعی کام کیوں کیا۔جب شیخ کے سامنے کھانا پیش کیا گیا تو آپ نے زبان سے کچھ نہ فرمایا۔البتہ سونے کے ایک برتن سے یخنی اُٹھائی اوراسے ہتھیلی پر رکھ کر چکھ لیا۔اس سے بداندیشوں کے ارادے ناکام ہوگئے۔

شاہ جلال گجراتی صاحبِ کشف وکرامات تھے۔اور ظاہری وباطنی کمالات کے حامل تھے۔ کہتے ہیں کہ علاقہ گجرات کے رہنے والے تھے۔لیکن گورو بنگالہ میں تخت پر بیٹھتے، بادشاہوں کی طرح رہتے اوراحکام جاری کرتے تھے۔اہلِ غرض لوگوں نے بادشاہ کے دل میں آپ کے متعلق مختلف قسم کے وہم اور شبہات پیدا کردئے۔جس کی وجہ سے بادشاہ نے آپ کو شہید کرادیا۔منقول ہے کہ جب قاتل آپکی خانقاہ میں داخل ہوئے اور خونریزی شروع کردی۔وہ جب آپ کے کسی مرید کو قتل کرتے تو آپ یَا قَھَّارُ، یَا قَھَّارُ۔ پڑھتے لیکن جب ان لوگوں نے آپ پر تلوار چلائی تو آپ نے یَا رَحْمٰنُ یَا رَحْمٰنُ۔ پڑھا اور یہی کہتے کہتے شہید ہوگئے۔شہید ہوجانے کے بعد

قطب الاقطاب در سماع بود ۔ ہم چناں استادہ بودند۔ و بعد اقامت نظر حضرت خواجہ برآنہا افتاد۔فرمود کہ ”بیائید اے برادران وداع شوید۔ امالذت سماع ہم پارہ بخشید ۔تا دردل شما حسرت باقی نماند۔ بعدازاں سفرکنید۔“

سخن آنحضرت بہ ہردو اثر کرد۔ ودرگریہ شدند۔ ودرتواجد آمدند۔ وبعدازدیر بہ ہوش آمدہ سردر پائے حضرت خواجہ افگندند۔ وگفتند۔ واللہ جل وعلا کہ ما از سرّ سماع آگاہ نبودیم ۔ ایں خود نعمتے است از نعمات ایزد جل شانہٗ ۔ حضرت خواجہ فرمود کہ اقرار حالا چہ سود دارد۔ چوں کار از دست برفت ۔ بس آں ہردوکس پشیمان نزد سلطان رفتہ تمام ماجرا عرض نمودند۔ وہماں روز بمردند۔“

☆☆☆

15-1-2013

آپ کا سر زمین پر پڑا ہوا اللہ اللہ کی صدائیں بلند کر رہا تھا۔ رحمۃ اللہ علیہ

اسی میں ہے

شیخ شہاب الدین حق گو، شیخ فخر الدین زاہدی کے فرزند ہیں۔ آپ کو حق گو اس لئے کہتے تھے کہ ایک بار سلطان محمد تغلق نے یہ حکم جاری کیا کہ تمام لوگ مجھے محمد عادل کہیں۔ آپ نے اس کے سامنے ہی اسے عادل کہنے سے انکار کر دیا۔ اور فرمایا کہ ہم ظالموں کو عادل نہیں کہتے۔ اِس جرم میں سلطان محمد تغلق نے آپ کو دہلی کے قلعہ سے نیچے گروا دیا۔ آپ کی قبر قلعہ کے نیچے ہی ہے۔

☆☆☆☆☆

منقولست

از ''اخبار الاخیار''

مولفہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی البخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کہ سلطان قطب الدین مرید و معتقد شیخ ضیاء الدین رومی بود۔ روز سوم از نقل شیخ مذکور چوں حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین بداؤنی قدس سرہٗ برسم فاتحہ برفت۔ سلطان قطب الدین آنجا حاضر بود اما تعظیم حضرت سلطان المشائخ نکرد۔ و جواب سلام ہم نداد۔

آوردہ اند کہ وقتیکہ حضرت خواجہ فرید مسعود رحمۃ اللہ علیہ در اجودھن رسید۔ قاضی شہاب الدین کہ در آنجا بود دنیا طلبی می کرد۔ از ورود حضرت خواجہ کساد بازاری خویشتن تصور یدہ خلاف ورزیدہ۔ و بہ حاکم ملتان حکایت ہا رسانید۔ کہ اصلی نداشتند۔ و بزور و فتور می خواست کہ بناءِ قیام حضرت خواجہ را از انجا بر کند۔ چوں حاکم ملتان بر تحریر و تقریر قاضی مذکور التفاتے نفرمود۔ و انجام کار غیر از خجالت و ندامت بہ دستش نیامد۔ بہ کشتن حضرت خواجہ علیہ الرحمہ سعی موفور بکار بردہ قلندرے را بطمع زر مامور کرد۔ روزے کہ فرصت وقت دریافتہ قلندر راز در در آمد۔ حضرت خواجہ علیہ الرحمہ بنورِ باطن بر منشاء شرِّ مقدمش کشف فرمودہ بہ خادمے کہ حاضر خدمت بود امر فرمودند کہ تا او را براند۔

آوردہ اند کہ با حضرت سلطان المشائخ سلطان قطب الدین را خصومتے بود و مدام بر آزارِ ایشاں نظرمی داشت۔ روزے بہ سلطان المشائخ حکم فرستاد کہ کم از کم بخدمت بادشاہ بہر غرّہ ماہ باید رسید۔ اگرچہ حضرت سلطان المشائخ بر ایں حکم ہیچ التفات نہ فرمود۔ اما دیگراں کہ در کمین گاہ نفاق و عناد بودند۔ خاطر بادشاہ را مطمئن ساخت۔ غایت آنکہ اگر بوقت مقررہ حضرت سلطان المشائخ بخدمت بادشاہ نخواہد رفت۔ غیرت اولوالامری بادشاہ تاب نیاوردہ در آزار حضرت سلطان المشائخ دقیقہ نخواہد گذاشت۔ امّا ازاں رو کہ بہ ناحق در

15-1-2013

منتخب التواریخ کے مصنف ملا عبدالقادر بدایونی سے منقول ہے

اکبر بادشاہ کے زمانے کے واقعات جو بزرگوں اور مشائخ کے ساتھ ظہور پذیر ہوئے یہ ہیں۔

"انھیں دنوں میں اکبر نے شیخ جمال بختیار کی معرفت شیخ قطب جلیسری مجذوب کو بلا کر فرنگیوں کے پادریوں سے مقابلہ کرایا۔ اور تمام علماء کو اس جلسہ میں جمع کیا۔ شیخ نے کہا کہ بہت سی آگ روشن کرو اور میں اور میرا مخالف اس میں کود پڑیں۔ جو سلامت رہے وہی حق پر ہے۔ چنانچہ یہی ہوا۔ شیخ نے ایک فرنگی کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ ہاں بسم اللہ۔ کسی فرنگی کی جرأت نہ پڑی۔ اکبر نے شیخ کو دوسرے کئی فقیروں کے ساتھ بکر بھیج دیا۔ چنانچہ شیخ نے وہیں انتقال کیا۔ اسی طرح اور دوسرے فقیروں اور مشائخ کو اِدھر اُدھر بھیج دیا۔ اکبر نے شریعت، دینِ اسلام اور روزوں کے جدا جدا نام رکھ لئے تھے۔ اور شیخ ادھن (عدل) کے پوتوں کو جو جونپور کے مشائخ میں سے تھے اہل وعیال کے ساتھ بلا کر اجمیر بھیج دیا اور انکا وظیفہ مقرر کر دیا۔ ان میں سے دو تین وہیں انتقال کر گئے اور بعض اب تک مفلسی میں گذارہ کر رہے ہیں۔

اسی طرح خواجہ معین الدین کے پوتے شیخ حسین [1] کو جنھوں نے حسبِ دل خواہ سلام نہیں کیا تھا اور انھوں نے مکہ معظّمہ کی طرف روانگی اور وہاں سے فتح پور آنے کے بعد اسی طرح جھک کر سلام کرنے سے استغنا کیا۔ اکبر نے اپنے نزدیک ان میں بے اخلاصی کا اثر پا کر بکر بھیج دیا۔ ۱۰۰۲ھ میں نظام الدین احمد نے سفارش کر کے قاضی فتح پوری اور دیگر کو بکر سے بلایا شیخ کمال کا نام بھی اس فرمان میں تحریر کیا۔ اور جب وہ زمیں بوسی بجا لائے تو انکی رہائی کا حکم صادر کیا۔ لیکن کمال بیابانی کو امیروں سے اس کے اعتقاد کے باعث نکال کر رنتھبور بھیج دیا۔ مگر شیخ حسین کو مددِ معاش کا حکم دے کر پھر بکر روانہ کر دیا۔ جیسا کہ آگے مذکور ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔"

ملا عبدالقادر بدایونی ہی کی روایت ہے

"شیخ عبدالنبی صدر الصدور یہ شیخ احمد کے بیٹے اور شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے پوتے ہیں۔ کئی مرتبہ مکہ معظّمہ اور مدینہ طیبہ کو گئے۔ اور وہاں علمِ حدیث حاصل کیا۔ جب وہاں سے لوٹ کر

آزار مردانِ حق کوشیدن در چشم زدن دولت صد سالہ را پائمال می کند۔ بادشاہ را مرگ معلق درگرفت۔ و بروز غرہ ماہ باشارت خسرو خان از دست کسے کشتہ شد۔ و از دولتِ دنیا و حمایتِ عقبیٰ محروم و ناکام برفت۔

صاحبِ اخبار الاخیار می نویسد سلطان محمد تغلق شیخ نصیر الدین چراغ دہلی را بایں کمال رتبت کہ داشت ایذاہا کردے و در سفرہا ہمراہِ خود گردانیدے۔ گویند کہ اورا وقتے جامہ دار خود گردانیدہ بود۔ و ایں ہمہ بموجب وصیت پیر خود تحمل کرد۔ و دم نزند۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

وقتے سلطان محمد تغلق برائے نصیر الدین محمود خوانِ طعام فرستاد۔ در آوندہائے زرونقرہ۔ و باعث فرستادنِ ایں جز ایذا نبود۔ یعنی اگر ابا آورد و طعام من نخورد ہمیں را مادہ ایذا سازم۔ اگر بخورد بگویم کہ در کاسۂ زریں خوردی۔ و نامشروع کردی۔ خدمت شیخ ہیچ نکفت۔ یعنی از کاسہ زریں کہ در آں بود برآورد۔ و بر دست نہادہ خورد۔ بداندیش خائب و خاسر ماند۔''

''شاہ جلال گجراتی کہ صاحبِ کشف و کرامات بود و در ظاہر و باطن مرتبہ عظیم و شانے رفیع داشت۔ می گویند کہ اصلِ وے از ولایت گجرات است۔ و در کورو بنگالہ بر تخت نشستہ حکم کردے چنانکہ بادشاہاں می نشیند و حکم می کنند۔ بادشاہ کورا اوراشہید کرد۔ از جہت تو ہم و دغدغہ کہ قول غرض گویان بخاطر او راہ یافت۔ نقل است کہ چوں قاتلان خانقاہِ او در آمدند و بنیادِ خونریزی کردند کہ شمشیر می زدند۔ شیخ می فرمود۔ یا قَہَّار یا قہار چوں تیغ بروے زدند۔ گفت یَا رَحۡمٰنُ۔ و برہمیں کلمہ جاں بحق تسلیم کرد۔ گویند سر او بر زمین افتادہ بود و اَللّٰہ اَللّٰہ می گفت۔ رحمۃ اللہ علیہ۔''

منہ

شیخ شہاب الدین حق گوے پسر شیخ فخر الدین زاہد یست۔ و اورا حق گوے ازاں لقب است کہ سلطان محمد تغلق حکم کرد کہ مرا محمد عادل گویند۔ او ازیں معنی بحضور او ابا

آئے تو اپنے باپ دادوں کے طریقۂ سماع کے منکر تھے۔ محدثین کے طریقے پر عمل کرتے تھے۔ تقویٰ، طہارت اور عبادت میں بہت مشغول رہتے تھے۔ جب صدارت کے منصب پر مقرر ہوئے تو اس قدر زمین مدِ معاش وظائف اور اوقاف کی انھوں نے مخلوق کو عنایت کی کہ کسی بادشاہ کے زمانہ میں اس کا دسواں حصہ بھی نہ ملا تھا۔ اکبر چندروز ان کا ایسا معتقد رہا کہ جوتیاں سیدھی کر کے انکے سامنے رکھا کرتا تھا۔ آخر مخدوم الملک وغیرہ علماء کی مخالفت کے سبب سے وہ معاملہ برعکس ہوگیا۔

جاہلانند ہمہ جاہ طلب | خویشتن را علماء کردہ لقب

جاہ کے خواہشمند سب تو جاہل ہیں | جنھوں نے خود کو علماء کا لقب دیا ہے

اور بڑا اسبب جو انکے تنزل کا ہوا کہ جس زمانے میں اکبر بانسوالہ سے لوٹ کر فتح پور میں آیا تو قاضی عبدالرحیم قاضیِ متھرا نے شیخ کے پاس استغاثہ کیا کہ ہم نے ایک مسجد بنانے کا ارادہ کیا تھا۔ ایک برہمن بڑا مالدار اس کا سارا سامان اٹھا کر لے گیا اور اسی سامان سے اس نے بت خانہ بنایا اور جب ہم نے اس سے جھگڑا کیا تو اس نے علانیہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت بے ادبی کے لفظ کہے۔ یہ سن کر شیخ نے اس کو بلایا۔ مگر وہ برہمن شیخ کے بلانے سے نہ آیا۔ تب اکبر نے شیخ ابوالفضل اور بیر برکو اسکے بلانے کے لئے بھیجا۔ چنانچہ دونوں جا کر اس کو پکڑ لائے۔ شیخ ابوالفضل نے جو کچھ اسکا حال تحقیق کیا تھا سب عرض کر دیا اور کہا کہ بے شک اس نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت بے ادبی کے کلمے کہے ہیں۔ بعض علماء نے اس کے قتل کا فتویٰ دیا اور بعضوں کی یہ رائے ہوئی کہ اس کی تشہیر کی جائے اور کچھ جرمانہ لے لیا جائے۔ دو فریق ہو گئے اور اس سلسلہ میں بڑی بحث وتمحیص ہوئی۔ ہر چند شیخ عبدالنبی اکبر سے اسکے قتل کی اجازت لیتے تھے۔ مگر اکبر صاف اجازت نہ دیتا تھا۔ اور کہتا تھا کہ شرعی سزائیں تم سے متعلق ہیں ہم سے کیا پوچھتے ہو۔ مدت تک یہی معاملہ رہا اور وہ برہمن قید میں ماخوذ رہا۔ اور اکبر کی اہلِ حرم نے اسکی بہت سفارشیں کیں۔ تب اس نے جواب دیا کہ ہمارا تو قول وہی ہے۔ جو تم مناسب سمجھو وہ کرو۔ آخر شیخ نے اپنے مکان پر آ کر فوراً اس کے قتل کا حکم دیا۔ جب یہ ماجرا اکبر نے سنا تو بہت درہم برہم ہوا اور اہلِ حرم نے محل کے اندر سے خوب لگانا بجھانا شروع کیا۔ اور کہا کہ آپ نے ان مولویوں کو ایسا سر چڑھا رکھا ہے کہ یہ آپ کی منشاءِ خاطر کا

کرد کہ ما ظالماں را عادل نتوانیم گفت۔ سلطان محمد تغلق اورا از قلعہ دہلی در زیر انداخت۔ قبر او ہم در زیر قلعہ است۔

☆☆☆☆☆

15-1-2013

بھی لحاظ نہیں کرتے اور بغیر آپ کے حکم کے اپنی حکومت جتانے کے لئے لوگوں کو قتل کر دیتے ہیں۔ ان باتوں سے اکبر اور زیادہ آزردہ ہوا اور ایک رات میں انوپ تلاؤ کے حوض پر اس باب میں گفتگو کی اور اپنے نئے مذہب کے مفتیوں سے فتویٰ پوچھا۔ کوئی کہتا تھا کہ اس مقدمہ کے گواہوں کی جرح اور تعدیل نہیں کی گئی اور کوئی کہتا تھا کہ شیخ عبدالنبی سے بڑا تعجب ہے کہ وہ اپنے آپ کو امام اعظمؒ کی اولاد میں بتلاتے ہیں حالانکہ امامِ اعظمؒ کے مذہب میں اگر کفار مطیع الاسلام سے نبی کی شان میں بے ادبی واقع ہو تو نقضِ عہد نہیں ہوتا۔ چنانچہ یہ جُزئیہ سب فقہ کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے۔ مصنف صاحب لکھتے ہیں کہ اسی اثنا میں اکبر کی نظر مجھ پر دور سے پڑی۔ میری طرف متوجہ ہو کر بلایا میں آگے بڑھ کر سامنے آیا۔ اکبر نے کہا کہ تم نے بھی سنا ہے کہ اگر ننانوے روایتیں مثلاً ایک شخص کے قتل پر ہوں اور ایک روایت اسکی خلاصی پر تو مفتی کو چاہئے کہ اخیر روایت کو ترجیح دے۔ میں نے عرض کیا کہ بیشک یہی ہے اور یہ فقہ کا مسئلہ ہے کہ حدود و قصاص شبہ سے دور ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ میں نے یہ فقرہ پڑھا کہ "اِنَّ الْحُدُوْدَ وَ الْعُقُوْبَاتِ تَنْدَرِیْ بِالشُّبْهَاتِ۔" اور اس کے معنی فارسی میں سمجھا دیئے۔ اکبر نے بہت افسوس کر کے پوچھا کہ کیا شیخ کو یہ مسئلہ معلوم نہ تھا۔ جو اس برہمن بیچارے کو قتل کر ڈالا۔ میں نے کہا کہ شیخ بڑے عالم ہیں اور بیشک یہ مسئلہ بھی ان کو معلوم ہو گا۔ مگر انھوں نے بعض مصلحتوں کی وجہ سے یہ حکم دیا ہے۔ اکبر نے پوچھا۔ وہ مصلحت کیا ہے۔ تو میں نے کہا کہ ایسی سزا کی وجہ سے آئندہ فتنہ و فساد کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ اور شفائے قاضی عیاض کی ایک روایت جو میری نظر سے گذری تھی میں نے پیش کی۔ تو بعض امیروں نے کہا کہ قاضی عیاض مالکی ہیں اور اس ملک میں حنفی مذہب کا رواج ہے۔ ان کا قول کیونکر سند ہو سکتا ہے۔ تب اکبر نے مجھ سے پوچھا کہ یہ لوگ کیا کہتے ہیں۔ میں نے کہا کہ اگرچہ وہ مالکی ہیں لیکن اگر مفتی محقق سزا کے لئے اس کے فتوی پر عمل کر لے تو جائز ہے۔ اس باب میں بہت سی گفتگو ہوئی۔ مصنف صاحب لکھتے ہیں کہ اکبر کو اس وقت ایسا غصہ تھا کہ اس کی موچھوں کے بال کھڑے ہو گئے تھے۔ اور لوگ مجھے بحث سے منع کرتے تھے۔ آخر اکبر نے خفا ہو کر کہا کہ یہ گفتگو تمہاری بہت نامعقول ہے۔ میں اُسی وقت سلام کر کے پیچھے ہٹا اور اس روز سے میں نے عہد کیا کہ کبھی آئندہ ایسی دلیری نہ کروں گا۔ غرض روز بروز شیخ کے کاروبار میں تنزّل ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ آخر میں شیخ کا دربار میں جانا بالکل بند ہو گیا۔

از صاحب منتخب التواریخ ملا عبدالقادر بدایونی

واقعات زمانِ اکبر شاہ بادشاہ کہ با بزرگاں و مشائخاں بظہور پیوست ایں است۔

و دراں ایام شیخ قطب جلیسری را کہ مجذوب بے خراباتی بود از دست شیخ جمال بختیار طلبیدہ با احبار فرنگیان در بحث انداختند۔ و اربابِ عقل و اجتہاد زمان را حاضر ساختند۔ شیخ گفت آتشے بلند افروزند۔ تا من با معارض خود در آیم و ہر کہ بہ سلامت بر آید حق است ہمچناں کردند و او دست در کمر فرنگی زدہ گفت ہاں بسم اللہ و ہیچ کدام از فرنگیاں جرأت نکردند۔ و او را از غیرت ہمراہ فقیرے چند دیگر در بکر فرستادند۔ تا ہمانجا درگذشتند۔ و ہم چنیں خیلے از مشائخ و فقرا را بجاہا فرستادند۔ و ہم چنیں شریعت و دینِ اسلام و روزہ ہا جدا جدا با اختراع نام نہادہ بودند۔ و نبیرہائے شیخ ادھن را از کبار مشائخ جونپور با اہل و عیال طلبیدہ با جمیر فرستادہ وظیفہ مقرر ساختند۔ و یک دو سہ درانجا در گذشتند۔ و بعضے تا الحال بعسرت می گذرانند۔

و ہمچنیں شیخ حسین اسبیرہ حضرت خواجہ معین الدین قدس سرہٗ را کہ تسلیمِ خاطر خواہ نمی کرد و بعد از اخراج بمکہ معظّمہ و آمدنِ او از فتح پور بہماں دستور کورنش باستغنا نمودن و ادائے بے اخلاصی از و فہمیدن در بکر فرستادند تا در سال ہزار و دو نظام الدین احمد بتقریب التماس طلب قاضی فتحپوری از بکر و شیخ کمال بیابانی نام او را ہم مذکور ساخت و ہمہ را طلبیدہ از آنروئے کہ زمین بوس بجا آوردند حاضر زمان طلبداشتہ حکمِ خلاص فرمودند۔ اما کمال بیابانی کہ قلابہائے او را در حبس خانہ بکر نسبت با خانخانان بر آوردند۔ و در بھکر فرستادند و شیخ حسین را باز حکم مددِ معاش در بکر فرمودہ نامزد ہمانجا ساختند۔ چنانچہ از یں پیشتر مذکور شود۔ انشاء اللہ تعالیٰ

ولہ منہ۔

شیخ عبدالنبی صدر الصدور ولد شیخ احمد بن شیخ عبدالقدوس گنگوہی است۔ چند مرتبہ مکہ

انھیں دنوں میں شیخ مبارک کسی مبارکبادی کے لئے آگرہ سے فتح پور میں آئے تھے۔ اکبر نے ان سے یہ ماجرا بیان کیا۔ انھوں نے کہا کہ تم اپنے زمانہ کے امام اور مجتہد ہو۔ اجرائے احکامِ شرعی اور ملکی میں تم کو ان لوگوں کی کیا ضرورت ہے۔ جو علم سے بالکل بے بہرہ ہیں جھوٹ موٹ کی شہرت ہوگئی ہے۔ اکبر نے کہا کہ تم میرے استاد ہو اور میں نے تم سے سبق پڑھا ہے۔ کسی طرح مجھ کو ان مولویوں کے جھگڑے سے چھڑاؤ تب شیخ مبارک نے کہا کہ تم خود اجتہاد شروع کرو۔ اور اس امر کا ان علماء سے ایک محضر لکھوا لو۔ چنانچہ اُس وقت ایک محضر تیار ہوا۔ جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ شیخ عبدالنبی اور مخدوم الملک کو زبردستی مجلس میں بلایا اور کسی نے مطلق ان کی تعظیم نہ کی۔ وہ بیچارے آ کر اخیر کی صف میں بیٹھ گئے اور جبراً اس محضر پر انکے نام لکھوا لیے۔ آخر انکو ملک حجاز کی طرف رخصت کیا۔ شیخ نے ۹۹۱ھ میں وفات پائی۔"

اور صاحبِ منتخب التواریخ سے منقول ہے۔

"۹۹۵ھ میں میرزا ہندال شیخ محمد غوث گوالیاری کے بڑے بھائی جو اسماءِ تسخیر کے حامل بزرگوں میں سے تھے۔ بادشاہ ان سے بہت محبت وخلوص رکھتا تھا۔ فتنہ پرور مفتیوں کے بہکانے سے بادشاہ نے انھیں قتل کر دیا۔ اس واقعہ کا سال "فَقَدْ مَاتَ شَہِیْداً" ۹۴۵ھ سے حاصل ہوا۔ میرزا ہندال نے اسی سال اپنے نام کا خطبہ پڑھا۔"

تزکِ جہانگیری سے ماخوذ

بادشاہ لکھتا ہے۔ "میں نے سنا کہ شیخ ابراہیم بابا افغانی نے لاہور کے قرب وجوار میں ایک جگہ پیری مریدی کی دکان آراستہ کی ہے۔ اور افغانیوں میں سے بہت لوگ اور دوسرے بھی ان کے اطراف جمع ہوا کرتے اور اعتقاد وفرمانبرداری کے ساتھ انکے گرویدہ بن گئے تھے۔ میں نے حکم دیا کہ انھیں حاضر کرو۔ اور سلطان پرویز کے حوالے کرو۔ تاکہ قلعہ چنار گڈھ میں ان پر نظر رکھی جائے اور انکی شہرت کی زیادتی اور ان سے رجوع ہونے والی مخلوق کی کثرت میں کمی واقع ہو جائے۔"

فتح قلعہ آسیر کے بیان میں آخری چھٹا مقالہ تاریخ فرشتہ سے ماخوذ

اس بلند اور خوشنما عمارت کے اندر آراستہ باغ اور پیراستہ حوض کہ بڑے شہروں میں اسکی

معظّمہ و مدینہ طیبہ رفتہ علم حدیث را خواند و بعد ازاں کہ بازگشتہ آمد از روشِ آباء و اجداد کرام سماع و غنا منکر بود۔ و بروشِ محدثین سلوک می نمود و بہ تقویٰ و بہ طہارت و نزاہت و عبادت ظاہری اشتغال داشت۔ چوں بمنصبِ صدارت رسید جہاں جہاں زمین و مددِ معاش و وظائف و اوقاف بخلائق بخشید۔ چنانچہ در زمان ہیچ بادشاہے ایں چنیں صدرے باستقلال نہ گذشتہ و عشرِ عشیر ایں کہ او دادہ نہ دادہ۔ و بادشاہ را چندگاہ نسبت بہ او آنچناں اعتقاد پیدا شدہ بود کہ کفش پیش پائے او می نہادند۔ آخر بجہت مخالف مخدوم الملک و سائر علما بد نفس حیلہ گر۔ شعر

جاہلانند ہمہ جاہ طلب خویشتن را علما کردہ لقب

و اعظم اسباب ہبوطِ او ایں بود کہ زمانیکہ بادشاہ از سفر بانس والہ بہ فتحپور اقامت نمودند قاضی عبدالرحیم، قاضی مہترا استغاثہ نزد شیخ برد کہ برہمنے متملی متمردی ازاں قصبہ مصالح عمارت مسجدے را کہ تعمیر آں میخواستم کنم بردہ بتخانہ بنا کردہ۔ چوں معارض و معترض او شدم بروشِ استہاد کہ خاک در دہانش باد زبان بہ نسبت نبی علیہ السلام کشادہ و اہانت گونا گوں باہلِ اسلام رسانیدہ چوں طلبیدند۔ آں برہمن بطلب شیخ نیامدہ۔ بیر برو شیخ ابو الفضل را فرستادند و او را آوردند و شیخ ابوالفضل انچہ از مردم شنیدہ بود بعرض رسانید و گفت کہ سب بہ تحقیق از و بوقوع پیوستہ و علما بعض بہ قتل و بعض بہ تشہیر و مصادرہ او قائل شد۔ دو فریق گشتند۔ دریں باب گفتگوئے وسیع بود۔ ہر چند شیخ از بادشاہ رخصت قتل او می گرفت بصریح نمی دادند۔ و در پردہ می گفتند کہ سیاستِ شرعی تعلق بہ شما دارد از ما چہ می پرسید و برہمن مدتے بایں تقریب در بند ماند و اہلِ [illegible] 15-1-2013 شفاعت بجہت تخلیص او برخاستند و خاطر شیخ درمیان بود۔ چوں مبالغہ شیخ از حد گزشت جواب فرمودند کہ سخن مانست کہ گفتہ ایم۔ شیخ بمجرد رسیدن بمنزل حکم بقتلِ او کرد۔ و چوں ایں معنی بعرض رسانید خیلے درہم و برہم شدند و اہلِ حرم از درون و سائر مقربان ہند از برون گفتند کہ ایں ملّایان را شما نوازش فرمودند و کارِ ایشاں حالا بجائے رسیدہ کہ ملاحظہ خاطرِ شما ہم نمی کنند و بے حکم برائے اظہار حکومت و جاہِ خویش مردم را بہ قتل می رسانند۔ و بچندان مقدمات گوشِ پادشاہی پُر ساختند

طرح جامع مسجد بھی نظر میں کم دکھائی دیتی ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ اکبر بادشاہ اس قلعہ کو فتح کر کے آگرہ واپس ہوا اور اس جگہ جہاں کفر کی تمام عادتیں پھیلی ہوئی تھیں۔ اس نے ایک فرمان جاری کیا کہ وہاں کی ایک مسجد کو منہدم کر کے اس کی جگہ ایک مندر بنایا جائے۔

خزینۃ الاصفیا سے منقول ہے

''مولوی مکرم خلیفہ مولانا فخر الدین فخر جہاں دہلوی ایک دن الہ آباد کے داروغہ سید محمد خاں سے ملاقات کے لئے گئے تھے۔ وہاں مجلس سماع منعقد ہوئی۔ مولوی مکرم وجد میں آگئے۔ اتفاق سے الہ آباد کے قاضی کا وہاں سے گزر ہوا۔ مولوی مکرم کو اس حال میں دیکھ کر ازراہِ مذاق کہا کہ مولوی مکرم کو کیا ہوا کہ اس طرح سر و سُرین ہلاتے ہیں۔ اسی رات قاضی اپنے مکان میں سوئے تھے کہ حضرت مولانا فخر الدین مثالی صورت میں وہاں پہنچے اور قاضی صاحب کو زمین سے اٹھا کر زمین پر دے مارا۔ جب صبح قاضی صاحب اٹھے ایک سخت دنبل قاضی صاحب کی سُرین پر پیدا ہوگیا۔ اور رات و دن سر و سرین ہلاتے تھے۔ آخر مولوی مکرم کی خدمت میں آکر معذرت کی اور شفا پائی۔''

مولف کی وضاحت

خلاصہ یہ کہ سلطان ابوالفتح جلال الدین اکبر شاہ کی سلطنت کے ابتدائی زمانہ میں جو کچھ حضرت خواجہ حسین نبیرہ حضرت خواجہ بزرگ معین الاولیاء کے سلسلہ میں فتنہ وفساد پیدا ہوا اسکی بنیاد اربابِ غرض اور ابنائے جنس کی غرض پر مبنی ہے۔ جیسا کہ منتخب التواریخ کے مصنف نے تفصیل کے ساتھ تحریر کیا ہے۔ ''اکبر نامہ'' کے مولف شیخ ابوالفضل نے حضرت خواجہ بزرگ کی اولاد کے وجود سے انکار کیا ہے۔ اس نے یقیناً خطا کی ہے۔ اور یہ خطا دو حال سے خالی نہیں ہے۔ اول مذہب و مشرب کی مخالفت کی وجہ سے جو اس کو علمائے دین اور قدمائے صالحین کے ساتھ تھی۔ اور اس زمانے کے تمام اکابر نے اس کے نامبارک باپ کے کفر والحاد پر جو علم مہدویت کو اٹھائے اور نص منقولات کو لیے ہوئے تھا گواہی دے کر بادشاہ سے اس کے قتل کے سلسلہ میں اور اس کے ناپاک وجود کو جو بدعات کی تشہیر کا منبع تھا صفحہ ہستی سے مٹانے میں مدد چاہی۔ اسی وجہ سے

که دیگر تاب نتوانستند آورد و ماده که از مدتے پارۂ غلیظ شده بود یکبارگی سر کرد و برون ریخت و شبے در حوض انوپ تلاؤ آمده ایں ماجرا را باز نموده از مفتیان متحرک و مقننیان احداث تحقیق ایں مسئله می نمودند۔ یکے می گفت که گواہانے که گذرانند که جرح و تعدیل کرده باشد و دیگرے می گفت که عجب از شیخ عبدالنبی آنکه او خود را از اولاد امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ میگرد۔ حالانکه سب نبی از کفار مطیع الاسلام موجبِ نقضِ عهد و ابراء ذمه نمی شود۔ چنانکه در کتب فقه حنفی مبسوط است۔ پس شیخ مخالفت جد خویش چگونه نمود۔ به یکبارگی نظر از دور بر جامعِ ایں منتخب انداخته متوجه بایں جانب شده۔ نامبرده پیش طلبیدند و فرمودند۔ پیش بیا۔ رفتم۔ پرسیدند که تو هم شنیدۂ که اگر نود و نه روایت مثلاً مقتضے قتل باشد و یک روایت موجبِ خلاص۔ مفتیان را باید که روایت اخیر را ترجیح دهند۔ عرض کردم که بلے همچنین است که حضرت می فرمایند۔ مسئله اینست۔ ان الحدود و العقوبات تندری بالشبهات۔ و معنی آنرا به فارسی ادا کردم۔ بطریق تاسف پرسیدند که مگر شیخ عبدالنبی برایں مسئله مطلع نبود که آں برهمن بیچاره را کشت وایں خود چگونه باشد عرض نمودم که البته شیخ عالم است باوجود ایں روایت که دیده و دانسته حکم کرده ظاهر از برائے مصلحتے بوده باشد ۔فرمودند مصلحت چیست؟ معروضه داشتم که سد باب فتنه و قلع ماده دلیرئ عوام و روایت شفاء قاضی عیاض که دریں باب بنظر آمده بود گذرانیدم۔ بعضے خبایث گفتند که قاضی عیاض مالکی است سخنِ او در دیارِ حنفی سند نیست۔ بادشاه از من پرسیدند که چه میگوئید؟ گفتم اگرچه مالکی است اما اگر مفتی محققی اگر بجهت سیاست عمل بر فتوائے او کند شرعاً جائز است۔ دریں باب سخن بسیار گذشت 15-1-2013 بلت شاهنشاهی را در آنوقت مردم می دیدند که چوں موئے شیر برخاسته بودند و از عقب سر مرا مانع از بحث می آمدند۔ بیکبارگی اعراضے شده فرمودند که ایں نامعقول است که می گوئی۔ در حال تسلیم کرده و باز پس آمده در جرگه ایستادم از آں روز باز ترکِ دلیری و مجلس مباحثه گوشه انزوا گزیده گاه گاہے از دور کورنش می کردم۔ و کار بار شیخ عبدالنبی روز بروز تنزل پیدا کرد۔ و نسبت بحجاب و اعراض و تفاصل و مسلب جدید و قدیم کشید و اصلاً بدر بار نمی رفت و درهماں ایام شیخ مبارک از آگره

اس کو مختلف قسم کی مشکلات اور سختیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ چنانچہ اس اجمال کو آئینِ اکبری میں تفصیل [1] سے بیان کیا گیا ہے۔ جو شیخ ابوالفضل کی تالیفات کا خلاصہ ہے۔

مختصر یہ کہ شیخ مبارک بیوی بچوں کے ساتھ آگرہ سے بھاگ کر اور اپنی جان بچا کر ہادوتی کے اطراف میں چلا گیا۔ ایک مدت تک ہزار سختیوں اور لاکھوں دشواریوں کے ساتھ زندگی بسر کی۔ مارا مارا پھرنے اور بہت سی زحمتیں اٹھانے کے بعد جس زمانے میں بادشاہ اکبر کی شیخ سلیم چشتی سے محبت اور صحبت میں اضافہ ہو رہا تھا۔ شیخ کے خاندان سے بہت سے لوگ امارت و وزارت کے منصب پر پہنچے اور شیخ کے ظاہر و باطن کا بادشاہ بڑا لحاظ کرتا تھا۔ شیخ مبارک کا کامرانی اور کامیابی کا زمانہ آگیا تھا۔ شیخ سلیم کی سفارش سے ہادوتی کے اطراف سے واپس آکر آگرہ میں سکونت اختیار کی۔ تعریف و خوشامد اختیار کر کے بادشاہ کے دل کو سیدھے راستے سے پھیر دیا۔ شیخ مبارک کا بڑا بیٹا ابوالفیض بادشاہ کا جلیس صحبت اور انیس خلوت ہو گیا۔ اور منجھلا بیٹا بادشاہ کے مقربین کے زمرہ میں ممتاز ہو گیا۔ یہ لوگ وقت کے منتظر تھے کہ عالی مرتبت جماعت جو حق کی حمایت پر کمر بستہ تھی کے ہر ایک فرد کو بڑی ذلت و خواری سے رسوا کریں۔

انہی میں سے ایک شیخ حسین اجمیری تھے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے لوگ مثلاً مخدوم زادہ شیخ عبد [1] النبی، قاضی [2] قصبہ فتح پور، قطب [3] جلیسری، شیخ [4] ادھن جونپوری کے پوتے، مخدوم الملک [5]، نظام الملک [6] اور میر حبش [7] وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم اجمعین تھے۔

لیکن شیخ ابوالفضل جو علامۂ وقت تھا اور بات بنانے اور حیلہ سازی میں ذہنِ رسا رکھتا تھا۔ جس شخص کو بھی بادشاہی قہر و عتاب نازل ہوا اکثر ناموافق حکایتیں اور خلافِ واقعہ روایتیں اس شخص کے اعمال کی تفصیل میں اضافہ کر کے اکبر نامہ کا جزو بنا لیا۔ تاکہ ظاہر بین نظر پر حقیقت پوشیدہ و مخفی رہ جائے۔ لیکن نظر شناس و نکتہ داں لوگ دنیا داروں کے مکر و فریب سے غافل نہیں رہتے۔ کلام کے ربط اور کلام کے طرز بیان سے پہچان لیتے ہیں کہ یہ تمام دھوکہ بازی غداری نفس کے تقاضے اور اسکے غرور کی خودستائی کا نتیجہ ہے۔

بہ فتح پور بجہت تہنیت امرے آمد و باوے ایں ماجرا درمیان نہادند۔ او ارشاد نمود کہ شما امامِ زمانِ خود و مجتہد اید و در اجرائے احکامِ شرعی و ملکی چہ احتیاج بایں جماعہ دارید کہ ہیچ بہرہ از علم بجز شہرتِ کاذب ندارند۔ گفتند۔ ہرگاہ شما استادِ ما باشید و سبق پیش شما خواندہ باشم۔ چرا مارا از منت ایں ملّایان خلاص نمی سازند۔ او کمرِ جد و اجتہاد بر میانِ حقد و عناد بستہ گفت۔ دعویٰ اجتہاد فرمانید۔ و از ایشاں محضرے طلبید آں بود۔ محضرے در باب اجتہاد و بادشاہ و فضیلت ایشاں بر جمیع مجتہدان نوشت و شیخ عبدالنبی و مخدوم الملک را چوں احاد الناس در آں مجلس پاجیان بزور گرفتہ آوردند۔ ہیچ کس تعظیمِ ایشاں نکرد۔ و در صفت نعال نشستند۔ و خواہی نخواہی بہ جبر و کرہ برایں داشتند۔ تا گواہی خود نوشتند۔ چنانچہ در ضمن وقائع سنوات مشروح گذشت و عاقبت الامر ہر دو را بسفر حجاز رخصت دادند۔ وفات شیخ در سن نہ صد و نود و یک (۹۹۱) بود۔

ولہ ومنہ

در سن خمس از تسعین و تسع ماۃ میرزا ہندال شیخ بہلول برادرِ بزرگ شیخ محمد غوث گوالیاری را کہ از اکابر اہلِ دعوت اسماءِ تسخیر بود بادشاہ با و اعتقاد و اخلاص تمام داشت باغوائے مفتیان واقعہ طلب بکشت و سال آں واقعہ فَقَدْ مَاتَ شَهِيْدًا یافتند و میرزا ہندال درین سال خطبہ بنامِ خود خواند۔

در تزک جہانگیری

بادشاہ می نویسد۔ شنیدم کہ شیخ ابراہیم بابا افغانی دکانِ پیری و مریدی جائے
من مضافات لاہور آراستہ کردہ و بسیارے از افاغنہ وغیرہم جمع می آیند و باعتقاد و انقیاد می گرایند حکم دادم کہ او را حاضر آوردہ بہ سلطان پرویز حوالہ نمایند کہ در قلعہ چنار گرڑھ او را نگاہ دارند تا آنکہ افراط شہرت و رجوع خلائق بہ تفریط گراید۔

آخر مقالہ ششم در ذکر فتح قلعہ آسیر از تاریخ فرشتہ

قصہ مختصر یہ کہ شیخ حسین پر ظلم میں شرکت اور حضرت خواجہ بزرگ کی اولاد کا وجود نہ ہونے سے متعلق جو جو قصے گڑھے گئے تھے وہ سب کے سب قبیح اقوال جو صحیح اور ثقہ حقائق کو غیر صحیح اور بے وثوق بنادئے تھے اس کا حوالہ پیش کیا گیا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ کہ خواجہ بزرگ کو بے اولاد کہیں۔ اسی وجہ سے خواجہ حسین کے دعوائے فرزندی کو جھوٹا اور باطل قرار دیا۔ لیکن شیخ عبد القادر بدایونی جو صوفی مشرب اور حنفی المذہب تھے اور بادشاہ کے ساتھ سفر و حضر میں رہتے تھے اور واقعات وغیرہ کو لکھنے کی ذمہ داری بھی انکے لئے متعین تھی۔ اس اجمال کی تفصیل اور اس بات کی تشریح کو منتخب التواریخ میں تفصیل سے تحریر کیا ہے۔ اور حقیقت سے شک وشبہ کے پردہ کو اٹھایا ہے اور صحیح بات کو محققین تک پہنچایا ہے۔ اس مقام پر حیرت اور تعجب ہے کہ شیخ ابوالفضل نے جو رسمی علوم سے خوب واقفیت رکھتا تھا سابق بادشاہوں کی تاریخوں اور اولیاءِ کاملین کے ملفوظات کے برخلاف اس طرح کی جھوٹی باتوں کو بیان کرنے میں کیوں عجلت سے کام لیا۔ اور غرض مندوں اور ابنائے جنس جو ناانصافی اور بربادی کے درپے تھے کے شبہات کو مرکز اثبات قرار دے کر اصل معاملہ کو الٹ دیا۔ اور اس نے خداشناس صوفیوں کی شکایت و بدگوئی اور خدا فراموش کمینوں کی حمایت ولحاظ میں بڑی کوششوں سے کام لیا۔ لیکن اہلِ دانش کی نظر میں یہ سب مکر وفریب نقش برآب اور سراب کے مثل ایک خط کی طرح ہے۔ اس لئے جن لوگوں نے حضرت خواجہ سلطان التارکین شیخ حمید الدین صوفی سوالی اور حضرت خواجہ فرید الدین مسعود شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت خواجہ بزرگ کے ہم عصر اور ہمنشین تھے کے منقولات اور ملفوظات کو عقیدت و محبت کی نظر سے دیکھا ہوگا وہ یقینا سمجھ لیں گے کہ جو علم ان حضرات کے نزدیک عین الیقین تھا وہ ہمارے اور ہمارے ہم مشربوں کے لئے حق الیقین کا حکم رکھتا ہے۔

اور حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی کے فوائد الفؤاد میں نقل فرمانے کے بعد تو یہ تصدیق پر تصدیق اور تحقیق بالائے تحقیق کا حکم رکھتا ہے۔ اور اس مقام پر شیخ بوالفضول (ابوالفضل) اور اس کے ثقہ اور عادل راوی کی کیا بساط ہے کہ ان بڑے ثبوتوں کے مقابل دوسری بات زبان پر لائیں۔ اور حضرت خواجہ کو بے اولاد قرار دے کر انکی اولاد ستودہ صفات کے وجود کو بے اصل اور

ودرونِ آں عمارت رفیع وخوش طرح و باغہائے مکلف وحوضہائے مطبوع کہ مثل آں مسجد جامع در شہر ہائے معظم کمتر بنظر در آمد۔ گویند وقتے کہ اکبر بادشاہ فتح آں قلعہ کردہ بہ آگرہ معاودت کرد ازانجا بر اعتقاد تمام باطوار کفر داشت فرمانے نوشت تا مسجدے راشکستہ بجائے آں بتخانہ سازند۔

ازخزینۃ الاصفیا

مولوی مکرم خلیفہ مولانا فخر الدین فخر جہان دہلوی روزے بتقریب ملاقات سید محمد خان داروغہ الہ آباد رفتہ بود درانجا مجلس سماع گرم شد و مولوی در وجد آمد ناگاہ قاضی الہ آبادی را در آنجا گزرافتاد۔ مولوی مکرم را بداں حال دیدہ از راہِ تمسخر گفت کہ مولوی مکرم راچہ شد کہ ایں چنیں سروسرین می جنباند۔ ہماں شب قاضی درسرائے خود خوابیدہ بود کہ صورت مثالے حضرت مولانا فخر الدین در آنجا رسیدہ وقاضی را از زمین برداشتہ برزمین بزد۔ علی الصباح چوں قاضی برخواست دنبلے سخت برسرین قاضی پیدا شد وشب و روز سروسرین می جنبانید۔ آخر بخدمت مولوی مکرم آمدہ معذرت کرد وشفا یافت۔

من مولف:

فی الجملہ درزمان اوائل سلطنت سلطان ابوالفتح جلال الدین اکبرشاہ ہرآنچہ کہ درباب حضرت خواجہ حسین نبیرہ حضرت خواجہ بزرگ معین الاولیا فتنہ وفساد ایجاد نمودند بنائے آں برغرض اربابِ غرض وابنائے جنس متیقن است چنانکہ صاحب منتخب

التواریخ بشرح وبسط ارقام فرمود وشیخ ابوالفضل جامع اوراقِ ''اکبرنامہ'' کہ از وجود اولاد حضرت خواجہ بزرگ انکار می کند۔ الحق برخطا رفتہ است وایں خطا از دو حال خالی نیست۔ اول بوجہ مخالفت مذہب ومشرب کہ اورا با علمائے دین وقدمائے صالحین بود وجمعے از اکابرانِ زمان درباب تردید والحاد پدرِ نامبارکش کہ علم مہدویت ونص منقولات برافراشتہ بود ادائے شہادت کردہ از حضرت بادشاہ بکشتن او

بے مقصد قرار دیں لَعۡنَةُ اللّٰہِ عَلَی الۡکٰذِبِ ییۡنَ۔ (جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ہے)

دوسرا یہ کہ حضرت شیخ بہت بلند حوصلہ اور صاحبِ حال تھے۔اور بادشاہانہ زندگی بسر کرتے تھے۔بے شمار مخلوق آپ سے رجوع ہوا کرتی تھی۔اور آپکی خدمت میں بہت کچھ نذور و فتوح پیش کی جاتی تھی۔ایک وقت جبکہ بادشاہ کو حضرت نے ملاقات کا موقع دیا تو حضرت شیخ جو دنیاوی روایات سے واقف نہیں تھے اور بادشاہوں کی خدمت کے آداب سے غیر مانوس تھے۔اس کی طرف اس طرح توجہ نہیں فرمائی جس طرح زمین بوس (سجدہ) انجام دے کر دولتِ سلطانی کے نو مذہب لوگ تعریف و توصیف کے ساتھ اسکی خدمت میں تسلیم بجالانے میں مشہور تھے۔خلوص و محبت کا امتیاز اور اپنے پرائے کا امتحان بھی اسی غیر شرعی حرکت پر منحصر تھا۔آپ بجا نہیں لائے۔بادشاہ کے سر میں اس کے باعث وہم سا پیدا ہو گیا اور دوسرے لوگ جو مراد کے منتظر اور متمنی تھے ادھر اُدھر کی باتیں بیان کر کے انھوں نے بادشاہ کے دل کو مکدّر کر دیا۔اور فقرا و مساکین کے خلاف شکایت کی شکل میں خواجہ حسین کے ظلم و زیادتی کے افسانے گھڑنے لگے۔اور اطراف و اکناف سے حضرت شیخ حسین کو نذور و فتوح کے عنوان سے جو زرِ کثیر وصول ہوتا تھا اس عنوان سے شیخ معز اللہ کے اخراج کی خاطر تنگ ظرف جاہلوں میں سے چند افراد کو ترغیب دی گئی کہ ان پر ظلم کے خلاف داد و فریاد کی جائے۔جس کے لئے انھیں بادشاہ کے دربار تک پہنچا دیا گیا۔بادشاہ جو حقیقتِ راز سے آگاہ نہ تھا۔وہ بھی وہم رکھتا تھا۔کیونکہ قبل ازیں اس کے سامنے حضرت شیخ نے بے اخلاصی اور بے اعتنائی کا مظاہرہ فرمایا تھا۔اجمیر میں آپ کے قیام کو وہ حقارت اور شاہی شوکت و سطوت کی اہانت خیال کرنے لگا۔اس نے حکم جاری کیا کہ جتنا جلد ہو سکے حضرت شیخ اجمیر چھوڑ کر مکہ معظّمہ کا سفر اختیار کریں۔اس جگہ اہلِ بیت پاک کی مظلومی اور بے حرمتی کی یاد ایک قدیم روایت تھی جو وراثت میں ملی تھی۔ان میں سے جو کوئی اس سے دوچار ہوتا تو صبر و سکون کے ساتھ اس پر استقامت رکھتا۔حضرت شیخ نے غم زدہ دل کے ساتھ اور آنکھوں میں آنسو لئے اپنے جد بزرگوار کے مزار پر حاضری دی۔اور محزون و مایوس روانہ ہو گئے۔

بعد ازاں کچھ سال گزرنے کے بعد حجاز کے سفر سے واپس آئے۔وہی سابق حال پایا۔اور سابقہ اندیشہ کے مطابق جو کہ دل پر نقش تھا بکر کے قلعہ میں بھیج کر قید کر دئے گئے۔ ایک عرصہ دراز تک معزز شیخ نے اسی گوشۂ عسرت میں تجرید و تفرید (تنہائی) کی زندگی گزار دی۔یہاں تک کہ شیخ ابو الفضل کے دکن کی مہمات پر جانے کے بعد سلطنت کے مقربوں میں سے ایک نے فرصت

استعانت خواستند۔ وصفحۂ ناصفا را کہ مقامِ اعلانِ اختراعاتش بود باصفحہ زمین ہموار کردند وازیں جہت وے را انواع صعوبت واشتداد روئے داد چنانکہ تفصیلِ [1] ایں اجمال بشرح و بسط نمودہ جزو آئین اکبری کردہ اند کہ خلاصہ تالیفات شیخ ابوالفضل است۔

القصہ شیخ مبارک باعیال واطفال از آگرہ گریختہ بہ نواح ہادوتی برفت وجانِ خودرا بہ سلامت برد۔ مدتے دراں دیار بہ ہزار سختی وصعوبت صد ہزار زندگانی کرد۔ وبعد از سرگشتگی وزحمت کشیدن بسیار درآں زمانے کہ بادشاہ را با شیخ سلیم چشتی سیکری وال محبت وصحبت درترقی شد واز خانوادہ شیخ بسیاران بہ پایۂ سروری ومنصبِ برتری رسیدند ونظرِ بادشاہ درظاہر وباطن شیخ مرعی بود۔ شیخ مبارک را زمانہ صلاح وفلاح درپیش آمد وبشفاعت شیخ سلیم از نواح ہادوتی معاودت کردہ باز بہ دیارِ آگرہ سکونت ورزید۔ دُکانِ ستائش ولابہ گری وانمودہ خاطر بادشاہ را از مرکز راستی بہ گردانید وپسر بزرگ آں شیخ ابوالفیض جلیسِ صحبت وانیسِ خلوت بادشاہ گشتہ وشیخ ابوالفضل پسر میانۂ او بزمرۂ مقربانِ دولتِ پادشاہی اختصاص یافتہ منتظرِ وقت بودند تا آنکہ ہر یکے را از ان جماعت کرامت منزلت کہ برحمایتِ حق کمربستہ بودند بہزار نکبت وخواری رسوا ساخت۔

ازینہا یکے شیخ حسین اجمیر بود۔ ودیگران ہم بسیار بودند۔ مثل مخدوم زادہ شیخ عبد النبی [1] وقاضی [2] قصبہ فتح پور وقطب [3] جلیسری ونبیرہائے شیخ ادھن [4] جونپوری ومخدوم الملک [5] 15-1-2013 [6] ومیر حبش [7] وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

امّا شیخ ابوالفضل کہ علامۂ وقت بود۔ ودرسخن سازی وحیلہ گری ذہن رسا داشت۔ ہر آنکس را کہ با قہر وعقابِ بادشاہی خطاب کرد۔ بیشتر حکایات ناسزا، وروایات خلاف واقع در تفصیل اعمالش مستزاد کردہ جزوِ اوراقِ اکبرنامہ گردانید تا بچشم ظاہر نگر حقیقتِ راز مخفی ومستتر ماند۔ امّا ژرف نگہبان نکتہ

کا وقت غنیمت جانتے ہوئے بادشاہ کے حرم محترم (ملکہ) کی سفارش اور وساطت سے کامیاب کوشش انجام دی۔ اور حضرت شیخ نے اس بلائے ناگہانی اور درد بے درماں سے نجات پائی۔ اور سابقہ دستور کے مطابق اپنے جد بزرگوار کے مرقد کی تولیت کے عہدہ پر رونق افروز ہوئے اور باقی عمر کامرانی اور آسودگی کے ساتھ بسر کرتے ہوئے واصل بحق ہوئے تو اپنے جد پاک کے مرقد ہی کے قریب جامع مسجد کے عقب میں مقبرۂ عالیہ کے اندر مدفون ہوئے۔ آپ کا مزارِ اقدس لوگوں کا مرجع اور عوام کا مرکز بنا ہوا ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

اُس زمانے اور اُس زمانے کے لوگوں پر افسوس ہے کہ جنھوں نے ایسے شیخ بزرگ کے حق میں زیادتی اور ظلم روا رکھا۔ ناہنجارانہ روش اختیار کرتے ہوئے دروغ (جھوٹ) کو فروغ دیا۔ اور جو کچھ ایک برہمن کا خیال تھا وہ سب کچھ اکبر نامہ میں لکھ دیا۔ جو وہم و قیاس سے باہر ہے۔ اور جسے عقل و فہم اور طبعِ سلیم ہرگز نہیں مانتی۔ اگر پہلے ہی موقع پر بادشاہ تحقیق کر لیتا کہ کیا خواجہ حسین کی جانب سے کیا گیا حضرت خواجہ بزرگ کی اولاد ہونے کا دعویٰ غلط ہے تو یہ کیا تھا کہ انھیں پھر منصبِ تولیت پر فائز کیا گیا۔ اور فرزندی کے دعوی پر احباب و محبین نے فخر و ناز کیا تو آپ کے دختر نژاد (یعنی حضرت خواجہ بزرگ کے نواسوں سے) ہونے کا دعویٰ کرنے والوں نے سکوت اختیار کر لیا۔ مخالفت میں ایک لفظ بھی نہ کہا۔ اور احکامِ شرعیہ کے خلاف دعویٰ فرزندی کے مغائر انھوں نے دختر کی اولاد کو منصب وراثت دینے کا ارادہ ترک کروا دیا۔ ورنہ اس مخدوم زادہ کو موروثی حق حاصل کرنے سے باز رکھنے میں مشغول تھے۔ مگر اب حضرت شیخ حسین کے بارے میں دختری اولاد ہونے کے دعوے کا پول کھل گیا اور وہ سب جھوٹا الزام ثابت ہوا۔ اور یہ سب باتیں بنانا اور مکر و فریب کرنا جو شیخ ابوالفضل بزعمِ خود کیا کرتا تھا۔ بظاہر علانیہ نظر آنے لگا۔ اکبر نامہ میں جو ماضی سے انکار[1] اور حال کا اعتراف کیا گیا ہے اُسے بظاہر قبیح شکل میں نہیں پیش کیا گیا۔ اس لئے کہ خواجہ حسین کا دعویٰ اولاد بقول شیخ ابوالفضل جھوٹا ہوتا تو پھر حضرت خواجہ بزرگ کی تولیت اور منصب مشیخت پر حسب سابق معزز شیخ تمام عزت و حرمت کے ساتھ مقرر و فائز نہ ہوتے۔ اور نورالدین جہانگیر بادشاہ اپنے روز نامچہ موسومہ تزک جہانگیری[2] میں جلوس میں خود شیخ حسین کو خواجہ بزرگ کے فرزند زادے نہیں لکھتا۔ اور ششماہی خرچ کے طور پر ایک ہزار روپیہ جاری نہ کرتا اور حضرت خواجہ بزرگ کے مزار کے اوقاف کو فرمان کے ذریعہ

شناس کہ از کید وشید اربابِ دنیا غافل نبودہ اند بربطِ کلام وطرزِ بیان می پندارند کہ ایں ہمہ جوفروشی وگندم نمائی بتقاضائے نفسِ غدار وخودستائی پندارِ اوست۔

القصہ ہر آنچہ کہ درباب شیخ حسین بہ پیرایہ ستم شریکے فقر او فقدانِ اولاد حضرت خواجہ بزرگ حکایت آوردہ ایں ہمہ اقوال قبیح را بہ ثقات وعدول آں زمان کہ ساقط العدل وعدول الثقات بودہ باشند۔ حوالہ می نماید غایتش اینکہ خواجہ را حصور می گویند۔ وازین جہت دعویٰ فرزندے بخواجہ حسین را بہ تکذیب وابطال میرساند۔ اما عبد القادر بداؤنی کہ صوفی مشرب وحنفی المذہب بود۔ وبحضرت بادشاہ درسفر وحضر زندگی می کرد ونیز خدمتِ کتاب واقعات وغیرآں باومفوض بود۔ تفصیل اجمال وتشریحِ ایں مقال رادر "منتخب التواریخ" بشرح وبسط ضبط نمودہ ونقابِ حمل واحتمال از پیکر نفس الامر برداشتہ ۔شاید سخن راہمکنار واصلانِ یقین فرمودہ است پس درین مقام حیرتم نمی گزارد۔ وبوالعجبی می نماید کہ شیخ ابوالفضل باآنکہ از علومِ عرفی بہرۂ وافی داشت بخلاف تواریخ سلاطین پیشین وملفوظات اولیاء کاملین بروایت این چنیں حرف وحکایت باطلہ چگونہ مبادرت کرد۔ وشہادت اربابِ عرض وابنائے جنس کہ درپے قہر واستیصال بودند۔ مرکز اثبات قرار دادہ اصل قضیہ رامنعکس ساخت وبہ سعایت وشکایت خداشناس صوف پوش وبرعایت و حمایت فرومائیگان خدافراموش جد بلیغ وسعی موفور بکار آورد۔ وبزعمِ خود نقش مرادرابربدعا نشانید اما درنظر اولوالارباب ایں ہمہ کارنامہ ریودریا ہمچو نقش برآب است۔ وخط جادہ سراب۔ زیراکہ ہرآنکسے کہ منقولات وملفوظات حضرت خواجہ سلطان التارکین شیخ حمید الدین صوفی السوالی وحضرت خواجہ فریدالدین 15-1-2013 مسعود شکرگنج رحمۃ اللہ علیہم راکہ ایشان ہمزمان وہم نشین حضرت خواجہ بزرگ بودند بچشمِ شوق وارادت دیدہ باشد بہ یقین می پندارد کہ ہرآنچہ کہ بہ علم حضرات ایشان عین الیقین بود برائے ماویارانِ طریقِ ماحکم حق الیقین دارد۔

وبعد ازانکہ حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی درفوائد الفواد نقل فرمود۔ تصدیق برتصدیق وتحقیق بالائے تحقیق است درایں مقام شیخ بوالفضول و

تین حصوں میں تقسیم کر کے اس میں سے ایک حصہ حضرت معزز شیخ کو نہیں پہنچاتا۔ اور خود اپنے دورِ سلطنت میں حضرت خواجہ بزرگ کی تولیت و مشیخت کے لئے عطیہ جاری کر کے یہ منصبِ گرامی حضرت خواجہ بزرگ کے فرزند زادے کے حوالہ نہیں کرتا۔ اس کے بعد شاہجہاں بادشاہ کی بیٹی جہاں آرا بیگم نے جب ''مونس الارواح'' کے نام سے ایک کتاب حضرت خواجہ بزرگ کے حالات پر لکھی تو مولانا عبدالحق محدث دہلوی کے قول سے اس نے اتفاق کیا اور اولادِ امجاد کے موجود رہنے کو برحق قرار دیا۔ اور سلطان محی الدین اورنگ زیب عالمگیر نے چند مواقع پر حضرت شیخ سید محمد سجادہ نشین کی خدمت میں زرِ کثیر وغیرہ بھجوایا۔ چنانچہ نسخۂ عالمگیر نامہ مولفہ محمد کاظم مورخ عہد عالمگیری میں لکھا ہے کہ جانشینی کے چوتھے، آٹھویں، نویں اور دیگر سالوں میں جبکہ سلطان قطب الدین شاہ عالم بہادر شاہ بن اورنگ زیب عالمگیر کا عہد سلطنت تھا حضرت شیخ سراج الدین اور بعد میں حضرت شیخ منیر الدین کو تقررِ سجادگی کے وقت پیش آئے واقعات، نیز پیرزادوں، اربابِ وظائف، فقرا، صلحا، اکابر اور حضرت خواجہ بزرگ کے خادموں کے تذکرے اس میں قلم بند کئے گئے ہیں۔ دہلی کے بادشاہوں کے دیگر فرامین و اسناد اور بالخصوص مطالبات کی فہرست جو روضۂ منورہ کے اوقاف کے انتظام کے لئے بطور دستور العمل ابوالبرکات معین الدین اکبر ثانی بادشاہ دہلی کے عہد میں آئینِ قدیم کے حوالے اور دفتر شاہی کی تصدیق سے مرتب و مکمل کئے گئے تھے۔ وہ انگریزوں کی حکومت کے عہدہ داروں کو بھیجے گئے اور ان اعلیٰ عہدہ داروں نے ان احکام سابقہ کے موافق انھیں نافذ بھی کیا۔

سرور الصدور ملفوظ حضرت خواجہ سلطان التارکین، فوائد الفؤاد ملفوظ حضرت سلطان المشائخ نظام الاولیا، سیر الاولیا مولفہ سید محمد کرمانی خلیفہ حضرت سلطان المشائخ، سیر العارفین مولفہ درویش جمالی، گلزارِ ابرار مولفہ شیخ محمد غوث بن حسن بن موسیٰ شطاری، اخبار الاخیار مولفہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی، منتخب التواریخ مولفہ ملا عبدالقادر مورخ عہدِ اکبری، تاریخ فرشتہ مولفہ ملا محمد قاسم، سیر الاقطاب مولفہ شیخ الہ دیا چشتی، مرأت الاسرار مولفہ شاہ عبدالرحمن چشتی، خزینۃ الاصفیا مولفہ مفتی غلام سرور لاہوری، مناقب الحبیب مولفہ مولوی نجم الدین جھونجھنوی، مخبر الاولیا مولفہ شاہ رشید الحق نبیرہ حضرت شیخ یحییٰ مدنی احمد آبادی، رسالہ ادھمی مولفہ ملا عبدالباری بخاری الاجمیری، اقتباس الانوار و جوامع الکلم و اشجار الجمال و رسالہ

ثقات وعدول اوکیانند وکیستند کہ بمحاذ و بمقابل این چنین اثباتِ عظیم حرفِ دیگر بر زبان آرند۔ وحضرت خواجہ را حصور پنداشتہ وجود اولادستودہ نہادرا بے اصل ومقصود قراردہند۔ لَعْنَةُ اللّٰہِ عَلَی الْکَاذِبِیْنَ۔

دوم۔ آنکہ حضرت شیخ بسیار اولوالعزم وصاحبِ حال بود و بادشاہانہ زندگی می کرد۔ وخلائق بے شمار باو رجوع داشتند ونذور وفتوح بے غایت میرسید۔ ووقتیکہ بادشاہ را بحضرت او ملاقات دست داد حضرت شیخ کہ سخنِ دنیا نمی دانست واز آداب خدمتِ شاہان غیر مانوس بود بطیبِ خاطر متوجہ او نشد۔ وہم چنین بہ ادائے زمین بوس کہ نو مذہبانِ دولتِ سلطانی در منزلِ ستائش ولا بہ گری تسلیمش نام کردہ بودند۔ وامتیاز خلوص ومحبت وامتحان یگانہ وبیگانہ ہمبران ادائے نامشروع منحصر بود نہ پرداخت۔ بادشاہ را ازیں معنی خیلے واہمہ درسر شد۔ ونیز دیگران کہ منتظر ومتمنی مرام بودند باظہارِ این وآں خاطر بادشاہ را منغض کردہ بہ پیرایہ شکایت فقرا و مساکین و بہ تظلم وتعدی خواجہ شیخ حسین افسانہا ساختند و بہ ترغیب زرِ کثیر کہ بتقریب نذور وفتوح بحضرت شیخ حسین از ہر اطراف واکناف میرسید بہ قرارداد اخراج شیخ معزاللہ از مجہولان تنگ ظرف کسانے چندرا بہ دادخواہی بیداد بہ ایوانِ بادشاہ رسانیدند۔ بادشاہ کہ از حقیقتِ راز آگہی نداشت وہم ز ادائے بے اخلاصی واستغنا کہ از حضرت شیخ پیش ازیں بظہور آمدہ بود قیام او را در اجمیر وجہِ حقارت و اہانت صولت وسطوتِ بادشاہی می اندیشید۔ حکم فرمود کہ بہ سرعت تمامتر حضرت شیخ ترک اجمیر تحمل کردہ سفر مکہ معظّمہ اختیا 15-1-2013 ا کہ مظلومی و بے حرمتی اہلِ بیت امرِ قدیم بودہ است و بہ وراثت رسیدہ۔ وہرچہ برسرِ ایشان می آید با صبر وسکون بر آن استقامت دارند حضرت شیخ با دلِ غم رسیدہ ودیدہ نم دیدہ از خدمت مزار جد بزرگوارش محزون ومایوس برفت۔

بعد از انکہ بمرور سنین وشہور از سفر حجاز باز آمد ہمون آش در کاسہ یافت و بلحاظ اندیشہ سابق کہ دل نشین بود در قلعہ بکر فرستادہ بزندان اے

ابراہیمیہ ملفوظ شاہ ابراہیم چشتی، نیز مدائن المعین مولفہ مولانا شیخ رحمت اللہ دہلوی جو حضرت محمد شاہ بادشاہ کے عہد میں حضرت خواجہ بزرگ معین الحق معین الاولیا قدس سرہ کی اولاد کے عنوان سے تالیف کی گئی۔ یہ سب ان اولاد پاک کی تولید وتناسل و بقا اور منصب سجادہ نشینی پر رونق افروزی اور زینت فرمائی اور ان صاحبزادوں کے وجود باجود کے ایسے روشن حوالے ہیں جن کی وجہ سے اولاد امجاد کے منکرین کے منہ میں خاک پڑتی ہے۔

اس کمترین مولف نے ان کتب، تذکروں اور فرامین متذکرہ بالا وغیرہ کو رسالہ ہذا کا ایک جزء بنادیا ہے تاکہ کسی شک وشبہ کی اس میں گنجائش باقی نہ رہے۔

اس کے علاوہ دارالخیر اجمیر کے اکابر و بزرگوں کی ایک جماعت نے ایک دوسرا سانحہ بھی بیان کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ اس زمانے میں جب کہ شیخ مبارک قصبہٗ ناگور میں سکونت پذیر تھا اس کا حضرت صاحبِ سجادہ خواجہ سلطان التارکین کی باندیوں میں سے ایک باندی سے نکاح ہوا۔ جس کے بطن سے فرزندان اور دختر پیدا ہوئے۔ یعنی شیخ ابوالفیض فیضی، و شیخ ابو الفضل وغیرہ۔ جیسے ہی شیخ ابوالفضل کو دولت وکامیابی ہاتھ آئی اور خدمت ملازمانِ شاہی کے وسیلے سربلندی نصیب ہوئی تو اس سے اس کے معاصرین حسد کرنے لگے۔ اور اسکے نسب میں عیب سے متعلق بری اور ذلیل باتیں انھوں نے بادشاہ تک پہنچائیں۔ اور اسکی باندی زادگی کی حکایت پیش کردی۔

جب بادشاہ اس بات سے آگاہ ہوا تو شیخ ابوالفضل سے استفسار کیا۔ اس نے جواب دیا کہ میں حضرت خواجہ تارکین شیخ حمید الدین صوفی ناگوری کے خاندان سے صحیح النسب ہوں۔ اور حضرت شیخ حسین اجمیری کے ساتھ خالہ زادگی کا رشتہ رکھتا ہوں۔ کہ وہ بھی والدہ کی طرف سے حضرت خواجہ تارکین کے نواسہ ہیں۔ اور بچپن میں میں اور حضرت شیخ حسین قصبہ ناگور میں ایک ساتھ رہتے تھے۔ بعدازاں حضرت شیخ حسین کے والد بزرگوار خواجہ معین الدین ثالث نے غلبہٗ کفر اور مستقر کی تباہی کے وقت اجمیر چھوڑ کر ناگور میں اقامت اختیار کی اور اسی جگہ حضرت خواجہٗ تارکین قدس سرہ کی اولاد کی ایک خوبصورت اور پارسا دختر کو اپنے عقد نکاح میں لائے جو دور کے رشتہ سے میری ماں کی ہمشیرہ ہوتی ہیں۔

ادب برنشاندند۔ وتا مدت دراز شیخ معز اللہ در ہمان گوشہ عسرت بہ تجرید و تفرید زندگی کرد۔ تا کہ بعد از رفتن شیخ ابوالفضل بر مہمات دکن یکے از مقربانِ بساطِ سلطنت فرصت وقت غنیمت دانستہ بشفاعت و وساطت حرم محترم بادشاہ مساعی قوی بجائے رسانید۔ وحضرت شیخ ازان بلائے ناگہان و دردِ بے درمان رستگاری یافتہ بدستور سابق بر منصبِ تولیت مرقد جد بزرگوارش فرق عزت برافراشت و بقیہ عمر در تنعم و کامرانی بسر بردہ برحمتِ حق پیوست و در جوار مرقدِ جد پاکش عقب مسجد جامع در قبۂ عالی مدفون شد۔ مرقد پاکش مرجعِ انام ومطافِ عوام است۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

وائے برآن زمان وزمانیان کہ بحق ایں چنین شیخ بزرگ اشتداد و بیداد روا داشتہ بمقتضائے ناہنجاریٔ منش مہما امکن دروغ را فروغ دادند ومع ہذا ہر آنچہ کہ برہمونی پندار درا کبرنامہ نوشتہ اند خارج از دائرہ وہم وقیاس است۔ وعقلِ فہیم وطبعِ سلیم نمی پذیرد۔ اعنی اگر کرت اول بادشاہ را بہ تحقیق پیوستہ بود کہ دعویٰ فرزندئے خواجہ حسین نسبت حضرت خواجہ بزرگ غلط است تا از چہ بود کہ اورا ایں ہمہ باز بمنصب تولیت رسانیدند۔ و بر دعوی دختر نزادی او کہ بتفاخر وشرف ہمعنان وہمقران دعوے فرزندی بود سکوت ورزیدہ حرف دیگر درمیان نہ آوردند و بخلاف احکامِ شرعیہ کہ بحالت فقدان دعوے فرزندی منصب وراثت بہ اولاد دختری منجرمی شود۔ آں مخدوم زادہ آفاق را از استحقاق موروثی باز داشتہ باتلافِ حق ومرافق او پرداختند مگر اینکہ حضرت شیخ حسین را بدعوے اولاد دختری وانمودن محض افترا بود و از جملہ سخن سازی وروباہ بازی شیخ ابو الفضل بزعم فقیر مولف ازین جہت بودہ باشد کہ بچشم ظاہر نگر۔ انکار ماضی واعتراف حال کہ درا کبرنامہ نمودہ است بصورت قبیح تنماید۔ زیرا کہ اگر قول شیخ ابوالفضل درباب تکذیب دعوے اولاد خواجہ حسین بودے زنہار منصبِ مشیخت وتولیت مزار حضرت خواجہ بزرگ باز بدستورِ سابق بہ شیخ معز اللہ بہمان عزت وحرمت استقرار واستمرار نہ یافتے۔ ونورالدین جہانگیر بادشاہ درروزنامچۂ خود کہ بہ تزک جہانگیری موسوم است درسن

یہ سب کچھ سننے کے بعد بادشاہ نے اس قضیہ کا تصفیہ حضرت خواجہ حسین اجمیری سے استفسار پر اٹھا رکھا۔ اور ایک وقت جبکہ حضرت شیخ معز اللہ سفر حجاز سے واپس ہوئے اور بمقام فتحپور بادشاہ سے آپ کی ملاقات ہوئی تو بادشاہ نے پوچھا کہ آیا یہ بات سچ ہے کہ شیخ ابوالفضل کو آپ سے خالہ زادگی کا رشتہ ہے۔ جب حضرت خواجہ حسین نے یہ بات سنی تو غصہ میں آ گئے۔ لیکن مصلحتِ وقت کے پیشِ نظر کچھ نہ فرمایا اور دوسری باتوں پر گفتگو کرنے لگے۔ آخر میں جب بادشاہ نے اس ضمن میں استفسار پر اصرار کیا۔ تو حضرت شیخ نے طوعاً و کرہاً فرمایا۔ کُلُّ مُؤْمِنٍ اِخْوَۃٌ۔ یعنی تمام مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اس روز سے شیخ ابوالفضل اپنے دل میں حضرت شیخ کے ساتھ کینہ رکھنے لگا۔ اور ہمیشہ وقت کا منتظر رہتا کہ مشائخ فتحپوری کی تائید و حمایت سے جنکی سفارش سے وہ کامیابی سے ہمکنار ہوا تھا۔ حضرت شیخ کے خلاف حکایت و شکایت کی از سرِ نو بنیاد رکھ کر اور دوسری بناوٹی باتوں کے ذریعہ بادشاہ کے دل کو مکدّر و متنفّر کر کے انکو قلعہ بکر میں رکھنے کی درخواست کی۔

نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ خدا اور رسولِ خدا کے احکام میں تحریف و تجدید پر عمل کرنے لگے۔ اور دینِ اسلام کے مناسک اور فقہ کے اصول و مسائل کو قیاس و عقل کے بغیر قرار دینے لگے۔ عقلی دلیلوں اور رسمی حجتوں کی بنیاد پر نیا قانون مدون کیا گیا۔ کلمۂ طیبہ میں تصرف کر کے بادشاہ کے نام سے نئی باتیں نکالی گئیں۔ آگ اور سورج کی پرستش میں دنیا و عقبیٰ کی صلاح و فلاح قرار دی گئی۔ شرعی اوامر و نواہی کے درمیان اختلاف پیدا کیا گیا۔ مسجد کو جو خانۂ خدا کے حکم میں ہے زمین دوز کر دیا گیا۔ اور اسکی جگہ صنم خانہ (مندر) تعمیر کرنے کا حکم صادر کیا گیا۔ اور اسکو دارین میں بھلائی کا ذریعہ قرار دیا گیا۔ اللہ والوں کو اذیت اور تکلیف دینا اور ملحدوں اور کافروں کی تالیف و تشفی کرنا اپنا شعار بنا لیا گیا تھا۔ اور یہ سب کچھ شان و شوکت حاصل کرنے اور راجاؤں و حکمرانوں کی خوشی و خوشامد کی خاطر کیا جاتا تھا۔ افسوس ہزار افسوس کہ انھوں نے دنیا کی تائید و طلب میں دین و اسلام کے ایوان کی بنیاد کو برباد کر دیا۔ اور مجسموں اور بتوں کی آرائش و زیبائش میں مستقل طور پر مشغول ہو گئے۔ اگر فطرت و عادت کے مطابق حضرت خواجہ حسین کے ساتھ تعصب و تشدد رکھتے ہوئے اولاد ہونے کا انکار کریں اور انکی تباہی و تاراجی پیش نظر رہے تو اس پر کوئی تعجب نہیں۔ بہرحال کہتے رہنے اور خوب کہنے سے تو ان باتوں سے دست بردار ہو جانا اور لب پر خموشی کی مہر لگا لینا ہی بہتر

ہفتم جلوس خود شیخ حسین را نبیرۂ خواجہ بزرگ نوشتے و یک ہزار روپیہ بطریق خرچ شش ماہہ نہ دادے و در فرمان اوقاف مزار شریف حضرت خواجہ بزرگ سہ قسمت کردہ یک حصہ بحضرت شیخ معزاللہ نرسانیدے وتجدید فرمانِ تولیت و مشیخت مزار حضرت خواجہ بزرگ بعہدِ دولت خود ترتیب دادہ عطیہ ایں منصب گرامی بحوالہ نبیرگی حضرت خواجہ بزرگ بنیاد نکردے۔ وبعدازیں کہ شاہجہان بادشاہ فرمان جلی در باب تقسیم نذورو فتوح صادر فرمود جہان آرا بیگم بنت شاہجہان بادشاہ کتابے موسوم بہ ''مونس الارواح'' درحالات حضرت خواجہ بزرگ نوشتہ بہ قول حضرت شیخ مولانا عبدالحق محدث دہلوی اتفاق کرد۔ وو جود اولاد امجاد برحق قرار داد۔ وسلطان محی الدین اورنگ زیب عالمگیر در چند نوبت بحضرت شیخ محمد سجادہ نشین زرِ کثیر وخلاع وقیل رسانید چنانکہ درنسخہ عالمگیر نامہ مولفہ محمد کاظم مورخ عہد عالمگیری مرقوم گشت۔ درسال جلوس چہارم وہشتم ونہم وغیرآں کہ بزمان دولت سلطان قطب الدین شاہ عالم بہادر بادشاہ بن اورنگ زیب عالمگیر ہنگامِ نصب سجادگی بہ حضرت شیخ سراج الدین وبعدآں بحضرت شیخ منیرالدین تذکرہا بہ مواہیر ونگین پیرزادہا وارباب وظائف وفقراوصلحاواکابران وخدام روضہ منورہ حضرت خواجہ بزرگ بقید کتابت آوردہ اند۔ ودیگر فرامین واسناد شاہان دہلی وبالخصوص بند مطالبات کہ بطور دستورالعمل انتظام اوقاف روضہ منورہ ابوالبرکات معین الدین اکبر ثانی بادشاہ دہلی بحوالہ آئین قدوم وتصدیق دفتر شاہی ترتیب وتکمیل فرمودہ بہ حکام دولت انگلشیہ فرستادو حکام عالیمقام باتباع آں بالاستحکام احکام نافذ فرمودند۔

وحوالہ سرور الصدور حضرت خواجہ سلطان التارکین، وفوائد الفوٴاد ملفوظ حضرت سلطان المشائخ نظام الاولیاء، وسیر الاولیا مولفہ سید محمد کرمانی خلیفہ حضرت سلطان المشائخ، وسیر العارفین مولفہ ملّا درویش جمالی، وگلزار الابرار مولفہ شیخ محمد غوث بن حسن بن موسیٰ شطاری، واخبار الاخیار مولفہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی، ومنتخب التواریخ مولفہ ملا عبدالقادر مورخ عہد اکبری، وتاریخ فرشتہ مولفہ ملا محمد قاسم، وسیر الاقطاب مولفہ شیخ الہ دیا چشتی، ومرات الاسرار مولفہ شاہ عبدالرحمن چشتی، وخزینۃ

ہے۔کل قیامت کا دن قریب ہے۔اور محشر کا قیام اور داورِ محشر سے دادو فریاد یقینی ہے۔جس کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔اس روز جزاوسزا ستم کا بدلہ اور ظلم و جفا پر فریاد رسی مقرر ہے۔لہٰذا زمانہ وار بابِ زمانہ کی شکایت کو نظر انداز کر کے عدل و انصاف کے لئے منتقمِ حقیقی کو سونپتے ہوئے میں ختم کرتا ہوں۔

☆☆☆☆☆

الاصفیا مولفہ مفتی غلام سرور لاہوری ،و مناقب الحبیب مولفہ مولوی نجم الدین جھونجھونوی ، ومخبر الاولیا مولفہ شاہ رشید الحق نبیرہ حضرت شیخ یحییٰ مدنی احمد آبادی ، و رسالہ ادہمی مولفہ ملا عبد الباری بخاری الاجمیری ، واقتباس الانوار وجوامع الکلم واشجار الجمال ورسالہ ابراہمیہ ملفوظ حضرت شاہ ابراہیم چشتی و ''مدائن المعین'' مولفہ شیخ رحمت اللہ دہلوی کہ در عہد حضرت محمد شاہ بادشاہ تالیف یافت در باب تاہل حضرت خواجہ بزرگ معین الحق معین الاولیا قدس سرہ و نیز تولید وتناسل و بقائے اولاد پاک و رونق و زینت منصب سجادہ نشینی بوجود باجود ایشان در دہن منکران اولا د امجاد خاک می اندازد۔

مولف ہیچمداں اکثر از کتب وتذکرہا و فرامین مندرجہ ماسبق وغیرآں سواد ہا گرفتہ جزو رسالہ ہٰذا گردانیدہ است کہ مقام تشکیک واشتباہ را دراں مدخل نباشد وعلاوہ آں کہ بالا مرقوم گشت جماعہ از اکابران و بزرگان دار الخیر اجمیر سانحۂ دیگر برزبان دارند وآں اینست کہ دراں زمان کہ شیخ مبارک در قصبہ ناگور سکونت داشت با زنے از خیل کنیزان حضرت صاحب سجادہ خواجہ سلطان التارکین شیخ حمید الدین صوفی سوالی متاہل شد۔ واز بطن او پسران و یک دختر بوجود آمدند۔ شیخ ابو الفیض فیضی و شیخ ابو الفضل وغیرہ۔ چوں شیخ ابو الفضل را دولت و کامرانی دست داد۔ و بسلک خدمت ملازمان شاہی سربلندی یافت۔ معاصران او حسد بردند واز سستی نسب او سخن ہائے زشت وزبون تا بہ بادشاہ رسانیدہ از کنیزک زادگی او حکایت آوردند۔

چوں بادشاہ را بریں حال آگاہی شد۔ واز شیخ ابو الفضل استفسار کرد۔ او جواب داد کہ مادرِ من از دودمانِ حضرت خواجہ تارکین شیخ حمید الدین صوفی ناگوری صحیح النسب است ونسبت خالہ زادگی با حضرت شیخ حسین اجمیری دارم کہ او ہم من الام نبیرۂ حضرت خواجہ تارکین است و بزمان طفلی من و حضرت شیخ حسین در قصبہ ناگور یکجا بودیم۔ زیرا کہ پدر بزرگوار حضرت شیخ حسین خواجہ معین الدین ثالث بزمان غلبۂ کفر و تاخت آوردن پیکر پرستان ترک اجمیر کردہ بہ ناگور طرح

تیسرا باب

حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہ' کی روحانی اولاد کے تذکرہ میں جو اصل اور فروع دو حصوں پر مشتمل ہے

اصل اول

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی قدس سرہ'

واقفِ اسرارِ حقیقت، سالکِ مسالکِ عرفان و معرفت، خازنِ خزینۂ صدق و صفا، قطب الکاملین، قطب الاولیاء، قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار قدس سرہ' کا اصل وطن ''اوش'' ہے۔ آپ نے ۱۸ سال میں علوم ظاہری و باطنی میں کمال حاصل کیا اور شیخ الاسلام معین الاولیاء حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہ' سے مرید خاص ہونے کی دولت حاصل کرنے کے بعد خلافت کے شرف سے سرفراز کئے گئے۔ ان کے علاوہ کلام اللہ کا چودہ پاروں تک حفظ کر کے اسے دل میں محفوظ اور زبان پر جاری رکھا۔ بیعت کا شرف ۵۹۷ھ ہجری میں عطا ہوا اور خلافت کی فضیلت ۶۲۰ھ ہجری میں حاصل ہوئی۔

منقول ہے کہ ایسے وقت جبکہ خواجہ بختیار قطب الاولیاءؒ نے شہر مبارک ملتان کا سفر فرمایا تو پنجاب کے اطراف و اکناف میں چنگیزی فوجیں جمع ہو گئیں اور ناصر الدین قبا جہ پر حملہ آور ہوئیں۔ تیروں اور تلواروں کے ذریعہ جنگ و قتل کا بازار گرم ہو گیا تو ناصر الدین قبا جہ اس کشمکش سے مجبور ہو کر خواجہ بختیار قطب الاولیاءؒ کی خدمت میں آ پہنچا اور آپ کی امداد کا طالب ہوا۔ خواجہ بختیارؒ نے اسے ایک تیر عطا کرتے ہوئے اس کے حق میں فتح و کامرانی کی دعا فرمائی۔ ناصر الدین قبا جہ نے اس عطیہ اور دعا کو اپنے لئے فالِ نیک تصور کیا اور جرأتِ مردانہ کے ساتھ دلیرانہ حملہ کر دیا جس کے مقابلہ کی تاب چنگیزی افواج نہ لا سکیں اور خوف و پریشانی کی حالت میں فرار ہو گئیں۔

کہا جاتا ہے کہ خواجہ بختیار ملتان سے دہلی تشریف لائے اور موضع کیلو کہری میں قیام فرمایا جہاں آج ہمایوں کا مقبرہ ہے۔ محمد عطا قاضی حمید الدین ناگوری اور بہت سے دیگر اربابِ یقین

اقامت می داشت وهمونجا دخترے جمیلہ وعفیفہ از نبیرگان حضرت خواجہ تارکین قدس سرہ کہ بہ نسبت بعید خواہر مادر من باشد در عقد نکاح آوردہ بود۔

باستماعِ ایں معنی بادشاہ تصفیۂ ایں قضیہ را براستفسار حضرت خواجہ حسین اجمیری محول کرد۔ ووقتیکہ حضرت شیخ معزاللہ از سفر حجاز باز آمدہ بمقام فتح پور بہ بادشاہ ملاقی شد پرسید کہ آیا شیخ ابوالفضل را با حضرت شیخ نسبت خالہ زادگی صادق است۔ چوں حضرت خواجہ حسین ایں سخن بشنید در غضب شد۔ اما بنظر مصلحتِ وقت ہیچ نفرمود۔ وبسخنہائے دیگر پرداخت بالآخر چوں بادشاہ بدریافت ایں حال استبداد کرد حضرت شیخ طوعاً وکرہاً فرمود۔ کُلُّ مُؤمِنٍ اِخْوۃ ☐۔ ازاں روز شیخ ابوالفضل با حضرت شیخ کینہ دردل گرفت ومدام مستدعی وقت بودہ بتائید وتقلید مشائخ فتح پوری کہ بشفاعتِ ایشاں روئے فلاح دیدہ بود حکایت وشکایت حضرت شیخ از سرِنو بنیاد دادہ ونیز سخنہائے دیگر ساختہ خاطر بادشاہ را مکدر ومنغض کردو بودن او در قلعہ بکر دستورے خواست۔

القصہ کسانیکہ دراحکامِ خداورسولِ خدا تحریف وتجدید بعمل آرند ومناسک دین واسلام ومسائل فقہ اصول راغیراز قیاس وعقول قرار دادہ بہ دلائل عقلی وبراہین رسمی آئین نو بنیاد کنند۔ ودر کلمہ طیبہ تصرف نمودہ بنام بادشاہ احداث نمایند ودر پرستیدن آتش وآفتاب صلاح دنیا وفلاحِ عقبیٰ پنداشتہ در امرونواہی شرعیہ اختلاف درمیان آرند۔ وبہ استیصال مسجد کہ حکم خانہ خدا دارد۔ امرفرمودہ بہ تاسیس وبناءِ صنم خا[illegible] فِی الدَّارِیْنِ گشتند۔ واذیت وآزار ارباب حق وتالیف وتوفیق ملحدان وکافران مطلق ہنجار وشعار کردند۔ وایں ہمہ بنظر حصول جاہ وخاطر وپاسداری راجگان باطشہ بود حیف است وہزار حیف کہ درتردد وتائید دنیا طلبی بنیادِ ایوانِ دین واسلام برباد دادند۔ وباستحکام آئین وآرایش پیکر واصنام پرداختند۔ اگر بمقتضائے طینت وعادت با حضرت خواجہ حسین انکار اولاد کردہ بہ تعصب وتشدد درآیند وباستیصال وتخریب اونظر بر

نے حاضری کی سعادت حاصل کی۔ سلطانِ وقت بھی آپ سے ارادت رکھتا، اپنی جبینِ نیاز کو آپ کے سنگِ آستاں پر رکھتا اور ظاہری و باطنی پاکیزگی کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا جس کے وسیلہ سے اس کی عقیدت وارادت دوبالا ہوگئی۔

نقل ہے کہ خواجہ بختیار قطب الاولیاء کی عمر جب پانچ سال تھی تو حضرت خضر علیہ السلام نے آپ کو مُلا ابوحفص کے سپرد کیا۔ جنہوں نے آپ کو زیورِ تعلیم سے خوب آراستہ کیا۔ جب خواجہ قطب الاولیاء نے علومِ عقلیہ ونقلیہ کا اکتساب فرمایا تو مُلا ابوحفص سے رخصت ہوکر آپ بغداد پہنچے اور شیخ شہاب الدین سہروردیؒ اور شیخ اوحد الدین کرمانیؒ سے مزید مراسمِ صوری اور روابطِ معنوی حاصل فرمائے اور شیخ جلال الدین تبریزی کے ہمراہ ہندوستان کی طرف کوچ فرماتے ہوئے ملتان آپہنچے جہاں شیخ بہاء الدین زکریاؒ کی صحبت میں کچھ عرصہ گزارا پھر سلطنت کے صدر مقام میں تشریف فرما ہوئے اور اس مقام سے حضرت معین الاولیاء خواجہ بزرگ کی خدمت میں حاضری کے لئے اجازت کی درخواست کرتے ہوئے معروضہ روانہ کیا۔ حضرت خواجہ بزرگ نے ارشاد فرمایا روحانی قُرب کے لئے مقام کی دوری کوئی رکاوٹ نہیں ہوسکتی۔ اسی جگہ مشغول رہنا چاہئے اور ہم بھی عالمِ اسباب میں تم تک پہنچیں گے۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت خواجہ بزرگ معین الاولیاء نے اس کے بعد دہلی کا ارادہ فرمایا اور اس شہر کے عوام وخواص کو اپنے گراں قدر فیض وانعام سے مالا مال فرمایا اور شیخ فرید مسعود گنج شکرؒ اسی زمانے میں خواجہ قطب الاولیاؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور گوشۂ تنہائی اور کنجِ بےنوائی میں معتکف رہے جب حضرت خواجہ بزرگ معین الاولیاء کے نیاز سے مشرف ہوئے تو آپ نے فرمایا۔ بابا بختیار ایک ایسا شاہباز تیرے ہاتھ آیا ہے جو سدرۃ المنتہیٰ کے سوا اور کسی دوسری جگہ اپنا آشیانہ بنانے تیار نہیں۔ اور اسی جگہ دونوں بزرگوں نے باتفاق حضرت خواجہ مسعود شکر گنج کو حقائق و معرفت کے انعام سے فیض یاب فرمایا۔ پھر چند دنوں بعد جب خواجہ بزرگ معین الاولیاءؒ دارالخیر اجمیر کو واپس ہونے لگے تو حضرت خواجہ بختیارؒ (اپنے پیر سے) جدائی کی تاب نہ لاسکے اور اطاعت کا دامن تھامے ہوئے آپ کے ہمراہ سفر کی ہمت کرلی مگر ابھی نگاہوں سے دور بھی نہ ہوئے تھے کہ دردمند دل اور غمگین جان لئے ہوئے کثیر لوگوں کی ایک جماعت آپ کے پیچھے

گمارند بوالعجب نیست۔ بہر حال از بسیاری قال و مقال دم درکشیدن و مہر خموشی بر لب زدن بہتر از گفتن و بسیار گفتن است۔ فردائے قیامت قریب۔ و دیوانِ محشر و دادگری داورِ محشر موعود و متیقن است۔ اینک زمان جزا و سزا بر سر و تلافی ستم و دادرسانی بے داد و جفا مقرر۔ فلہٰذا از شکایتِ زمانہ و اربابِ زمانہ درگزشتہ نظر بر معدلت و تصفت منتقم حقیقی برگماشتہ فارغ باشیم۔

☆☆☆☆☆

15-1-2013

آ پہنچی اور بے حد خشوع و خضوع کے ساتھ خواجہ بختیار قطب الاولیاء کی خدمت میں التجا پیش کی کہ آپ دہلی ہی میں رہیں۔ حضرت خواجہ بزرگ معین الاولیاءؒ نے یہ حال ملاحظہ فرمایا تو خواجہ قطب الاولیاء کو واپس فرما دیا اور دہلی میں قیام کی ہدایت فرمائی۔ خواجہ بختیار قطب الاولیاء غمگین دل اور اشکبار آنکھوں کے ساتھ دہلی واپس ہو گئے اور اربابِ سلوک کی تلقین و تدریس میں مشغول ہو گئے۔

ایک دن خواجہ (قطب الدینؒ) اس شعر پر بڑے خوش حال ہو گئے

کشتگانِ خنجر تسلیم را ہر زماں از غیب جانِ دیگر است

تسلیم کے خنجر سے مرجانے والوں کو ہر وقت غیب سے ایک دوسری زندگی ملتی ہے

اور چار دن کا عرصہ یوں ہی وجد اور استغراق کی حالت میں گذر گیا۔ یکا یک اپنا سرِ مبارک، شیخ محمد عطا قاضی حمید الدین ناگوری کی گود میں رکھ دیا اور پاؤں مولانا شیخ بدر الدین غزنوی کے زانو پر دراز فرما دئے۔ آپ کے جمالِ باکمال سے قاضی محمد عطا کو قربِ وصال کا اشارہ مل رہا تھا۔ انہوں نے دریافت کیا کہ امانت وارشاد کی حفاظت اور دستورِ خلافت کی بابت تردد ہے کہ کسے عطا فرمایا جائے۔ تو آپ نے فرمایا کہ وہ خرقہ، عصا، نعلین اور مصلیٰ جو حضرت خواجہ بزرگ معین الاولیاءؒ کے واسطے سے ہم تک پہنچا ہے وہ شیخ فرید الدین مسعودؒ کے سپرد کیا جائے۔ اس کے بعد کچھ نہ فرمایا اور اس دارِ فانی سے کوچ کرتے ہوئے اپنی جان جانِ آفریں کے حوالے کر دی۔ قدس ارواحھم (پاک ہوں ان کی روحیں۔)

آپ کے بزرگ خلفاء کی تفصیل اس طرح ہے۔

خواجہ فرید مسعود۔ بدر الدین غزنوی۔ شیخ برہان الدین بلخی۔ سلطان شمس الدین التمش۔ مولانا فخر الدین حلوائی۔ شیخ احمد۔ شیخ حسین۔ شیخ فیروز۔ شیخ بدر الدین موتاب۔ شاہ خضر قلندر۔ شیخ نجم الدین قلندر۔ شیخ سعد الدین۔ شیخ محمود۔ مولانا محمد۔ مولانا سید۔ شیخ صوفی بڈھنی۔ شیخ ابوالقاسم۔ شیخ نظام الدین ابوالموید۔ شیخ تاج الدین منور۔ رحمۃ اللہ علیھم اجمعین۔

باب سوم

در تذکرہ اولاد روحانی حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہ مشتمل است بر دو اصل و دو فرع

اصل اول۔ از

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی قدس سرہ

آں واقفِ اسرارِ حقیقت، آں سالکِ مسالکِ عرفان و معرفت، آں خازنِ خزینۂ صدق و صفا، قطب الکاملین، قطب الاولیاء قطب الاقطاب، خواجہ قطب الدین بختیار قدس سرہٗ اصل او از خاک پاک اوش است۔ در سال ہیزدہم از علوم صوری و معنوی بہرۂ کامل بدست آوردہ دولت اختصاص ارادت و تشریف خلافت از خدمت شیخ الاسلام معین الاولیاء حضرت خواجہ بزرگ دریافت او تلمیذ الرحمٰن بود و غیر آنکہ چشم را بحرف آشنا کند کلامِ الٰہی تا بہ پارۂ چہاردہم محفوظ دل و ملفوظ بر زبان می داشت۔ شرف بیعت در سال پنج صد و نود و ہفت و فضیلت خلافت در سن شش صد و بست۔

منقول است زمانیکہ خواجہ بختیار قطب الاولیا در مصر سعادت ملتان ورود فرمود۔ جنود چنگیزی بر نواحے پنجاب ہجوم آوردہ با ناصر الدین قباچہ درآویخت و بازارِ جدال و قتال را با نائیرہ تفنگ و بوارق تیغ گرمی ہنگامہ درداد۔ ناصر الدین قباچہ ازیں چنیں دار و گیر ستوہ آمدہ استمداد ہمت از خواجہ بختیار قطب الاولیاء درخواست کرد۔ و خواجہ بختیار یک نوک تیر باو مرحمت فرمود۔ فاتحہ خیر گفتند۔ ناصر الدین قباچہ ایں عطیہ گرامی و بشارت بزرگ را فال فتح و ظفر پنداشتہ حملہ دلیرانہ و جرأت مردانہ بکار آورد۔ و ترکانِ چنگیزی تابِ مقاومت و مجالِ استقامت در خود ہا ندیدہ آئین اضطرار و مسلکِ فرار اختیار کردند۔

آوردہ اند کہ خواجہ بختیار از ملتان بدہلی آمد و موضع کیلو کھری کہ الحال در آنجا

خواجہ فرید الحق والدین مسعود گنج شکر قدس روحہٗ کا تذکرہ

سالکِ مسالکِ تفرید وتوحید، مردِ میدانِ بزمِ توکل وتجرید، بدر السالکین، شمس المجاہدین، قدوۃ العارفین، برہان الاولیاء، تاج الاصفیاء حضرت خواجہ فرید الحق والدین مسعود شکر گنج قدس سرہٗ۔ آپ کے والد بزرگوار سلطان شہاب الدین غوری کے دور میں کابل سے لاہور آئے اور ملا وجہہ الدین خجند کی دختر سے عقد فرمایا۔ آپ کا نسبِ پاک سترہ (۱۷) واسطوں سے سلطان ابراہیم بن ادھم تک جا پہنچتا ہے۔ حضرت خواجہ فرید کی ولادتِ باسعادت ۵۸۴ھ میں ہوئی۔ ایک مرتبہ جبکہ خواجہ بختیار قطب الاولیاءؒ ملتان میں آئے تو ایک مسجد میں خواجہ فرید کو ایک کتاب کے مطالعہ میں مشغول دیکھا۔ پوچھا کیا پڑھ رہے ہو۔ عرض کیا (کتاب) نافع ہے۔ فرمایا نفع بخش ہو جائے گی۔ اسی وقت خواجہ فرید مسعود نے اپنا روئے نیاز، آپ کے قدمِ پاک پر رکھ دیا اور آپ سے بیعت کرلی۔ پھر چند سال بعد دہلی آئے تو حضرت خواجہؒ قطب الاولیاء کی خدمت میں رہ کر ریاضت اور مراتبِ تصوف کے اکتساب کے بعد آپ سے خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ جب کرامت کا چرچا اور ولایت کا شہرہ دنیا بھر میں ہوا تو اہلِ محبت جوق در جوق آپ کی خدمت میں جمع ہونے لگے۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ خواجہ فرید مسعودؒ ہجوم کی کثرت کے باعث گوشۂ تنہائی اختیار کرنے کے لئے ہانسی کی جانب روانہ ہوگئے اور وہاں اجودھن کے مقام پر قیام پذیر ہوئے۔ لیکن اس کے باوجود اربابِ فقر وفخر نے آپکا پیچھا نہ چھوڑا۔ اس زمانہ میں قاضی شہاب الدین نامی ایک دنیا پرست اجودھن میں رہتا تھا۔ خواجہ فریدؒ کے حال واحوال سے جل کر وہ آگ بگولا ہوگیا اور اجودھن کے امراء ومعززین کو مشتعل کرتے ہوئے خواجہ فرید مسعودؒ کو تکلیف پہنچانے کی ترغیب دینے لگا اور ملتان کے حاکم کے پاس خلافِ واقعہ مقدمات قائم کر کے خواجہ فرید مسعودؒ کے اخراج اور استیصال کے لئے درخواست پیش کردی۔ لیکن ملتان کا حاکم جو حقیقتِ حال سے پوری طرح واقف تھا۔ اس نے مذکورہ قاضی پر اپنا عتاب وغضب نازل کیا۔

الحاصل جب قاضی مذکور کو شرمندگی اور رسوائی کے سوا کچھ ہاتھ نہ آیا تو معقول معاوضہ

مقبرہ ہمایونست مقیم شد۔ محمد عطا قاضی حمید الدین ناگوری ودگر ہا از اربابِ یقین و سعادت دریافتند ۔ وسلطانِ وقت ہم بطریق ارادت وانقیاد جبین نیاز بر سنگِ آستانہ می فرسود۔ وشرفِ حضوریِ خدمت را بہبودِ صوری و معنوی پنداشتہ توسل عقیدت وارادت می افزود۔

نقل است کہ خواجہ بختیار قطب الاولیاء را در پنج سالگی خضر علیہ السلام بہ ملا ابوحفص نام سپرد کردہ در باب تعلیم و تعلم قدغنِ بلیغ فرمودہ بود۔ تا آنکہ خواجہ قطب الاولیاء اکتسابِ علومِ عقلیہ ونقلیہ فرمودہ از خدمتِ ملا ابوحفص رخصت شد۔ و بہ فسحت آباد بغداد رسید و با شیخ شہاب الدین سہروردی وشیخ اوحد الدین کرمانی رحمۃ اللہ علیہ مراسمِ صوری وروابطِ معنوی افزودہ بعزمِ ہندوستان با شیخ جلال الدین تبریزی تا بہ ملتان رسیدند وبصحبت شیخ بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ یک چند توقف ورزیدہ بہ دار السلطنت نزول مکرمت فرمودو زانجا بہ پیرایۂ عریضۂ ادب اجازت حضوریِ ملازمت از حضرت معین الاولیاء خواجہ بزرگ درخواست کرد۔ از حضرت خواجہ بزرگ ارشاد رفت کہ بُعدِ مکانِ عارض قربِ جان نیست ۔ ہمونجا مشغول بودن شاید۔ وما ہم بعالمِ اسباب بہ شما خواہیم رسید۔

آوردہ اند کہ حضرت خواجہ بزرگ معین الاولیاء بعد ازین عزیمت دہلی فرمودو بہ اہالی موالی آں دیار فیض وانعام عالی قدر مرام بخشید ۔ وشیخ فرید مسعود گنج شکر ہمدر آں زمان حاضرِ خدمت خواجہ قطب الاولیاء بود۔ ودر گوشۂ تنہائی وکنجِ بے نوائی اعتکاف داشت ۔ چوں بملازمت لازم الاطاعۃ حضرت خواجہ بزرگ معین الاولیاء مشرف گردید۔ فرمودند۔ بابا بختیار شہبازی بدست آوردہ کہ غیر از سدرۃ المنتہیٰ بجائے دگر آشیانہ نہ بندد۔ وہمدریں محل باتفاق ہر دو خدیو بزرگ انعام حقائق و معرفت بہ حضرت خواجہ مسعود شکر گنج مفوض شد۔ پس از ایامِ چند خواجہ بزرگ معین الاولیاء بصوب دار الخیر اجمیر معاودت فرمود۔ وحضرت خواجہ بختیار ہم تابِ مفارقت نہ آوردہ غاشیۂ اطاعتِ سفر بر دوشِ ہمت برداشت ۔ ہنوز دور از نظر نرفتہ

دے کر ایک قلندر کو مقرر کیا تا کہ خواجہ فریدؒ کو تکلیف پہنچائے۔ ایک دن جبکہ خواجہ فریدؒ اپنا دامن خدائے تعالیٰ کی بارگاہ میں پھیلائے ہوئے مناجات میں مشغول تھے تو ایک قلندر دروازے سے ہوتے ہوئے حجرہ میں داخل ہوا اور چاہتا تھا کہ خواجہؒ کو ضرر پہنچائے۔ خواجہؒ اپنے باطنی تصرف کے ذریعہ اس سے آگاہ ہو گئے اور اپنے ایک خادم کو حکم فرمایا کہ قلندر سے کہہ دو کہ وہ اس جگہ سے چلا جائے ورنہ دنیا میں رسوا ہو جائے گا۔ قلندر نے جب یہ بات سنی تو جیسے آیا تھا اسی طرح فرار ہو گیا۔

صاحبِ اخبار الاخیار فرماتے ہیں کہ خواجہ فریدؒ نے اپنے مجاہدہ کے شروع میں روزہ رکھنا طے کیا۔ ایک روز کوئی شخص افطار کے وقت کھانا لے آیا۔ خواجہ فریدؒ نے ابھی کھایا بھی نہ تھا کہ فارغ محسوس کرنے لگے۔ جب خواجہ قطب الاولیاء کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل ہوا تو آپ نے فرمایا۔ اے بابا فرید! رات کا کھانا حلال مال سے نہ تھا الحمدللہ کہ اس سے محفوظ رہے۔

صاحبِ ''تذکرۃ العاشقین'' نے نقل کیا ہے کہ ایک تاجر چند اونٹوں پر مصری اور شکر لئے ہوئے مُہار پکڑے دہلی کی طرف جانے لگا۔ جب اجودھن پہنچا تو خواجہ فریدؒ نے پوچھا کہ اونٹوں کی پیٹھ پر کیا وزن لے آیا ہے۔ اس نے کہا کہ نمک ہے۔ آپ نے فرمایا نمک ہی ہوگا۔ جب تاجر دہلی پہنچا اور تھیلے کھولے تو اندر سب نمک ہی نمک نکلا۔

خواجہ نظام الدین نظام الاولیاءؒ کی تالیف ''راحت القلوب'' میں نقل ہے کہ محمد یار نامی شخص جو خدمتگاروں سے تھا ایک روز مضطرو پریشان خدمت میں حاضر ہوا۔ جب حضرت خواجہ فرید مسعودؒ نے رنج و ملال کا سبب دریافت فرمایا تو التماس کرنے لگا کہ میرا بھائی بڑے حالِ زار میں ہے کہ وہ ایک مرض میں گرفتار ہے اور نزع کے قریب پہنچ چکا ہے اس لئے خدمت والا میں حاضر ہوا ہوں۔ آپ نے فرمایا خدا پر نظر رکھنا چاہیے۔ اب چلا جا اور تو یہ بھلائی دیکھے گا کہ تیرا بھائی قضائے معلق سے نجات پا جائے گا۔ اسی وقت محمد یار شاداں اور فرحاں واپس آیا تو دیکھا کہ زندگی سے مایوس بھائی نماز پڑھنے میں مصروف ہے۔

آپ کے مشہور خلفاء کی تفصیل اس طرح ہے

خواجہ نظام الاولیا، شیخ جمال الدین ہانسوی۔ شیخ علی احمد صابر۔ بدرالدین سلیمان۔ شیخ نظام الدین شہید۔ بدرالدین اسحاق۔ شیخ زین الدین۔ شیخ نجیب الدین متوکل۔ شیخ داؤد بالہی۔

بودند کہ جماعہ کثیر بادل ہائے دردمند و جانہائے مستمند در تعاقب رسیدند۔ و بہزار خشوع و خضوع سکونِ خواجہ بختیار قطب الاولیاء در دہلی التجا کرد۔ حضرت خواجہ بزرگ معین الاولیاء و برحسبِ حال نظر فرمودہ خواجہ قطب الاولیاء را وداع کرد۔ و بہ قیامِ دہلی دستورے داد۔ خواجہ بختیار قطب الاولیاء بادلِ اندوہ گیں و دیدۂ اشکبار برگشتند و در تلقین و تدریسِ اربابِ سلوک وسیر اشتغال فرمود۔

روزے خواجہ را بریں بیت وقت خوش بود۔ شعر

کشتگانِ خنجر تسلیم را

ہر زمان از غیب جانِ دیگر است

و مدت چار روز در حالتِ سکر و استغراق درگزشت۔ ناگاہ سرِ مبارک در آغوشِ شیخ محمد عطا قاضی حمید الدین ناگوری فراز کردہ قدمِ پاک بر زانوئے مولانا شیخ بدرالدین غزنوی دراز فرمودند۔ قاضی محمد عطا از جمالِ باکمال بشارتِ قرب و اشارتِ وصال دریافتہ استفسار کرد کہ در بابِ حفاظت امانت و ارشاد و در مقدمہ استقرار آئین جادہ خلافت تردد چیست؟ فرمودند کہ خرقہ و عصا و نعلین و مصلا کہ بواسطہ حضرت خواجہ بزرگ معین الاولیاء بما رسیدہ است بہ شیخ فرید الدین مسعود باید سپرد۔ و بعد ازیں ہیچ نکفت و محملِ زندگانی از اقامتِ دار فانی بر بست۔ قُدِّسَ اَرْوَاحُہٗ

تفصیل خلفاء بزرگش اینست

15-1-2013

خواجہ فرید مسعود۔ بدر الدین غزنوی، شیخ برہان الدین بلخی، سلطان شمس الدین التمش، مولانا فخر الدین حلوائی، شیخ احمد، شیخ حسین، شیخ فیروز، شیخ بدرالدین موتاب، شاہ خضر قلندر، شیخ نجم الدین قلندر، شیخ سعد الدین، شیخ محمود، مولانا محمد، مولانا سید، شیخ صوفی بڈھنی، شیخ ابوالقاسم، شیخ نظام الدین ابوالموید، شیخ تاج الدین منور، رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْنَ۔

شیخ جلال الدین۔ شیخ رکن الدین۔ سید محمد کرمانی۔ شیخ منتخب الدین۔ شیخ برہان الدین غریب۔ شیخ یوسف۔ شیخ برہان الدین صوفی۔ شیخ محمد مکانی۔ شیخ شکرریز وغیرہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

خواجہ فریدؒ کی تاریخِ وفات سنہ ۶۶۴ ہجری لکھی ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

شیخ بدرالدین غزنوی چشتی

آپ حضرت قطب الاولیاء خواجہ بختیار کے خلیفہ ہیں۔ سماع کو بہت پسند کرتے تھے۔ ہمعصر بزرگ حضرات آپ کی عظمت اور بزرگی پر متفق تھے اور آپ خضر علیہ السلام کے ہم صحبت تھے۔ آپ کا مزار، قطب الاولیاء خواجہ بختیارؒ کے مزار کے پائین میں ہے۔

آپ کی تاریخِ وفات سنہ ۶۵۷ھ بتائی جاتی ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

شیخ نظام الدین ابوالمویدؒ

آپ عبدالواحد غزنوی کے مرید ہیں۔ جب دہلی آئے تو خواجہ قطب الاولیاء کی خدمت میں حاضری و نیاز حاصل کرنے کا شرف حاصل کیا اور خرقۂ خلافت پہنا۔ شیخ جمال الدین کولوی آپ ہی کی اولاد سے ہیں۔ آپ کی تاریخِ وفات سنہ ۶۷۲ھ لکھی ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

قاضی حمیدالدین ناگوریؒ

آپ کا نام محمد بن عطا ہے آپ کا مقامِ ولادت بخارا، سکونت گاہ ناگور اور مدفن دہلی ہے۔ شروع میں ناگور کے قاضی تھے۔ بالآخر مجرد رہنے کو اختیار کیا اور بغداد جا کر شیخ شہاب الدین سہروردی کے مرید ہو گئے۔ آپ کو خواجہ بختیار قطب الاولیاءؒ سے مضبوط ارادت اور سچی محبت تھی اور آخر دم تک ارادت و محبت میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا اور خواجہ قطب الاولیا کی صحبت و نسبت کے فیض کی بدولت سماع کا بڑا شوق تھا اور اسے بہت پسند فرماتے تھے یہاں تک کہ چند علماءِ وقت آپ کے پیچھے پڑ گئے۔ محضر تیار کیا اور آپ کو ستانے پر کمر بستہ ہو گئے۔

قاضی حمیدالدینؒ کی بہت سی تصانیف ہیں ان میں سے کتاب ''طوالع شموس'' بہت شہرت رکھتی ہے۔ آپ کی تاریخِ وفات سنہ ۶۷۸ھ مذکور ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

شاہ خضر رومیؒ

ذکر خواجہ فرید الحق والدین مسعود شکر گنج قدس روحہ

سالکِ مسالکِ تفرید و توحید، مردِ میدانِ بزمِ توکل و تجرید، بدر السالکین، شمس المجاہدین، قدوۃ العارفین، برہان الاولیاء، تاج الاصفیاء حضرت خواجہ فرید الحق و الدین مسعود شکر گنج قدس روحہ کہ پدرِ بزرگوارش بزمانِ سلطنت شہاب الدین غوری از کابل بہ لاہور آمدہ با دختر ملا وجہ الدین خجند متاہل شد۔ نسبِ پاکش بہ ہفتدہ واسطہ بہ سلطان ابراہیم بن ادہم می رسد۔ ولادتِ با سعادت حضرت خواجہ فرید در سال پنج صد و ہشتاد و چہار بوقوع آمد۔ وقتیکہ خواجہ بختیار قطب الاولیاء بہ ملتان آمد خواجہ فرید را در مسجدے مشغول بہ کتاب دیدہ پرسید۔ چہ می خوانی؟ عرض کرد۔ نافع است۔ فرمود۔ نافع خواہد شد۔ ہماندم خواجہ فرید مسعود روئے نیاز بر قدمِ پاک نہادہ بیعت کرد۔ و پس از چند سال بدہلی آمد۔ و بعد زحمت کشیدن ریاضت و اکتساب مراتبِ صفوت از ملازمت حضرت خواجہ قطب الاولیاء خرقۂ خلافت دریافت۔ چوں طنطنۂ کرامت و شہرتِ ولایتِ او در اقصائے عالم مشہور شد۔ جوق جوق اہلِ محبت جمع می آمدند۔ حتی کہ خواجہ فرید مسعود از ہجوم و کثرت منزل وحدت عزلت گرفتہ بسمت ہانسی آمد۔ وزانجا بہ اجودھن کلبۂ اقامت ورزید۔ با اینہمہ اربابِ فقر و فخر عقب نمی گذاشتند۔ درآں زمان قاضی شہاب الدین در اجودھن بود۔ و دنیا پرستی می کرد۔ بر حال و احوالِ خواجہ فرید وقوف یافتہ در نارۂ حسد گرم بسوخت۔ و اعیان و اشرافِ اجودھن را برانگیختہ بہ تکلیف خواجہ فرید مسعود ترغیب داد۔ واز حاکمِ ملتان باظہار مقدمات خلاف واقع برائے اخراج و استیصال خواجہ فرید مسعود درخواست کرد۔ اما حاکم ملتان کہ از حقیقتِ حال کَمَاھِیَ آگہی داشت قاضیِ مذکور را معتوب و مقہور فرمود۔

الحاصل چوں قاضیِ مذکور را غیر از خجلت و تشویر چیزے بدست نہ آمد بہ قبول صلۂ معقول قلندرے را بہ آزارِ خواجہ فرید مامور کرد۔ روزے کہ خواجہ فرید دامنِ ردا بر روئے خدا نما کشیدہ مشغول بحق بود۔ قلندرے از در درونِ حجرہ در

آپ قلندریہ مشرب رکھتے تھے بڑی کرامتوں اور خوارق والے بزرگ تھے۔ ہندوستان آئے تو خواجہ بختیار قطب الاولیاءؒ سے شرفِ نیاز حاصل کیا اور آپ سے کلاہ اور خرقہ پایا اور اپنے شہر کو واپس ہو گئے۔ آپ کا سلسلہ قلندریہ چشتیہ مشہور ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

شیخ جمال الدین خطیب ہانسوی قدس اللہ سرہ العزیز

شاہبازِ لاہوت اور شیرِ دلیرِ جبروت، فرید العصر، فرید الاقطاب اور جمال الاولیاء شیخ جمال الدین خطیب ہانسوی قدس سرہٗ۔ آپ کا سلسلۂ نسب امام ابو حنیفہؒ تک جا پہنچتا ہے۔ آپ نے خواجہ فرید مسعودؒ سے خلافت حاصل کی۔ جامع کمالات تھے۔ ان کی محبت میں خواجہ فریدؒ بارہ سال تک ہانسی میں سکونت پذیر رہے اور فرمایا کرتے جمال تو ہمارا جمال ہے اور کبھی فرماتے۔ ''اے جمال میری خواہش تو یہ ہے کہ تیرے سر کے اطراف چکر لگاؤں'' اور جس کسی کو خواجہ شیخ فریدؒ خلافت دینا چاہتے تو آپ کے پاس بھیج دیتے۔ اگر آپ پسند کرتے تو ٹھیک ہے۔ اور اگر آپ رد کر دیتے تو خواجہ فرید بھی اسے قبول نہ فرماتے۔

ایک روز ایک شخص خواجہ فریدؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اس سے آپ نے دریافت کیا ہمارے جمال کا کیا حال ہے۔ جواب ملا کہ جس دن اس نے آپ سے نسبت قائم کی ہے اس دن سے دنیا کا سامان اور خطابت کا مشغلہ ترک کر دیا ہے۔ سخت محنت اور بڑی آزمائش سے دوچار ہے۔ یہ سنتے ہی خواجہ فریدؒ مسرور ہوئے اور فرمایا الحمد للہ کہ خوش رہے گا۔ وفات کے بعد انہیں لوگوں نے خواب میں دیکھا اور حال پوچھا تو انہوں نے کہا کہ جب مجھے قبر میں دفن کر دیا تو فرمانِ الٰہی پہنچا کہ نماز مغرب کے ساتھ دو رکعت صلوٰۃ البروج پڑھنے کے صلہ میں تجھے بخشتا ہوں۔

کہتے ہیں کہ چند دن بعد قبر پر گنبد تعمیر کرنے کی غرض سے جب بنیاد کو کھودنا شروع کیا گیا اور لحد کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ قبلہ کی طرف ایک حجرہ نمودار ہوا جس سے جنت کی پاکیزہ خوشبو آنے لگی۔ اسی وقت لوگ وہاں سے دور ہو گئے اور دوبارہ ڈھک دیا۔ رحمۃ اللہ علیہ

شیخ نجیب الدین متوکلؒ

آپ شیخ الکبیر خواجہ فرید مسعودؒ کے حقیقی بھائی اور خلیفہ ہیں۔ صاحبِ حال و کمال

آمد۔ می خواست کہ بخواجہ آزار رساند۔ خواجہ بتصرفِ باطن آگاہ شد۔ بہ خادمے امر فرمود کہ بہ قلندر بگوئید کہ ازینجا برود۔ وگرنہ رسوائے جہاں خواہد شد۔ قلندر چوں ایں سخن بشنید۔ بحالِ خود نماند۔ ورُو بہ فرار نہاد۔

فرمود صاحبِ اخبار الاخیار کہ خواجہ فرید را در آغاز مجاہدہ بروزۂ طے اتفاق افتاد۔ روزے کسے بوقتِ افطار طعام آورد۔ خواجہ فرید مسعود ہنوز تمام نخوردہ بود کہ استفراغ شد۔ چوں بامداد بملازمت خواجہ قطب الاولیاء مشرف شد۔ فرمود۔ بابا فرید! طعامِ شبینہ از مالِ حلال نبود۔ الحمدللہ کہ ازاں محفوظ داشتند۔

صاحبِ تذکرۃ العاشقین آوردہ است کہ تاجرے با چند مُہار شتر کہ محمول بہ نبات وشکر بودند بہ دہلی می رفت۔ چوں بہ اجودھن رسید خواجہ فرید پرسید کہ بر پشتِ شتراں چہ بار آوردۂ۔ گفت نمک است۔ فرمود نمک خواہد شد۔ چوں بہ دہلی رسید و بارہا بکشاد ہمہ نمک بود۔

از راحت القلوب مولفہ خواجہ نظام الدین نظام الاولیاء منقول است کہ روزے محمد یار نام کہ از یارانِ خدمت بود۔ از بس سراسیمہ ومضطر بخدمت آمد۔ چوں حضرت خواجہ فرید مسعود وجہِ ملال وموجبِ اضمحلال پرسید۔ التماس کرد کہ برادرِ من بحالِ زار باشتدادِ مرض گرفتار است و اورا ہمکنارِ نزع گزاشتہ بخدمت رسیدہ ام۔ فرمود۔ نظر بخدا باید داشت۔ اینک زود برو۔ و نیک ببیں کہ برادرت از قضائے معلق رستگاری یافت۔ ہماندم محمد یار شاداں وفرحاں بجائے خود آمد و برادر مایوس الحیات را مصروفِ [illegible] نگریست۔

واز مشاہیر خلفایش تفصیل اینست

خواجہ نظام الاولیاء، شیخ جمال الدین ہانسوی، شیخ علی احمد صابر، بدر الدین سلیمان، شیخ نظام الدین شہید، بدر الدین اسحاق، شیخ زین الدین، شیخ نجیب الدین متوکل، شیخ داؤد بالہی، شیخ جلال الدین، شیخ رکن الدین، سید محمد کرمانی، شیخ منتخب الدین، شیخ برہان الدین غریب، شیخ یوسف، شیخ برہان الدین صوفی، شیخ محمد مکانی، شیخ شکر ریز وغیرہ۔ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ

تھے۔ صاحبِ ''اخبار الاخیار'' فرماتے ہیں کہ عید کے دن درویش جمع ہوئے اور کچھ کھانا چاہتے تھے۔ شیخ کے گھر میں کچھ بھی نہ تھا۔ پانی کا پیالہ درویشوں کے سامنے پیش کر کے کہنے لگے کہ یہی کچھ ہے جو حاضر ہے۔ وہ درویش روشن ضمیر تھے۔ خوشی سے اس کوزے کو لے لیا اور پانی پی لیا۔ شیخ کی وفات ۶۷۱ھ ہجری میں مذکور ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

شیخ بدرالدین بن علی بن اسحاق بخاریؒ

آپ خواجہ فریدؒ کے بڑے اور بزرگ خلفا سے ہیں۔ ظاہری اور باطنی علوم سے آراستہ عالم تھے۔ ابتدا میں درویشوں کو ناپسند کرتے تھے لیکن حضرت خواجہ فرید نے اپنے تصرفِ باطن کے ذریعہ آپ کی جانب توجہ فرمائی۔ خرقہ وخلافت پائی اور مرتبہ کمال پر پہنچے۔ تاریخ وفات ۶۹۰ھ منقول ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

شیخ منتخب الدین چشتیؒ

آپ حضرت خواجہ فریدؒ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ کہا جاتا ہے کہ عالمِ غیب سے زرق برق خلعت ملا کرتی تھی اور آپ اس کی قیمت سے درویشوں کی ضروریات کی تکمیل کر دیتے تھے۔ ۶۹۵ھ میں وفات پائی۔ رحمۃ اللہ علیہ

شیخ سید محمد بن سید محمود کرمانیؒ

آپ حضرت خواجہ فرید مسعودؒ کے معتبر احباب وامراء میں سے تھے۔ پہلے تو تجارت کی غرض سے لاہور آئے اور پھر وہاں سے اجودھن گئے اور حضرت خواجہ فریدؒ کی قدمبوسی سے مشرف ہوئے ۷۱۱ھ میں وفات پائی۔ رحمۃ اللہ علیہ

خواجہ علاء الدین بن خواجہ بدرالدین سلیمان

آپ (سید محمد کرمانی) ہی کے فرزند زادے اور صاحب سجادہ ہیں۔ مسند بزرگی وارشاد پر (۵۴) سال تک فائز رہے۔ زہد وتقویٰ میں زندگی گزاری۔ دنیا اور دنیا والوں سے کوئی تعلق نہ رکھتے تھے۔ آپ کی وفات ۷۲۰ھ ہجری لکھی ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

مولانا داؤد بالہیؒ

اَجْمَعِیْنَ۔

تاریخِ وفات خواجہ فرید درسن شش صد و شصت و چار (۶۶۴ھ) مرقوم است

شیخ بدرالدین غزنوی چشتی

خلیفہ حضرت قطب الاولیاء خواجہ بختیار است۔ بہ سماع رغبتِ تمام داشت۔ بزرگانِ ہم عصر بر عظمت و مشیختِ او متفق بودند۔ واو ہم صحبتِ خضر علیہ السلام بود۔ مرقدِ او پائیں مزار قطب الاولیاء خواجہ بختیار است۔

و در سال شش صد و پنجاہ و ہفت (۶۵۷ھ) تاریخِ وفاتِ او منقول است۔

شیخ نظام الدین ابوالموید

مرید شیخ عبدالواحد غزنوی است۔ چوں بہ دہلی آمد۔ بشرف ملازمت خواجہ قطب الاولیاء کارِ خود بجائے رسانید۔ وخرقۂ خلافت پوشید۔ شیخ جمال الدین کولوی از اولادِ اوست۔ تاریخِ وفاتِ او در سال شش صد و ہفتاد و دو (۶۷۲ھ) رقم نمودہ اند۔

قاضی حمیدالدین ناگوری

نامِ او محمد بن عطا است مولدِ او بخارا و منشاء او ناگور و مدفنِ او دہلی است۔

در آغاز قاضیِ ناگور بود۔ بالآخر در تجرید و تفرید پرداخت و در بغداد رفتہ از شیخ شہاب الدین سہروردی مرید شد۔ اورا بخدمت خواجہ بختیار قطب الاولیا ارادت واثق و محبت صادق بود۔ و تا بدمِ واپسیں در ارادت و محبت دقیقہ فرو نگذاشت۔ و بہ فیضِ صحبت ونسبت خواجہ قطب الاولیا را در سماع غلوءِ تمام بود و بسیار دوست می داشت۔ تا آنکہ علماءِ وقت دنبالش گرفتند۔ ومحضر ساختند۔ و بہ آزار کمر بر بستند۔

قاضی حمیدالدین را تصنیفات بسیار است۔ ازانجملہ کتاب ''طوالع شموس'' شہرتِ تمام دارد۔ تاریخِ وفاتِ او در سال شش صد و ہفتاد و ہشت (۶۷۸ھ) مذکور است۔

شاہ خضر رومی

آپ نے رودلی کے اطراف و اکناف میں سکونت اختیار کی اور آپ کی ارادت و بیعت حضرت خواجہ فرید مسعود سے مصدقہ ہے۔ خواجہ نظام الدین محبوب الاولیاءؒ آپ کا بہت ذکر فرمایا کرتے اور فرماتے کہ وہ صاحبِ کمال و محبت تھے۔ رحمۃ اللہ علیہ

☆☆☆

پہلی شاخ

صدر آرائے بزم عرفان و معرفت، مہرِ سپہرِ فضائل و عظمت، تاجدارِ کشورِ حقیقت، ہادیِ مراحل و منازلِ ہیبت والوہیت، شاہد المشہو دین، منظور الناظرین، نظام العرفا، نظام الاولیاء سلطان المشائخ **خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی قدس اللہ سرہ العزیز** کے ذریعہ پہلی شاخ جاری ہے۔ جو خواجہ فرید مسعود کے خلیفہ برحق ہیں۔

ابتدا ہی سے دل میں آتشِ عشق اور سر میں سودائے محبت رکھتے تھے حتیٰ کہ شیخ نجیب الدین متوکل کی معرفت اور توسل سے خواجہ فرید مسعودؒ کی خدمت میں حاضری و نیاز کا شرف حاصل ہوا اور جیسے ہی شیخِ کبیر خواجہ فرید مسعودؒ کی قدمبوسی کی سعادت حاصل ہوئی اور آپ کے جمالِ جمیل پر ایک نگاہِ شوق ڈالی تو از خود رفتہ ہو گئے پھر عمرِ عزیز اور سعیِ تمام جو عقلی و نقلی علوم حاصل کرنے میں صرف کی تھی اس کا ثمرہ یہ نصیب ہوا کہ پلک جھپکنے میں جلوۂ مشہودِ وجود کا نظارہ کر لیا نیز ذوقِ تازہ اور حلاوتِ بے اندازہ حاصل کر لیا۔ قضا کے منصب کا خیال جو علمِ ظاہر کا مقتضا اور دانشمندی کا منشاء تھا چھوڑ دیا اور مذبذب تھے کہ حضرت خواجہ فرید مسعود سے اپنا کچھ حال و احوال عرض کریں کہ یکایک خواجہ فریدؒ نے ان کی جانب توجہ فرمائی اور حضرت خواجہ فریدؒ کی زبان حقائق بیان پر جو پہلی بات آئی وہ یہ تھی ؎

اے آتشِ فراقت دلہا کباب کردہ
سیلابِ اشتیاقت جانہا خراب کردہ

یعنی تیری جدائی کی آگ نے کتنے دلوں کو جلا کر کباب کر دیا اور تیرے اشتیاق کے سیلاب نے کتنی جانوں کو خراب کر دیا۔

مشربِ قلندریہ داشت۔ صاحب کرامتِ عظمیٰ وخوارقِ کبریٰ بود۔ چوں بہ ہندوستان آمد بملازمت خواجہ بختیار قطب الاولیاء مشرف شد۔ وکلاہ وخرقہ دریافت۔ وبولایت معاودت فرمود۔ سلسلۂ اوقلندریہ چشتیہ مشہوراست۔

شیخ جمال الدین خطیب ہانسوی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہُ الْعَزِیْزُ

شاہبازِ عرصۂ لاہوت، شیرِ دلیر پیشہ بیشۂ جبروت، فرید العصر، فرید الاقطاب، جمال الاولیا شیخ جمال الدین خطیب ہانسوی قدس سرہ کہ سلسلۂ نسبِ او بہ امام ابوحنیفہ می رسد وخلافت از حضرت خواجہ فرید مسعود۔ جامعِ کمالات بود۔ خواجہ فرید بتقاضائے محبتِ او دوازدہ سال در ہانسی سکونت داشت۔ ومی فرمود۔ جمال، جمالِ ماست۔ وگاہ می فرمود۔ جمال می خواہم کہ بہ گردِ سرت بگردم۔ وہرکرا خواجہ شیخ فرید خلافت می داد۔ باوی فرستاد اگراوقبول می کرد۔ درست می بود۔ اگراو رَدمی کرد، باز خواجہ فرید قبول نمی فرمود۔

روزے شخصے بخدمتِ خواجہ فرید آمد۔ ازو پرسید۔ جمالِ ماچہ حال دارد۔ جواب داد کہ ازاں روز کہ بشما نسبت درست کردہ است، اسبابِ دنیا وشغلِ خطابت ترک داد۔ ومحنتِ سقیم وبلائے عظیم می کشد۔ باستماعِ ایں معنی خواجہ فرید مسرور شد۔ وفرمود۔ الحمدللہ کہ خوش می باشد۔ وے را بعدوفات درواقعہ دیدند وحال پرسیدند۔ گفت چوں مرا درگور کردند۔ فرمان رسید کہ بصلۂ دورکعت صلوٰۃ البروج متصل نمازِ شام بخشیدم۔

15-1-2013

آوردہ اند کہ بعد چندگاہ بنظر بنیادقبہ بالائے قبرِ آں کاویدن آغاز کردند۔ چوں بہ نزدیک لحد رسیدند۔ سمت قبلہ غرفہ نمودار شد۔ وبوئے لطیف ورائحۂ بہشت یافتند۔ ہماں ساعت ازانجا دورشدند وباز پوشیدند۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

شیخ نجیب الدین متوکل

برادرِ حقیقی وخلیفہ شیخ الکبیر خواجہ فرید مسعود است۔ صاحبِ حال وکمال بود۔

حضرت سلطان المشائخ خرقہ خلافت پہنائے جانے کے بعد دہلی آئے اور غیاث پور میں سکونت اختیار کی۔ ہزاروں کی تعداد میں خلائق کا ہجوم جمع ہونے لگا تو دل میں نقل مقام کا خیال ہوا اس لئے کہ عوام کی کثرت، خلوت خاص میں رکاوٹ کا باعث ہو رہی تھی یکا یک مردانِ غیب سے ایک جوان نمودار ہوا اور سلطان المشائخ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔

آنگہ کہ تو مہ شدی نمی دانستی انگشت نمائے عالمے خواہی شد

جس وقت تو چاند ہوا تو کیا تو نہیں جانتا تھا کہ دنیا تیری طرف انگلی اٹھائے گی۔

یہ بھی ارشاد فرمایا کہ مرد اور مردانگی کا تقاضا تو یہ ہے کہ خلوت میں انجمن اور انجمن میں خلوت ہو۔ سلطان المشائخ فرماتے ہیں اس دن سے جگہ منتقل کرنے کا میرا ارادہ دل سے جاتا رہا اور اسی جگہ خلق کی ہدایت اور حق کی عبادت میں مشغول ہو گیا۔

صاحبِ ''اخبار الاخیار'' فرماتے ہیں کہ علاء الدین خلجی نے جب دارِ فانی سے منزلِ بقا کا سفر اختیار کیا اور دہلی کا تخت سلطان قطب الدین کے تصرف میں آیا اور خضر خاں کو قتل کر دیا گیا جو سلطان المشائخ کا معتقد و مرید تھا تو بادشاہ نے سلطان المشائخ کے درپے آزار ہونے میں مقدور بھر کوشش کی۔

ایک روز اپنے مشیروں میں شامل قاضی محمد غزنوی سے اس نے پوچھا کہ اس قدر کثیر روپیہ اور خطیر سرمایہ شیخ کے پاس کہاں سے آتا ہے۔ قاضی مذکور جس کے نصیب میں ہمیشہ کی گمراہی لکھی تھی اس نے جواب دیا کہ بادشاہ کے متوسلین اور خدا آگاہ متوکلین اپنے اپنے مراتب کے مطابق نذور و نیاز پیش کرتے ہیں۔ یہ سنتے ہی سلطان قطب الدین آپے سے باہر ہو گیا اور رشک کی آگ میں جل کر یہ اعلان کر دیا کہ جو کوئی سلطان المشائخ کو تحائف پیش کرنے کی ہمت کرے گا وہ دولتِ شاہی سے محروم کر دیا جائے گا

لیکن جب اس واقعہ کی اطلاع سلطان المشائخ کے کان تک پہنچی تو خواجہ اقبال نامی خادم جو انکے اوقاف کا متولی تھا اسے حکم فرمایا کہ آج سے ہم نے باورچی خانہ کے اخراجات دوگنے کر دیے ہیں۔ جب بھی ضرورت ہو اسمِ ذات زبان پر لائیں اور دستِ طلب، طاق کے گوشہ پر ماریں، بقدرِ ضرورت اٹھالیں۔ خواجہ اقبال نے ایسا ہی عمل کیا۔ اس کی اطلاع پا کر بادشاہ بے حد نادم اور شرمندہ

صاحبِ اخبار الاخیار می فرماید کہ بروز عید درویشاں جمع آمدند و ما حضر خواستند ۔ در خانۂ شیخ چیزے نبود ۔ کوزۂ آب پیشِ درویشاں آورد و گفت کہ ما حضر ہمین است ۔ درویشانِ روشن ضمیر بطیبِ خاطر کوزۂ آب گرفتند ۔ و آب نوشیدند ۔ وفاتِ شیخ در سالِ شش صد و ہفتاد و یک ۶۷۱ھ ہجری مذکور است ۔

شیخ بدرالدین بن علی بن اسحاق بخاری

از اعاظمِ خلفائے خواجہ فرید است ۔ عالمِ علومِ صوری و معنوی بود ۔ در آغاز با درویشان انکار داشت ۔ اما بتصرفِ باطن حضرت خواجہ فرید متوجہ شدہ خرقہ و خلافت یافت ۔ و بمرتبۂ کمال رسید ۔ تاریخِ وفات شش صد و نود ۶۹۰ھ منقول است ۔

شیخ منتخب الدین چشتی

ارادت و خلافت از حضرت خواجہ فرید داشت ۔ منقول است کہ از عالمِ غیب دو تا خلعت زرنگار باوی رسید و او از قیمتِ آں بہ مایحتاج درویشان می پرداخت ۔ در سن شش صد و نود و پنج ۶۹۵ھ وفات یافت ۔

شیخ سید محمد بن سید محمود کرمانی

از عمائد احباب و اعیان اصحاب خواجہ فرید مسعود است ۔ اول بتقریبِ تجارت بہ لاہور آمد ۔ و زانجا با جودھن بہ پائے بوس حضرت خواجہ فرید مشرف شد ۔ در سال ہفت صد و یازدہ ۷۱۱ھ فوت شد ۔ 15-1-2013

خواجہ علاءالدین بن خواجہ بدرالدین سلیمان

نبیرہ و صاحبِ سجادۂ جدِّ خود است ۔ تا مدت پنجاہ و چار سال بر مسندِ مشیخت و ارشاد متمکن بود ۔ و بزہد و ورع زندگی می کرد ۔ باسباب و اربابِ دنیا سروکار نداشت ۔ تاریخِ وفات در سال ہفت صد و بست ۷۲۰ھ مرقوم است ۔

ہوا۔ ایک شخص کو حضرت سلطان المشائخ کے پاس بھیجا اور تشریف لانے کی خواہش کی۔ سلطان المشائخ نے جواب میں فرمایا کہ بادشاہوں کے ایوان کی حاضری درویش کے شایاں ہرگز نہیں۔

نقل ہے کہ اس جواب سے بادشاہ کے دل میں بغض و کینہ مزید بڑھ گیا اور وہ سلطان المشائخ کو طلب کرنے پر زیادہ اصرار اور ضد کرنے لگا۔ ایک روز جبکہ دہلی کے تمام مشائخ واکابر، شیخ ضیاء الدین رومی کے مقبرہ میں رسمِ فاتحہ ادا کرنے جمع ہوئے تھے اور سلطان قطب الدین بھی خود بیٹھا تلاوتِ قرآن کررہا تھا اسی وقت حضرت سلطان المشائخ تشریف لائے۔ سوائے سلطان کے جو قرآن پڑھ رہا تھا تمام لوگ تعظیم و تکریم سے پیش آئے۔ اس طرح کی عظمت و شان کو دیکھ کر بادشاہ کے دل میں ناحق اندیشہ پیدا ہوا۔ وہاں جمع تمام اکابر و امراء دنیا کے ذریعہ حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں درخواست کی کہ بادشاہ سے ملاقات کے لئے ہر روز یا پھر کم ازکم ہر مہینہ کے آغاز پر ایک بار تکلیف فرمایا کریں۔ سلطان المشائخ نے جواب دینے میں کسی التفات کا اظہار نہ کیا اور نہ کچھ فرمایا لیکن وقت کے منتظر لوگوں نے جو شر و فساد کی کمین گاہ میں تھے اس قضیہ کو اُلٹا رنگ دے دیا۔ ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو شیخ کی آمد مقرر کر کے بادشاہ کے دل کو مطمئن کردیا۔ اس مسئلہ کی شہرت کا علم ہوا تو خواجہ وحید قرشی اور اعزاز الدین علی دونوں حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بادشاہ کے پاس جانے کے بارے میں استفسار کیا۔ آپ نے فرمایا کہ ہمارے پیروں کے طریقے کے خلاف ہرگز نہیں ہوگا اور سلطان اپنے ارادے میں ناکام رہے گا۔ اس کے بعد فرمایا کہ رات میں میں نے یہ خواب دیکھا کہ ایک چبوترہ کے اوپر بیٹھا ہوا ہوں اور ایک گائے اپنی دراز سینگ سے مجھے مارنے کی کوشش کررہی ہے۔ تو فوراً میں اس جگہ سے اٹھ گیا اور اس کی دونوں سینگیں اپنے ہاتھ میں پکڑ کر زور سے جھٹکا دیا تو گائے اسی وقت زمین پر گر پڑی اور ہلاک ہوگئی۔ کہتے ہیں کہ جیسے ہی مہینہ کی پہلی تاریخ آئی سلطان المشائخ نے بادشاہ سے ملاقات کی زحمت نہیں فرمائی اور اسی رات خسرو خاں کے اشارہ پر مغل نسل کے ایک شخص نے سلطان قطب الدین کو قتل کردیا۔

کہتے ہیں کہ سلطان المشائخ شادی شدہ نہیں تھے جب آپ کی عمر شریف اکیانوے (۹۱) سال کو پہنچی تو بول و براز بند ہوجانے کے عارضوں میں مبتلا ہوئے اور مرض شروع ہونے کے آٹھویں

مولانا داؤد بالٰہی

درنواحِ ردولی سکونت داشت۔ وارادت وبیعتِ او با حضرت خواجہ فرید مسعود صادق است۔ خواجہ نظام الدین محبوب الاولیا ذکرِ او بسیار می کرد و می فرمود کہ صاحبِ کمال ومحبت بود۔ رحمۃ اللہ علیہ

☆☆☆

فرعِ اول

از حضرت سلطان المشائخ، صدر آرائے بزمِ عرفان ومعرفت، مہرِ سپہرِ فضائل و عظمت، تاجدارِ کشورِ حقیقت، ہادیِ مراحل ومنازلِ ہیبت والوہیت، شاہد المشہو دین، منظور الناظرین، نظام العرفا، نظام الاولیا، سلطان المشائخ **خواجہ نظام الدین محبوبِ الٰہی قدس اللہ سرہ العزیز**۔ خلیفہ برحق خواجہ فرید مسعود است۔

از سرِ آغازِ آگہی آتشِ عشق در دل، وسودائے محبت در سر داشت۔ تا آنکہ بمعرفے وتوسل شیخ نجیب الدین متوکل بملازمت خواجہ فرید مسعود مشرف شد۔ و انگاہ کہ دولتِ پائے بوس دست داد، ونظرِ مشتاق بر جمالِ جمیلِ شیخِ کبیر خواجہ فرید مسعود افتاد از خویشتن برفت وعمرِ عزیز وجہدِ بلیغ کہ در اکتسابِ علومِ عقلی ونقلی صرف نمودہ بود۔ ثمرۂ آں در طرفۃ العین بہ جلوۂ مشہودِ وجود نگریست۔ و ذوقِ تازہ وحلاوتِ بے اندازہ دریافت۔ واز سرِ حصول منصبِ قضا کہ بمقتضائے علمِ ظاہر ومنشاءِ دانشمندی بود۔ درگزشتہ متردد بود کہ بخدمتِ حضرت خواجہ فرید مسعود از حال واحوالِ خود چیزے عرضہ دہد کہ بیک ناگاہ خواجہ فرید باو متوجہ شد۔ وسخن نخست کہ برزبان حقائق بیان حضرت خواجہ فرید رفت اینست۔

اے آتشِ فراقت دلہا کباب کردہ

دن نمازِ فجر کے بعد ایک دستارِ خاص، خرقہ اور جانماز بطور خلافت مولانا برہان الدین غریب کو اور ایک دستار اور خرقہ مبارک مولانا شمس الدین کو مرحمت فرمایا۔ خادموں میں سے ہر ایک کو انعام سے نوازا اور تسبیح و مصلیٰ اور خرقہ اور کاسہ اور عصا جو کچھ کہ خواجہ فریدؒ نے عطا فرمایا تھا وہ سب شیخ نصیر الدین محمود کے حوالے کر کے ارشاد فرمایا کہ دہلی میں رہیں اور زمانے کے ستم برداشت کریں۔

اس کے بعد آپ نماز میں مشغول ہوئے اور جب آفتاب طلوع ہو کر لبِ بام تک جا پہنچا تو اصحابِ صدق و صفا کا وہ صدر نشیں، خالقِ کبریا کے حضور جوارِ رحمت میں پہنچ گیا۔ ان اصحابِ گرامی کی فہرست اس طرح ہے جنہیں آپ نے خلافت کے اعزاز سے ممتاز فرمایا تھا۔

فہرستِ خلفا

خواجہ نصیر الاولیا شیخ نصیر الدین، شیخ اخی سراج، شیخ قطب الدین منور، شیخ حسام الدین ملتانی، مولانا جمال الدین، مولانا فخر الدین، خواجہ حسام الدین سوختہ نبیرہ معین الاولیا حضرت خواجہ بزرگ، مولانا ابوبکر، مولانا فخر الدین مروزی، مولانا علم الدین نیلی، شیخ برہان الدین غریب، مولانا وجیہہ الدین یوسف، مولانا شہاب الدین امام، مولانا شیخ محی الدین کاشانی، مولانا وجیہہ الدین پائلی، مولانا فصیح الدین، مولانا شمس الدین یحییٰ، خواجہ کریم الدین سمرقندی، شیخ جلال الدین اودھی، قاضی شرف الدین، مولانا کمال الدین یعقوب، مولانا بہاء الدین، شیخ مبارک، خواجہ معز الدین، خواجہ ضیاء الدین برنی، شیخ تاج الدین داوری، مولانا موید الدین انصاری، خواجہ شمس الدین خواہرزادہ امیر خسرو، شیخ نظام الدین شیرازی، خواجہ سالار شیخ فخر الدین میرٹھی، شیخ علاء الدین، شیخ شہاب الدین کنتوری، مولانا حجۃ الدین ملتانی، شیخ بدر الدین، شیخ رکن الدین چنبری، شیخ عبد الرحمن سارنگپوری، حاجی احمد بدایونی، شیخ لطیف الدین، شیخ نجم الدین محبوب، شیخ شمس الدین دہاری، خواجہ یوسف بدایونی، شیخ سراج الدین حافظ، قاضی شاد علی، مولانا قوام الدین یکدانہ، مولانا برہان الدین ساوری، شیخ نظام الدین مولیٰ، قاضی عبد الکریم قدوانی، قاضی

سیلاب اشتیاقت جانہا خراب کردہ

چوں حضرت سلطان المشائخ خرقۂ خلافت در بر راست کردہ در دہلی آمد و بمقام غیاث پور سکونت اختیار کرد۔ از ہجومِ خلائق کہ ہزار در ہزار جمع می آمدند۔ اندیشۂ نقلِ مکان مکنون خاطرمی داشت۔ زیراکہ انجمنِ عام مانعِ خلوتِ خاص بود۔ ناگاہ جوانے از مردانِ غیب پیدا آمدہ بہ سلطان المشائخ خطاب کرد۔

آنگہ کہ تو مہ شدی نمی دانستی

انگشت نمائے عالمے خواہی شد

ونیز ارشاد فرمود کہ مقتضائے مردو مردانگی اینست کہ انجمن درخلوت وخلوت در انجمن شد۔ سلطان المشائخ می فرماید کہ از آن روز اندیشۂ نقلِ مکان از خاطرم برفت۔ وہمونجا بہدایتِ خلق وعبادتِ حق مشغول شدم۔

صاحبِ اخبار الاخیار می فرماید کہ چوں علاء الدین خلجی از دارِ فنا بمنزلِ بقا سفراختیار کرد وتختِ دہلی بتصرف سلطان قطب الدین درآمد۔ وخضرخان راکہ مرید ومعتقدِ سلطان المشائخ بود بہ قتل رسانید۔ وہم درپے آزارِ سلطان المشائخ سعیِ موفور بکار آورد۔

روزے از قاضی محمد غزنوی کہ از اربابِ استشارہ بود پرسید۔ کہ ایں چنیں زرِ کثیر وسرمایۂ خطیر بہ شیخ از کجا می رسد۔ قاضی مذکور کہ ضلالتِ جاوید بنامش رقم 15-1-2013 زدہ بودند جواب داد کہ ہریک از متوسلانِ بادشاہ ومتوکلانِ خدا آگاہ علیٰ قدرِ مراتب ومناصب نذور وفتوح می رساند۔ باستماعِ ایں معنی سلطان قطب الدین ازخود برفت۔ ودرآتشِ رشک سوختہ اعلان داد کہ ہرآنکہ بالطاف وتحائف با سلطان المشائخ ہمت خواہد کرد از دولتِ بادشاہی محروم وموقوف خواہد شد۔

اما چوں ایں واقعہ را بگوش حق نیوش سلطان المشائخ رسانیدند۔ خواجہ اقبال خادم را

قوام الدین قدوری، مولانا علی شاہ جاندار، خواجہ تقی الدین خواہرزادۂ خواجہ نظام الاولیاء، سید محمد کرمانی، سید یوسف حسنی، حمید شاعر قلندر، امیر خسرو دہلوی، امیر حسن علائی سجزی، شیخ برہان الدین ہانسوی، قاضی فخر الدین اجلوری۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

شیخ نظام الدین شیرازی چشتیؒ

آپکو حضرت خواجہ نظام الاولیاءؒ سے خلافت کا شرف حاصل تھا۔ صفاتِ عالیہ سے آراستہ اور شیوۂ درویشی سے پیراستہ تھے اور سماع سے بے انتہا شیفتگی رکھتے تھے۔ آپ کی تاریخِ وفات ۱۸ے ھ ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

قاضی محی الدین کاشانی چشتیؒ

آپ نے خواجہ نظام الاولیا سے خلافت کی فضیلت پائی تھی۔ زہد وتقویٰ میں نہایت ممتاز اور علومِ تفسیر میں شہرۂ آفاق تھے۔ ۱۹ے ھ میں وفات پائی۔ رحمۃ اللہ علیہ

خواجہ شمس الدین خواہرزادہ امیر خسروؒ

آپ زمانہ میں برگزیدہ اور خواجہ نظام الاولیاءؒ کی محبت میں شیفتہ تھے۔ تکبیرِ تحریمہ باندھنے کے وقت جب تک شیخ کا جمال نہ دیکھتے تکبیرِ تحریمہ نہیں باندھتے۔ آپ جب مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو خواجہ نظام الاولیاء آپ کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے مگر راستہ میں ہی خبر ملی کہ آپ وفات پا گئے۔ خواجہؒ نے فرمایا الحمد للہ کہ ایک دوست سے مل گیا۔ آپ کا سال وفات ۲۲ے ھ ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

خواجہ امیر خسرو دہلوی چشتیؒ

آپ سلطان الشعراء اور برہان الفضلاء تھے اور حضرت خواجہ نظام الاولیاءؒ سے بے حد عقیدت وارادت رکھتے تھے۔ اور حضرت خواجہؒ نے بھی ان کو اپنا محرمِ اسرار اور اپنی بزمِ خلوت کا مشیر بنا رکھا تھا اور "برک اللہ" لقب عطا کیا تھا اور دوبار خلعت خلافت سے مشرف فرمایا۔

نقل ہے کہ وہ ہر رات نماز تہجد میں سات پارے قرآن پڑھا کرتے اور ہر رات حضرت

که متولیِ اوقاف اورابودامر فرمودند که از امروز صرف مطبخ المضاعف کردیم۔ عندالاحتیاج اسمِ ذات برزبان آورده ودستِ طلب در گوشۂ طاق برزده بقدرِ ضرورت می گرفتہ باشد۔ خواجہ اقبال ہمچناں عمل کرد۔ سلطان باطلاعِ ایں معنی بغایت محجوب ومنفعل شدہ۔ کسے را بخدمت حضرت سلطان المشائخ فرستاد۔ و بمقدمِ پاکش التجا کرد۔ سلطان المشائخ در جواب فرمود کہ خدمتِ ایوانِ شاہان شایانِ درویشاں نیست۔

آوردہ اند کہ بادشاہ را کینہ وعناد ازیں جواب در دل جا کرد۔ بطلبِ سلطان المشائخ اصرار و استبداد افزود۔ روزے جمیع مشائخ و اکابرِ دہلی برسمِ فاتحہ در مقبرہ شیخ ضیاء الدین رومی جمع آمدہ بودند۔ و سلطان قطب الدین ہم بجائے خود نشستہ تلاوتِ قرآن می کرد۔ انگہ کہ حضرت سلطان المشائخ تشریف آورد۔ غیر از سلطان کہ او قرآن می خواند جمعے مراسمِ تبجیل و تعظیم بتقدیم رسانید۔ سلطان را بمشاہدہ ایں چنیں عظمت و الہیت اندیشۂ ناحق در دل پیدا شد۔ و بواسطہ جمعے کہ از اکابر دولتِ دنیا بودند۔ بحضرت سلطان المشائخ درخواست کرد۔ کہ بدیدنِ بادشاہ ہر روزہ و اِلّا نہ بہ آغاز ہر ماہ یک بار تکلیف می نمودہ باشند۔ ہر چند کہ سلطان المشائخ بہ سرانجامِ جواب التفات نکرد۔ و ہیچ نگفت۔ امّا منتظر آں وقت کہ درکمین گاہ شر وفساد بودند قضیہ را معکوس کردند۔ و خاطرِ بادشاہ را از مقدمِ شیخ مطمئن کردہ غرہ ماہ موعود کرد۔ باد راک شہرتِ ایں معنی خواجہ وحید قرشی و اعزاز الدین علی شرف حضور بخدمت حضرت شیخ دریافتہ در باب رفتن نزد بادشاہ استفسا فرمود کہ ہرگز خلاف طریقِ پیرانِ ما نخواہد شد وسلطان بارادۂ خود ناکام خواہد ماند۔ بعد ازیں فرمود کہ شبے در واقعہ دیدہ بودم کہ فراز صفہ نشستہ ام وگاوے باشاخ دراز قصد من می کند ناگزیر از جائے برخاستم وہر دو شاخ بدست گرفتہ بزور تکان دادم ہمیں کہ گاؤ بروئے زمین افتاد و ہلاک شد۔ آوردہ اند کہ چوں غرہ ماہ واقع شد سلطان المشائخ بدیدن بادشاہ تکلیف نکرد وہمونشب شخصے از نسلِ مغل باشارت خسرو خان سلطان

خواجہ نظام الاولیاءؒ کی خدمت میں ملاقات سے مشرف ہوتے اور ہر باب میں سخن کہتے اور خواجہ کے عشق و محبت کی آگ میں اس قدر جلے ہوئے تھے کہ قلب کے اوپر کے پیرہن مبارک کا حصہ آتش زدہ رہتا تھا۔

کہتے ہیں کہ حضرت نظام الاولیاءؒ کے سانحۂ ارتحال کے وقت آپ دہلی میں نہ تھے بلکہ بادشاہ کے ساتھ بنگال کے اطراف میں قیام پذیر تھے۔ جوں ہی حضرت شیخؒ کی وفات کی خبر سنی دہلی کو واپس ہوگئے اور اپنا گرد آلود چہرہ اور پُرنم آنکھیں مرقدِ پاک پر ملنے لگے اور سیاہ لباس اختیار کیا۔ بالآخر بے حد درد و رنج کی حالت میں ۷۲۵ھ میں رحلت فرمائی۔ رحمۃ اللہ علیہ

شیخ وجیہ الدین یوسف چشتیؒ

آپ نظام الاولیاء کے مقربانِ خدمت میں تھے۔ خلافت سے مشرف ہونے کے بعد چندیری کی طرف گئے اور مخلوق کی ہدایت و تلقین میں مصروف ہوگئے۔ ۷۲۹ھ میں اس دارِ فانی کی زندگی پوری کر کے بمقام چندیری مدفون ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہ

شیخ حسام الدین ملتانیؒ

آپ حضرت خواجہ نظام الاولیاءؒ کے نامدار خلفا اور باوقار اصحاب سے تھے۔ زہد و ورع میں اپنے ساتھیوں میں ممتاز تھے۔ حضرت خواجہؒ اکثر اوقات فرمایا کرتے کہ شہر دہلی ان ہی کے سایۂ عاطفت اور ظلِ حمایت میں ہے۔

کہتے ہیں کہ آپ حضرت شیخؒ کی اجازت سے حرمین شریفین کی زیارت کے لئے گئے تھے۔ جب واپس ہوئے تو حضرت شیخؒ نے فرمایا کہ اگر کوئی ختم رسالت و صدر نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہونا چاہے تو اسے اس کی نیت علیحدہ کرنا چاہئے۔ اگرچہ حج کعبۃ اللہ کے تحت مدینہ منورہ جانا بھی مقرر ہے لیکن زیارت کا شرف حاصل نہیں ہوتا۔ جب یہ بات سنی تو مدینۃ الرسول کی زیارت کے لئے پھر روانہ ہوئے۔ آپ کی وفات ۷۳۵ھ میں مذکور ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

شیخ فخر الدین مروزیؒ

آپ مردانِ باخدا، اسوۂ اصفیاء اور خواجہ نظام الاولیاءؒ کے اصحاب سے تھے۔ ایک روز

قطب الدین را بہ قتل رسانید۔

می گویند کہ سلطان المشائخ متاہل نبود۔ چوں عمر شریفش بنود و یک (۹۱) سال رسید بعوارضِ حبس بول و غائط مبتلا شد و بروزِ ہشتم از آغاز مرض بعد نماز پیشین یک دستارِ خاص و پیراہن و مصلا و مثالِ خلافت بمولانا برہان الدین غریب و یک دستار و پیراہن مبارک بمولانا شمس الدین مرحمت فرمودہ بہر یکے بندگانِ خدمت انعام فرمود۔ و تسبیح و مصلا و خرقہ و کاسہ و عصا ہر آنچہ کہ از خواجہ فرید یافتہ بود بہ شیخ نصیر الدین محمود سپردہ ارشاد کرد کہ در دہلی باید بود و جفائے روزگار باید کشید۔

پس ازاں بہ نماز مشغول شد و قتے کہ آفتاب از بام می رفت، آں صدر نشینِ اصحابِ صدق و صفا در جوارِ رحمت حضرت کبریا پیوست۔ فہرست گرامی اصحاب کہ بہ فخرِ خلافت ممتاز بودہ اینست۔

فہرستِ خلفا

خواجہ نصیر الاولیا شیخ نصیر الدین، شیخ اخی سراج، شیخ قطب الدین منور، شیخ حسام الدین ملتانی، مولانا جمال الدین، مولانا فخر الدین، خواجہ حسام الدین سوختہ نبیرہ معین الاولیاء حضرت خواجہ بزرگ، مولانا ابوبکر، مولانا فخر الدین مروزی، مولانا علم الدین نیلی، شیخ برہان الدین غریب، مولانا وجیہہ الدین یوسف، مولانا شہاب الدین امام، مولانا شیخ محی الدین کاشانی، مولانا وجیہ الدین پائلی، مولانا فصیح الدین، مولانا شمس الدین یحییٰ، خواجہ کریم الدین سمرقندی، شیخ جلال الدین اودھی، قاضی شرف الدین، مولانا کمال الدین یعقوب، مولانا بہاء الدین، شیخ مبارک، خواجہ معز الدین، خواجہ ضیاء الدین برنی، شیخ تاج الدین داوری، مولانا موید الدین انصاری، خواجہ شمس الدین خواہر زادہ امیر خسرو، شیخ نظام الدین شیرازی، خواجہ سالار شیخ فخر الدین میرٹھی، شیخ علاء الدین، شیخ شہاب الدین کنتوری، مولانا حجۃ الدین ملتانی، شیخ بدر الدین، شیخ رکن الدین چنبری، شیخ

خواجہ صاحبؒ کی خدمت میں التماس کیا کہ ایک وقت مجھ پر پیاس کا غلبہ تھا۔غیب سے پانی سے بھرا ایک پیالہ نمودار ہوا۔ میں نے اسے توڑ دیا اور پانی نہ پیا۔خواجہ صاحبؒ نے فرمایا۔پی لینا چاہیے تھا کہ غیب سے جو چیز بھی آتی ہے وہ بے عیب ہوا کرتی ہے۔

کہتے ہیں کہ وہ قرآن کی کتابت کر کے اسے فروخت کیا کرتے اور چار آنوں سے زیادہ نہ لیتے ورنہ انکار کر دیتے۔اس جامع الکمالات ہستی کی وفات ۷۳۶ھ لکھی ہے۔رحمۃ اللہ علیہ

میر حسن علائی سجزی چشتیؒ

آپ اپنے دور کے فصحاء کے صدر اور نازک خیال شاعروں کے سرخیل تھے اور حضرت خواجہ نظام الاولیاءؒ سے کمال درجہ کی محبت وعقیدت رکھتے تھے۔خرقۂ خلافت بھی پایا۔حضرت خواجہؒ کے ملفوظات پر کتاب ''فوائد الفواد'' آپ نے ہی جمع کی تھی اور ۷۳۶ھ میں شہر دیوگیر میں وفات پائی۔رحمۃ اللہ علیہ

مولانا ضیاء الدین برنیؒ

آپ حضرت خواجہ نظام الاولیاءؒ کے مقرب ومعتمد خلفاء میں تھے اور بہت کچھ انعام و اکرام حاصل کیا اور حضرت شیخؒ کی خدمت میں اکثر نادر باتیں عرض کیا کرتے اور خواجہ خسروؒ اور میر حسن علائی سجزی کے ساتھ خوب محبت ومودت رکھتے تھے۔بہت سی تالیفات اور تصنیفات آپ کی یادگار ہیں۔آپ کی وفات کا سال ۷۳۸ھ لکھا ہے۔رحمۃ اللہ علیہ

شیخ برہان الدین غریبؒ

آپ اپنے زمانہ کے برگزیدہ اور باوقار صوفی تھے۔سماع کا ذوق رکھتے تھے اور صاحبِ وجد وحال تھے۔آپ کو حضرت خواجہ نظام الاولیاء سے بے حد محبت اور خاص لگاؤ تھا۔عمر کا بڑا حصہ غیاث پور میں گذارا جو مرشدِ برحق کا مسکن تھا۔اس جانب کبھی پیٹھ نہیں کی۔خواجہ نظام الاولیاءؒ نے دوبار خرقہ خلافت سے نوازا۔جب حضرت خواجہ نظام الاولیاءؒ کے ارشاد کی تعمیل میں دیوگیر کی ولایت پر مامور ہوئے تو وہاں بڑی قبولیت حاصل ہوئی۔

عبدالرحمن سارنگپوری، حاجی احمد بداؤنی، شیخ لطیف الدین، شیخ نجم الدین محبوب، شیخ شمس الدین دہاری، خواجہ یوسف بداؤنی، شیخ سراج الدین حافظ، قاضی شاد علی، مولانا قوام الدین یک دانہ، مولانا برہان الدین ساوری، شیخ نظام الدین مولیٰ، قاضی عبدالکریم قدوانی، قاضی قوام الدین قدوری، مولانا علی شاہ جاندار، خواجہ تقی الدین خواہر زادۂ خواجہ نظام الاولیا، سید محمد کرمانی، سید یوسف حسنی، حمید شاعر قلندر، امیر خسرو دہلوی، امیر حسن علائی سجزی، شیخ برہان الدین ہانسوی، قاضی فخر الدین اسجلوری۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

شیخ نظام الدین شیرازی چشتی

فخرِ خلافت از حضرت خواجہ نظام الاولیا دارد۔ بصفاتِ عالیہ آراستہ بود۔ و بشیوۂ درویشی پیراستہ۔ و بمرتبۂ کمال شیفتگی در سماع داشت۔ سال ہفت صد و ہیژدہ ۷۱۸ھ تاریخِ وفات است رحمۃ اللہ علیہ

قاضی محی الدین کاشانی چشتی

فضیلتِ خلافت از خواجہ نظام الاولیا دریافت۔ بوفورِ زہد و تقویٰ ممتاز بود۔ و بعلومِ تفسیر یگانۂ آفاق۔ در سال ہفت صد و نوزدہ ۷۱۹ھ ہجری وفات یافت۔

خواجہ شمس الدین خواہر زادہ امیر خسرو

برگزیدۂ روزگار بود و شیفتۂ محبتِ خواجہ نظام الاولیا۔ وقت تحریمہ بستن تا جمالِ شیخ ندیدے تحریمہ نہ بستے۔ چوں اورا مرض موت در گرفتہ بود و خواجہ نظام الاولیاء بہ عیادت می رفت۔ باثناءِ راہ خبر آوردند کہ او فوت شد۔ خواجہ فرمود۔ الحمد للہ کہ دوست بدوست پیوست۔ ہفت صد و بست و دو ۷۲۲ھ سال وفات او است۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

خواجہ امیر خسرو دہلوی چشتی

سلطان الشعرا، برہان الفضلا بود۔ و بحضرت خواجہ نظام الاولیا عقیدت

کہتے ہیں کہ شیخ زین الدین نے آپ کی ولایت کا چرچا اور کرامت وفضائل کا شہرہ سنا تو شیراز سے دیو گیر چلے آئے اور جب شیخ کو سماع میں متوجہ دیکھا تو تردد کی حالت میں واپس ہونے لگے۔ شیخ نے ان کے اس اندیشہ پر آگاہ ہو کر فرمایا کہ ایک درویش سے ملاقات کی غرض سے اتنی مسافت طے کر کے آنا اور منزلِ مقصود پر پہنچنے کے بعد اس مقصد کے حصول میں توقف اختیار کرنا کوئی علم و آگاہی کی دلیل نہیں ہے۔ اگر کوئی خطرہ یا وسوسہ کام میں رکاوٹ پیدا کرے تو اس بارے میں استفسار کرنا چاہیے انشاء اللہ تعالیٰ وہ دور ہو جائے گا۔ یہ بات سنتے ہی شیخ زین الدین مجلسِ سماع میں حاضر ہو گئے اور زمین پر بیٹھے وجد کرنا شروع کر دیا اور وہ وسوسے جوان کے دل میں پوشیدہ تھے سب رفع ہو گئے۔ چنانچہ با اعتقاد مریدوں کے زمرہ میں جگہ پائی اور چند ہی دنوں میں کاملانِ وقت میں شمار ہونے لگے۔ آپ کے مریدوں میں شیخ حسین نے آپ کے ملفوظات جمع کئے اور "ہدایت القلوب" کے نام سے موسوم کیا۔ شیخ فرید الدین اور شیخ جمال الدین کاشانی اور شیخ رکن الدین یہ سب شیخ برہان غریبؒ کے مشہور خلفا سے تھے۔ آپ کا سالِ وفات ۷۷۱ھ منقول ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

شیخ شمس الدین یحییٰؒ

آپ حضرت خواجہ نظام الاولیاء کے مستند خلیفہ ہیں۔ کئی علمائے دین آپ کے شاگرد تھے۔ آپ کا اصل وطن ملک اودھ ہے۔ علم حاصل کرنے کے لئے دہلی آئے تھے اور علم میں مرتبۂ کمال کو پہنچے۔ اس دور کے علماء میں سے کسی میں آپ کا مقابلہ کرنے کی مجال نہ تھی۔ ایک روز شیخ صدر الدین کے وسیلہ سے خواجہ نظام الاولیاءؒ کی خدمت میں باریابی حاصل کی۔ جمالِ مبارک کا مشاہدہ کرتے ہی اختیار و دانش ہاتھ سے جاتے رہے اور بیعت وخلافت سے مشرف ہوئے۔ آپ کی وفات کا سال ۷۴۷ھ منقول ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

خواجہ حسام الدین سوختہؒ

فرزند خواجہ فخر الدین ولد شیخ الاسلام حضرت خواجہ معین الحق والدین قدس سرہٗ

آپ آتشِ محبت میں جلے ہوئے، رشتۂ مودت میں سلے ہوئے تھے۔ آپ کا سینہ

وارادتِ تمام داشت۔ وحضرت خواجہ ہم اورا محرمِ اسرار ومشیرِ بزمِ خلوت می انگاشت۔ وبرک اللہ لقب کردہ بود۔ ودوبار بہ عطائے خلعت خلافت مشرف فرمود۔

نقل است کہ او ہر شب بہ نماز تہجد ہفت پارۂ قرآن خواندے و ہر شب بخدمتِ حضرت خواجہ نظام الاولیا مشرف شدہ در ہر باب سخن گفتے۔ ودر آتشِ عشق ومحبت خواجہ سوختہ و برشتہ بود کہ پیرہنِ مبارک بالائے قلبِ آتش خوردہ می ماند۔

آوردہ اند کہ ہنگامِ ارتحال حضرت خواجہ نظام الاولیا او در دہلی نبود ومعیت بادشاہ بصوب بنگالہ قیام داشت۔ چوں خبر وفات حضرت شیخ بشنید۔ مراجعت بہ دہلی کرد۔ وروئے گرد آلودہ و دیدہ نم آلود بر مرقدِ مطہر مالید وکسوتِ سیاہ در برکشید۔ بالآخر بوفورِ درد ورنج در ہفت صد وبست وپنج ۷۲۵ھ رحلت فرمود۔

شیخ وجیہہ الدین یوسف چشتی

از مقربانِ خدمتِ نظام الاولیا بود۔ وبعد تشریفِ خلافت بصوبِ چندیری رفتہ بہدایت وتلقینِ خلائق بسر برد۔ ودر سال ہفت صد و بست و نہ ۷۲۹ھ ازیں کہنہ رباط بساطِ حیات بر بست و بمقام چندیری مدفون شد۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

شیخ حسام الدین ملتانی

از خلفائے نامدار واصحابِ باوقار حضرت خواجہ نظام الاولیا است۔ بزہد و ورع در یارانِ جلسہ ممتاز بود۔ ودر اکثر اوقات حضرت خواجہ می فرمود کہ شہر دہلی درسایۂ عاطفت وظلِ حمایت اوست۔

آوردہ اند کہ او بہ اجازت حضرت شیخ بزیارتِ حرمین شریفین رفتہ چوں باز آمد۔ حضرت شیخ فرمود کہ اگر کسے خواہد کہ بزیارتِ ختمِ رسالت وصدرِ نبوت مشرف شود۔ باید کہ نیت علاحدہ کند اگرچہ بذیلِ حج کعبہ بمدینہ منورہ رفتن موعود است۔ اما شرفِ

داغدار اور آنکھیں اشکبار رہا کرتی تھیں۔ سلطان المشائخ نظام الاولیاء کی صحبت میں رہنے کی سعادت ملی، تجرد و تنہائی اور محنت و تنگی میں زندگی گزاری۔ بزرگ مقامات کے مالک اور عظیم کرامات کے حامل تھے۔ راتوں میں رویا کرتے اور درد و غم میں جیا کرتے تھے۔

کہتے ہیں کہ آپ خواجہ بزرگ معین الاولیاءؒ کے جمال سے مشابہ تھے اور آپ کا جلوۂ پاک دیکھ کر طریقۂ چشتیہ کے اصحاب از خود رفتہ ہو جاتے۔ خواجہ نظام الاولیاءؒ انہیں بہت چاہتے تھے اور اکثر ان کے حال و احوال پوچھا کرتے۔

نقل ہے کہ ایک روز خواجہ حسام الدین خوشحال تھے جب اپنے جدامجد خواجہ معین الاولیاء کے مرقد پر حاضر ہوئے اور پورے ذوق و شوق کے ساتھ مزار پاک کے پائین کو بوسہ دیا اور آنکھیں ملنی شروع کیں تو اس حالت میں مزار پُرانوار کے اندر سے آواز آئی۔ اے میرے فرزند! یہ سب سوز و گداز اور محبت و محنت جسے تو نے اپنے لئے پسند کیا ہے وہ تیرے دادا اور باپ کی ارواح کے لئے تسکین و مسرت کا باعث اور فرحت و خوشبو کا موجب ہے۔ اب اپنے لئے اس سے زیادہ زحمت و محنت مت کرنا کیونکہ تم اپنی منزل پر پہنچ چکے ہو اور تیرے خدا نے اس کے بدلے تجھے انعام عطا فرمایا اور بخش دیا۔ جب آپ مزارِ اقدس سے واپس آئے بت پرستوں کی چیرہ دستیوں کی وجہ سے اور قیام کا موقعہ نہ پا کر قصبۂ سانبھر میں آ گئے اور چند دن بعد اس دنیائے فانی سے رخصت ہو کر عالمِ قدسِ جاودانی کی طرف کوچ فرمایا اور اجمیر کے راستہ میں مدفون ہوئے۔ آپ کا سال وفات ۷۴۱ھ لکھا ہے۔ آپ کا مرقدِ پاک زیارت گاہِ خواص و عوام ہے۔ آپ کے مزارِ اقدس کے فیوض و برکات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس علاقہ میں آج تک کبھی کوئی وبائی مرض ظاہر نہیں ہوا۔ رحمۃ اللہ علیہ

شیخ عزیز الدین صوفیؒ

آپ حضرت خواجہ نظام الاولیاءؒ کے خلفائے اعظم اور مقربانِ معظم میں سے تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ خواجہ فرید مسعودؒ کی صاحبزادی تھیں۔ کتاب ''تحفۃ الابرار'' ملفوظاتِ خواجہ نظام الاولیاءؒ کو آپ ہی نے جمع فرمایا تھا۔ ایک دن خواجہ نظام الاولیاءؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت خواجہ

زیارت حاصل نمی شود۔ چوں ایں سخن بشنید باز بزیارت مدینۃ الرسول راہی شد۔ وفاتِ او در سال ہفت صد و سی و پنج ۷۳۵ھ مذکور است۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

شیخ فخر الدین مروزی

از مردانِ باخدا و اسوۂ اصفیا و اصحاب خواجہ نظام الاولیا بود۔ روزے بخدمت خواجہ التماس کرد۔ کہ وقتے مرا تشنگی غلبہ کرد۔ کوزۂ پُرآب از غیب نمودار شد بشکستم ونخوردم خواجہ فرمودمی بایست خورد۔ ہر چہ از غیب می رسد بے عیب باشد۔

آوردہ اند کہ او کتابتِ قرآن می کرد۔ ومی فروخت۔ وبیش از چہار آنہ نمی گرفت۔ وانکار می کرد۔ وفاتِ آں جامع الکمالات در سال ہفت صد و سی و شش ۷۳۶ھ منقوش است۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

میر حسن علائی سجزی چشتی

سرآمد فصحائے روزگار و سرخیلِ شاعرانِ نازک خیال بود۔ وبحضرت خواجہ نظام الاولیا محبت و عقیدت بمرتبۂ کمال داشت۔ وخرقۂ خلافت دریافت۔ و کتاب ''فوائد الفؤاد'' از ملفوظات حضرت خواجہ مجتمع ساخت۔ و در سال ہفت صد و سی و شش ۷۳۶ھ در شہر دیوگیر وفات یافت۔ رحمۃ اللہ علیہ

مولانا ضیاء الدین برنی

از مقرب و معتمد خلفائے حضرت خواجہ نظام الاولیا است۔ واز بس موردِ اکرام و مصدرِ انعام بود۔ وبخدمت حضرت شیخ اکثر کلماتِ بدیع گفتے۔ وبخواجہ خسرو و میر حسن علائی سجزی مودت و تودُّد تمام داشت۔ بسیار تالیف و تصنیف از یادگارِ اوست۔ سالِ وفاتش ہفت صد و ہشت ۷۳۸ھ رقم زدہ اند۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

شیخ برہان الدین غریب

برگزیدۂ روزگار و صوفیِ باوقار، صاحبِ ذوق و سماع و وجد و حال بود۔ اورا

استغراق کی حالت میں تھے۔ جب بحال ہوئے تو دریافت فرمایا تم کون ہو۔ عرض کی عزیز ہوں۔ فرمایا انشاء اللہ تعالیٰ تو عزیز ہو جائے گا۔ آپ کی وفات کا سال ۱۴۱ھ لکھا ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

شیخ عثمان اخی سراجؒ

خواجہ نظام الاولیاءؒ کے محبوب ترین دوستوں اور خلفاء سے ہیں۔ کہتے ہیں کہ آپ سلطان المشائخؒ سے بیعت کے ارادہ سے آئے تھے لیکن دینی علوم سے واقفیت نہیں رکھتے تھے۔ حضرت شیخ نے مولانا فخر الدین زرادی سے فرمایا کہ یہ جوان صورتِ خوب اور عاداتِ مرغوب رکھتا ہے لیکن علم سے بے بہرہ ہونے کے سبب افسوس ہے کہ معرفت کی دولت سے محروم ہے۔ مولانا فخر الدین نے عرض کیا کہ حضرت کی تھوڑی سی توجہ ہو تو یہ کچھ دشوار نہیں ہے۔ چند دن گزرنے کے بعد علومِ معرفت سے وہ بے بہرہ نہ رہے گا۔

چنانچہ مولانا موصوف نے انکی تعلیم وتدریس میں خوب کوشش کی اور 6 مہینے کے عرصہ میں ان کو مرتبۂ کمال تک پہنچا کر خواجہ نظام الاولیاءؒ کی خدمت میں حاضر کر دیا۔ حضرت خواجہ نظام الاولیاء نے نہایت خوش اور مسرور ہو کر ان کو شرفِ بیعت سے نوازا اور آپ تھوڑے ہی زمانے میں خرقۂ خلافت پا کر بنگال کی ولایت پر مامور ہوئے۔ کئی بار حضرت خواجہ نظام الاولیاء فرمایا کرتے تھے کہ اخی سراج، ہندوستان کا آئینہ ہے۔ آپ کی وفات ۷۵۸ھ میں لکھی ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

مولانا وجیہہ الدین پائلی

آپ نہایت عقلمند اور استادِ وقت تھے اور ریاضت وعبادت اور زہد وتقویٰ میں یکتائے زمانہ تھے۔ آخر میں خواجہ نظام الاولیاءؒ کے مرید ہو گئے۔ حضرت سے بڑی عقیدت رکھتے تھے۔ آپ کہتے ہیں کہ ایک وقت میں پانی پت جا رہا تھا کہ راستہ میں ایک شخص کو دیکھا کہ وہ صوفی تھا۔ میرے دل میں ایک طرح کا انکار آیا۔ اس نے کہا اے مولانا! آپ تو ایک ہی مشکل رکھتے ہیں اور مجھے علم میں کئی مشکلات کا سامنا ہے۔ ہر بار میں اس سے کہتا جاتا اور وہ جوابات دیتا جاتا۔ یہاں تک کہ قضا وقدر کا مسئلہ بہترین انداز سے بیان کر کے مجھے مطمئن کر دیا۔ ساری بحث کے

بحضرت خواجہ نظام الاولیا محبت بسیار وخصوصیت بے شمار بود۔ بحدّ یکہ در مدت العمر خود بصوب غیاث پور بود کہ مسکنِ مرشدِ برحق بود۔ گاہے پشت نداد۔ خرقۂ خلافت از خواجہ نظام الاولیا دو بار دریافت۔ چوں باتباعِ ارشاد حضرت خواجہ نظام الاولیا بر ولایت دیو گیر مامور شد۔ درانجا قبولے عظیم یافت۔

آوردہ اند کہ شیخ زین الدین غریو ولایت وطنطنۂ کرامت وفضائلِ اوشنیدہ از شیراز بہ دیو گیر آمد۔ وچوں شیخ را در سماع متوجہ دید۔ متردد گشت۔ شیخ بر خطرۂ او وقوف آوردہ گفت کہ چندیں مسافت بنظرِ ملاقاتِ درویش اختیار کردن و باز بمنزلِ مقصد رسیدہ در حصولِ کار توقف ورزیدن دلیلِ دانش وآگاہی نیست۔ اگر خطرہ یا وسوسہ مانع کار است از واستفسار باید کرد۔ انشاء اللہ تعالیٰ رفع خواہد شد۔ باستماعِ ایں معنی شیخ زین الدین در مجلسِ سماع حاضر شدہ روئے بر زمین نہاد و وجد آغاز کرد۔ وخطرہا کہ مکنونِ خاطرش بودند رفع گشتند۔ چنانچہ بزمرۂ مریدانِ بااعتقاد جائے یافت۔ وبہ ایامِ معدود از کاملانِ وقت گردید۔ واز مریدانِ وے شیخ حسین ملفوظاتِ اوراجمع کردہ بہ ''ہدایت القلوب'' موسوم کرد۔ شیخ فرید الدین وشیخ کمال الدین کاشانی وشیخ رکن الدین از مشاہیر خلفائے شیخ برہان غریب بودہ اند۔ سالِ وفاتِ او ہفت صد وچہل ویک منقول است۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

شیخ شمس الدین یحییٰ

خلیفہ مستند حضرت خواجہ نظام الاولیا است۔ اکثر علماء دین شاگردِ او بودند۔ اصلِ وے از ملکِ اودھ است۔ برائے اکتسابِ علم بہ دہلی آمدہ بود۔ وکمالِ علم بمرتبۂ غایت رسانید۔ از علماءِ عصر کسے را با اومجالِ مقاومت نبود۔ روزے بوسیلہ شیخ صدر الدین بحضرت خواجہ نظام الاولیا باریافت و بمشاہدۂ جمال مبارک زمامِ اختیار و دانش از دست دادہ بشرفِ بیعت و خلافت مشرف شد۔ وفاتِ او در سال ہفت صد وچہل ہفت ۷۴۷ھ منقول

بعد پوچھا آپ کس کے مرید ہیں۔ میں نے کہا سلطان المشائخ خواجہ نظام الاولیاءؒ کا مرید ہوں۔ کہنے لگا شیخ نظام الدینؒ قطب ہیں۔ مولانا موصوف کی قبر حوضِ شمسی کے اوپر احاطۂ قاضی کمال الدین میں واقع ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

خواجہ نقی الدین نوحؒ

آپ خواجہ نظام الاولیاء کے بھانجے کے فرزند تھے۔ حافظِ قرآن تھے۔ خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے اپنے مرض کی حالت میں انھیں اپنے پاس طلب کیا اور خرقۂ خلافت مرحمت فرمایا اور وصیت کی جو کچھ تجھ تک پہنچے اس پر نگاہ رکھ اگر کوئی چیز تیرے پاس نہ ہو تو اس پر نظر مت رکھ، کہ خدا تجھے عطا کرے گا۔ اور کسی کا بُرا نہ چاہ۔ اور ظلم کا بدلہ عطا سے کر۔ اور اس کو تکلیف مت دے کہ درویش اس کی ذلت نہیں کرتا۔ خواجہ نظام الاولیاءؒ کے حینِ حیات، عین جوانی کے عالم میں آپ جوارِ رحمت میں پہنچ گئے۔ رحمۃ اللہ علیہ

خواجہ برہان الدین ہانسویؒ

یہ بات تحقیق شدہ ہے کہ خواجہ جمال الاولیاء شیخ جمال الدین ہانسوی آپ کو بچپن ہی میں چھوڑ کر حق سے جا ملے تھے۔ حضرت خواجہ فرید مسعودؒ نے ان کو اپنے پاس طلب فرمایا اور ان پر بہت مہربانی وعنایت فرمائی اور خلافت نامہ، مصلّٰی اور عصا اس نعمت کے ساتھ جو شیخ جمال الدین نے چھوڑا تھا وہ شیخ برہان الدین کو عطا فرما دیا اور خواجہ نظام الاولیاءؒ کی خدمت میں جانے کی وصیت فرمائی۔ خواجہ برہان الدین ہر سال خواجہ نظام الاولیاءؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر تربیت پاتے اور آپ نے خواجہ نظام الاولیاء کی حیات میں کسی سے بیعت نہ لی۔ رحمۃ اللہ علیہ

شیخ قطب الدین منورؒ

آپ خواجہ برہان الدین ہانسوی کے خلفِ رشید اور حضرت خواجہ نظام الاولیاء کے خلیفۂ اعظم تھے۔ جامعِ کمالات اور مظہر کرامات تھے۔ خلق کے ہجوم میں نہ آتے اور بڑی مدت تک اپنی مرضی سے حجرہ سے باہر نہ آئے۔ امراء کے گھر پر نہ گئے اور توکل وقناعت پر گزر بسر کی۔

نقل ہے کہ ایک وقت سلطان محمد تغلق ہانسی گیا تھا۔ بادشاہ کی خدمت میں رہنے والے

است ۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

خواجہ حسام الدین سوختہ

بن خواجہ فخر الدین بن شیخ الاسلام خواجہ معین الحق والدین قدس سرہ

سوختۂ آتشِ محبت و دوختۂ ناوکِ مودّت بود۔ سینۂ داغدار و دیدۂ اشکبار داشت۔ با سلطان المشائخ نظام الاولیا ہم صحبت بود۔ و بتجرید وتفرید ومحنت و عسرت زندگی می کرد۔ صاحبِ مقامات بزرگ و کرامات سترک بود۔ شب ہا می گریست و بہ درد وغم می زیست۔

آوردہ اند کہ او ہم جمالِ خواجۂ بزرگ معین الاولیا بود۔ وجلوۂ پاکش بندگانِ طریقۂ چشتیہ را از جا می ربود۔ خواجہ نظام الاولیا اورا دوست تر داشتے۔ و بیشتر بر حال واحوالِ او پرداختے۔

نقل است کہ روزے خواجہ حسام الدین را وقتِ خوش بود۔ چوں بر مرقدِ پاک خواجہ معین الاولیا جدامجدِ خود حاضر شد و بہ ذوق وشوقِ تمام در پائیں مرقدِ پاک بوسہ دادن وچشم مالیدن آغاز کرد۔ دراں حال از درونِ مزار فائض الانوار ندا برآمد۔ فرزندِ من ایں ہمہ سوز وگداز ومحبت ومحنت کہ برخود می پسندی موجبِ تفریح وتفتیحِ مشام و باعثِ تسکین وانبساطِ ارواحِ جد و پدرِ تُست۔ بیش ازیں زحمت ومحنت برخود روامدار کہ کارِ تو بانجام رسید۔ وخدائے تو برتو انعام فرمود۔ و بیامرزید۔ چوں از خدمتِ مزار رخصت شد بجہتِ چیرہ دستیِ پیکر پرستاں کہ معترف بودند تابِ مقاومت ومجالِ اقامت اجمیر درخود ندیدہ بہ قصبۂ سانبھر آمد۔ وبعد از چند ایام ازیں کہنہ رباط زندگانی بعالمِ قدس شادی وکامرانی رختِ سفر برداشت۔ وبصوب باختر سوئے برسرراہِ اجمیر مدفون شد۔ سالِ وفات هفت صد و چہل و یک ۷۴۱ھ رقم نمودہ اند۔ تا الآن مرقدِ پاکِ او مرجعِ انام ومطافِ عوام است۔ و از سترگ فیض مزار برکات آثار اینست کہ گاہے امراضِ وبائیہ دراں دیار شنیدہ نمی شود۔

معززین میں ایک نظام الدین بھی تھا جو حضرت شیخؒ کے دولت خانہ سے گزرا تو پوچھا کہ یہ گھر کس کا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ خواجہ نظام الاولیاء کے خلیفہ شیخ قطب الدین منور کا ہے۔ اس نے کہا عجیب بات ہے کہ بادشاہ تو ہانسی میں آئے اور وہ بادشاہ سے ملنے نہ آئیں۔ جب بادشاہ کی خدمت میں پہنچا تو کہنے لگا کہ اس جگہ ایک شیخ ہے جو شیخ نظام الحق والدّین کا خلیفہ ہے اور بادشاہ سے ملنے نہیں آیا۔ سلطان غصہ ہوا۔ اور شیخ حسن برہنہ کو شیخ قطب الدین منور کو بلانے کے لئے بھیجا۔ شیخ حسن آیا اور دہلیز پر بیٹھ گیا۔ شیخ زادہ نورالدین باہر نکلے اور کہا کہ شیخ تم کو اندر بلاتے ہیں۔ شیخ حسن برہنہ خدمت میں آئے اور کہا آپکو سلطان نے طلب کیا ہے۔ فرمایا اس معاملہ میں اختیار میرے ہاتھ میں ہے یا نہیں۔ کہا کہ بہرحال مجھے حکم ہوا ہے کہ آپ کو لے جاؤں۔ فرمایا الحمدللہ میں اپنے اختیار سے نہیں جارہا ہوں۔ اس کے بعد گھر والوں کی طرف رخ کیا اور فرمایا تم سب کو میں خدا کے سپرد کرتا ہوں اور کندھے پر جانماز اور ہاتھ میں عصا لئے روانہ ہو گئے۔ شیخ حسن برہنہ نے سواری کی طرف اشارہ کیا تو فرمایا کہ پیدل چلنے کی قوت رکھتا ہوں۔ جب جدِّ بزرگوار کے مقبرہ کے پاس پہنچے تو اپنے دادا اور والد کی قبروں کے پائین میں گئے اور زیارت کے بعد عرض کی کہ میں گوشہ تنہائی کے باہر اپنے اختیار سے نہیں آیا ہوں۔ مجھے بے اختیار لے جارہے ہیں۔ جب مقبرہ پاک کے باہر آئے تو ایک شخص نے رقم کی تھیلی پیش کی۔ اسے قبول کیا اور گھر والوں کے پاس بھیج دی۔ جب سلطان کی قیامگاہ میں پہنچے تو سلطان چشم پوشی کرتے ہوئے دہلی روانہ ہو گیا اور وہاں حضرت شیخؒ کو اپنے سامنے طلب کیا۔ جب سلطان کو معلوم ہوا کہ شیخ آئے ہیں تو اپنے ہاتھ میں کمان تھام کر اس سے تیر مارنے میں مشغول ہو گیا لیکن جب شیخ کو دیکھا تو طاقت کا اظہار نہ کیا اور تعظیم کے ساتھ پیش آیا اور مصافحہ کیا۔ حضرت شیخ نے اس کے ہاتھ کو اس طرح مضبوطی سے پکڑ لیا کہ ظالم بادشاہ جس نے بعض علماء و مشائخ کو تلوار سے قتل کر دیا تھا آپ کا معتقد ہو گیا اور کہا کہ ہم تمہارے شہر میں آئے اور تم نے کوئی توجہ نہیں کی۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ یہ فقیر، بادشاہوں سے ملاقات کرنے کے لائق نہیں ہے اور ایک گوشہ میں مسلمانوں کے لئے دعا گوئی اور خیر طلبی میں مشغول رہتا ہے لہٰذا معذور رکھا جائے۔ شیخؒ کی تقریر سے بادشاہ نرم دل ہو گیا اور حکم دیا کہ وہی سب کچھ کرنا چاہئے جو شیخ کا مقصود ہے۔ آپ نے فرمایا میرا مقصود فقر اور دادا اور والد کا گوشہ ہے۔ اس کے بعد بادشاہ نے ایک لاکھ تنگہ (اس دور کا سکہ) بھجوایا لیکن آپ نے قبول

شیخ عزیز الدین صوفی

از خلفائے اعظم و مقربانِ معظم حضرت خواجہ نظام الاولیا است۔ مادرش دختر خواجہ فرید مسعود بود۔ کتاب ''تحفۃ الابرار'' از ملفوظات خواجہ نظام الاولیا جمع کردۂ او است۔ روزے کہ او بخدمت خواجہ نظام الاولیا حاضر شد۔ حضرت خواجہ در حالتِ استغراق بود۔ چوں بحال باز آمد۔ پرسید۔ کیستی؟ التماس کرد۔ عزیز۔ فرمودند۔ عزیز خواہی شد۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ وفاتِ او در سال ہفت صد و چہل و یک ۷۴۱ھ ہجری مرقوم است۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

شیخ عثمان اخی سراج

از محبوب ترین دوستان و خلفائے خواجہ نظام الاولیا است۔ آوردہ اند کہ او بارادۂ بیعت سلطان المشائخ آمدہ بود۔ اما از علومِ دینیہ معرفتے نداشت۔ حضرت شیخ با مولانا فخر الدین زراوی فرمود کہ ایں جوان، صورتِ خوب و شمائلِ مرغوب دارد۔ لیکن بجہت بے بہرگی علم، حیف است کہ از دولتِ معرفت محروم است۔ مولانا فخر الدین عرض کرد کہ باندک التفاتِ حضرت ہیچ دشوار نیست۔ بعد مرورِ ایامِ چند از علوم معرفتے بے بہرہ نخواہد ماند۔

چنانچہ مولانا مذکور در تعلیم و تدریسِ آں مساعی جمیلہ کرد۔ و او را در مدتِ شش ماہ بمرتبۂ کمال رسانیدہ بخدمت خواجہ نظام الاولیا حاضر آورد۔ حضرت خواجہ نظام الاولیا از بس خوش وقت و مسرور گشتہ بہ شرفِ بیعت او را مشرف کرد۔ و در اندک زمان خرقۂ خلافت دریافتہ بولایتِ بنگالہ مامور شد۔ بارہا حضرت خواجہ نظام الاولیا می فرمود کہ اخی سراج آئینۂ ہندوستان است۔ وفاتِ او در سال ہفت صد و پنجاہ و ہشت مرقوم است۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

مولانا وجیہہ الدین پائلی

دانشمند متبحر بود و اُستادِ وقت۔ و در ریاضت و عبادت و زہد اتقا یگانۂ روزگار۔ در آخر مرید خواجہ نظام الاولیا گردید۔ و کمال عقیدت بحضرتِ او داشت۔ او می گفت کہ وقتے بہ پانی پت می رفتم۔ در اثنائے راہ شخصے را دیدم

نہیں کیا اور فرمایا کہ فقیر کو جو کی سوکھی روکھی روٹی بس ہے۔ اس کے لئے زرو جواہر کس کام کے ہیں۔ بالآخر تھوڑی سی رقم قبول فرمائی۔ اور اپنے بزرگوں کے مقام پر صرف کر دیا اور فقیروں کو بھی دیا۔ آپ کا مرقد آپ کے جدِ پاک کے قبہ کے اندر ہے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

شیخ نورالدین پسر شیخ قطب الدین منورؒ

آپ نہایت پارسا، پرہیزگار اور صاحبِ حال وقال بزرگ تھے۔ اپنے والدِ بزرگوار سے خرقۂ خلافت پہنا اور ہمیشہ حالتِ استغراق اور عزلت وتنہائی میں زندگی گزاری۔ آپ کا مزار آپ کے جدِّ امجد کے احاطے میں ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

مولانا علی شاہ جاندارؒ

آپ خواجہ نظام الاولیاءؒ کے مریدوں سے ہیں۔ آپ کی تصنیف کردہ ایک کتاب ''خلاصۃ اللطائف'' کے نام سے موسوم ہے۔ آپ نہایت سچے ارادہ اور راسخ عقیدہ کے حامل تھے اور اپنا کام خود بہتر انداز میں کرتے تھے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

مولانا فخرالدین زراویؒ

آپ خواجہ نظام الاولیاء کے خلیفۂ ارجمند تھے۔ حافظِ قران تھے۔ تقویٰ اور پرہیزگاری میں کمال رکھتے تھے۔ کہتے ہیں کہ آپ کو مولانا فخرالدین ہانسوی کی بھی صحبت نصیب ہوئی تھی۔ عقلی ونقلی علوم کے جامع تھے۔ دین کے معاملہ میں بڑے مضبوط تھے۔ آخر میں خواجہ نظام الاولیاءؒ کے مرید ہوئے۔ سر منڈا کر متعلمین میں سے نکلے اور درویشوں کے زمرہ میں شامل ہو گئے۔ مرشدِ برحق کی وفات کے بعد دریائے جمنا کے کنارے اس مقام پر قیام فرمایا اور مشغولِ عبادت ہوئے جو فی الوقت فیروز آباد دہلی کہلاتا ہے پھر خواجہ بزرگ شیخ الاسلام معین الاولیاءؒ کی زیارت کے لئے اجمیر گئے۔ خواجہ نصیر الدین نصیر الاولیاءؒ نے فرمایا کہ ہمیں ایک ماہ میں جو کامیابی ملتی ہے مولانا فخرالدین کو وہ ایک ساعت میں ہاتھ آتی ہے۔ اور اس زمانے میں جبکہ لوگ شہر دیوگیر جا رہے تھے آپ بھی روانہ ہوئے لیکن واپسی کے وقت جس کشتی میں بیٹھے تھے وہ غرق ہوگئی اور مولانا کو شہادت کا درجہ حاصل ہوا۔ رحمۃ اللہ علیہ

سید محمد بن محمود کرمانیؒ

کہ او صوفی بود۔ در دلِ من نوعے انکار آمد۔ او گفت۔ یا مولانا! چیزے مشکل داری۔ و مرا در علم مشکلات مانده بود۔ ہر یکے را باو می گفتم۔ و او جواب ہا موجہ می گفت۔ تا آنکہ مسئلۂ قضا و قدر بہ اسلوبِ خوب گفتہ مرا مطمئن کرد۔ و بعد از اتمامِ بحث پرسید۔ تو مریدِ کیستی؟ گفتم از سلطان المشائخ خواجہ نظام الاولیا۔ گفت شیخ نظام الدین قطب است۔ قبر مولانا مذکور بر سرِ حوضِ شمسی در حظیرہ قاضی کمال الدین است۔ رحمۃ اللہ علیہ

خواجہ تقی الدین نوح

پسر خواہر زادۂ خواجہ نظام الاولیا است۔ حافظ قرآن بود۔ خواجہ نظام الدین و اولیا در حالتِ مرض پیشِ خود طلبیدہ خرقہ و خلافت مرحمت فرمود۔ و وصیت کرد کہ ہر چہ بتو رسد نگاہداری۔ اگر چیزے بر تو نباشد بر آں نگران نباشی کہ خدا ترا خواہد داد۔ و ہیچ یکے را بد نخواہی۔ و جفا را بعطا بدل کنی۔ و او را ایذا نہ ستانی کہ درویش او را خوار نباشد۔ او در حالتِ حیات خواجہ نظام الاولیا در عینِ شباب برحمتِ حق پیوست۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

خواجہ برہان الدین ہانسوی

متحقق است کہ خواجہ جمال الاولیا شیخ جمال الدین ہانسوی او را در طفلگی گزاشتہ برحمتِ حق پیوستہ بود۔ حضرت خواجہ فرید مسعود او را پیشِ خود طلبید و بسیار لطف و عنایت کرد۔ و خلافت نامہ و مصلا و عصا [illegible] کہ بنام شیخ جمال الدین رواں کردہ بود بہ شیخ برہان الدین عطا فرمود۔ و بخدمت خواجہ نظام الاولیا وصیت فرمود۔ خواجہ برہان الدین ہر سال بخدمت خواجہ نظام الاولیا آمدے۔ و تربیت یافتے۔ تا زمانِ حیات خواجہ نظام الاولیا کسے را بہ بیعت قبول نہ فرمود۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

شیخ قطب الدین منور

خلف الرشید خواجہ برہان الدین ہانسوی ست۔ و خلیفۂ اعظم حضرت خواجہ نظام

آپ پہلے تجارت کے لئے کرمان سے لاہور آئے۔ جب خواجہ فرید مسعودؒ سے ملاقات ہوئی آپس میں راہ ورسم محبت پیدا کی اور قصبہ اجودھن میں قیام کیا اور مرید ہو گئے۔ خواجہ فریدؒ کی رحلت کے بعد آپ نے خواجہ نظام الاولیاءؒ کی خدمت میں رہ کر مکمل تربیت پائی اور خلافت سے مشرف و مشہور ہو کر کشمیر کی طرف روانہ ہوئے اور اسی جگہ وفات پائی اور مدفون ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہ

سید محمد بن مبارک کرمانیؒ

آپ کتاب ''سیر الاولیاء'' کے مرتب ہیں اور یہ کتاب مشائخ چشتیہ کے حالات پر مشتمل ہے۔ آپ کو خواجہ نظام الدین اولیاءؒ سے بیعت کا شرف حاصل تھا۔ حضرت کی مجلس میں حاضر ہو کر فیضیاب ہوئے تھے۔ اس کے بعد خواجہ نصیر الدینؒ سے تربیت پائی۔ آپکے والد و چچا صاحبان حضرت خواجہ نصیر الدین کے نزدیک رہے ہیں۔ آپ نے اکثر واقعات جو اپنی کتاب میں نقل کئے ہیں، وہ اپنے آبائے کرام کی تصدیق سے تحریر کئے ہیں رحمۃ اللہ علیہ

خواجہ نصیر الحق والدین قدس سرہٗ

قدوۃ الاولیاء، اسوۃ الاصفیاء خواجہ نصیر الحق والدین قدس سرہٗ العزیز حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کے خلیفہ تھے۔ آپ انوارِ الٰہی کے مظہر اور بے انتہا برکات کے مرکز تھے۔ زہد و ورع اور فضائل و تقویٰ سے متصف تھے۔ اہلِ اسلام کے مرجع اور عوام کے ملجاء تھے۔ نیز اہلِ یقین اور اصحابِ طریقت کی رشد و ہدایت میں ہمیشہ مشغول رہتے تھے۔ شریعت کے احکام پر سختی سے پابند تھے۔ دستک پر سماع سنتے تھے۔

ایک روز برادرانِ طریقت نے مزامیر کے ساتھ سماع کی محفل منعقد کی آپ انکے درمیان سے اٹھ کر چلے آئے۔ لوگوں نے کہا۔ پیروں کی سنت چھوڑتے ہو؟ فرمایا یہ ہمارے لئے حجت نہیں ہے۔

نقل ہے کہ ایک شریر قلندر آپ کے حجرہ میں اس وقت داخل ہوا جبکہ آپ عین مراقبہ میں تھے اور اس نے آپ کے جسمِ پاک پر گیارہ چاقو کی ضرب لگائیں لیکن اتنی شدت اور جراحت کے باوجود خواجہ صاحب کی محویت اور استغراق میں کوئی خلل واقع نہیں ہوا۔ جب حجرہ کے ایک

الاولیا است۔ جامعِ کمالات و مظہرِ کرامات بود۔ سر غوغائے خلق نداشت۔ و در مدت العمر از حجرہ باختیارِ خود بیرون نہ آمد۔ و بخانہ امرا نرفت و بتوکل وقناعت گزرانید۔

نقل است کہ وقتے سلطان محمد تغلق بہ ہانسی رفتہ بود۔ نظام الدین کہ یکے از عمائدِ خدمتِ بادشاہ بود از نزدیک خانہ حضرت شیخ بگذشت۔ پرسید کہ خانہ از کدام است؟ گفتند۔ شیخ قطب الدین منور خلیفہ خواجہ نظام الاولیا۔ گفت کہ عجب است کہ بادشاہ بہ ہانسی بیاید۔ و او بدیدنِ بادشاہ نہ آید۔ چوں بخدمت سلطان رسید۔ گفت کہ اینجا شیخے است از خلفائے شیخ نظام الحق والدین کہ بدیدنِ بادشاہ نہ آمدہ است۔ سلطان درغضب شد۔ و شیخ حسن برہنہ را بطلب شیخ قطب الدین منور فرستاد۔ شیخ حسن آمد و در دہلیز بنشست۔ شیخ زادہ نور الدین بیرون آمد و گفت کہ بندگی شیخ شمارا می طلبد۔ شیخ حسن برہنہ پیش آمد وگفت۔ شمارا سلطان طلبیدہ است۔ فرمود کہ دریں باب اختیار بدستِ من ہست یا نہ۔ گفت خیر مرا فرمان است کہ شمارا ببرم۔ فرمود۔ الحمد للہ باختیارِ خود نمی روم۔ بعدہٗ روئے بسوئے اہلِ خانہ کرد و فرمود۔ بخدا سپردم۔ و مصلا بر کتف وعصا در دست گرفتہ راہی شد۔ شیخ حسن برہنہ بہ سواری اشارت کرد۔ فرمود قوت پیادہ رفتن دارم۔ چوں متصل حظیرۂ جد بزرگوار رسید۔ پایان قبر جد و پدر رفت۔ و بعد زیارت عرض داشت کرد کہ باختیارِ خود از کلبۂ عزلت بیرون نہ آمدہ ام۔ مرا بے اختیار می برند۔ چوں از حظیرہ پاک بیرون آمد۔ شخصے صرۂ زر پیشِ او آورد۔ قبول کرد۔ با[illegible] 15-1-2013۔ چوں بدائرۂ سلطان رسید۔ سلطان اغماض کردہ بدہلی روان شد۔ و آنجا حضرت شیخ را پیشِ خود طلبید۔ و چوں سلطان دانست کہ شیخ می آید۔ بایستا دو کمان در دستِ وے گرفتہ بہ گز انداختن و ہدف زدن مشغول شد۔ اما چوں شیخ را دید۔ طاقت نہ آورد و بتعظیم پیش آمد۔ مصافحہ کرد۔ حضرت شیخ چناں دستِ او محکم گرفت کہ آنچناں بادشاہِ ستم گر کہ چندین علماء و مشائخ را تہ تیغِ ستم آوردہ بود۔ معتقد گشت۔ وگفت کہ مادر

سوراخ سے خون کے قطرے باہر نکلے تو آستانہ کے خادمین اندر آئے اور دیکھا کہ خواجہ نصیرالاولیاء نہایت زخمی اور اضطراب و اضطرار کی حالت میں ہیں۔ لوگ قلندر کو زنجیر میں کس کر لے آئے۔ حضرت نصیرالاولیاء نے اپنے اخلاقِ حسنہ کا مظاہرہ کرتے ہوئے جزا اور سزا سے اس کو معاف کر دیا اور بیس تنگہ سرخ (اشرفی) کا اس کو انعام عطا فرمایا۔ اور شیخ بدرالدین اور شیخ زین الدین کو اس پر پوری تاکید کر دی کہ اس کے بعد قلندر کو کوئی تکلیف نہ پہنچائیں۔

نقل ہے کہ سلطان محمد تغلق کو حضرت خواجہ سے بے حد دشمنی تھی جس کی وجہ سے وہ حضرت عالی کو ایذا پہنچایا کرتا تھا۔ کئی سفر میں اپنے ساتھ لے گیا۔

کہتے ہیں کہ ایک بار اس نے آپکو اپنا لباس تبدیل کرانے والا بنا دیا تھا۔ ایک دن سلطان محمد تغلق نے سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا بھجوایا۔ اور کھانا بھجوانے کی وجہ صرف تکلیف دینا تھا۔ یعنی اگر انکار کر دیں اور کھانا نہ کھائیں تو اسی بات کو ایذا کا سبب بنا دے اور اگر کھائیں تو غیر شرعی کام کرنے کا الزام لگا دے۔ حضرت خواجہ نصیرالاولیاء نے کچھ نہ کہا اور زرین پیالے سے کھانے کو اپنے ہاتھوں میں لیا اور کھا لیا۔ بداندیشوں کو بڑی ناامیدی اور ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ آپ کے مشہور بزرگ خلفاء کے ناموں کی تفصیل درج ذیل ہے۔

تفصیل خلفاء

خواجہ کمال الدین علامہ۔ میر خواجہ سید محمد گیسودراز۔ میر سید محمد جعفر المکی الحسنی۔ ملک زادہ احمد۔ مولانا معین الدین۔ خواجہ معین الدین خرد نبیرہ خواجہ بزرگ معین الاولیا۔ سید علاء الدین۔ شیخ یوسف۔ محمد وجیہہ ادیب۔ سید علاء الدین کنتوری۔ قاضی محمد ساوی۔ شیخ سلیمان ردولی۔ شیخ محمد متوکل کنتوری۔ شیخ دانیال۔ شیخ قوام الدین۔ قاضی عبدالمقتدر۔ مولانا خواجگی۔ مولانا احمد تھانیسری۔ شیخ زین الدین۔ شیخ صدرالدین۔ شیخ سعداللہ رحمہم اللہ۔

خواجہ کمال الدین علامہؒ

آپ صاحبِ علم اور اہلِ کمال تھے۔ اور علم کی زیادتی کی وجہ سے علامہ کے لقب سے مشہور ہوئے۔ ہمیشہ اللہ کی عبادت اور مخلوق کی ہدایت میں مشغول رہتے۔ کئی علمائے دین

شہرِ شما رسیدیم و التفات نفرمودید۔ حضرت شیخ فرمود کہ فقیر لایقِ ملاقاتِ بادشاہان نیست۔ در گوشہ بدعا گوئی و خیر طلبی کافہ اہلِ اسلام مشغول می باشد۔ معذورمی باید داشت۔ سلطان از تقریرِ شیخ نرم دل شد۔ وحکم داد کہ انچنان باید کرد کہ مقصودِ شیخ است۔ فرمود۔ مقصودِ من فقر است۔ و کنجِ جد و پدر۔ بعدہٗ بادشاہ یک لک تنگہ فرستاد۔ قبول نکرد۔ و فرمود۔ فقیر را نانِ جوین باید۔ و زر و جواہر بچہ کار آید۔ بالآخر زرِ قلیل قبول فرمود۔ و در مقامِ پیرانِ خود صرف نمود۔ و نیز بفقیراں داد۔ مرقدِ او در قبۂ جدِ پاکِ اواست۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

شیخ نورالدین پسر شیخ قطب الدین منور

از بس مولع ومتورع وصاحبِ حال وقال بود۔ وخرقۂ خلافت از پدرِ عالی قدر پوشیدہ ومدام دراستغراق وعزلت ووحدت گزرانید۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ مرقدِ او درحظیرہ پاکِ جدّ اواست۔

مولانا علی شاہ جاندار

از مریدانِ خواجہ نظام الاولیا است۔ اورا کتابیست موسوم بہ ''خلاصۃ اللطائف''۔ و او بسیار صادق الارادہ و واثق العقیدہ بود۔ کارِ خود بوجہِ احسن بجائے خود رسانید۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

مولانا فخرالدین زرادی

1551-2015

خلیفۂ ارجمند خواجہ نظام الاولیا است۔ حافظِ کلامِ ربانی بود۔ بکمال تقویٰ و تورع آراستہ۔ گویند اورا با مولانا فخرالدین ہانسوی صحبت بود۔ جامعِ علمِ عقلی و نقلی۔ وودرامرِ دین صلابتے داشت۔ عاقبت کار مرید خواجہ نظام الاولیا شد۔ ومحلوق گشت۔ و از میانِ متعلمان برآمد۔ و در زمرۂ درویشان قرار گرفت۔ وبعد وفات مرشدِ برحق بر کنار آبِ جمن درآں مقام کہ الحال فیروزآباد دہلی است۔ مشغول

اور اربابِ یقین آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر بے حد فیضیاب ہوئے۔ خواجہ نصیرالاولیاء سے آپ کی خلافت تحقیق شدہ ہے۔ خلافت کا شرف حاصل کرنے کے بعد احمد آباد آئے اور اپنے ارشادات کے ذریعہ فقر وفنا کی راہ سے بھٹکے ہوئے کئی لوگوں کی رہنمائی کی۔ پھر کچھ عرصہ بعد دہلی تشریف لائے اور ہدایت وارشاد کی جانب توجہ فرمائی۔ آپ کا وصالِ مبارک سات سو چھپن ۷۵۶ ھ ہجری بیان کیا جاتا ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

خواجہ میر سید محمد گیسودرازؒ

آپ خواجہ نصیرالدین نصیرالاولیاء کے مستند خلیفہ تھے۔ عاشقانِ سوز وگداز اور اربابِ راز و نیاز کے سردار تھے۔ اور ریاضت ومجاہدہ میں بڑا کمال رکھتے تھے اور کئی طالبانِ حق کو منزلِ مقصود پر پہنچایا۔ رفیع شان اور وقیع مرتبہ رکھتے تھے۔ خواجہ نصیرالاولیاء کی وفات کے بعد ملکِ دکن کی طرف روانہ ہوئے اور بڑی مقبولیت حاصل کی۔ اور آپ کا سلسلہ تمام دکن کے علاقہ میں پھیل گیا اور آپ کا پیارا لقب گیسودراز اس لئے مشہور ہوا کہ خواجہ نصیرالاولیاء کو مریدین پالکی میں بٹھائے اپنے کاندھوں پر لے جا رہے تھے۔ سید محمد گیسودراز بھی انہیں اٹھانے والوں میں سے تھے۔ آپ کے گھنگرالے بالوں کی لٹ لمبائی کی وجہ سے پالکی کے پائے میں الجھ گئی۔ لیکن سید محمد نے ادب کا لحاظ کرتے ہوئے سکوت وتحمل اختیار کیا اور اسی تکلیف میں کافی راستہ طے کیا۔ یہاں تک کہ کچھ بال نکل گئے جس کی تکلیف کے آثار ان کے چہرہ پر نظر آنے لگے۔ جب حضرت نصیرالاولیاء اس بات سے واقف ہوئے تو افسوس ظاہر کیا اور میر سید محمد کے حسنِ عقیدت پر ان الفاظ میں تحسین وآفرین فرمائی۔

ہر کہ مریدِ سیدِ گیسودراز شد والله خلاف نیست کہ او عشق باز شد
یعنی جو کوئی سید گیسودراز کا مرید ہوا خدا کی قسم وہ بیشک عشق باز ہوا

شیخ محمد چشتی نے آپ کے ملفوظات کو جمع کر کے اس کو جوامع الکلم کے نام سے موسوم کیا ہے۔ آپ کی تاریخِ وفات ۸۲۵ھ ہجری بتائی جاتی ہے۔ آپ کا روضۂ پاک دکن کے علاقہ میں

شد۔ وہم بہ زیارت خواجہ بزرگ شیخ الاسلام معین الاولیا باجمیر رفت۔ خواجہ نصیر الدین نصیر الاولیا فرمود کہ آنچہ مارا در یک ماہ فتحیاب شدے مولانا فخر الدین را در یک ساعت بدست آمد۔ و در آں زمان کہ مردم شہر را بدیوگیر بروند او ہم برفت۔ و ہنگامِ بازگشت در کشتی نشستہ بود غرق شد۔ و مولانا بمرتبۂ شہادت رسید۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

سید محمد بن محمود کرمانی

اول بکارِ تجارت از کرمان بہ لاہور آمدہ چوں بخواجہ فرید مسعود ملاقی شد راہ و رسمِ محبت درمیان آوردہ در قصبۂ اجودھن قیام کرد و مرید شد و بعد از رحلت حضرت خواجہ فرید بخدمت خواجہ نظام الاولیا تربیتِ کلی یافت۔ و بفخرِ خلافت مشہور و مذکور گشتہ بصوبِ کشمیر روانہ شد۔ و ہم در انجا وفات یافت۔ و مدفون شد۔ رحمۃ اللہ علیہ

سید محمد بن مبارک کرمانی

جامع کتاب سیر الاولیا است۔ و آں کتابیست مشتمل بر احوالِ مشائخِ چشتیہ ۔ او را در زمانِ مبارک شرفِ بیعت خواجہ نظام الاولیا بدست آمد۔ و حاضرِ مجلسہا بودہ فیضہا ربود۔ و بعدہٗ از حضرت خواجہ نصیر الاولیا تربیت یافت۔ پدر و اعمام و اجدادِ او از نزدیکانِ خواجہ نصیر الاولیا بودہ اند۔ و اکثر از انچہ در آں کتاب نقل کردہ بتصدیق آبائے کرام خود کردہ۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

خواجہ نصیر الحق والدین قدس سرہ

قدوۃ الاولیا، اسوۃ الاصفیا، نصیر الاولیا خواجہ نصیر الحق و الدین قدس سرہ العزیز خلیفہ حضرت خواجہ نظام الاولیا است۔ مظہرِ انوارِ الٰہی و مہبطِ برکاتِ نا متناہی بود۔ و بزہد و ورع و فضائل و تقویٰ موصوف۔ مرجعِ کافہ اہلِ اسلام و ملجائے انام در ہدایت اہلِ یقین و اصحابِ طریقت و صفوت مدام اشتغال داشت۔ بر حکمِ شرع بسیار صلابتے بکار می برد۔ سماع بر دستک می شنید۔

قصبۂ گلبرگہ کے اندر واقع ہے جو عقیدتمندوں کا مرکز بنا ہوا ہے اور اب تک آپ کی اولادِ پاک آپ کے منصب مشیخت پر فائز ہے اور رشد وہدایت کا سلسلہ جاری ہے۔

خواجہ سید معین الدین خردؒ

آپ خواجۂ بزرگ خواجہ معین الاولیاءؒ کے حقیقی فرزند زادے ہیں۔ خواجہ بزرگ کی نسبت سے آپ کو خرد کہتے ہیں اور یہی تعریف آپ کے لئے کافی ہے۔ بے حد عابد ومجاہد تھے۔ مقاماتِ عالیہ اور کراماتِ زکیہ پر فائز تھے اور کسی واسطے کے بغیر راست حضرت خواجۂ بزرگ معین الاولیاءؒ کی روحانیت سے استفادہ کیا کرتے تھے۔ بالآخر اپنے جدِ پاک کے اشارہ پر خواجہ نصیرالدین نصیرالاولیاءؒ سے بیعت کا شرف حاصل کیا اور خرقۂ خلافت بھی پایا۔ آپ کی تاریخِ وصال سات سو اکسٹھ ۷۶۱ھ ہجری منقول ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ کا مزارِ اطہر حضرت خواجہ بزرگ معین الاولیاء کے پائین میں واقع سنگِ مرمر کے احاطہ میں ہے۔

شیخ صدرالدین حکیمؒ

آپ خواجہ نصیرالاولیاءؒ کے خلیفہ تھے۔ خواجہ سلطان المشائخ نے آپ کو خواجہ نصیرالاولیاء کے سپرد فرمایا تھا۔ آپ کی بہت سی تصانیف یادگار ہیں۔ زمیں سے خزانہ برآمد ہوا تو آپ نے سب خدا کی راہ اور بندگانِ خدا کی خدمت میں صرف فرمادیا۔ ۷۵۹ھ ہجری میں آپ نے وفات پائی۔ رحمۃ اللہ علیہ

سید محمد بن سید مبارک کرمانیؒ

آپ خواجہ نصیرالاولیاءؒ کے خلیفہ اور مقربِ خاص تھے اور حضرت نظام الاولیاءؒ کی روحانیت کے ساتھ قوی نسبت رکھتے تھے۔ مشائخِ چشتیہ کے حالات پر مشتمل ایک کتاب ترتیب دی اور "سیر الاولیاء" کے نام سے موسوم کیا۔ ۷۷۰ھ ہجری میں آپ نے سفرِ آخرت اختیار کیا۔ مولف نے سید محمد بن سید مبارک کا ذکر شریف احتیاطاً خواجہ نظام الاولیاء کے مریدین میں بھی لکھا ہے۔

رحمۃ اللہ علیہ

شیخ یوسف چشتیؒ

روزے برادرانِ طریقت مجلسِ سماع بمزامیر بنیاد کردند۔ او ازاں میاں برخاست۔ گفتند سنتِ پیراں ترک می دہی۔ فرمود۔ برائے ماحجت نیست۔

آوردہ اند کہ قلندرے تبہ کار در عین مراقبہ درونِ حجرہ درآمد و یازدہ ضربِ کارد بر جسمِ پاکش بزد۔ اما با اینہمہ شدائد و جراحت در حالتِ سکر و استغراقِ خواجہ خللے واقع نشد۔ و بحالِ خود مشغول ماند۔ چوں از سوراخِ حجرہ سرشکِ خون بیرون تراوید۔ خدامِ آستانہ درون آمدند۔ و خواجہ نصیر الاولیا را مجروح دیدہ در حالتِ اضطراب و اضطرار تجسس بسیار کردہ قلندر را پا بزنجیر نمودہ حاضر آوردند۔ اما حضرت نصیر الاولیا بتقاضائے خُلقِ حسن از تردد جزا و سزا درگزشتہ۔ بست تنگہ سرخ باو انعام فرمود۔ و بہ شیخ بدر الدین و شیخ زین الدین قدغنِ بلیغ کرد کہ بعد ازیں آزارِ قلندر روا ندارند۔

آوردہ اند کہ سلطان محمد تغلق با حضرت خواجہ بمرتبہ غایت خصومت کرد۔ و با ایں ہمہ علوِ رتبت ایذا رسانیدے و در سفر ہا ہمراہِ خود گردانیدے۔

گویند کہ وقتے اورا جامہ دار خود گردانیدہ بود۔ روزے سلطان محمد تغلق طعام فرستاد و در آوند ہائے زر و نقرہ۔ و باعثِ فرستادنِ طعام جُز ایذا نبود۔ یعنی اگر اِبا آورد و طعام نخورد۔ ہمیں سخن را مادۂ ایذا سازد۔ و اگر بخورد الزامِ نامشروع کردن درمیان آرد۔ حضرت خواجہ نصیر الاولیا ہیچ نگفت۔ و لختے طعام از کاسۂ زرین در دستِ خود گرفتہ بخورد۔ بداندیشاں خائب و خاسر ماندند۔ تفصیل اسمائے خلفائے بزرگ کہ معلوم شد اینست۔ 15-1-2013

تفصیل خلفا

خواجہ کمال الدین علامہ، میر خواجہ سید محمد گیسو دراز، میر سید محمد جعفر المکی الحسنی، ملک زادہ احمد، مولانا معین الدین، خواجہ معین الدین خرد نبیرہ خواجہ بزرگ معین الاولیا، سید علاء الدین، شیخ یوسف، محمد وجیہہ ادیب، سید علاء الدین کنتوری، قاضی محمد ساوی، شیخ سلیمان ردولی، شیخ محمد متوکل کشوری، شیخ دانیال، شیخ قوام الدین، قاضی عبد

آپ خواجہ نصیرالاولیا کے خلیفۂ اعظم تھے۔ علومِ تفسیر و حدیث کے ماہر تھے اور ''تحفۃ النصائح'' کے نام سے ایک کتاب بھی لکھی ہے جو بیحد نفع بخش اور بہتر ہے۔ ۷۴۱ھ ہجری میں وفات پائی۔ رحمۃ اللہ علیہ

شیخ عبدالمقتدرؒ

آپ خواجہ نصیرالاولیاء کے مشہور خلفا سے تھے۔ بڑے دانشمند واقع ہوئے تھے اور صاحبِ باطن، کامل واکمل درویش تھے۔ ان کو فقرا اور طریقۂ فقر سے پہلے انکار تھا پھر درمیان میں خواجہ نصیرالاولیاء کی صحبت اختیار کی اور آخر میں طریقۂ عالیہ چشتیہ کے برگزیدہ بزرگوں میں شامل ہوئے۔ قاضی شہاب الدین جو ایک متبحر عالم تھے۔ آپ ہی کے خرمنِ فیض کی خوشہ چینی کرنے والوں میں سے تھے۔ بتاریخ ۸ محرم ۷۹۱ھ ہجری وفات پائی۔ رحمۃ اللہ علیہ

قاضی ساوی چشتیؒ

آپ عالم فقیہ اور درویشِ کامل تھے۔ بڑے تقویٰ شعار اور پرہیزگار واقع ہوئے تھے۔ خواجہ نصیرالاولیاءؒ کے خلیفہ تھے اور آپ کی توجہ سے ایک خلق کو خدارسی کی منزل نصیب ہوئی۔ چنانچہ شیخ اختیارالدین آپ کے خلیفہ ہوئے۔ آپ کا سال وفات ۷۸۹ھ ہجری بتایا جاتا ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

شیخ سعداللہ کیسہ دار

آپ خواجہ نصیرالاولیاء کے خلیفہ ہیں اور شیخِ متوکل سے اجازت و خلافت پائی تھی۔ صاحب ''معارج الولایت'' نے لکھا ہے کہ خضر علیہ السلام نے انہیں ایک تھیلی دی تھی اور وہ جو کچھ چاہتے تھے اس تھیلی سے پا لیتے تھے۔ اسی وجہ سے آپ کیسہ دار مشہور ہوئے اور شیخ جہانگیر سمنانی سے بھی آپ نے خرقۂ خلافت پایا تھا ۸۰۶ھ ہجری میں وفات پائی۔ رحمۃ اللہ علیہ

شیخ دانیال چشتیؒ

آپ حضرت خواجہ نصیرالاولیاء کے خلفاء سے تھے۔ آپ کا نسب شریف حضرت عباس بن علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ تک جا پہنچتا ہے اور ہندوستان میں آپ کی تشریف آوری کی وجہ یہ ہے کہ

المقتدر، مولانا خواجگی، مولانا احمد تھانیسری، شیخ زین الدین، شیخ صدر الدین، شیخ سعد اللہ۔

خواجہ کمال الدین علامہ

صاحبِ علم و اہلِ کمال بود۔ و بجہت وفورِ علم بہ لقب علامہ مشہور گشت۔ مدام بعبادتِ حق و ہدایتِ خلق مشغول۔ جمعے از عالمانِ دین و اربابِ یقین بحضرتِ وے استفادہ می کردند و فیضہا می ربودند۔ خلافتِ او بخواجہ نصیر الاولیا متحقق است۔ بعد تشریفِ خلافت بصوبِ احمد آباد رجوع کرد۔ و بہ فوائدِ عظیم و ارشادِ سلیم گم گشتگانِ منزلِ فقر و فنا راہنمونی فرمود۔ و بعد از دیر بدہلی تشریف آورد۔ و بہ ہدایت و ارشاد توجہ فرمود۔ وصالِ آں برگزیدۂ ایزدِ متعال در سال ہفت صد و پنجاہ و شش ۷۵۶ھ مذکور است۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

خواجہ میر سید محمد گیسو دراز

خلیفۂ مستند خواجہ نصیر الدین نصیر الاولیا است۔ سرخیلِ عاشقانِ با سوز و گداز و اربابِ راز و نیاز بود۔ و در ریاضت و مجاہدت غلوءِ تمام داشت۔ و بسیار طالبانِ حق را بمقام و مرامِ خود رسانید۔ بہ شانِ رفیع و مرتبۂ وقیع داشت۔ بعد وفات خواجہ نصیر الاولیا بہ دیارِ دکن رفت۔ و قبولے عظیم یافت۔ و سلسلۂ وے در تمام دیارِ دکن شائع شد۔ و شہرتِ آں برگزیدۂ آفریدگار بہ لقب گیسو دراز ایں جہت است کہ مریدانِ خواجہ نصیر الاولیا چوڈولِ وے بر دوش می بردند۔ میر سید محمد گیسو دراز ہم ہمدوش بود۔ و جعد گیسوے او بسبب طوالت در پایۂ چوڈول در آویختند۔ اما میر سید محمد بپاسِ ادب سکوت و تحمل کرد۔ و بہماں اذیت راہِ دراز طے کرد۔ تا آنکہ موئے سر شکست خوردند۔ و انواعِ عقوبت بروے روئے کشاد۔ اما چوں خواجہ نصیر الاولیا بر ایں حال مطلع شد۔ تاسف خورد۔ و بر حسنِ عقیدت میر سید محمد تحسین و آفرین فرمود۔ و گفت۔

آپ کے والدِ بزرگوار نے بھائیوں سے اختلاف کے باعث ترکِ وطن اختیار کیا تھا۔ شیخ دانیال کی ولادت ملکِ ہند میں ہی واقع ہوئی۔ آپ نے قاضی عبدالکریم کے پاس تعلیم حاصل کی اور انھیں قاضی صاحب کی لڑکی سے آپ کا عقد ہوا۔ اور وہاں سے دہلی آ پہنچے اور شرفِ بیعت وخلافت حاصل کیا۔ ظاہری و باطنی علوم میں کمال حاصل کیا اور اس کے بعد حضرت خواجہ نصیرالاولیاء سے رخصت چاہی اور لکھنو کے مشرقی علاقہ کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں ڈاکوؤں سے سابقہ پڑا اور جملہ مال ودولت جو قاضی عبدالکریم نے اپنی بیٹی کی رخصتی میں دیا تھا وہ سب انھوں نے لوٹ لیا۔ اور شیخ دانیال کو شہید کر کے انھوں نے شیخ کے اہل وعیال کو تکلیف دینے کا ارادہ کیا تھا کہ اچانک حضرت شیخ کے جسم سے ایک خطرناک آواز سنائی دی اور سب ڈاکو اندھے ہو گئے اور لوٹ مار سے عاجز آ گئے یہاں تک کہ فوج کی ایک جماعت وہاں پہنچی اور ان سب کو گرفتار کر کے حاکم کے پاس لے گئی اور شیخ کے خادمین آپ کا جنازہ اپنے کاندھوں پر لئے موضع ستر گہ میں لائے اور وہیں دفن کر دیا۔ آپ کا سال شہادت ۷۴۸ھ ہجری ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

مولانا خواجگی چشتی

آپ خواجہ نصیرالاولیاء کے خلفائے اعظم اور محبانِ خاص میں سے تھے۔ صاحبِ ''اخبار الاخیار'' نے لکھا ہے کہ مولانا خواجگی نے جس زمانے میں مولانا معین الدین کی خدمت میں رہ کر علوم ظاہری حاصل کئے اسی زمانے میں حضرت خواجہ نصیرالاولیاء سے فیضِ باطنی حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوئے۔ مولانا معین الدین عمرانی نے ان کو خواجہ نصیرالاولیاء کی صحبت سے منع کیا۔ اتفاق سے مولانا معین کو کھانسی اور دمہ کا عارضہ لاحق ہوا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ چارہ گر سب علاج سے مایوس ہو گئے اور مولانا معین خود اپنی زندگی سے ناامید ہو گئے۔

ایک روز مولانا خواجگی نے کہا کہ دوا کا وقت نہ رہا۔ اللہ والوں سے استمداد کے ساتھ دعا کریں۔ اس زمانہ میں حضرت خواجہ نصیرالاولیا قاضی الحاجات اور مجیب الدعوات کی بارگاہ میں برگزیدہ ہیں اگر آپ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر عذر اور التجا کریں تو شاید کہ مراد برآئے اور مدعا حاصل ہو۔ یہ سنتے ہی مولانا معین الدین حضرت خواجہ نصیرالاولیا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور

ہر کہ مرید سید گیسو دراز شد
واللہ خلاف نیست کہ او عشق باز شد

شیخ محمد چشتی از ملفوظاتِ وے جمع کردہ بجوامع الکلم موسوم کردہ است۔ تاریخِ وفات در سال ہشت صد و بست و پنج ۸۲۵ھ منقول است۔ حظیرۂ پاکش در قصبۂ گلبرگہ نواحِ دکن مرجعِ مستمنداں است۔ و تا الآن از اولادِ پاک نہادِ او منصبِ مشیخت وارشاد برقرار است۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

خواجہ معین الدین خُرد

نبیرۂ برحق خواجہ بزرگ معین الاولیا است۔ وے راخُرد بہ نسبت خواجہ بزرگ می گفتند۔ وایں منقبت بس است۔ از بس عابد و مجاہد، صاحبِ مقاماتِ علیہ وکراماتِ زکیہ بود۔ و بے واسطہ کسے از روحانیتِ حضرت خواجہ بزرگ معین الاولیا استفادہ می کرد۔ بالآخر باشارتِ جدِ پاک بشرفِ بیعتِ خواجہ نصیر الدین نصیر الاولیا مشرف گشت وخرقۂ خلافت ہم دریافت۔ تاریخِ وصالِ آں صدر الصدور صف اصحابِ قرب در سال ہفت صد و شصت و یک ۷۶۱ھ منقول است۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ مرقدِ مطہرِ او پائیں روضہ حضرت خواجہ بزرگ معین الاولیا درحجرِ سنگِ سفید واقع است۔

شیخ صدر الدین حکیم

خلیفہ خواجہ نصیر الاولیا است۔ خواجہ سلطان المشائخ اورا بہ خواجہ نصیر الاولیا سپردہ بود۔ از او تصانیفِ خوب یادگار است زمین براو پیدا شدہ بود۔ ہمہ براہِ خدا و مردانِ خدا صرف نمود۔ و در سال ہفت صد و پنجاہ و نہ ۷۵۹ھ ہجری وفات یافت۔

سید محمد بن سید مبارک کرمانی

خلیفہ ومقربِ خدمت خواجہ نصیر الاولیا است۔ و با روحانیتِ حضرت نظام الاولیا رابطۂ قوی داشت۔ کتابے در بابِ احوالِ مشائخِ چشتیہ جمع نمودہ است موسوم "سیر الاولیا"

خواجہ نصیرالاولیا نے انکی آمد کی اطلاع ملتے ہی خانقاہ کے باہر استقبال کے لئے زحمت فرمائی اور خانقاہ کے اندر اونچی جگہ بٹھایا اور وہی دہی اور چاول جو اس بیماری میں منع ہوتا ہے انہیں پیش فرمایا اور انہیں کھانے کے لئے ہدایت دی۔ مولانا نے بڑی کراہت کے ساتھ چند لقمے کھائے۔ ایک گھڑی بھی نہ گذری تھی کہ قے ہونی شروع ہوئی۔ اور تمام مواد اور کثیف مادہ خارج ہو گیا۔ مولانا معین الدین خوش حال ہو گئے اور صحتِ کلی پائی۔ آپ کا سالِ وفات ۸۱۹ھ ہجری بتایا جاتا ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

شیخ احمد تھانیسریؒ

آپ خواجہ نصیرالاولیاؒ کے خلیفہ تھے۔ جس زمانہ میں امیر تیمور کا لشکر دہلی پہنچا تو آپ بھی قید کر لئے گئے۔ جب فتنہ دور ہو گیا تو قید سے آزادی حاصل کی اور بادشاہ کی مجلس میں حاضر ہوئے۔ صاحبِ ہدایہ مولانا برہان الدین کے نبیرہ اور آپ کے درمیان مجلس میں جلد اور دیر سے پہنچنے کے موضوع پر گفتگو تلخی تک جا پہنچی۔ شیخ احمدؒ نے صاحبِ ہدایہ کی غلطی پر گفتگو کا آغاز کیا اور اپنے شاگردوں کو اشارہ کیا کہ خطا کی جگہ اور غلطی کے مقام کی نشاندہی کریں۔ لیکن بادشاہ نے مصلحتِ وقت اس میں دیکھی کہ ہر ایک کو طویل گفتگو کرنے سے باز رکھا اور مباحثہ ختم ہو گیا۔ اس کے بعد مولانا شیخ احمدؒ کالپی روانہ ہوئے اور ۸۲۰ھ میں بمقام کالپی وفات پائی۔ آپ کا مرقد عوام کا مرجع اور برکت و انوار کا مقام ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

شیخ احمد کنتوری چشتی

آپ حضرت نصیرالاولیاء کے خلیفہ اعظم تھے۔ ایک وقت جبکہ آپ اعتکاف کے طور پر حجرہ کے اندر بیٹھے ہوئے تھے کیا دیکھتے ہیں ایک شخص جوگیوں کی صورت اور بھیس میں جس کے بال گرد و غبار میں آلودہ تھے حجرہ کے ایک گوشہ میں بیٹھا ہے۔ جوگی نے سلام کیا اور شیخ نے سلام کا جواب دیا۔ جب دونوں نے مصافحہ کیا تو جوگی نے گفتگو کا آغاز کر دیا۔ شیخ کی نظر میں حجرہ کے دیوار و در سونے اور چاندی کے دکھائی دینے لگے۔ لیکن شیخ نے اس طرف کوئی توجہ نہ فرمائی۔ یہ دیکھا تو جوگی نے شیخ کے استغنا (دنیا سے بے رغبتی) کا اعتراف کرتے ہوئے اپنا سر آپ کے

درسال ہفت صد و ہفتاد ۷۷۰ھ ہجری سفرِ آخرت اختیار کرد۔ مولف ذکر شریف سید محمد بن سید مبارک بنظرِ احتیاط درزمرۂ مریدانِ حضرت خواجہ نظام الاولیا ہم مرقوم کرد۔

شیخ یوسف چشتی

خلیفۂ اعظم خواجہ نصیر الاولیا است۔ ماہرِ علومِ حدیث وتفسیر و کتابے نوشتہ است موسوم بہ "تحفۃ النصائح" ازبس نافع و بہتر است۔ درسال ہفت صد و ہفتاد و چار ۷۷۴ھ وفات یافت۔

شیخ عبدالمقتدر

از اشہر خلفائے خواجہ نصیر الاولیا است۔ دانشمند بزرگ بود۔ و درویش صاحبِ باطن و کامل و اکمل۔ در اوائل او را با فقرا و طریقۂ فقر انکار بود۔ و در وسط بصحبت خواجہ نصیر الاولیا در افتادہ در آخر از برگزیدگان طریقۂ عالیہ چشتیہ گردید۔ قاضی شہاب الدین کہ عالمِ متبحر بود۔ ازخوشہ چینانِ خرمنِ اوست۔ ہشتم محرم درسال ہفت صد و نود و یک ہجری فوت شد۔

قاضی سادی چشتی

عالم وفقیہ و درویشِ کامل بود۔ تقویٰ و تورع بسیار داشت۔ وخلیفہ خواجہ نصیر الاولیا است۔ و گروہِ خلائق در سایہ توجہِ او بخدا رسید۔ چنانچہ شیخ اختیار الدین خلیفۂ اوست۔ تاریخِ وفاتِ او درسال ہفت صد و ہشتاد و نہ ۷۸۹ھ منقول است۔

شیخ سعد اللہ کیسہ دار

خلیفۂ بزرگ خواجہ نصیر الاولیا است۔ و از شیخ متوکل اجازت و خلافت داشت۔ صاحبِ معارج الولایت آوردہ کہ خضر علیہ السلام کیسہ باو دادہ بود۔ ہر آنچہ کہ می خواست از کیسہ می یافت۔ ازیں جہت بعرف کیسہ دار معروف گشت۔ و نیز خرقۂ خلافت از شیخ جہانگیر سمنانی یافتہ بود۔ و درسال ہشت صد و شش ۸۰۶ھ ہجری فوت شد۔

قدموں پر رکھ دیا اور مرید ہو گیا۔ آپ کی وفات ۷۸۲ھ ہجری بتائی جاتی ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

شیخ قوام الدین چشتی سہروردیؒ

آپ حضرت خواجہ نصیرالاولیاء کے مشہور خلیفہ تھے۔ آپ ایک تقویٰ شعار، صاحبِ حال اور اہل دل شیخ واقع ہوئے تھے۔ خواجہ نصیرالاولیاءؒ کے وصال کے بعد سید جلال الدین مخدوم جہانیان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے اکتسابِ فیض فرمایا۔ رحمۃ اللہ علیہ

سید محمد بن جعفر مکی چشتیؒ

آپ حضرت خواجہ نصیرالاولیاءؒ کے مشہور واعظم خلیفہ تھے۔ توحید میں آپ بزرگ مقام و مرتبہ پر فائز تھے۔ اس خصوص میں جو بھی گفتگو کرتے تو خوب مستانہ انداز میں کرتے۔ آپ کی تصنیفات بھی ہیں چنانچہ ''بحر المعانی'' اور روح کے اسرار و آثار پر ایک رسالہ ''بحرالانساب'' لکھا جس میں اہلبیت پاک کے نسبِ پاک کا تذکرہ اور خود اپنے آباء واجداد سے متعلق بھی ثبوت فراہم کئے۔ آپ کی عمر قریب دوسو سال بتائی جاتی ہے۔ تغلق کی حکومت کے آغاز سے سلطان بہلول کے عہدِ حکومت تک آپ حیات رہے۔ آپ کے آبائے کرام مکہ معظمہ کے شرفاء سے تھے آپ نے بعد میں دہلی میں وارد ہو کر سرہند میں قیام کیا۔ ''بحر المعانی'' میں فرماتے ہیں کہ میں ساٹھ (۶۰) سال تک علمِ ظاہر کے حصول میں رہا اور کمال حاصل کرنے میں کوشاں رہا لیکن محبوبِ ازل اور مقصودِ ابد سے غافل رہا۔ اب جو کچھ نظر کے سامنے آتا اسی حال کو دیکھتا ہوں۔ بہت کچھ حالات و مقالات تحریر کئے ہیں کہ ان کی فہرست طوالت کا موجب ہوگی۔ ۸۹۱ھ آپ کا سالِ وفات بیان کیا جاتا ہے۔

شیخ علاء الدین علاء الحق

آپ شیخ عثمان اخی سراج کے خلیفۂ اعظم تھے۔ ابتداء میں آپکے پاس علمِ ظاہر کی دولت اور دنیاوی سرمایہ کی فراوانی تھی۔ آخر میں فقر و سلوک کے میدان میں قدم رکھا۔ آپ کا نسب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ آپ کا زہد و تقویٰ اور آپ کی عبادت و ریاضت کمال درجہ کی تھی۔ دنیاوی مال و دولت کو ترک کر کے مرشدِ برحق کی خدمت کے لئے کمر چست و

شیخ دانیال چشتی

از خلفائے حضرت خواجہ نصیر الاولیا است۔ نسب شریف او بحضرت عباس بن علی المرتضیٰ منتہی میشود۔ وموجبِ مقدمِ او بہندوستان اینست کہ پدرِ بزرگوارش بوجہِ منازعت برادران ترکِ وطن اختیار کردہ بود۔ ولادت شیخ دانیال در مرز بوم ہند واقع شد۔ و بخدمتِ قاضی عبد الکریم تعلیم یافت۔ و بدختر قاضی مذکور منعقد شد۔ وزانجا بہ دہلی رسیدہ شرفِ بیعت وتشریفِ خلافت حاصل کرد۔ و بکمال صوری و معنوی مکمل گردید۔ وبعد ازآنکہ از حضرت خواجہ نصیر الاولیا رخصتِ وطن یافت واز نواح لکھنؤ بہ دیارِ شرقی رفت۔ قطاع الطریق از کمین گاہ پیدا شدند۔ وہمہ مال و منال کہ قاضی عبد الکریم ہنگامِ رخصتِ دخترِ خود دادہ بود۔ بمعرض نہب وتاراج آوردند۔ وشیخ دانیال راشہید ساختہ درآزارِ اہل وعیال شیخ تہیہ کردہ بودند۔ کہ بیک ناگاہ ندائے مہیب از پیکرِ شیخ پیدا شد۔ و راہزناں معدوم البصر گشتہ از رفتن و گریختن بستوہ آمدند۔ تا آنکہ جماعتِ لشکریان دررسید۔ وہمہ را در بند گرفتہ بحاکم رسانید وخادمانِ شیخ جنازہ او بردوش بردہ بموضع ستر گہ مدفون کردند۔ سالِ شہادتِ او ہفت صدو چہل وہشت ۷۴۸ھ بود۔

مولانا خواجگی چشتی

از یارانِ خاص وخلفائے اعظم خواجہ نصیر الاولیا است۔ صاحبِ اخبار الاخیار آوردہ کہ درآں زمانے کہ مولانا خواجگی بخدمت مولانا معین الدین اکتسابِ علومِ ظاہری کردو باستفادۂ فیض باطن بحضرت خواجہ نصیر الاولیا حاضری شد۔ مولانا معین الدین عمرانی ازصحبت خواجہ نصیر الاولیا باو مانع می آمد۔ باتفاقِ وقت مولانا معین راسرفہ وضیق النفس عارض شد۔ ونوبت باینجا رسید کہ چارہ گران مایوس گشتہ دست کشیدند۔ و مولانا معین ازحیاتِ خود نومیدی داشت۔

روزے مولانا خواجگی گفت کہ ہنگامِ دوانماند۔ درباب استمداد ودعائے مردانِ حق

مستحکم باندھ لی تھی۔ چونکہ شیخ عثمان اخی سراج بہت سفر کرتے تھے اور اپنے ساتھ پختہ (پکا ہوا) کھانے لے جانا چاہتے تو کھانے کی دیگ شیخ علاء الحق کے سر پر رکھ دیتے۔ اور وہ اپنے شیخ کی سواری کے ساتھ ساتھ ننگے پیر چلتے۔ آپ کے جدی بھائی جو عظیم الشان امیر تھے آپ کے اس حال کو کراہت کی نظر سے دیکھتے لیکن آپ اس کی کوئی پرواہ نہیں کرتے۔

ایک روز شیخ علاء الحق کی خانقاہ میں چند آدمی داخل ہوئے، ان کی بلی گم ہوگئی تھی۔ ان قلندروں نے شیخ علاء الحق سے بلی طلب کی۔ فرمایا کہ تمہاری بلی کہاں سے لاؤں۔ کسی نے سختی کے ساتھ کہا کہ ہم نہیں جانتے کہ تم کہاں سے پیدا کرو گے؟ ہرن کی سینگ سے پیدا کرو۔ شیخ غصہ میں آگئے اور فرمایا۔ چلا جا، تو اپنی سزا سینگ ہی سے پائے گا۔ چنانچہ وہ جب خانقاہ سے باہر نکلا تو ایک گائے ظاہر ہوئی جس نے اس کو ہلاک کر ڈالا۔

شیخ علاء الحق باورچی خانہ کے کھانے پر بہت خرچ کیا کرتے تھے اور نعمتوں سے بھرے آپ کے دستر خوان سے مساکین و فقرا مستفید ہوا کرتے اور جو کوئی اہل حاجت آتا محروم نہیں لوٹتا آپ نے ورثہ میں ملے باغ اور املاک وغیرہ سب فقرا اور محتاج لوگوں کے لئے وقف کر دیا تھا۔ آپ کی وفات ۸۰۰ھ لکھی ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

شیخ تاج الدین شیر سوارؒ

آپ شیخ قطب الدین منور ہانسوی کے نامور خلیفہ تھے۔ ہمیشہ زہد اور ریاضت و محنت میں بسر کیا کرتے۔ آخر نوبت یہاں تک پہنچی کہ وحشی اور جنگلی جانور تک آپ کے مطیع و تابع بن گئے۔ اکثر شیر پر سواری کرتے ہوئے ہانسی جایا کرتے اور ایک خونخوار سانپ کو تازیانہ کے بجائے ہاتھ میں پکڑا کرتے۔ ایک دن جب کہ شیر پر سوار ہو کر ہانسی آئے تو آپ کے پیرِ روشن ضمیر ایک دیوار کے اوپر بیٹھے ہوئے تھے فرمایا۔

جاندار حیوانوں پر قابو پانا کوئی بڑی عجب بات نہیں ہے۔ اللہ والے اگر چاہیں تو پتھر اور دیوار کو بھی چلا سکتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اسی وقت دیوار حرکت کرتے ہوئے تیزی کے ساتھ چلنے لگی۔ آپ کی قبر نارنول کے باہر شہر کے قریب ہے اور آپ کے مرقدِ پاک سے اب تک خیر خیرات کا سلسلہ جاری و ساری ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ کے ایک فرزند تھے جنہیں شیخن ابدال کہا جاتا تھا،

باید کوشید۔ و فی زماننا حضرت خواجہ نصیر الاولیا برگزیدۂ بارگاہِ قاضی الحاجات و مجیب الدعوات است۔ اگر در خدمتِ وے حاضر شدہ عذر والتجاء درمیان آرند۔ شاید کہ نفسِ مراد برمدعا نشیند۔ باستماعِ ایں معنی مولانا معین الدین بخدمت حضرت خواجہ نصیر الاولیا راہی شد۔ وخواجہ نصیر الاولیا باطلاعِ مقدم وے تا بدرِ خانقاہ برسمِ استقبال تکلیف فرمودہ درونِ خانقاہ بجائے برتر بنشاند۔ وطبق برنج وجغرات کہ بعالمِ اسباب منافی امراضِ او بود پیش نہادہ بخوردنش تکلیف داد۔ مولانا باکراہ وشدتِ تمام لقمۂ چند خورد۔ وساعتے نگذشتہ بود کہ نوبت بہ استفراغ رسید۔ وتمام مواد و مادۂ ردّیہ خارج شدہ مولانا معین الدین خوشحال گردید۔ وصحتِ کلی یافت۔ درسال ہشت صدونوزدہ ۸۱۹ھ وفاتِ او منقول است۔

شیخ احمد تھانیسری

خلیفہ خواجہ نصیر الاولیا است۔ زمانے کہ لشکرِ امیر تیمور بہ دہلی رسید۔ آں ہم اسیر گشتہ بود۔ چوں فتنہ فرونشست واُو از دامِ اسیری رستگاری یافت۔ ودر مجلسِ بادشاہ حاضر شد۔ درمیانِ او ونبیرۂ مولانا برہان الدین صاحبِ ہدایہ در باب تقدیم وتاخیر مجلس گفتگوئے درشت بوقوع رسید۔ شیخ احمد برخطا صاحبِ ہدایہ گفتگو آغاز کرد۔ وبہ تلمیذانِ خود اشارہ کرد تا ازمحلِ خطا ومقامِ غلط نشان دہند۔ اما بادشاہ مصلحتِ وقت دیدہ ہر یکے را از طولِ سخن باز داشت ومباحثہ ختم شد۔ بعدازیں مولانا شیخ احمد بہ کالپی رفت و درسال ہشت صد و بست ۸۲۰ھ بمقام کالپی فوت شد۔ مرقدِ وے مرجعِ عوام ومقامِ برکت وانوار است۔ 15-1-2013

شیخ احمد کشوری چشتی

خلیفۂ اعظم حضرت خواجہ نصیر الاولیا است۔ وقتے او بطریقِ اعتکاف درونِ حجرہ نشستہ بود۔ بدید کہ شخصے بلبس وصورتِ جوگیاں خاک آلودہ وموئے ژولیدہ در گوشۂ حجرہ نشستہ است۔ جوگی سلام بگفت۔ وشیخ جوابِ سلام داد۔ چوں باہم مصافحہ کردند۔ وجوگی سخن گفتن آغاز کردہ۔ در دیدۂ شیخ ہمہ دیوار ودرِ حجرہ ازسیم وزر

تارکِ دنیا تھے اور دنیا کے اسباب سے بقدرِ ضرورت ہی اپنا تعلق رکھتے۔ ہمیشہ یادِ الٰہی میں مشغول رہا کرتے۔ آپ کے گھر کے دروازے پر ایک پتھر باہر نکلا ہوا تھا جو ابھی بھی آپ کے گھر کی دہلیز کے باہر موجود ہے۔ لکڑی کا بنایا ہوا کاسہ آپ اسی پتھر کے اوپر رکھا کرتے تھے۔ آنے جانے والے لوگ اس میں کچھ ڈال دیتے شیخن ابدال شام کے وقت کاسہ میں جو کچھ پاتے بطور وجہِ معاش اس کو قبول کر لیتے اور اس کو خرچ کر دیتے۔ جن دنوں غلہ مہنگا ہوتا تو بہت سی نذریں آتیں اور اگر نرخ سستا ہوتا تو کم مقدار میں نذریں آتیں۔

کہتے ہیں کہ شیخن ابدال اپنے والد کے مرید و خلیفہ تھے۔ اپنے احوال کو چھپائے رکھنے کی بڑی کوشش کیا کرتے اور اس خصوص میں ذکرِ خفی میں اکثر مشغول رہتے اور ذکر و شغل کے دوران کمرے کا دروازہ بند کر لیتے۔ دنیا والوں کی صحبت میں کبھی نہ بیٹھتے۔ اگر فقیروں میں سے کوئی آپ کے در پر جاتا تو نہایت اخلاق اور تواضع کا اظہار کرتے ہوئے سوکھی روٹی اور پانی کا کوزہ لا کر پیش کرتے اور اپنے قصور کیلئے معذرت چاہتے۔

شیخ سراج الدین سراج الاولیاءؒ

آپ حضرت خواجہ کمال الدین علامہ کے فرزند اور خلیفہ تھے۔ مقامات علیہ اور کرامات جلیہ والے تھے اور درد و محبت کے حامل اور اہلِ شوق و ذوق تھے۔ خرق عادت اور کرامت میں چھپے ہوئے تھے اور ربوبیت و الوہیت کے فیضان کے لئے بہت کوشاں رہتے تھے۔ آپ کے والدِ بزرگوار نے اپنی رحلت کے وقت آپ کو طلب فرمایا اور اولین و آخرین (یعنی تمام) انعام سے نوازا۔ اس دن کے بعد سے جو کوئی آپ کو دیکھ لیتا تو خمخانۂ وحدت کی شراب سے مست ہو جاتا۔ اللہ تعالیٰ کے اس محبوب و برگزیدہ کا سنِ وصال ۶۲ ہجری منقول ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

میر سید یداللہؒ

آپ حضرت خواجہ میر سید محمد گیسو درازؒ کے نبیرہ (فرزند زادے) اور خلیفہ ہیں۔ سنِ شعور تک پہنچنے سے قبل ہی ارشاد و خلافت کا شرف پایا۔ صاحبِ ''معارج الولایت'' نقل کرتے ہیں کہ ایک روز خواجہ محمد گیسو دراز نے وضو کرنے کا ارادہ فرمایا اور حسبِ ضرورت مسح کرتے وقت اپنے

نمودار شد۔ اما شیخ التفات نفرمود۔ بمشاہدۂ ایں معنی جوگیِ مذکور بر استغنائے شیخ اعتراف کردہ سر در قدم نہاد۔ و مرید شد۔ وفاتِ او در سال ہشت صد و بست و ہفت ۸۲۷ھ منقول است۔

شیخ قوام الدین چشتی سہروردی

مشہور خلیفہ حضرت خواجہ نصیر الاولیا است۔ صاحبِ تقویٰ و حال، و اہلِ دل و شیخِ وقت بود۔ و بعد وفات خواجہ نصیر الاولیا بخدمت سید جلال الدین مخدوم جہانیان حاضر شدہ اکتساب کرد۔

سید محمد بن جعفر مکی چشتی

اشہر و اعظم خلیفہ حضرت خواجہ نصیر الاولیا است۔ در توحید مقامِ بزرگ و مرتبۂ سترگ داشت۔ سخن بآنکہ مستانہ می گفت۔ اما خوب می گفت۔ تصنیف ہم دارد موسوم بہ ''بحر المعانی'' و رسالہ در بیانِ اسرار و آثارِ روح و ''بحر الانساب'' کہ در نسبِ پاکِ اہلِ بیت تذکرہ کردہ و نسبت آبا و اجداد خود ہم ثبت نمودہ۔ سن شریفِ وے قریب دو صد سال منقول است۔ از آغازِ حکومت تغلق تا بعہدِ دولت سلطان بہلول در صدرِ حیات بود۔ آبائے کرامِ او شرفائے مکہ معظّمہ بودند۔ و بعد ازاں بہ دہلی آمدہ در سرہند قیام کرد۔ در کتاب ''بحر المعانی'' می فرماید کہ مدت شصت سال در علمِ ظاہر بودم و در کسبِ کمال کوشیدم۔ اما از محبوبِ ازل و مقصودِ ابد غافل بودم۔ حالا می بینم آنچہ پیش نظر می آمد۔ و بسیار حالات و مقالات ثبت نمودہ کہ فہرست آں موجبِ طوالت متصور است۔ وفاتِ او در سال ہشت صد و نود و یک ۸۹۱ھ مذکور است۔

شیخ علاء الدین علاء الحق

خلیفۂ اعظم شیخ عثمان اخی سراج است۔ در آغاز دولتِ علمِ ظاہر و سرمایۂ دنیا فراواں داشت۔ و بآخر در فقر و سلوک قدم نہاد۔ نسب شریفِ او بحضرت خالد بن ولید می رسد۔ زہد و ریاضتِ او و عبادت و تقویٰ بدرجۂ کمال بود۔ و از جملہ مال

سرِ مبارک سے عمامہ اتار کر زانو پر رکھا۔ سید یداللہ جو ابھی کم سن تھے آ پہنچے اور زانو پر رکھا ہوا عمامہ لے کر اپنے سر پر رکھ لیا۔ حضرت میر سید گیسو درازؒ مسرور ہوئے اور فرمایا یہ تمہارے ہی لائق ہے، مبارک ہو۔ اس روز سے جو کوئی آتا تو بیعت فرماتے اور اس کو میر سید یداللہ کا مرید قرار دیتے اور اس کی خوب تربیت کی کوشش فرماتے۔

صاحبِ ''اخبار الاخیار'' فرماتے ہیں کہ سید یداللہ ایک عورت کی محبت میں مبتلا ہو گئے جو خوبصورت مگر عمر رسیدہ تھی۔ اس کے جمال پر وارفتہ اور اس کے بے مثال حسن پر شیفتہ تھے۔ آخر کار آپ نے اسکے ساتھ نکاح کیا۔ ہندوستانیوں کے رسم و رواج کے مطابق صبح کے وقت دولہن کے رخِ زیبا سے مرصع چادر اٹھا کر جلوہ دکھایا گیا۔ اس کے جلوہ میں عشق کی نیرنگی نے کوئی دوسرا ہی (حقیقی) جلوہ دکھایا۔ جسے دیکھتے ہی آپ کی حالت اور کیفیت یکا یک عجیب و غریب ہو گئی اور میر سید یداللہ دل سے ٹھنڈی آہیں بھرنے لگے اور اپنی جانِ عزیز شاہدِ حقیقی کے سپرد کر دی اور دلہن کے دل پر بھی اس قدر اثر ہوا کہ وہ بھی عدم کی طرف کوچ کر گئی اور دونوں کو ایک دوسرے کے پہلو میں دفن کر دیا گیا۔

شیخ علاء الدین قریشی

آپ میر سید گیسو دراز کے مرید و خلیفہ تھے۔ ظاہری و باطنی علوم کے جامع تھے۔ گوشۂ قناعت اور خلوت میں عبادت کرتے ہوئے ساری عمر بسر کی۔ حق کے سوا کسی چیز سے کوئی سروکار نہ رکھتے۔ مخلوق کے ہجوم اور عوام کی کثرت سے خود کو دور اور اپنے حال کو پوشیدہ رکھتے۔ وحدانیت اور فردانیت میں مضبوط عقیدہ رکھتے تھے۔ آپ کی وفات ۸۵۳ھ ہجری بتائی جاتی ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

شیخ ابوالفتح علامی قریشی کالپویؒ

آپ میر سید محمد گیسو دراز کے مرید نامدار اور خلیفۂ باوقار تھے۔ علومِ شریعت سے واقف اور رموزِ حقیقت کے ماہر تھے۔ آپ حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہو چکے تھے۔ اعلیٰ تصانیف رکھتے ہیں۔ ''عوارف المعارف'' کا نسخہ آپ کی مشہور ترین تصنیفات میں سے ہے۔

ومنالِ دنیا ترک اختیار کردہ کمرِ ہمت در خدمت مرشدِ برحق چست ومحکم بست۔ و چوں شیخ عثمان اخی سراج بسیار بسفر می ماند وطعام پختہ ہمراہ می بردند۔ و دیگِ طعام بر سرِ شیخ علاء الحق می نہادند۔ و او پا برہنہ ہمراہ سواریِ شیخ می رفت۔ برادرانِ جدیِ او کہ امرائے عظیم الشان بودند بنظرِ اکراہ در حالِ وے نگاہ می کردند۔ اما او اعتنا نمی کرد۔

روزے چند کس در خانقاہِ شیخ علاء الحق فرود آمدند۔ و یک گربہ از ایشاں گم شد۔ قلندران از شیخ علاء الحق گربہ طلب کردند۔ گفت کہ گربۂ شما از کجا آرم۔ کسے با شتداد گفت۔ ماندانیم کہ از کجا پیدا کنی۔ از شاخِ آہو پیدا کن۔ شیخ در غضب شد و فرمود۔ بِرَو۔ سزائے خود از شاخِ آہو خواہی یافت۔ وہمچناں شد کہ چوں از خانقاہ بیروں رفت۔ گاوے پیدا شد۔ و او را ہلاک ساخت۔

در مطبخ شیخ علاء الحق خرچ بسیار بود۔ ومساکین وفقراء از خوانِ انعامِ او بہرہ یاب می گشتند۔ وہر اہلِ حاجت کہ می آمد محروم نمی رفت۔ وہر آنچہ کہ از باغ واملاک وغیر آں بورثۂ خود داشت بہ فقرا ومحتاجان ایثار کرد۔ وفاتِ او در سال ہشت صد ۸۰۰ھ مرقوم است۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

شیخ تاج الدین شیر سوار

خلیفۂ نامدار شیخ قطب الدین منور ہانسوی است۔ مدام در زہد وریاضت و محنت بسر بردے۔ آخر کارش بجائے رسید کہ وحوش ودود دامِ رُامِ او گشتند۔ و

اکثر برسواریِ شیر تا بہ ہانسی می رفت۔ ومارِ خونخوار بجائے تازیانہ در دست می گرفت۔ روزے کہ او بسواریِ شیر بہ ہانسی آمد۔ پیرِ روشن ضمیرِ وے بر فرازِ دیوار نشستہ بود۔ فرمود۔

حیوانات کہ ذی روح باشند در سلک آوردن عجیبے نیست۔ مردانِ حق اگر بخواہند۔ سنگ وخشت در رفتار درآید۔ می گویند کہ ہمونوقت دیوار حرکت کرد وبہ رفتار آمد۔ قبرِ او بیرون نارنول نزدیکِ شہر است۔ واز مرقدِ پاکش تا الآن آثارِ مبرّات وخیرات ظاہر و

آپ کا سالِ وفات ۸۰۲ہجری منقول ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

شیخ شاہ میاں جی چشتی

آپ ایک واسطے سے سید محمد گیسودراز کے مرید تھے۔ درویشِ کامل تھے۔ حاملِ تقویٰ و ورع اور صاحبِ ریاضت و محبت تھے آپ کے زمانہ میں کالپی کی ولایت میں آپ سے بزرگ کوئی نہیں تھا۔ آپ کو شیخ الولایت کہتے تھے۔ بہت سن رسیدہ تھے۔ آپ کی عمر ایک سو بیس (۱۲۰) سال ہوئی۔

صاحبِ ''اخبار الاخیار'' فرماتے ہیں کہ رجب المرجب کے مہینہ کے آغاز سے عاشورہ کے دن تک اعتکاف میں بیٹھتے اور حجرہ کا دروازہ بند کر لیتے۔ اس طرح کہ چھ روز بغیر کھائے پیئے زندگی گذارتے۔ جب حجرہ سے باہر نکلنے کا وقت آتا تو ندا دیتے کہ سب لوگ آپ کے حجرہ سے دور رہیں۔ جب فرصت پاتے اپنا قدم حجرے سے باہر رکھتے۔ اتفاقاً اگر کوئی آپ کے بہت نزدیک رہتا اور شیخ کی نظر اس پر پڑتی تو دو روز تک وہ شخص بے ہوشی، حیرت اور غشی کی حالت میں رہتا۔

کہتے ہیں کہ قاضیِ شہر نے آپ کے خلاف باز پرسی کا دعویٰ کیا۔ ایک دن جبکہ شیخ حجرہ کے اندر سے برآمد ہوئے اس وقت قاضی آپ کے بالکل قریب کھڑا تھا۔ جیسے ہی آپ کی نظر اس پر پڑی تو وہ اپنے میں نہ رہا اور دو روز تک بیخودی اور بے ہوشی کے عالم میں مبتلا رہا۔

کہا جاتا ہے کہ ایک دن قاضیِ شہر باز پرسی کے سلسلہ میں شیخ کے پاس آیا۔ شیخ جب اس سے آگاہ ہوئے اور قاضی کی طرف ایک نگاہ ڈالی تو قاضی کی پالکی کو اٹھائے ہوئے جو حمال تھے وہ اپنے زانو تک زمین میں دھنس گئے اور حرکت نہ کر سکے لیکن اس قاضی نے اپنی مقصد براری کے لئے اپنے قدم مضبوط رکھے اور پالکی سے نیچے اتر گیا۔ ہاتھ میں دُرّہ پکڑے ہوئے اوپر کی منزل پر جہاں شیخ رہتے تھے پہنچا۔ اسی اثناء میں شیخ گھر سے باہر نکلے اور اپنے ہاتھ سے قاضی کو گرفت میں لیتے ہوئے گھر کے اندر لے آئے۔ اچانک قاضی کی نظر مینا (صراحی) پر پڑی۔ پوچھا کہ یہ کیا ہے۔ شیخ نے صراحی کو ہاتھ میں پکڑا اور پیالہ میں ڈالنے لگے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ مصری کا میٹھا شربت ہے۔ اس موقع پر حضرت شیخ نے اس قاضی کو اشارہ کیا کہ بسم اللہ کہہ کر اسے پی لے لیکن قاضی

باہراست۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ و اورا پسرے بود کہ اورا شیخن ابدال می گفتند۔ تارکِ دنیا بود۔ واز اسبابِ دنیا قدرِ ضرورت اختیار کردہ دائم بہ یادِ حق اشتغال داشت۔ بر درِ خانۂ او سنگ افتادہ بود کہ ہنوز بیرونِ دہلیزِ خانہ موجود است۔ کاسۂ چوبیں بالائے آں سنگ می نہاد۔ مردماں آیندہ و روندہ چیزے می انداختند۔ و میانِ شیخن ابدال وقتِ شام ہر آں قدر کہ در کاسہ می یافت در وجہِ معاش قبول کردہ صرف می نمود۔ و دراں ایام کہ غلہ گراں بودے فتوح بسیار آمدے۔ و اگر بہ نرخ ارزاں بودے کمتر آمدے۔

گویند کہ شیخن ابدال مرید و خلیفۂ پدرِ خود بود۔ و در سترِ احوالِ خود بسیار می کوشید۔ و ازیں جہت کہ بہ ذکرِ خفی بیشتر اشتغال می داشت۔ و بوقت مشغولی در حجرہ محکم می کرد و بصحبتِ اہلِ دنیا گاہے نہ نشست۔ اگر از فقرا کسے بر درِ او می رفت۔ البتہ برسمِ خلق و تواضع نانِ خشک و کوزۂ آب می آورد و عذرِ تقصیر می خواست۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

شیخ سراج الدین سراج الاولیا

پسرِ بزرگ و خلیفۂ حضرت خواجہ کمال الدین علامہ است۔ صاحبِ مقاماتِ علیہ وکراماتِ جلیہ و صاحبِ درد و محبت و اہلِ شوق و ذوق بود۔ و در مستوریِ خرق و کرامت و ربوبیت و الوہیت بسیار می کوشید۔ پدرِ بزرگوار ہنگامِ رحلت اورا در خلوت طلب داشتہ از انعامِ اولیں و آخریں نوازش فرمودہ بود۔ ازاں روز ہر کسے کہ اورا می دید۔ مست بادۂ خم خانۂ وحدت می گردید۔ وصالِ آں برگزیدہ ایزد متعال در سال ہفت صد و شصت و دو ۷۶۲ھ ہجری منقول است۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

میر سید یداللہ

نبیرہ و خلیفہ حضرت خواجہ میر سید محمد گیسو دراز است۔ و بزمانِ غیر آگہی منصبِ ارشاد و خلافت یافت۔ صاحبِ معارج الولایت آوردہ است کہ روزے خواجہ محمد گیسو دراز اہتمامِ وضو می فرمود و بضرورتِ مسح عمامہ از سرِ

شربت پئے بغیر تیزی کے ساتھ گھر سے باہر چلا گیا۔اس جامع الکمالات شخصیت کی وفات ۸۸۹ ہجری میں بیان کی جاتی ہے۔رحمۃ اللہ علیہ

مخدوم حسام الدین فتح پوریؒ

آپ شیخ عبدالمقتدر کے محبوب ترین خلفاء سے تھے۔آپ کے اوصافِ حمیدہ مشہور تھے اورآپ کے خرقِ عادت اور کرامت بیان کئے جاتے تھے۔صاحبِ ''معارج الولایت'' نے نقل کیا ہے کہ آپ بزرگ اولیاءاور باکمال مشائخ سے ہیں۔آپ کے رشدوہدایت کے فیض کی بدولت بے شمار لوگوں کو حق رسی نصیب ہوئی۔برگزیدہ اشخاص میں شیخ بدھن چشتی آپ کی خدمت میں تھے۔

منقول ہے کہ شیخ بدھن کے والد انہیں چھ سال کی عمر میں حضرت مخدوم کی خدمت میں لائے اور عمر اور علم ظاہری و باطنی میں برکت کی خواہش کی۔حضرت مخدوم نے ان کے حق میں دعا فرمائی۔مختصر یہ کہ شیخ بدھن نے طویل عمر پائی اور اولیاءِ کاملین اور مشہور علما میں شمار کئے گئے۔ حضرت مخدوم حسام الدین کی وفات کا سن ۸۰۰ھ ہجری بتایا جاتا ہے۔

شیخ ابوالفتح جونپوریؒ

آپ اپنے دادا شیخ عبدالمقتدر کے مرید، خلیفہ اور شاگرد ہیں۔کامل دانشمند اور اپنے زمانہ کی بزرگ شخصیت تھے۔فقرو ریاضت میں اپنی مثال نہ رکھتے تھے۔صاحبِ ''معارج الولایت'' لکھتے ہیں کہ شیخ ابوالفتح اپنی والدہ ماجدہ کے بطن میں چودہ ماہ کی مدت تک حمل کی حالت میں رہے۔اس کے باعث آپ کے دادا شیخ عبدالمقتدر فکر مند ہوئے۔ایک رات خواب میں شیخ رکن الدین ابوالفتح سہروردی نے بشارت دی اور شیخ ابوالفتح پیدا ہوئے۔شیخ عثمان سیاح کے مرید شیخ جمال الدین جب شیخ ابوالفتح کی ولادت کے دن وارد ہوئے اور انہیں شیخ ابوالفتح دکھلائے گئے تو انہوں نے فرمایا کہ شیخ عبدالمقتدر کا گھر نومولود (بچّے) کے انوار و تجلیات سے منور و معمور ہوگا۔

مختصر یہ کہ آپ کے والد شیخ عبدالحی، شیخ عبدالمقتدر کی زندگی میں وفات پا گئے تھے۔شیخ ابوالفتح نے گلزارِ چشت کی نعمت و حلاوت پائی اور اہل اللہ کا جبہ و دستار پہنا۔آپ کی وفات ۸۵۸ھ ہجری بیان کی جاتی ہے۔رحمۃ اللہ علیہ

مبارک برآوردہ برزانو نہاد۔ سید ید اللہ کہ ہنوز خرد سال بود۔ عمامہ میر سید، از زانو برداشتہ برسرِ خود نہاد۔ حضرت میر سید گیسو دراز مسرور شدہ فرمود۔ لائقِ تُست مبارک باد۔ وازاں روز ہر آں کس راکہ بیعت می فرمود مرید میر سید ید اللہ قرار دادہ بہ تربیتش سعی می افزود۔

صاحبِ اخبار الاخیار می فرماید کہ سید ید اللہ باز نے جمیلہ و عجوزہ محبت در سر داشت۔ و وارفتۂ جمال و شیفتۂ حسنِ بے مثالِ او بود۔ بالآخر بہ سلسلۂ نکاحِ خود در آورد۔ و بحسینِ بامداد کہ بمقتضائے رسمِ ہندیاں مقنعِ مرصّع از رخِ زیبائے عروس بر انداختہ جلوہ دادند۔ نیرنگیِ عشق جلوۂ دیگر بنمود۔ و بیک ناگاہ حالتِ عجیب و کیفیتِ غریب پیدا شد کہ میر سید ید اللہ آہے سرد از دلِ پُر درد کشیدہ جانِ عزیز بہ شاہدِ حقیقی سپرد۔ و عروس ہم میت اورا در بر کشیدہ بدنبالِ او سفر کرد۔ و ہر دو را در پہلوئے یک دیگر مدفون ساختند۔

شیخ علاء الدین قریشی

مرید و خلیفہ میر سید گیسو دراز است۔ جامع علومِ صوری و معنوی بود۔ و در گوشۂ قناعت و کنج خانۂ عبادت ہمہ عمر بسر برد۔ غیر حق بہ چیزے کارے نداشت۔ و حالِ خود مستور داشت۔ از صحبتِ خلائق و ہجوم و عوام نفور بود۔ در تجرید و تفرید قدمِ استوار داشت۔ وفاتِ او در سال ہشت صد و پنجاہ و سہ ۸۵۳ سنہ ھ مذکور است۔

15-1-2013

شیخ ابوالفتح علامی قریشی کالپوی

از مریدانِ نامدار، خلیفۂ باوقار میر سید محمد گیسو دراز است۔ واقفِ علومِ شریعت و ماہرِ رموزِ حقیقت بود۔ و بزیارت حرمِ محترم مشرف گشتہ صاحبِ تصانیفِ عالی است۔ و نسخہ ''عوارف المعارف'' از اشہر تصنیفاتِ اوست۔ وفاتِ او در سال ہشت صد و دو ۸۰۲ سنہ ہجری منقول است۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

شیخ نورالدین معروف بہ نور قطب عالم بنگالیؒ

آپ شیخ علاء الدین علاء الحق بنگالی کے فرزندِ رشید اور خلیفہٗ اعظم تھے۔ ہندوستان کے مشہور مشائخ سے تھے اور ذوق ومحبت اور حلاوت والے واقع ہوئے تھے۔ آثارِ علیہ اور کراماتِ جلیہ رکھتے تھے۔ اپنے والد ہی کی زندگی میں اپنے عمل، عبادت وریاضت، مجاہدہ و معرفت کو لامتناہی منزل تک پہنچا کر مرتبۂ الوہیت اور مدارجِ قطبیت پر فائز ہوئے۔

صاحبِ اخبار الاخیار فرماتے ہیں کہ خانقاہ کے درویشوں کی خدمت اور نجاست و غلاظت اٹھانے کا کام ان کے سپرد کیا گیا تھا۔ ایک روز ایک درویش کے پیٹ میں درد ہونے لگا اور وہ قضائے حاجت کے لئے بیت الخلا میں گیا۔ اور شیخ نورالدین اسی جگہ بیت الخلاء کو دھونے اور صاف کرنے کے عمل میں مصروف تھے۔ درویش کا پیشاب نیز غلاظت ان کے جسم پر گری اور ان کا بدن ولباس گندگی اور نجاست سے آلودہ ہوگیا۔ جب حضرت شیخ علاء الحق نے اپنے فرزندِ دلبند کو اس حال میں دیکھا تو بہت خوش دل اور خوش حال ہوئے اور فرمایا کہ اب کسی دوسری خدمت میں مشغول ہونا چاہیے۔

منقول ہے کہ ایک روز شیخ نورالدین اپنے سر پر لکڑی کا گٹھا اٹھالے جارہے تھے۔ شیخ اعظم خاں جو بادشاہ کے قابلِ بھروسہ لوگوں اور مصاحبوں میں سے تھا، دیکھا تو کہنے لگا کہ کتنے دن لکڑیاں اٹھانے اور فقیروں کی خدمت گذاری میں بسر کروگے آؤ تمہیں بڑے عہدہ پر پہنچا دوں۔ شیخ نورالدین نے جواب دیا کہ دنیا کی دولت وثروت ناپائیدار ہے جو مجھے نہیں چاہیے۔ البتہ فقراء کی خدمت کو میں دولت اور امیری سے بہتر شمار کرتا ہوں۔

اس برگزیدہ صفات بزرگ کی وفات ۸۵۱ھ ہجری میں بیان کی جاتی ہے۔ آپ کے دو فرزند تھے۔ شیخ رفعت الدین اور شیخ انور کہ آپ کی وفات کے بعد مشیخت وارشاد کی مسند پر فائز ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہ

سید اشرف جہانگیر سمنانیؒ

آپ اپنے دور میں ہندوستان کے مشائخ میں افضل اور بے حد مشہور تھے۔ حضرت شیخ علاء

شیخ شاہ میاں جی چشتی

بیک واسطہ مرید سید محمد گیسو دراز است۔ درویشِ کامل بود و صاحبِ تقویٰ و ورع وزہد و ریاضت و محبت و محنت۔ و در عصرِ وے در ولایتِ کالپی ہیچ کس از و بزرگ تر نبود۔ اورا شیخ الولایت می گفتند۔ متجاوز السن بود۔ صد و بست سالہ عمر داشت۔

صاحبِ ''اخبار الاخیار'' می فرماید کہ از آغاز ماہ رجب المرجب تا بروز عاشورہ در اعتکاف می نشست۔ و درِ حجرہ محکم می بست۔ دریں صورت شش روز بے اکل و شرب زندگانی می کرد۔ چوں حین بر آمدنِ او از ہجرہ می آمد۔ ندا می داد کہ ہمہ مرماں از روئے حجرہ دور تر بروند۔ چوں فرصت می یافت۔ قدم از حجرہ بیروں می نہاد۔ احیاناً اگر کسے نزدیک تر بودے و نظرِ شیخ بر اُو بفور می افتاد تا دو روز در حالتِ بے ہُشی و حیرت و غشی می ماند۔

آوردہ اند کہ قاضیِ شہر با وے دعوائے احتساب می کرد۔ روزے کہ شیخ از درونِ حجرہ بیروں آمد۔ قاضیِ شہر قریب تر استادہ بود۔ چوں نظرِ شیخ بروے افتاد۔ بحالِ خود نماند۔ و تا دو روز بعالمِ بے خودی و بے ہوشی مبتلا ماند۔

آوردہ اند کہ روزے قاضیِ شہر بتقریبِ احتساب بر سرِ شیخ آمد۔ چوں شیخ آگاہ شد و بسوئے قاضی نظر کرد۔ حمالان کہ کفیل چوڈول قاضی بودند۔ تا بزانو غرقِ زمین گشتند۔ و جنبیدن نتوانستند۔ اما قاضی مذکور کہ در تبعیت شرح قدم مستحکم داشت۔ از چوڈول مفارقت کردہ۔ دُرّہ در دست گرفت و بالائے بام کہ منزلِ شیخ بود قصد کرد۔

دریں اثنا شیخ از درِ خانہ بروں آمد۔ دستِ قاضی گرفتہ درونِ خانہ بُرد۔ ناگاہ نظرِ قاضی بر مینا می رسید۔ پرسید کہ چیست؟ شیخ صراحی در دست گرفتہ در پیالہ انداخت۔ دیدند کہ شربتِ ناب از قند و نبات است۔ ہمدریں محل حضرت شیخ بہ قاضی موصوف اشارت کردہ فرمود کہ بسم اللہ بنوشید۔ اما قاضی مبادرت نوشیدن نکرد۔ و بیرونِ خانہ رفت۔ وفاتِ آں جامع الکمالات در سال ہشت صد و ہشتاد و نہ ۸۸۹ ہجری مذکور است۔

الحق بنگالی سے خلافت کا شرف پایا اور دیگر پیرانِ طریقت سے بھی فیض یاب ہوئے۔ آپ کے والدِ بزرگوار سمنان کے بادشاہ تھے۔ جب بادشاہی کی نوبت آپ تک پہنچی تو سب کچھ چھوڑ دیا۔

صاحبِ ''معارج الولایت'' نے ''لطائف اشرفی'' کے حوالے سے حکایت نقل کی ہے کہ سید اشرف جہانگیر مادر زاد ولی تھے۔ سات سال کی عمر میں قرآن مجید کا قرأت سبعہ کے ساتھ حفظ کر لیا اور چودہ (۱۴) سال کی عمر میں علومِ عقلی و نقلی سے فارغ ہوئے۔ اور حضرت خضر علیہ السلام کی صحبت سے فیض یاب ہو کر غیبی اشارہ پر ہندوستان کا سفر اختیار کیا اور حضرت شیخ علاء الحق کی خدمت میں باریاب ہو کر خلافت کی دولت حاصل کی اور واصلانِ حق سے بن گئے اور شہر جونپور میں دنیا سے رخصت ہوئے۔ آپ کی وفات ۸۰۸ھ ہجری لکھی ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

قاضی شہاب الدین دولت آبادی

آپ مولانا خواجگی کے خلیفہ تھے۔ نیز سید اشرف جہانگیر سے بھی استفادہ کیا تھا۔ ظاہری علوم میں مکرم اور باطنی علوم میں معظم تھے۔ اعلیٰ تصانیف کے حامل تھے اور اپنی جملہ تصنیفات میں آپ کا ایک رسالہ ''مناقب السادات'' کے نام سے موسوم تھا۔ جس میں اہلِ بیتِ نبوت کی نسبت سے عقیدت و محبت کا ذکر بہترین انداز میں بیان کیا ہے۔ اس رسالہ کے تصنیف کرنے کا سبب یہ ہے کہ ایک مباحثہ و مناظرہ کے طور پر علماء کی تعظیم و تکریم اور علوم کے فضائل کے بہانے سادات کے مدارج میں قصور اور فقدان پر ایک کتاب تصنیف کی تھی کہ ایک رات خواب میں دیکھا کہ اس تصنیف کردہ کتاب کی جانب حضرت سرکار دو عالم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قہر و عتاب کی نظر سے دیکھا۔ خواب سے بیدار ہوتے ہی اپنی اس حرکت پر شرمندہ ہوئے اور سادات کے مناقب میں ایک نئی کتاب تصنیف کی اور سابق میں تصنیف کردہ کتاب کو دریا میں ڈال دیا۔ آپ کی وفات کا سن ۸۴۸ھ ہجری لکھا ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

شیخ اختیار الدین ایرچیؒ

آپ قاضی چشتی کے خلفائے نامی و مریدان گرامی سے ہیں۔ آپ کے آباء واجداد شہر ''ایرچ'' کی نامور شخصیتوں میں سے تھے لیکن محبت و تجرید کے غلبہ کے سبب ساری دنیاوی دولت

مخدوم حسام الدین فتح پوری

از محبوب ترین خلفائے شیخ عبدالمقتدر است۔ بہ محامدِ معرفت مشہور، و بہ خرق و کرامت مذکور۔ صاحبِ ''معارج الولایت'' آوردہ است کہ او از اولیائے بزرگ و مشائخِ باکمال است۔ جمِ غفیر بہ فیضِ ارشادِ او بخدا رسید۔ و شیخ بدھن چشتی از برگزیدگانِ خدمتِ اوست۔

منقول است کہ پدرِ شیخ بدھن اورا در عمرِ شش سال بخدمتِ مخدوم آورد۔ و در برکتِ عمر و علمِ صوری و معنوی استمدادِ ہمت خواست۔ مخدوم در حقِ وے دعا فرمود۔ الحاصل شیخ بدھن عمرِ طویل یافت و از اکملِ اولیا و اشہرِ علما گردید۔ وفات مخدوم حسام الدین در سال ہشت صد مذکور است۔

شیخ ابوالفتح جونپوری

مرید و خلیفہ و شاگرد جدِ خود شیخ عبدالمقتدر است۔ دانشمندِ کامل و برگزیدۂ روزگار بود۔ در فقر و ریاضت مثالے نداشت۔ و صاحبِ معارج الولایت آوردہ کہ شیخ ابوالفتح در بطنِ والدۂ ماجدۂ خود تا مدتِ چہاردہ ماہ محمول بود۔ ازیں جہت شیخ عبدالمقتدر جدِ او تعلقِ خاطر داشت۔ و شبے کہ شیخ رکن الدین ابوالفتح سہروردی در عالمِ خواب بشارت داد و شیخ ابوالفتح متولد شد۔ چوں شیخ جمال الدین مریدِ شیخ عثمان سیاح بروزِ ولادت شیخ ابوالفتح وارد شد۔ و شیخ ابوالفتح را باو بنمودند۔ فرمود کہ خانۂ شیخ عبدالمقتدر از انوار و تجلیات مولودِ مسعود منور و معمور خواہد شد۔ 15-1-2013

الحاصل شیخ عبدالحی در حیاتِ شیخ عبدالمقتدر پدرِ خود فوت شد و شیخ ابوالفتح از انعام و حلاوتِ گلزارِ چشت گلِ مدعا بدست آورد۔ وجبہ و دستار او لوالارباب گردید۔ وفاتِ او در ہشت صد و پنجاہ و ہشت ۸۵۸ھ مذکور است۔

شیخ نورالدین معروف بہ نورِ قطبِ عالم بنگالی

فرزندِ رشید و خلیفۂ اعظم شیخ علاء الدین علاء الحق بنگالی است۔ از مشاہیر مشائخِ

کوتباہ و برباد کردیا اور سب چھوڑ کر نکل گئے۔ اور علوم ظاہر کی تحصیل و تکمیل فرمائی اور علومِ باطن حاصل کرنے کے ارادہ سے قاضی محمد ساوی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مرشدِ برحق کی باطنی توجہ کی بدولت درجۂ کمال پر پہنچے، اور خرقۂ خلافت وارشاد حاصل کیا۔ آپ کا سال وفات ۸۰۹ھ لکھا ہے۔

شیخ فتح اللہ اودھیؒ

آپ شیخ صدرالدین حکیم کے قدیم چاہنے والے اور خلیفۂ معظم تھے۔ ابتدائی زمانہ میں مسجدِ دہلی میں درس دیا کرتے تھے۔ جب مرید ہوئے تو ریاضت وعبادت میں کامیابی نہ دیکھ کر شیخ صدرالدین کی خدمت میں شکایت کی۔ انہوں نے فرمایا کہ درس وتدریس بند کرو اور درس کی کتب دریا میں ڈال دو۔ چنانچہ تدریس ترک کرکے درس کی کتابیں دریا میں ڈال دیں بالآخر علومِ حقیقت ومعرفت میں کامیابی حاصل کرکے زمانہ کے اکمل اصفیاء میں شامل ہوگئے اور بہت سے طالبانِ حق کو مقامِ حق پر پہنچادیا۔ ان میں شیخ قاسم دہلوی اور شیخ محمد عیسیٰ آپ کے خلفاء شامل ہیں۔ آپ کا سنِ وفات ۸۲۱ ہجری لکھا ہے۔

شیخ عین الدین قتالؒ

آپ اپنے والد شیخ سعد اللہ کیسہ دار کے مرید اور خلیفہ تھے۔ نیز سید امیر سے بھی استفادہ کیا تھا۔ ابتدا میں شراب نوشی کے زیادہ عادی تھے اور ہر چشمہ اور دریا سے پانی طلب کئے جانے کے بجائے ان کے ہاتھ میں شراب کے سوا کچھ نہ ہوتا۔ جب ان کے والدِ بزرگوار کے انتقال کا وقت قریب آگیا اور ان کی ضرورت ہوئی تو ان کی تلاش کی گئی تو وہ میخانہ میں پائے گئے۔ انہیں سنایا گیا کہ شیخ نے طلب فرمایا ہے۔ یہ سنتے ہی شیخ عین الدین اپنی جگہ سے اٹھے اور ہاتھ میں شراب کا جو پیالہ تھا زمین پر پھینک دیا اور والدِ ماجد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مشربِ چشت کا خرقۂ خلافت اور سرمایۂ نعمت حاصل کیا اور رب العزت کی بارگاہ میں برگزیدہ اور خاصانِ خدا میں سے ہوگئے اور باقی عمر زہد وتقویٰ میں بسر کی۔ آپ کا سن وفات ۸۲۲ ہجری لکھا ہے۔

شیخ سارنگ چشتی سہروردیؒ

ہند و صاحبِ ذوق و محبت و حلاوت بود۔ آثارِ علیہ و کراماتِ جلیہ داشت۔ در صدر حیاتِ پدرِ خود کارِ خود، کارِ عبادت و ریاضت و مجاہدہ و معرفت بمنزلِ نامتناہی رسانیدہ فائز مرتبۂ الوہیت و مدارجِ قطبیت گردید۔

صاحبِ اخبار الاخیار می فرماید کہ خدمتِ درویشانِ خانقاہ و بردنِ نجاست و غلاظت باو مفوض بود۔ روزے درویشے را دردِ شکم در گرفت۔ و او بہ قضائے حاجت در بیت الخلا رفت۔ و شیخ نورالدین کہ ہم دریں محل در شُست و روبِ بیت الخلا مصروف بود۔ بول و غائطِ درویش در در سیدہ بر اندامش افتاد، جامہ و جسمِ او ہمہ غلیظ گشت۔ و در نجاست آلودہ گردید۔ چوں حضرت شیخ علاء الحق فرزندِ دلبند را بایں حال نگریست۔ بسیار خوش دل و خوشحال گشت۔ و فرمود کہ حالا بخدمتِ دیگر مشغول باید شد۔

منقول است کہ روزے شیخ نورالدین بارِ ہیزم بر سر می کشید۔ شیخ اعظم خان کہ از عمائد و ندیمانِ بادشاہ بود بدید و بگفت کہ تا چند در ہیزم کشی و خدمت گزاریِ فقرا بسر خواہی برد۔ بیا کہ بمنصبِ بزرگ برسانم۔ شیخ نورالدین جواب داد کہ دولت و ثروتِ دنیا ناپائیدار است۔ و مرا نہ شاید۔ و خدمتِ فقرا بہتر از دولت و ثروتِ دنیائے ناپائیدار است۔ و مرا نشاید۔ و خدمتِ فقرا بہتر از دولت و تنعم می شمارم۔

وفاتِ آں برگزیدہ صفات در سال ہشت صد و پنجاہ و یک ۸۵۱ھ منقول است۔ و از حضرتِ او دو پسران بودند۔ شیخ رفعت الدین و شیخ انور کہ بعد وفاتِ او بر مسندِ مشیخت و ارشاد جائے یافتند۔ 15-1-2013

سید اشرف جہانگیر سمنانی

افضل و اشہر عہد خود در مشائخ ہندوستان است۔ شرفِ خلافت از حضرت شیخ علاء الحق بنگالی دریافت۔ و از دیگر پیرانِ طریقت ہم فیضہا ربودہ بود۔ پدرِ بزرگوارِ او بادشاہِ سمنان بود۔ چوں نوبتِ بادشاہی باو رسید۔ یک چند بسر بردہ تارک شد۔

صاحبِ ''معارج الولایت'' از ''لطائفِ اشرفی'' حکایت آوردہ کہ سید اشرف

ہندو قوم سے تھے اور صاحبِ دولت و عزت تھے۔ جب اسلام سے مشرف ہوئے تو آپکی بہن سلطان محمد بن فیروز شاہ کے نکاح میں آئی۔ شہر سارنگ پور کو خود اپنے نام سے آباد کیا اور بعد میں شیخ قوام الدین کے مرید ہوئے پھر تمام مال و اسبابِ دنیا چھوڑ کر حجاز کے سفر پر روانہ ہوئے۔ وہاں سے واپس آئے تو یوسف بدھ ایرچی کی مصاحبت اختیار کی اور خرقۂ خلافت بھی پہنا۔ آپ کی وفات کا سال ۸۴۷ ہجری بیان کیا جاتا ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

شیخ علم الحق والدین چشتیؒ

آپ شیخ سراج الدین سراج الاولیاءؒ کے فرزندِ دلبند اور خلیفۂ اعظم تھے۔ بزرگ مقامات پر فائز اور صاحبِ کرامات تھے۔ ریاضت و مجاہدہ میں بڑا کمال رکھتے تھے۔ کثرت سے اہلِ دل اصحاب نے آپ سے رہنمائی حاصل کی اور جو تاریکیوں میں بھٹک رہے تھے انہیں قربِ حق کی منزل پر فائز کر کے انوار و تجلیات سے ہم کنار کیا۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ اس جامع کمالات ہستی کی وفات کا سال ۸۰۹ھ یا دوسرے قول کے مطابق ۹۰۱ھ بتایا جاتا ہے۔ دوسرا قول زیادہ درست ہے۔

شیخ محمد عیسیٰ جونپوریؒ

آپ شیخ فتح اللہ اودھی کے خلیفہ تھے۔ آپ کے والد شیخ احمد عیسیٰ دہلی کے عمائدین سے تھے۔ امیر تیمور کے حملہ و تباہی کے زمانے میں دہلی چھوڑ کر جونپور میں سکونت اختیار کی۔ صاحبِ ''اخبار الاخیار'' نقل کرتے ہیں کہ شیخ محمد عیسیٰ ذکر و شغل میں بے حد محو رہتے، سر زانو پر رہتا تھا اور اپنے حال و احوال کی کوئی خبر نہیں رہتی۔ پشت کی ہڈیاں جھک کر متاثر ہو گئیں تھیں۔ اور منہ کی ٹھوڑی سینہ سے پیوست ہو گئی تھی۔ آپ کی وفات کا سال ۹۱۱ھ ہجری لکھا ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

شیخ شمس الدین طاہرؒ

آپ شیخ نور الدین قطبِ عالم کے خلیفۂ اعظم تھے۔ آپ بزرگ شیخ اور سن رسیدہ تھے۔ فیضِ باطن اور استفادۂ کامل خواجہ بزرگ معین الاولیاءؒ کی روحانیت سے کیا اور خرقۂ خلافت خواجہ بایزید خرد نبیرہ حضرت خواجہ بزرگؒ سے پہنا۔ چنانچہ ''سیر العارفین'' میں بھی یہی

جہانگیر ولی مادر زاد بود۔ در عمر ہفت سالگی قرآن مجید را بہفت قرأت حفظ نمود و در چہاردہ سالگی از علومِ عقلی و نقلی فارغ گردید۔ و بصحبتِ خضر علیہ السلام مستفیض گشتہ و بہ اشارت غیبی سفرِ ہندوستان اختیار کرد۔ و بخدمتِ حضرت شیخ علاء الحق مشرف شدہ دولتِ خلافت حاصل نمود۔ واز واصلانِ حق گردید و بہ دیارِ جونپورعز رخصت یافت۔ وفاتِ او در سال ہشت صد و ہشت ۸۰۸ھ ہجری مرقوم است۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

قاضی شہاب الدین دولت آبادیؒ

خلیفہ مولانا خواجگی است۔ واز سید اشرف جہانگیر نیز استفادہ کرد۔ در علومِ ظاہر مکرم و در علومِ باطن معظم بود۔ تصانیفِ عالی داشت۔ واز جملہ تصنیفاتِ خود یک رسالہ دارد موسوم بہ ''مناقب السادات'' کہ دراں ذکرِ عقیدت و محبت نسبتِ اہلِ بیتِ نبوت باحسن الوجوہ بیان کردہ۔ و باعثِ تصنیفِ رسالہ این است کہ برسبیلِ مباحثہ و مناظرہ وقت متضمن بر تبجیل و تعظیمِ علما بجہتِ فضائلِ علوم و تقصیرِ مدارجِ سادات بنظر فقدان اثبات بدیہہ وغیر آں تصنیف کردہ بود۔ شبے در واقعہ دید کہ بجہت تصنیفِ مذکور حضرت خواجۂ کائنات سرورِ عالم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بجانبِ او نظرِ قہر و عتاب فرمود۔ چوں از خواب بیدار شد۔ بر کردارِ خود محجوب گشتہ تصنیفِ جدید در مناقبِ سادات ترتیب داد۔ و تصنیفِ سابق در دریا انداخت۔ وفاتِ او در سال ہشت صد و چہل و ہشت ۸۴۸ھ ہجری مرقوم است۔

شیخ اختیار الدین ایرچی

از خلفائے نامی و مریدانِ گرامی، قاضی چشتی است۔ جد و پدرِ او از نامورانِ شہر ایرچ بودند۔ اما او بسببِ غلبۂ محبت و تجرید ہمہ دولتِ دنیا بر باد دادہ تارک گردید۔ و بہ تحصیل علومِ ظاہر و تکمیلِ ظاہر کردہ بنظرِ اکتساب امورِ حقیقت بخدمتِ قاضی محمد سادی حاضر شد و بتوجہِ باطن مرشدِ برحق بمرتبۂ کمال رسیدہ خرقۂ خلافت و ارشاد حاصل کرد۔ سالِ وفات ہشت صد و نہ ۸۰۹ھ رقم نمودہ اند۔

مذکور ہے۔ محققِ کامل صاحبِ ''سیر العارفین'' آپ کے ہمعصر تھے۔ حضرت خواجہ بایزید خرد سے شرفِ نیاز حاصل کرنے کے لئے آپ دارالخیر اجمیر میں رہے۔ آپ کی وفات ۸۸۱ سنہ ہجری لکھی ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

شیخ حسام الدین مانکپوریؒ

آپ شیخ نورقطب عالم کے خلیفۂ اعظم تھے اور اپنے دور کے مشائخ کرام سے تھے۔ علومِ شریعت وطریقت کے جامع عارف تھے۔ صاحبِ کشف وتحقیق بھی تھے۔ آپ کی بہت سی تصنیفات تھیں۔ ''رفیق العارفین'' آپ ہی کے ملفوظات پر مشتمل ہے۔ روزہ رکھنے پر زیادہ مائل تھے۔ اور توکل بہت پسند تھا۔ اکثر افطار ایک گھونٹ پانی سے کیا کرتے تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ جب شیخ کی خدمت کرنے کے ارادہ سے وطن سے باہر آیا۔ تو ہر منزل پر خواب میں شیخ کو دیکھتا تھا کہ میرے ساتھ برابر موجود تھے۔

ایک دن میں کشتی میں سوار ہوا۔ اون پہنا ہوا ایک درویش بھی میرے ہمراہ تھا۔ جب میں دریا کے ساحل پر پہنچا تو وہ درویش پانی کی گہرائی میں چلا گیا اور نگاہوں سے پوشیدہ ہو گیا۔ اس موقع پر میں نے شیخ کی قدمبوسی کا شرف حاصل کیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ اس درویش کا جمال جو پانی میں تھا دیکھنے میں اس کی اور شیخ کی شکل یکساں تھی اور خط وخال اور چہرہ ومہرہ میں ذرا بھی کمی یا بیشی نہیں پائی۔ آپ کی وفات کا سن ۸۸۲ سنہ ہجری لکھا ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

شاہ کاکو چشتی

آپ شیخ نور الدین قطبِ عالم کے نامی وگرامی خلیفہ تھے۔ آپ کا نسب چند واسطوں سے حضرت خواجہ فرید الدین فرید الاولیاءؒ سے جاملتا ہے۔ شیخ پیر محمد چشتی لاہوری سے فیض حاصل کیا اور مخلوق کی تعلیم وتلقین میں خوب کوشش کی۔ لاہور میں سکونت اختیار کی۔ آپ سے بہت سے کشف اور کرامات صادر ہوئے۔ آپ کی وفات ۸۸۲ سنہ ہجری لکھی ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

شیخ یوسف ایرچی چشتی

آپ کے آباء خوارزم سے ایرچ وارد ہوئے۔ شیخ یوسف اگرچہ شیخ اختیار الدین کے خلیفہ

شیخ فتح اللہ اودھی

خلیفۂ معظم، ومحبِ قدیم شیخ صدرالدین حکیم است۔ دراوائلِ حال درمسجدِ دہلی درس می گفت۔ چوں مرید شد۔ درریاضت وعبادت فتحیاب ندیدہ پیشِ شیخ صدرالدین شکایت آورد۔ فرمود۔ تدریس ترک کن ۔ وکتبِ درس در دریا بینداز۔ چنانچہ ترکِ تدریس کردہ کتبِ درسیہ در دریا انداخت۔ وبالآخراز علومِ حقیقت ومعرفت کامیاب گشتہ اکملِ اصفیاءِ زمانہ گردید۔ وبسیار طالبانِ حق را بمقامِ حق رسانید۔ چنانچہ شیخ قاسم دہلوی، وشیخ محمد عیسیٰ از خلفائے وے بودند۔ وفاتِ او درسال ہشت صد وبست ویک ۸۲۱ھ مرقوم است۔

شیخ عین الدین قتال

مرید وخلیفہ پدرِ خود شیخ سعداللہ کیسہ دار است۔ ونیز از سید امیر ماہ استفادہ کرد۔ اول بیشتر مائل بہ شراب بود۔ واز ہر چاہ ودریا کہ برائے او آب طلب داشتند غیراز شراب بدست نہ آمد۔ چوں وقتِ ارتحالِ پدرِ بزرگوارش نزدیک تر شد۔ اورا بخواند۔ فرستادہ در جستجوئے او برفت۔ ودر میخانہ یافتہ پیام طلب شیخ برزبان آورد۔ بمجرد استماعِ ایں معنی شیخ عین الدین از جائے خود برخاست۔ وجامِ شراب کہ در دست داشت نوشیدہ برزمین بزد و بخدمتِ پدرِ عالی قدر حاضر شد۔ وخرقۂ خلافت وسرمایۂ نعمت وحلاوتِ مشربِ چشت حاصل کرد۔ واز خاصان وبرگزیدگانِ درگاہِ رب العزت گردید۔ وبقیۃ العمر در زہد وتقویٰ بسر برد۔ سالِ وفاتش ہشت صد وبست ودو ۸۲۲ سنہ مرقوم است۔

شیخ سارنگ چشتی سہروردی

صاحبِ دولت وعزت از قومِ ہنود بود۔ چوں باسلام مشرف شد۔ وہمشیرۂ او بعقدِ نکاحِ سلطان محمد بن فیروز شاہ درآمد۔ بلدہ سارنگ پور بنامِ خود آباد کرد۔ وبعد ازاں مریدِ شیخ قوام الدین گردید۔ وہمہ مال واسبابِ دنیا ترک گفتہ بہ سفرِ حجاز رفت۔ چوں

تھے لیکن سید جلال بخاری اور شیخ راجو قتال کی خدمت میں رہ کر فیوض حاصل کئے۔ آپ صاحبِ تالیفات بھی ہیں۔ صاحبِ ''تاریخ محمدی'' آپ ہی کے مریدین اور معتقدین سے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ایک روز شیخ یوسف نے خانقاہ میں جبکہ سماع کی محفل بہت گرم تھی اسی جگہ جان دے دی۔ آپ کی وفات کا سال ۸۳۴ھ ہجری لکھا ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

شیخ پیارا چشتیؒ

آپ سید یداللہ نبیرہ سید محمد گیسودراز کے مریدین سے تھے اور تربیت و تکمیلِ سلوک خواجہ گیسودراز کی خدمت میں پائی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ جس وقت شیخ کی صحبت حاصل ہوئی تو فرمایا کہ تو اگر اس سے قبل کسی کے ساتھ محبت کا تعلق رکھتا تھا تو وہ بیان کر۔ عرض کی کہ عشق کا طریقہ سیکھنے کی غرض سے ہی حاضر ہوا ہوں۔ میں کچھ نہیں جانتا کہ عشق کیا ہے اور کہاں سے آتا ہے۔ فرمایا کہ سابقہ واقعات کے اظہار سے گریز نہیں کرنا چاہیے۔ اور یہ سب تیرے مشرب کی دریافت کے لئے ہے۔ عرض کی کہ شروع میں ایک ہندو عورت پر فریفتہ ہو گیا تھا اور اس کے دیدار کی دولت ہاتھ نہ آتی تھی۔ بالآخر زُنار باندھ کر صنم خانہ (مندر) میں بیٹھ گیا تاکہ اس کا جلوہ دیکھ سکوں۔ یہ سنتے ہی خواجہ گیسودرازؒ نے گلے لگالیا اور فرمایا کہ عشق کی منزل میں تو بڑا اعلیٰ مقام رکھتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ جب تجھے اس عشق و محبت کی منزل مل جائے تو شاہدِ حقیقی کے عشق کی طرف تیری رہنمائی کروں۔ چنانچہ آپ نے ان کو حلقۂ بیعت میں لے لیا اور تھوڑے ہی عرصہ میں مرتبۂ کمال کو پہنچا دیا۔ آپ کی وفات کا سال ۸۶۵ھ ہجری لکھا ہے۔

شیخ محمد المعروف بہ شیخ مینا چشتی سہروردیؒ

آپ شہر لکھنؤ کے صاحبِ ولایت تھے اور بچپن ہی سے شیخ قوام الدین کے زیرِ سایہ و حمایت تربیت پائی اور بیعت و خلافت سے مشرف ہوئے۔ ان کا لقب مینا مشہور ہونے کی وجہ تسمیہ یہ تھی کہ شیخ قوام الدین کو ایک بیٹا تھا جس کا نام شیخ نظام الدین مینا تھا جو حرص و ہوس اور خواہشِ نفس کے باعث سلطان محمد بن فیروز شاہ بادشاہِ دہلی کے ملازمین میں شامل ہو گیا۔ اس وجہ سے شیخ قوام الدین اس سے بے حد نفرت کرتے تھے۔ جب شیخ نظام الدین معافی چاہنے اور اپنے والد سے

باز آمد بصحبت یوسف بدھ ایرچی مصاحبت اختیار کرد و خرقۂ خلافت ہم پوشید۔ وفاتِ او در سال ہشت صد و چہل و ہفت سنہ ۸۴۷ھ مذکور است۔

شیخ علم الحق والدین چشتی

خلیفۂ اعظم و فرزندِ دل بند شیخ سراج الدین سراج الاولیا است۔ صاحبِ مقاماتِ بزرگ و کراماتِ سترگ بود۔ و بریاضت و مجاہدہ غلوئے تمام داشت۔ جمعے کثیر از اربابِ دل بر ہنموئِ او از ظلمتِ دارِ ناپائیدار اسباب بمنزلِ انوار و تجلیاتِ قربِ حق فائز گشتند۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ وفاتِ آں جامع کمالات در سال ہشت صد و نہ سنہ ۸۰۹ و بہ قولِ دیگر نہ صد و یک سنہ ۹۰۱ھ منقول است۔ وقولِ آخر بمہر درستی مسجّل است۔

شیخ محمد عیسیٰ جونپوری

خلیفۂ شیخ فتح اللہ اودھی است۔ پدرش شیخ احمد عیسیٰ از عمائدِ دہلی بود۔ بزمان خرابی ہنگام تاخت آوردن امیر تیمور ترک دہلی گفتہ، سکونت جونپور اختیار کرد۔ صاحبِ اخبار الاخیار آوردہ کہ شیخ محمد عیسیٰ در مشغولی غلو داشت۔ و سر بہ زانو می بود۔ و از حال و احوالِ خود ہیچ خبر نداشت۔ و استخوانِ مہرہ پشتِ او دوتا گردیدہ۔ و زنخ بہ سینہ پیوستہ۔ وفاتِ او در سال نہ صد و یازدہ سنہ ۹۱۱ ہجری مرقوم است۔

شیخ شمس الدین طاہر

خلیفۂ اعظم شیخ نور الدین قطبِ عالم است۔ او شیخ بزرگ و کبیر السن بود۔ و فیضِ باطن و استفادۂ کامل از روحانیتِ خواجہ بزرگ معین الاولیا دریافت۔ و خرقۂ خلافت از حضرت خواجہ بایزید خُرد نبیرہ حضرت خواجہ بزرگ رحمۃ اللہ علیہم پوشید۔ چنانچہ در سیر العارفین مذکور است۔ و صاحبِ سیر العارفین محقق و کامل و ہم عصرِ شیخ شمس الدین طاہر بود۔ و بشرفِ ملازمت حضرت خواجہ بایزید خُرد بمقام دار الخیر اجمیر مشرف گشتہ۔ وفاتِ او در سال ہشت صد و ہشتاد و یک سنہ ۸۸۱ ہجری مرقوم است۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

محبت کا اظہار کرنے وطن آیا تو خانقاہ کے صحن میں گھوڑے پر سوار ہو کر داخل ہوا۔ اس کی اس گستاخانہ حرکت پر شیخ قوام الدین کو بہت غصہ آیا۔ اور اس کے حق میں بددعا کردی۔ چنانچہ وہ چند قدم بھی نہ چلا ہوگا کہ گھوڑے کی پیٹھ سے زمین پر گر کر ہلاک ہوگیا۔ اس وقت شیخ قوام الدین کے خاص مریدوں میں سے شیخ قطب الدین موجود تھے۔ جن سے آپ نے کہا کہ حق سبحانہ تعالیٰ تجھے ایک بیٹا عطا فرمائے گا تو وہ محمد مینا کے نام سے موسوم ہوگا جو میرے فرزند کی جگہ معروف اور مشہور ہوگا۔

غرض شیخ کی دعا کی برکت وتصرف سے ایسا ہی واقع ہوا اور وہ شیخ قوام الدین کے منظورِ نظر بن گئے۔ شیخ سارنگ چشتیؒ سے بھی خرقۂ خلافت پایا اور جانشین ہو کر سجادۂ رشد و ہدایت پر فائز ہوئے۔

صاحبِ ''اخبار الاخیار'' لکھتے ہیں کہ شیخ محمد مینا مادر زاد ولی تھے۔ پانچ سال کی عمر میں جس وقت تعلیم کے لئے انھیں مدرسہ بھیجا گیا اور استاد نے بسم اللہ پڑھنے کا اشارہ کیا تو آپ نے فوراً پڑھی۔ جب انہوں نے کہا بولو ''الف'' تو کہا ''الف'' پھر کہا بولو ''ب'' تو جواب دیا کہ جب ''الف'' کہہ دیا تو ''ب'' کہنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ اس موقع پر حقائق کے چند معانی زبان پر لائے۔

منقول ہے کہ وہ ترک وتجرد میں بہت غلو کرتے تھے اور اہل وعیال نہیں چاہتے تھے۔ کئی راتوں میں دیوار پر بیٹھ کر عبادت کیا کرتے تاکہ نیند کے غلبہ سے محفوظ رہیں اور کانٹوں بھرے سوکھے وسخت فرش پر بیٹھا کرتے اور موسم سرما میں جسم پر کے کپڑے ٹھنڈے پانی میں تر کر کے پہنتے اور خانقاہ کے صحن میں آسمان کے نیچے کسی چھت کے بغیر مشغول اور مراقب رہا کرتے۔ المختصر دردمند اور درد کے طلبگار رہتے۔ کبھی بھی راحت اور نیند کی خواہش نہ کی۔ آپ کی وفات کا سال ۸۷۰ھ ہجری بتایا جاتا ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

شیخ رفعت الدین

آپ شیخ نور قطبِ عالم بنگالی کے بڑے بیٹے تھے۔ بہت بزرگ اور صاحبِ حال تھے۔ کہا کرتے کہ خدا کی قسم میں تو بازار کے کتے سے بھی کمتر ہوں۔ ہمیشہ توکل اور عسرت میں زندگی بسر کی۔ اور دنیا والوں سے بالکل نفرت کیا کرتے تھے۔ رحمۃ اللہ علیہ

شیخ حسام الدین مانک پوری

خلیفۂ اعظم شیخ نور قطبِ عالم است۔ واز اعیانِ مشائخ عہدِ خود است۔ جامع بود درمیانِ علومِ شرع وطریق وعارف بود۔ صاحبِ کشف وتحقیق۔ او خدیو تصنیفات بود۔ "رفیق العارفین" از ملفوظاتِ او است۔ بہ صیام بسیار مائل بود۔ وتوکل مرغوب۔ اکثر نوبت افطار بہ جرعۂ آب روئے می داد۔ فرمود کہ چوں بعزمِ ملازمتِ شیخ از وطن بیروں آمدم۔ بہر منزل درعالمِ واقعہ شیخِ خود را می دیدم۔ کہ در برابرِ من می بود۔

روزے در کشتی سوار شدم۔ درویشے صوف پوش ہمراہِ من بود۔ چوں بر ساحلِ دریا رسیدم۔ ہموں درویش در قعرِ آب فرو رفت۔ واز چشم پنہاں شد۔ انگہ بپائے بوسِ شیخ مشرف شدم۔ نیک دیدم کہ جمالِ ہماں درویش کہ بہ آب اُفتادہ بود با منظر وپیکرِ شیخ یکساں بود۔ ودر خط وخال وچہرہ ومہرہ ہیچ تجاوز وتفاوت نیافت۔ وفات در سال ہشت صد وہشتاد ودو ۸۸۲ سنہ مرقوم است۔

شاہ کاکو چشتی

خلیفۂ نامی وگرامی شیخ نور الدین قطبِ عالم است۔ ونسبِ وے بچند واسطہ با حضرت خواجہ فرید الدین فرید الاولیا می پیوندد۔ واز شیخ پیر محمد چشتی لاہوری فیضہا یافتہ بود۔ وبہ تلقین وتعلیمِ خلائق سعیِ موفور کرد۔ ودر لاہور سکونت ورزید۔ وکشف وخرقِ بسیار از وے بوقوع آمد۔ وفاتِ او در سال ہشت صد وہشتاد ودو ۸۸۲ سنہ مرقوم است۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

شیخ یوسف بدھ چشتی

آبائے او از خوارزم بہ ایرچ آمدند۔ وشیخ یوسف اگرچہ خلیفہ شیخ اختیار الدین بودہ است۔ اما از خدمتِ سید جلال بخاری وشیخ راجو قتال فیضہا ربودہ صاحبِ تالیفات است۔ صاحبِ "تاریخِ محمدی" از مریدان ومعتقدانِ او است۔ وآوردہ اند کہ روزے شیخ یوسف در خانقاہ ہنگامۂ سماع گرم داشت۔ وہمدراں محل جان داد۔ وفاتِ او در سال ہشت صد وسی وچار ۸۳۴ سنہ مرقوم است۔

شیخ انور

آپ شیخ نور قطب عالم بنگالی کے چھوٹے فرزند تھے۔ فقیرانہ حالت میں اپنی سخاوت کے لئے بڑی شہرت رکھتے تھے۔ بکریاں پالا کرتے تھے اور جب وہ فربہ (موٹی تازی) ہوجاتیں تو ذبح کر کے فقراء میں خیرات کردیتے تھے اور خود اس گوشت میں سے کچھ بھی نہیں کھاتے۔ ایک دن شیخ حسام الدین نے ان سے پوچھا کہ مخدوم زادے بتاؤ عشق کیا ہوتا ہے تو فرمایا اللہ والے اپنی آنکھیں اوپر کی طرف کر کے دیکھتے ہیں کہ دوست آتا ہے یا دوست کا پیام آتا ہے ورنہ آنکھ کھولنے کی کیا حاجت ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمود راجن قَدَّسَ اللہُ سِرَّہٗ

آپ اپنے والدِ بزرگوار خواجہ علم الحق والدین کے خلیفہ تھے۔ سلسلۂ سہروردیہ اور شطاریہ سے بھی نسبت رکھتے تھے۔ نیز ایک واسطے سے حضرت خواجہ گیسودراز تک آپ سلسلۂ خلافت پہنچتا ہے اور دوسری جگہوں سے بھی فیوض حاصل کر کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوئے۔ ریاضت وتقویٰ میں بے مثال تھے اور فقر وفاقہ کو بہت پسند کرتے تھے اور امراء واغنیا کی صحبت سے نفرت رکھتے تھے۔ راتیں عبادت اور اذکار میں بسر کیا کرتے اور بے حد بیدار اور مشغول رہنے کے باعث آپ کی آنکھیں گلنار کی طرح سرخ رہا کرتی تھیں اور آپ کا جمال ہمیشہ شرابِ وحدت وحقیقت کے نشہ میں سرشار رہا کرتا۔ آپ کی تلقین وارشاد کی بدولت کثیر تعداد میں اربابِ دین اور اصحابِ یقین کو حق رسی کی منزل نصیب ہوئی۔ آپ کی وفات کا سال سنہ ۹۰۰ ہجری لکھا ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

راجی حامد شاہ چشتی

آپ شیخ حسام الدین مانکپوری کے خلیفہ تھے۔ صحیح نسبت والے بزرگ تھے آپ کے دادا حضرت سید شہاب الدین سلطان شمس الدین التمش کے زمانہ میں گردیز سے آئے اور دہلی میں سکونت اختیار کی۔

کہا جاتا ہے کہ راجی حامد شاہ شروع شروع میں اپنی وضع سپاہیانہ رکھتے تھے اور آخر میں شیخ حسام الدین مانکپوری کی صحبت سے وابستہ ہوئے اور برگزیدۂ زمانہ ہوئے۔ علمِ ظاہری ضروری

شیخ پیارا چشتی

از مریدان سید یداللہ نبیرۂ سید محمد گیسو دراز است۔ وتربیت وتکمیل بخدمت خواجہ گیسو دراز یافتہ بود۔ آوردہ اند کہ چوں اورا ملازمت شیخ دست داد۔ فرمود کہ اگر پیش ازیں با کسے تعلق ومحبت داشتہ باشی۔ درمعرضِ بیان آری۔ التماس کرد کہ بنظر آموختن طریق عشق حاضر آمدم وہیچ ندانم کہ عشق چیست؟ واز کجا می آید۔ فرمود دراظہارِ واقعاتِ سابق اغماض نباید کرد۔ اینہمہ بغرض دریافت مشربِ تُست۔ التماس کرد کہ دراوائل بر زنِ ہندو فریفتہ بودم ودولتِ دیدار دست نمی داد۔ بالآخر زنار گرفتم۔ ودر صنم خانہ نشستم کہ اورا بہ بینم۔ باستماعِ ایں معنی خواجہ گیسو دراز اورا در بر گرفت وفرمود کہ البتہ در منزلِ عشق مقامِ عالی داری۔ می خواستم کہ چوں تو عشقِ طلب ومحبتِ مشرب بدست آید۔ یا بمنزلِ عشق شاہدِ حقیقی رہنمونی کنم۔ چنانچہ اورا درحبالۂ بیعت کشید۔ ودر اندک زمان بمرتبۂ تکمیل رسانید۔ وفاتِ او درسال ہشت صد وشصت وپنج ۸۶۵ھ مرقوم است۔

شیخ محمد المعروف بہ شیخ مینا چشتی سہروردی

صاحبِ ولایتِ دیارِ لکھنؤ بود۔ واز زمانِ غیر آگہی بہ ظلِ حمایت وسایۂ عاطفت شیخ قوام الدین تربیت یافتہ بہ شرفِ بیعت وتشریفِ خلافت مشرف گردید۔ وجہت موسوم گشتن بہ لقب مینا اینست کہ شیخ قوام الدین راپسرے بود موسوم بہ شیخ نظام الدین مینا۔ و او بہوائے ہوس، وتقاضائے نفس در زمرۂ ملازمانِ سلطان محمد بن فیروز شاہ بادشاہ دہلی منسلک گردید۔ بدیں وجہ شیخ قوام الدین ازوے نفرتِ تمام داشت۔ چوں شیخ نظام

الدین بہ قصد معذرت وتالیفِ پدرِ خود بوطن رسید۔ ودر صحنِ خانقاہ بر اسپ سوار گذشت۔ شیخ قوام الدین ازیں ادائے گستاخ برآشفت ودرحق او دعائے بدکرد۔ ہمیں کہ گامے چند نہ پیمودہ بود از پشتِ فرس بروئے زمین آمد وہلاک شد۔ درآں وقت شیخ قطب الدین کہ از مریدانِ خاص شیخ قوام الدین حاضر بود باو فرمود کہ حق سبحانہ تعالیٰ ترا پسر خواہد داد۔ موسوم بہ محمد مینا گشتہ بجائے فرزندِ من معروف ومشہور خواہد شد۔

حد تک حاصل کیا۔لیکن علمائے دین اور ارباب ِیقین آپ کے دائرۂ ارادت اور حلقۂ اطاعت میں داخل تھے۔آپ کی وفات کا سن ۹۰۱ سنہ ہجری لکھا ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

راجی سید نورؒ

آپ حامد شاہ راجی کے فرزندِ ارجمند ہیں۔ بڑے بزرگ، صاحبِ حال اور کریم النفس واقع ہوئے تھے۔عمر کا بڑا حصہ سخت عبادت وریاضت میں گذارا۔ رحمۃ اللہ علیہ

شاہ سیدوؒ

آپ شیخ حسام الدین مانکپوری کے خلیفہ تھے۔ابتداء میں بڑے صاحبِ دولت وثروت تھے بالآخر مال وجائیداد سب چھوڑ کر شیخ کی خدمت سے وابستہ ہوگئے اور تکمیلِ سلوک کے بعد خرقۂ خلافت پایا۔کہا جاتا ہے کہ آپ کو ایک عورت سے محبت تھی۔اس نے بھی دنیا کی ہوس کو ترک کر کے فقر،توکل اور قناعت میں بسر کی۔آپ کی وفات کا سال ۹۳۳ سنہ ہجری لکھا ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

شیخ بہاء الدین جونپوریؒ

آپ شہر کے مشہور شیخ تھے اور شیخ عیسیٰؒ کے خلیفہ تھے۔تجرد کی منزل میں مضبوط قدم تھے اور عبادت وریاضت میں گذارا کرتے۔آپ کو مستند خلافت بے شک حضرت راجی حامد شاہ سے حاصل تھی۔آپ کی وفات کا سال ۹۴۷ سنہ ہجری لکھا ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

شیخ دانیال چشتی

آپ راجی حامد شاہ کے مرید اور خلیفہ تھے اور حضرت خضر علیہ السلام کی صحبت بھی حاصل تھی۔ اور حضرت خواجہ بزرگ معین الحق والاولیاءؒ کی روح مبارک سے باطنی فیض حاصل کیا کرتے تھے۔اسی راسخ وابستگی کا نتیجہ تھا کہ حضرت خواجہ بزرگ نے آپ کو حضرت خضر علیہ السلام کے حوالہ کر دیا تھا۔معارج الولایت اور شرح الحروف العالیات میں یہ ہندی اشعار درج ہیں۔

جگ جگ عمر جو حضرت خواجے — حضرت رسول کریم نواجے
دانیال جو پرگھٹ کنیاں — حضرت خواجہ خضر ہست دنیا

ترجمہ: دعا ہے کہ حضرت خواجہ کی عمر خوب دراز ہو اور حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

الحاصل بہ برکت وتصرفِ دعائے شیخ ہم چناں بوقوع آمد ومنظورِ نظرِ شیخ قوام الدین گردید۔ وخرقۂ خلافت از شیخ سارنگ چشتی ہم دریافت وجانشین وصدر آرائے سجادۂ مشیخت وارشاد گشت۔

صاحبِ ''اخبار الاخیار'' آوردہ کہ شیخ محمد میناولیِ مادرزاد بود۔ چوں بعمر پنج سالہ اورا در دبستاں بنشاندند۔ واستاد بگفتن بسم اللہ اشارت کرد۔ بفور بخواند۔ چوں گفتند کہ بگو الف۔ گفت کہ الف۔ باز گفتند بگو ب۔ در جواب گفت کہ چوں الف گفتم بہ گفتن ب حاجت ندارم۔ وہمدریں محل چند معاءِ حقائق برزبان آورد۔

منقول است کہ او بہ ترک وتجرد غلوِ بسیار داشت۔ واہل وعیال نخواست۔ شب ہا برسرِ دیوار نشستہ عبادت می کرد۔ تا از غلبۂ نوم محفوظ ماند۔ وبرسطحِ فرش خار وخسک گستردہ منتظر می نشست۔ ودر موسمِ زمستان پیرہن تن در آبِ سرد تر کردہ در صحنِ خانقاہ بے سایۂ سائبان وسقف مراقب ومشغول می گشت۔ القصہ دردمند ودرد طلب بود۔ گاہے براحت واستراحت نیاسود۔ وفاتِ او در سال ہشت صد وہفتاد ۸۷۰ھ منقول است۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

شیخ رفعت الدین

پسرِ بزرگ شیخ نور قطب عالم بنگالی است۔ از بس بزرگ وصاحبِ حال بود۔ او می گفت کہ واللہ! من از سگِ بازار کمترم ومدام بتوکل وعسرت زندگی می کرد۔ واز اہلِ دنیا نفرتِ کلّی داشت۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

15-1-2013

شیخ انور

پسرِ خُرد شیخ نور قطبِ عالم بنگالی است۔ در حالتِ گدایانہ بہ سخاوت شہرتِ تمام داشت۔ گوسفندان را می پرورد۔ وبزمانِ فربہی ذبح کردہ بذلِ فقرا می کرد۔ وخود از گوشتِ آں چیزے نمی خورد۔ روزے شیخ حسام الدین از وے پرسید کہ مخدوم زادہ! عشق چہ باشد؟ فرمود۔ مردانِ حق

انہیں نوازیں۔ اے دانیال یہ حقیقت آشکار کردو کہ حضرت خواجہ خضر ہی (میری) دنیا ہیں۔

مخفی نہ رہے کہ اکبر شاہ بادشاہ کا بیٹا شاہزادہ دانیال خود شیخ دانیال کے گھر میں پیدا ہوا تھا۔ اور بادشاہ نے اپنے بیٹے کا نام شیخ کے نام کے ساتھ نسبت دے کر مشہور کر دیا اور شیخ دانیال نے اکبر شاہ کی تخت نشینی کے سترھویں سال جو شاہزادہ دانیال کی پیدائش کا زمانہ تھا اجمیر میں سکونت اختیار کی اور شاہزادہ کی پیدائش کے بعد کئی سال تک حیات رہے۔ اور بالآخر سنہ ۹۹۹ ہجری میں وفات پائی۔

شیخ دانیال کا تعلق اجمیر سے نہیں تھا مگر خواجہ بزرگ (حضرت غریب نوازؒ) سے روحانی محبت کے غلبہ کے سبب انھوں نے اجمیر میں زیادہ قیام کیا۔ اور حضرت خواجہ بزرگؒ کے آستانۂ عالیہ کے قرب میں مشرقی جانب سکونت فرمائی۔ اور اس زمانے میں جبکہ بادشاہ کی ملکہ کا ناگور کے سفر کی زحمت کی وجہ سے اور وضعِ حمل کا زمانہ قریب دیکھتے ہوئے بادشاہ کے حکم سے اجمیر میں قیام ضروری ہو گیا۔ شاندار محل اور وسیع مکان شیخ کے حجرہ کے برابر شیخ کی ہمسائیگی کے پیشِ نظر بنایا گیا۔ جس کا مقصد خیر و برکت کے سوا کچھ اور نہ تھا۔ اور اسے نومولودِ مسعود (شہزادہ) کے لئے خاص طور پر بنایا گیا۔ وہ رفیع الشان عمارت ابھی تک باقی ہے۔ اور حضرت خواجہ بزرگ معین الاولیاء کے مجاورین نے اپنی لاعلمی اور حالات سے ناواقفیت کے باعث شیخ دانیال کو اپنے اجداد سے قرار دیا ہے۔ شیخ کے مکان میں شاہزادہ کی ولادت کو اپنے لئے موجبِ اعتبار و اعزاز سمجھا جو فاش غلطی اور تحقیقی قصور ہے۔ ان لوگوں کی اس شیخی اور ڈینگ پر توجہ ہرگز نہ دینا چاہیے۔ ملا قیط کی کتاب میں شیخ دانیال کے پیرانِ طریقت کا سلسلہ واضح طور پر اس طرح متصل ہے۔ شیخ دانیال مرید راجی حامد شاہ خلیفہ شیخ حسام الدین مانکپوری خلیفہ شیخ نور قطبِ عالم بنگالی خلیفہ شیخ علاء الحق بنگالی خلیفہ شیخ عثمان اخی سراج خلیفہ حضرت شیخ نظام الدین سلطان المشائخ۔ قدس اللہ اسرارہم

شیخ حسن طاہرؒ

آپ حامد شاہ کے خلیفہ تھے۔ اور سید نور بن حامد شاہ کی خدمت سے بھی فیوض حاصل کئے اور ابتداء ہی سے دردمندی اور دردطلبی آپ کا شعار رہا اور مشائخ وفقرا کی صحبت میں زیادہ رہے۔ راجی حامد شاہ کی مشیخت کی شہرت سن کر خدمت میں حاضر ہوئے اور سلسلۂ ارادت سے

چشم فراز کرده می بیند که دوست می آید یا پیامِ دوست۔ وگرنہ بکشودنِ چشم چہ حاجت است؟

شیخ محمود راجن قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ

خلیفۂ پدرِ بزرگوارِ خود یعنی خواجہ علم الحق والدین است۔ وصاحبِ سلسلۂ سہروردیہ وشطاریہ بود۔ ونیز بیک واسطہ سلسلۂ خلافتِ وے بحضرتِ خواجہ گیسو درازمی رسد۔ ونیز از جاہا فیضہا دریافت۔ صاحبِ مقامِ عالی بود۔ بریاضت و ورع فقید المثال وفقر وفاقہ رابسیار دوست داشت۔ واز صحبتِ امرا واغنیا نفور بود۔ شبہا بعبادت ومشغولی بسر می برد۔ واز غایتِ بیداری ومشغولی چشمانِ او غیرتِ گلنار بودند۔ واز جمالِ او عالم مستِ مینائے وحدت وحقیقت ظاہر و باہر بود۔ جمعے اربابِ دین واصحابِ یقین بذیل تلقین وارشادِ او بمقامِ حق رسیدند۔ وفاتِ او درسال نہ صد سنہ ۹۰۰ مرقوم است۔

راجی حامد شاہ چشتی

خلیفہ شیخ حسام الدین مانکپوری است۔ بزرگ وصاحب نسبتِ درست بود۔ درزمانِ سلطان شمس الدین التمش جدِ بزرگوارش سید شہاب الدین از گردیز آمدہ سکونتِ دہلی اختیار کرد۔

آوردہ اند کہ راجی حامد شہ دراوائل وضعِ سپاہیانہ داشت۔ وآخر بصحبتِ شیخ حسام الدین مانکپوری پیوست۔ واز جملۂ اصفیاءِ عزِ زمانہ گردید۔ بہ علمِ ظاہر بقدر ما یحتاج معرفت داشت۔ اما عالمانِ دین واربابِ یقین در دائرۂ ارادت وحلقۂ اطاعتِ او بودند۔ وفاتِ او درسال نہ صد و یک سنہ ۹۰۱ مرقوم است۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

راجی سید نور

فرزندِ رشید حامد شاہ راجی است۔ بسیار بزرگ وصاحبِ حال وکریم النفس بود۔ ومدت العمر بعبادت وریاضتِ شاقہ گزرانید۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

وابستہ ہو گئے اور سلطان سکندر کے طلب کرنے پر جونپور سے دہلی آئے اور وہیں سکونت اختیار کی۔ اور زندگی بڑی عبادت ریاضت میں بسر کی۔ ایک عالم کو منزلِ حق کی جانب رہنمائی فرمائی۔ آپ کی وفات کا سال ۹۰۹ھ ہجری لکھا ہے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

مولانا الہ داد چشتی جونپوریؒ

آپ عالمِ باعمل اور فقیہِ بے مثل تھے۔ ہدایہ، کافیہ اور مدارک کی شرح فرمائی۔ بیعت و خلافت کا شرف راجی حامد شاہ سے پایا۔ منقول ہے کہ مولانا شیخ طاہر آپ سے گہری محبت رکھتے تھے اور آپ کے ہمدرد احباب سے تھے۔ ایک روز مولانا الہ داد نے راجی احمد شاہ کی بیعت کے بارے میں طنز کے طور پر بہت سی باتیں کہیں۔ شیخ حسن نے کہا آپ حضرت راجی حامد شاہ کی صحبت سے اٹھ کر سلامت واپس آ ئیے۔ یقیناً تمہاری باتیں کہنے اور سننے کے لائق خیال کی جا سکتی ہیں۔

الحاصل مولانا الہ داد، مولانا حسن کے ساتھ راجی حامد شاہ کی خدمت میں پہنچے اور چند ایسے مسائل پیش کئے کہ جن کا حل مشکل تھا۔ راجی حامد شاہ نے مولانا کے منصوبہ کو بیان کیا اور اجمال کے ساتھ بہترین انداز میں تفصیل بیان کرتے ہوئے مشکل کو آسان فرما دیا۔ اسی وقت مولانا الہ داد نے آپ کے قدم پر اپنا سر رکھ دیا اور بیعت کر لی۔ پھر ریاضت اور مجاہدہ کی جانب خوب توجہ کی۔ آپ کی وفات کا سال ۹۲۳ھ ہجری لکھا ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد حسنؒ پسر شیخ حسن طاہرؒ

آپ علوم ظاہری و باطنی کے جامع تھے اور مشائخ میں نسبت و جمال کی ایک علامت تھے۔ جس وقت اپنے حجرۂ خلوت سے مشیخت کے لئے جلوہ افروز ہوتے تو ہر وہ شخص جو آپ کے چہرہ پر نظر ڈالتا، اللہ اکبر کہتا۔ حیرت اور محویت میں غرق رہتے۔ آپ سلسلۂ قادریہ میں بھی اجازت رکھتے تھے۔ مدینۂ نبوی میں کئی سال گذارے۔ ہمیشہ شام کے وقت تک انتظار کی زحمت اٹھاتے اور نمازِ عشاء کے بعد حجرہ کے اندر جا کر معبودِ حقیقی کی عبادت میں رہا کرتے۔ آپ کی وفات کا سال ۹۴۴ھ ہجری لکھا ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

شاہ سیدو

خلیفہ شیخ حسام الدین مانکپوری است۔ بہ اوائل صاحبِ دولت وثروت بود۔ و آخر بہ ترکِ مال ومنال پرداختہ در خدمتِ شیخ پیوست۔ و بعد تکمیل خرقۂ خلافت یافت۔ آوردہ اند کہ اورا بازنے تعلقِ محبت بود۔ واو ہم ترکِ ہوسِ دنیا کردہ بہ فقر و توکل قناعت کرد۔ وفاتِ او در سال نہ صد وسی وسہ ۹۳۳ھ مرقوم است۔

شیخ بہاء الدین جونپوری

از مشاہیرِ مشائخِ آں دیار است۔ خلیفۂ شیخ عیسیٰ است۔ در منزلِ تجرد پائے استوار داشت۔ وبعبادت وریاضت گزرانید۔ وخلافتِ او از حضرت راجی حامد شہ ہم متیقن ومعتبر است۔ وفاتِ او در سال نہ صد وچہل و ہفت ۹۴۷ھ مرقوم است

شیخ دانیال چشتی

مرید وخلیفہ راجی حامد شہ بود۔ وصحبت دار حضرت خضر علیہ السلام۔ وفیض باطن از روحانیتِ حضرت خواجۂ بزرگ معین الحق والاولیا حاصل می کرد۔ وبہ ثبوت پیوستہ کہ حضرت خواجہ بزرگ اورا باشارۂ باطن بخضر علیہ السلام حوالہ کرد۔ وایں ابیاتِ ہندی در معارج الولایت وشرح الحروف العالیات از و مذکور است۔

جگ جگ عمر جو حضرت خواجے
حضرت رسول کریم نواجے
دانیال جو پڑھت کنیاں 15-1-2013
حضرت خواجہ خضر ہست دنیا

مخفی مباد کہ شاہزادہ دانیال بن اکبر شاہ بادشاہ در خانہ ہمیں شیخ دانیال متولد شدہ بود۔ و بادشاہ بہ ہمنامیِ شیخ پسرِ خود را معروف کرد۔ وشیخ دانیال در سال ہفت دہم جلوس اکبر شاہ کہ زمانۂ تولد شاہزادہ دانیال است در اجمیر سکونت داشت۔ و بعد تولید شاہزادہ سالہا در صدرِ حیات بود۔ وآخر بسال نہ

شیخ عبدالرزاق جھنجانہؒ

آپ شیخ محمد حسن طاہر کے مرید و خلیفہ تھے صاحبِ کشف و کرامات اور حاملِ خوارقِ عادات تھے۔ اہلِ بیتِ نبوت اور ائمۂ رسالت کی نسبت پر کامل اعتقاد رکھتے تھے۔ آپ کا شیخ امان پانی پتی سے بڑا مناظرہ ہوا تھا۔ آپ کی وفات کا سال ۹۴۹ھ ہجری لکھا ہے۔

شیخ امان پانی پتی چشتیؒ

آپ کا اسمِ گرامی عبدالملک اور لقب امان اللہ تھا۔ شیخ محمد حسن طاہر چشتی نبیرۂ راجی حامد شاہ کے مرید و خلیفہ تھے۔ مشربِ قلندریہ میں شاہ نعمت اللہ ولی سے منسلک تھے۔ کسی بھی مسئلہ پر تقریرِ بلیغ اور بیانِ وسیع فرماتے۔ تصوف و توحید میں آپ کی چند کتابیں اور رسالے یادگار ہیں۔ خصوصاً ''رسالہ اثبات الاحدیت'' آپ ہی کا لکھا ہوا ہے۔ نیز ''لوائح'' کی مولانا نے مبسوط شرح لکھی ہے۔ فرمایا کرتے اگر انصاف کی بنیاد درمیان میں رہے تو منبر و مینار سے مسئلۂ توحید پر کہنا چاہیئے اور فرماتے کہ ابتدائے حال میں اثباتِ توحید پر دو دلیلیں میرے پاس تھیں اور اب سولہ (۱۶) دلائل رکھتا ہوں۔ اور فرمایا ہماری درویشی دو حال پر مبنی ہے۔ تہذیبِ اخلاق اور محبتِ اہلبیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس جامع صفات ہستی کی وفات ۹۵۷ھ ہجری میں لکھی ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

مولانا احمد شوریانی

آپ پیرِ کبار کی اولاد سے تھے۔ علومِ ظاہری و باطنی میں شیخ اسحاق بن شاہ کاکو چشتی کے مرید اور شاگرد ہیں اور دیگر بزرگانِ طریقۂ چشتیہ سے بھی نعمت اور فیضِ صحبت حاصل کیا۔ زہد و ریاضت میں بے مثال تھے اور اشغال و اذکار میں بے حد مصروف رہتے۔ آپ کی وفات ۱۰۳۰ھ ہجری لکھی ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

سید علی قوامؒ

آپ اہلِ کمال تھے۔ آپ کے اجداد سوانہ کے سادات تھے۔ آپ شیخ بہاء الدین

صد و نو د و نہ ۹۹۹ھ وفات یافت۔

شیخ دانیال از اجمیر نبود۔ اما بہ سببِ غلبۂ محبتِ روحانیتِ خواجہ بزرگ بیشتر در اجمیر قیام ورزید۔ و در جوارِ آستانۂ عالیہ حضرت خواجہ بزرگ باختر سوئے محل سکونت داشت۔ و در زمانے کہ حرم محترمِ بادشاہ را بہ جہتِ مصائبِ سفرِ ناگور و بنظرِ آنکہ زمانہ وضعِ حمل قریب تر بود۔ بحکمِ بادشاہ قیامِ اجمیر ناگزیر افتاد۔ قصرِ رفیع و مکانِ وسیع برابر حجرۂ شیخ بنیاد کردہ بنظرِ ہمسائیگیِ شیخ کہ خالے از خیر و برکت متصور نبود۔ برائے مولودِ مسعود مخصوص ساختند۔ ہنوز ازاں تعمیر رفیع الشان باقیست۔ و مجاوران روضۂ حضرت خواجہ بزرگ معین الاولیا کہ بجہت جہالت و ناواقفیت حال شیخ دانیال را از اجدادِ خود قرار دادہ۔ وجہ ولادت شاہزادہ در منزلِ شیخ موجبِ اعتبار و اعزازِ خود ہا برگزارند۔ غلط و فاش و تقصیر تحقیق است۔ برلاف و گذاف ایشاں گوش نباید داد۔ سلسلۂ پیرانِ طریقت شیخ دانیال کہ از کتب ملاقیط بوضوح پیوست اینست۔ شیخ دانیال مرید راجی حامد شاہ خلیفہ شیخ حسام الدین مانکپوری خلیفہ شیخ نور قطب عالم بنگالی خلیفہ شیخ علاء الحق بنگالی خلیفہ شیخ عثمان اخی سراج خلیفہ حضرت شیخ نظام الدین سلطان المشائخ۔ قدس اللہ اسرارھم۔

شیخ حسن طاہر

خلیفہ راجی حامد شہ و از خدمت سید نور بن حامد شہ فیضہا در ربود۔ و از اوائل درمندی و دردطلبی شعار کرد۔ و بمشائخ و فقرا صحبت گرم داشت۔ غلغلۂ و شہرتِ مشیختِ راجی حامد شہ اصغا کردہ حاضر خدمت شد۔ و بسلسلہ ارادت پیوست۔ و بطلب سلطان سکندر از جونپور بہ دہلی آمد و سکونت اختیار کرد۔ و در عبادت و ریاضتِ شاقہ بسر بردہ کافۂ انام را رہنمونی منزلِ حق فرمود۔ وفاتِ او در سال نہ صد و نہ ۹۰۹ھ مرقوم است۔

مولانا الہ داد چشتی جونپوری

جونپوری کے مرید وخلیفہ تھے۔ بہت ہی مقبولیت اور کامیابی رکھتے تھے۔ کسی خادم سے خدمت نہیں لیتے بلکہ خود زحمت اٹھاتے۔ آپ کی وفات کا سال ۹۵۰ھ لکھا ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

شیخ ادھن جونپوریؒ

شیخ بہاء الدین جونپوری کے فرزند تھے۔ عمر رسیدہ ہونے کے باعث بے حد ضعیف واقع ہوئے تھے کہ کسی کا سہارا لئے بغیر اٹھ نہیں سکتے تھے۔ وجد کی حالت میں ایسا رقص کرتے کہ صحت مند جوان بھی ان کی طاقت کا تحمل نہیں کرسکتے۔ آپ کی وفات کا سال ۹۷۶ھ ہجری لکھا ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

شیخ جمال الدین جمن چشتیؒ

آپ اپنے ہی والدِ بزرگوار حضرت شیخ محمود راجن کے مرید وخلیفہ تھے اور مغربی خاندان کے شیخ احمد کھٹو سے خلافت بھی حاصل کی تھی۔ صاحبِ وجد وحال اور اہلِ فضل وکمال تھے۔ یادِ حق میں بے حد محو رہتے اور توکل وحیرت سے سروکار رکھتے۔ شریعت اور طریقت کے جامع تھے۔ محنت ومحبت سے دل سرشار اور آنکھیں اشکبار رکھتے۔ درد ومحنت کے شکستہ دلوں کے معین ومددگار تھے۔ اور منزل حق کے سالکوں کے رہنما تھے۔ سر میں سودائے عشق رکھتے اور شاہدِ حقیقی کے جلوہ کے مشتاق رہتے۔ کئی سال تک ایک گوشہ میں اعتکاف کی حالت میں بیٹھے رہے۔ غور وفکر کے قلعہ میں گھرے رہتے اور ریاضت ومحنت سے نفس پر قابو رکھتے تھے۔ عوام میں مقبول اور سب کے محبوب تھے۔ اربابِ دل آپ سے رجوع ہوتے۔ ملکِ ہندوستان کے کئی مشائخ کی رشد وہدایت سے رہنمائی فرمائی اور قرب ووصلِ حق سے ہمکنار کیا۔ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے طالب اور سنتِ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع رہے۔ آپ کے وصال کا سال ۹۸۲ھ ہجری لکھا ہے اور بعضوں کو اس سے اختلاف بھی ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

شیخ حسن محمد چشتیؒ

آپ شیخ جمال الدین جمن کے خلیفہء اعظم تھے۔ علومِ ظاہری میں کاملِ زمانہ اور علمِ حقیقت ومعرفت میں یکتا ویگانہ تھے۔ آپ شاہدِ ازل (حق تعالیٰ) کے جمال کی ایک علامت اور علم وعمل میں مثال تھے، چشتیہ مشرب کے تاجدار اور انجمنِ بہشت کے صدر نشین تھے۔ مقاماتِ

عالمِ باعمل وفقیہ بے مثل بود۔ ہدایہ وکافیہ ومدارک راشرح فرمود۔ وشرفِ بیعت وخلافت ازراجی حامدشہ دریافت۔ منقول است کہ مولانا شیخ طاہر باوسلسلۂ محبت مستحکم داشت۔ وایشاں یارانِ ہمدم بودند۔ روزے مولانا الہ داد بطریقِ طنز در بابِ بیعتِ نسبت راجی احمدشہ سخن ہا گفت۔ شیخ حسن گفت کہ درصحبتِ حضرت راجی حامدشہ افتادہ بسلامت بدرآئید۔ البتہ سخنِ شمائلِ گفتن وشنفتن متصور است۔

الحاصل مولانا الہ داد بمعیتِ مولانا حسن بخدمت راجی حامدشہ رسیدہ مسائل چند کہ حلِ آں مشکل بود درپیش آورد۔ وراجی حامدشہ ازمنصوبۂ مولانا حکایت آوردہ تفصیل اجمال وتسہیلِ اشکال بوجہِ احسن فرمود۔ ہماندم مولانا الہ دادسر درقدم آوردو بیعت کرد۔ وبریاضت ومجاہدہ اشتغال ورزید۔ وفاتِ او درسال نہ صد وبست وسہ ۹۲۳ھ مرقوم است۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

شیخ محمد حسن پسر شیخ حسن طاہر

جامع بودمیانِ علومِ حال وقال۔ وآیتے بوددرمشائخِ نسبت وجمال۔ چوں از حجرۂ خلوت برقضائے مشیخت جلوہ می کرد۔ ہرآنکس کہ نظر بروے می انداخت۔ تکبیر می گفت۔ ودرمحیطِ حیرت ومحویت غرق می گردید۔ بہ سلسلۂ قادریہ ہم توسط داشت۔ سالہا درمجاورت مدینۂ نبوی بسر برد۔ مدام درانتظارِ شام زحمت کشیدے۔ وبعد نمازِ شام درونِ حجرہ رفتہ بعبادتِ معبودِ حقیقی کارہا کردے۔ وفاتِ او درسال نہ صد وچہل وچہار ۹۴۴ھ مرقوم است۔

15-1-2013

شیخ عبدالرزاق جھنجانہ

مرید وخلیفہ شیخ محمد حسن طاہر است۔ صاحبِ کرامات وکشف وخداوندِ خوارق وعادات بود۔ وبہ اہلِ بیتِ نبوت وائمۂ رسالت اعتقادِ تام داشت۔ و اورابا شیخ امان پانی پتی مباحثہ ومناظرہ بسیار بود۔ وفاتِ او درسال نہ صد وچہل و نہ ۹۴۹ھ مرقوم است۔

علیہ کرامات جلیہ اور آثار زکیہ کے مالک تھے۔ مشتاق جمال اور طالب حال تھے مجلس سماع کو بہت پسند کرتے تھے۔ دردمند واقع ہوئے تھے اور درد کے ماروں کی خبر گیری اور دستگیری کیا کرتے۔ آپ کے وصال کا زمانہ ۹۸۲ھ ہجری لکھا ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد چشتی

آپ اپنے ہی والد ماجد شیخ حسن محمد کے مرید و خلیفہ تھے۔ اولین و آخرین امانتوں کے امین، پاکیزگی و یقین کے خزانوں کے مالک اور صاحب زہد و ورع تھے۔ اصل و فرع میں آراستہ اور لائق تحسین، بارگاہ الٰہی میں برگزیدہ، بے انتہا انوار و اسرار کا سرچشمہ اور جمال جمیل کے مالک تھے۔ کریم النفس اور پیکر کرم تھے۔ شب زندہ اور دل بیدار رکھتے تھے۔ ہمیشہ استغراق اور ذوق کی حالت میں زندگی گذارتے۔ محنت کے دلدادہ اور آرام کے دشمن تھے۔ ''مرات ضیائی'' کے مصنف لکھتے ہیں کہ جب محبت و ارادت کا غلبہ ہوا تو بزرگان دین کے مقدس آستانوں کی زیارت کے ارادہ سے شہر دہلی تشریف لائے اور حضرت خواجہ نصیرالدین محمود نصیرالاولیا کے مزار مبارک پر حاضری دی اور قدم بوسی کی دولت حاصل کی تو مرقد مبارک کے پتھر میں شگاف پیدا ہوگیا اور حضرت شیخ محمد مزار کے اندر داخل ہو گئے۔ جب باہر نکلے تو ہاتھ میں نان اور حلوا تھا۔ اور خواجہ نصیرالاولیاءؒ کے پہلو میں جو نعلین، عصا، خرقہ اور مصلّٰی جو پیوند زمین کئے گئے تھے انھیں عطا ہوئے۔ اس دن سے جو کوئی شخص آپ کے چہرہ کو دیکھتا تو وارفتۂ حال اور پروانۂ جمال بن جاتا۔ آپ کا مقام پیدائش گجرات ہے اور آپ کے وصال پاک کا زمانہ ۹۵۶ھ ہجری بیان کیا جاتا ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

شیخ علاءالدین بن شیخ نورالدین اجودھنی

آپ حضرت خواجہ فریدالدین فریدالاولیاء کی اولاد سے تھے۔ اخلاق حمیدہ اور اوصاف پسندیدہ کے مالک تھے۔ علم و حلم کے جامع اور دنیا والوں سے تعلق نہ رکھتے اور لذت نفس اور آرام و آسائش کی خواہشات کو پاس آنے نہ دیتے۔ لوگ آپ کو فرید ثانی کہتے تھے۔ آپ حضرت خواجہ قطب الاولیاءؒ کی روح سے فیض یاب تھے۔ ۸۷۲ھ ہجری میں وفات پائی۔ رحمۃ اللہ علیہ

شیخ امان پانی پتی چشتی

اسمِ گرامی عبد الملک ولقب امان اللہ۔ مرید وخلیفہ شیخ محمد حسن طاہر چشتی نبیرہ راجی حامد شاہ است۔ در مشربِ قلندریہ بہ شاہ نعمت اللہ ولی واسطہ دارد۔ در بابِ مسئلہ تقریرِ بلیغ و بیانِ وسیع داشت۔ در تصوف وتوحید از وے کتب ورسالہ چند یادگار است۔ بالخصوص رسالہ اثبات الاحدیت از واست۔ ونیز برلوائح مولانا حسام شرح دارد۔ ومی فرمود اگر پایۂ انصاف درمیان باشد مسئلۂ توحید برسرِ منبر ومینار باید گفت۔ و فرمود کہ در اوائلِ حال بر اثباتِ توحید دو دلیل داشتم۔ اکنون شانزدہ دارم۔ ومی گفت درویشی ما بر دو حال مبنی است۔ تہذیبِ اخلاق ومحبت اہلِ بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ وفاتِ آں جامع صفات در سال نہ صد و پنجاہ و ہفت ۹۵۷ھ مرقوم است۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

مولانا احمد شوریانی

از اولاد پیرِ کبار است۔ وبعلومِ ظاہر وباطن مرید وشاگرد شیخ اسحاق بن شاہ کاکو چشتی است۔ واز دیگر بزرگان طریقۂ چشتیہ نیز نعمت وفیض وصحبت حاصل کرد۔ بزہد وریاضت عدیم النظیر بود۔ ومشغولی بسیار داشت۔ وفاتِ او در سال یک ہزار وسی ۱۰۳۰ مرقوم است۔

سید علی قوام

از اہلِ کمال بود۔ اصلِ و[illegible] 15-1-2013 انہ ومرید وخلیفہ شیخ بہاء الدین جونپوریست۔ قبول وفتوح بسیار داشت۔ بہ ہیچ خادم خدمت نمی گفت۔ وزحمت می کشید۔ وفاتِ او در سال نہ صد و پنجاہ ۹۵۰ ہجری مرقوم است۔

شیخ ادھن جونپوری

پسر شیخ بہاء الدین جونپوری بود۔ کبیر السّن وضعف بغایت داشت کہ بے دستیاری کسے اقدام نمی توانست۔ در حالتِ وجد چناں رقص می کرد کہ جوانانِ تنومند تحملِ

شیخ جلال الدین قریشی

اس کی تحقیق نہ ہوئی کہ آپ کس شیخِ وقت سے بیعت رکھتے تھے۔لیکن چشتیہ مشرب رکھتے تھے۔باطن میں سلوک اور ظاہر میں بڑا جذب رکھتے اور اکثر ویرانہ (جنگل) میں بسر کیا کرتے۔ صرف سترِ عورت کی حد تک لباس پہنا کرتے۔علومِ معقول و منقول، رسمی اور حقیقی سب زبان زد تھے۔فرماتے ہیں کہ ہشام نامی ایک مرید میرے پاس تھا جو اکثر پتھروں اور پہاڑوں پر سر مارتا اور اکثر یہ مصرع پڑھا کرتا تھا۔ع

خام بُدم پختہ شدم سوختم

ترجمہ: میں ناپختہ (اناڑی) تھا پختہ ہو گیا (اب) جلتا ہوں۔

صاحبِ ''اخبار الاخیار'' فرماتے ہیں کہ ابتداء میں انکو عشقِ مجازی تھا اور تھوڑے عرصہ بعد عشقِ حقیقی میں مبتلا ہو گئے۔آپ کی وفات ۹۴۸ھ ہجری بیان کی جاتی ہے۔رحمۃ اللہ علیہ

سید سلطان بہرائچی

آپ درویشِ باصفا اور مردِ باہمت و مروت تھے۔شیخ علاء الدین اجودھنی کے مرید تھے اور خاندانِ شطاریہ سے بھی تعلق رکھتے تھے۔لباس مختصر ہوتا اور پریشان حال رہا کرتے۔ کہتے ہیں کہ ایک ہندو عورت نے اپنے سر میں آپ کا عشق لئے اسلام قبول کرلیا۔اس کے خاندان والے بادشاہ کے سامنے فریاد لے کر پہنچے۔ بادشاہ نے آپ کو یہ کہلا بھیجا اس عورت سے جدائی اختیار کرلیں۔آپ کمر میں تلوار باندھے ہوئے گھر سے برآمد ہوئے اور جواب دیا کہ وہ عورت مسلمان ہو چکی ہے لہٰذا اسے کافروں کے تصرف میں دینا جائز نہیں ہوگا۔ یہ سن کر بادشاہ کے قاصد دم بخود ہو گئے اور کچھ نہ کہہ سکے۔آپ کی وفات چالیس سال کی عمر میں ۹۴۹ھ ہجری لکھی ہے۔رحمۃ اللہ علیہ

شیخ یوسف معروف شاہ جوسیؒ

آپ حضرت خواجہ فرید الدین فرید الاولیاء سے آبائی نسبت رکھتے تھے۔خرقہ اور بزرگی ورثہ میں پائی تھی۔غیبی انتظام سے بیت اللہ (کعبہ مکرمہ) روانہ ہوئے اور وہاں سے مدینہ نبوی میں حاضری دی اور زیارت کا شرف حاصل کرنے کے بعد لوٹتے وقت آسیر تشریف لائے۔اہل وعیال کو

تصادمِ اونمی توانستند۔ وفاتِ اودر سال نہ صد و ہفتاد و شش ۹۷۶ھ مرقوم است۔

شیخ جمال الدین جمن چشتی

مرید و خلیفۂ پدرِ عالی قدرِ خود حضرت شیخ محمود راجن است۔ و نیز خلافتِ خاندانِ مغربیہ از شیخ احمد کھٹو دارد۔ صاحبِ وجد و حال و اہلِ فضل و کمال بود۔ در یادِ حق غلوء بسیار داشت۔ و بتوکل و حیرت سروکار۔ جامعِ شریعت و طریقت بود و حاویِ محنت و محبت، دلِ داغدار داشت۔ و دیدۂ اشکبار، معین و معاونِ شکستہ دلانِ دردو محنت۔ و راہنمائے رہروانِ منزلِ ہیبت بود۔ سودائے عشق در سر و جلوۂ شاہدِ حقیقی در بر داشت۔ سالہا در کنجِ اعتکاف بنشست و حصارِ قلعۂ پندار و نفس بہ نیروئے ریاضت و محنت بشکست۔ قبولِ عام و تالیفِ تمام داشت۔ جمعے اربابِ دل باو مائل بود۔ وصف مشائخ دیارِ ہند را برہنمونی وارشاد تا بہ سراپردۂ قرب و اتصال رسانید۔ مدام جویائے رضائے الٰہی و مقلدِ ارشادِ رسالت پناہی بود۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ زمانِ وصال نہ صد و ہشتاد و دو ۹۸۲ھ مرقوم است۔ و بعضے اختلاف نیز دارند۔

شیخ حسن محمد چشتی

خلیفۂ اعظم حضرت شیخ جمال الدین جمن است۔ در علومِ ظاہر کاملِ زمانہ و در امورِ حقیقت و معرفت یکتا و یگانہ۔ آیتے بود از جمالِ شاہدِ ازل۔ و روایتے بود از مدائنِ علم و عمل۔ خدیو مشربِ چشت۔ و صدر نشین انجمن بہشت بود۔ صاحبِ مقاماتِ علیہ و کراماتِ جلیہ و آثارِ زکیہ۔ مشتاقِ جمال و متحیر منظرِ حال۔ مجلسِ سماع دوست تر داشت۔ دردمند بود و بہ احوالِ مستمندان در طلب می پرداخت۔ زمانِ وصالِ پاک در سال نہ صد و ہشتاد و دو ۹۸۲ھ مرقوم است۔

شیخ محمد چشتی

مرید و خلیفہ پدرِ خود خواجہ شیخ حسن محمد است۔ امین امانت ہائے اولین و

وطن سے بلوایا اور برہان پور میں سکونت اختیار کی۔ آپ کی وفات کا سال ۹۵۰ھ بیان کیا جاتا ہے۔

شیخ نظام الدین چشتی

آپ شاہ یوسف جوسی کے فرزند تھے۔ کہتے ہیں کہ آپ اپنی ماں کے شکم میں بارہ سال تک معتکف رہے۔ آپ سفرِ حجاز پر بھی گئے اور بیت اللہ اور بیت النبی کی زیارت کا شرف بھی حاصل کیا۔ آپ صاحبِ خرق عادات وکرامات تھے اور روشن آثار آپ سے ظہور پذیر ہوئے تھے۔ آپ کی وفات ۹۸۵ھ ہجری بتائی جاتی ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

شیخ حمزہ دہرسو قریشی

آپ شیخ الاسلام شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کی اولاد سے ہیں۔ آپ کے پیروں کا سلسلہ خواجہ سید محمد گیسودرازؒ سے جاملتا ہے۔ صاحبِ کشف وکرامت اور اہلِ عشق ومحبت تھے۔ ابتدا میں بادشاہوں کی خدمت میں منسلک تھے۔ بالآخر ارادۂ غیبی سے اسے ترک کر کے حضرت خواجہ بزرگ معین الاولیاء کی زیارت کے ارادہ سے شہر ولایت اجمیر آئے اور اس جگہ شیخ حمزہ مجذوب سے جو ان ہی کے ہم نام تھے اور طریقۂ مجذوبانہ رکھتے تھے ملاقات ہوئی۔ فیضِ باطنی کا انعام حاصل کیا اس کے بعد شیخ احمد مجد شیبانی سے اکتسابِ فیض کیا اور نارنول سے قریب تین فرسنگ فاصلہ پر واقع قصبہ دہرسو میں اقامت اختیار کی اور دہرسو کے سادات کی تربیت فرمائی جو علوم سے بے بہرہ اور آوارہ طرز میں مبتلا تھے۔ آپ سے متعلق کشف وخوارق کی کئی حکایتیں بیان کی جاتی ہیں جن کے لئے اس اختصار میں گنجائش نہیں ہے۔ آپ کی وفات کا سن ۹۵۷ھ ہجری کہا جاتا ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

میر سید عبدالاولؒ

آپ خواجہ بندہ نواز گیسودرازؒ کی اولاد کے مرید تھے۔ علومِ معرفت سے بہت واقف تھے اور تصانیف بھی رکھتے تھے۔ صحیح بخاری پر شرح اور حاشیہ بھی لکھا۔ اکثر دکن اور گجرات کے قرب وجوار میں جایا کرتے۔ مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ آپ کی وفات کا سال ۹۶۸ھ ہجری لکھا ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

آخرین، و صاحبِ اموالِ خزائینِ صفوت و یقین، صاحبِ زہد و ورع، خلاصۂ آفرینش و آرائش اصل و فرع، برگزیدہ خاص بارگاہِ الٰہی، مہبطِ انوار و اسرارِ نامتناہی، صاحبِ جمالِ جمیل الشّیم، کریم النفس کرمِ مجسّم بود۔ شبِ زندہ و دلِ بیدار داشت۔ مدام در حالتِ سکر و ذوق زندگی می کرد۔ دوستِ محنت و عدوِ راحت بود۔ صاحبِ ''مرأت ضیائی'' آوردہ است کہ چوں بغلبۂ محبت و ارادت بنظرِ زیارت عتباتِ عالیات در مصر دہلی فائز شد۔ و بر مرقدِ مبارک حضرت خواجہ نصیر الدین محمود نصیر الاولیا رسید۔ و دولتِ پائے بوس دست داد۔ مصلائے سنگ مرقد شگاف پیدا کرد و حضرت شیخ محمد درونِ مزار داخل شد۔ چوں بیروں آمد۔ نان و حلوہ در دست بود۔ و نعلین و عصا و خرقہ و مصلی کہ در پہلوئے خواجہ نصیر الاولیا پیوند زمین کردہ بود۔ باو مفوض گشت۔ ازاں روز ہر آنکس کہ بروے او می دید وارفتہ حال و پروانۂ جمال می گردید۔ مولدِ او احمد آباد گجرات است۔ و زمانِ وصال پاک در سال نہ صد و پنجاہ و شش ۹۵۶ھ مذکور۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

شیخ علاء الدین بن شیخ نور الدین اجودھنی

از اولاد حضرت خواجہ فرید الدین فرید الاولیا است۔ صاحبِ اخلاقِ حمیدہ و اوصافِ پسندیدہ۔ جامعِ علم و حلم۔ و با اہلِ دنیا سرو کار نداشت۔ و از جملہ کالائی حظ نفس و آسائش چیزے بخو دراہ ندادے۔ او را فریدِ ثانی می گفتند۔ و باروحانیت حضرت خواجہ قطب الاولیا توسط داشت۔ در سال ہشت صد و ہفتاد و دو ۸۷۲ھ فوت شد۔

15-1-2013

شیخ جلال الدین قریشی

بہ تحقیق نرسید کہ در بیعت کدام شیخ وقت بود۔ اما مشربِ چشتیہ داشت۔ در باطن سلوک، و در ظاہر جذب۔ بیشتر در ویرانہ بسر می برد۔ و از لباس بقدرِ سترِ عورت کفایت کردہ بود۔ و علومِ معقول و منقول رسمی و حقیقی ہمہ بر نوکِ زبان داشت۔ می فرمود۔ یک مرید ہشام نام دارم کہ در کوہ و جبال سر می زند و اکثر می

شیخ مہٹا گاگرونیؒ

آپ ایک درویشِ کامل اور صاحبِ حال تھے۔ خواجہ بزرگ معین الاولیاءؒ سے روحانی تربیت حاصل کی۔ کہتے ہیں کہ آپ نے بیس سال کے عرصہ تک مزارِ مبارک کی خدمت کی اور جاروب کشی اختیار کی۔ اس کے بعد حضرت خواجہ بزرگ کے روحانی اشارہ پر رخصت پا کر قصبہ گاگرون پہنچے اور وہیں سکونت اختیار کی۔ آپ کی وفات سنہ ۱۰۰۳ ہجری میں واقع ہوئی۔ رحمتہ اللہ علیہ

مولانا عبداللہ سلطان پوریؒ

آپ اکابر علماء اور بلند پایہ فقراء سے تھے۔ متشرع، عارف اور متقی تھے۔ کفر و بدعت کو جڑ سے اکھاڑنے کی بہت کوشش کرتے تھے۔ ابتدائی زمانہ میں مخدوم الملک کے خطاب سے ممتاز ہوئے لیکن اکبر بادشاہ نے جیسے ہی دینِ الٰہی کا نیا مذہب نکالا اور سورج کی پرستش کرنے لگا تو شیخ اس کے خلاف جہاد میں سرگرم ہو گئے اور اسی بناء پر آپ کے حق میں ہندوستان سے اخراج کا حکم صادر ہوا۔ مجبوراً حجاز کا سفر اختیار کیا۔ جب واپس آئے تو آپ کو زہر دیا گیا۔ سنہ ۱۰۰۶ ہجری میں وفات پائی۔ رحمتہ اللہ علیہ

شیخ جلال کاسی

آپ شیر شاہ بادشاہ کے عہد میں امارت سے منسوب تھے۔ لیکن تمام دولتِ دنیا کو چھوڑ کر حضرت شاہ محمد چشتیؒ کے سلسلۂ بیعت و خدمت سے مشرف ہو گئے اور دیگر مقامات کو بھی گئے اور فیوض حاصل کئے۔ آپ کی وفات سنہ ۱۰۱۳ھ لکھی ہے۔ رحمتہ اللہ علیہ

شیخ قاضی خاں ظفر آبادیؒ

آپ شیخ حسن طاہر کے مرید و خلیفہ تھے۔ صاحبِ کرامت و تصرف تھے۔ فرماتے تھے کہ میں نے تیس سال تک جان کو پارہ پارہ کیا ہے۔ بادشاہِ وقت نے آپ کو دیہات پیش کیا مگر آپ نے قبول نہ کیا اور توکل میں بسر کی۔ آخر کار آپ کے فرزند شیخ عبداللہ کو پیشکش کے طور پر فرمان بھیجا گیا تو انھوں نے بھی انکار کر دیا اور کوئی چیز قبول نہ کی۔ قاضی خاں کی وفات سنہ ۹۰۷ ہجری میں منقول ہے۔ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ

خواند۔ ع

خام بُدم، پختہ شدم، سوختم

صاحبِ ''اخبار الاخیار'' فرمود کہ در اوائل او را عشقِ مجاز در سر بود۔ و در اندک زمان بعشق حقیقی گرفتار آمد۔ وفاتِ او در سال نہ صد و چہل و ہشت ۹۴۸ھ منقولست۔

سید سلطان بہرائچی

درویش صفا کیش و مردِ باہمت و مروّت بود۔ مرید شیخ علاء الدین اجودھنی است۔ و از خاندان شطاریہ نیز تعلق داشت۔ بپیرہن قصیر و وحشت دامنگیر او بود۔ گویند ہندو زنے در سر سودائے اسلام آوردہ بود۔ وقبیلۂ او پیشِ بادشاہ فریاد برد۔ بادشاہ باو گفتہ فرستاد۔ تا از زنے مذکور مفارقت اختیار کند۔ او تیغ در کمر بست و از خانہ بیرون آمد۔ و جواب داد کہ زنِ مذکور مسلمان شدہ است۔ باز بتصرف کافراں دادن جائز نباشد۔ پیادگانِ شاہی باستماعِ ایں معنی دم در خود کشیدند و دگر ہیچ نگفتند۔ وفاتِ او در سال چہل و نہ صد و نہ ۹۴۹ھ مرقوم است۔

شیخ یوسف معروف شاہ جوسی

بحضرت خواجہ فرید الدین فرید الاولیا نسبتِ آبائی دارد۔ خرقہ و کرامت در ورثہ داشت۔ باشارۂ غیبی عازمِ بیت اللہ شد۔ و از انجا بہ مدینۂ نبوی حاضر و بعد حصول شرفِ زیارت ہنگامِ معاودت در آسیر آمد و اہل و عیال را از وطن طلب داشتہ سکونت برہان پور اختیار کرد۔ وفاتِ او در سال نہ صد و پنجاہ ۹۵۰ھ مذکور است۔

شیخ نظام الدین چشتی

پسر شاہ یوسف جوسی است۔ گویند کہ او دوازدہ سال در شکمِ مادر معتکف ماند۔ او بسفر حجاز ہم رفتہ بود۔ و بشرفِ بیت اللہ و بیت النبی مشرف گردید۔ او صاحبِ خرق و کرامات بود۔ و آثارِ جلیہ از وے بظہور آمدند۔ وفاتِ او در سال نہ صد و ہشتاد و پنج

شیخ عبدالعزیز بن شیخ حسن طاہرؒ

آپ قاضی خاں کے خلیفۂ اعظم تھے۔ مشہور مشائخ سے تھے۔ طریقت کی پابندی اور شریعت کی تعمیل میں یگانۂ زمانہ اور دنیا بھر میں مشہور تھے۔ مخلوقِ خدا پر غایت درجہ شفقت فرماتے اور حلم وصبر میں بلند پایہ رکھتے تھے۔ آپ نے اپنے فیضِ صحبت سے ایک خلقِ کثیر کو حق رسی کی منزل تک پہنچایا اور ایک جماعت آپ کی حمایت سے دشمنوں پر کامیاب و فتح مند ہوئی۔ آپ کی وفات کا سال ۹۷۵ھ ہجری بتایا جاتا ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

شیخ سعدالدین خیرآبادیؒ

آپ شاہ محمد مینا کے مرید اور خلیفہ تھے۔ شریعت کے آداب اور طریقت کے حدود میں احتیاط کے ساتھ بڑی مہارت رکھتے تھے۔ صاحبِ تصرف و تعلقِ باطن تھے۔ سماع کے ساتھ حد سے زیادہ لگاؤ تھا۔ علمِ نحو، فقہ اور اصول میں اعلیٰ تصنیفات کے حامل تھے۔ آپ کے مریدین اور معتقدین بہت تھے۔ ان میں سے ایک شیخ صفی تھے جو صاحبِ وجد و حال اور اہلِ فضل و کمال تھے۔ اور شیخ مبارک سندیلیہ بھی جامع شریعت و طریقت اور مئے کشف و تحقیق سے سرشار تھے۔ مخدوم شیخ سعد کی وفات ۸۷۲ھ ہجری بتائی جاتی ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

میر سید محمد کالپیؒ

آپ ابتدا میں امیر ابوالاعلی نقشبندی کی صحبت میں رہے۔ جب ہندوستان آئے اور اجمیر میں حضرت خواجہ بزرگ معین الاولیاءؒ کے مرقدِ مطہر کی زیارت سے مشرف ہوئے تو حضرت خواجہ صاحبؒ کے روحانی اشارہ پر طریقۂ چشتیہ اختیار کیا اور خوب فیض پا کر اعلیٰ مراتب پر پہنچے۔ وجد و سماع میں بے حد مشغول رہا کرتے اور ہر سال حضرت خواجہ صاحبؒ کے مزارِ فیض آثار کی زیارت کے لئے حاضر ہوتے اور خدمت انجام دیتے۔ آپ کی وفات کا سال ۱۰۳۱ھ ہجری لکھا گیا ہے۔

سید عبدالجلیل چشتی

آپ دنیا بھر میں برگزیدہ تھے اور بظاہر کسی کے ہاتھ پر بیعت نہ کی۔ لیکن حضرت

سنہ ۹۸۵ مذکور است۔

شیخ حمزہ دہرسو قریشی

از اولادِ شیخ الاسلام شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی است۔ و سلسلۂ پیرانِ او بخواجہ سید محمد گیسو دراز می پیوندد۔ صاحبِ کشف و کرامت و اہلِ عشق و محبت بود۔ در اوائل در خدمتِ ملوک منسلک بود۔ بالآخر بارادۂ غیبی ترک گفتہ بزیارت حضرت خواجۂ بزرگ معین الاولیا در مدینۃ الولایت اجمیر آمد۔ و در انجا بہ شیخ حمزہ مجذوب کہ ہمنامِ او بود و طریقۂ مجذوبانہ داشت ملاقی شد۔ و انعامِ باطن یافت۔ زاں بعد از شیخ احمد مجد شیبانی اکتساب کرد۔ و در قصبہ دہرسو کہ از نارنول قریب بہ سہ فرسنگ است طرحِ اقامت انداخت۔ و ساداتِ دہرسو کہ از علوم بے بہرہ و از پاسداریِ وضع آوارہ بودند تربیت فرمود۔ از کشف و خوارقِ او حکایت ہا دارند۔ کہ دریں مختصر گنجائش ندارند۔ وفاتِ او در سال نہ صد و پنجاہ و ہفت سنہ ۹۵۷ منقول است۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

میر سید عبد الاول

مریدِ اولادِ خواجہ بندہ نواز گیسو دراز است۔ از علوم معرفے بہرۂ وافی داشت۔ و تصانیف نیز دارد۔ و بر صحیح بخاری شرح و حاشیہ نوشتہ۔ اکثر بہ نواحِ دکن و گجرات رفت۔ و بہ زیارتِ مدینہ منورہ و مکۂ معظّمہ مشرف گردید۔ وفاتِ او در سال نہ صد و شصت و ہشت سنہ ۹۶۸ مرقوم است۔

شیخ بہا گاگرونی

15-1-2013

درویشِ کامل و صاحبِ حال بود۔ و تربیت از روحانیتِ خواجہ بزرگ معین الاولیا حاصل کرد۔ آوردہ اند کہ او تا مدت بست سال خدمتِ مزار کرد۔ و جاروب کشی اختیار نمود۔ بعد آں باشارۂ روحانیت حضرت خواجہ بزرگ مرخص گشتہ بہ قصبۂ گاگرون رفت و سکونت ورزید۔ وفاتِ او در سال یک ہزار و سہ سنہ ۱۰۰۳ بوقوع آمد۔

مولانا عبد اللہ سلطانپوری

خواجہ بزرگ معین الاولیاءؒ کی روحانیت سے تربیت پائی اور شجرہ جو اپنے مریدوں کو دیتے تھے اس میں کسی کے واسطہ کے بغیر، حضرت خواجہؒ سے اپنا سلسلہ جوڑتے تھے۔ آپ کی وفات کا ۱۰۴۳ھ ہجری بیان کیا جاتا ہے۔

شیخ محمد عبدالرشید جونپوریؒ

آپ کا سلسلۂ ارادت چند واسطوں سے شیخ حسام الدین مانکپوری پر ختم ہوتا ہے۔ آپ نے دیگر پیرانِ طریقت سے بھی انعام و اکرام پایا۔ اپنے زمانے کے اکمل مشائخ میں سے ایک تھے۔ ابتداء میں درس دیا کرتے تھے۔ آخر میں سب چھوڑ دیا۔ صاحبِ تصنیف تھے۔ جہری ذکر کو زیادہ پسند کرتے تھے۔ شیفتۂ محبت اور وارفتۂ سماع تھے۔ آپ کے اپنے اشعار بھی تھے۔ شمسیؔ تخلص کرتے تھے۔ آپ کی وفات کا سال ۱۰۵۵ھ ہجری لکھا ہے۔

شیخ احمد گیسودرازؒ

آپ صاحبِ حال وقال و وجد و سماع تھے۔ اکثر مباحثے اور مناظرے کیا کرتے اور مسائل واضح طور پر بیان کرتے۔ طریقہ چشتیہ کے پیرو تھے۔ خواجہ سید محمد گیسو درازؒ سے خاص نسبت تھی۔ اسی وجہ سے سر کے بال دراز رکھنے پر مائل تھے۔ آپ کی وفات کا سال ۱۰۵۸ھ ہجری لکھا ہے۔

پیر محمد سلونؒ

آپ علومِ ظاہری و باطنی کے جامع تھے۔ آپ کا سلسلہ شیخ عبدالکریم کے واسطے سے شیخ حسام الدین مانکپوری تک جا پہنچتا ہے۔ آپ کے مریدین صاحبِ کمال تھے۔ ایک خلق آپ سے رجوع ہوا کرتی تھی۔ عام قبولیت رکھتے تھے۔ شہر لکھنو میں اپنے زمانہ کے شیخ تھے۔ آپ کی وفات کا سال ۱۰۹۷ھ ہجری لکھا ہے۔

شیخ پیر محمد لکھنویؒ

آپ درویشِ کامل اور متوکل تھے۔ حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ آپ اصل میں جونپور سے تعلق رکھتے ہیں۔ علماءِ دہلی و لکھنؤ سے انتہائی علومِ دین حاصل کر کے

از اکابرِ علما و اعاظمِ فقرا بود و متشرع و عارف و متورع۔ در استیصالِ کفر و بدعت بسیار کوشیدے۔ در اوائلِ زمان بخطاب مخدوم الملک ممتاز بود۔ اما چوں اکبر بادشاہ دینِ الٰہی احداث نمود و شمس پرستی اختیار کرد۔ شیخ با او در جہاد سرگرم شد۔ و ازیں جہت بحق او حکمِ اخراج از دیارِ ہند صادر گشت۔ بیچارہ سفرِ حجاز اختیار کرد۔ چوں باز آمد او را مسموم کردند۔ و در سال یک ہزار و شش ۱۰۰۶ سنہ وفات یافت۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

شیخ جلال کاسی

در عہد شیر شاہ بادشاہ بہ امارت منسوب بود۔ اما ہمہ دولت دنیا را ترک گفتہ بہ سلسلہ بیعت و خدمت حضرت شاہ محمد چشتی مشرف گردید۔ و بجاہائے دیگر نیز رفت۔ و فیضہا ربود۔ وفاتِ او در سال یک ہزار و سیزدہ ۱۰۱۳ سنہ مرقوم است۔

شیخ قاضی خان ظفرآبادی

مرید و خلیفہ شیخ حسن طاہر است۔ صاحبِ استطاعت و کرامت بود۔ و می فرمود۔ تا بہ سی سال جانہا کندیدم۔ بادشاہِ وقت دیہات باُو می داد۔ امّا قبول نکرد۔ و بتوکل بسر برد۔ آخر بہ شیخ عبداللہ پسرِ او فرمان بطریق پیشکش فرستادند۔ او ہم انکار کرد و چیزے نگرفت۔ وفاتِ قاضی خان در سال نہ صد و ہفتاد ۹۷۰ سنہ منقول است۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

شیخ عبدالعزیز بن شیخ حسن طاہر

خلیفہء اعظم قاضی خان است۔ از مشاہیر شیوخ بودہ است۔ و در تقلید طریق و تعمیل شرع یگانہ ُروزگار و شہرہ ُ آفاق بود۔ و بر خلقِ خدا شفقتِ بسیار کرد۔ و در پایہ ٔ حلم و صبر بلند پایہ بود۔ خلقِ کثیر بہ فیض صحبتِ او بخدا رسید و جمعے در ذیل حمایتش بر خصم پندار مظفر و منصور گردید۔ وفاتِ او در سال نہ صد و ہفتاد و پنج مذکور است۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

شیخ عبداللہ سیاح چشتی کی بیعت سے معزز ومکرم ہوئے۔ اور فیضِ کامل حاصل کیا۔ آپ کی وفات ۱۰۸۰ھ ہجری میں واقع ہوئی۔

شیخ یحییٰ مدنی چشتیؒ

آپ حضرت محمد چشتی کے خلیفۂ اعظم تھے۔ علومِ دینیہ کی تکمیل مدینہ منورہ میں ہوئی۔ صاحبِ وجد وحال اور اہلِ فضل وکمال تھے۔ اہل اللہ کے مرجع اور اصحابِ صداقت کے ملجا تھے۔ صاحبِ تالیف وتصنیف تھے اور بزمِ قرب وحضور کے صدر نشین تھے۔ چشمِ بصیرت اور گوشِ سماعت رکھتے تھے۔ جو ایک عارف کے مرتبہ کا کمال ہے وہ سب آپ کو حاصل تھا۔ آپ کے سامنے راحت پر شکر کرنا اور تکلیف پر شکایت کرنا دونوں برابر تھے۔ جیسی بھی گذر بسر ہوتی اسی پر قانع تھے۔ اللہ کی یاد میں خود کو فراموش کر چکے تھے۔ مئے وحدت کے نشہ میں بیخود و مدہوش تھے۔ کئی سال تک ریاضت ومجاہدہ میں مشغول رہے۔ ایک مدت تک گوشۂ تنہائی و اطاعت میں بیٹھے رہے۔ کثرت سے مخلوق آپ کے فیض سے انعام واکرام پاتی رہی۔ اور بہت سے لوگ جو جہل وانکار کی تاریکی میں سرگرداں تھے آپ کی رہنمائی وہدایت کی بدولت منزل عرفان وایقان پر فائز ہوئے۔ آپ کے مریدین اور معتقدین بڑے صاحبِ خرقِ عادات وکمالات تھے۔ گجرات شہر میں علمِ تصوف وطریقت کی اشاعت کی اور ملکِ ہندوستان میں شمعِ ایمان وایقان کو فروغ دیا۔ کہتے ہیں کہ ہر کس وناکس آپ کا مشتاق تھا اور سب آپ کی خدمت وصحبت کو بجا اور برحق سمجھتے تھے۔ آپ جیسی جامع الکمالات شخصیت کا سال وفات ۱۱۴۱ھ ہجری بتایا جاتا ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ کلیم اللہ جہاں آبادیؒ

حضرت شیخ کلیم اللہ جہاں آبادیؒ بن حاجی نور اللہ بن شیخ احمد بن شیخ حامد، حضرت امیر المومنین شیخنا ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں۔ آپ کے اسلاف کا تعلق دراصل ترکستان سے ہے۔ آپ کے والدِ بزرگوار شاہ جہاں بادشاہ کے دور میں دہلی میں وارد ہوئے۔ حضرت شیخ کلیم اللہ کو شیخ یحییٰ مدنیؒ کے واسطے سے بیعت کا شرف حاصل ہے۔ آپ دینی علوم میں شہرۂ آفاق اور

شیخ سعد الدین خیر آبادی

مرید و خلیفہ شاہ محمد مینا است۔ در آدابِ شریعت و حدِ طریقت احتیاطِ عام و دستگاہے عظیم داشت۔ صاحبِ تصرف و تعلقِ باطن بود۔ و بسماع بسیار غلو داشت۔ و در علمِ نحو و فقہ و اصول صاحبِ تصنیفاتِ عالی است۔ اورا مریدان و متبعان بسیار بودند۔ از جملۂ ایشاں شیخ صفی صاحبِ وجد و حال و اہلِ فضل و کمال بود۔ و شیخ مبارک سندیلیہ جامعِ شرع و طریق و سرمستِ صومعۂ کشف و تحقیق بود۔ وفاتِ مخدوم شیخ سعد درسال ہشت صد و ہفتاد و دو ۸۷۲ھ مذکور است۔

میر سید محمد کالپی

در اوائل از امیر ابوالاعلیٰ نقشبندی ہم صحبت بود۔ چوں بہندوستان آمد و بزیارتِ مرقدِ مطہر حضرت خواجۂ بزرگ معین الاولیا در مقامِ اجمیر مشرف شد۔ باشارۂ روحانیتِ حضرت خواجہ طریقۂ چشتیہ اختیار کرد۔ و فیضہا دریافت۔ و بمراتب اعلیٰ رسید۔ و در وجد و سماع مشغولی بمرتبہ غایت داشت۔ و ہر سال بزیارت مزار فیض آثار حضرت خواجہ می آمد و خدمت می کرد۔ وفاتِ او در سال یک ہزار و سی و یک ۱۰۳۱ مرقوم است۔

سید عبد الجلیل چشتی

برگزیدۂ آفاق بود۔ و بظاہر دستِ بیعت بہ کسے نداد۔ اما از روحانیت حضرت خواجۂ بزرگ معین الاولیا تربیت یافت در شجرہ کہ بمریدان خود می داد بلا واسطہ کسے بحضرت خواجہ سلسلۂ خود پیوند می کرد۔ وفاتِ او در سال یک ہزار و چہل و سہ ۱۰۴۳ مذکور است۔

شیخ محمد عبد الرشید جونپوری

سلسلۂ ارادتِ او بچند واسطہ بہ شیخ حسام الدین مانکپوری منتہی می شود۔ و از دیگر حضرات طریقت نیز انعام و اکرام یافت۔ از اکملِ مشائخِ عہد خود بود۔ در آغاز

ریاضت وعبادت میں یگانہ تھے۔ نقل ہے کہ حضرت شیخ ابوالفتاح قادری سے بھی نسبت رکھتے تھے اور کچھ زمانہ ان کی صحبت میں گذارا اور خرقۂ نقشبندیہ امیرِ محترم لاہوری کی خدمت سے حاصل کیا۔ مجلسِ سماع میں بڑی احتیاط فرماتے تھے۔ اس دوران کسی دوسرے سلسلہ والے کو اندر آنے کی اجازت نہیں تھی۔ خانقاہ کا دروازہ بند کردیا جاتا تھا۔ کئی گم کردۂ راہ اور متلاشیانِ حق کے لئے آپ چراغِ ہدایت ثابت ہوئے اور تاریکی، گم گشتگی اور بے علمی کو دور کرکے دائمی روشنی اور کامیابی سے ہمکنار فرمایا۔ اعلیٰ آثار اور روشن اطوار کے حامل تھے۔ اہل اللہ کی تلقین وارشاد میں بڑے کوشاں رہتے تھے۔ آپ کی صحبت کی گرمی روح میں عشق ومحبت کی حرارت پیدا کردیتی تھی۔ دل ہمیشہ یادِ حق سے معمور رہتا تھا۔ آپ دقیق مسائل پر نظر رکھتے تھے۔ راحت وآرام سے بیزار اور محنت، درد اور محبت سے تعلق رکھتے تھے۔ طریقت کے امام اور شرابِ حقیقت کے نشہ سے سرشار تھے۔ آرام طلبی سے کراہت اور شان وشوکت سے ناپسندیدگی کا اظہار کرتے۔ آپ کے وصال کا زمانہ ۱۱۴۲ھ ہجری لکھا ہے۔ آپ کا مرقدِ پاک شاہجہاں آباد میں ہے جو بازار خانم کے ختم پر اور سرخ پتھر کے احاطہ سے متصل ہے۔ دہلی پر حملوں کے زمانے میں پتھر کا احاطہ منہدم ہوگیا، صرف قبر باقی ہے۔ آپ کے خلفاء کے ناموں کی فہرست حسبِ ذیل ہے۔

فہرست خلفاء

شیخ نظام الدین اورنگ آبادی۔ سید بڈھن۔ حافظ محمود۔ شیخ جمال الدین۔ شیخ حامد سعید۔ قاضی شیخ عبدالولی۔ شاہ ضیاء الدین۔ شاہ اسد اللہ۔ شاہ جلال الدین۔ شاہ مداری ناگوری۔ محمد ہاشم۔

کہتے ہیں کہ حضرت شیخ کی بہت سی تصانیف ہیں جیسے تفسیرِ قرآن۔ سواء السبیل۔ عشرۂ کاملہ۔ کشکول۔ واقعاتِ کلیمی اور الہاماتِ کلیمی وغیرہ۔

آپ کے چار فرزند اور پانچ دختران تھیں جن کے نام حافظ حامد سعید، حافظ فضل اللہ، احسان اللہ اور خواجہ محمد ہیں۔ دختروں میں بی بی رابعہ جو حضرت کے خلیفہ محمد ہاشم کے نکاح میں آئیں۔ بی بی فخر النساء جو شیخ عبدالرحیم سے منسوب ہوئیں۔ بی بی زینب جن کا عقد شاہ میر سے ہوا اور پہلی دختر کی وفات کے بعد مرحومہ کے شوہر محمد ہاشم کی زوجیت میں چوتھی دختر آئیں۔ پانچویں دختر کے حالات نظر سے نہیں

تدریس می کرد۔ و در آخر از ہمہ گزشت۔ صاحبِ تصانیف بود۔ ذکرِ جہر دوست داشت۔ شیفتۂ محبت و وارفتۂ سماع بود۔ اشعار ہم می دارد۔ تخلص شمسیؔ می کرد۔ وفاتِ او در سال یک ہزار و پنجاہ و پنج ۱۰۵۵ھ مرقوم است۔

شیخ احمد گیسو دراز

صاحبِ حال و قال و وجد و سماع بود۔ بمباحثہ و مناظرہ اکثر می پرداخت۔ و مسائل علانیہ می گفت۔ پیرِ طریقۂ چشتیہ بود۔ با خواجہ سید محمد گیسو دراز نسبتے خاص داشت۔ و ازین جہت بہ درازیِ جعد و گیسو مائل بود۔ وفاتِ او در سال یک ہزار و پنجاہ و ہشت ۱۰۵۸ھ مرقوم است۔

پیر محمد سلون

جامع علومِ صوری و معنوی بود۔ وسلسلۂ او بواسطۂ شیخ عبدالکریم بہ شیخ حسام الدین الدین مانکپوری می رسد۔ مریدانِ او صاحبِ کمال بودند۔ خلقے باو رجوع بود و قبولِ عام داشت۔ و در دیارِ لکھنؤ شیخِ عہدِ خود بود۔ وفاتِ او در سال یک ہزار و ہفتاد و چہار ۱۰۷۴ھ مرقوم است۔

شیخ پیر محمد لکھنوی

درویشِ کامل و متوکل و بشرفِ زیارتِ حرمین شریفین مشرف۔ اصلِ او از جونپور است۔ اکتسابِ علومِ دین از علماءِ دیارِ دہلی و لکھنؤ بحدِ غایت رسانیدہ در بیعت شیخ عبداللہ سیاح چشتی معزز و [illegible] بخششِ کامل ربود۔ وفاتِ او در سال یک ہزار و ہشتاد ۱۰۸۰ھ ہجری بوقوع آمد۔

شیخ یحییٰ مدنی چشتی

خلیفۂ اعظم حضرت شیخ محمد چشتی است۔ تکمیلِ علومِ دینیہ در مدینۂ منورہ بمہر رسانیدہ۔ صاحبِ وجد و حال و عادی فضل و کمال، مرجعِ اولو الارباب، و ملجائے اصحابِ صداقت مآب بود۔ صاحبِ تالیف و تصنیف است۔ آیۂ نور و صدر نشینِ

گزرے۔ یہ تمام فرزندان اور دختران آپ کی دوسری زوجہ کے بطن سے پیدا ہوئے۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخِ وفات کے سلسلہ میں قطعات اور ابیات درج ذیل ہیں۔

موسیٰ امت ، کلیم اللہ عصر　　　بود مقبولِ دو عالم از قبول
سالِ وصلش ہاتف از کلکِ جلی　　　زد رقم ''شد حشر با آل رسول''
۱۱۴۲ھ

اپنے دور کے کلیم اللہ، موسیٰ امت تھے　　　جو دو عالم میں قبول و مقبول تھے
جلی تحریر میں ان کے وصال کا سال ہاتف نے　　　یوں لکھا ''شد حشر با آلِ رسول''
یعنی (آل رسول کے ساتھ حشر ہوا) ۱۱۴۲ھ

ایضاً

فضل و کمالش بیش بودہ　　　مرہمِ قلبِ ریش بودہ
سالِ و صالش گفت ہاتف　　　قطبِ زمانۂ خویش بودہ
۱۱۴۲ھ

ان کا فضل و کمال بہت تھا　　　وہ مجروح دل کیلئے گویا مرہم تھے
ان کے وصال کا سال ہاتف نے کہا　　　قطبِ زمانۂ خویش بودہ
یعنی (اپنے زمانے کے قطب تھے) ۱۱۴۲ھ

ایضاً

چو از دنیا بفردوسِ بریں رفت　　　پئے گلگشتِ خلدِ جاودانی
دو تاریخست بہر سالِ وصلش　　　بر آید مدعا از وے چو خوانی
یکے ''موسی ثانی کاشفِ دیں''　　　دگر ''عرفان دینِ موسیِ ثانی''
۱۱۴۲ھ　　　۱۱۴۲ھ

دنیا سے جب فردوس بریں کو گئے تو　　　خلدِ جاوداں کی سیر کے لئے
ان کے سالِ وصال کی دو تاریخ ہیں　　　اس سے مقصد پورا ہو جائے گا اگر تم پڑھو

بزمِ قرب وحضور بود۔ دیدۂ بینا گوش شنوا کہ کمالِ مرتبہ عارفے است اورا حاصل بود۔ وشکرِ راحت وشکایتِ زحمت پیشِ او ہموزن بود۔ ہر آنچہ می گزشت براں قانع بود۔ دریادِ حق از خود فراموش ودر سکرِ بادۂ وحدت بے خود ومدہوش۔ سالہا بریاضت ومجاہدہ کارفرمائی می کرد۔ ومدتے در گوشۂ تنہائی وزاویۂ اطاعت بنشست۔ جمِ غفیر وخلقِ کثیر انعام واکرام از مادۂ فیضش درر بود۔ وبسیاران از کلبۂ تیرہ وتارِ جہل وانکار براہنمونی اوتا بمنزل عرفان واقرار فائز گردیدند۔ مریدان ومتبعانِ اوازبس صاحبِ خرق وکمال بودند۔ ودر دیارِ گجرات علمِ صفوت وطریقت برافراشتہ۔ ودر دیارِ ہند شمعِ ایمان وایقان رافروغ دادہ۔ آوردہ اند کہ از ہر کہ ومہ ہمہ مشتاقِ او بودند۔ وخدمت وصحبتِ اورا برجا وبرحق می دانستند۔ وفاتِ آں جامع کمالات وخلاصۂ موجودات درسال یک ہزار ویک صد وچہل ویک ١١٤١ھ ہجری منقول ومذکور است۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت شیخ کلیم اللہ جہان آبادی

حضرت شیخ کلیم اللہ جہان آبادی بن حاجی نور اللہ بن شیخ احمد بن شیخ حامد از اولاد حضرت امیر الاسلام شیخنا ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اصل آبائے وے از ترکستان است۔ پدرِ بزرگوارِ او بزمانِ دولت شاہجہاں بادشاہ در دہلی فائز شد۔ حضرت شیخ کلیم اللہ راشرفِ بیعت بواسطہ حضرت شیخ یحییٰ مدنی است۔ درعلومِ دینی شہرۂ آفاق ودر ریاضت وعبادت طاق بود۔ آوردہ اند کہ با حضرت شیخ ابو الفتاح

15-1-2013

قادری ہم نسبت داشت۔ ویک چند در صحبتِ او بسر بُرد۔ ونیز خرقہ نقشبندیہ از خدمت امیر محترم لاہوری در برراست کرد۔ درمجلسِ سماع بسیار حزم واحتیاط می فرمود ۔ واحدے از سلسلۂ غیر اندر آں وقت بار یاب نمی شد۔ ودرِ خانقاہ مسدود می کردند۔ جمعے گم گشتگانِ راہ ومتفحصانِ غیر آگاہ راچراغِ ہدایت بنمود۔ واز تاریکیِ گم گشتگی وغیر آگہی برآوردہ در طلعت جاوید کامرانی فائز گردانید۔ آثارِ عالی واطوارِ متلالی

ایک تو ہے ''موسیٰ ثانی کاشفِ دیں'' دوسری ہے ''عرفانِ دین موسیٰ ثانی''

یعنی (دین کوظاہر کرنے والاموسیٰ ثانی)۱۱۴۲ھ یعنی (دین کی پہچان موسیٰ ثانی)۱۱۴۲ھ

حضرت شیخ نظام الدین اورنگ آبادیؒ

آپ علومِ شریعت وطریقت کے جامع تھے۔عرفان وتحقیق کے اسرار کے ماہر تھے۔فقیروں کے مرجع اور عارفوں کے ملجا تھے۔وجداور سماع سے شغف رکھتے اور حیرت وہیبت کے سمندر میں محو رہتے تھے۔آپ کے نسبِ پاک کا سلسلہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر ختم ہوتا ہے۔آپ شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی کی اولاد سے ہیں۔کہتے ہیں کہ علم حاصل کرنے کی غرض سے حضرت شیخ کلیم اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔علومِ ظاہری سے فارغ ہونے کے بعد باطنی فیوض حاصل کئے اور سخت محنت وریاضت کرنے کے بعد مرتبۂ کمال کو پہنچے۔آپ کے بزرگ چہرہ سے بلند آثار اور ارجمند اطوار نمایاں تھے۔بے حد قبولیت اور مہارت رکھتے تھے۔خطۂ دکن میں تشریف لائے تو شہر اورنگ آباد دکن میں سکونت اختیار فرمائی اور راہِ یقین کے طالبوں اور چشمۂ دین کے پیاسوں کی اپنے ارشاد وتلقین کے ذریعہ رہنمائی کر کے انھیں منزلِ مقصود تک پہنچایا۔صاحبِ تصانیف تھے۔آپ کی زیادہ مشہور تصنیف رسالۂ نظام القلوب ہے۔آپ کے نامور خلفائے گرامی کی فہرست اس طرح ہے۔

فہرست خلفاء

خواجہ کامگار خاں۔محمد علی۔خواجہ نورالدین۔مولانا فخرالدین۔سید شاہ شریف۔شاہ عشق اللہ۔غلام قادر خاں۔محمد یار بیگ۔محمد جعفر۔شیر محمد۔کرم علی شاہ وغیرہ۔اور بھی ہیں جن کی فہرست معلوم نہ ہوسکی۔

آپ کے وصالِ پاک کا زمانہ ۱۱۴۲ھ ہجری لکھا ہے۔آپ کا مرقدِ اطہر دکن کے اورنگ آباد شہر میں واقع ہے جو مقبول زیارت گاہِ خلائق ہے۔نقل ہے کہ آپ کو حضرت شیخ کلیم اللہؒ سے محبت اور انسیت عشق کی حد تک تھی۔چنانچہ شیخ کی وفات کے بعد نہایت حسرت ومحنت کے ساتھ گوشۂ تنہائی وجدائی میں کچھ عرصہ گذارا تھا کہ مطلوبِ حقیقی کی طلب آپہنچی اور جدائی وفراق کی مزید زحمت برداشت نہ کرسکے۔بظاہر چند امراض میں مبتلا ہوئے اور شیخ

داشت۔ بہ تلقین وارشادِ اہل اللہ بسیار می کوشید۔ گرمیِ صحبتِ او احتراقِ عشق والتہابِ محبت میانِ جاں پیدا می کرد۔ دلِ مشغوف در بر، ودقائقِ مکشوف پیشِ نظر داشت۔ از راحت واستراحت بیزار، وبادرد ومحنت محبت سروکار۔ امام الطریق، سرشارِ بادۂ تحقیق وجامِ رحیق بود۔ بہ رفاہ استکراہ وخصومت ومنازعت باجمعیت وجاہ داشت۔ زمانِ وصالِ او درسال یازدہ صد وچہل ودو ۱۱۴۲ سنہ مرقوم است۔ مرقدِ پاکش در شاہجہاں آباد درفنائے بازار خانم متصل بہ حصار سنگِ سرخ است۔ بزمانِ شورشِ دہلی مجر و احاطہ منہدم شد۔ قبر باقیست۔ فہرست اسماء خلفایش اینست۔

فہرستِ خلفاء

شیخ نظام الدین اورنگ آبادی، سید بڈھن، حافظ محمود، شیخ جمال الدین، شیخ حامد سعید، قاضی شیخ عبدالولی، شاہ ضیاء الدین، شاہ اسداللہ، شاہ جلال الدین، شاہ مداری ناگوری، محمد ہاشم۔

آوردہ اند کہ حضرت شیخ تصانیف بسیار بود۔ تفسیرِ قرآن، سواء السبیل، عشرۂ کاملہ، کشکول، واقعاتِ کلیمی، الہاماتِ کلیمی وغیرہ۔

از حضرت شیخ چہار پسر و پنج دختر بودند۔ حافظ حامد سعید، حافظ فضل اللہ، احسان اللہ، خواجہ محمد۔ نام دختران بی بی رابعہ کہ بہ محمد ہاشم خلیفہ حضرت منکوحہ شد۔ بی بی فخر النساء کہ بہ شیخ عبدالرحیم منسوب بود۔ بی بی زینب کہ درحبالۂ عقد شاہ میر درآمد۔ و نیز دخترِ چہارم بعدفوت دخترِ اول بہ سلسلۂ زوجیت محمد ہاشم پیوستہ بود۔ وحال دختر پنجم از نظر نگزشت۔ و اینہمہ فرزندان و دختران از بطن خاتونِ دوم درمعرضِ وجود آمدہ بودند۔ قطعات وابیات درتاریخ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ۔

15-1-2013

موسیٰ اُمت کلیم اللہ عصر
بود مقبولِ دو عالم از قبول
سالِ وصلش ہاتف از کلکِ جلی

کی رحلت کے بعد بہت جلد اس دنیائے فانی سے عالمِ جاودانی کی جانب سدھارے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

صاحبِ ''مناقبِ فخریہ'' نے لکھا ہے کہ جس زمانے میں شیخ نظام الدین اپنے شیخ کلیم اللہ کی خدمت میں اکتسابِ علوم کر رہے تھے ایک دن حضرت شیخ مجلسِ وعظ برخاست کر کے اپنے حرم سرا کے اندر جانا چاہتے تھے کہ شیخ نظام الدین اپنی جگہ سے اٹھے اور حضرت شیخ کے پاؤں میں نعلین پہناتے ہوئے عرض کرنے لگے۔

سپردم بتو مایۂ خویش را — تو دانی حساب کم و بیش را

(یعنی میں نے اپنا سارا سرمایہ آپ کے حوالے کر دیا ہے۔) (اب آپ ہی حساب میں کمی یا زیادتی کے بارے میں جانتے ہیں۔)

حضرت شیخ کو حضرت شیخ یحییٰ مدنی کا ارشاد یاد آیا جو سفرِ حجاز پر روانہ ہونے کے موقع پر فرمایا تھا کہ اے نظام الدین! ایک خوب رو نوجوان مجلسِ تدریس میں تمہارے سامنے آئے گا اور زبانِ حال سے یہی شعر پڑھے گا۔ چاہئے کہ تم اس کو بیعت وخلافت کی سعادت سے مشرف کرو اور یہ سب نعمت وکرامت اور نسبت کہ تمہیں عطا کی گئی ہے اسی کا حق ہے۔ اس دن سے حضرت شیخ نے بے حد توجہ فرمائی اور تھوڑے سے عرصہ میں شیخ نظام الدین کو مرتبۂ کمال پر پہنچا دیا۔

خواجہ فخر الدین فخر جہاں چشتی دہلویؒ

سند الاصفیاء، قدوۃ الاولیا، امام المتقین، صدر الولایت، محبوبِ رب العالمین، محب النبی خواجہ فخر الدین فخر جہاں چشتی دہلوی قدس اللہ سرہ العزیز حضرت خواجہ نظام الدین اورنگ آبادیؒ کے فرزند اور خلیفہ تھے۔ ظاہری و باطنی علوم کے عالم و ماہر تھے۔ ان کی ولادت کے وقت خواجہ کلیم اللہ نے اپنا خرقہ اور ٹوپی عنایت فرمائی اور سولہ (۱۶) سال کی عمر میں علومِ عقلی و نقلی سے مالا مال ہوئے اور ریاضت وعبادت میں مشغول ہوئے۔ اپنی رہنمائی سے ایک عالم کو فیض یاب فرمایا اور اپنے زیر سایۂ عاطفت دنیا اور دنیا والوں پر برکات وحسنات نازل فرمائے۔ آپ کے خوانِ نعمت سے مخلوق مستفید ہوتی ہے۔ آپ کے آستانِ پاک کی چوکھٹ پر اپنی جبیں خم کرتی ہے۔ اس زمانے میں جبکہ حضرت خواجہ بزرگ (غریب نواز) کے روضہ کی

زد رقم ''شد حشر باآلِ رسول''

۱۱۴۲ھ

ایضاً

فضل و کمالش بیش بوده
مرہمِ قلبِ ریش بوده
سالِ وصالش گفت ہاتف
قطبِ زمانۂ خویش بوده

۱۱۴۲ھ

ایضاً

چو از دنیا بفردوسِ بریں رفت
پے گلگشتِ خلدِ جاودانی

دو تاریخست بہرِ سالِ وصلش
بر آید مدعا از وے چو خوانی
یکے موسیٰ ثانی کاشفِ دیں

۱۱۴۲ھ

دگر عرفانِ دین موسیٰ ثانی

۱۱۴۲ھ

حضرت شیخ نظام الدین اورنگ آبادی

جامعِ علومِ شرع وطریق، حاویِ اسرارِ عرفان وتحقیق، مرجع الفقرا، ملجاء العرفاء بود۔ وجد وسماع رادوست داشت۔ ودر محیطِ حیرت وہیبت مستغرق۔ سلسلۂ نسبِ پاکِ او بہ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ منتہی می شود۔ واز نبیرگانِ شیخ الشیوخ شہاب الدین

زیارت کے ارادہ سے اجمیر پہنچے۔ مزار اقدس کی زیارت کے بعد بڑی مسجد اکبر شاہی کے جنوب میں واقع خانقاہ شریف کی جانب توجہ فرمائی اور صاحبِ سجادہ کے ساتھ جو حضرت خواجہ بزرگ کی اولاد سے تھے دوستی و محبت قائم کی۔ اسی اثناء میں فضائل و حقیقت آگاہ شاہ رشید الدین جو حاجی حرمین شریفین حضرت خواجہ یحییٰ مدنی گجراتی کی اولاد پاک سے تھے وہاں تشریف لائے اور خواجہ فخر جہاں اور پیرزادہ کے ساتھ مصافحہ اور معانقہ کر کے ساتھ بیٹھ گئے۔ اس موقع و محل میں باکمال گفتگو نے حیرت میں ڈال دیا اور درودیوار جمال سے پُرانوار ہو گئے۔ خدمت گزاروں میں سے ہر ایک کو سعادت کا جامہ عطا فرمایا کہ پاکی و پاکیزگی پیش نظر تھی۔ اور حضرت پیرزادہ شیخ المشائخ سید اصغر علی احمد چشتی اجمیری نے اسی محفل میں حضرت خواجہ فخر جہاں کی خدمت میں شرح مُلا کا ایک نسخہ پیش کیا جیسا کہ ''مخبر الاولیا'' میں منقول ہے۔ خواجہ فخر جہاں کے مریدین و معتقدین کی تعداد کی حد نہیں ہے۔ آپ کا وصال پاک 1199 ہجری میں ہوا اور قدیم دہلی میں فائض الانوار حضرت خواجہ بختیار کاکیؒ کے مزار کے قریب جگہ پائی۔ رحمۃ اللہ علیہ

آفتابِ فلکِ ہدایت، نیرِ اعظمِ برج ولایت،
شاہنشہِ کشورِ غوثیت وقطبیت، فخر العارفین، مظہرِ انوار الصمد
حضرت خواجہ نور محمد مہاروی قدس سرہٗ

آپ کا اسمِ گرامی بہبل اور لقبِ پاک نور محمد تھا جو حضرت خواجہ فخر جہاں سے پایا تھا۔ نقل ہے کہ حضرت خواجہ فخرِ جہاں کی محبت آپ کے ساتھ روز بروز زیادہ ہوتی تھی۔ جب یہ بات مشتہر اور مشہور ہوئی تو حضرت خواجہ فخرِ جہاں کے مریدین میں سے ایک عورت نے چاہا کہ خواجہ نور محمد کے حسن و جمال کے دیدار سے آنکھوں کو تسکین دے۔ خواجہ فخرِ جہاں کی دعوت کے بہانے سے ایک پوشیدہ جگہ پر چھپ کر بیٹھ گئی۔ جس وقت طعام لایا گیا ہر کوئی کھانے میں مشغول ہو گیا۔ تو اس عورت نے بالاخانے کے پردے سے دیکھا۔ جیسے ہی حضرت خواجہ مہارویؒ کے جمالِ مبارک پر اس کی نظر پڑی تو بظاہر خوبصورتی سے خالی دیکھ کر دل میں سوچا کہ خواجہ (فخرِ جہان) کے دل کا

سہروردی است۔آوردہ اند کہ بطلبِ علم بخدمت حضرت شیخ کلیم اللہ حاضر شدہ بعد از فراغ علوم ظاہر در تحصیلِ امورِ باطن اکتساب کرد۔ومحنت وریاضت شاقہ کشیدہ مرتبۂ کمال بہ تکمیل رسانید۔ وبہ آثارِ رفیع واطوارِ منیع ومقاماتِ بلند،نشانِ ارجمند فرقِ مشیخت برافراشت۔قبولِ عظیم ودستگاہِ کلیم داشت۔ودر دیارِ دکن نزولِ مکرمت فرمودہ در بلدۂ اورنگ آباد دکن سکونت اختیار فرمود۔وطالبانِ راہِ یقین واعیان واشرافِ دین رابہ رہبریِ تلقین وارشاد بمنزلِ مقصود رسانید۔صاحبِ تصانیف بود۔اشہر تصانیفِ او رسالۂ نظام القلوب است۔فہرستِ نام نامی خلفائے گرامی اینست۔

فہرست خلفا

خواجہ کامگار خان،محمد علی،خواجہ نور الدین،مولانا فخر الدین،سید شاہ شریف،شاہ عشق اللہ،غلام قادر خان،محمد یار بیگ،محمد جعفر،شیر محمد،کرم علی شاہ،وغیرہ اینہا کہ فہرستِ ایشاں معلوم نشد۔

زمانِ وصالِ پاک در سال یازدہ صد وچہل ودو مرقوم است۔مرقدِ مطہر در بلدۂ اورنگ آباد ملکِ دکن مسجودِ انام وملجائے عوام است۔آوردہ اند کہ اورابا حضرت شیخ کلیم اللہ محبت وموانست بمرتبۂ عشق بود۔چنانچہ بعد وفاتِ شیخ در گوشۂ خمول وعسرت ومحنت درکنجِ تنہائی وفراق چندے بسر نہ بردہ بودند کہ تقاضائے طلب از بر مطلوبِ حقیقی در رسید۔ومزید برآں زحمتِ مفارقت ومہاجرت نہ پسندید۔لاجرم بجہت اتمامِ حجت ظاہر امراض معتد عارضِ حال شدند۔وقریب تر از زمان رحلتِ شیخ محملِ زندگانی ازیں سرائے فانی بعالمِ قدسِ جاودانی بربستند۔رحمۃ اللہ علیہ۔

15-1-2013

وصاحبِ ''مناقبِ فخریہ'' آوردہ است کہ دراں زمان کہ شیخ نظام الدین بخدمت شیخ کلیم اللہ اکتسابِ علوم می کرد۔روزے حضرت شیخ از مجلسِ تذکیر برخاستہ درونِ حرم سرائے رفتن می خواست۔کہ شیخ نظام الدین از جائے خود برخاستہ نعلین در قدم حضرت شیخ بنہاد۔وعرض کرد۔

سپردم بتو مایۂ خویش را

میلان اس منظر و پیکر کے ساتھ کس وجہ سے ہے؟ فوراً باطنی کشف کے ذریعہ واقف ہو کر حضرت خواجہ مہارویؒ نے فرمایا۔ مائی صاحبہ! خواجہ فخرِ جہاں جو میری صورت کے حُسن پر فریفتہ و شیفتہ ہیں۔ ناقص آنکھ اسے دیکھنے سے معذور ہے۔ لیلیٰ کو مجنوں کی آنکھ سے دیکھنا چاہیے۔

نقل ہے کہ ایک وقت حضرت خواجہ مہارویؒ نے ایسے اوراد (وظائف) پڑھنے کی درخواست کہ جن کے پڑھنے سے حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں باریاب ہونے کی دولت نصیب ہو، ایک دن ایک تحریر حضرت خواجہ فخر جہاں کی خدمت میں روانہ کی۔ اس کے جواب میں حضرت نے جو تحریر بھیجی تھی وہ اس طرح ہے۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ دوستوں کی اور دوستوں کے سلوک کی تفصیل تحریر کی جانی چاہئے۔ صحبت کے اثرات ہوتے ہیں۔ خشک مزاج لوگوں کی صحبت سے نفرت ہونا چاہئے۔ لازم ہے کہ ان کے حق میں تمہاری صحبت اثر کرے۔ اور غفلت کے اندھیرے سے باہر آئیں۔ ایک انسان جس نے تم سے خدا کا نام سیکھا۔ وہ تمہاری فرض عبادت سے بہتر ہے۔ بیچارہ محمد اکبر تکلیف اٹھا کر یہاں تک آیا اور دوبار اس نے تمہارا مراسلہ پہنچایا۔ اللہ تعالیٰ اسے دین و عقبیٰ میں جزائے خیر عطا کرے۔ کبھی سماع سنتے ہو یا بالکل بند کر دیا ہے کبھی کبھی سنتے رہو۔ بغیر ساز و عمل کے توجہ کرو۔ یعنی دوستوں کے ساتھ مراقبہ کرو۔ اس جذبہ کے ساتھ کے ان کا جذبہ مجلس میں عمل کرے گا۔ جو فرمانبرداری ایک مرید کرتا ہے وہ ایک شاگرد نہیں کرتا۔

اللہ تعالیٰ کی سنت اسی طرح جاری رہی ہے اور اسی طرح جاری رہنا چاہئے۔ اپنی کیفیت وہ شخص کیا لکھے جس کا حال تو کجا قال بھی ضعیف ہے لیکن صاحب حال کی دعا سے تمنا رکھتا ہوں۔ ع

"ہوائے وصل تو دارم اگر خدا خواہد"

یعنی میں تیرے وصل کی خواہش رکھتا ہوں اگر خدا چاہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے جو درود شریف پڑھا جاتا ہے لکھا جاتا ہے اس کے پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ نماز فجر اول وقت میں پڑھے اور اس کے بعد درود کو تعداد کا تعین کئے بغیر اشراق تک ایک ہی جگہ بیٹھ کر پڑھے البتہ دوبارہ سہ بارہ اپنی والدہ کے ساتھ پڑھے۔ درود شریف یہ ہے۔ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ النَّبِیِّ الۡاُمِّیِّ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَ اَصۡحَابِہٖ وَ اَھۡلِ بَیۡتِہٖ کُلِّھِمۡ بَارِکۡ وَسَلِّمۡ وَ صَلِّ وَ سَلِّمۡ

تو دانی حساب کم و بیش را

حضرت شیخ را فرمانِ حضرت شیخ یحییٰ مدنی یاد آمد کہ بوقتِ عزیمتِ سفر حجاز فرمودہ بودند۔ کہ جوانے زیبا منظر نظام الدین پیشِ شما در مجلسِ تدریس خواہد آمد۔ و شعرِ مذکور بر زبانِ حال خواہد آورد۔ شاید کہ اورا بہ تشریفِ خلافت و شرفِ بیعت مشرف بکنید۔ و اینہمہ نعمت و کرامت و نسبت کہ بشما رسیدہ است حق اوست۔ ازاں روز حضرت شیخ بدرجۂ غایت متوجہ گردیدہ در اندک زمان شیخ نظام الدین را بمرتبۂ کمال رسانید۔

خواجہ فخر الدین فخر جہاں چشتی دہلوی

سند الاصفیا، قدوۃ الاولیا، امام المتقین ،صدر الولایت، محبوبِ رب العالمین، محب النبی، خواجہ فخر الدین فخر جہاں چشتی دہلوی قدس اللہ سرہ العزیز فرزندِ ارجمند و خلیفۂ حضرت خواجہ نظام الدین اورنگ آبادی است۔ عالمِ علومِ صوری و ماہرِ رموزِ معنوی بود۔ ہنگامِ ولادتش خواجہ کلیم اللہ خرقہ و کلاہِ خود باُوارزانی داشتہ بود۔ و در سن شانزدہ سالگی از علومِ عقلی و نقلی بہرہ یاب شدہ بکسبِ ریاضت و عبادت اشتغال فرمود۔ و برہنمونی برکافہ انام سعی موفور مرعی داشت و بذیلِ ظلِ اعطافش جہاں برکات و حسنات جہان و جہانیان نزول فرود۔ و خلائق از خوانِ نعمتش بہرہ یاب شدہ ناصیۂ ارادت بر سنگِ آستانِ پاکش می شود۔ دراں زمانیکہ بزیارت روضۂ حضرت خواجہ بزرگ باجمیر فائز شد۔ بعد از ادائے فرائض خدمتِ مزار بسوئے خانقاہ شریف کہ جانبِ دکن از مسجدِ بزرگ اکبر شاہی واقع است توجہ فرمود۔ و با حضرت صاحبِ سجادہ کہ او اولاد پاک حضرت خواجہ بزرگ بودند تا دیر پایۂ دوستی و قدمِ یک جہتی برجا داشت۔ و ہمدریں اثنا فضائل و حقیقت آگاہ شاہ رشید الدین کہ از نبائر پاک حاجی حرمین شریفین حضرت خواجہ یحییٰ مدنی گجراتیست رحمۃ اللہ علیہ پارنج فرمود و با خواجہ فخر جہاں و پیرزادہ بر جادہ مصافحہ و معانقہ کردہ یک جانشستند۔ دراں زمان و مکان از فیض کلام و اثر کمال دیوار و درمحوِ جمال و متحیرِ مقال بودند۔ و از بندگان خدمت ہر یکے راکسوتِ سعادت در بر و آئینۂ صفا و صفوت پیشِ نظر بود۔ و ہمدراں

عَلَیْہِ۔ (کُلِّھِمْ کے بعد) واؤ کے بغیر (بَارِکْ وَسَلِّم) پڑھے۔ ''وَبَارِکْ وَسَلِّم'' نہ پڑھے۔ چند دنوں میں خیر الانام صلواۃ اللہ علیہ کے طفیل جو شکر و ثنا کا موجب ہے کہ حق تعالیٰ اس عاشقِ حقیقی کو ذاتی فیوض سے مستفید کرتے ہوئے علانیہ اور پوشیدہ طور پر اپنی حقیقت کی اتباع سے سرفراز فرماتا ہے اور درجۂ کمال کو پہنچاتا ہے۔ برزخ کی ترقی کیلئے اشارہ ہوا لہٰذا اس کی رضامندی کے لئے یہ قلمبند کیا جاتا ہے۔ ورنہ میں یہ جرأت نہیں کرسکتا تھا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

سالک پہلے مدینہ منورہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرْفًا وَ تَعْظِیْماً (اللہ تعالیٰ اس کے شرف اور عظمت کو بڑھائے) کی جانب رخ کر کے دل سے متوجہ ہو۔ اطراف سے بے خبر ہو کر اسی ایک طرف شعور و ہمت کے ساتھ اپنی پوری توجہ مرکوز کرے۔ مدینۂ منورہ میں روضۂ مقدسہ کی جانب جس سے مراد دیوار و چھت، مزارِ مبارک اور حضورِ اکرم ﷺ کا جسدِ شریف ہے متوجہ ہو۔ اور یہ درود پڑھے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَ اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَ اَھْلِ بَیْتِہٖ وَ بَارِکْ وَسَلِّمْ وَ صَلِّ وَ سَلِّمْ عَلَیْہِ وَ عَلَیْھِمْ۔

پہلے اپنی سانس کو روکے اور ایک سانس میں اکیس (۲۱) بار ادا کرے اور اسی طریقہ سے نو (۹) سانسوں تک کرتا رہے۔

درود پڑھنے کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ قبلہ کی طرف منہ کر کے بیٹھے۔ (یہ تصور کرے کہ) اپنے جسم کو جدا کر کے اس کو اپنے شیخ کے نوری جسم میں فنا کرتا ہے۔ اور مذکورہ درود شریف ایک لاکھ مرتبہ پڑھے۔ شغلِ مفید اور امرِ شریف یہ ہے کہ ''یا احمد'' سیدھی طرف کہے اور ''یا محمد'' کو بائیں طرف، دل میں ''یَارَسُوْلَ اللّٰہ'' کی ضرب لگائے۔ ضرب کو اسم ذات کے طور پر لگائے۔ والسلام والاکرام

میاں محمد اکبر غریب اور محبِ صادق شخص ہے۔ اس کی مدد کرو۔ کچھ عرصہ اپنی خدمت میں رکھو اور اس کا مزاج دریافت کرو۔ خلاصہ یہ کہ وہ تم سے بڑی عقیدت رکھتا ہے اس کا خیال رکھو۔ اور ان دونوں مذکورہ طریقوں میں سے تم مختار ہو کہ جس طریقہ کی چاہو تعلیم دو۔ فقط۔ حضرت خواجہ مہارویؒ یہ دوہا زیادہ فرمایا کرتے تھے۔

صحبت حضرت پیرزادہ بر جادہ شیخ المشائخ سید اصغر علی احمد چشتی اجمیری نسخۂ شرح مُلّا بخدمت حضرت خواجہ فخر جہاں گزرانیدہ بود۔ الحیث قال فی ''مخبر الاولیا''۔ مریدان و معتقدان خواجہ فخر جہاں را پایاں نیست۔ وصالِ پاکش بہ سن یازدہ صد و نود و نہ ہجری ۱۱۹۹ بوقوع آمد۔ و در دہلی کہنہ بجوار مزارِ فائض الانوار حضرت خواجہ بختیار جائے یافت۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

آفتابِ فلکِ ہدایت، نیرِ اعظمِ برجِ ولایت،
شاہنشہ کشورِ غوثیت و قطبیت، فخر العارفین، مظہرِ انوار الصمد

حضرت خواجہ نور محمد مہاروی قدس سرہ

اسمِ گرامی بہبل بود۔ ولقبِ پاک نور محمد کہ از حضرت خواجہ فخر جہاں یافتہ بودند۔ نقل است کہ گوشۂ چشمِ محبت حضرت خواجہ فخرِ جہاں بحقِ ایشاں روز افزوں بود۔ چوں ایں معنی مشتہر و مشہور شد۔ زنے از مریدانِ خدمتِ خواجہ فخر جہاں می خواست کہ بجمالِ جمیل خواجہ نور محمد تسکینِ دیدۂ دیدار طلب نماید۔ تا بحیلۂ دعوت خواجہ فخر جہاں در کمین گاہِ مدعا بنشست۔ وقتیکہ ما حاضر آوردند و ہر یکے بہ شغل خوردن استعداد کرد۔ زنِ مذکور از حجابِ غرفہ می دید۔ چوں نظرش بر جمالِ حضرت خواجہ مہاروی افتاد۔ بچشمِ ظاہر از حسن صورت معرا دیدہ در دل اندیشہ کرد کہ میلانِ خاطرِ خواجہ بایں منظر و پیکر۔۔۔۔۔۔۔از چیست؟ بفورِ آں حضرت خواجہ مہاروی بکشفِ باطن آگاہ شدہ فرمود۔ مائی صاحبہ! خواجہ فخر جہاں کہ بر حسنِ صورتم فریفتگی و شیفتگی دارند۔ چشمِ ناقص بدیدن معذور است۔ لیلیٰ را بچشمِ مجنوں باید دید۔

نقل است کہ وقتے حضرت خواجہ مہاروی عریضۂ بطلب اوراد کہ بخواندنِ آں دولتِ باریابی مجلس رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم۔ روزے باشد بخدمت حضرت خواجہ فخر جہاں ارسال داشتہ بود۔ بپاسخش ہر انچہ از حضرت ایشاں کتابت رسیدہ بود۔ اینست بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ با تفصیل یاراں و سلوکِ یاراں در قیدِ قلم

دوہا

بھلے ہوئے ہر بیسری سر سے ٹلی بلائے جیسے تھے ویسے بھئے اب کچھ کہا نجائے

ہر بسری بات بھلی ہوگئی کہ سر سے بلا ٹل گئی بھائی جیسے تھے ویسے ہیں اب تو کچھ کہا نہ جائے

اور یہ شعر بھی بعض اوقات آپ کی زبان مبارک پر آیا کرتا تھا۔

بیت

مگو کہ پیر شدی ذوقِ عاشقیت نماند شرابِ کہنۂ ما مستیِ دگر دارد

(یہ مت کہو کہ تو بوڑھا ہوگیا ہے اور تجھے عاشقی کا ذوق نہ رہا) (ہماری پرانی شراب ایک دوسری ہی مستی رکھتی ہے۔)

اور یہ بھی

تا مست نگردی نکشی بارِ غمِ عشق آرے شترِ مست کشد بارِ گراں را

(جب تک تو مست نہ ہوجائے غم عشق کے بوجھ کو نہیں اُٹھا سکتا۔) (بے شک ایک مست اونٹ بڑا بوجھ اٹھا لے جاتا ہے۔)

فرماتے ہیں کہ انسانِ کامل، عالم کی جان ہے اور اس کی موت سارے عالم کی موت ہے۔ فرمایا۔ گناہ کرنا توحید کی نفی نہیں ہے۔ جو کوئی توحید کا زبان سے اقرار اور دل سے اس کی تصدیق کرتا ہے، کوئی دوسری وجہ نہیں کہ اس کے عقیدۂ توحید کو زوال ہو۔

ایک دن کسی شخص نے آپ کی خدمت میں حافظ کا یہ شعر پیش کیا۔

میان عاشق و معشوق ہیچ حائل نیست تو خود حجاب خودی حافظ از میاں برخیز

(یعنی عاشق اور معشوق کے درمیان کوئی آڑ نہیں ہے۔) (اے حافظ! تو خود اپنے لئے پردہ ہے، درمیان سے اٹھ جا۔)

فرماتے ہیں کہ اگر پردہ ہوتا تو اُٹھ جاتا ہے اور ہستیِ موہوم کے سوا کوئی دوسرا پردہ نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ انجام کا دارومدار ایمان پر ہے۔ حضور شفیع الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت بھی ایمان کی استقامت پر موقوف ہوتی ہے۔ کسی نے دریافت کیا۔ قبر میں اولیاء کا جسم

خواہند آورد وصحبت را اثرہا است ۔ از صحبتِ خشک مزاجاں متنفر خواہند بود ۔ می باید کہ صحبتِ شما در حقِ ایشاں اثر کند ۔ واز ورطۂ غفلت بدر آیند ۔ یک آدم کہ از شما نامِ خدا آموزد ۔ بہ از عبادت لازمی شما است ۔ بیچارۂ محمد اکبر تکلیف کشیدہ تا اینجا آمد ۔ و دوبار کہ مراسلۂ شما آں صاحبِ سلامت رسانید حق تعالیٰ جزائے خیرش دہد در دین و عقبیٰ ۔ وما اورا گاہے سماع می شنوند ۔ یا بالکلیہ قطع کردہ اید ۔ گاہ گاہ شنیدہ باشند ۔ بے ساز و عمل توجہ را گرم کنید یعنی مراقبہ ہمراہِ یاراں می کردہ باشند ۔ بہ نیت اینکہ گرمیِ ایشاں در جلسہ اثر کند ۔ بتبعیت کہ مرید می کند ۔ شاگرد نمی کند ۔

عادت اللہ ہمیں وتیرہ جاری شدہ است ۔ پس ہمیں وتیرہ باید رفت ۔ کیفیتِ خود چہ نویسد ۔ قال ہم ضعیف چہ جائے حال مگر از دعائے صاحبِ حال تمنا دارم ۔ ع

ہوائے وصلِ تو دارم اگر خدا خواہد

درودے کہ معتمد برائے رویت جناب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم است ۔ نوشتہ می شود ۔ طریق خواندن این است ۔ نماز فجر بوقت اول بخواند ۔ و بعد آں درود را خواند بلا تعین عدد تا اشراق یک جلسہ کند ۔ الّا دوم وسوم بوالدہ خود البتہ خواہند گفت ۔ درود شریف اینست ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ کُلِّھِمْ بَارِکْ وَسَلِّمْ وَصَلِّ وَسَلِّمْ عَلَیْہِ ۔ یعنی بغیر واو بخواند ۔ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ نخواند ۔ مجاری ایام بحرمت خیر الانام صلوات اللہ علیہ موجبِ شکر وثنا است کہ حق تعالیٰ آں محب حقیقی را بہ فیوضاتِ ذاتی مستفید ساخت[illegible] 15-1-2013 [illegible]قتِ خویش سرّاً وجہراً عنایت فرماید ۔ و بدرجۂ تکمیل رساند ۔ ایمائے برائے ترقی برزخ رفتہ لہٰذا برائے استرضائے شریف در قلم مقید می سازد ۔ حالا ایں قدر جرأت نمی کردم ۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔

اول سالک بجانب مدینہ منورہ شریفہ زادہا اللہ شرفاً وتعظیماً متوجہاً بالقلبِ و الوجہ نشیند ۔ واز سائر اطراف شعورِ خود را بکشد ۔ وہماں یک طرف ہمتِ خود صرف

کس حالت میں رہتا ہے۔فرمایا اولیاء کا جسم، روح کے حکم میں داخل ہے اور ان کے جسم پر روح نگاہ رکھتی ہے۔ چنانچہ ابدال پرندوں کی طرح ہوتے ہیں ان کے جسم پرواز کیا کرتے ہیں۔اس کی دلیل یہ ہے کہ جسمانی حالت پر انکی روحانی قوت غالب رہتی ہے۔اس لحاظ سے اولیاء کی وفات محض ظاہری آنکھ سے پوشیدہ ہونا ہے۔

فرمایا کہ اہلِ شہود وہ لوگ ہیں جو وجود کا انکار کرتے ہیں۔ مقامِ مشہود سے، دور کے مقام پر اپنی منزل رکھتے ہیں۔ ورنہ اگر شہود، صعود کے مقام پر ہو تو وجود کا انکار نہ کرتے۔اس موقع پر خلیفہ اعظم حضرت نور محمد نے آپ کے فرش کو بوسہ دیا اور عرض کرنے لگے وہ لوگ جن سے (روحانی قوت) سلب ہوگئی ہو وہ بھی وجود سے انکار کی خبر نہیں رکھتے۔فرمایا یہ بھی درست ہے لیکن ان کا مشاہدہ گمان ہے جس کو وہ مشاہدہ خیال کرتے ہیں۔ ورنہ یہ سب امکانِ عقل کے دائرہ سے باہر ہے کہ کوئی ملتان اور لاہور کو دیکھتا ہو۔وہ انکار کی حد تک ہوتا ہے۔

ایک شخص نے پوچھا نفسانیت کے درد کی بھی کوئی دوا ہوتی ہے۔فرمایا بیشک اگر کوئی کرے بھی تو۔لیکن میں نے ایسا مریض نہیں دیکھا جو اس علاج کی خواہش کرتا ہو۔پھر عرض کیا گیا کہ میں خود مریض ہوں لیکن اس کا علاج نہیں کرسکتا۔فرمایا یہ بھی غنیمت ہے کہ کوئی خود کو مریض جانتا ہے۔بعض وقت اس کا علاج ہو جاتا ہے۔فرمایا کہ پاسِ انفاس کے شغل کو اس ترتیب سے کرنا چاہئے کہ اللہ کے 'ہا' کو اس قدر کھینچ کر پڑھیں کہ حرفِ واؤ پیدا ہو جائے اور سانس کو کھینچتے وقت اللہ سانس کے ساتھ کہیں یعنی سانس دل کی زبان بن جائے اور سانس کھینچتے وقت "ھو" کہیں۔اس معنی و ترتیب کے ساتھ یعنی سانس کی ابتدا میں اللہ اور سانس اوپر لے جاتے وقت ھو نہ کہیں کہ یہ مرغوب و پسندیدہ نہیں۔اور حکمت اس میں ہے کہ پاسِ انفاس کے ذکر کے وقت خواہشات کو دور رکھنا توجہ کرنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔

فرمایا کہ خواجہ کلیم اللہ جہاں آبادی نے فرزندانِ ارجمند کو سلسلۂ قادریہ میں شرفِ بیعت بخشا۔اور فرماتے ہیں کہ طریقۂ چشتیہ مشقت اور ریاضت پر مبنی ہے اور حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا دامن وسیع اور کشادہ ہے جو سب کو پناہ میں لے لیتا ہے۔

فرمایا مومن کا جھوٹا شفاء ہے۔جو مومن کامل کے لئے ہی مختص نہیں بلکہ عوام کے لئے بھی اس میں

نماید۔ واز مدینہ منورہ و بروضۂ مقدسہ کہ عبارت از سقف وجدار است۔ وازاں بہم مضجع متبرکہ وازاں بہم جسد شریف متوجہ باشد۔ وایں درود بخواند۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَ اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَ اَھْلِ بَیْتِہٖ وَ بَارِکْ وَسَلِّمْ وَ صَلِّ وَ سَلِّمْ عَلَیْہِ وَ عَلَیْھِمْ۔

اول نفس خود را حبس کند و در یک حبس بست و یک بار ادا کند۔ ہم چنیں تا سہ نفس۔

وطریق خواندن بہ نہج دیگر اینست کہ مستقبلِ قبلہ بہ نشیند جسم نوراز خود جدا ساختہ در جسمِ نوری شیخ خود فانی کند وصلوٰۃ مذکورلک مرتبہ بخواند۔ شغلِ مفید امر شریف یا احمد را بطرف راست بگوید۔ یا محمد را بطرف چپ در دل ضرب یا رسول اللہ زند۔ ضرب را بطور اسمِ ذات زند۔ والسلام والاکرام۔

میاں محمد اکبر مردِ غریب ومحب صادق است۔ اعانت درحق ایشاں خواہند کرد۔ چندے در خدمت خود دارند۔ ومزاج ایشاں در یابند مگر توجہ فی الجملہ حاصل اعتقاد در خدمت شما بسیار دارد پس ہمہ دارند۔ ودریں ہر دو عملِ مذکور شما مختارند ہر کرا کہ خواہند تعلیم کنند۔ فقط۔ حضرت خواجہ مہاروی ایں دوہرہ بسیار می فرمود۔

دوہڑہ

بھلے ہوئے ہر بیسری سر سے ٹلی بلائے

جیسے تھے ویسے بھئے اب کچھ کہا نجائے

15-1-2013

وایں بیت ہم بسا اوقات برزبان معجز بیان می رفت۔

بیت

مگو کہ پیر شدی ذوقِ عاشقیت نماند

شراب کہنۂ ما مستیِ دگر دارد

ولہ

گنجائش ہے۔ لیکن امتیاز یہ ہے کہ ایمان کے لحاظ سے شفا پہنچتی ہے اور ایمان سے کوئی بھی گھر خالی نہیں۔

ایک شخص نے پوچھا کہ علماء، کفار کی تعظیم نہیں کرتے لیکن اہل اللہ کی نظر میں کافر اور دیندار مساوی ہوتے ہیں حالانکہ طریقت و شریعت میں مخالفت نہیں ہے۔ فرمایا بیشک شریعت اور طریقت میں اختلاف نہیں ہے۔ لیکن سمجھنے میں اختلاف ہے۔ علماء کی جماعت اور اہل اللہ کے گروہ ہر ایک کو درست جاننا چاہئے۔ (علماء) جو کفار کی عظمت نہیں کرتے وہ ان (کافروں) کے انجام کو دیکھتے ہیں کیونکہ عام علماء کی آنکھ ظاہری اسباب کے سوا کچھ نہیں دیکھ سکتی۔ اور اللہ والے ان کی حقیقت پر تعظیم کو جائز رکھتے ہیں۔ اس لئے کہ اہل اللہ کی نظر میں ان کی حقیقت نیک رہتی ہے۔

نقل ہے کہ حضرت خواجہ مہاروی ایک وقت کوٹ مٹھن تشریف لائے۔ مولوی احمدی جو بے نظیر فاضل تھے خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ حضرت غوث الثقلین شیخ محی الدین گیلانی قدس اللہ سرہٗ نے فرمایا ہے کہ مرید کا طعام، شیخ پر حرام ہے۔ لہٰذا حضرت! تمہیں کس وجہ سے مریدین کی دعوت حلال ہوگئی۔ فرمایا کہ دنیا کے مریدین کی قسم سے کوئی بھی صحابہ رسول سے کمتر ہوتا ہے اور جملہ مشائخ میں کوئی بھی سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے رتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ اسی بناء پر حضرت سید البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام اصحاب کی دعوت کو خوشدلی سے قبول فرمایا کرتے تھے۔ اسی بناء پر ہمارے لئے اور ہمارے احبابِ طریقت کے لئے یہ حجت سنت کا درجہ رکھتی ہے۔ یہ جواب سنتے ہی مولوی احمدی رنجیدہ ہوگئے اور اپنے حال پر ہی سکوت اختیار کیا۔

مولانا سید شاہ نیاز احمد چشتیؒ

آپ خواجہ فخرِ جہاںؒ کے خلیفہ معظم اور محبوبِ محترم تھے۔ صاحبِ راز و نیاز اور پیکرِ سوز و گداز تھے۔ علومِ ظاہری میں یکتائے زمانہ اور کشف و کرامت کے باب میں آپ بے نظیر اور یکتا تھے۔ سماع سے بے حد دلچسپی رکھتے نیز وجد اور محویت سے بے حد مانوس تھے۔ دور دراز کے ممالک اور شہروں سے کثیر مجمع آپ کی ارادت و محبت کا اسیر تھا۔ اور آپ نے بہت سے طالبانِ حق کو ان کی منزلِ حقیقی تک پہنچایا۔ نقل ہے کہ جس وقت آپ کے پدرِ بزرگوار اس دارِ فانی سے راہیِ عالمِ بقا ہوئے تو آپ کم سن اور کم شعور تھے۔ اپنی والدہ ماجدہ کے زیرِ سایہ تربیت و پرورش پائی جو وقت کی رابعہ تھیں۔

تا مست نگردی نکشی بارِ غمِ عشق

آرے شترِ مست کشد بارِ گراں را

می فرمودند کہ انسانِ کامل جانِ عالم است۔ وفوت شدنِ او فنائے تمام عالم۔ فرمود کہ معصیت منافیِ وحدت نیست۔ ہر کس را کہ اعترافِ وحدت بر زبان و صداقت آں دردل باشد دیگر سببے نیست کہ موجبِ زوالِ وحدت او گردد۔

روزے کسے ایں بیت در خدمت التماس کرد۔ شعر حافظ

میان عاشق و معشوق ہیچ حائل نیست

تو خود حجاب خودی حافظؔ از میاں برخیز

فرمودند اگر پردہ باشد۔ پردہ بردارد۔ وغیر ہستی موہوم پردہ دگر نیست۔ فرمود۔ حصر انجام بر ایمان است۔ شفاعتِ خواجہ شفیعؐ الانبیا ہم موقوف بر استقامتِ ایمان باشد۔ شخصے پرسید کہ جسد اولیا در گور چہ حالت دارد۔ فرمود جسدِ اولیا حکم بر روح دارد۔ جسدِ ایشاں را بمجاورت روح نگاہ دارند۔ چنانچہ عالم ابدال آنگہ طیار باشند۔ بہ جسد پرواز کنند۔ دلیل اینست کہ قوتِ روحِ ایشاں بر گرائِ جسد غلبہ دارد۔ ازیں رو مرگِ اولیا محض از چشمِ ظاہر پوشیدن است۔

فرمود اہلِ شہود و آنانکہ بوجود انکار دارند از مقامِ مشہود منزل بعید جائے 15-1-2013 دارند۔ والا نہ اگر بر مقام شہود صعود بودے از وجود ہم انکار نہ کردے۔ در آں وقت خلیفۂ اعظم حضرت نور محمد نارووالہ زمینِ خدمت بوسیدہ التماس نمود کہ کسانیکہ مسلوب باشند از انکار وجود ہم خبر ندارند۔ فرمود ایں حکم درست باشد۔ اما مشاہدۂ ایشاں مظنہ است کہ آنرا مشاہدہ پندارند۔ وگرنہ ایں معنی از دائرۂ امکان عقل خارج است۔ کہ کسے کہ ملتان ولاہور دیدہ باشد۔ ازاں بحدِّ انکار گراید۔

جب سن شعور کو پہنچے تو انیس (۱۹) سال کی عمر میں حضرت خواجہ فخرِ جہاں سے بیعت کا شرف حاصل کیا اور حضرت خواجہ کی توجہ والتفات سے تھوڑے سے عرصہ میں تکمیلِ سلوک کر کے خلافت و اجازت کا شرف حاصل کیا اور فریضہٗ ارشاد پر مامور ہوئے اور بزرگی وعظمت کا پرچم، فضائے عالم میں بلند کیا۔ نیز حضرت شاہ صاحب کو شاہ عبداللہ بغدادی قادری سے ارادت کا واسطہ تحقیق اور یقین کو پہنچتا ہے۔ حضرت شاہ صاحب کا بہت سا کلام موجود ہے۔ یہ دل گداز کلام مضامینِ توحید، عشق ومحبت اور سلوک ومعرفت کے باب پر مرتب کیا گیا ہے۔ چنانچہ دیوانِ نیازؔ ہندوستان اور بیرونی ممالک میں مشہور ہے۔ عوام میں محبوب اور سب کو مرغوب ہے اور اہل اللہ صوفیوں کی مجلس میں اکثر آپ کے دیوان کی غزلیات سنائی جاتی ہیں تو ان میں بڑی لذت وحلاوت محسوس ہوتی ہے۔ اس جامع کمالات شخصیت کا سن وفات ۱۲۵۰ھ ہجری لکھا ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت شاہ صاحب کے بے شمار خلفاء تھے جن میں سے ہر ایک محبت اور تقویٰ والا تھا لیکن مسند خلافت وارشاد پر جانشین کی حیثیت سے حضرت شاہ صاحب کے بڑے صاحبزادے حضرت شاہ نظام الدین بریلوی نے جگہ لی جو ربِّ ذوالجلال کی عنایت سے اوصافِ حسنہ کے حامل، زمانہ میں یکتا، ظاہری وباطنی علوم اور ریاضت ومحنت میں سرکردۂ روزگار ہیں اور جو حضرت شاہ صاحب کا نامِ نامی اور سلسلۂ گرامی کو موجود اور برقرار رکھنے اور اپنی ہدایت وارشاد اور رہنمائی میں وابستگانِ سلسلۂ طریقت کی تربیت میں بھرپور کوشش جاری رکھے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو سلامت رکھے۔ ان کے چھوٹے بھائی حضرت شاہ نصیر الدین جنھوں نے اپنے والد بزرگوار سے تربیت وتکمیل کی۔ مجاہدہ اور ریاضت انجام دینے میں بہت کچھ کوشش کی ہے اور جو اپنا جمالِ پاک اور جلوۂ بے مثال رکھتے ہیں اور صاحب حال واہل کمال ہیں۔ اور زمانہ کے بعض حادثات کے سبب اپنے برادرِ بزرگ سے جدائی اختیار کر کے قصبہ بدایوں کو پسند فرمایا اور ایک مدت تک جلوۂ حقیقی کے مشتاقوں اور میدانِ فقر ومعرفت کے شائقوں کی تلقین اور رہنمائی پر کارفرما رہے۔ اور بالآخر سفرِ آخرت اختیار کیا اور قصبۂ بدایوں میں مدفون ہوئے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

حضرت شاہ نیاز احمد کے خلفاء میں سے ایک میاں مسکین شاہ تھے جن کا اصل نام غلام محمد تھا۔ ابتداء میں دولتمندوں میں تھے۔ بالآخر دنیا کے اسباب کو ترک کر دیا اور طریقۂ قادریہ اختیار

شخصے پرسید کہ در دِ نفسانیت را ہم دوائے ہست۔ فرمود آرے اگر کسے بکند اما مریضے نمی بینم کہ طلب علاج کند۔ باز عرض کرد کہ من خود مریضم لیکن نمی توانم استعلاج کنم۔ فرمود ایں ہم غنیمت است۔ کسے کہ خود را مریض می داند گاہ بے گاہ درمان پذیر باشد۔ فرمود کہ شغل پاس انفاس را بایں ترتیب باید کرد کہ ضم ہاء اللہ را باشباع بخواند تا حرف واو پیدا آید و در وقت مدّ نفس اللہ بہ دَم گویند یعنی دم لسانِ دل باشد و در وقت جذر نفس ہو بہ دم گویند۔ ہماں معنی و ترتیب یعنی بوقت جذر نفس اللہ و بوقت دم بالا بردن ہو نگوید کہ مرغوب و مطبوع نیست۔ وحکمت الصاقِ زبان بہ ارتفاع کام ہنگام ذکر پاس انفاس معینِ توجہ است۔

فرمود خواجہ کلیم اللہ جہان آبادی فرزندانِ ارجمند وسلسلۂ قادریہ شرفِ بیعت بخشید۔ ومی فرمودند کہ طریقہ چشتیہ مبنی بر مشقت وریاضت است۔ ودامنِ حضرت غوث الاعظم وسیع وفراخ است کہ ہمہ را می پوشد۔

فرمود سُ ☐ ؤُرُ الْمُؤْمِنِ شِفَاءٌ مختص بر مومنِ کامل نیست بلکہ بحق عوام گنجائش دارد۔ اما امتیاز اینست کہ علی قدر ایمان شفا می رسد۔ زیرا کہ از ایمان ہیچ کس کلبۂ عارے نیست۔

شخصے پرسید کہ علما تعظیمِ کفار نمی کنند۔ اما اہل اللہ کہ در تبجیل کافر و بندہ یکتا باشند۔ حالانکہ در طریقت و شریعت مخالفت نیست۔ فرمود۔ آرے در شریعت و طریقت خلاف نباشد۔ اما اختلاف در فہمیدن 15-1-2013 وفق علما و طائفہ اہل اللہ ہر یک را بر درستی باید دانست آنانکہ عظمتِ کفار نمی کنند نظر بر کیفر کردارِ ایشاں می کنند کہ چشمِ عالمانِ عرفی غیر از اسبابِ ظاہر چیزے دیدن نمی تواند۔ واہل اللہ تعظیم بر حقیقت ایشاں روا دارند۔ زیرا کہ در نظرِ اہل اللہ حقیقتِ ایشاں نیک می ماند۔

نقل است وقتے حضرت خواجہ مہاروی در کوٹ مٹھن تشریف آورد۔ مولوی احمدے کہ فاضل عدیم المثال بود۔ حاضر خدمت شد۔ والتماس نمود کہ حضرت غوث

کیا۔ اس کے بعد خواجہؒ بزرگ معین الاولیاءؒ کے روحانی اشارہ پر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خلافت کے شرف سے سرفراز و نامور ہوئے اور جے پور میں سکونت اختیار کی اور وہیں عظیم کامیابیاں اور قبولیتِ عام حاصل کی اور اسی جگہ وفات پائی۔

خواجہ محمد سلیمان تونسوی قدس اللہ سرہ العزیز

آپ زاہدوں کے سلطان، عارفوں کے برہان، سالکوں کے لئے خزانہ، واصلوں کے سرتاج، حبیب سبحانی تھے۔ نامِ نامی اور اسم گرامی محمد سلیمان بن زکریا بن عبدالوہاب تھا۔ نقل ہے کہ ایک روز آپ کی والدہ پانی کا ایک مشکیزہ اپنے گھر لا رہی تھیں۔ ایک درویش جو لباس اور زبان میں ہندوستانیوں جیسی پہچان رکھتا تھا راستہ میں ملا اور کہا سبحان اللہ تعالیٰ تیرے بطنِ پاک سے سلطانِ مشارق و مغارب پیدا ہوگا۔ اور وقت کا سلیمان ثابت ہوگا۔ کہتے ہیں کہ آپ کے والدِ بزرگوار نے جس وقت اس دارِ فنا سے دارِ بقا کی طرف رحلت فرمائی آپ کی عمر شریف ابھی چار سال بھی نہ ہوئی تھی۔ جب سنِ شعور کو پہنچے تو دینی علوم سے پوری طرح فراغت پائی اسی زمانہ میں کوٹ مٹھن میں حضرت خواجہ مہاروی کی تشریف آوری کی خوشخبری سنی۔ چنانچہ میاں احمد علی کے ساتھ شہر اوچ میں جا کر بیعت کا شرف حاصل کیا۔

منقول ہے کہ حضرت خواجہ سلیمان شریعت کے لوازم اور واجبات میں پوری احتیاط سے کام لیا کرتے۔ کہتے ہیں کہ خواجہ فخرِ جہاںؒ نے خواجہ مہاروی سے اشارتاً فرمایا تھا کہ کوہستانِ مغرب سے ایک شہباز پرواز کرے گا۔ تمہیں چاہئے کہ اپنی وابستگی سے اُسے آزادی نہ دو۔ اس لئے کہ اولین و آخرین نعمتیں اس کے نامِ نامی پر لکھی ہیں۔

منقول ہے کہ خواجہ سلیمان نے شرفِ بیعت حاصل کرنے کے بعد مرشدِ برحق کے اشارہ پر دہلی کا ارادہ فرمایا۔ لیکن قصبہ ریواڑی پہنچے تھے کہ خواجہ فخر جہاںؒ کے وصال کی خبر سے ہوش اُڑ گئے۔ یہ خبر سن کر آپ کو بڑا افسوس اور رنج ہوا۔

نقل ہے کہ سفرِ مبارک کے ختم پر مہار شریف کی جانب توجہ فرمائی اور چند سال تک ریاضتیں اور مجاہدے کرتے رہے۔ اکثر ذکرِ جہری، پاسِ انفاس اور وقوفِ قلبی میں مشغول رہتے اور اسی زمانہ میں تصوف کی کتب مثلاً آداب الطالبین، لوائح، عشرۂ کاملہ، فصوص الحکم وغیرہ، فقیہِ

الثقلین شیخ محی الدین گیلانی قدس اللہ سرہ آوردہ است کہ طَعَامُ الْمُرِیْدِ حرامٌ علی شیخ پس حضرت شمارا بکدام وجہ دعوت مریداں حلال باشد۔ فرمود کہ از صنفِ مریدان عالم مثل حضرات اصحاب رسول کسے کمتر باشد واز جملہ مشائخ بہ سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہیچ کس نمی رسد وازاں رو کہ حضرت سید البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام دعوت اصحاب بطیبِ خاطر قبول می فرمودند۔ بناءً علیہ برائے ما و یارانِ طریق ما ہمیں حجت بمرتبہ سنت است۔ بہ شنفتن جواب مولوی احمدی لب حسرت گزید و بحال خود سکوت ورزید۔

مولانا سید شاہ نیاز احمد چشتی

خلیفہٴ معظم ومحبوبِ محترم خواجہ فخر جہاں است۔ صاحبِ راز و نیاز، وخدیوسوز و گداز، درعلومِ ظاہر یکتائے زمانہ ودر بابِ کشف وکرامت فقید المثال و یگانہ، بہ سماع بسیار غلو داشت۔ و بوجد و استغراق بمرتبہٴ غایت مانوس بود۔ جمعِ کثیر از بلاد و امصارِ دور دراز در بندِ ارادت و قیدِ محبتِ او گرفتار بودند۔ و بسیار طالبانِ جلوہٴ شاہدِ حقیقی را بمنزلِ حق رسانید۔ آوردہ اند وقتیکہ پدرِ بزرگوارش ازیں کہنہ رباط را بہ دار السرور بقا محمل زندگانی بربست حضرت شاہ در زمان غیر آگہی و خوردی بود۔ و زیرِ دامنِ پاک والدہٴ ماجدہٴ خود کہ رابعہٴ عصر بود تربیت و پرورش یافت۔

چوں زمانِ آگہی دست داد۔ در سن نوزدہ سال بخدمت حضرت خواجہ فخر جہاں شرفِ بیعت حاصل کرد۔ و بالتفات و توجہ خواجہ در اندک زمان تکمیل کردہ بہ تشریفِ خلافت ومثالِ اجازت وارشاد مامور گردید۔ ولوائے مشیخت وعظمت در فضائے عالم بر افراشت۔ نیز حضرت شاہ را واسطہٴ ارادت بہ جناب شاہ عبد اللہ بغدادی قادری متحقق و متیقن است۔ حضرت شاہ را نظم بسیار است۔ کلامِ دل گداز و مضمونِ توحید در بابِ عشق ومحبت وسلوکِ معرفت در سلکِ تنظیم دارد۔ چنانچہ دیوانِ نیاز کہ در زمانِ ہند وعجم معروف است۔ از حضرت او مرغوب عام ومطبوع تمام است۔ و در مجلسِ صوفیانِ حق آگاہ اکثر غزلیاتِ دیوان برزبان می آرند۔ وحظِ وافی وحلاوتِ کافی می یابند۔ وفاتِ آں جامع

صوری و معنوی حضرت خواجہ مہاروی کی خدمت میں پیش کیں۔ ایک روز مہار شریف کی مسجد خدا بخش میں قدم بوسی کی دولت حاصل ہوئی خواجہ سلیمانؒ کے ہاتھ میں دیوانِ حافظ تھا۔ حضرت خواجہ نے ازراہ مہربانی اس کو پڑھنے کا اشارہ فرمایا۔ خواجہ سلیمان جہاں نے اس شعر سے آغاز کیا۔

کمالِ صنعتِ مشاطہ شاید　　　که روئے زشت را زیبا نماید

شاید یہ مشاطہ کے فن کا کمال ہے　　　کہ بدشکل چہرہ خوبصورت نظر آرہا ہے۔

یہ شعر سنتے ہی خواجہ مہاروی دل میں بڑے خوش اور مسرور ہوئے اور محبت وشوق کے غلبہ میں فرمانے لگے۔

مگو که پیر شدی ذوقِ عاشقیت نماند　　　شرابِ کہنۂ ما مستیِ دگر دارد

(یہ مت کہہ کہ تو بوڑھا ہو گیا ہے اور تجھے عاشقی کا ذوق نہ رہا)　　　(ہماری پرانی شراب ایک دوسری ہی مستی رکھتی ہے۔)

نقل ہے کہ ایک روز نواب غازی الدین خاں کے مکان پر مجلس سماع منعقد ہوئی اور قوالوں نے مولانا جام کی غزل سے شروع کیا۔

از مدرسہ بہ کعبہ روم یا بہ میکدہ　　　اے پیر رہ بگو که طریقِ ثواب چیست؟

مدرسہ سے کعبہ کو جاؤں یا میکدہ کو　　　اے پیر طریقت! بتایئے کہ کونسا راستہ صحیح ہے

خواجہ سلیمان پر جب ذوق کا غلبہ ہوتا تو وجد کی حالت میں آجایا کرتے۔ یہاں تک کہ سب کاروبار و اختیار سے دستبردار ہو کر عالمِ حیرت و بے خودی میں حضرت خواجہ مہاروی کی ذاتِ پاک کے اطراف پھرنے لگتے۔ اور انکی آنکھوں سے خون آلود آنسو بہنے لگتے۔ اور دیر تک اسی حال اور احوال میں گزارتے۔ نقل ہے کہ جب حضرت خواجہ مہارویؒ کا آخری وقت آپہنچا تو خواجہ سلیمان حضرت کی خدمت میں حاضر نہیں تھے۔ خواجہ مہاروی نے وہاں بیٹھے لوگوں سے دریافت فرمایا کہ روہیلہ کی کوئی خبر آئی ہے۔ عرض کیا گیا کہ کوئی اطلاع نہیں آئی۔ فرمایا خیر۔ ماشاء اللہ اپنے سے آئے گی۔

کشش که عشق دارد نگذاردت بہ نسیاں　　　بجنازہ گر نیائی بمزار خواہی آمد

کمالات در سال یک ہزار و دوصد و پنجاہ سنہ ۱۲۵۰ھ مرقوم است۔ رحمۃ اللہ علیہ

خلفائے حضرت شاہ بے شمار بودند۔ و ہر یک عاشقِ موالے و مولع و متورع۔ اما بر جادۂ خلافت و ارشاد جانشین و صاحبِ مقام حضرت شاہ۔ پسرِ بزرگِ او نظام الدین بریلوی است کہ باوصافِ حسن و ولائے رب ذوالمنن، یگانۂ آفاق و در علوم ظاہر و باطن و ریاضت و محنت و ذوق و حلاوت سرآمدِ روزگار است۔ و نام نامی و سلسلۂ گرامی حضرت شاہ بوجودِ باجودِ او برجا و برقرار است۔ و بہ ہدایت و ارشاد و رہنمونی و تربیت مقتدیانِ سلسلۂ طریقت مساعی جمیلہ و ترددات جزیلہ مرعی دارد۔ سلمہ اللہ تعالیٰ۔ برادرِ خوردِ او حضرت شاہ نصیر الدین کہ تربیت و تکمیل در حین پدر عالی قدر دریافتہ در اکتساب مجاہدہ و محنت اقصی الغایت کوشیدہ بود۔ و جمالِ پاک و جلوۂ بے مثال داشت۔ و صاحبِ حال و اہلِ کمال بود۔ و بہ سبب بعضے حوادثِ زمانہ از خدمت برادرِ بزرگ مفارقت اختیار کردہ بودن قصبہ بداؤں پسند فرمود و مدتے در تلقین و رہنموئے مشتاقانِ جلوۂ حقیقت و وارفتگانِ بادیۂ فقر و معرفت کارفرمائی کرد۔ و بالآخر قیامِ دارِ فانی غیر مطبوع شمردہ سفرِ آخرت اختیار نمود۔ و در قصبہ بداؤں مدفون شد۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

واز خلفائے حضرت شاہ نیاز احمد یکے میاں مسکین شاہ بود۔ نامِ اصل غلام محمد۔ در اوائل از اغنیا بود۔ بالآخر ترکِ اسبابِ دنیا کرد۔ و طریقۂ قادریہ اختیار کرد۔ بعد ازاں باشارت روحانیت خواجہ بزرگ معین الاولیا در خدمت حضرت فائز گردیدہ بشرفِ خلافت سرافراز و نامور شد۔ و بدستو[illegible]ج پور مامور گردید۔ و درانجا فتوحِ عظیم و قبولِ عام حاصل کرد۔ ہمانجا وفات یافت۔

خواجہ محمد سلیمان تونسوی قدس اللہ سرہ العزیز

سلطان الزاہدین، برہان العارفین، کنز السالکین، سرتاجِ واصلاں حبیب السبحان کہ نام نامی و اسمِ گرامی محمد سلیمان بن زکریا بن عبد الوہاب است۔ آوردہ اند کہ روزے والدہ پاکش مشکیزۂ آب بخانہ می برد۔ درویشے کہ بلباس و زبانِ ہندیاں

عشق ایسی کشش ہے جو تجھے بھول میں بھی نہ چھوڑ یگی　　اگر تو جنازہ پر نہ آسکا تو مزار پر ضرور آئیگا

کہتے ہیں کہ ان دنوں خواجہ سلیمان اپنے وطن محبوب میں مقیم تھے۔ ایک رات مراقبہ کی حالت میں دل میں اضطراب اور اشتیاق پیدا ہوا۔ خدمت میں حاضر ہونے اور دولتِ دیدار حاصل کرنے کے لئے بے اختیار ہو گئے اور خواجہ سلیمان اپنے گھر کے چھت سے زمین پر اتر آئے اور بڑی تاریک رات میں پا پیادہ چلنے لگے۔ کسی یارو مددگار کے بغیر اپنا قدم منزلِ طلب کی جانب رکھا اور راستہ میں ایک عورت سے ملاقات ہوئی جس نے کہا جلد جاؤ کہ قافلہ تیار ہے۔

القصہ چھٹے روز بیقراری کی حالت میں مہار شریف کے قریہ میں جا پہنچے اور خواجہ مہاروی کے پائیں جانب زانوے ادب تہ کر کے بیٹھ گئے۔ اس وقت خواجہ مہاروی نے وہاں بیٹھے ہوئے حاضرین کی طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرمایا اس روہیلہ کے ساتھ میں کچھ راز کی باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ کچھ دیر کے لئے خلوت (تنہائی) چاہئے۔ یہ سنتے ہی وہاں بیٹھے سب لوگ چلے گئے اور بزمِ صحبت اور انجمنِ خلوت نصیب ہوئی اور خواجہ سلیمان نے وصال و کمال کی نعمت سے مالا مال ہو کر رخصتی اور رودائی کا شرف حاصل کیا۔ اس کے بعد خواجہ مہاروی نے اللہ تعالیٰ کے قرب و وصال کا سفر اختیار فرمایا اور تاج سرور میں مدفون ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

منقول ہے کہ ایک روز پاک پٹن کی خانقاہ میں مجلسِ سماع منعقد ہوئی۔ یکا یک خواجہ سلیمان مسکرائے۔ مولوی نور احمد نے مسکرانے کا سبب دریافت کیا تو فرمایا ہمارے خواجگاں کی شان اس قدر اعلیٰ رتبہ کی ہے کہ خضر علیہ السلام کو بھی اس بزمِ عالی میں دم مارنے کی مجال نہیں ہے حتیٰ کہ حاضرین جلسہ کی تڑپ کو قرار نہ آیا۔ لیکن بزمِ گرامی کی حاضری کا شرف ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ یہ دیکھ کر بے اختیار ہنسی آ گئی۔

نقل ہے کہ سید احمد مدنی جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم شریف میں رہا کرتے تھے حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت پر تونسہ تشریف لائے۔ سلسلہ بیعت سے معزز و مشرف ہوئے اور خواجہ سلیمان نے ان کو شرفِ خلافت بخشا اور روداع فرمایا۔

نقل ہے کہ لعل خاں بلوچ والیِ منگوٹہ نے اپنی حکومت کے دوران، قومِ بلوچ سے عاجز

معرفے داشت در سرِ راہ اورا بدید وبگفت سبحانہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کہ از بطنِ پاکت سلطانِ مشارق ومغارب بمنصہٗ شہود خواہد آمد۔ وسلیمانِ زماں خواہد شد۔ می گویند کہ پدرِ بزرگوارش وقتیکہ ازیں دارِ ناپائیدار بدار القرار رحلت فرمود۔ عمر شریفش بیش از چہار سال نبود۔ چوں بہ سنِ آگہی رسید۔ از علومِ دینیہ فراغِ تام حاصل کرد۔ وہمدریں زمان غلغلہٗ تشریف آوریِ حضرت خواجہ مہاروی در کوٹ مٹھن شنیدند۔ چنانچہ بہ معیت میاں احمد علی در بلدہ اوچ رفتہ بشرف بیعت پایہٗ عزت برافراختند۔

منقول است کہ حضرت خواجہ سلیمان جہاں را در لوازم ومواجبِ شرعیہ احتیاط تام بود۔ ومی گویند کہ خواجہ فخر جہاں بہ خواجہ مہاروی اشارہ فرمودہ بود کہ شاہبازے از کوہستانِ مغرب پرِ پرواز خواہد کشاد۔ باید کہ اورا از دامِ علائق خودوارستن ندہی۔ زیرا کہ نعمائے اولین وآخرین بنامِ نامیش رقم زدہ اند۔

منقول است کہ خواجہ سلیمان جہاں بعد حصول تشریفِ بیعت بایماءِ مرشدِ برحق قصدِ دہلی فرمود۔ اما بہ قصبہ ریواڑی رسیدہ بودند کہ خبر وصالِ خواجہ فخر جہاں جاگزینِ گوشِ ہوش گردید۔ باستماعِ ایں معنی خیلے تحسّر وتعسّر روئے داد۔

آوردہ اند کہ بعد اتمامِ سفر بصوب مہار شریف توجہ فرمودہ تا چند سال در ریاضات ومجاہدات گزرانید۔ اکثر بہ ذکرِ جہر وشغل پاسِ انفاس ووقوفِ قلبی اشتغال فرمودند۔ وہمدریں زمان کتبِ صوفیہ مثل آداب الطالبین ولوائحہ وعشرہٗ کاملہ وفصوص الحکم وغیرہ بخدمت حضرت فقیہ صوری ومعنوی خواجہ مہاروی گزرانیدند۔ روزے کہ در مسجد خدا بخش مہارِ دولت پائے بوس بدست آمد۔ خواجہ سلیمان را دیوانِ حافظ در دست بود۔ حضرت خواجہ بکمال لطف بخوانندش ایما فرمودند۔ خواجہ سلیمان جہاں بایں بیت آغاز کرد۔

کمالِ صنعتِ مشاطہ شاید کہ روئے زِشت را زیبا نماید

باستماعِ ایں بیت خواجہ مہاروی از بس خوش دل ومسرور گشتہ از راہ وفورِ محبت وشوق فرمودند۔

آکر ظلم وزیادتی کا راستہ اختیار کیا۔ قومِ بلوچ کا ایک گروہ اس ظلم وستم کے خلاف فریاد لے کر حضرت خواجہ سلیمان کی خدمت میں جمع ہوا۔ حضرتِ اعلیٰ کو ان کے حال واحوال کی اطلاع ملی تو خادموں میں سے ایک کے ساتھ لعل خاں مذکور کو ایک پیام روانہ فرمایا جس میں ظلم وستم سے پرہیز کرنے کی نصیحت فرمائی۔ اس نے ایک فریب آمیز خط تحریر کر کے آپ کے پاس بھیجا۔ جب آپ کے مطالعہ میں گذرانا گیا تو اس خط کے لفافہ پر مذکورہ لعل خان کی تعریف لکھی ہوئی تھی۔ اس تحریر کو آپ نے دست مبارک میں لیا اور دور ڈال دیا اور غصہ کی حالت میں فرمانے لگے کہ ملک (بادشاہی) تو درویش کے ہاتھ میں ہے وہ جسے چاہے دیتا ہے۔ اس کے بعد یہ خبر آئی کہ تقریباً چار ہزار سوار خراساں کی طرف سے آئے اور مال ودولت کو برباد کر کے رکھ دیا اور لعل خاں کے غرور کو مٹی میں ملا دیا اور وہ خود بھی دشمن کے ہاتھ گرفتار ہو گیا۔

نقل ہے کہ اسد خاں حاکم ملک سنگھڑ، نشۂ غرور وتکبر سے سرشار عوام کو تکلیف پہنچایا کرتا تھا۔ چند مظلوم لوگ حضرت کی خدمت میں فریاد لئے پہنچے۔ ایک روز خان خدمت میں حاضر تھا۔ اس کو تنبیہ کرنے اور خبردار کرنے کے لئے آپ نے اس سے چند باتیں فرمائیں۔ فرمایا اگر تو ظلم وستم سے باز نہ آئے گا تو ملک کی فرماں روائی سکھ قوم میں چلی جائے گی۔ خان نے جو دولتِ سعادت اور اولیاء کی کرامت کا بالکل منکر تھا۔ حضرت کی باتوں پر کان نہ دھرا۔ یہاں تک کہ چند دن نہیں گزرے کہ سکھوں کے لشکر نے دلیرانہ اور بہادرانہ حملہ کیا اور اسے گرفتار کر لیا اور ملک کی حکومت انکے قبضے میں آ گئی۔

نقل ہے کہ خواجہ سلیمان نے فرمایا کہ مرشدی ومولائی کا دعویٰ اس شخص کو زیب دیتا ہے جو دوری وحضوری میں اپنے غلاموں کی خبر گیری سے غافل نہ ہو۔ اور ان کے حال واحوال پر توجہ فرمائے اور اعانت وحمایت میں مشغول رہے۔ اس موقع پر مولوی سلطان محمود جو صاحبِ ارشاد تھے انہوں نے التماس کیا کہ مجھ بندہ کو بیعت لینے کی اجازت پر مامور فرمایا ہے لیکن میں اپنے میں اس کی صفت وقوت نہیں پاتا ہوں تو پھر میرا حال اور انجام کیسا ہوگا۔ ارشاد فرمایا کہ بیعت لینے کی اجازت دینے کا انحصار خود تمہاری ہمت پر ہے۔

ایک رات حضرت خواجہ سلیمان نے خواب میں دیکھا کہ قرآن پر کھڑے ہیں۔ بڑا تردُّد فرماتے ہوئے مولانا محمد عابد سے آپ نے پوچھا کہ اس واقعہ کی تعبیر کیا ہے؟ عرض کیا کہ

مگو کہ پیر شدی ذوقِ عاشقیت نماند

شرابِ کہنۂ ما مستیِ دگر دارد

نقل است کہ روزے برمکان غازی الدین خان مجلسِ سماع برپا بود وقوالان غزل مولانا جام بنیاد کردہ بودند۔

از مدرسہ بہ کعبہ روم یا بہ میکدہ

اے پیر رہ بگو کہ طریقِ صواب چیست؟

خواجہ سلیمان جہان را ذوق غالب آمد و بوجد در آمدند۔ تا آنکہ دست از کار و بار از اختیار برفت۔ و ہماں عالمِ حیرت و بیخودی گرد ذات پاک حضرت خواجہ مہاروی می گردند۔ وسرشک خون آلودہ از دیدۂ نم دیدہ می تراویدند۔ وتا دیر بہمیں حال واحوال در گزشت۔ آوردہ اند کہ چوں حضرت خواجہ مہاروی راز مانِ آخر فرا پیش آمد۔ خواجہ سلیمانِ جہاں حاضرِ خدمت نبودند۔ خواجہ مہاروی از یارانِ جلسہ استفسار فرمود کہ از روہیلہ کسے خبر دارد۔ عرض کردند۔ ہیچ آگاہی نداریم۔ فرمود۔ خیر ماشاء اللہ بخود خواہد آمد۔

کششے کہ عشق دارد نگذاردت بہ نسیاں

بجنازہ گر نیائی بمزار خواہی آمد

می گویند کہ دراں ایام خواجہ سلیمان جہاں بوطنِ مالوف قیام داشت۔ شبے در حالتِ مراقبہ اضطراب در خاطر واشتیا[illegible] 15-1-2013 [illegible]ائے کرد دولتِ حصولِ ملازمت و دولتِ دیدار زمامِ اختیار بدستِ بے اختیارے سپرد۔ وخواجہ سلیمان جہاں از بالائے سقفِ خانہ خویشتن را برپشتِ زمین بینداخت۔ و در ہماں شبِ تیرہ وتار کہ روکش چلپائے ماہ رُخان مہر نگار بود۔ بود۔ بے یار و مددگار پائے اشتیاق در منزلِ طلب بنہاد۔ دراثنائے راہ زنے ملاقی شد وگفت۔ زود برَو۔ قافلہ تیار است۔

القصہ بروز ششم بحالِ بے قرار در قریۂ مہار شریف رسیدند۔ و بہ سمتِ پائین

آنحضرت کی رائے پر واضح وظاہر ہے کہ آنحضرت کا حق بات پر قدم جما ہوا ہے۔ خواجہ سلیمان نے اس تعبیر کو بہت پسند فرمایا اور حق تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر بجالائے۔

نقل ہے کہ جب ماہ صفر کا چاند نظر آیا تو حضرت سلیمان نے فرمایا۔ خدا خیر کرے۔ اس وقت سے نزلۂ حار کا مرض غالب ہوا جس میں روز بروز ترقی ہوتی گئی جس کے باوجود اوقات میں کوئی خلل واقع نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ مرض کی شدت نے تقاضا کیا اور ناتوانی و کمزوری بے حد ہوگئی۔ جس وقت وصال کی گھڑی بہت قریب ہوئی حضرت خواجہ سلیمانؒ بار بار سلام کرتے جا رہے تھے اور اپنا دستِ حق پرست سر پر رکھتے جاتے تھے۔ لیکن اس کا پتہ نہ چل سکا کہ یہ سب حرمت وسلام کس کے شایان تھا۔ جب تہجد کا وقت آپہنچا تو اشاروں سے نماز ادا کرنے میں مشغول ہوگئے اور معمول کے اوراد بھی پڑھے۔ اسکے بعد اپنی توجہ ہمارے حضرت خواجہ کی جانب کر کے استفسار فرمایا کہ کون ہے؟ وہاں موجود میاں صالح محمد چشتی نے عرض کی کہ قبلہ! یہ آپ کے صاحبزادے الہ بخش ہیں۔ اس موقع پر ہمارے خواجہ (الہ بخش تونسوی) نے دردمند دل کے ساتھ عرض کیا کہ یہ انعام عطا کرنے کا وقت ہے۔ بندہ کو قبول فرمائیں کہ فقیروں کی خدمت اور مزار کی مجاوری میں سعادتِ سرمدی اور دولتِ ابدی پائے۔ یہ سنتے ہی خواجہ سلیمان بہت خوش اور بے حد مسرور ہوئے۔ ہمارے حضرت خواجہ کو لطف و عاطفت سے بغل گیر فرما کر انھیں اولین اور آخرین نعمتیں تفویض فرمائیں۔ لبِ پاک ہمارے حضرت خواجہ کے منہ پر رکھے اور زبانِ حال سے نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ ادا فرمایا۔ اس کے بعد جسم کو سیدھا کیا، مبارک پاؤں کو دراز فرمایا اور اپنی جان کو جانِ آفریں کے سپرد کر دیا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔

حضرت خواجہ سلیمانؒ کے خلفاء کی تعداد تو بہت تھی لیکن ان میں سب سے مشہور چار خلفاء تھے کہ جنہوں نے حقیقی معنی میں مشیخت کا علم بلند کیا۔

پہلے (خلیفہ) محمد یاراں کہ صاحبِ وجد و حال اور پیکرِ کمال تھے۔ شرابِ محبت کے نشہ سے سرشار تھے اور خرقِ عادات و کرامات میں مشہور و نامدار تھے۔

دوسرے (خلیفہ) مولوی محمد علی ہکٹڈوی جو محبت کے سوز و ساز سے معمور دل اور الفت کے تیر سے زخمی جگر رکھتے تھے۔ وجد و سماع کے دلدادہ، معارفِ حقیقت پر جان نثار کرنے والے،

خواجہ مہاروی زانوئے ادب درست فرمودند۔ انگاہ خواجہ مہاروی بسوئے حاضرانِ جلسہ توجہ کردہ ارشاد فرمودند۔ کہ من بااین روہیلہ رازہا دارم۔ ساعتے چند خلوت مقصود است۔ باستماعِ ایں معنی یارانِ جلسہ از ہم جدا شدند۔ و بزمِ صحبت و انجمنِ خلوت گرم بازاری یافت۔ و خواجہ سلیمان جہاں از دولتِ وصال و سرمایۂ کمال مالامال شدہ عز رخصت و شرفِ وداع دریافتند۔ بعد ازیں خواجہ مہاروی سفرِ قربِ وصالِ ایزد متعال اختیار فرمود۔ و در تاج سرور مدفون شد۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

منقول است کہ روزے در خانقاہ شریف پاک پٹن مجلس سماع برپا بود۔ بیک ناگاہ خواجہ سلیمان جہاں تبسم فرمود۔ مولوی نور احمد موجبِ ابتسام استفسار کرد۔ فرمود کہ زہے شان نیکان و خواجگان ما کہ اینہمہ علوء پایہ خضر علیہ السلام را دریں بزمِ عالی یارائے دم زدن و مجالِ استادن نیست۔ حتی کہ از مصادمت یارانِ جلسہ جائے قرار نمی گیرد۔ اما شرف حضوریِ بزم گرامی از دست نمی دہد۔ بمشاہد ایں معنی خندہ بے اختیار می آید۔

نقل است کہ سید احمد مدنی حاجبِ حرمِ محترم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بایماءِ حضرت ختمی پناہے در تونسہ شریف آمدہ در سلسلۂ بیعت معزز و مباہی شد۔ و خواجہ سلیمانِ جہاں او را بہ تشریفِ خلافت مشرف کردہ وداع فرمود۔

نقل است کہ لعل خاں بلوچ والی منگوٹہ بزمان حکومتِ خود عجوزہ از قوم بلوچ براہِ بے داد گرفتہ بود۔ و بہ ادائے نامشروع مصاحبت کرد۔ گروہے از قوم بلوچ بہ دادخواہیِ بے داد بخدمت حضرت خواجہ سلیمان جہاں آمدند۔ حضرتِ اعلیٰ بر حال و احوالِ ایشاں اطلاع یافتہ بصحب یکے از بندگانِ خدمت بہ خانِ مذکور پیام فرستاد۔ و از تعدّی و ظلم اجتناب کردن نصیحت فرمود۔ او عریضۂ طویل بحیلۂ و تزویر تحریر کردہ فرستاد۔ چوں بشرفِ مطالعہ در آمد۔ نشان نگین خان مذکور کہ بر لفافہ عریضہ منقوش بود۔ بدستِ خاص مالیدہ دور انداختند۔ و در ہماں حالت قہر زبان آوردند کہ ملک بدست درویش است۔ ہر کرا خواہد می دہد۔ فردائے آں خبر آوردند کہ قریب بہ چہار ہزار سوار از سمت

سلیمان جہاں کی اطاعت کے چراغ، تفرید و تجرید کے سمندر میں غوطہ زن اور دریائے تعریف و توحید کے پیراک تھے۔

تیسرے (خلیفہ) حافظ محمد علی شاہ خیر آبادی۔ محبت و عشق کے جامع، فنافی اللہ کے دریا کے غوطہ زن، بقا باللہ کی بلندیوں کی سیر کرنے والے، صوفیِ باصفا، پُرسوز سینہ والے درویش، نیز فقر و سلوک میں معروف اور خرقِ عادات میں مشہور تھے۔

چوتھے (خلیفہ) مولانا احمد۔ شریعت و طریقت کے علوم پر عبور رکھنے والے، کشف و تحقیق کے خزانہ کے مالک، میخانۂ عرفان سے سرشار اور کیفِ وحدت و ایقان کے سرمست تھے۔ رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین۔

مولانا نور محمد نارووالہؒ

آپ حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ کے خلیفۂ اعظم اور محبِ محترم تھے۔ اپنے شیخ کے ہمراز، دم ساز اور یارِ غار تھے۔ علومِ نقلی کے عالم اور رموزِ علومِ حقیقی کے ماہر تھے۔

منقول ہے کہ انہوں نے شروع میں حضرت خواجہ فخر جہاںؒ کی خدمت میں مرید ہونے کا اشتیاق ظاہر کرتے ہوئے ایک عریضہ بھیجا۔ انہیں جواب دیا گیا کہ اگر شرفِ بیعت کی تمنا ہے تو چاہئے کہ میاں صاحب نور محمد مہارویؒ سے درخواست کریں۔ جواب وصول ہوتے ہی اتباعِ حکم میں آپ نے موضع مہار کا ارادہ کیا اور حضرت شیخ کی قدمبوسی و بیعت کا شرف حاصل کیا اور تھوڑے ہی عرصہ میں کامل فیض کا اکتساب و استفادہ کر کے خود کمال کو پہنچے۔

نقل ہے کہ وفات سے قبل آپ نے خادموں کو فرمایا تھا کہ آخری وقت میں قوال عاشقانہ اشعار سنانے میں مشغول رہیں دوسرے سفید بکری کو ذبح کریں اور تیسرے یہ کہ دو چار افراد اسمِ ذات کا ذکرِ جہری کریں۔ جب وقت آ پہنچا تو اس پاک باز عاشق نے اپنی جان، جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔ تدفین تک آپ کے قلب پاک سے ''ھوھو'' کے الفاظ جاری تھے جس کو وہاں جمع سب لوگوں نے صاف طور پر سنا۔ اس برگزیدۂ آفاق شخصیت کی تاریخِ وفات ۶ رجمادی الاول سنہ ۱۲۰۴ ہجری لکھی ہے۔ حضرت کے مریدین و معتقدین بہت تھے اور آپ کا سلسلۂ پاک اب تک برقرار ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

قاضی عاقل محمد بن قاضی محمد شریفؒ

خراسان تاخت آوردند و مال ومنال عجب ونخوت لعل خان در معرضِ نهیب وتاراج رسید۔ واوخود ہم بدست غنیم اسیر ودستگیر شد۔

نقل است کہ اسد خان حاکم ملک سنگھڑ درخمار نشۂ غرور وکبر آزارِ بندگانِ خدا روا می داشت۔ مظلومانِ چند بخدمت حضرت فریاد رسانیدند۔ روزیکہ خان بخدمت حاضر بود۔ بنظر انتباہ وتہدید سخنہائے چند باو گفتہ۔ فرمودند کہ اگر از آزار وستم دست باز نداری ۔فرمان دہی ملک بہ قوم سکھ خواہد رسید۔ خان کہ از دولت سعادت وکرامتِ اولیا منکر مطلق بود۔ بر گفتہ حضرت گوش نہاد۔ تا آنکہ بعد از مرورِ ایام چند جنود سکھاں باوے ستیز وآویز دلیرانہ جست وخیز مردانہ بکار آوردہ اسیر کردند۔ وحکومت ملک بآنہا قرار گرفت۔

نقل است ۔فرمود خواجہ سلیمان جہاں کہ دعوی مرشدی ومولائی کسے را می زیبد کہ در دؤرو حضور از خبرداریِ بندگانِ خود غافل نباشد۔ وبر حال واحوالِ ایشاں توجہ فرماید۔ وبہ اعانت وحمایت پردازد۔ دریں محل مولوی سلطان محمود کہ صاحبِ ارشاد بود التماس کرد کہ با آنکہ بندہ را باجازت بیعت گرفتن مامور فرمودہ اند۔ اما ایں چنیں صفت وقوت در خود نمی بینم ۔ پس حال ومآلِ من چگونہ خواہد شد۔ ارشاد فرمود۔ حوالہ اجازت بیعت گرفتن شما۔ در دست ہمتِ خود منحصر داشتہ ام۔

شبے حضرت خواجہ سلیمان جہاں در واقع دیدند کہ بر قرآن ایستادہ اند۔ ازیں جہت خیلے تردد فرمودہ از مولانا محمد عابد پرسیدند کہ تعبیرِ واقعہ چونست۔ عرض نمود کہ بر رائے جہاں آرا مبرہن وہویدا است کہ حضرت ایشاں را بر امرِ حق قدم محکم است۔ خواجہ سلیمان جہاں بسیار پسندیدو شکرِ حضرت واہب العطیات بجا آوردند۔

آوردہ اند کہ چوں ہلال ماہ صفر نمودار شد۔ حضرت خواجہ سلیمان جہاں فرمود۔ خدا خیر کند۔ ازاں وقت مرض نزلۂ حار عارض شد۔ وروز وبروز مترقی گشت۔ با اینہمہ در اوقات خللے واقع نشد۔ تا آنکہ شدت مرض تقاضا کرد۔ وناتوانی ونحافت بحدِ غایت رسید۔ وقتے کہ زمانِ وصال قریب تر بود۔ حضرت خواجہ سلیمان بہ تکرارِ سلام می کردند۔ ودستِ حق پرست بر سر می نہادند۔ اما از کسے نشانے پیدا نبود۔ کہ شایانِ ایں

آپ خواجہ نور محمد مہارویؒ کے محبوب و دلنشیں خلیفہ تھے۔ صاحبِ علم صوری و معنوی، کاشفِ رموز باطنی و ظاہری اور وجد و سماع کے بڑے شیفتہ واقع ہوئے تھے۔ ان کے آباء واجداد کے زمانے سے مرشدی اور خانقاہ داری جاری وساری ہے۔

منقول ہے کہ آپ بیعت کا شرف حاصل کرنے کے تھوڑے دنوں بعد ہی اعلیٰ مقام پر فائز اور مرتبہ کمال کو پہنچے اور جمیع طالبانِ حق کو اپنے زیر سایہ تربیت قربِ حق کی منزل تک پہنچا دیا۔ آپ کے بہت سے خلفاء تھے جو تلقین وارشاد اور زہد و ورع سے آراستہ تھے۔ اس صاحبِ کمالات ہستی کی وفات کا سال ۱۲۲۹ھ ہجری لکھا ہے۔ اور آپ کی وفات کے بعد آپ کے فرزندِ دلبند اور خلیفہ قاضی احمد علی سجادۂ ارشاد پر فائز ہوئے اور اپنی ہدایت وارشاد کے ذریعہ مخلوقِ خدا کی رہنمائی فرمائی۔ اس خصوص میں حضرت شیخ غلام فرید جو صاحبِ سخا و ایثار اور اہلِ درد و اضطرار ہیں۔ سجادۂ ارشاد پر قیام فرما ہیں اور اجداد کے سلسلہ کو رونقِ تازہ اور زینتِ بے اندازہ دے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں سلامت رکھے۔

حافظ مولانا محمد جمالؒ

آپ خواجہ نور محمد مہاروی کے اعظم خلیفہ تھے۔ عارف و کامل، صاحبِ وجد وحال اور کمال و مقال کے بادشاہ تھے۔ طویل مدت تک شیخ کی خدمت میں رہے اور آپ کی بیعت شیخ ابوالفتح رکن الدین نبیرہ، شیخ الاسلام شیخ بہاء الدین ملتانی کے روحانی اشارہ پر بتائی جاتی ہے۔

منقول ہے کہ حضرت شیخ نے کپڑے اور کھانے کی تقسیم کا کام آپ کو تفویض فرمایا تھا۔ آپ کی برکت کے احوال بہت ہیں جن کی اس مختصر تحریر میں گنجائش نہیں۔ حق تعالیٰ کے اس محبوب کا وصال ۱۲۲۶ھ ہجری میں بیان کیا جاتا ہے۔ اور آپ کی خلافت شیخ خدا بخش کو نصیب ہوئی جنہوں نے شیخ کے وصال کے بعد تلقین و ہدایت کا حق ادا کرنے میں خوب کوشش کی۔ رسالہ "اسرارِ کمالیہ" مولف کی نظر سے گذرا جو حافظ مولانا محمد جمال کے اقوال پر مشتمل ہے جس میں سے بطور اختصار یہ ہے کہ

فرمایا کہ "وضو کرتے وقت جوانوں کی طرح تیزی کرنا چاہئے اور نماز میں ضعیفوں کی طرح عجز و انکسار سے کام لینا چاہئے۔ ایک روز سید امیر شاہ نے عجلت کے ساتھ نماز ادا کی اور قیام وقعود کے آداب ملحوظ نہ رکھے۔ فرمایا، اے برخوردار! تم نے اس قدر قلیل مدت میں نماز مکمل کرلی۔

چنیں حرمت وسلام باشد۔ چوں وقت تہجد فرا رسید باشارات در ادائے نماز مشغول گشتند۔ و اورادِ معمول خواندند۔ بعد ازاں روئے توجہ بسوئے خواجۂ ما متوجہ فرمودہ استفسار کردند کہ کیست میاں صالح محمد چشتی کہ حاضرِ جلسہ بودند التماس کرد۔ قبلہ الہ بخش صاحبزادۂ شما است۔ انگہ حضرت خواجۂ ما، بادلِ درد رسیدہ، عرض کردند کہ ہنگامِ مرحمت وانعام است۔ بندہ را قبول فرمایند کہ درخدمتِ فقرا ومجاورتِ مزار سعادتِ سرمدی و دولتِ ابدی دریابد۔ باستماعِ ایں معنی خواجہ سلیمان جہاں بسیار خوش دل و از بس مسرور گشتند۔ وحضرت خواجۂ ما را درکنارِ لطف و عاطفت تنگ تر گرفتہ ونعمت ہائے اولین و آخرین تفویض فرمودہ لبِ پاک بردہنِ مبارک حضرت خواجۂ ما نہادہ۔ وَ نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ۔ بزبان حال ادا فرمودند وبعد ازیں قامت پاک راست کردہ پائے مبارک دراز کردند وجانِ خود را بجانان سپردند۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔

فہرستِ خلفائے حضرت خواجہ سلیمان بسیار است۔ اما اشہر ترین خلفاے کہ بخلافتِ حقیقی علمِ مشیخت برافراشتند چہار یار بودند۔

اول۔ محمد یاران کہ صاحبِ حال وخدیو کمال بود۔ درنشۂ بادۂ رحیقِ محبت سرشار و درمقدمہ خرق وکرامت نامور ونامدار۔

دویم۔ مولوی محمد علی ہکٹڑوی کہ دلِ داغدار محبت وجگر جراحت رسیدۂ پیکانِ مودت داشت۔ دلدادۂ وجد وسماع، جان باختہ معارف حقیقت، شعاعِ مطیع سلیمان جہاں، وجہاں مطاع، مستغرق قلزمِ تفرید وتجرید، شناور دریائے تعریف وتوحید۔

15-1-2013

سوم۔ حافظ محمد علی شاہ خیر آبادی۔ جامع محبت وعشق، غوّاصِ دریائے فنا فی اللہ، سیّارِ اوجِ بقا باللہ، صوفیِ صفا کیش، درویشِ سینہ ریش، بہ فقر وسلوک معروف، وبخرقِ عادت مشہور۔

چہارم مولانا احمد۔ حاویِ شرع وطریق، خازنِ خزینۂ کشف وتحقیق، مخمورِ خم کدۂ عرفان، وسرمستِ کیفِ وحدت وایقان۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ اجمعین۔

(جبکہ) مجھ بے چارہ کا یہ حال ہے کہ ایک سو سال سے نماز پڑھتا ہوں مگر اس قدر عجلت اور تیزی کے ساتھ پڑھ نہیں سکتا۔ فرمایا "اَلْوُضُوْ عَلَی الْوُضُوْ نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ یعنی وضو پر وضو کرنا نور پر نور ہے" اور فرمایا کہ شیخ رکنِ عالم کو سلسلۂ چشتیہ میں حضرت سلطان المشائخ نظام الاولیا سے اجازت ہے اور فرمایا کہ ہمارے تمام ساتھیوں میں اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان تونسوی کو توکل میں فضیلت عطا کی ہے۔

حضرت خواجہ الٰہ بخش چشتی تونسوی بارک اللہ تعالیٰ بقاہ

سمندرِ معرفت کے قیمتی گوہر، اسرارِ حقیقت کے تاجدار، اسوۂ اصفیا، قدوۂ اولیا، صدر نشینِ اصحابِ قرب اور انجمنِ نور کی روشن شمع، مرشدنا و مولانا حضرت خواجہ الٰہ بخش چشتی تونسوی، اللہ تعالیٰ ان کی بقا میں برکت دے۔ حضرت خواجہ سلیمان کے پوتے اور صاحبِ مقام تھے۔ انوارِ الٰہی و اسرارِ لامتناہی کی ایک علامت، راہِ شریعت میں مضبوط قدم، سجادۂ طریقت پر مقتدر تھے۔ آپ کی بزم کی گرمی نے نفس کو سرد اور ہوا و ہوس کی آگ کو معدوم کر دیا اور خود بینی کے آئینۂ خیال کو آپ کے جمال کی حرارت نے پگھلا دیا۔ آپ کے پیکر پر توحید و تفرید کا حُلّہ بالکل موزوں تھا اور عرفان و معرفت کا خلعت آپ کے قدو قامت پر زیب دیتا تھا۔ اخلاقِ حسنہ رکھتے تھے۔ آپ کے اونی لباس کے سامنے بادشاہوں کے اطلس و ریشم ماند پڑ جاتے تھے۔ توکل و استغنا پر ثابت قدمی کے ساتھ ہندوستان پر بادشاہت کی۔ سچ ہے آپ کی ذاتِ پاک، صفات کی جامع اور کمالات کی مظہر تھی اور اون پہننے والے اولیا کے جمال و کمال اور اہلِ حق کی کرامات کی یاد دلایا کرتی تھی۔

اے چہرہ زیبائے تو رشکِ بتانِ آذری
(تیرے خوبصورت چہرہ پر آذر کے بنائے ہوئے بتوں کو بھی رشک ہے۔)

ہر چند وصفت می کنم در حسن زاں بالاتری
(میں تیری جتنی بھی تعریف کروں تیرا حسن اس سے کہیں زیادہ ہے)

آفاقہا گردیدہ ام مہرِ بتاں ورزیدہ ام

بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

مولانا نور محمد نارووالہ

خلیفہ اعظم ومحب محترم حضرت خواجہ نور محمد مہاروی است۔ وہم راز ودم ساز ویارِ غارِ شیخِ خود است۔ عالمِ علوم عقلی، ماہرِ رموزِ رسمی حقیقی۔

آوردہ اند کہ او در آغاز عریضہ متضمن بر اشتیاق و وفور غلبہ ارادت بحضرت خواجہ فخر جہاں فرستاد۔ جوابش دادند کہ اگر تمنائے شرف بیعت است۔ بہ میاں صاحب نور محمد مہاروی درخواست باید کرد۔ بوصولِ جواب باامتثالِ امر قصد موضع مہار نمود۔ وشرفِ پائے بوسی حضرت شیخ دریافت۔ وتشریفِ بیعت حاصل کرد۔ و بہ اندک زمان اکتسابِ کامل واستفادہ کردہ کارِ خود بہ تکمیل رسانید۔

نقل است کہ ایشاں قبل وقتِ مرگ بیارانِ خدمت فرمودہ بودند کہ دمِ آخر اول قوالان بگفتنِ اشعار عاشقانہ سرگرم باشند۔ دوم گوسپند سفید ذبح کنند۔ سوم دو چہار تن ذکر اسم ذات بطریق جہر جاری دارند۔ چوں ہنگام در رسید۔ وآں عاشقِ پاک باز جان بجانان سپرد۔ تا تدفین لفظ ھوٗ ھوٗ از قلبِ پاکِ او جاری بود۔ مردماں کہ جمع بودند صاف می شنیدند۔ تاریخِ وفاتِ آں برگزیدہ آفاق ششم جمادی الاول در سال دوازدہ صد و چہار ۱۲۰۴ھ مرقوم است۔ واز حضرت مریدان و پیروان بسیار بودند۔ وسلسلہ پاکِ او ہنوز برقرار است۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

قاضی عاقل محمد بن قاضی محمد شریف

خلیفہ راستیں ومحبوبِ دل نشینِ خواجہ نور محمد مہاروی است۔ صاحبِ علمِ صوری و معنوی، کاشفِ رموزِ باطنی وظاہری ومائل وشیفتہ وجد وسماع بود۔ از آبا واجدادِ او مشیخت وخانقاہ داری مستمرہ جاریست۔

آوردہ اند کہ او بعد تشریف بیعت در اندک ایام بمقام عالی و مضجع گرامی فائز گردیدہ بقدر تکمیل رسید و جمعے طالبان را در سایہ تربیت خود در مقامِ قربِ حق رسانید۔ خلفائے بسیار بودند کہ از تلقین و ارشاد لوائے زہد وورع برافراشتند۔ وفات آں صاحبِ کمالات در سال دوازدہ صد و بست و نہ ۱۲۲۹ھ مرقوم است۔ و بعد وفاتِ

(دنیا تمام گھوم چکا ہوں، بتوں کی دوستی قبول کر چکا ہوں۔)
(بہت سارے حسینوں کو دیکھ چکا ہوں لیکن تو کوئی اور ہی چیز ہے۔)

ہر گز نہ آمد در نظر چیزے ز رویت خوب تر
شمسی ندانم یا قمر یا زہرہؑ یا مشتری

(نظر میں تیرے چہرہ سے زیادہ خوب تر کوئی چیز ہر گز نہ آئی۔)
(حتیٰ کہ سورج، چاند، زہرہ یا مشتری کو بھی میں تجھ سے بہتر نہیں سمجھتا)

فقیر مولف شرفِ بیعت کا افتخار رکھتا ہے۔ اگرچہ کہ دنیا کی ہوس نہیں چھوڑتی اور آنحضرت کی خدمت وصحبت کے فیض سے باز رکھتی ہے۔ ہمہ تن خواہش اور سراپا آرزو ہونے کے باوجود، جذبِ ناتمام اور سعیِ ناکام انجام کو نہیں پہنچتی ہے۔ شاید کہ نصیبہ یاوری اور توفیقِ حق دستگیری کرے تاکہ اس خودی وخود آرائی کی کشمکش سے نجات پا کر مٹھی بھر ہڈیوں کو تونسہ کی گلی کے کتوں کو پیش کروں اور مٹھی بھر مٹی کو حق آگاہ دردمندوں کے راستہ کا غبار بناؤں۔ لیکن اس کا اتمام خداوند کریم کی رعایت ورضا پر منحصر وموقوف ہے۔ بقول حافظ شیرازیؒ۔

تو بندگی چو گدایاں بشرطِ مُزد مکن
کہ خواجہ خود روشِ بندہ پروری داند

(تو بھکاریوں کی طرح اجرت کی شرط پر غلامی نہ کر۔)
(اس لئے کہ آقا خود بندہ پروری کا طریقہ جانتا ہے۔)

جب ہمارے آقا (حضرت اللہ بخش تونسوی) مقدس آستانوں کی زیارت کے سلسلہ میں اجمیر شریف میں تشریف فرما تھے اس بندہ ناچیز کو خلوت وجلوت میں حاضری کا شرف حاصل تھا۔ اللہ اللہ! سبحان اللہ! وہ کیسا وقت تھا اور مرحبا وہ کیا مقام تھا کہ انوار و تجلیات اور برکات وحسنات کے سوا کوئی دوسری چیز نظر ہی نہ آتی تھی۔ مخدومِ گرامی کے بے انتہا اکرام وانعام اور بندہ پروری و بندہ نوازی کی بدولت ہمیشہ کے لئے کامیابی کے ساتھ چشتی نسبت مجھے نصیب ہوئی۔ ان دنوں غریب خانہ پر قدم رنجہ فرمایا۔ نصف شب تک اس قدر کثرت سے ہجوم اور اژدہامِ عام آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ ایک پر ایک گرنے لگا۔ بعض بچے اور ضعیف اشخاص اس حال میں کچلے گئے۔ اس جگہ خدا کی قدرت کا تماشہ اور

ایشاں خلیفہ وفرزندِ دلبند قاضی احمد علی بر سجادۂ مشیخت و ارشاد تمکین فرمود۔ و بہ ہدایت و ارشاد خلقِ خدا را رہنمونی کرد۔ در ینولا حضرت شیخ غلام فرید کہ صاحبِ بذل و ایثار و اہلِ درد و اضطرار است بر جادۂ مشیخت قیام دارد و سلسلۂ اجدادِ کرام را رونقِ تازہ و زینتِ بے اندازہ می دہد۔ سلمہ اللہ تعالیٰ۔

حافظ مولانا محمد جمال

از اعاظمِ خلفائے خواجہ نور محمد مہارویست۔ عارفِ کامل، صاحبِ وجد و حال وخدیوکمال ومقال بود۔ وتامدت دراز درخدمتِ شیخ بسر بردو بیعتِ او باشارہ روحانیت شیخ ابوالفتح رکن الدین نبیرہ شیخ الاسلام شیخ بہاء الدین ملتانی رقم نمودہ اند۔

منقول است کہ حضرت شیخ قسمتِ جامہ ونان باومفوض بود۔ احوال برکت اشتمالِ اوبسیاراست کہ دریں مختصر گنجائش ندارد۔ وصال آں برگزیدۂ ایزدِ متعال درسال دوازدہ صدوبست وشش ۱۲۲۶ھ منقول است۔ ومثال خلافتِ او بہ شیخ خدابخش جی رسیدہ بود کہ بعد وصال شیخ درادائے حق تلقین و ہدایت، سعی جمیل بجائے رسانید۔ و در رسالہ اسرارِ کمالیہ کہ اقوال حافظ مولانا محمد جمال از نظر مولف گذشت۔ بطریق اقتصار اینست۔

فرمود۔ در وضو مانند جوانان زودی باید کرد۔ و در نماز ہمچو ضعیفاں عجز و انکسار۔ روزے سید امیر شاہ نماز بامداد بہ عجلت ادا می کرد۔ وآدابِ قیام وقعود ملحوظ نداشت۔ فرمود۔ برخوردار! تو درمدتِ قلیل نماز را درضبط آوردی۔ من بیچارہ از صد سال می خوانم و بزودی در ضبط آوردن نمی توانم۔ نیز فرمود۔ اَلْوُضُوْءُ عَلَی الْوُضُوْءِ نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ است۔ ومی فرمود کہ شیخ رکن عالم را در سلسلہ چشتیہ از حضرت سلطان المشائخ نظام الاولیا اجازت است۔ ومی فرمودند کہ از جملہ یارانِ ما حق سبحانہ تعالیٰ بحضرت تونسوی فضیلت وتوکل دادہ است۔

حضرت اللہ بخش چشتی تونسوی بارک اللہ تعالیٰ بقاءہٗ

ہمارے خواجہ کی قبولیت کا تصرف دیکھنے میں آیا جو کبھی نہ سنا گیا۔ اوراس کے بعد حضرت خواجہ بزرگ معین الاولیاءؒ کے مزار کی خدمت سے فارغ ہوئے تو حضرت خواجہ سراج الاولیاءؒ کی زیارت کی غرض سے گجرات کا ارادہ فرمایا۔ فقیر ہم رکاب تھا۔ جب قصبہ مُہانہ پہنچے اور پاک پٹن کا ارادہ فرمایا معلوم ہوا کہ راستہ سخت خراب ہے اور ٹرین کے چلنے میں رکاوٹ ہے۔ یہ معلوم ہوتے ہی شیخ کے خدمت گزار ہمراہیوں پر حسرت و ناامیدی چھا گئی۔ فقیر نے فوراً عرضِ حال پیش کی۔ فرمایا کہ ہم ہمارے پیروں کے حضور رجوع ہیں نہ کہ تمہاری ٹرین کی طرف۔

القصہ نماز مغرب کے بعد ہندوؤں کی قوم سے ایک شخص نے جس کا نام لالہ رام تھا اور راستہ کی تعمیرات جس کے سپرد تھیں مجھ سے ملاقات کی اور چونکہ میری اس سے پہلے شناسائی تھی اس لئے اس نے بڑی زحمت اٹھائی اور بڑی تواضع کی اور کہا کہ ایک دستی ریل گاڑی (HandTrolly) میرے پاس ہے اگر تمہارے پیر پسند فرمائیں، تو چار آدمیوں کو بڑے آرام سے پاک پٹن لے جا اور لا سکتا ہوں۔ یہ بات سن کر میں بڑا خوش ہوا اور دل میں خیال آیا کہ خیر ہمارے حضرت اور انکے صاحبزادہ محمود آرام سے منزلِ مقصود تک آمد و رفت فرمالیں گے۔ اس دیارِ اجنبی میں یہ بھی غنیمت ہے۔ جب میں نے حاضری کا شرف پایا اور عرض داشت رکھی تو مسکرا کر فرمایا کہ سب لوگوں کو زیارت کے شرف سے محروم رکھنا اور خود تنہا جانا اچھا نہیں لگتا۔ خیر میں اٹھا اور اپنی جگہ جا کر بیٹھ گیا یہاں تک کہ چوتھائی رات نہ گزری تھی کہ وہی لالہ رام میرے سرہانے پہنچا اور کہا کہ آٹھ منزل (ڈبوں) والی دستی ریل گاڑی بغیر طلب کے ضروری وجوہات کی بنا پر قرب وجوار کی چوکیوں سے پہنچی ہے۔ اور اس میں سفر کے لئے اٹھائیس افراد کافی ہوں گے۔ جیسے ہی اس نے گفتگو پوری کی میں خدمتِ اقدس میں گیا اور عرض کیا تو مسرور ہوئے۔ قریب چوبیس افراد تھے انہیں حکم فرمایا کہ صبح کے فرائض ادا کرنے کے بعد سفر کا سامان درست کرلیں۔ القصہ ہم علی الصباح حضرت کے ہمرکاب ہوکر پٹن روانہ ہوئے اور پیران سلسلہ کے مزارات کی زیارت ہمیں نصیب ہوئی اور وہاں سے احمد آباد کا ارادہ فرمایا اور مقدس آستانوں کی زیارت کے بعد شہر اورنگ آباد کا ارادہ فرمایا۔ فقیر اور برادرِ طریقت محمد

گوہرِ شاہوارِ قلزمِ معرفت، سریر آرائے دیہیم اسرارِ حقیقت، اسوۂ اصفیا، قدوۂ اولیا، صدر نشینِ اصحابِ قُرب و حضور، شمعِ شبستانِ انجمنِ نور، مرشدنا و مولانا حضرت خواجہ الٰہ بخش چشتی تونسوی بَارَکَ اللّٰہُ تَعَالیٰ بَقَاءَہٗ نبیرہ و صاحبِ مقام حضرت خواجہ سلیمان جہان است۔ آیتے ست از انوارِ الٰہی و اسرارِ نامتناہی، بر جادۂ شریعت قدمِ استوار، و بر سجادۂ مشیخت و طریقت اقتدار دارد۔ وگرمیِ بزمِ او سرد مہریِ نفس و زمہریرِ ہوا و ہوس را معدوم ساخت۔ و آئینۂ خود بینیِ پندار از حرقتِ جمالِ او بگداخت۔ حلّۂ توحید و تفرید پیکرِ موزونِ او بے کم و کاست، و خلعتِ عرفان و معرفت بر قامتِ زیبائے او راست آمد۔ خلقِ حسن دارد۔ وخوان پہن کسوت صوف او بر اطلس و دیبائے شاہاں حرف می زند۔ و بہ دستیاریِ مایۂ توکل و پائیداریِ مایۂ استغنا در اقصائے ہند بادشاہی می کند۔ الحق ذاتِ پاکِ او مستجمع صفات و مظہرِ کمالات است۔ و از جمال و کمالِ اولیاءِ صوف پوش و خرق و عاداتِ اصحابِ حق بیں و حق نیوش یاد می دہد۔

اے چہرہ زیبائے تو رشکِ بتانِ آذری
ہر چند وصفت می کنم در حسن زاں بالا تری

آفاقہا گردیدہ ام مہرِ بتاں ورزیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

ہر گز نہ آمد در نظر پیرے ز رویت خوب تر
شمسی ندانم یا قمر یا زہرۂ یا مشتری

فقیر مولف بشرفِ بیعت افتخار دارد۔ ہر چند کہ ہوسِ دنیا نمی گزارد۔ و از فیضِ خدمت و صحبتِ آں خلاصۂ آفرینش و سرمایۂ دانش باز می دارد۔ و باوجود ہمہ تن مستمندی، و سراپا آرزومندی، جذبِ ناتمام، و وسعیِ ناکام بانجام نمی رسد۔ باشد کہ بخت مساعدت کند۔ و توفیقِ حق رفاقت۔ تا ازیں دار و گیرِ خودی و خود آرائی در گزشتہ،

یعقوب خاں کو جو اجمیر کے عمائد اور اعیان سے تھے رخصت فرمایا۔ چند روز کے اس سفر میں ہمارے حضرت خواجہ نے اس قدر نوازش و اکرام فرمایا کہ کہا نہیں جاسکتا۔ بے شک خواجہ کے لئے مناسب ہے کہ غلاموں پر بخشش کریں۔

خوش آنکہ تو باز آئی و من پائے تو بوسم　در سجدہ فتم خاکِ قدم ہائے تو بوسم

(کیا ہی بہتر ہوگا کہ آپ پھر تشریف لائیں اور میں آپ کے پاؤں چوموں۔)　(آپ کے قدموں کے نیچے کی خاک سرخم کر کے چوموں۔)

آنجا کہ تو رفتی نفسی جائے گرفتی　آنجا روم و گریہ کناں جائے تو بوسم

(جہاں آپ جائیں اور لمحہ بھر بھی قیام فرمائیں۔)　(تو میں بھی وہاں جاؤں اور روتے ہوئے آپ کے اُس مقام کو چوموں۔)

☆☆☆☆☆

تیسرے باب کی دوسری شاخ

خواجہ علاء الدین احمد صابر قدس سرہٗ

آسمانِ توحید و استغراق کے آفتاب۔ برگزیدگانِ عالم کے پیشوا، علومِ ظاہری و باطنی سے آگاہ، خواجہ علاء الدین احمد صابرؒ جو حضرت خواجہ فرید الدین فرید الاولیاءؒ کے خلیفۂ اعظم اور داماد تھے۔ ابتدا میں لنگر تقسیم کرنے کی خدمت آپکو دی گئی۔ لیکن بارہ سال تک باورچی خانہ کے طعام کا ایک دانہ بھی منہ میں نہ ڈالا۔ اس کا علم ہوتے ہی حضرت خواجہ فرید الاولیاءؒ مسرور ہوئے اور ''صابرؒ'' کے لقب سے ممتاز فرمایا۔ اور خلافت کے شرف سے نوازا اور دہلی کی ولایت کی سند لکھ کر آپ کو تفویض فرمائی اور فرمایا پہلے شیخ جمال الدین ہانسوی کی خدمت میں جا کر اس سندِ ولایت پر ان کی مہر لگوالو۔ آپ نے دہلی کا ارادہ کیا۔

نقل ہے کہ جب خواجہ صابر ہانسی پہنچے تو آپ جیسا کہ ہمیشہ خمار و مدہوشی کی حالت میں رہا کرتے تھے اسی کیفیت میں پالکی پر سوار خانقاہ کے اندر گئے اور پالکی سے نیچے نہیں اترے۔ اس غیر

مشتِ استخوان را بذلِ سگانِ کوئے تونسہ نمایم، و کفِ خاک را غبارِ راہِ دردمندانِ حق آگاہ کنم۔ امّا سرانجامِ اینہمہ برگوشۂ چشمِ رعایت و خواستِ خداوندگارم منحصر و موقوف است۔ بقول حافظ شیراز۔

تو بندگی چو گدایاں بشرطِ مزد مکن

کہ خواجہ خود روشِ بندہ پروری داند

درآں زمان کہ خواجۂ ما بتقریبِ زیاراتِ عتباتِ عالیاتِ سرزمینِ دارالخیر اجمیر را سیراب و شاداب گردانیدہ بود۔ بندۂ نادرم خریدہ، درخلوت و جلوت شرفِ حضوری داشت۔ اللہ اللہ زہے زمان بود۔ و خہے مکان کہ غیر از انوار و تجلیات و برکات و حسنات چیزے دیگر ہدفِ نظر نبود۔ و بوفورِ اکرام و انعام و بندہ پروری و بندہ نوازی آں مخدوم انام و خدیو چشت نوید کامیابی جاوید مقرونِ حال داشتم۔ درآں ایام مضربِ خیام کلبۂ احزانم بود۔ و گوشۂ کلاہِ من بہ افسر شاہ انجم سپاہ ہمسری می کرد۔ از آغاز بامداد تا بہ نصف شب آں قدر ہجوم و اژدہامِ عام از کثرتِ حاضرانِ خدمت می شد کہ یکے بر دیگرے می افتاد۔ و بعضے اطفال و مردمانِ ضعیف الحال پائمال می شدند۔ دراں محل تماشائے قدرتِ خدا و تصرفِ قبولِ خواجۂ ما حصر بدیدن داشت، نہ بشنیدن۔ و بعد آنکہ از خدمتِ مزار حضرت خواجہ بزرگ معین الاولیا خلعتِ رخصت حاصل شد، بنظرِ زیارت حضرت خواجہ سراج الاولیا عزمِ گجرات فرمود۔ فقیر ہمرکاب بود۔ چوں بہ قصبہ مہانہ رسیدند و ارادۂ پاک پٹن کردند۔ ظاہر شد کہ رہِ 15-1-2013 است۔ و اجرائے کالسکۂ بخار در معرضِ توقف۔ بادراکِ ایں معنی خیلے تحسر و یاس عاید حال ہمراہیان خدمت گردید۔ و فقیر مبادرت عرضِ حال نمود۔ فرمودند کہ رجوعِ ما بحضرت پیرانِ ما است۔ نہ بر کالسکۂ بخارِ شما۔

القصہ بعد نمازِ مغرب شخصے از قومِ ہنود کہ لالہ رام نام دارد اہتمام تعمیرات راہِ آہن باُو مفوض است بمن ملاقی شد و از اں رو کہ پیش ازیں باُو شناسا بودم خیلے زحمت کشید۔ و

معمولی حرکت پر خواجہ جمال کو ناگواری محسوس ہوئی لیکن پھر بھی خانقاہ کے دروازے تک آکر انہوں نے استقبال کیا اور اپنی شہ نشین پر بٹھایا۔ اور دونوں نے مل کر نمازِ شام (مغرب) بھی ادا کی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد خواجہ صابر نے سندِ ولایت کو اپنی تھیلی میں سے نکالا اور خواجہ جمال کو پیش کرتے ہوئے اس پر مہر لگانے کی درخواست کی۔ اسی وقت تیز ہوا کا ایک جھونکا آیا اور چراغ بجھ گیا۔ خواجہ صابر نے فوراً چراغ پر پھونک دیا جس سے چراغ روشن ہو گیا۔ یہ دیکھتے ہی خواجہ جمال نے خواجہ صابر کے ہاتھ سے وہ سند لی اور اُسے چاک کر کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور فرمایا کہ بیچاری دہلی تمہارے آتشی دم اور جہان کو جلا دینے والی کرامت کی تاب نہیں رکھتی۔ یہ سنتے ہی خواجہ صابر غضب میں آگئے اور فرمایا کہ تم نے میری سند کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اور میں نے تمہارے سلسلہ کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ پوچھا کیا اول سے یا آخر سے؟ تو فرمایا۔ اول سے۔ اس کے بعد خواجہ صابر وہاں سے سدھارے اور اجودھن جا پہنچے۔ حسبِ حال خواجہ فرید الاولیاءؒ کی خدمت میں پوری روئیداد عرض کر دی۔ اور چند دن گزرنے کے بعد خواجہ فرید الاولیاءؒ کی اجازت سے خواجہ صابر نے کلیر کا رخ کیا اور وہیں سکونت اختیار کی۔ اور اس جگہ مخلوق کی ہدایت میں خوب کوشش کرنے لگے اور کئی کارنامے انجام دیئے۔ اس صاحبِ کمالات ہستی کی وفات کا سال ۶۹۰ھ ہجری لکھا ہے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

شیخ شمس الدین ترک پانی پتی

آپ خواجہ علی احمد صابرؒ کے مرید اور خلیفہ بزرگ تھے۔ اعلیٰ مقامات کے حامل تھے اور زبردست دلائل رکھتے تھے۔ صاحبِ ''سیر الاقطاب'' فرماتے ہیں کہ انہیں خواجہ فرید الاولیاء سے بھی نسبتِ خلافت تھی۔ چونکہ خواجہ علی احمد صابرؒ قصبہ کلیر کو روانہ ہو رہے تھے اس لئے شیخ شمس الدین بھی ان کے ساتھ ہو گئے اور اکثر خواجہ علی احمد صابرؒ کی خدمت میں بسر کرتے تھے۔ چنانچہ خواجہ علی احمد صابر کی وفات کے بعد صابر یہ سلسلہ ان ہی کے نام سے قائم رہا۔ آپ کا سلسلۂ نسب امام حنفیہ بن علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہ تک جا پہنچتا ہے۔ نقل ہے کہ خطۂ کلیر کو چھوڑ کر قصبۂ پانی پت میں سکونت اختیار کی اور شاہ شرف بو علی قلندرؒ کی صحبت میں محبت سے وقت گزارا۔ آپ کا سالِ وفات ۷۱۵ھ ہجری اور ایک روایت سے ۷۱۸ھ ہجری لکھا ہے۔

درتواضع باز کرد وگفت کہ یک کالسکہ دستے دارم اگر پیرِ شما پسند فرماید چہارتن را براحتِ تمام تا بہ پاک پٹن می برم وبازمی آرم۔ باستماعِ ایں معنی مسرور شدم و بدل آوردم کہ خیر حضرت خواجۂ ماوصاحبزادہ محمود بہ فراغِ کلّی تا بمنزلِ مقصود آمدورفت خواهند فرمود۔ و دریں دیارِ غربت ومسافرت ایں ہم غنیمت است۔ چوں شرفِ حضوری یافتم وعرض داشت کردم۔ بہ تبسم فرمودند۔ کہ اہلِ معرکہ رااز شرفِ زیارت محروم داشتن وتنہارفتن خوش نمی آید۔ خیر برخاستہ رفتم وبجائےخود نشستم۔ تا آنکہ قریب بیک ربع شب نگزشتہ بود کہ ہماں لالہ رام برسرِ بالینم رسید وگفت کہ ہشت منزل کالسکہ دستے غیر طلب بہ بواعثِ ضروریہ از چوکیاتِ قرب و جوار در رسیدند۔ و برائے سفر بست و ہشت تن کفایت می کنند۔ ہمیں کہ او سخن تمام کرد۔ بخدمت رفتم وعرض کردم۔ مسرور شدند و بہ مردانِ معرکہ کہ قریب بہ بست وچہارتن بودند امر فرمود کہ بعد از فریضہ بامداد سامانِ سفر درست کنند۔ القصہ علی الصباح برکابِ فیض انتساب تا بہ پٹن رفتیم۔ ودولتِ زیارتِ مزاراتِ پیرانِ سلسلہ نصیبِ ما گردید۔ وازانجا عزم احمد آباد فرمودند۔ وبعد زیارتِ عتباتِ عالیات عنانِ عزیمت بصوبِ اورنگ آباد معطوف فرمودند۔ وفقیرِ دلگیر وبرادرِ طریقت محمد یعقوب خان کہ ازعمائدواعیانِ اجمیر است عزرخصت دریافتیم۔ دریں چندروزہ سفر حضرت خواجۂ ما چنداں نوازش واکرام فرمود کہ درگفتن نمی آید۔ آرے خواجہ راشاید کہ بربندگاں بجشاید۔

خوش آنکہ تو باز آئی ومن پائے تو بوسم
15-1-2013
در سجدہ فتم خاکِ قدم ہائے تو بوسم

آنجا کہ تو رفتی نفسی جائے گرفتی
آنجا روم و گریہ کناں جائے تو بوسم

شاہ سر ربانی لاہوری

آپ شیخ شمس الدین ترک کے خلیفہ اور بڑے عالم تھے۔ نہایت استغراق کی حالت میں رہتے۔ دریائے محبت میں غوطہ زن اور فنا فی اللہ کی منزلیں طے کرنے والے تھے۔ آپ کا سالِ وفات ۷۴۹ھ ہجری لکھا ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

شیخ جلال الدین پانی پتی

آپ صاحبِ حال وکمال تھے اور شیخ شمس الدین ترکؒ کے خلیفہ تھے۔ فنا فی اللہ کے دریا کے پیراک اور بقا باللہ کے میدان کے شیر تھے۔ اصل نام محمد بن محمود تھا لیکن اپنے شیخ سے ''جلال الدین'' کا خطاب پایا۔ آپ کا سلسلۂ نسب حضرت امیر المومنین عثمان بن عفان رضی اللہ تک پہنچتا ہے۔ سماع کو بہت محبوب رکھتے تھے۔ سیف زبان تھے۔ ہمیشہ مراقبہ واعتکاف میں رہا کرتے۔ آپ کی تصنیفات میں ''زاد الابرار'' نامی ایک کتاب ہے۔ دو مرتبہ حرمین شریفین کی حاضری سے مشرف ہوئے۔ آپ کی سخاوت کا دستر خوان بہت وسیع تھا جس سے کئی فقرا ومساکین مستفید ہوا کرتے۔ آپ کا سالِ وفات ۷۶۵ھ ہجری لکھا ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

شیخ احمد عبد الحق ردولی

آپ شیخ محمد عرف شیخ جلال الدین پانی پتیؒ کے مستند خلیفہ تھے۔ صاحبِ کشف وکرامت تھے۔ طریقت میں بلند مقام اور اعلیٰ مرتبہ رکھتے تھے۔ ابتداء سے وارفتۂ عشق اور سرگشتۂ محبت تھے۔ بالآخر شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو مزید بلند مقام ودرجہ پر فائز ہوئے۔ علومِ ظاہری کی تکمیل شیخ تقی الدین سے کی اور جنگل بیابان میں ایک مدت تک سکونت اختیار کی اور ریاضت میں مصروف رہے۔ اور حق سبحانہ تعالیٰ کی عبادت واطاعت میں کوشاں رہے۔ نقل ہے کہ آپ حالتِ سفر میں تھے کہ ایک جمعہ کی شب ایک مسجد میں داخل ہوئے۔ محلہ کے مسلمانوں نے اذان دی۔ اور آپ سے بھی اذان دینے کی درخواست کی۔ آپ نے پوچھا دوبارہ اذان کا سبب کیا ہے تو انہوں نے کہا کہ ہم تک یہ معتبر روایت پہنچی ہے کہ جمعہ کی شب سات بار اذان دینے سے حق سبحانہ تعالیٰ آفتوں اور بلاؤں سے بندوں کو محفوظ و مامون فرماتا ہے۔ آپ نے فرمایا اس کام میں مجھے عذر ہے کیونکہ اگر کوئی اپنی آسانی و آسائش

☆☆☆☆☆

فرعِ ثانی ۔ اصل دوم ۔ باب سوم

خواجہ علاء الدین احمد صابر قدس سرہٗ

مہرِ سپہرِ توحید و استغراق ، سرخیلِ برگزیدگانِ آفاق ، واقفِ علومِ باطن و ظاہر خواجہ علاء الدین احمد صابر خلیفۂ اعظم و داماد حضرت خواجہ فرید الدین فرید الاولیا است۔

در اوائلِ حال خدمتِ قسمتِ لنگر باو مفوض شد۔ اما تا مدتِ دوازدہ سال از طعامِ مطبخ یک دانہ در دہن نینداخت۔ بہ ادراکِ ایں معنی حضرت خواجہ فرید الاولیا مسرور گشتہ بہ لقبِ صابر ممتاز فرمود۔ و بہ تشریفِ خلافت مفتخر نمودہ و بر حکومت دہلی مثال نوشتہ باو مفوض کرد۔ وگفت کہ اول بخدمتِ شیخ جمال الدین ہانسوی رفتہ و نقش نگینِ شیخ بر مثالِ مذکور گرفتہ قصدِ دہلی کند۔

آوردہ اند کہ چوں خواجہ صابر بہ ہانسی رسید۔ در حالتِ سکر و ذوق کہ مدام مزمنِ حالِ او بود۔ بہ سواری چوڈول اندرون خانقاہ برفت و از چوڈول فرود نیامد۔ ہر چند کہ ازیں ادائے غیر معمول خواجہ جمال مکدر شد۔ اما تا درِ خانقاہ استقبال کرد۔ و بر صدر جائے داد۔ و باہمدگر نمازِ شام ادا کرد۔ بعد فراغ از نماز خواجہ صابر مثالِ حکومت از کیسہ بر آوردہ

15-1-2013

اضافہ از مترجم: اصل نامِ او "سید شاہ خواجہ معین الدین محمد محمد الحسینی" است۔ از اولاد سید چندن حسینی برادرِ کلاں حضرت خواجہ بندہ نواز گیسودراز گلبرگہ شریف است۔ مجردانہ زندگی زیست۔ کلام قلیل ترمی کند و از اشارات کار می برد۔ بنابریں از لقب "شاہ خاموش" معروف گردید۔ شاعر ہم بود۔ و تخلص خاموش می داشت۔ دیوان او کہ مشتمل بر کلامِ عارفانہ است طبع شدہ است۔ تاریخ وصالِ او ۳ر ذی قعدہ ۱۲۸۸ھ است۔ تعویذ مرقدِ مبارک از سنگِ سفید است۔ مزارِ اصلی او در تہ خانہ واقع است۔ فی الحال سجادہ نشین و متولی او مولانا سید شاہ علی اکبر نظام الدین حسینی صابری امیر جامعہ نظامیہ حیدآباد است۔

کی غرض سے خدا کی تعریف کرے تو خدا کا سچا بندہ نہیں ہے۔

نقل ہے کہ آپ کو شیخ نور قطبِ عالم سے ملاقات کا موقعہ ملا تھا اور شیخ فتح اللہ اودھی کو آپ کی صحبت موافق نہ آئی۔ اس لئے کہ شیخ فتح اللہ نے زاہدی کا طریقہ اختیار کیا اور شیخ احمد عشق و محبت کے مشرب سے سرشار تھے۔ چنانچہ ایک مدت تک قبرستان میں پناہ لی اور اپنے ہاتھ سے قبر کھودی۔ قریب چھ مہینوں تک اسی قبر میں مشغول رہے۔

نقل ہے کہ شیخ احمد فرماتے تھے کہ منصور عالی ظرف نہیں تھا اس لئے رازوں کی حقیقت کا افشاء کر دیا۔ اللہ والے وہ ہوتے ہیں کہ کئی دریا پی جاتے ہیں اور ڈکار تک نہیں لیتے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ نظامی گنجوی ناقص شاعر تھا جس نے کہا۔

صحبتِ نیکاں زِجہاں دور گشت   خوانِ عسل خانۂ زنبور گشت

یعنی دنیا سے نیک لوگوں کی صحبت ختم ہو گئی۔   شہد کا دستر خوان صرف مکھیوں کا گھر بن گیا۔

اور کہتے تھے جیسا کہ صحابہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نصیب ہوئی۔ صاحبانِ حال اور اہلِ کمال کو وہ اب بھی حاصل ہے۔

لوگ بیان کرتے ہیں کہ آپ جامع مسجد میں سب سے پہلے تشریف لے جاتے اور جھاڑو سے صفائی فرماتے۔ لیکن یہ نہ جانتے تھے کہ جامع مسجد کونسی سمت میں ہے۔ جب آپ کے مریدین لفظ ''حق'' کا جہر کے ساتھ ذکر کرتے تو ان کی آواز پر جاتے۔ آپ کے سلسلہ میں یہ مقرر تھا کہ ہر کام پر ''حق حق حق'' کہیں اور کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ کی ذاتِ پاک بے نام و بے نشان ہے۔ لیکن اگر اس ذاتِ پاک کے ناموں میں سے کسی نام پر اس کا اطلاق کریں تو ''حق'' سے بہتر نام

اضافہ از مترجم: آپ کا اصلی نام ''سید شاہ خواجہ معین الدین محمد محمد الحسینیؒ'' ہے۔ آپ حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز (گلبرگہ شریف) کے برادرِ کلاں حضرت سید خواجہ چندن حسینی کی اولاد سے ہیں۔ مجرد زندگی گزاری۔ آپ کلام بہت کم کرتے اور زیادہ تر اشاروں سے کام لیتے تھے۔ اسلئے ''شاہ خاموش'' کے لقب سے مشہور ہوئے۔ آپ شاعر بھی تھے اور خاموش تخلص فرماتے۔ آپ کا دیوان طبع ہو چکا ہے۔ جو عارفانہ کلام پر مشتمل ہے۔ آپ کی تاریخِ وصال ۱۳ ذی قعدہ ۱۲۸۸ھ ہے مرقدِ مبارک کا تعویذ سنگِ مرمر کا ہے۔ اصل مزار تہہ خانہ میں واقع ہے۔ فی الوقت آپ کے سجادہ نشین و متولی مولانا سید شاہ علی اکبر نظام الدین حسینی صابری امیر جامعہ نظامیہ حیدر آباد ہیں۔

بہ خواجہ جمال بنمود۔ وتزئینِ نقشِ نگیں درخواست کرد۔ درآں وقت بیک ناگاہ بادِ تند بوزید۔ وچراغ گل شد۔ خواجہ صابر بفور برروئے چراغ دم کرد۔ وچراغ برافروخت۔ خواجہ جمال بمشاہدہ ایں چنیں حال مثال از دستِ خواجہ صابر بگرفت وپارہ کرد۔ وفرمود کہ بیچارہ دہلی تابِ دمِ آتشیں وخرقِ جہاں سوزِ شما ندارد۔ خواجہ صابر بشنیدنِ ایں سخن در غضب آمد وفرمود کہ تو مثالِ من پارہ پارہ کردی ۔ ومن سلسلۂ ترا پارہ پارہ کردم۔ پرسیدند۔ از اول یا آخر۔ گفت از اول۔ بعد ازیں خواجہ صابر از انجا مرخص گردید۔ وبہ اجودھن رسیدہ حسبِ حال درخدمتِ خواجہ فرید الاولیا عرض داشت کرد۔ وبعد از مُرورِ ایّامِ چند خواجہ صابر بہ اجازت خواجہ فرید الاولیا بسمتِ کلیر توجہ کرد۔ وہمونجا سکونت ورزیدہ در ہدایتِ خلقِ خدا سعیِ موفور بجائے رسانید۔ وکارہائے نمایاں کرد۔ وسالِ وفاتِ آں صاحبِ کمالات شش صد ونود ۶۹۰ سنہ ہجری مرقوم است۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

شیخ شمس الدین ترک پانی پتی

مرید وخلیفۂ بزرگ خواجہ علی احمد صابر است۔ صاحبِ مقاماتِ عالی بود۔ وبراہینِ قویہ داشت۔ وصاحبِ سیر الاقطاب می فرماید کہ اورا نسبتِ خلافت بہ خواجہ فرید الاولیا ہم صادق است۔ چوں خواجہ علی احمد صابر رخصت یافتہ در قصبۂ کلیر رفت۔ شیخ شمس الدین ہم معیت اختیار کرد۔ وبیشتر درخدمتِ خواجہ علی احمد صابر بسر برد۔ چنانچہ بعد وفاتِ خواجہ علی احمد سلسلہ صابریہ بنام او انتظام یافت۔ سلسلۂ نسبِ او بہ امام حنفیہ بن علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ منتہی می شود۔ آوردہ اند کہ از خطۂ کلیر مفارقت کردہ در قصبہ پانی پت سکونت اختیار کرد۔ ودر صحبت شاہ شرف بوعلی قلندر ہنگامۂ محبت گرم داشت۔ وفاتِ او در سال ہفت صد وپانزدہ ۷۱۵ھ۔ وبروایت ہفت صد وہیژدہ ۷۱۸ سنہ مرقوم است۔

شاہ سر ربانی لاہوری

از اعاظم علما وخلفائے شیخ شمس الدین ترک است۔ بمرتبۂ غایت مشغولی و

نہیں ہے کیونکہ حق کا نام سارے کمالات کو لائق اور ذات کو ثابت ہے۔

رسالہ ''انوار العیون'' میں شیخ عبدالقدوس نے ان باتوں کے اجمال میں حسبِ اصطلاح یہی کہا ہے اور مشہور رہے کہ آپ کے سلسلہ کے چند مریدین نے اسی کلمہ پر اپنی جان دے دی اور آپ کی خانقاہ میں غیب سے یہی آواز آیا کرتی تھی۔آپ کی وفات کا سال ۸۳ھ ہجری لکھا ہے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔آپ کے مشہور خلفاء کی فہرست اس طرح ہے۔

فہرست

شیخ محمد عارف فرزندِ دلبند حضرت شیخ۔ شیخ محمد نبیرہ حضرت شیخ۔ شیخ عبدالقدوس۔ شیخ جلال الدین تھانیسری، شیخ عبدالغفور اعظم لوری، شیخ جان جونپوری وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

شیخ شبلی بن شیخ جلال الدین پانی پتی

آپ اپنے والد بزرگوار ہی کے معتبر خلیفہ تھے۔علومِ شریعت وطریقت کے جامع اور فقرا کے مشرب میں بلند شان رکھتے تھے۔ تجرد وتفرید میں یگانہ اور عشق ومحبت میں یکتائے زمانہ واقع ہوئے تھے۔مرض کے باعث آپ کے دونوں پاؤں بیکار ہو گئے تھے۔لیکن مدہوشی اور وجد کا جب غلبہ ہوتا تو کسی بھی قسم کا آسیب آپ کے پاؤں پر اثر نہ کرتا۔رقص کیا کرتے۔ایک دن اسی حالت میں اپنے چچا بزرگوار شیخ ادریس کے پاس پہنچے تو انہوں نے فرمایا کہ بابا شبلی! تمہارے اٹھ جانے سے مخلوق میں شور ہو جاتا ہے اور لوگ کہتے ہیں کہ شبلی اپنی کرامت ظاہر کرتے ہیں۔ یہ سنتے ہی شیخ شبلی بیٹھ گئے اور جب تک زندہ رہے اس وقت تک عالم وجد میں قیام نہ فرمایا اور بہت سے تشنگانِ حق کو سیراب اور کئی گم گشتگانِ راہ کو منزلِ حق پر فائز کر دیا اور آپ کی ہدایت وتلقین اس قدر عام ہوئی کہ کوئی بھی اس سے محروم نہ لوٹا۔آپ کی وفات ۸۵۲ھ ہجری میں لکھی ہے۔رحمۃ اللہ علیہ۔

شیخ بہرام چشتی

آپ شیخ جمال الدین پانی پتی کے خلیفہ تھے۔تکمیلِ سلوک کے بعد برناوہ میں سکونت اختیار فرمائی اور پھر شیخ کے حکم سے بیڈولی میں مقیم ہوئے۔صاحبِ ''سیر الاقطاب'' نے لکھا ہے کہ

استغراق داشت۔ غواصِ دریائے محبت و بادیہ پیمائے منازل فَنَا فِی اللّٰہ بود۔ وفاتِ اودر سال ہفت صد و چہل و نہ ۷۴۹ھ مرقوم است۔

شیخ جلال الدین پانی پتی

صاحبِ حال وخدیو کمال بود۔ خلیفہ شیخ شمس الدین ترک است۔ شناورِ دریائے فنا فی اللہ وشیرِ میدانِ نبردِ بقا باللہ است۔ اصل نام محمد بن محمود است۔ واز حضرتِ شیخ خود جلال الدین خطاب یافت۔ سلسلۂ نسبِ او بہ حضرت امیر المومنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ منتہی می شود۔ سماع بسیار دوست داشت۔ سیف زبان بود۔ مدام بمراقبہ و اعتکاف می ماند و کتاب ''زاد الابرار'' از تصنیفاتِ او است۔ و دو کرت بہ شرف حرمین شریفین مشرف شدہ بود و خوانِ کرم او پہن و وسیع بود۔ و بسیار فقرا و مساکین بہرہ می یافتند۔ وفاتِ او در سال ہفت صد و شصت و پنج ۷۶۵ھ مرقوم است۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

شیخ احمد عبدالحق ردولی

خلیفۂ مستند شیخ محمد عرف شیخ جلال الدین پانی پتی است۔ صاحبِ کشف و کرامت وخرق عادت بود۔ در مقامِ طریقت مقامِ عالی ومنصبِ گرامی داشت۔ از ابتدا وارفتۂ عشق وسرگشتۂ محبت بود۔ بالآخر بخدمتِ شیخ فائز گردیدہ بمقامِ بلند و پایۂ ارجمند رسید۔ واکتسابِ علومِ ظاہر بخدمت شیخ تقی الدین طے نمودہ۔ و در صحرا و بیابانہا مدتے سکونت ورزید۔ و بندِ محنت کشیدہ در ادائے ریاضت و طاعتِ حق سبحانہٗ تعالیٰ کوشید۔ منقول است کہ او در مسافرت بود۔ بشب جمعہ در مسجدے وارد شد۔ مسلمانانِ

محلہ اذان می گفتند۔ وباُو ہم بہ گفتنِ اذان درخواست کردند۔ پرسید کہ سببِ تکرارِ اذان چیست۔ گفتند کہ بروایت قوی بما رسیدہ است کہ اگر بشب جمعہ ہفت بار اذان بگویند۔ حق سبحانہٗ تعالیٰ از آفات و بلا بندگان را محفوظ ومحروس دارد۔ فرمود دریں کار مرا معذور دارید۔ زیرا کہ اگر کسے خدائے را بنظرِ آسانی وآسائشِ خود ستائش کند بندۂ خدا نباشد۔

قصبہ کا حاکم مجاوروں کی اس زمین کو جوان کا ذریعہ معاش تھی ظلماً ضبط کرنے کے ارادہ سے وارد ہوا تو مجاوروں نے آہ وفریاد کرنا شروع کیا۔ اچانک وہ حاکم گھوڑے کی پیٹھ سے اوپر اٹھا اور ہوا میں معلق کھڑا ہوگیا اور کچھ دیر بعد زمین پر گرا اور ہلاکت کے قریب ہوگیا۔ لیکن مجاوروں کی دعا و شفاعت کی بدولت وہ ٹھیک ہوگیا اور اپنے ناپاک ارادہ سے باز آیا۔ مجاوروں کی خدمت میں خوب مدد پہنچائی۔ آپ کی وفات کا سال ۸۵۴ھ ہجری لکھا ہے۔

شیخ عارف چشتیؒ

آپ شیخ احمد عبدالحق کے خلفِ رشید اور خلیفۂ اعظم تھے۔ حضرت شیخ کی وفات کے بعد مسندِ ارشاد پر جلوہ فرما ہوئے۔ طالبانِ حق کو منزلِ مقصود تک پہنچایا۔ صاحبِ ''معارج الولایت'' لکھتے ہیں کہ شیخ احمد عبدالحق کو چند بیٹے پیدا ہوئے مگر زندہ نہ رہے بالآخر شیخ عارف پیدا ہوئے اور عمرِ طبعی پائی۔ شیخ عارف صاحبِ حال واہلِ کمال نیز عابد و متقی تھے۔ آپ کے ایک فرزند شیخ محمد پیدا ہوا۔ جو تجرید و تفرید میں اپنی مثال نہیں رکھتے تھے۔ شیخ عبدالقدوس گنگوہی آپ کے خاص مرید ہیں۔ آپ کی وفات کا سال ۸۵۹ھ ہجری لکھا ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

شیخ بختیار چشتیؒ

آپ شیخ احمد عبدالحقؒ کے مقرب و محبوب تھے۔ نقل ہے کہ شیخ بختیار شروع سے چھ ماہ کے عرصہ تک صبح وشام حضرت شیخ عبدالحق کی خدمت میں حاضر رہے لیکن کوئی توجہ نہ فرمائی گئی۔ آخرکار ایک دن ان کی جانب نظرِ کرم فرمائی تو تڑپ کر زمین پر گر پڑے اور کچھ وقت مدہوشی و بیخودی کی حالت میں بسر کی۔ اس کے بعد حضرت شیخ نے پانی کا ایک گھونٹ ان کے منہ میں ڈالا جس کے فوراً بعد شورش و بیخودی کے حال سے پھر اپنے سابقہ حال پر لوٹ آئے اور سلوک و تربیت کی تکمیل سے مشرف ہوئے۔ آپ کی وفات کا سال ۹۱۰ھ ہجری لکھا ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

شیخ عبدالقدوس گنگوہی چشتیؒ

آپ شیخ محمد بن شیخ عارف بن شیخ احمد عبدالحق کے مرید و خلیفہ ہیں۔ علم و عمل اور شریعت و

نقل است کہ اورا با شیخ نور قطبِ عالم نوبتِ ملاقات دست دادہ بود۔ و با شیخ فتح اللہ اودھی ہم صحبت او موافق نیامد۔ زیرا کہ شیخ فتح اللہ طریقہ زاہدی درپیش داشت۔ و شیخ احمد در مشربِ عشق و محبت مستغرق۔ چنانچہ مدتے در گورستان تکیہ زد و بدست خود قبر کاویدہ قریب شش ماہ درآں قبر مشغول ماند۔

نقل است کہ شیخ احمد می فرمود کہ منصور ظرفِ عالی نداشت۔ ازیں جہت مادہ اسرار بیرون زد۔ مردانِ حق کسانند کہ دریاہا بنوشند و آروغ نیارند۔ و نیز می فرمود کہ نظامی گنجوی شاعر ناقص بود۔ ازانکہ گفت۔ شعر

صحبتِ نیکاں ز جہاں دور گشت

خوانِ عسل خانۂ زنبور گشت

و می گفت صحبتِ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم چنانکہ صحابہ را بود۔ صاحبانِ حال و خدیو مشربانِ کمال را اکنون حاصل است۔

آوردہ اند کہ او در مسجدِ جامع پیش از ہمہ می رفت و جاروب می کشید۔ امّا نمی دانست کہ مسجدِ جامع کدام طرف است۔ چوں مریدانِ او ذکر لفظ حق بہ جہر می کردند۔ بر صدائے ایشاں می رفت۔ در سلسلۂ او معہود است کہ بہر کار حق حق حق گویند۔ و می گفت کہ ذاتِ پاکِ حق بے نام و بے نشان است۔ اما اگر اسمے از اسماءِ آں ذاتِ پاک را اطلاق کنیم بہتر از اسمِ حق نباشد۔ کہ معنی اسمِ حق سزاوارِ ہمہ کمالات و ثابت بذات است۔

و در رسالہ ''انوار العیون'' شیخ عبدالقدوس در توجیہِ ایں اجمال سخنان حسبِ اصطلاحِ ایشاں گفتہ است۔ و مشہور است کہ چند مریدانِ سلسلۂ او برہمیں کلمہ جان دادہ اند۔ و در خانقاہِ او از غیب ہمیں ندا می آمد۔ وفاتِ او در سال ہشت صد و سی و ہفت ۸۳۷ھ مرقوم است۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ فہرستِ خلفائے نامدارِ وے اینست۔

فہرست

شیخ محمد عارف فرزندِ دلبند حضرت شیخ، و شیخ محمد نبیرہ حضرت شیخ، و شیخ عبدالقدوس

طریقت کے جامع اور شرابِ حقیقت کے نشہ سے سرشار تھے۔ اگرچہ بظاہر شیخ محمد سے ارادت کی نسبت رکھتے تھے۔ لیکن تربیت وتکمیلِ باطن حضرت شیخ احمد عبدالحق سے ثابت ہے اور حضرت شیخ کی روحانیت سے وابستہ تھے۔ صاحبِ تصانیف ہیں۔

منقول ہے کہ آپ زمین پر کاشت کرتے اور وہی ذریعۂ معاش تھا۔ اگر کوئی چیز زیادہ ہوتی تو فقرا میں خیرات کر دیتے۔ صاحبِ ''اخبار الاخیار'' فرماتے ہیں کہ آپ کے مریدین و معتقدین بہت تھے ان میں شیخ بھورو تھے کہ جو ابتداء میں رنگریزی کے فن سے تعلق رکھتے تھے اور بعد میں شیخ کے فیض و التفات سے سلوک کی تکمیل کر کے بلند مرتبہ پر فائز ہوئے۔ آپ کے ایک مرید کا نام شیخ عمر تھا کہ بے حد نسبت و محبت والے و عالی مقام تھے۔ حضرت شیخ کو بہت اولاد تھیں۔ آپ کی وفات کا سال ۹۴۵ھ ہجری لکھا ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

شیخ عبدالکبیر چشتیؒ

آپ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے فرزندِ ارجمند اور خلیفہ ہیں۔ صاحبِ جود و کرم تھے۔ اہلِ کمال اور فقیہِ محتشم تھے۔ فنا فی اللہ کے سمندر کے پیراک اور بقا باللہ کے دریا کے غوطہ خور تھے

نقل ہے کہ سلطان سکندر بن بہلول اپنے دو ہمنشینوں کے ساتھ امتحان لینے کے ارادہ سے شیخ کی خانقاہ میں آیا۔ حضرت شیخ نے ہرن کے گوشت کا ایک ٹکڑا سلطان کے سامنے اور نان، یخنی اور کھجور کا حلوہ اس کے وزیروں کے سامنے رکھا کہ سلطان اور اسکے ہمنشین یہی نیت کر کے امتحان کے ارادہ سے آئے تھے۔ یہ سب کچھ دیکھ کر سلطان حیرت زدہ ہو گیا۔ حضرت شیخ نے فرمایا۔ بابا! یہ تعجب اور حیرت کا مقام نہیں ہے۔ حق سبحانہ تعالیٰ اپنے محبوبوں کو دنیا والوں کی آزمائش میں شرمندہ کرنا پسند نہیں فرماتا۔ آپ کی وفات کا سال ۹۴۷ھ ہجری لکھا ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

شیخ جلال الدین تھانیسریؒ

آپ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے مشہور خلیفہ تھے۔ آپ کا اصلی وطن بلخ تھا۔

، وشیخ جلال الدین تھانیسری، وشیخ عبد الغفور اعظم لوری، وشیخ جان جونپوری وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

شیخ شبلی بن شیخ جلال الدین پانی پتی

خلیفۂ معتبرِ پدرِ بزرگوارِ خود است۔ جامعِ علومِ شریعت وطریقت ودر مشربِ فقرا شانِ عالی داشت۔ وبہ تجرد وتفرید یگانہ، وبہ عشق ومحبت یکتائے زمانہ بود۔ ہر دو پائے او بوجہِ مرض بیکار بودند۔ اما در غلبۂ سکر ووجد بنوعے کہ ہیچ آسیب بر پائے او موثر نمی بود۔ رقص می کرد۔ روزے دریں حالت عم بزرگوارِ او شیخ ادریس در رسید فرمود کہ بابا شبلی از برخاستنِ تو در خلائق شور برمی خیزد ومی گویند کہ شبلی کرامتِ خود آشکارا می کند۔ باستماعِ ایں معنی شیخ شبلی بنشست۔ وتا آنکہ در صدرِ حیات بود۔ گاہے در عالمِ تواجد قیام نفرمود۔ وبسیارانِ تشنۂ بادۂ رحیق را سیراب وگم کردہ راہانِ منازلِ تحقیق را بمقامِ حق فائز کرد۔ وہدایت وتلقینِ او عام بود کہ کسے محروم نمی رفت۔ وفاتِ او در سال ہشت صد وپنجاہ ودو ۸۵۲ھ مرقوم است رحمۃ اللہ علیہ۔

شیخ بہرام چشتی

خلیفۂ شیخ جمال الدین پانی پتی است۔ بعد تکمیل سکونتِ برناوہ اختیار کرد۔ وباز بحکم شیخ در بیڈولی اقامت ورزید۔ صاحبِ سیر الاقطاب آوردہ است کہ حاکمِ قصبہ در تعدیِ مجاوران پرداختہ برسرزمین کہ وجہِ معاشِ ایشاں بود۔ بہ ارادۂ ضبط کردن زمینِ مذکور وارد شد۔ مجاوران فریاد وآہ آغاز کردند۔ بیکناگاہ حاکمِ مذکور از پشتِ فرس بالا شد۔ ودر ہوا معلق استاد۔ وبعد ساعتے بروئے زمین افتاد۔ وقریب بہ ہلاک رسید۔ امّا بالآخر بشفاعت ودعائے مجاوران صحیح گشت۔ واز ارادۂ ناصوابِ خود باز آمدہ۔ در خدمتِ مجاوران سعیِ موفور بجائے رسانید۔ سالِ وفاتِ او ہشت صد وپنجاہ وچہار ۸۵۴ھ ہجری مرقوم است۔

شیخ عارف چشتی

خلف الرشید وخلیفۂ اعظم شیخ احمد عبد الحق است۔ بعد وفات حضرت شیخ برسرِ

آپ سات سال کی عمر کے تھے کہ قرآن حفظ کرلیا اور سترہ سال کی عمر میں تمام علوم سے بہرہ ور ہوکر درس دیتے تھے۔ بالآخر حضرت شیخ کی خدمت میں ظاہری و باطنی فیوض سے مالا مال ہوئے۔ نقل ہے کہ انھیں سماع سے بڑا لگاؤ تھا ایک روز ایک غزل خوش الحانی کے ساتھ سنتے ہوئے چھت سے زمین پر جاگرے لیکن کوئی چوٹ نہ لگی۔ زندگی میں آپ سے بہت سی کرامات صادر ہوئیں۔ آپ کی وفات کا سال ۹۸۳ھ ہجری لکھا ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

شیخ عثمان زندہ پیرؒ

آپ حضرت شیخ عبدالکبیرؒ کے فرزندِ ارجمند اور خلیفہ تھے۔ منصبِ سجادگی کے سلسلہ میں اپنے بھائیوں سے اختلاف و جھگڑا پیدا ہوا۔ لیکن آخر میں وہ منصب آپ ہی کی ذات سے متعلق ہوا۔ آپ کی وفات کا سال ۹۹۰ھ ہجری لکھا ہے۔

شیخ محمد صدیق لاہوریؒ

صاحب علم و کمال تھے۔ شانِ عظیم کے حامل تھے۔ ہمیشہ طالبانِ علومِ ظاہری و باطنی کی تدریس و تلقین میں مشغول رہتے تھے۔ پنجاب کے اطراف واکناف سے بہت لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر فیضیاب ہوتے تھے۔ آپ کے پیروں کی فہرست چند واسطوں کے ذریعہ شیخ شمس الدین ترک پانی پتی تک جا پہنچتی ہے۔ آپ کی وفات کا سال ۹۹۰ھ ہجری بتایا جاتا ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

شیخ نظام الدین بن شیخ عثمان زندہ پیر پانی پتی

آپ اپنے والدِ بزرگوار کے مرید و خلیفہ تھے۔ عبادت و ریاضت میں معروف اور فضائل و کرامات میں مشہور تھے۔ دنیا کے اسباب سے تعلق نہ رکھتے اور عُسرت و توکل کو معمول بنالیا تھا اور یہ دونوں بھائی صاحبِ کمال و حال تھے۔ آپ کے بھائی کا نام شیخ کمال الدین تھا جو ہمیشہ مدہوشی و بیخودی کی حالت میں مشغول رہتے۔ آپ کی وفات کا سال ۱۰۱۸ھ ہجری لکھا ہے۔

شیخ نظام الدین تھانیسری

آپ شیخ جلال الدین تھانیسری کے مرید و خلیفہ تھے۔ آپ کے والد بزرگوار کا نام شیخ

مشیخت جلوہ فرمود۔ و طالبانِ حق را در مقامِ مقصد رسانید۔ صاحبِ ''معارج الولایت'' آوردہ است کہ شیخ احمد عبدالحق راچند پسران بوجود آمدند۔ امادرصدرحیات نماندند۔ بالآخرشیخ عارف متولد شد۔ وعمرِطبعی یافت۔ وشیخ عارف صاحبِ حال وخدیو کمال عابد ومولع بود۔ از وے پسرے بوجودآمدشیخ محمد کہ در تجرید وتفرید مثالِ خود نداشت۔ بالخصوص شیخ عبدالقدوس گنگوہی از مریدانِ اواست۔ وفاتِ او در سال ہشت صدو پنجاہ ونُہ ۸۵۹ سنہ ہجری مرقوم است۔ رحمۃ اللہ علیہ

شیخ بختیار چشتی

از مقربان و یارانِ شیخ احمد عبدالحق است۔ آوردہ اند کہ درآغازِ حال تامدتِ شش ماہ شیخ بختیار شام وسحر در خدمتِ حضرت شیخ عبدالحق حاضرمی شد۔ امّا ہیچ التفات نہ کردند۔ پایانِ کارروزے نظرِلطف بسوئے اوکرد۔ وبے قرار برسطحِ زمین بینداخت و چندے حالت درسکر وبےخودی بسر بُرد۔ بعدازیں حضرت شیخ یک جرعۂ آب درکام و دہنِ اوتراوید کہ بفوراز حالِ شورش و بےخودی درگزشتہ بمقامِ امتیاز و وقوف فائز گردید۔ و بہ تکمیل وتربیت مشرف شد۔ وفاتِ او درسال نہ صدودہ ۹۱۰ سنہ ھ مرقوم است۔

شیخ عبدالقدوس گنگوہی چشتی

مرید وخلیفہ شیخ محمد بن شیخ عارف بن شیخ احمد عبدالحق است۔ صاحبِ علم وعمل، جامعِ اصولِ شرع وطریق، سرشارِ بادۂ تحقیق 15-1-2013 اگرچہ نسبتِ ارادتِ ظاہر بہ شیخ محمد داشت۔ امّا تربیت وتکمیلِ باطن از حضرت شیخ احمد عبدالحق متحقق است۔ و بہ روحانیت حضرت شیخ پیوستہ بود۔ صاحبِ تصانیف است۔

آوردہ اند کہ زمین می کاوید ووجہِ معاش می کرد واگر چیزے زائد می بود۔ بذلِ فقرا می کرد۔ صاحبِ اخبارالاخیارمی فرماید کہ اورامریدان وبندگان بسیار بودند۔ ازانجملہ شیخ بھوروبودکہ دراوائل بہ حرفتِ رنگریزی سروکارداشت وبالآخر بہ فیض والتفاتِ شیخ

عبدالشکور تھا۔علومِ ظاہری و باطنی کے جامع اور صوری و معنوی کمالات پر عبور رکھتے۔رموزِ شریعت و طریقت سے آگاہ اور اسرارِ عرفان و حقیقت کے ماہر، صاحبِ صبر و رضا اور فقر و تسلیم کا نمونہ تھے۔ پوشیدہ دفینے آپ کے پیش نظر ہوتے اور اسی سے کثیر مصارف اور بے حد خیرات کی تکمیل فرماتے۔ بادشاہِ وقت جلال الدین اکبر آپ سے حسد رکھتا تھا اور آپ کے حق میں ملکِ ہند سے اخراج کا ناحق حکم صادر کیا۔آپ پہلے حرمین شریفین گئے اور شرفِ زیارت کے بعد واپس آئے اور برہان پور پہنچے اور خلقِ خدا کی ہدایت میں مشغول ہو گئے لیکن بادشاہ نے دوسری مرتبہ بھی اپنے ظلم و زیادتی کا ہاتھ دراز کیا اور مجبور ہو کر شیخ نے ماوراء النہر کا رخ اختیار کیا اور وہاں سے مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔

منقول ہے کہ آپ صاحبِ تصنیف تھے۔شرح سوانح امام غزالی، شرح لمعات قدیم و جدید، تفسیر نظامی، رسالۂ حقیقت اور رسالۂ بلخیہ آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔آپ کو سلسلۂ چشت میں خصوصی شرف حاصل تھا۔علمِ تصوف میں آپ نے کسی کی تقلید نہیں فرمائی بلکہ اپنے انکشافات اور تصرفات کو خود اپنے ہی قلم سے تحریر فرمایا۔آپ کی وفات کا سال سنہ ۱۰۲۴ ہجری لکھا ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

شیخ سلیم چشتی صابری لاہوریؒ

آپ شیخ محمد صدیق لاہوری کے خلیفۂ کامل تھے۔عشق و محبت اور سماع میں محویت اور وجد کے جامع تھے۔فقر میں بلند مقام رکھتے تھے۔سماع میں بہت مشغول رہا کرتے تھے حتیٰ کہ اسی حالت میں روح پرواز کر گئی اور دو تین روز تک ہوش میں نہ آئے۔آپ کے ہم نشینوں نے آپ کے جسم کو بے جان جانا اور آپ کی تکفین و تدفین کی تکمیل کی۔صاحبِ تصانیف تھے۔آپ کا کلام بڑا ہی پاکیزہ اور لطف و حلاوت والا تھا۔اور بڑی تاثیر رکھتا تھا۔آپ کی وفات کا سال سنہ ۱۰۳۰ ہجری لکھا ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

شاہ اعلیٰ چشتی پانی پتیؒ

آپ اپنے والدِ ماجد شیخ نظام الدین کے عالی مرتبہ اور بلند درجہ مرید و خلیفہ تھے اور حضرت نظام نارنولی سے بھی ایک خرقۂ خلافت پہنا تھا جن کا سلسلہ حضرت شیخ حمید الدین صوفی

تکمیل یافتہ بمرتبۂ اعلیٰ فائز شد۔ و یک از مریدانِ او شیخ عمر نام داشت۔ کہ بسیار صاحبِ نسبت ومحبت بود۔ ودر مقامِ عالی کارفرمائی می کرد۔ وحضرت شیخ را اولاد بسیار است۔ وفات درسال نہ صدو چہل و پنج ۹۴۵ھ مرقوم است۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

شیخ عبدالکبیر چشتی

فرزندِ ارجمند وخلیفہ شیخ عبدالقدوس گنگوہی است۔ صاحبِ بذل وکرم، خدیو کمال، فقیہہ محتشم، شناورِ محیط فنافی اللہ وغواص قلزمِ بقاباللہ بود۔

آوردہ اند کہ سلطان سکندر بن بہلول بادوتن ندیمانِ خود بقصدِ امتحان در خانقاہِ شیخ وارد شد۔ حضرت شیخ تکۂ گوشتِ آہو پیشِ سلطان و نان و یخنی وحلوائے رطب پیشِ وزرائے سلطان بنہاد۔ کہ سلطان وندیمانِ او ہمیں نیت کردہ بارادۂ امتحان آمدہ بودند۔ بوقوعِ ایں معنی سلطان متحیر شد۔ حضرت شیخ فرمود۔ باباجائے عجب وحیرت نیست۔ حق سبحانہٗ تعالیٰ دوستانِ خودرادر معرکۂ اربابِ دنیا شرمسار نمی پسندد۔ وفاتِ او درسال نہ صدوچہل و ہفت ۹۴۷ھ مرقوم است۔

شیخ جلال الدین تھانیسری

خلیفۂ نامدار حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی است۔ اصلِ وے بلخ است۔ او ہفت سالہ بود کہ حفظِ قرآن بہم رسانید۔ ودر ہفدہ سالگی از علوم بہرہ مند گشتہ درس می گفت۔ بالآخر از خدمت حضرت شیخ فیوضِ ظاہر و باطن درربود۔ و بمقامِ بزرگ و منصبِ سترگ فائز گردید۔ آوردہ اند کہ او را در سماع غلوِ بسیار بود۔ روزے غزلے بہ الحانِ خوش گوش خوردہ از فرازِ بام برسطحِ زمین بیفتاد۔ وہیچ گزندنرسید۔ از وجودش بسیار خوارقِ کبریٰ بظہور آمدند۔ وفاتِ او درسال نہ صدو ہشتادوسہ ۹۸۳ھ مرقوم است۔

15-1-2013

شیخ عثمان زندہ پیر

خلیفۂ سعادت پیوند وفرزندِ ارجمند شیخ عبدالکبیر است۔ ودر بابِ منصبِ سجادگی با برادرانِ خود او را منازعت ومناقشہ روئے داد۔ اما آخر کار منصبِ مذکور بر ذاتِ او قرار

سوالی ناگوری تک جا پہنچتا ہے۔ چنانچہ یہ شعر اس کی صداقت پر گواہ ہے۔

نظامش پیر و ہم پدرش نظام است — نظام در جہاں بر وَے تمام است

(اس کے پیر بھی نظام ہیں اور اس کے والد بھی نظام ہیں۔) (دنیا میں نظام اسی پر تمام ہے۔)

شیخ الہٰ دیا نامی آپ کے مرید نے ''بحر الجواہر'' سے موسوم آپ کے ملفوظات مرتب کئے ہیں۔ آپ کا نام دراصل عبد السلام تھا اور مرشدِ کامل حضرت نظام نارنولی کی خدمت سے شاہ اعلیٰ کا خطاب عطا ہوا۔

منقول ہے کہ ابتداء میں شاہ اعلیٰ چشتی فوج میں تھے اور امیر فراخاں کے ملازمین سے تعلق رکھتے تھے۔ چند دنوں بعد قسمت نے یاوری کی تو ملازمت کو خیر باد کر کے اپنے وطنِ مالوف آئے اور والدِ بزرگوار کی ہدایت پر عبادت کے حلقہ اور قناعت کے گوشہ میں بیٹھ گئے۔

ایک دن جبکہ حجرہ میں تھے کہ حضرت شیخ نظام نارنولی کی صورت وشکل حجرہ کے اندر داخل ہوئی اور کہنے لگی کہ تمہاری قسمت ہمارے پاس محفوظ ہے۔ تمہیں چاہیے کہ نارنول پہنچو۔ اس وقت سے شیخ شاہ اعلیٰ کے حال میں مستی وبیخودی چھانے لگی اور اسی حالت میں نارنول پہنچے۔ حضرت شیخ کی خدمت میں حاضری کی سعادت سے مشرف ومعزز ہوئے اور قلیل عرصہ میں ظاہری و باطنی علوم کی تکمیل میں کامیاب ہوئے۔

نقل ہے کہ شیخ اعلیٰ چشتی کی خانقاہ میں ایک کنواں تھا جس کا پانی تھوڑا کھارا اور تلخ تھا۔ ایک روز حضرت شیخ نے چند کاک جو حضرت خواجہ قطب الاولیا کا مشہور تبرک ہے، کنویں میں ڈالے اور فاتحہ پڑھی اس کے بعد جب کنویں سے پانی نکالا گیا تو وہ بے حد لطیف اور خوشگوار ہو گیا۔ آپ کی وفات کا سال ۱۰۳۳ھ ہجری منقول ہے۔

منقول ہے کہ آپ کی وفات کے بعد سلطانِ وقت سے متعلق ایک خاتون نے آپ کے روضہ کی بنیاد رکھوائی۔ ایک رات مہتمم تعمیرات نے خواب دیکھا کہ شیخ فرمارہے ہیں کہ مزار کے چبوترہ کے وزنی پتھروں کے سبب تابوت ٹوٹ گیا ہے اور اینٹ کے ٹکڑے میرے پاؤں پر پڑرہے ہیں۔ صبح مہتمم تعبیرِ خواب میں مشغول ہو گیا۔ چنانچہ شہر کے اکابر اور معززین کی موجودگی میں تابوت کے تختہ کو اٹھا کر اینٹ

گرفت۔ وفاتِ او در سال نہ صد و نود ۹۹۰ھ ہجری مرقوم است۔

شیخ محمد صدیق لاہوری

صاحبِ علم و کمال بود و شانِ عظیم داشت۔ و در تدریس و تلقین طالبانِ علومِ ظاہر و باطن مدام می کوشید۔ و خلقِ بسیار از نواحیِ پنجاب از خدمتِ او فیضیاب بودند۔ فہرست پیرانِ او بچند واسطہ بہ شیخ شمس الدین ترک پانی پتی می پیوند۔ وفاتِ او در سال نہ صد و نود ۹۹۰ھ ہجری منقول است۔ رحمۃ اللہ علیہ

شیخ نظام الدین بن شیخ عثمان زندہ پیر پانی پتی

مرید و خلیفہ پدرِ بزرگوارِ خود است۔ بہ صفتِ ریاضت و محنت معروف و بہ فضائل خرق و کرامت مشہور بود۔ بہ اسبابِ دنیا سروکار نداشت۔ و بہ عسرت و توکل معمول ساخت۔ وایں ہر دو برادرانِ صاحبِ کمال و حال بودند۔ شیخ کمال الدین اسمِ گرامیِ برادرِ اوست۔ کہ مدام در حالتِ سکر و استغراق مشغولی داشت۔ وفاتِ او در سال یک ہزار و ہیزدہ ۱۰۱۸ھ ہجری مرقوم است۔

شیخ نظام الدین تھانیسری

مرید و خلیفہ شیخ جلال الدین تھانیسری بود۔ نامِ پدرِ بزرگوارش شیخ عبد الشکور است۔ جامعِ علومِ ظاہر و باطن، مستجمعِ کمالاتِ صوری و معنوی، حاویِ رموزِ شرع و طریق، و ماہرِ اسرارِ عرفان و تحقیق، صاحبِ صبر و رضا، و مامنِ فقر و تسلیم بود۔ دفائنِ غیب پیشِ نظر داشت۔ واز انجا کہ [illegible] وافر اختیار کردہ بود۔ بادشاہِ وقت جلال الدین اکبر با وے حسد برد۔ و بہ ناحق در حقِ او حکمِ اخراج از دیارِ ہند صادر کرد۔ اول بجانب حرمین شریفین رفت۔ و بعد شرفِ زیارت چوں باز آمد در برہان پور رسید و بہدایت خلقِ خدا مشغول شد۔ اما بادشاہ بمرتبۂ ثانی دستِ تظلم و تعدی دراز کرد۔ و شیخ معز اللہ ناچار بہ ماوراء النہر شافت۔ واز انجا بہ مدینہ منورہ رجوع نمود۔

آوردہ اند کہ او صاحبِ تصانیف است۔ شرح سوانح امام غزالی شرح

کے ٹکڑے جو واقعتا شیخ کے زانو تک پہنچ گئے۔ وہ سب باہر نکالے گئے۔ جس کسی نے بھی اس وقت حضرت شیخ کے جسم کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ قسم کھا کر کہا کہ اسے کوئی ضرر تک نہیں پہنچا ہے اور آپ کے جمال کا جلوہ اور آپ کے خط و خال بالکل اصلی حالت میں برقرار ہیں۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

شیخ صادق گنگوہی چشتیؒ

آپ شیخ نظام الدین تھانیسری بلخیؒ کے خلیفۂ اعظم تھے۔ زہد و تقویٰ میں بے مثال اور ہمعصروں کے لئے قابلِ رشک تھے۔ افغانیوں کو زیادہ عزیز رکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ دین کے معاملہ میں ان لوگوں کا اعتبار و استحکام بہت زیادہ ہے۔ آپ کے اکثر مریدین صاحبِ تسلیم و رضا تھے۔ چنانچہ چند بد باطن خسیس لوگوں کے بہکاوے میں شیخ داؤد کے فرزندِ دلبند کو دہلی کے بادشاہ جہانگیر نے سخت قید میں رکھا۔ جس پر انہوں نے بڑے صبر و تحمل سے کام لیا اور طویل مدت قید و بند کے مصائب سہتے ہوئے بسر کی۔ حضرت شیخ صادق کی وفات کا سال ۱۰۳۶ھ ہجری لکھا ہے۔

آپ کے مشہور خلفاء کی تفصیل اس طرح ہے۔ شیخ ابراہیم، شیخ عبدالہادی جو شاہ آباد میں ہیں اور جن کے چہرہ پر انوار و تجلیات جگمگاتے تھے اور ان کی دعا تیر کی طرح قبول ہوتی اور کبھی خطا نہ کرتی۔ شیخ عبدالسبحان جو سہارنپور میں تھے۔ عظمت اور کرامت میں بہت شہرت رکھتے تھے۔ حضرت شیخ صادق کا ایک رسالہ سلوک کے سلسلہ میں یادگار ہے جو بہت ہی نفع بخش اور کارآمد ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

سید علی غواص چشتیؒ

آپ شیخ نظام الدین تھانیسری کے مرید اور خلیفہ تھے۔ باکمال مرشدین اور صاحب قال و حال مشائخ سے تھے۔ بلخ میں بیعت کے شرف اور خرقۂ خلافت سے سرفراز ہوئے اور تکمیل کے بعد ملک افغانستان میں قیام فرمایا۔ یوسفی افغانیوں کی قوم میں سے بہت سے انکے مرید و معتقد تھے اور ان میں بیشتر اصحاب منزلِ حق تک پہنچے۔ چنانچہ آپ کے فرزند شیخ عبدالکریم فضل و کمال کے بارے میں بڑی شہرت رکھتے ہیں۔ آپ کی وفات کا سال ۱۰۴۰ھ ہجری لکھا ہے۔

لمعات قدیم و جدید، تفسیر نظامی، رسالۂ حقیقت، رسالۂ بلخیہ از اشہر تصانیف اواست۔ و اورا در سلسلۂ چشت شرفِ خاص است کہ در سخنِ تصوف مقلدِ کسے نیست۔ بلکہ از مکشوفات و تصرفاتِ خود در قلم آورد۔ وفاتِ او در سال یک ہزار و بست و چار ۱۰۲۴ھ ہجری مرقوم است۔

شیخ سلیم چشتی صابری لاہوری

خلیفۂ کامل محمد صدیق لاہوری است۔ جامع بود، میانِ عشق و محبت و سماع و سکر و وجد۔ و در فقر مقامِ بلند و پایۂ ارجمند داشت۔ و در حالتِ سماع بسیار مشغول می بود۔ حتی کہ نوبت بمفارقتِ روح می رسید۔ و تا دو سہ روز بحالِ خود نمی آمد۔ و یارانِ جلسہ اورا تنِ بے جان می دانستند۔ و بہ تکفین و تدفینِ او می پرداختند۔ صاحبِ تصانیف ہم است۔ و کلامِ او از بس منزہ و لطیف و شیریں است۔ و نیز اثرہا دارد۔ وفاتِ او در سال یک ہزار و سی ۱۰۳۰ھ ہجری رقم نمودہ اند۔

شاہ اعلیٰ چشتی پانی پتی

صاحبِ مرتبۂ رفیع و مدارجِ منیع و مرید و خلیفہ شیخ نظام الدین پدرِ خود است۔ و یک خرقۂ خلافت از حضرت نظام نارنولی کہ سلسلۂ او بحضرت شیخ حمید الدین صوفی السوالی الناگوری منتہی می شود پوشیدہ بود۔ چنانچہ ایں بیت گواہِ عدل است۔

نظامش پیر و ہم پدرش نظام است
نظامِ در جہان بر وے تمام است

و شیخ اللہ دیا مریدِ او ملفوظِ او موسوم بہ ''بحر الجواہر'' ترتیب نمودہ است۔ دراصل نام شیخ عبد السلام است و از خدمتِ مرشدِ کامل حضرت شیخ نظام نارنولی مخاطب بہ شاہ اعلیٰ گردید۔

آوردہ اند کہ در اوائل شاہ اعلیٰ چشتی بقیدِ سپاہ گری بود۔ و در سلکِ ملازمانِ امیر فرا خان تعلق داشت۔ بعد از یک چند بختِ بیدار یاوری کرد۔ و ترکِ علائق ملازمت

حاجی عبدالکبیر چشتیؒ

آپ کے والد ماجد شیخ مخدوم الملک عبداللہ انصاری تھے۔ طریقۂ چشتیہ صابریہ میں اپنے ہی والد کے مرید و خلیفہ تھے۔ جب آپ کے والد بزرگوار کو اکبر شاہ بادشاہ دہلی نے ملک ہند سے خارج کیا اور آپ نے حرمین شریفین کا سفر اختیار فرمایا تو شیخ عبدالکبیر بھی ان کے ساتھ تھے آپ نے مناسکِ حج ادا کئے۔ جب ہندوستان کو واپسی ہوئی تو آپ کے والدِ ماجد کو سلطنت کے مقربین نے زہر دے دیا آپ نے لاہور میں سکونت اختیار کی اور یادِ الٰہی اور مخلوق کی ہدایت میں مشغول ہو گئے۔ آپ دوسری مرتبہ حجاز کے سفر پر روانہ ہوئے۔ مقاماتِ مقدسہ کی زیارت کے بعد پھر ہندوستان واپس ہوئے۔ شیخ کی کرامات اکثر مشہور ہیں۔

کہتے ہیں کہ ایک روز ریشم بنانے والے شیرا نامی ایک شخص نے شیخ سے ملاقات کی اور افسوس کے ساتھ کہنے لگا کہ آج حج کا دن ہے۔ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جنہوں نے طواف اور فریضۂ حج ادا کرنے کے لئے وہاں حاضری دی۔ شیخ نے فرمایا۔ کیا تو بھی ایسا ہی ہونا چاہتا ہے۔ عرض کیا کہ خیر! اگر کرم فرمائیں تو وہ سب سے بڑھ کر ہے۔ شیخ نے فرمایا آنکھ بند کر۔ جیسے ہی اس نے آنکھیں بند کیں خود کو شیخ کے ساتھ مقامِ عرفات میں دیکھا۔ اور فراغت سے مناسکِ حج ادا کئے۔

حضرت کے چار فرزندان ثابت ہیں۔ ایک شیخ یحییٰ، دوسرے شیخ اللہ نور، تیسرے شیخ عبدالحق اور چوتھے شیخ اعلیٰ حضور۔

ان میں سے شیخ یحییٰ بڑے متقی اور صاحبِ حال و کمال تھے۔ اور کثیر جماعتیں آپ کے فیض وارشاد کی بدولت اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہوئیں۔ چنانچہ مشہور ہے کہ خیر نامی ایک شخص جو کہ چوری اور رہزنی کے فن میں بڑی مہارت رکھتا تھا اپنے کسی کام کے سلسلہ میں لاہور آیا اور بہت کوشش کی۔ لیکن اسے اپنے مقصد میں کامیابی نہیں ملی۔ آخر ایک رات شیخ یحییٰ کی خانقاہ میں جرأت کر کے نقب لگایا اور دو عدد بیل کو نقب سے باہر لایا۔ لیکن جیسے ہی نقب سے باہر نکلا تو اس کی بینائی نے کام کرنا چھوڑ دیا اور راستہ پر چلنے سے عاجز ہو گیا۔ اس پر لرزہ طاری ہوا اور نقب کے اسی راستہ کے ذریعہ دونوں بیلوں کو واپس کر دیا اور خانقاہ کے ایک گوشہ میں مایوس ہو کر بیٹھ گیا۔ جب صبح نمودار ہوئی اور دن روشن ہوا تو درگاہ کے خادموں نے اس کو پکڑ کر شیخ کے حضور پیش کیا اس چور

گفتہ بوطنِ مالوف آمد۔ و باشارتِ پدرِ عالی قدر در زاویہٴ عبادت و کنجِ قناعت بنشست۔

روزے با آنکہ در حجرہ محکم بود۔ صورتِ مثال حضرت شیخ نظام نارنول درونِ حجرہ پدیدار آمد۔ وگفت کہ قسمتِ شما نزدِ ما محفوظ است۔ باید کہ خویشتن را در نارنول برسانی۔ ازیں زمان خیلے مستی و بے خودی درحالِ شیخ شاہ اعلیٰ مستولی گشت۔ وہم دراں حالت فائز نارنول گردیدہ بہ سعادت وشرفِ ملازمت حضرت شیخ معزز ومشرف شد۔ ودراندک اوقات بہ تکمیلِ ظاہر وباطن بہرہ ور وکامیاب گردید۔

نقل است کہ درخانقاہِ شیخ اعلیٰ چشتی چاہے بود۔ کہ آبِ آں قدرے شوریت وتلخی داشت۔ روزے حضرت شیخ چند کاک کہ معروف تبرکِ آستانہٴ حضرت خواجہ قطب الاولیا است، درونِ چاہ انداخت وفاتحہ گفت۔ بعدازیں کہ آب از چاہ برآمد۔ ازبس لطیف وخوشگوار بود۔ وفاتِ آں مایہٴ برکات درسال یک ہزاروسی وسہ سنہ ۱۰۳۳ منقول است۔

آوردہ اند کہ بعدوفاتِ وے زنے از متعلقانِ سلطانِ وقت تعمیر روضہٴ او بنیاد داد۔ شبے مہتمم تعمیر درواقعہ دید کہ شیخ می فرماید کہ از گرانِ سنگِ چبوترہٴ مزارِ پختہ تابوت شکست خوردہ و پارہٴ از خشت بر پائے من رسیدہ۔ بامداد مہتمم تعمیر بہ تعبیرِ واقعہ پرداخت۔ چنانچہ بمواجہ اکابر واہالیِ شہر تختہٴ تابوت برداشتہ پارہٴ خشت کہ درواقع تابہ زانوئے شیخ رسیدہ بود، بدر آوردند۔ درآں وقت کسانیکہ نعشِ حضرت شیخ راچشمِ حال دیدہ بودند۔ بہ قسم می گفتند کہ 15-1-2013 یدہ وجلوہٴ جمال ووجودِ خط وخال بصورتِ اصلی برقرار است۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

شیخ صادق گنگوہی چشتی

خلیفہٴ اعظم شیخ نظام الدین تھانیسری بلخی است۔ درزہد وورع عدیم النظیر ومحسودِ معاصر بود۔ افغانان راعزیز تر داشت۔ ومی فرمود کہ استحکام واعتبارِ ایشاں درمقدمہٴ دین بسیار است۔ مریدانِ او اکثر صاحبِ تسلیم ورضا بودند۔ چنانچہ شیخ داؤد فرزندِ

نے کسی کمی وبیشی کے بغیر تمام حالات ظاہر کر دیئے۔ حضرت شیخ نے از راہِ مہربانی جو اہلِ دل کی صفت کا تقاضا ہے اپنے حق پرست ہاتھ کو اس کی آنکھوں پر مل دیا۔ فوراً کامل بصارت لوٹ آئی اور اس نے اپنی آنکھ کو بینا پایا۔ شیخ کی مریدی کے رشتہ سے خود کو وابستہ کر لیا اور تائب اور تارک الدنیا ہو گیا۔ شیخ عبدالکبیر کی وفات سنہ ۱۰۴۵ ہجری لکھی ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

مولانا درویزہ پشاوری چشتی

آپ میر سید علی غواص کے مرید و خلیفہ اور علومِ ظاہری و باطنی کے جامع تھے۔ اور تدریس و تعلیم کے نقاب میں اپنی مشائخی و ولایت کا پیکر چھپا رکھا تھا۔ رافضیوں اور ملحدوں کی بیخ کنی میں ہمیشہ سرگرداں رہتے اور اکثر رافضیوں اور ملحدوں کے ساتھ مباحثہ کیا کرتے۔ چنانچہ اس کی اجمالی تفصیل ''مخزن الاسلام'' نامی کتاب میں شرح اور بسط کے ساتھ لکھی ہوئی ہے۔ صاحبِ ''معارج الولایت'' نے مذکورہ کتاب پر حاشیہ تحریر کیا ہے اور شرح کلمات الوفیات سے موسوم کیا۔ مولانا درویزہ پشاوری کی وفات سنہ ۱۰۴۸ ہجری میں لکھی ہے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

مولانا عبدالکریم چشتیؒ

آپ مولانا درویزہ پشاوری کے فرزند اور میر سید علی غواص کے مرید اور خلیفہ تھے تربیت و تکمیل اپنے والد ہی کے پاس پائی۔ آپ کو آخوند کریم داد بھی کہتے ہیں۔ اور آپ نے بھی اس نام کو اختیار کر لیا تھا۔ شریعت میں بڑے مستحکم تھے۔ آپ کے ارشادات کتاب ''مخزن الاسلام'' کے تتمہ میں درج ہیں۔ ان سے آپ کا بلند مرتبہ ظاہر ہوتا ہے۔ ''خلاصۃ البحر'' نامی کتاب میں آپ کو ''محقق افغانستان'' لکھا ہے۔ منقول ہے کہ ان کی وفات کے بعد ایک شخص آزمائش کے ارادہ سے آپ کے جنازہ کے پاس آیا جب آپ کے چہرہ پر نظر ڈالی تو دیکھا کہ آپ تبسم فرما رہے ہیں اور یہ علامت قطبیت کی لکھی ہے۔ آپ کی وفات کا سال سنہ ۱۰۷۲ ہجری لکھا ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

شیخ پنجو چشتیؒ

آپ اپنے وقت کے کامل مشائخ میں سے تھے۔ عبادت و محبت میں سرگرم و سرشار تھے۔ مولانا درویزہ پشاوری کا انداز رکھتے تھے اور صرف تعلم و تعلیم سے سروکار تھا۔ آپ نے

دلبندِ اورا باغوائے چند دون منشانِ خبث باطن جہانگیر بادشاہ دہلی در حبسِ شدید نگاہ داشت۔ واز غایت صبر وتحمل کرد۔ وتا مدتِ دراز در شدائدِ بند بسر برد۔ وفاتِ حضرت شیخ صادق در سال یک ہزار وسی وشش ۱۰۳۶ھ مرقوم است۔

وتفصیل خلفائے نامدارِ وے اینست۔ شیخ ابراہیم، شیخ عبدالہادی کہ در شاہ آباد است۔ واز سیمائے او آثارِ انوار وتجلیات طالع وساطع بودند۔ وگاہے تیرِ دعائے او ہدفِ مدعا خطانکرد۔ شیخ عبدالسبحان کہ در سہارنپور بود۔ ودر عظمت وخرقِ عادت شہرتِ تمام داشت۔ از حضرت شیخ صادق یک رسالہ در بابِ سلوک یادگار است۔ کہ ازبس نافع وکارآمد است۔

سید علی غواص چشتی

مرید وخلیفہ شیخ نظام الدین تھانیسری بود۔ از مرشدانِ باکمال ومشائخ صاحبِ حال وقال ودر مقامِ بلخ بشرفِ بیعت وحرمتِ خلافت مشرف شدہ بود۔ وبعد از تکمیل در ملکِ افغانستان اقامت ورزیدہ۔ وقوم افاغنۂ یوسف مرید ومعتقدِ او بسیار بودند وبیشتر بحق رسیدند چنانچہ مولانا درویزہ و پسرے وے عبدالکریم در باب فضل وکمال شہرتِ کلی دارند۔ وفاتِ او در سال یک ہزار وچہل ۱۰۴۰ھ مرقوم است۔

حاجی عبدالکبیر چشتی

پدرش شیخ مخدوم الملک عبداللہ انصاری بود۔ ودر طریقہ چشتیہ صابریہ مرید وخلیفۂ پدرِ خود است۔ وچوں پدرِ عالی قدرِ وے را اکبر شاہ بادشاہ دہلی از دیارِ ہند خارج کرد۔

واو بہ حرمین شریفین سفر اختیار فرمود۔ شیخ عبدالکبیر ہم ہمراہ او بود۔ ومناسکِ حج بجا آورد۔ وچوں در ہندوستان معاودت فرمود۔ پدرِ عالی قدرِ اورا مقربانِ سلطنت مسموم کردند۔ واو در لاہور سکونت اختیار کرد۔ وبہدایتِ خلق ویادِ خالقِ اکبر مشغول گردید۔ وبمرتبۂ دیگر ہم روانہ سفرِ حجاز گشتہ بعد زیارتِ عتباتِ عالیات باز بہندوستان آمد۔ خوارق وکرامتِ شیخ اکثر مشہور اند۔

اشعار بھی کہے ہیں اور شیخ چالاک اور شیخو شاہ جہانپوری وغیرہ آپ سے استفادہ کر کے فیض سے مالا مال ہوئے۔آپ کی وفات کا سال ۱۰۷۲ھ ہجری لکھا ہے۔

شیخ ابوالخالق چشتیؒ

زمانہ کے اکابر اور باوقار مشائخ سے تھے۔شیخ سلیم صابری چشتی سے آپ کی ارادت و محبت مصدقہ تھی۔صاحبِ زہد وتقویٰ اور اہلِ کمال تھے۔تمام عمر ریاضت اور ہدایت وارشاد میں بسر کی۔آپ کا سال وفات ۱۱۰۸ھ ہجری لکھا ہے۔

میراں شاہ بھیکہ چشتی صابریؒ

بلند پایہ و بلند مرتبہ مشائخ سے تھے۔آپ کا سلسلۂ عالیہ چند واسطوں سے شیخ احمد عبدالحق ردولیؒ تک جا پہنچتا ہے۔جذب و وجد، سماع اور عشق و محبت کے دلدادہ تھے۔دنیا والوں سے سروکار نہ رکھتے۔حقیقت و معرفت پر ہندی زبان میں بہت سے اشعار پڑھا کرتے تھے۔آپ کے مریدین ومتبعین بڑے صاحبِ حال و قال تھے۔شیخ اعلم الدین جالندھری آپ کے مشہور خلیفہ تھے۔اور نواب بکھاری خاں آپ کے مرید تھے۔مشہور ہے کہ نوابِ مذکور ابتدائے حال میں مفلس ومحتاج تھے۔بالآخر شیخ کی دعاء کی برکت سے دولت اور کامیابی سے مالا مال ہوئے۔بقولِ ضعیف آپ کا سالِ وفات ۱۱۲۵ھ ہجری لکھا ہے۔رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

شیخ محمد سعید چشتی صابریؒ

میکدۂ کشف وحقیقت کے سرمست تھے۔لاہور کے قریب شرق پور میں سکونت اختیار کی تھی۔ابتداء میں محنت ومزدوری آپ کا ذریعۂ معاش تھا۔ایک روز بیل کی پشت پر غلہ لے جا رہے تھے۔اتفاقاً اس کا پاؤں پھسل کر ٹوٹ گیا اور بیل کی پشت پر جو غلہ تھا گر گیا۔اب اس بیابان میں جو شور وفساد سے پُر تھا نہ رکنے کی مجال تھی نہ چلنے کی ہمت تھی۔جب رات کا وقت آیا اچانک ایک نقاب پوش سوار درختوں میں سے نمودار ہوا۔آپ اضطراب کی حالت میں یہ خیال کر رہے تھے کہ شاید یہ شخص مجھے ہلاک وتاراج کرنے کے ارادہ سے آیا ہے۔جیسے ہی سوار نزدیک پہنچا تو اس نے

می گویند کہ روزے مسمی شیرا نام ریشم باف بہ شیخ ملاقی شد و متاسف گفت کہ امروز روزِ حج است۔ زہے بختیاری کسانیکہ در طواف و ادائے فریضۂ حج حاضر باشند۔ شیخ فرمود۔ می خواہی کہ ہمچناں باشی عرض کرد کہ خیرا اگر کرم فرمایند از ہمہ اولیٰ است چشم بپوش۔ ہمیں کہ او چشم پوشید۔ خویشتن را در معیتِ شیخ در مقامِ عرفات بدید۔ و بفراغِ تمام مناسکِ حج بجا آورد۔

بہ ثبوت پیوستہ کہ از حضرت چہار پسران بودند۔ اول شیخ یحییٰ، دوم شیخ الہ نور، سوم شیخ عبدالحق، چہارم شیخ اعلیٰ حضور۔

از ایشاں شیخ یحییٰ از بس مولع و متورع، صاحبِ حال و خدیو کمال بود۔ و جمعے کثیر بہ فیض و ارشادِ او بمرتبۂ اعلیٰ فائز شد۔ چنانچہ شہرت دارد کہ مسمی خیر کہ در فنِ دُزدی و راہزنی یدِ طولیٰ داشت۔ بہ اہتمامِ کارِ خود در لاہور آمد۔ و بسیار پیروی کرد۔ اما کشود کار دست نداد۔ آخر شبے بہ خانقاہِ شیخ یحییٰ جرأت کرد و نقب زد۔ و دو راس گاوِ نر از راہِ نقب بردن برد۔ اما چوں از نقب بدر آمد۔ قوتِ بصر نا مساعدت کرد۔ و از رفتنِ راہ عاجز شد۔ پائے بر خویشتن بلرزید و از ہماں راہ نقب ہر دو گاوِ نر واپس کردہ، در گوشۂ خانقاہ مایوس البصر بنشست۔ چوں صبح دمید و روز روشن شد۔ خادمانِ درگاہ او را دست گیر کردہ بحضرت شیخ حاضر آوردند۔ و او ہمہ احوال بے کم و کاست ظاہر کرد۔ حضرت شیخ بنظرِ ترحم کہ مقتضائے صفتِ صاحب دلی است۔ دستِ حق پرست بر چشمِ او مالید۔ بفور نقدِ بصر کامل العیار گردید۔ و دیدۂ بینا یافت۔ و در سلکِ مریدانِ شیخ متعلق گردیدہ تائب و تارک شد۔ وفات شیخ عبدالکبیر در سال یک ہزار و چہل و پنج ۱۰۴۵ھ ہجری مرقوم است۔

مولانا درویزہ پشاوری چشتی

مرید و خلیفہ میر سید علی غواص است۔ جامعِ علومِ ظاہر و باطن بود۔ و پیکرِ ولایتِ مشیخت در نقاب تدریس و تعلیم مستور داشت۔ و در استیصالِ روافض و ملاحدہ بسیار می کوشید۔ و بہ اکثر روافض و ملاحدہ مباحثہ کردہ الزام داد۔ چنانچہ تفصیلِ ایں اجمال در کتاب

اپنے ہاتھ میں پکڑے نیزے سے بیل کے پاؤں کے طرف اشارہ کیا۔جس کے ساتھ ہی بیل کا پاؤں درست ہوگیا۔ نیز نیزہ کی نوک کی مدد سے زمین پر گرے ہوئے غلہ کو بیل کی پشت پر رکھ دیا۔ اور روانہ ہوگیا۔ یہ سب دیکھ کر شیخ محمد سعید اپنی جگہ سے اٹھ کر دوڑے اور سوار کی رکاب کو اپنے ہاتھ سے پکڑ کر اس کے پاؤں پر اپنی آنکھیں اور چہرہ ملنا شروع کر دیا۔نہایت عاجزی وانکساری سے ان کا نام نامی اور اسمِ گرامی دریافت کیا۔فرمایا میرا نام علی ابن ابوطالب اسداللہ الغالب ہے۔یہ فرمایا اور انسانی آنکھ سے غائب ہو گئے۔اس روز سے شیخ محمد نے اپنے پاس جو کچھ تھا راہِ خدا میں قربان کر دیا اور عبادت و ریاضت اور محنت ومحبت کا طریقہ اختیار کرلیا اور سلسلۂ چشتیہ صابریہ میں مرید ہو گئے۔مختصر عرصہ میں اللہ کے مقبول بندوں اور واصلانِ حق میں سے بن گئے۔آپ کی کرامات شہر اور ملک میں بہت مشہور ہیں۔آپ کا سلسلۂ عالیہ چند واسطوں سے شیخ جلال الدین تھانیسری تک جا پہنچتا ہے۔آپ کی وفات کا سال ۱۲۱۴ھ ہجری لکھا ہے۔رحمۃ اللہ علیہ

مولوی غلام مصطفی چشتی صابریؒ

آپ طریقہ چشتیہ میں بزرگ، صاحبِ دل، مستجاب الدعوات اور علوم ظاہری و باطنی میں رفیع الدرجات تھے۔آپ کا سلسلۂ ارادت چند واسطوں سے شیخ شمس الدین ترک پانی پتی تک جا پہنچتا ہے۔آپ کی وفات کا سال ۱۲۶۷ھ ہجری لکھا ہے۔آپ کے خلیفہ سید شاہ چراغ سبزداری لاہور میں تھے۔آپ مردِ میدانِ محنت، خوش جمال اور صاحبِ کمال تھے۔

شاہ بہلول چشتی صابریؒ

آپ حضرت شاہ بھیکہ چشتی صابری کے بزرگ خلیفہ تھے۔صاحبِ علم وفراست اور اہلِ فہم تھے۔معقولات اور منقولات میں مہارت رکھتے تھے۔صاحبِ تصنیف تھے۔مولوی جان محمد ترک سے اکثر مناظرے اور مباحثے کیا کرتے تھے۔آپ کی وفات کا سال ۱۱۷۰ھ ہجری منقول ہے۔رحمۃ اللہ علیہ

شاہ لطف اللہ صابریؒ

آپ میراں شاہ بھیکہ چشتی صابری کے مرید و خادم تھے۔آپ کا مسکن، پنجاب کے

مخزن الاسلام بشرح وبسط مرقوم است۔ وصاحبِ معارج الولایت بر کتابِ مذکور حاشیہ نوشتہ است۔ وبشرح کلمات الوافیات موسوم ساخت۔ وفاتِ مولانا درویزہ پشاوری در سال یک ہزار وچہل وہشت سنہ ۱۰۴۸ ہجری مرقوم است۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

مولانا عبد الکریم چشتی

فرزند مولانا درویزہ پشاوری ومرید وخلیفہ میر سید علی غواص است۔ وتربیت وتکمیل از پدرِ خود یافت۔ واورا آخوند کریم داد نیز گویند۔ واو ہم ایں نام را اختیار کردہ بود۔ در کارِ شریعت بسیار استحکام داشت۔ واز مقالِ او کہ تتمۂ کتاب مخزن الاسلام مندرج است۔ علوِ پایۂ او ظاہر وباہر۔ ودر کتاب خلاصۃ البحر اور محقق افغانستان نوشتہ اند۔ منقول است کہ بعد وفاتِ وے شخصے بہ قصد امتحان بر سرِ نعشِ او آمد۔ چوں بروئیش نظر کرد۔ تبسم فرمود۔ وایں علامتِ قطبیت رقم نمودہ اند۔ وفاتِ او در سال یک ہزار وہفتاد ودو سنہ ۱۰۷۲ ہجری مرقوم است۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

شیخ پنجو چشتی

از مشائخِ کاملینِ وقت بود۔ ودر عبادت ومحبت سرگرم وسرشار وبطریق مولانا درویزہ پشاوری شعار داشت۔ وبہ تعلیم وتعلم سروکار۔ واشعار ہم می گفت۔ وشیخ چالاک وشیخو شاہ جہاں پوری وغیرہ اکثر ہا از خدمتِ او استفادہ کردو فیض ہا دریافت۔ وفاتِ او در سال یک ہزار وہفتاد وسہ سنہ ۱۰۷۳ مرقوم است۔

شیخ الہداد چشتی

از اکابر روزگار ومشائخ باوقار است۔ وارادت ومحبت او بہ شیخ سلیم صابری چشتی متیقن۔ صاحبِ زہد وکمال واہل تورع بود۔ تمام عمر در ریاضت وارشاد وہدایت بسر بردو وفات او در سال یک ہزار ویک صد وہشت سنہ ۱۱۰۸ مرقوم است۔

میراں شاہ بھیکہ چشتی صابری

از مشائخ پایہ بلند ومقامِ ارجمند بود۔ وسلسلۂ عالیۂ وے بچند واسطہ بہ شیخ احمد عبد

علاقہ انبالہ میں تھا۔لڑکپن ہی سے پیرِ روشن ضمیر کی خدمت میں رہ کر تربیت و تکمیل کی اور شیخ کے احوال پر مشتمل ایک کتاب بھی مرتب کی جس کا نام ''ثمرۃ الفواد'' تھا۔آپ کی وفات کا سال ۱۱۸۰ ہجری مذکور ہے۔رحمۃ اللہ علیہ

سید علیم اللہ بن سید عتیق اللہؒ

آپ کی جائے پیدائش پنجاب کے قریب شہر جالندھر ہے۔شاہ ابوالمعالی کے مرید اور میراں شاہ بھیکہ صابری کے خلیفہ تھے۔آپ کی بہت سی تصانیف ہیں۔آپ کو شعر گوئی میں بھی بڑی مہارت حاصل تھی۔آپ کے خلیفہ شیخ عبداللہ نے شیخ کے احوال پر ایک کتاب موسوم بہ ''اسرار العلیم'' جمع کی ہے۔آپ کا سالِ وفات ۱۲۰۲ھ ہجری مذکور ہے۔رحمۃ اللہ علیہ

سید علی شاہ چشتی صابریؒ

آپ سید علیم اللہ کے خلیفہ تھے اور ان کی وفات کے بعد مسندِ ارشاد پر فائز ہوئے اور باقی عمر، مریدوں کی تلقین و ہدایت میں بسر کی۔آپ کا سال وفات ۱۲۱۳ھ ہجری منقول ہے۔رحمۃ اللہ علیہ

شیخ خیر الدین مشہور بہ خیر شاہؒ

آپ شیخ سلیم چشتی لاہوری کے خلیفہ تھے۔اپنے آخری زمانہ میں شیخ ہوئے۔سماع اور وجد کے ساتھ حد سے زیادہ شغف تھا اور فقیروں کی مہمانی کا بہت اہتمام کیا کرتے تھے۔آپ کے بہت مریدین تھے۔آپ کا سال وفات ۱۲۲۸ھ ہجری منقول ہے اور لاہور میں آپ کا مدفن ہے۔رحمۃ اللہ علیہ

حافظ موسیٰ چشتی مانکپوریؒ

آپ میراں شاہ بھیکہ کے سلسلہ سے وابستہ اور شیخ اعظم چشتی کے خلیفہ تھے۔دولتِ آگہی کے ولولے اور بادۂ حقیقت کے خمار میں دنیوی بکھیڑوں کو ترک کر کے گوشۂ تنہائی اور کنجِ عبادت میں جا بیٹھے۔کمال حاصل کرنے اور حال کی تربیت پانے میں پیش پیش رہے۔جذب و تسخیر میں بلند

الحق ردولی منتہی می شود۔ صاحبِ جذب و وجد و سماع و عشق و محبت۔ و با اصحابِ دنیا سروکار نداشت۔ واشعار بزبانِ ہندی متضمن بہ حقائق و معارف بسیار گفت۔ وے را مریدان و متبعانِ صاحبِ حال و قال بسیار بودند۔ شیخ اعلم الدین جالندھری از اشہر خلفائے اوست۔ و نواب بکھاری خان از مریدانِ اوست۔ و مشہور است کہ نواب مذکور در اوائلِ حال مفلس و محتاج بود۔ بالآخر بہ برکت دعائے شیخ شاہ بھیکہ ہمکنار عروسِ دولت و کامرانی گردید۔ بقولِ ضعیف وفاتِ او در سال یک ہزار و یک صد و بست و پنج ۱۰۲۵ھ ہجری مرقوم است۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

شیخ محمد سعید چشتی صابری

سرمستِ خم خانۂ کشف و تحقیق بود۔ در شرق پور من مضافاتِ لاہور سکونت داشت۔ بہ اوائلِ حال بہ مزد و محنت وجہِ معاش می کرد۔ روزے بارِ غلہ بر پشتِ گاؤ می برد۔ اتفاقاً پایش بلغزید و بشکست۔ و غلہ کہ بر پشتِ گاؤ بار کردہ بود بیفتاد۔ حالا در بیابان کہ پُر از شور و فساد بود۔ نہ مجال ماندن داشت۔ نہ یارائے رفتن۔ چوں زلفِ شب بہ کمر رسید۔ بیک ناگاہ سوارے برقع پوش از پنہائے مرغزار نمودار شد۔ او در اضطراب افتاد۔ و دانست کہ کسے بہ قصدِ نہیب و تاراج می آید۔ چوں سوار نزدیک تر شد۔ بہ نوکِ نیزہ کہ در دست داشت۔ بر جراحتِ پائے گاؤ اشارت کرد۔ پائے گاؤ درست گردید۔ و نیز بہ اشارۂ نوکِ نیزہ بارِ زمین افتادہ بر پشتِ نر گاؤ محکم بنہاد۔ و رواں شد۔ بمشاہدہ ایں معنی شیخ محمد سعید از جائے خود بدوید۔ و دستِ ارادت در رکابِ سوار زدہ چشم و روُ بر پائے او مالیدن آغاز کرد۔ و بہ اظہار تضرّع و الحاح بدریافت۔ نام نامی و اسمِ گرامی التماس کرد۔ فرمودند کہ نامِ من علی بن ابو طالب اسد اللہ الغالب است۔ ایں بفرمود و از چشمِ مردم پنہاں گردید۔ از اں روز شیخ محمد سعید ہرچہ داشت، در راہِ حق ایثار کرد۔ و بعبادت و ریاضت و محنت و محبت شعار ورزید و بسلسلۂ چشتیہ صابریہ ارادت آوردہ در اندک زمان از مقبولان و واصلانِ الٰہی شد۔ خرق و کراماتِ او بسیار و مشہورِ شہر و دیار است۔ و سلسلۂ عالیۂ او بچند واسطہ بہ شیخ جلال الدین تھانیسری منتہی می

پایہ رکھتے تھے۔ حیرت اور وجد کے عالم میں جس کسی پر نظر ڈالتے تو اسے اپنی طرف کھینچتے اور اور فریفتہ کر لیتے تھے۔ آپ کا سال وفات سنہ ۱۲۴۷ ہجری مذکور ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

غلام معین الدین عرف شاہ خاموش ؒ

آپ حافظ موسیٰ مانکپوری کے مرید و خلیفہ تھے۔ بڑی عبادت و ریاضت کی۔ اور اپنی قیمتی عمر ملکِ دکن میں صرف کی۔ اس ملک کے امراء و وزراء آپ کو بے حد عزیز اور محترم رکھتے اور خیرات، وعطیات سے انکے توکل وعسرت کو کامرانی وشادمانی سے ہمکنار کرتے تھے۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے مزار پر ایک بلند گنبد تعمیر کیا گیا۔ اور پاک پٹن سے بہشتی دروازہ لا کر مزار کے قریب نصب کیا گیا۔ آپ کی مسندِ سجادگی پر سید محمد ہاشم چشتی صابری فائز ہوئے جنہیں آپ کا برادر زادہ ہونے کا امتیاز حاصل ہے۔ آپ صاحبِ مقام، مردِ پاک طینت، خوش نظر اور اخلاقِ حسنہ سے آراستہ واقع ہوئے تھے۔ خدمت میں اکثر درویش لوگ حاضر رہتے۔ دنیا کے اسباب سے زیادہ رغبت نہیں رکھتے تھے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ ☆☆☆

شود۔ وفات در سال یک ہزار و دوصد و چہاردہ ۱۲۱۴ھ مرقوم است۔

مولوی غلام مصطفی چشتی صابری

در طریقۂ چشتیہ بزرگ صاحبِ دل و مستجاب الدعوات و در علومِ ظاہر و باطن رفیع الدرجات۔ سلسلۂ ارادتِ او بچند واسطہ بہ شیخ شمس الدین ترک پانی پتی می پیوندد۔ وفاتِ وے در سال یک ہزار و دوصد و شصت و ہفت ۱۲۶۷ھ مرقوم است۔ و سید شاہ چراغ سبزواری از خلفائے وے در لاہور بود۔ مرد میدانِ نبرد محنت و خوش جمال و صاحبِ کمال است۔

شاہ بہلول چشتی صابری

خلیفۂ بزرگ حضرت شاہ بھیکہ چشتی صابریست۔ صاحبِ علم و فراست و فہم و کیاست بود۔ و از معقول و منقول بہرۂ وافی داشت۔ صاحبِ تصنیف است۔ و صحبت مناظرہ و مباحثۂ او بہ مولوی جان محمد ترک اکثر احیان بر پا می بود۔ و وفاتِ او در سال یازدہ صد و ہفتاد ۱۱۷۰ھ منقول است۔

شاہ لطف اللہ صابری

از مریدان و ملتزمان میراں شاہ بھیکہ چشتی صابریست۔ مسکنِ او انبالہ من مضافاتِ پنجاب بود۔ از زمانِ طفولیت تربیت و تکمیل بخدمت پیر روشن ضمیر بہم رسانید۔ و کتابے مشتمل بر احوالِ شیخ موسوم بہ "ثمرۃ الفواد" ترتیب داد۔ وفاتِ او در سال یازدہ صد و ہشتاد ۱۱۸۰ھ مذکور است 15-1-2013

سید علیم اللہ بن سید عتیق اللہ

زادِ بومِ او قصبۂ جالندھر از توابع پنجاب است۔ مرید شاہ ابو المعالی و خلیفۂ میراں شاہ بھیکہ صابری است۔ وے را تصنیف بسیار بود۔ و بہ تنظیمِ کلام ہم مہارتِ تمام داشت۔ خلیفۂ او شیخ عبد اللہ۔ در احوالِ شیخ کتابے موسوم بہ "اسرار العلیم" جمع نمودہ است۔ وفات در سال دوازدہ صد و دو ۱۲۰۲ھ مذکور است۔

تیسرا باب۔ دوسری اصل

سلطان التارکین صوفی ناگوری چشتیؒ

مسلکِ تفرید و توحید کے سالک، معارفِ توکل و تجرید کے عارف، شبستانِ صدق و یقین کی شمع، شیخ حمید الدین قدس سرہ العزیز۔ آپ کا نسبِ پاک صحابیِ رسول حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ تک جا پہنچتا ہے جو کہ عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔ ایک روز خواجہ بزرگؒ اچھی کیفیت میں تھے۔ خادموں اور ملازموں سے ارشاد فرمایا کہ آج دستِ دعا دراز کرو کہ مقبولیت کا دروازہ کھلا ہے۔ ہر ایک نے دنیا و دین سے جو چیز مطلوب تھی اس کے لئے زبان سے دعا کی۔ ایک نے دنیا طلب کی اور دوسرے نے عقبیٰ کی خواہش کی۔ اس موقع پر حضرت خواجہ بزرگؒ نے خواجہ تارکین کی جانب توجہ فرمائی۔ تو انہوں نے درخواست کی کہ حضرت کی رضا کے سوا کوئی دوسری خواہش نہیں ہے۔ یہ بات سنتے ہی حضرت خواجہ بزرگؒ نے خوش اور مسرور ہو کر فرمایا "اَلتَّارِکُ الدُّنْیَا وَالْفَارِغُ الْعُقْبیٰ" یعنی دنیا کا تارک اور عقبیٰ سے فارغ ہے۔ اس دن سے خواجہ حمید الدین کا لقب سلطان التارکین مشہور ہوا۔ خواجۂ تارکین ناگور کے قریب سوال نامی دیہات میں رہتے تھے۔

ایک روز خواجہ بزرگ معین الاولیاءؒ نے فرمایا کہ معین الدین اور حمید الدین کی اولاد ایک ہی ہے۔ اور یہ فرمان رشتہ داری ہونے سے پہلے کا ہے چنانچہ ایسا ہی ظاہر ہوا۔ اس اجمال کی تفصیل انشاء اللہ تعالیٰ حضرت خواجۂ بزرگ کی اولاد کے بیان میں آئے گی۔ خواجۂ تارکین کی بہت سی تصانیف تھیں۔

فرماتے ہیں کہ سلوک کا پہلا مرتبہ یہ ہے کہ دونوں جہاں سے فارغ ہو اور اس کا مقصود یہ ہے کہ خودغرضی میں نہ رہے۔ ایک راستہ سامنے ہے جو بڑا تاریک ہے۔ مگر مطلعِ وحدت سے ماہِ منیر طلوع ہوا کرتے ہیں۔ اُٹھ اور دولتِ جاوید سے مالا مال ہو جا۔ بسترِ راحت چھوڑ۔ محبت کا دعویٰ اس شخص کو زیب دیتا ہے جو دل کو ہوس سے اور آنکھ کو نیند سے آشنا نہ کرے۔

پوچھا گیا کہ طریقت اور شریعت میں کیا فرق ہے۔ فرمایا طریقت کے بغیر شریعت اور شریعت کے بغیر طریقت بے جان جسم ہے۔ اصل میں دونوں ایک ہیں۔

سید علی شاہ چشتی صابری

خلیفہ سید علیم اللہ بود۔ وبعد وفات بر مسندِ مشیخت تمکین یافت۔ وعمرِ گراں مایہ درسر تلقین وہدایت اربابِ ارادت بسر برد۔ وفاتِ او در سال دوازدہ صد و سیزدہ ۱۲۱۳ھ منقول است۔

شیخ خیر الدین مشہور بخیر شاہ

خلیفہ شیخ سلیم چشتی لاہوری است۔ در آخر عہدِ خود لوائے مشیخت برافراشت۔ بہ سماع و وجد در اقصی الغایت غلو داشت۔ وبمہامِ فقرا بسیار اہتمام می کرد۔ مریدان بسیار بودند۔ وفاتِ او در سال دوازدہ صد و بست و ہشت ۱۲۲۸ھ منقول است۔ ودر لاہور مدفن دارد۔

حافظ موسیٰ چشتی مانکپوری

از ملتزمانِ سلسلۂ میراں شاہ بھیکہ وخلیفۂ ارجمند شیخ اعظم چشتی است۔ در ولولہ سودائے آگہی وخمارِ بادۂ حقیقت ترکِ علائقِ عالمِ اسباب گفتہ در زاویۂ عزلت و کنجِ عبادت بنشست۔ و بہ تکمیلِ کمال و تربیتِ حال گوئے سبقت ربود۔ در جذب و تسخیر پایۂ عالی داشت۔ در عالمِ تحیر و تواجد بر ہر کسے کہ نظر می انداخت۔ بسوئے خود می کشید۔ واز جامی ربود۔ وفاتِ او در سال دوازدہ صد و چہل و ہفت ۱۲۴۷ھ مذکور است۔

غلام معین الدین عرف شاہ خاموشؒ

مرید وخلیفہ حافظ موسیٰ مانکپوری است۔ بسیار عبادت و ریاضت بعمل آورد۔ وعمرِ گرانمایہ در دیارِ دکن صرف نمود۔ امرا و اعیانِ آں دیار ویرا از بس عزیز و محترم داشتند۔ و بخیرات و مبرات توکل و عسرتِ او بہ کامرانی وشادمانی ہمقرین می نمودند۔ بعد وفاتِ او مقبرۂ عالی بر سرِ مزار بنا نمودہ اند۔ و دروازۂ بہشتی از پاک پٹن آوردہ در حوالے مزار نصب نمودہ۔ والحال بر جادۂ مشیختِ او سید محمد ہاشم چشتی صابری کہ بشرفِ برادر زادگی ہم امتیاز دارد۔ صاحبِ مقام اوست۔ مردِ پاک طینت و زیبا منظر

خواجۂ تارکین کے شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کے ساتھ فقر و سلوک کے باب میں بہت سے خطوط و مراسلات ہیں۔ شیخ بہاء الدین نے اگرچہ ان کے جواب تحریر کیے بالآخر عاجزی کے ساتھ معترف ہوئے۔ آپ کی بہت سی تصانیف ہیں۔ اور اشعار پر مشتمل منظوم کلام بھی ہے۔ آپ کی نہایت مشہور تصنیف ''اصول الطریقہ'' ہے۔

نقل ہے کہ موضع سوال میں دو طناب (پیمانہ) کے قریب آپ کی زمین تھی جس کو ذریعۂ معاش بنا رکھا تھا۔ آمدنی کم اور اہل و عیال زیادہ رکھتے تھے۔ آپ صاحبِ مقاماتِ علیہ و کراماتِ جلیہ و براہینِ زکیہ تھے۔ تجرید و تفرید میں ثابت قدم تھے۔ دنیا و عقبیٰ سے آپ کی ہمت رفیع تر تھی۔ تصوف میں آپ کا اعلیٰ مقام اور توحید میں بلند درجہ تھا۔ ہندوستان کے متقدمین مشائخ میں سے تھے۔ طویل عمر پائی اور فرماتے تھے کہ دہلی کی فتح کے بعد مسلمانوں کے گھروں میں سب سے پہلی پیدائش آپ ہی کی ہوئی۔ حضرت خواجہ بزرگؒ کے زمانہ سے سلطان المشائخ شیخ نظام الدین محبوب الاولیاء قدس سرہ کے ابتدائی دور تک حیات رہے۔ اور سلطان المشائخ نے آپ کے ارشادات کو آپ کی تصنیفات سے منتخب کر کے اپنے ہاتھ سے تحریر کیا اور اس سے صاحبِ ''سیر الاولیا'' نے نقل کیا ہے۔ اور وہ یہ ہیں۔

راہِ تصوف کے درجات میں پہلا درجہ علم ہے۔ علم حاصل کرنا چاہئے کیونکہ علم کے بغیر عمل درست نہیں ہوتا۔ درجاتِ طریقت میں دوسرا درجہ عمل ہے کہ عمل کے بغیر نیت کا وجود ہی نہیں۔ درجات کا تیسرا درجہ نیت ہے کہ نیت کے بغیر صحیح عمل باطل ہوتا ہے چوتھا درجہ صدق ہے۔ اگر صدق نہ ہو تو عشق ظاہر نہیں ہوتا۔ پانچواں درجہ عشق ہے۔ اگر عشق نہ ہو تو توجہ درست نہیں ہوتی۔ چھٹا درجہ توجہ ہے اگر توجہ نہ ہو تو سلوک نہیں آتا۔ ساتواں درجہ سلوک ہے۔ اگر سلوک نہ ہو تو پیشی کا دروازہ ہی نہیں کھلتا۔ آٹھواں درجہ پیشی کا دروازہ کھلا رہنا چاہئے تا کہ مقصود ظاہر ہو۔ الغرض آپ کے کلمات فیض آیات بہت ہیں جو اہلِ سُلوک و فقر کو حلاوت بخشتے ہیں۔ خواجۂ تارکین کی وفات بتاریخ ۲۹ ربیع الثانی ۶۷۳ھ ہجری ہوئی۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ کا مرقدِ مطہر اور مدفنِ پاک ناگور میں مرجعِ خواص و عوام ہے

خواجۂ تارکین کو ایک فرزند تھے جن کا نام شیخ عبدالعزیز تھا جنہوں نے اپنے والدِ بزرگوار

است۔ و بہ صفتِ اخلاق موصوف۔ اکثر در خدمتِ درویشاں می گزارند۔ و بہ اسبابِ دنیا زیادہ رغبت ندارد۔☆☆☆

15-1-2013

سے خرقۂ خلافت پہنا تھا اور عین جوانی میں سماع کی حالت میں چل بسے۔ کہتے ہیں کہ ایک روز مجلس سماع جاری تھی اور قوال اس شعر کو بار بار پڑھ رہے تھے۔

فائدہ در گفتنِ بسیار چیست　　جاں بدہ، و جاں بدہ، وجاں بدہ

ترجمہ: بہت کہتے رہنے سے کیا فائدہ۔　　جان دیدے، جان دیدے، جان دیدے

(یعنی محض بولنے سے کیا فائدہ کچھ کر کے دکھاؤ تو کمال ہے۔)

شیخ عبدالعزیز نے بے اختیار نعرہ لگایا۔ ''دادم۔ دادم۔ دادم'' یعنی میں نے جان دی، میں نے جان دی، میں نے جان دی اور جاں بحق تسلیم ہو گئے۔ اُن کو تین فرزندان تھے۔ ان میں سے ایک حضرت شیخ فرید تھے جو مسندِ ارشاد پر فائز ہوئے اور ان کی اولادِ پاک میں بعض فریدِ عصر اور وحیدِ دہر ہوئے۔ شیخ عبدالعزیز کی تاریخِ وفات ۶۸۱ھ ہجری ہے۔

شیخ فریدالدین بن شیخ عبدالعزیزؒ

آپ نے اپنے جدِ اعلیٰ خواجۂ تارکین سے خرقۂ خلافت پایا۔ عالمِ باعمل اور فقیہِ بے مثال تھے۔ دن رات مجاہدوں اور ریاضتوں میں مشغول رہتے۔ آپ کے سینہ میں محبت کے داغ تھے اور جگر محبت کی آگ سے جلا ہوا تھا۔ خواجۂ تارکین کے ملفوظات تذکرہ ''سرور الصدور'' میں انکے جمع کئے ہوئے ہیں۔ آپ کی عمر قریب ایک سو سال تھی۔ محمد تغلق بادشاہ کے زمانہ میں دہلی چلے گئے تھے اور وہاں سے شرابِ محبت کی سرمستی کے عالم میں دور افتادہ اپنے جدِ پاک کے مزار کی زیارت کے شوق میں واپس آئے اور ۷۵۲ھ ہجری میں اس جہان فانی سے چل بسے۔

شیخ مخدوم کبیر چشتیؒ

آپ حضرت خواجہ تارکین کے پوتے شیخ فرید الدین کی اولادِ پاک سے تھے۔ حالاتِ علیہ اور کراماتِ جلیہ رکھتے تھے۔ علومِ منقول و معقول کے جامع اور فقہ و اصولِ فقہ پر حاوی تھے۔ صاحبِ تصنیف تھے۔ ''ضوءِ مصباح'' کتاب کے مصنف تھے۔ بے شمار لوگ آپ کی خدمت کے فیض سے کامیاب ہو کر اعلیٰ مقام پر پہنچے اور آپ کی ہدایت وارشاد سے بہترین تربیت حاصل کی۔ آخر میں ناگور کے اطراف واکناف کافروں کا فساد اور تنازعہ پیدا

اصل دوم ۔ باب سوم

از سلطان التارکین صوفی ناگوری چشتی

سالکِ مسالکِ تفرید وتوحید، عارفِ معارفِ توکل وتجرید، شمعِ شبستانِ صدق ویقین، شیخ حمید الدین قدس سرہ العزیز۔ نسبِ پاکش بحضرت سعید بن زید می رسد۔ او از عشرۂ مبشرہ بود۔ روزے حضرت خواجہ بزرگ را وقتے خوش بود۔ بہ اہالی وموالیِ خدمت ارشاد فرمود۔ کہ امروز دستِ دعا دراز، ودرِ اجابت باز است۔ ہر کسے کہ از دنیا و دین چیزے مطلوب دارد بر زبان آرد۔ یکے دنیا طلبید۔ و دیگرے عقبیٰ خواست۔ انگہ کہ حضرت خواجہ بزرگ بسوئے خواجہ تارکین توجہ فرمود۔ التماس نمود کہ غیر از رضائے حضرت خواہشِ دگر نیست۔ باستماعِ ایں معنی حضرت خواجہ بزرگ از بس خوش دل و مسرور گشتہ فرمود۔ اَلتَّارِکُ الدُّنیَا وَ الْفَارِغُ الْعُقْبیٰ۔ از اں روز خواجہ حمید الدین بہ سلطان التارکین ملقب شد۔ خواجہ تارکین در قریۂ سوال مضافِ ناگورا اقامت داشت۔

روزے خواجہ بزرگ معین الاولیا فرمودند کہ اولادِ معین الدین وحمید الدین یکیست۔ وایں فرمان قبل از پیوندِ خویشی بود۔ وہمچناں بظہور آمد۔ تفصیلِ ایں اجمال در ذکرِ اولاد حضرت خواجہ بزرگ بمعرضِ مقال خواہد آمد۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ خواجہ تارکین راتصنیف بسیار بود۔

می فرمود۔ سلوک را مرتبہ اول آنست کہ از ہر دو جہاں فارغ باشد۔ ومقصود اینست کہ خود نماند۔ راہے در پیش است از بس تاریک۔ اما از مطلعِ وحدت ماہِ منیر طلوع کردہ اند۔ برخیز۔ و دولتِ جاوید دریاب۔ وبسترِ استراحت بگذار۔ ادعائے محبت کسے رامی زیبد کہ ہوس را بدل وچشم را بخواب آشنا نکند۔

پرسیدند کہ در طریقت وشریعت امتیاز چیست؟ فرمود شریعت غیر طریقت و طریقت غیرِ شریعت تنِ بے جان است۔ اصل ہر دو یکیست۔

ہوا۔ مسلمانوں پر ظلم وستم کے ساتھ انہوں نے حملہ کر دیا تو ان حالات میں آپ ناگور کی سکونت ترک کر کے گجرات روانہ ہوئے اور وہیں بتاریخ ۵ ربیع الاول ۸۵۸ھ ہجری اس جہانِ فانی سے دارِ عدم کی طرف آپ نے رحلت فرمائی۔ رحمۃ اللہ علیہ

مخدوم خواجہ حسین ناگوری چشتیؒ

آپ بہت بزرگ، شریعت وطریقت اور کشف وتحقیق کے جامع تھے۔ آپ کی ولایت و عظمت کی ایک مخلوق قائل تھی۔ اسرارِ الٰہی کا گنجینہ اور انوارِ رسالت پناہی کا خزینہ بنے ہوئے علم و دانش کے خلوت خانہ میں تشریف فرما تھے۔ زہد وریاضت اور تقویٰ میں مشہور تھے۔ خواجہؒ تارکین کے فرزندزادے شیخ فریدالدین کی اولاد سے تھے اور حضرت شیخ کبیر کی خدمت میں شہر گجرات میں کئی سال گذارے۔ اور اکتسابِ علوم اور خلافت حاصل کرنے کے بعد اپنے وطنِ مالوف واپس ہوئے۔ ان دنوں میں کفار کے ظلم وستم کی وجہ سے دارالخیر اجمیر کو اپنا مسکن بنایا اور اسلام اور اہلِ اسلام کی نشانیوں کو ظاہر کیا۔ ایک مدت تک خواجہ بزرگ معین الدین چشتیؒ کے روضہ منورہ کی مجاورت اختیار کی اور عبادت ومجاہدہ میں مشغول ہوئے۔ بعد ازاں حضرت خواجہ بزرگؒ کے روحانی اشارہ پر پھر سے ناگور آئے اور اربابِ یقین کو علومِ دین اور تلقین سے مالا مال کرنے میں خوب کوشش فرمائی۔ آپ کی بہت سے تصنیفات یادگار ہیں جیسے تفسیر نور النبی اور رسائل ومکتوبات وغیرہ نیز سوانح شیخ احمد غزالی کی شرح وغیرہ۔ حضور سرورِ کائنات علیہ السلام والصلوات سے بے انتہا محبت رکھتے تھے۔ اور گھر، باغ، باؤلی وغیرہ جو کچھ موجود تھا وہ سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے وقف کر دیا تھا۔

نقل ہے کہ ایک روز آپ نے اپنے جدِّ بزرگوار کا عرس منعقد فرمایا لوگوں میں طعام تقسیم فرمایا اور اپنا حصہ افطار کے انتظار میں رکھ لیا۔ اچانک عالمِ غیب سے چار ایسے اشخاص آئے جنہیں کوئی شخص نہیں جانتا تھا۔ ان میں سے ہر ایک جذام کی بیماری میں اس حد تک مبتلا تھا کہ ان کی انگلیوں سے خون اور پیپ رس رہا تھا۔ انہوں نے کھانا طلب کیا۔ مخدوم خواجہ حسین نے اپنے حصے کا رکھا ہوا کھانا انہیں عطا فرما دیا۔ ان چاروں نے ناپسندیدہ انداز میں کھانا شروع کیا اور بقیہ حضرت مخدوم کے سامنے رکھ دیا۔ آپ پر حال وکمال کا غلبہ چھایا ہوا تھا، آپ نے بغیر ناپسندیدگی کے خوشدلی سے متوجہ ومائل

خواجہ تارکین را با شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی در بابِ سلوک وفقر مراسلات و مکاتبات بسیار بودند۔ وشیخ بہاء الدین ہر چند تحریر مجابات وے پرداخت۔ اما ازعہدۂ جوابِ آں بر نیامدہ وبالآخر بعجز واعتراف گرائید۔ اورا تصانیف بسیار است۔ واشعار نیز دارد۔ واشہر تصنیفاتِ او ''اصول الطریقہ'' است۔

آوردہ اند کہ اورا در موضعِ سوال قریب دو طناب زمین بود کہ بہ تر ددش پرداختہ وجہ معیشت می کرد۔ کفاف اندک وعیال بسیار داشت۔ او صاحبِ مقاماتِ علیہ و کراماتِ جلیہ و براہینِ زکیہ بود۔ در تجرید وتفرید قدمِ مستحکم داشت۔ ہمتِ عالیش از دنیا وعقبیٰ رفیع تر بود۔ وے را در تصوف مقامِ عالی، ودر توحید مکانِ منیع است۔ واز متقدمینِ مشائخِ دیارِ ہند بود۔ عمرِ طویل یافت۔ ومی فرمود کہ بعد از فتحِ دہلی ولادت اول کہ بخانۂ مسلمانان بوقوع آمد۔ منم۔ واز زمانِ حضرت خواجہ بزرگ تا اوائلِ سلطان المشائخ شیخ نظام الدین محبوب الاولیا قدس سرہ در صدرِ حیات بود۔ وسلطان المشائخ کلماتِ اورا از تصنیفاتِ او انتخاب نمودہ بدستِ خود نوشتہ۔ واز اں صاحبِ سیر الاولیا نقل کردہ است۔ وآں اینست۔

اول مرتبہ از مراتبِ راہ علم ست۔ علم بباید کہ بے علم عمل درست نہ آید۔ دوم مرتبہ از مراتبِ طریقت عمل است۔ کہ بے عمل نیت را وجود نباشد۔ سوم مرتبہ از مراتبِ درگاہ نیت کست کہ بے نیت صحیح عمل خبر باطل آید۔ چہارم مرتبہ صدق است۔ اگر صدق نباشد۔ عشق روئے تنماید۔ پنجم مرتبہ عشق است۔ اگر عشق نباشد توجہ درست نہ آید۔ ششم مرتبہ توجہ است۔ اگر توجہ نباشد۔ سلوک نیاید۔ ہفتم مرتبہ سلوک است۔ اگر سلوک نباشد۔ در پیش گاہ نکشاید۔ ہشتم در پیش گاہ کشادہ باید۔ مقصود روئے نماند۔ الغرض از کلمات فیض آیاتِ او بسیاران از اہلِ سلوک وفقر ذوقے وحلاوتے دارند۔ وفاتِ خواجہ تارکین در سال شش صد و ہفتاد وسہ ۶۷۳ھ۔ تاریخ بست ونہم (۲۹) ربیع الثانی بوقوع آمد۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ مرقدِ مطہر ومدفنِ پاکش در قصبۂ ناگور ملجائے خواص ومرجعِ عوام است۔

وخواجہ تارکین را پسرے بود۔ شیخ عبدالعزیز نام۔ خرقۂ خلافت از پدرِ بزرگوارِ

ہو کر سب کھا لیا۔ کہتے ہیں کہ اس روز سے حضرت مخدوم کے یہاں کشادگی و آسودگی ہو گئی۔

نقل ہے کہ مخدوم خواجہ حسین پرانا لباس پہنا کرتے تھے اور ترک و تجرید میں زندگی گذارا کرتے تھے۔ دو جریب سے زیادہ زمین کا قطعہ نہ تھا وہی ذریعۂ معاش تھا۔ آمدنی قلیل تھی اور افرادِ خاندان زیادہ تھے۔ مگر نذروں اور فتوح کی جانب آپ کو دلچسپی نہ تھی۔ دنیا کے اسباب سے نفرت اور توکل و عسرت سے رغبت رکھتے تھے۔

ایک دن سماع کی حالت میں آپ پر وجد اور حیرت کا غلبہ ہوا اور بے خودی کی حالت میں جنگل کی جانب روانہ ہوئے۔ قوال بھی آپ کے پیچھے پیچھے گئے جب حوض کے کنارے پہنچے جو ناگور سے باہر واقع ہے تو وہاں قیام فرمایا۔ صورتِ حال سے نہ ڈرتے ہوئے آپ پانی کی سطح پر چلنے لگے۔ لیکن آپ کے قدم پر پانی کا کوئی اثر نہیں ہوا۔

صاحبِ ''اخبار الاخیار'' بیان کرتے ہیں کہ سلطانِ مانڈو کو حضرت شیخ کے ساتھ بے حد عقیدت و ارادت تھی۔ حتیٰ کہ آپ کے جمالِ اقدس کو دیکھے بغیر ہی آپ سے وصال کی تمنا کی آگ میں جلتا رہتا تھا اور چاہتا تھا کہ حضرت کی مہمانی کرے لیکن اس نوازش کا حصول وقت پر منحصر تھا۔ ایک دن سلطانی دربار کے ارکانِ دولت میں سے ایک شخص نے سلطان کو یہ بات بتائی کہ مخدوم خواجہ حسین کو حضرت سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت و الفت بدرجۂ کمال ہے۔ اگر موئے مبارک کی زیارت کے طور پر حضرت شیخ کی خدمت میں پیغامِ دعوت بھیجا جائے تو شاید کہ مدعا حاصل ہونا مشکل نہیں۔ حضرت مخدوم کی قدم بوسی اور تشریف آوری کے خواہشمند و آرزومند سلطان نے ایسا ہی کیا۔ حضرت مخدوم کی خدمت میں موئے مبارک کی زیارت کی بشارت کے ساتھ دعوت بھیجی۔ اس کے ملتے ہی حضرت مخدوم بے انتہا شوق کے ساتھ سفر کی ساری زحمتیں قبول کرتے ہوئے اور جملہ آرام و راحت کو ترک کر کے ہمہ تن اشتیاق اور ہمہ چشم انتظار بنے ہوئے مانڈو جا پہنچے۔ اور جس سلطان کی ملاقات سے ہمیشہ انکار کیا کرتے تھے آج آپ مضطرب ہو کر اسی بادشاہ کے ایوان میں تشریف لائے اور جس جگہ موئے مبارک رکھا ہوا تھا وہاں جذبۂ کامل اور ارادۂ صادق کے ساتھ خود پہنچے اور درود و سلام پڑھنا شروع کر دیا۔ جیسے ہی درود و سلام کے الفاظ آپ کے لبوں پر آئے تو موئے مبارک اپنے ہی سے اُڑ کر حضرت مخدوم کے دستِ حق پرست پر آ پہنچا۔

خود پوشید۔ وبعین جوانی درحالتِ سماع برفت۔ می گویند کہ روزے مجلسِ سماع برپا بود۔ وقوالان براین تکرار می کردند۔

فائدہ در گفتنِ بسیار چیست

جاں بدہ ،و جاں بدہ، وجاں بدہ

شیخ عبدالعزیز نعرۂ بے اختیار زدہ فرمود۔ دادم۔ دادم۔ دادم۔ وجان بحق تسلیم نمود۔ اوراسہ پسران بودند۔ ازانہا حضرت شیخ فرید برمسندِ ارشادو تمکین فرمود۔ واز اولادِ پاکش بسا فریدِ عصر ووحیدِ دہر بوجود آمدند۔ تاریخِ وفات شیخ عبدالعزیز شش صدو ہشتادو یک ۶۸۱ھ ہجری است۔

شیخ فریدالدین بن شیخ عبدالعزیز

خرقۂ خلافت از خدمتِ جدِ اعلیٰ خواجہ تارکین دریافت۔ عالمِ باعمل وفقیہِ بے مثل بود۔ روز وشب بمجاہدت وریاضت اشتغال می نمودند۔ سینہ داغدارِ محبت وجگر برشتۂ آتشِ مودت داشت۔ تذکرہ ''سرورالصدور'' ازملفوظاتِ خواجہ تارکین جمع کردۂ اوست۔ عمرشریفش قریب بصد سال بود۔ بزمانِ محمد تغلق بادشاہ بہ دہلی رفتہ بود۔ وازانجا بعالمِ مستی بادۂ محبت دورافتادگی وشوقِ زیارت مرقد جدِ پاکِ خود معاودت کرد۔ در سال ہفت صدو پنجاہ ودو ۷۵۲ھ ازیں جہانِ بے بنیان درگزشت۔

شیخ مخدوم کبیر چشتی

15-1-2013

از اولادِ پاک شیخ فرید الدین نبیرہ حضرت خواجۂ تارکین است۔ صاحبِ حالاتِ علیہ وکراماتِ جلیہ بود۔ جامعِ علومِ منقول ومعقول، حاویِ آئینِ فقہ واصول، صاحبِ تصنیفِ کتاب ''ضوءِ مصباح'' است۔ کافۂ انام ازفیضِ خدمتش کامیاب گشتہ بمقامِ اعلیٰ رسید۔ وآئینِ ہدایت وارشاد ازوجودِ باجودش آرائش والتزامِ زیبا یافت۔ بالآخر بجہتِ تفرقہ کہ ازدست بُردِ کفار درنواحِ ناگور روئے داد۔ وبرجمہورِ اہلِ

کہتے ہیں کہ مانڈو کے سلطان نے حضرت مخدوم کی خدمت میں نذریں پیش کیں تھیں۔ اس تمام سرمایہ کو حضرت خواجہ بزرگؒ کے قبہ شریفہ کی تعمیر میں خرچ کیا اور جو باقی رہ گیا تھا اس سے اپنے جد اعلیٰ حضرت خواجہ تارکین کے آستانہ میں بلند دروازہ تعمیر کیا۔ صاحب ''سیر العارفین'' و ''اخبار الاخیار''، و''گلزار ابرار''، و''سیر الاقطاب'' و''مراۃ الاسرار'' و''مونس الارواح'' اور اکثر چشتی نقل نگاروں و وقائع نگاروں سے منقول ہے کہ جس وقت سلطان محمود خلجی کے دور میں معاندین اور مفسدین نے اس حقیقت سے انکار کیا کہ حضرت خواجہ تاج الدین بایزید، خواجہ بزرگ معین الاولیاء کی اولاد سے ہیں اور سلطان خلجی نے اس سلسلہ میں تفتیش کرتے ہوئے دریافت کیا تو وہ مخدوم خواجہ حسین ناگوری ہی تھے کہ جنہوں نے ملا رستم اجمیری اور دیگر اکابرین اور بزرگوں کے ساتھ سلطان کی عدالت میں شہادت پیش کی کہ حضرت تاج الدین بایزید بزرگ کسی شک وشبہ کے بغیر خواجہ قیام الدین بن خواجہ حسام الدین سوختہ بن خواجہ فخر الدین بن شیخ الاسلام خواجہ معین الحق والدین حسینی الحسنی چشتی سجزی قدس اللہ اسرارہم کے فرزند زادوں میں سے ہیں۔ چنانچہ اس اجمال کی تفصیل حضرت خواجہ بزرگؒ کی اولاد واحفاد کے بیان میں آچکی ہے۔ حضرت مخدوم کی تاریخِ وفات ۹۰۱ھ ہجری لکھی ہے آپ خواجۂ تارکین کے آستانۂ عالیہ میں مدفون ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ کی اولادِ پاک نے قصبۂ ناگور اور اس کے اطراف و اکناف سکونت اختیار کی اور اب تک ایوانِ ہدایت وارشاد ان کے ذریعہ باقی و برقرار ہے۔

شیخ خانو گوالیاری چشتیؒ

آپ خواجہ مخدوم حسین ناگوری کے مرید تھے۔ بڑے صوفی اور مشہورِ زمانہ تھے۔ ریاضت وعبادت کا شرف رکھتے تھے۔ خرقۂ خلافت شیخ اسماعیل خلف شیخ حسین سرمست سے رکھتے تھے۔ اس کے علاوہ حضرت شیخ الاسلام معین الاولیاء خواجہ بزرگ کی روح پُرفتوح سے بھی فیض حاصل کیا اور ارادت واعتقاد بدرجۂ کمال رکھتے تھے۔ شیخ نظام نارنولی اور آپ کے بھائی شیخ اسماعیل نے آپ ہی سے شرفِ خلافت حاصل کیا ہے۔ آپ کی وفات بقول صاحبِ ''شجرۂ چشتیہ'' ۹۴۷ھ ہجری میں منقول ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اسلام استبداد و بیداد غلبہ کرد۔ ترکِ سکونتِ ناگور ورزیدہ بہ گجرات رفت۔ وہمونجا بتاریخ پنجم ربیع الاول سنہ ہشت صد و پنجاہ وہشت ۸۵۸ سنہ ازیں جہانِ بے مدار بہ دار القرار رحلت فرمود۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

مخدوم خواجہ حسین ناگوری چشتی

بسیار بزرگ بود۔ و میانِ شرع و طریق و کشف و تحقیق جمعیتِ تمام داشت۔ جمہور خلائق را بر ولایت و عظمتِ او اتفاق است۔ گنجینۂ اسرارِ الٰہی و خزائنِ انوارِ رسالت پناہی، در نہاں خانۂ دانش متمکن و مامون بود۔ و موصوف و مشہور است بزہد و ریاضت و اتقا۔ و از اولادِ شیخ فرید الدین نبیرۂ خواجہ تارکین است۔ و بخدمت حضرت شیخ کبیر در ولایتِ گجرات سالہا بسر برد۔ و بعد اکتسابِ علوم و حصولِ خلافت بوطنِ مالوف معاودت فرمود۔ و در آں ایام کہ از چیرۂ دستیِ پیکر پرستاں حوالے دار الخیر اجمیر مسکن گشتہ بود۔ و از آثارِ اسلام و اہلِ اسلام علامتے پیدا نمود۔ مدتے مجاورت روضۂ منیفہ خواجہ بزرگ معین الدین چشتی اختیار کرد۔ و بعبادت و مجاہدات مشغول شد۔ و من بعد باشارتِ روحانیت حضرت خواجہ بزرگ باز بہ ناگور آمد۔ و تعلیمِ علومِ دین و تلقینِ اربابِ یقین سعیِ موفور بجا آورد۔ از تصنیفاتِ او یادگار بسیار است۔ تفسیر نور النبی و رسائل و مکتوبات وغیرہ و نیز سوانح شیخ احمد غزالی را شرح نمودہ است۔ و او را با حضرت صدر النبوت سیدِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام بدرجۂ غایت محبت بود۔ و ہر چہ داشت از خانہ و باغ و چاہ ہمہ را در تسمیہ نسبت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم وقف نمودہ بود۔

15-1-2013

نقل است کہ او روزے عرسِ جدِ بزرگوارِ خود ترتیب دادہ و طعام بمردم بقسمت نمودہ بود۔ حصۂ خود بانتظارِ افطار نگاہ داشت۔ ناگاہ چہار تن از عالمِ غیب کہ ہیچ کس ایشاں را نہ شناخت، در آمدند۔ ہر یک بہ مرضِ جذام مبتلا بآں حدیکہ ریم و خون از بن انگشتاں می چکید و طعام طلب کردند۔ مخدوم خواجہ حسین قسمتِ خود را بذل فرمود۔ و آں ہر چہار تن بادائے نامطبوع خوردن آغاز کردہ بقیہ آنحضرت مخدوم مسترد کردند۔ و او کہ غلبۂ حال و طلبِ کمال داشت۔ بلا اکراہ بطیبِ خاطر متوجہ و مائل شدہ ہمہ را در کشید۔

شیخ احمد مجد شیبانی چشتیؒ

آپ معقولات، شریعت اور اصول کے جامع شیخ تھے۔ نہایت متقی و پرہیز گار واقع ہوئے تھے۔ علوم صوری و معنوی میں خواجہ مخدوم حسین ناگوری کے شاگرد و مرید تھے۔ نیز حضرت خواجہ تاج الدین بایزید بزرگ (فرزند زادۂ حضرت خواجہ بزرگ معین الاولیاء) کی خدمت میں رہ کر بھی فیوض سے مالا مال ہوئے تھے۔

نقل ہے کہ طالبِ علمی کے آغاز ہی سے کم و بیش دس سال کی عمر میں طرح طرح کے علوم کا درس دیتے۔ آپ کی پیدائش کا مقام نارنول، آپ کی سکونت اجمیر اور آپ کا مدفن ناگور ہے۔ آپ کے والدِ بزرگوار قاضی مجد الدین بن قاضی تاج الافضل بن شمس الدین شیبانی ہیں جو امام محمد شیبانی شاگرد و ہم صحبتِ امام اعظم ابوحنیفہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد پاک سے تھے۔

شیخ احمد مجد ابتداء میں اپنی علمی قوت کے ذریعہ مباحثوں اور مناظروں میں بے حد حصہ لیتے تھے لیکن خواجہ مخدوم حسین کی خدمت میں رجوع ہونے کے بعد انکے سر سے مشیخت اور قیل وقال کا خیال جاتا رہا۔ آپ اجمیر شریف آئے اور ستر (۷۰) سال اس مقامِ اقدس میں زہد و تقویٰ اور تزکیۂ نفس میں مشغول رہے۔ آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت سے کمال درجہ محبت و ارادت تھی۔ چنانچہ عشرۂ محرم الحرام میں اور ماہِ ربیع الاول میں شروع سے بارہ تاریخ تک دُھلا و سفید لباس نہ پہنتے اور ان راتوں میں مٹی کے بستر پر آرام فرماتے اور سادات کے مقبروں پر اعتکاف کرتے اور ہر روز ارواحِ پاکِ رسول و اہلِ بیت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ثواب پہنچانے کی نیت سے حتی المقدور کھانا بنا کر فقیروں، یتیموں اور مسکینوں کو پہنچاتے اور آہ و فریاد کے ساتھ رویا کرتے۔ گویا کہ کربلا کا واقعہ چشمِ حال سے دیکھ رہے ہوں۔ اس کے علاوہ صحابۂ کرام اور اولیاءِ عظام کے اعراس ہمیشہ ان کے وصال کے دنوں میں انجام دیتے اور سماع سے بڑی رغبت رکھتے تھے لیکن رقص نہیں کرتے تھے۔ مجلسِ سماع و وعظ میں ایک بہادر شیر کی مانند بیٹھتے۔ قَالَ اللّٰہُ اور قَالَ الرَّسُوْلُ بڑی عظمت و ہیبت سے بیان فرماتے اور جنون اور جذب والوں کے ساتھ اعتقادِ واثق اور ارادۂ صادق رکھتے تھے اور اپنی تعظیم و تکریم کو ناگوار سمجھتے اور کبھی اگر کسی سے یہ سنتے کہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو اس نے

آوردہ اند کہ از ہماں روز بر حضرت مخدوم فتح الباب گردید۔

نقل است کہ مخدوم خواجہ حسین جامۂ کہن وشوخگن می پوشید۔ و بہ ترک وتجرید زندگی می کرد۔ بیش از دو جریب قطعۂ اراضی نبود کہ بہ تردش می پرداخت۔ و وجہِ معیشت می کرد۔ کفاف اندک وعیال بسیار داشت۔ اما بہ نذور وفتوح مائل نمی شد۔ واز اسبابِ دنیا نفرت، وباتوکّل وعسرت رغبت می کرد۔

روزے در حالتِ سماع اوراتواجد وتحیّر در گرفت۔ و بے خودانہ روئے بسوئے صحرا نہاد۔ قوالان ہم در عقبش می رفتند۔ چوں بر کنارِ حوض کہ بیرونِ ناگور واقع است، فائز شد۔ برصورتِ حال نیندیشیدہ بالائے صفحۂ آب رواں گردید۔ امّا اثرے از نداوتِ آب برقدمِ پاکش پیدا نگشت۔

صاحبِ اخبار الاخیار می آرد کہ سلطان ماندو، را با حضرت شیخ عقیدت وارادت بسیار بود۔ حتیٰ کہ نادیدہ جمال در آتشِ تمنائے وصال می سوخت۔ ومی خواست کہ حضرت اورا مہمان کند۔ اما حصولِ ایں موہبت گرامی موقوف بر وقت بود۔ روزے یکے از بار یابانِ انجمنِ سلطنت وارکانِ دولت بعرض سلطان رسانید کہ مخدوم خواجہ حسین را با حضرت صدر النبوت علیہ التحیۃ والسلام محبت وتولا بمرتبۂ کمال است۔ اگر بہ پیرایۂ زیارتِ موئے مبارک پیغامِ طلب بحضرت شیخ فرستادہ شود۔ البتہ حصولِ مدعا قرینِ قیاس است۔ سلطان کہ والۂ دولتِ پائے بوس ومستمند مقدمِ حضرت مخدوم بود ہمچناں کرد۔ وبشارت زیارتِ موئے مبارک باشارت مقدمِ خیر بحضرت مخدوم رسانید۔ بمجرد وصول وادراکِ ایں معنی حضرت مخدوم بہ نہایت شوق پائے طلب در وادیِ صعوبت وسفر بنہاد۔ وراحت واستراحت راترک دادہ ہمہ تن اشتیاق وہمہ چشم انتظار تا بہ ماندو رسید۔ و باآنکہ از مصاحبتِ سلطان مدام باوانکار می کرد۔ مضطربانہ بایوانِ بادشاہ در آمد۔ وجائے کہ موئے مبارک نگاہ داشتہ بودند۔ برہنمونی جذبِ کامل وارادۂ صادق خود را رسانید۔ و تحیۃ وسلام گفتن آغاز کرد۔ ہمیں کہ لفظ تحیۃ وسلام از لب معجز نظام برآمد۔ موئے مبارک از خود پرید۔ وبرکفِ دستِ حق پرست حضرت مخدوم نزولِ مکرمت فرمود۔

خواب میں دیکھا ہے تو اس کے آگے پورے ادب کے ساتھ بیٹھتے اور خواب کی کیفیت کو کمالِ شوق سے سنتے اور اس کے ہاتھ اور پاؤں کو بوسہ دیتے اور اس کی آرام گاہ کو احترام کی نگاہ سے دیکھتے اور اس جگہ کی خاک کو اپنی آنکھوں اور چہرے پر ملتے اور اگر کوئی کسی سید کے ساتھ دشمنی کا دعویٰ کرتا تو منت وسماجت کے ساتھ تصفیہ کر دیتے۔ اس زمانہ میں جبکہ اجمیر میں کفر اور کافروں کا دور دورہ ہوا۔ اور رانا سانگا جو بڑا آتش پرست تھا قلعہ اجمیر پر مسلط ہو گیا تو اس واقعہ سے سات دن پہلے حضرت خواجہ بزرگؒ کے اشارے پر ان ہی شیخ احمد مجد نے اعلان کیا کہ یکا یک اس شہر پر قہر وجلال آنے والا ہے۔ حضرت خواجہؒ کا فرمان اس طرح ہے کہ جملہ مسلمان شہر سے باہر آجائیں۔ چنانچہ دوشنبہ کے دن ۹۲۲ھ ہجری میں مسلمانوں کی جماعت اجمیر کے چاردیواری سے باہر چلی گئی۔ اور رانا سانگا نے حملہ کر کے لوٹ مار کی۔

نقل ہے کہ اس وقت حضرت خواجۂ بزرگؒ کی اولاد سے شیخ معین الدین ثالث بن رفیع الدین بایزید خُرد کی عمر پانچ سال تھی۔ آپ کے خادموں اور جانثاروں نے آپ کو اجمیر سے ناگور منتقل کیا اور وہ حضرت خواجہ تارکین کے خادموں اور فرزندزادوں کی حمایت میں محفوظ و مامون رہے اور ناگور جانا اس لحاظ سے ہوا کہ شیخ معین الدین اپنی والدہ کی طرف سے خواجۂ تارکین کے نواسے تھے۔ اس لئے کہ حضرت خواجہ تاج الدین بایزید بزرگ کے ساتھ حضرت خواجہ مخدوم حسین ناگوری کا رشتہ اور قرابت داری مستند و معتبر اقوال سے ثابت اور صحیح ہے۔

نقل ہے کہ جب شیخ احمد مجد نصف رات کے وقت خواجۂ بزرگؒ کے روضۂ مقدسہ پر آتے تو دروازہ خود بخود کھل جاتا۔ ایک شخص نے بطور امتحان چاہا کہ شیخ احمد مجد کے ساتھ روضۂ عالیہ میں داخل ہو تو دروازہ کے تختہ نے اسے مضبوطی سے پکڑ لیا۔ اس شخص نے بڑی گریہ وزاری اور توبہ و استغفار کر کے اس سخت مصیبت سے نجات پائی۔

نقل ہے کہ شیخ احمد (۱۸) اٹھارہ سال کی عمر میں اجمیر آئے تھے اور اسی (۸۰) سال کی عمر میں رخصت ہوئے اور قصبہ ناگور میں انتقال کیا اور خواجۂ تارکین کے روضہ میں دفن ہوئے۔

رحمۃ اللہ علیہ

شیخ نظام نارنولی چشتی

آوردہ اند کہ سلطان ماندو ہر انچہ کہ بطریقِ نذور و فتوح بحضرت مخدوم گزرانیدہ بود۔ ہمہ را در تعمیر قبۂ شریفہ حضرت خواجہ بزرگ صرف نمود۔ واز بقیۂ آں دروازۂ بلند در آستانۂ جدِّ اعلیٰ حضرت خواجہ تارکین بنا کرد۔ صاحبِ سیر العارفین، اخبار الاخیار، گلزارِ ابرار، سیر الاقطاب، مرأۃ الاسرار و مونس الارواح و اکثر ناقلانِ آثار و اخبارِ چشتیہ نقل کردہ است کہ وقتے کہ اربابِ عناد و فساد نسبت حضرت خواجہ تاج الدین بایزید بزرگ از اولاد حضرت خواجہ بزرگ معین الاولیا بزمانِ سلطان محمود خلجی انکار کردہ بودند و سلطان خلجی در بارۂ تفتیشِ ایں معنی در پرسش باز کردہ۔ ہمیں مخدوم خواجہ حسین ناگوریست کہ باتفاقِ ملا رستم اجمیری و دیگر اکابرانِ ستودہ حال و بزرگانِ صدق مقال بدیوانِ سلطان ادائے شہادت کردہ بود کہ حضرت تاج الدین بایزید بزرگ لَا رَیۡبَ فِیۡهِ از نبائرِ پاک خواجہ قیام الدین بن خواجہ حسام الدین سوختہ بن خواجہ فخر الدین بن شیخ الاسلام خواجہ معین الحق و الدین حسینی حسنی چشتی سنجریست۔ قَدَّسَ اللّٰہُ اَسۡرَارَهُمۡ۔ چنانچہ تفصیلِ ایں اجمال در ذکرِ اولاد و احفاد حضرت خواجہ بزرگ رحمۃ اللہ علیہ در گزارش و نگارش آمدہ است۔ تاریخِ وفات حضرت مخدوم در سال نُہ صد و یک ۹۰۱ھ نوشتہ اند۔ و در آستانۂ عالیہ خواجہ تارکین مدفون است۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ و اولادِ پاکِ او در قصبۂ ناگور و حوالی و مضافاتِ آں سکونت دارد۔ و تا الآن بنائے ایوانِ مشیخت و ارشاد بذاتِ ستودہ نہادِ ایشاں محکم و برقرار است۔

شیخ خانو گوالیاری چشتی

15-1-2013

از مریدانِ خوش نہاد خواجہ مخدوم ناگوریست۔ از فحولِ اصفیا، نام آورانِ عہد بود۔ و بشرفِ ریاضت و عبادت تشریف داشت۔ و نیز خرقۂ خلافت از شیخ اسماعیل خلف شیخ حسین سرمست دارد۔ علاوہ آں از روح پُرفتوح حضرت شیخ الاسلام معین الاولیا خواجہ بزرگ استفادہ می کرد۔ و ارادت و اعتقاد بمرتبۂ کمال داشت۔ شیخ نظام نارنولی و شیخ اسماعیل برادرش از وے شرفِ خلافت یافتہ اند۔ وفاتِ او بقول صاحبِ شجرۂ چشتیہ در

ریاضت وعبادت میں ممتاز اور ہم عصروں میں صاحبِ مقال تھے۔ ہمیشہ محبت کے سمندر میں غرق رہتے اور درد و محنت کے جمال میں چشمِ حیرت بنے رہتے تھے۔ خرقۂ خلافت حضرت شیخ خانو گوالیاری سے حاصل کیا اور چالیس سال کے عرصہ تک رشد و ہدایت نے انکے ذریعہ بے اندازہ زینت و آرائش پائی اور کثیر تعداد میں لوگ آپ کی حمایت کے زیرِ سایہ بہرہ مند ہوئے اور حق رسی کی منزل کو پہنچے۔ آپ ہر سال حضرت خواجہ قطب الدین قطب الاولیا کے مرقدِ اقدس پر حاضری دیا کرتے اور پھر وہاں سے محبت کے غلبہ اور ارادت کی کثرت کے ساتھ حضرت خواجۂ بزرگؒ ہندالولی کے آستانۂ عالی کی زیارت کے لئے تشریف لے جاتے اور حضرت حق سبحانہٗ تعالیٰ شانہٗ نے آپ کو آپ کے زمانہ میں اور دیگر زمانوں میں مقبولیت عطا فرمائی تھی۔ شیخ نظام کے بھائی شیخ اسماعیل بھی شیخ خانو گوالیاری کے خدمت گزاروں میں تھے۔ ۹۹۰ھ ہجری میں جنت کو سدھارے۔ رحمۃ اللہ علیہ

شیخ اختیارالدین چشتیؒ

آپ کا اسمِ گرامی پہلے اختیار خاں تھا۔ جب خوش قسمتی سے حضرت خواجہ بزرگؒ کے مرقد مبارک کی زیارت میسر ہوئی اس آستانۂ عالیہ میں معتکف ہوئے تو چند روز بعد حضرت خواجہ بزرگؒ کی اشارت و بشارت پر آپ نے نارنول کا رخ کیا اور شیخ نظام کی خدمت میں حاضر ہوئے، دیکھا کہ شیخ چارپائی پر سر جھکائے مغموم بیٹھے ہیں۔ جب یہ دیکھا تو دل میں خیال پیدا ہوا کہ جو شخص اپنے حال میں الجھا ہوا ہو وہ بھلا دوسروں کی حمایت و نگرانی کس طرح کرے گا۔ شیخ نے نورِ باطن کے ذریعہ پتہ کر لیا۔ سر اٹھایا اور فرمایا۔ آؤ، آؤ کہ تم حضرت خواجہ بزرگ کے بھیجے ہوئے ہو۔ میرے موجودہ حال کو بے جا خیال سے توقف میں نہ ڈالو۔ شیخ اختیارالدین یہ بات سن کر بے خود ہو گئے اور حضرت شیخ کی ایک نظرِ لطف و کرم سے اللہ کے مقبولوں اور واصلوں میں شامل ہو گئے۔ اور کمال کی تکمیل اور حال کی تربیت کے بعد خرقۂ خلافت اور سندِ ارشاد و اجازت حضرت شیخ نظام سے حاصل کیا اور رخصت کی اجازت پانے کے بعد اپنے وطنِ مالوف جو کالپی کے اطراف میں ہے واپس ہوئے اور ۱۰۱۱ھ ہجری میں رحمتِ حق سے جا ملے۔ رحمۃ اللہ علیہ

شاہ اعلیٰ چشتی پانی پتیؒ

سال نہ صد و چہل و هفت ۹۴۷ھ منقولست۔ واللہ اعلم بالصواب۔

شیخ احمد مجد شیبانی چشتی

شیخ بود جامعِ معقول و شرع و اصول، و بدرجۂ غایت مولع و متورع بود۔ و در علومِ صوری و معنوی تلمیذ و مرید خواجہ مخدوم حسین ناگوری است۔ و نیز از خدمت حضرت خواجہ تاج الدین بایزید بزرگ (نبیرہ حضرت خواجہ بزرگ معین الاولیاء است) فیضہا ربودہ بود۔

آوردہ اندکہ در سرِ آغازِ آگہی بعمر ہیودہ سال از انواعِ علوم درس می گفت۔ مولدِ او نارنول و منشاءِ او اجمیر، و مدفنِ او ناگور است۔ پدرِ بزرگوارش قاضی مجد الدین بن قاضی تاج الافضل بن شمس الدین شیبانی از اولادِ پاک امام محمد شیبانی شاگرد و ہم صحبت امام اعظم ابوحنیفہ کوفی بود۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

شیخ احمد مجد با قوّتِ علمی در مباحثہ و مناظرہ بہ اوائلِ حال غلو داشت۔ و امّا بعد ازانکہ بخدمت خواجہ مخدوم حسین رجوع کرد۔ از سر سودائے مشیخت و قیل و قال در گزشت۔ و بہ اجمیر آمد و هفتاد سال درآں مقام عرش احترام بزہد و ورع و نہیب و تاراج نفس نافرجام اشتغال ورزید۔ اورا با اہلِ بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بمرتبۂ کمال محبت و ارادت بود۔ چنانچہ درعشرہ محرم الحرام وآغاز ماہ ربیع الاول تا دوازدہ یوم جامہ شستہ و سفید نپوشیدے۔ و در لیالیِ ایں ایام بر بسترِ خاک استراحت کردے۔ و در مقابرِ سادات اعتکاف داشتے۔ و ہر روز علی قدرِ مقدور بنظرِ ثواب ارواحِ پاک رسول و اہلِ بیت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام بجنسِ طعام بفقرا و ایتام و مساکین رسانیدے۔ و بگریہ ہائے ہائے و فریاد و آہ سروکار داشت۔ گوئی کہ واقعِ کربلا را بچشمِ حال می بیند۔ و علاوۂ آں اعراس صحابۂ کرام و اولیائے عظام مدام بیومِ وفاتِ ایشاں ترتیب می داد۔ و بسماع بسیار راغب بود و دوست می داشت۔ اما رقص نمی کرد۔ و در مجلسِ سماع و وعظ ہمچو شیرِ دلیر می نشست۔ قَالَ اللّٰہُ وَ قَالَ الرَّسُوْلُ بایں عظمت و ہیبت می گفت و باہلِ جنون و جذب اعتقادِ واثق و ارادۂ صادق داشت۔ و در مقامِ تعظیم و تبجیلِ

آپ مدارجِ اعلیٰ اور مراتبِ برتر کے حامل تھے۔ خرقۂ خلافت اپنے والد بزرگوار شیخ نظام الدین سے حاصل کیا اور شیخ نظام نارنولی سے بھی خرقۂ خلافت پایا۔

نظامش پیر وہم پدرش نظام است نظام دو جہاں بروے تمام است

اس کے پیر بھی نظام ہیں اور اس کے والد بھی نظام ہیں۔ اس پر دوجہاں کا نظام تمام ہے

شیخ اللہ دیا مولف ''سیر الاقطاب'' نے آپ کے ملفوظات و منقولات کو ایک کتاب موسوم بہ ''جواہر الاعلیٰ'' میں جمع کیا ہے۔ آپ کا نامِ گرامی عبدالسلام تھا اور شیخ نظام نارنولی کی خدمت سے شاہ اعلیٰ چشتی موسوم ہوئے۔

کہتے ہیں کہ وہ شیخ شمس الدین ترک پانی پتی کے احاطہ کے قریب حجرہ کے اندر معتکف تھے کہ اچانک شیخ جمال نارنولی کا پیکر ظاہر ہوا اور کہنے لگا کہ میں نے تیرے باطن کا حصہ محفوظ رکھا ہے۔ نارنول میں آ اور اسے حاصل کر لے۔ اسی وقت شاہ اعلیٰ مدہوشی و بیخودی کی حالت میں نارنول پہنچے اور فیضِ صوری و معنوی جو کچھ ان کی تقدیر میں لکھا تھا وہ پالیا۔ شاہ صاحب کے دو بیٹے تھے۔ شاہ منصور اور شاہ نور۔ لیکن وہ والد کے سامنے ہی اللہ سے جا ملے۔ رحمۃ اللہ علیہ

شیخ اسماعیل چشتی نارنولی

آپ شیخ نظام کے بھائی اور مرید تھے اور خلافت و اجازت بھی رکھتے تھے۔ خواجگی نامی فقیرِ بے ریا اور صوفیِ باصفا آپ کا مرید تھا۔ آپ کے خوانِ نعمت سے دیگر کئی فیض یاب ہوئے اور انہیں بے حد ذوق و حلاوت نصیب ہوئی۔ رحمۃ اللہ علیہ

شیخ کمال الدین حسین ابن خالد اجمیری ناگوری چشتیؒ

آپ بڑے دانا و بینا تھے۔ شیخ ابراہیم کی خدمت سے ظاہری و باطنی کمالات کا اکتساب کرنے کے بعد خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ آپ شیخ عبدالعزیز ناگوری کے خلیفہ اور وہ شیخ فریدالدین ناگوری کے خلیفہ اور وہ شیخ حمیدالدین سوالی کی اولاد و احفاد سے تھے۔ قدس اللہ اسرارھم

ایک جماعت کا خیال ہے کہ خالد، معینیہ نسل سے ہیں۔ تفسیر ''نور النبی'' کہ جس میں بہت

خود با کراہ نظر می کرد۔ و احیاناً اگر کسے را می شنید کہ او حضرت ختم النبوت علیہ الصلوٰۃ و السلام را در واقعہ دیدہ است۔ پیشِ آں با ادب تمام می نشست۔ و ماجرائے خواب بکمالِ شوق اصغا نمودہ بر دست و پائے او بوسہ می داد۔ و مضجعِ او را با حرمتِ تمام می نگریست و خاکِ آنجا بر چشم و روی می مالید۔ و اگر کسے با سیّدے دعویٰ و خصومت بودے بمنت و سماجت تصفیہ می کرد۔ و دراں زمان کہ در اجمیر غلبۂ کفر و سطوتِ کفار پدیدار آمد۔ و رانا سانگا کہ گبر عظیم بود۔ بر قلعۂ اجمیر مسلط گردید۔ پیش از ہفت یوم ازیں واقعہ باشارت حضرت خواجہ بزرگ ہمیں شیخ احمد مجد اعلان نمودہ بود کہ یک چند برایں شہر نظر قہر و جلال است۔ فرمان حضرت خواجہ ایں چنیں است کہ جملہ مسلمانانِ شہر بدر آیند۔ چنانچہ بروز دوشنبہ بہ سال نہ صد و بست و دو ۹۲۲ھ جماعہ اہلِ اسلام از حصارِ اجمیر بدر رفتند۔ و رانا سانگا تاخت آوردہ بہ نہیب و تاراج پرداخت۔

آوردہ اند کہ دراں وقت از اولاد حضرت خواجہ بزرگ شیخ معین الدین ثالث بن رفیع الدین بایزید خورد پنج سالہ عمر داشت۔ خدام و پرستاران او را از اجمیر بہ ناگور بُردند۔ و او بحمایتِ بندگان و نبیرگانِ حضرت خواجہ تارکین مصئون و محفوظ ماند۔ و رفتن ناگور بجہتِ ایں بود کہ شیخ معین الدین من الام نبیۂ خواجہ تارکین بودہ است۔ زیرا کہ پیوندِ خویشی حضرت خواجہ مخدوم حسین ناگوری با حضرت خواجہ تاج الدین بایزید بزرگ باقوالِ مستند و معتبر ثابت و صادق است۔

نقل است کہ چوں شیخ احمد مجد ہنگامِ نیم شب بروضۂ منیفہ خواجہ بزرگ می آمد۔ خود بخود فتح الباب می شد۔ شخصے بنظرِ 15-1-2013 کہ بہ معیت شیخ احمد درونِ روضۂ عالیہ درآید۔ تختۂ در، او را تنگ تر گرفتند۔ و او بہزار گریہ و زاری توبہ و استغفار گفتہ از اں بندِ سقیم رستگاری یافت۔

نقل است کہ شیخ احمد بعمر ہژدہ سالہ بہ اجمیر آمدہ بود۔ و بعمر ہشتاد سال رخصت شد۔ و بہ قصبۂ ناگور بجوارِ رحمت ایزد متعال فائز شدہ در روضۂ خواجہ تارکین مدفون گشت۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

سے نکات و وجوہِ تفاسیر ہیں اور''اصولِ انوار در تذکرۂ ابرار''، جو مشائخ چشتیہ معینیہ کے احوال و انساب پر مشتمل ہے آپ کی تصانیف ہیں۔ اور خود اپنے احوال میں یہ لکھتے ہیں کہ خالد، خواجہ بزرگ معین الاولیاءؒ کے مریدوں میں کمترین ہے۔ لیکن اپنے نسب کے بارے میں کوئی بات نہیں کہی۔ مولانائے عالم کابلی اپنے تذکرہ میں لکھتے ہیں کہ میں اجمیر میں شیخ عبدالقادر بن ابوالفتح جو خواجہ معروف بن شیخ حسین بن خالد کے پوتے ہیں کے ساتھ رہا اور ان سے نسب کی تحقیق کی۔ فرمایا کہ ہمارے ؒ والدِ بزرگوار کا نسب چار واسطوں سے شیخ حمید الدین سوالی تک جا پہنچتا ہے۔

از: مولف کتاب ھٰذا (حضرت قاضی سید امام الدین علی خاںؒ)

کسی نے شیخ کمال الدین کو معین الاولیاء خواجہ بزرگؒ کی اولاد قیاس کیا شاید اس وجہ سے کہ خواجہ بزرگؒ کی اولاد پاک میں ایک شیخ کمال الدین بن شیخ احمد ؒ بھی تھے جو حضرت نجم الدین بن قیام الدین بابر بال کے خلف رشید تھے۔ اس سلسلہ میں نام کی یکسانیت کے بارے میں گذارش کی گئی۔ لیکن شیخ کمال الدین کو جو شیخ حمید الدین صوفی کے سلسلۂ خلافت میں شیخ ابراہیم کے مریدوں میں لکھا ہے فی الواقع وہ شیخ حمید الدین صوفی سوالی ناگوری کی اولاد و احفاد سے ہیں اور یہی بات بالکل صحیح ہے۔ جیسا کہ مولانا عالم کابلی نے اپنے تذکرہ میں حوالہ دیا ہے۔ اس بات کی تصدیق خواجہ تارکین شیخ حمید الدین رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کے شجرۂ نسب سے بھی ہوتی ہے جیسا کہ ''مناقب الحبیب'' میں ہے۔ کمال الدین بن شیخ عبدالقادر بن شیخ ابوالفتح بن خواجہ معروف بن خواجہ مخدوم حسین بن شیخ خالد بن شیخ نظام الدین بن شیخ محمد بن شیخ عبدالعزیز بن شیخ حمید الدین صوفی السوالی ناگوری قدس اللہ اسرارہم۔

شیخ سعید میانہ چشتیؒ

آپ صاحب حال اور مردِ کمال تھے۔ سماع کے بارے میں بڑا غلبہ رکھتے تھے۔ ان کی ارادت کی نسبت شیخ نظام نارنولی سے بواسطۂ شاہ اعلیٰ چشتی بتائی جاتی ہے۔ ان کی وفات ۱۰۶۸ھ ہجری میں لکھی ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

شیخ نظام نارنولی چشتی

بہ کسبِ ریاضت وعبادت ممتاز و در امثال اقران صاحبِ مقال ۔ ہمہ تن غرقِ بحرِ محبت و ہمہ چشم حیرتے جمالِ درد و محنت بود۔ خرقۂ خلافت از حضرت شیخ خانو گوالیاری دریافت ۔ وتا مدت چہل سال آئینِ رشدوارشاد بہ دستیاری او، زینتِ تازہ وآرائشِ بے اندازہ پذیرفت ۔ و جماعتِ کثیر بہ ظلِّ حمایتش بہرہ ور شد و بحق رسید۔ او بہر سال بخدمتِ مرقدِ قدسی آیات حضرت خواجہ قطب الدین قطب الاولیا مشرف می شد۔ وزانجا بغلبۂ محبت و وفورِ ارادت بزیارت آستانۂ عالی ھند الولی حضرت خواجہ بزرگ می رفت ۔ واز حضرت حق سبحانہٗ تعالیٰ شانہٗ اورا در زمانِ وزمانیان غیر قبول حاصل بود۔ ونیز شیخ اسماعیل برادر شیخ نظام از بندگان خدمت شیخ خانو گوالیاریست۔ در سال نہ صدو نود ۹۹۰ھ بمضجع جنان استراحت فرمود۔ رحمۃ اللہ علیہ

شیخ اختیار الدین چشتی

نامِ گرامی اول اختیار خان بود۔ چوں بمساعدتِ بخت زیارتِ مرقدِ با برکت حضرت خواجہ بزرگ میسر آمد۔ و در آستانۂ عالی معتکف ماند۔ بعد از یک چند باشارت و بشارت حضرت خواجہ بزرگ متوجہ بہ نارنول شد۔ و بخدمت شیخ نظام حاضر شد۔ بدید کہ شیخ برفرازِ چار پایہ سرنگوں ومحزون نشستہ است ۔ چوں ایں چنیں مشاہدہ کرد۔ در دل اندیشید کہ ہر آنکس کہ بحالِ خود مبتلا باشد بہ حمایت ومراقبتِ دیگراں چگونہ خواہد پرداخت۔ شیخ بہ نورِ باطن وقوتِ مکاشفہ سر برآورد۔ وفرمود بارے نزدیک بیا۔ کہ فرستادۂ حضرت خدیو مشربِ چشت حضرت خواجہ بزرگ بودۂ۔ حسبِ حال را باندیشۂ بے جا در معرضِ توقف مفگن۔ شیخ اختیار الدین بانتباہِ ایں معنی از خود برفت۔ وباندک نظرِ عطوفت وعنایتِ حضرتِ شیخ از مقبولان وواصلانِ حق گردید۔ وبعد تکمیل کمال وتربیتِ حال خرقۂ خلافت وسندِ ارشاد و اجازت از حضرت شیخ نظام گرفتہ اعزازِ رخصت دریافت۔ وبوطنِ مالوف کہ در حوالی کالپی بود۔ معاودت کردہ در سال یک ہزار و یازدہ ۱۰۱۱ھ برحمتِ حق پیوست۔

خواجہ ضیا بخشیؒ

آپ بدایوں میں گوشۂ گمنامی میں اپنے کام میں مشغول رہتے تھے۔ آپ کی بہت سی تصانیف ہیں۔ جیسے مسلک سلوک، عشرہ مبشرہ، کلیات و جزئیات اور طوطی نامہ آپکی یادگار ہیں۔ منقول ہے کہ آپ سلطان التارکین شیخ حمید الدین ناگوری کے فرزند زادہ و خلیفہ شیخ فرید کے مرید تھے۔ آپ کی وفات کا سال ۷۵۱ھ ہجری لکھا ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

☆☆☆☆☆

شاہ اعلیٰ چشتی پانی پتی

صاحبِ مدارجِ اعلیٰ و مراتبِ برتر بود۔ و خرقۂ خلافت از پدرِ خود شیخ نظام الدین داشت۔ و ہم از شیخ نظام نارنولی خرقہ و خلافت دریافت۔

نظامش پیر و ہم پدرش نظام است

نظامِ دو جہاں بر وے تمام است

و شیخ اللہ دیا مولف ''سیر الاقطاب'' کتابے از ملفوظات و منقولاتِ وے موسوم بہ ''جواہر الاعلیٰ'' جمع نمودہ است۔ نامِ گرامیِ او عبد السلام بود۔ و از خدمت شیخ نظام نارنولی بہ شاہ اعلیٰ چشتی موسوم شد۔

می گویند کہ او بحوالی حظیرہ شیخ شمس الدین ترک پانی پتی درونِ حجرہ معتکف بود۔ بیک ناگاہ پیکرِ شیخ جمال نارنولی پدیدار آمد۔ و گفت کہ حصۂ باطنِ تو محفوظ داشتہ ام۔ در نارنول بیا، و دریاب۔ ہماں دم شاہ اعلیٰ در حالتِ سکر و بے خودی بہ نارنول رسید۔ و فیضِ صوری و معنوی ہر انچہ کہ تقدیرش بود دریافت۔ از شاہ دو پسر بودند۔ شاہ منصور، و شاہ نور۔ اما پیشِ پدر برحمتِ حق پیوستند۔ رحمۃ اللہ علیہ

شیخ اسماعیل چشتی نارنولی

برادر و مرید شیخ نظام است۔ و خلافت و اجازت ہم دارد۔ خواجگی نام فقیرِ بے ریا و صوفیِ با صفا از مریدانِ خدمتِ او ا[illegible] از خوانِ نعمتش بہرہا گرفتہ ذوقِ تازہ و حلاوتِ بے اندازہ یافتہ اند۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

شیخ کمال الدین حسین بن خالد اجمیری ناگوری چشتی

فراواں دانش و بینش داشت۔ از خدمت شیخ ابراہیم اکتسابِ کمالاتِ صوری و معنوی نمودہ خرقۂ خلافت دارد۔ او خلیفہ شیخ عبد العزیز ناگوری است۔ و او خلیفہ شیخ فرید الدین ناگوریست۔ و او از احفاد و خلفائے شیخ حمید الدین سوالی است۔ قدس اللہ اسرارہم۔

چوتھا باب

آستانۂ عالیہ دارالخیر اجمیر کی بنیاد اور بڑی وقدیم عمارتوں کے بارے میں

راجپوتانہ کا ملک، اقلیمِ دوم اور اجمیر کا خطہ، نافِ راجپوتانہ کے نام سے معروف ومشہور ہے۔ ابتداء میں اجمیر کی آبادی جے میر، جے درگ، آدمیر، اجیانگر اور جلوپور کے مختلف ناموں سے موسوم تھی۔ اجمیر کا بانی اجے پال تھا جو بکریاں چرایا کرتا تھا۔ اولاً جس جگہ تعمیر کی بنیاد رکھی تھی وہ پہاڑ تھا جو نال اجے پال سے مشہور ہے۔ اس کے بعد ہندو راجاؤں کے زمانے میں بٹھلی پہاڑ کے دامن میں شہر کی آبادی قائم ہوئی۔

لیکن اب جس جگہ شہر کی آبادی ہے وہ جگہ حضرت خواجہ بزرگ معین الاولیاء کے روضۂ منورہ کی تعمیر وتشکیل کے بعد وقار اور زینت پاکر دِن بدن ترقی پارہی ہے۔ خاص طور سے شہر کی دیوار، بازار، رفیع الشان دروازے، محلات، دیوان خانے، امیروں اور اعیانِ سلطنت کے کمرے تھوڑے ہی وقت میں دلفریب نقش ونگار، دلکش انداز کے ساتھ دہلی کے بادشاہ اکبر کے حکم سے درست وتیار اور آباد کئے گئے تھے وہ اپنی نئی آب وتاب اور بے انتہا رونق کے باعث رشکِ شیراز وبغداد بن گئے۔

اور اب چونکہ سلطنتِ برطانیہ کی حکومت وفرماں روائی کا زمانہ ہے اس لئے دوسرا ہی جلوہ نظر آتا ہے۔ بلند عمارتیں، عمدہ مکانات، سڑکیں، دلکش باغ باغیچے، ریل گاڑی کے کارخانے، پانی کے ذخیرے اور چشمے اور دوسری صنعت وحرفت کے سامان کے نظارے جن کو طلسمِ حیرت کے کارنامے کہنا چاہیئے، باریک بیں نقادوں کی آنکھوں کو خیرہ کردیتے ہیں۔ اور پاکیزہ نظر ناظرین کے دلوں کو لبھاتے ہیں۔

صاحبِ ''اخبار الاخیار'' فرماتے ہیں کہ ملکِ ہندوستان میں سب سے پہلے کسی پہاڑ پر دیوار کسی نے بنائی ہے تو وہ بٹھلی کا پہاڑ تھا جو فی الوقت تارہ گڑھ قلعہ کے نام سے مشہور ہے۔

ذکر آستانہ شریف

برخے برآنند کہ خالد از نژادِ معینیہ است۔ تفسیر ''نورالنبی'' کہ جامع فراواں نکات و وجوہ تفاسیر است و اصولِ انوار در تذکرۂ ابرار مشتمل بر بیانِ گزارشِ احوال و انساب مشائخِ چشتیہ معینیہ تصنیفِ او است۔ و در احوالِ خویشتن ہمیں برنگاشتہ کہ پور خالد از کمترین مریدانِ خواجہ بزرگ معین الاولیا است۔ اما از نسبِ خود سخنے نگفت۔ مولانائے عالم کابلی در تذکرۂ خود آوردہ کہ من در اجمیر شیخ عبدالقادر بن شیخ ابوالفتح را کہ نبیرۂ خواجہ معروف بن شیخ حسین بن خالد است۔ ملازمت کردم۔ و از وتحقیقِ نسب نمودم۔ فرمود۔ پدرِ کلانِ [1] ما، بہ چہار واسطہ بہ شیخ حمیدالدین سوالی می رسد۔

مولف

کسے کہ شیخ کمال الدین را از اولاد معین الاولیا خواجہ معین الاولیا پنداشتہ۔ شاید ازیں جہت بودہ باشد کہ از اولاد پاک خواجہ بزرگ ہم یکے شیخ کمال الدین حسن شیخ احمد [2] بود کہ خلف الرشید حضرت نجم الدین بن قیام الدین بابربال است۔ و پیکرِ ایں ماجرا بجہت تجنیس و توحد نام حُلّہ گزارش در برگرفتہ باشد۔ اما شیخ کمال الدین را کہ از مریدانِ شیخ ابراہیم در سلسلۂ خلافت خواجہ تارکین شیخ حمیدالدین صوفی السوالی ناگوری نوشتہ اند۔ الحق از اولاد و احفاد شیخ حمیدالدین صوفی السوالی ناگوریست۔ و ایں گزارش بمہرِ درستی مسجل است۔ چنانکہ مولانائے عالم کابلی در تذکرۂ خود حوالہ داد۔ و نیز ایں معنی از شجرۂ انساب اولاد و احفاد خواجہ تارکین شیخ حمیدالدین بمعرض تصدیق می پیوندد۔ کذافی ''مناقب الحبیب''۔ کمال الدین بن شیخ عبدالقادر بن شیخ ابوالفتح بن خواجہ معروف بن خواجہ مخدوم حسین بن شیخ خالد بن شیخ نظام الدین بن شیخ محمد بن شیخ عبدالعزیز بن شیخ حمیدالدین صوفی السوالی ناگوری۔ قدس اللہ اسرارہم۔

شیخ سعید میانہ چشتی

صاحبِ حال و مردِ باکمال بود۔ در بابِ سماع بیشتر غلبہ داشت۔ نسبتِ

آستانۂ عالیہ کی تعمیر کے ذکر میں صاحبِ ''اخبار الاخیار'' نے فرمایا ہے کہ مخدوم شیخ حسین ناگوری جو ولیِ کامل، عابدِ دوراں وممتازِ زمانہ تھے، اِن کا سلسلۂ نسب چند واسطوں سے حضرت حمید الدین ناگوری جو سلطان التارکین سے مشہور ہیں تک پہنچتا ہے۔ جس زمانہ میں کہ بدنظمی اور افراتفری کا دور تھا اور دار الخیر اجمیر کے اطراف میں بت پرستوں کے غلبہ کی وجہ سے اسلام میں سُستی وخوشامدی جگہ پا گئی تھی اور کفر غالب ہوگیا تھا انھوں نے کئی سال حضرت خواجہ معین الاولیاء کے مزار کی حفاظت ومجاورت میں گذارے۔ اور دنیا وآخرت کی کامیابی حاصل کی۔ اور سلطانِ مانڈو نے ہدیہ اور نذرانہ کے طور پر جو زرِ کثیر انھیں پہنچایا تھا اس سے بلند گنبد تعمیر کیا جو اب بھی مزار پر انکی یادگار ہے۔ اور یہ گنبد جو مزار پر نظر آتا ہے ۸۵۹ھ میں اختتام کو پہنچا۔ اسکے بعد سنہری قمقمے، چاندی کی جالیاں، لکڑی کا پنجرہ جو سچے موتیوں کے نقش ونگار سے آراستہ نظر آتا ہے مختلف زمانوں اور وقتوں میں ان کا اضافہ کیا گیا۔

زمانۂ سلف میں مزار شریف کے گرد لکڑی کا پنجرہ اور جالی جو پرانی اور شکست خوردہ تھی وہ اب حضرت خواجہ حسین اجمیری نبیرہ حضرت خواجہ معین الاولیاء کے مزار کے گرد موجود ہے۔ اور سنہری نقش ونگار جو قبہ شریف کی در ودیوار پر کئے گئے ہیں حضرت خواجہ حسین اجمیری کی بلند ہمتی کا نتیجہ ہیں جو نقش کردہ اشعار سے ظاہر وواضح ہے۔

ابیات

خواجۂ خواجگاں معین الدینؒ ۔۔۔ اشرفِ اولیائے روئے زمیں

خواجاؤں کے خواجہ معین الدین ہیں ۔۔۔ روئے زمین کے اولیا میں اشرف ہیں

در جمال و کمالِ او چہ سخن ۔۔۔ ایں مبیّن بود بحصن حصیں

آپ کے جمال و کمال میں کس کو کلام ہے ۔۔۔ یہ بات مضبوط قلعہ کی طرح روشن ہے

مطلعے در صفات او گفتم ۔۔۔ در عبارت بود چوں دُرِّ ثمیں

آپکی تعریف میں میں نے ایک مطلع عرض کیا ہے۔ ۔۔۔ جو عبارت کے لحاظ سے بیش قیمت موتی کی طرح ہے

اے درت قبلہ گاہِ اہلِ یقیں ۔۔۔ بر درت مہر و ماہ سودہ جبیں

حضرت! آپ کا آستانہ اہلِ یقیں کی قبلہ گاہ ہے ۔۔۔ آپ کے آستانہ پر سورج و چاند پیشانی ملتے ہیں

خادمانِ درت ہمہ رضواں ۔۔۔ در صفا روضہ ات چو خلدِ بریں

ارادتِ او بہ شیخ نظام نارنولی بواسطہ شاہ اعلیٰ چشتی مذکور است۔ وفاتِ او در سال یک ہزار و شصت و ہشت ۱۰۶۸ھ رقم نمودہ اند۔ رحمۃ اللہ علیہ

خواجہ ضیا بخشی

در بداؤں بود۔ و در زاویہ خمول بکارِ خود مشغول۔ تصنیف بسیار داشت۔ مسلک سلوک و عشرۂ مبشرہ و کلیات و جزئیات و طوطی نامہ ازان او یادگار است۔ آوردہ اند کہ وَے مرید شیخ فرید است۔ کہ نبیرۂ و خلیفہ سلطان التارکین شیخ حمید الدین ناگوری است۔ وفاتِ او در سال ہفت صد و پنجاہ و یک ۷۵۱ھ رقم نمودہ اند۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

☆☆☆☆☆

15-1-2013

آپکے در کے خدمت گذار سب جنت کے نگران ہیں	پاکیزگی میں آپکا روضہ خلدِ بریں کی مثل ہے
ذرّہٗ خاکِ او عبیر سرشت	**قطرہٗ آب او چو ماءِ مَعین**
آپکے روضہ کی مٹی کا ہر ذرہ عبیر میں بسا ہوا ہے	اوراسکے پانی کا قطرہ شفاف پانی کے مثل ہے
جانشینِ معین خواجہ حسینؒ	**بہرِ نقاشی او بکفت چنیں**
معین الدین چشتیؒ کے جانشین خواجہ حسینؒ ہیں	جنہوں نے اس کی نقاشی کے لئے یوں کہا ہے
کہ شود رنگ تازہ کہنہ زِ نو	**قبّہٗ خواجہٗ معین الدیں**
	۹۸۷ء

کہ پرانے سے نیا رنگ ہوتا ہے خواجہ معین الدین چشتیؒ کے گنبد کا

کہتے ہیں کہ چند سال قبل جدید نقش و نگار کئے گئے تھے اس میں مذکورہ اشعار مٹا دئے گئے۔ البتہ مذکورہ بالا اشعار کے ثبوتِ نظر کے لئے ''احسن السیر'' مؤلفہ منشی اکبر جہاں کا نسخہ گواہِ عدل ہے کہ معزز مؤلف نے مذکورہ اشعار بچشمِ خود دیکھ کر مذکورہ نسخہ میں درج کئے تھے۔

مشرقی جانب قبہ شریف کی دیوار سے ملا ہوا خوش نما و خوش وضع دالان (بیگمی دالان) ہے جسے جہاں آرا بیگم بنت شاہجہاں نے بنوایا ہے۔ دالان کا فرش رنگا رنگ پتھروں کا ہے تو دیوار و در کا سنگِ مرمر نہایت درجہ عمدہ و پاک و صاف ہے۔ اور اسکی بانی جمیلہ وعفیفہ تھی جو محتاجِ بیان نہیں ہے۔ وہ صاحبِ تصنیف تھی۔ حضرت خواجہ بزرگ معین الاولیاء کے ذکر میں ''مونس الارواح'' جمع کی اور آخر میں اپنے ولولۂ محبت اور سچی عقیدت کو بڑی تفصیل سی تحریر کیا اور اپنی نسبت کو روحانیت میں خواجہ معین الاولیاء سے قرار دیا اور خواجہ حسین بن حضرت خواجہ معین الدین رابع نبیرہ حضرت خواجہ معین الاولیاء کی بیعت سے مشرف ہوئی۔

دکن کی طرف روضہ شریف کی دیوار سے متصل مشرقی جانب حضرت بی بی حافظہ جمال بنت خواجہ معین الاولیاء کا قبّہ ہے اسی کے پاس حضرت محترمہ کے صاحبزادوں کی قبریں ہیں جو ایامِ طفلی میں وفات پاگئے۔

دکن کی جانب قبہ شریف کی دیوار سے ملا ہوا ایک چھوٹا گنبد حور النساء بیگم بنت شاہجہاں بادشاہ کا ہے۔ جو عوامی زبان میں چمنی بیگم سے شہرت رکھتی ہیں۔

خواجہ بزرگ معین الاولیاء کی دونوں بیویوں کے مزارات قبہ شریف کے اندر

باب چہارم

در تذکرہ آستانِ عالی و بنائے دار الخیر اجمیر و تعمیرات بزرگ و قدیم

ملک راجپوتانہ از اقلیم دوم، و خطہ اجمیر نافِ راجپوتانہ معروف و مشہور است۔ در آغاز آبادئے اجمیر باسماءِ مختلف موسوم بود۔ جے میرو جے درگ و آدمیر و آجیا نگر و جلو پور۔ بائی اجمیر اجے پال بودہ است کہ چوپانی گوسفنداں می کرد۔ و ابتدأ جائے کہ طرح تعمیر اختیار کردہ بودند۔ درہ کوہ است کہ بہ نال اجے پال شہرت دارد۔ بعد آں بعہد راجگان ہندو نژاد در دامن کوہ بٹھلی آبادیِ شہر استقرار یافت

اما در ینولا جائے کہ آبادی شہرست بعد تعمیر و تدبیر روضۂ منورہ حضرت خواجہ بزرگ معین الاولیاء توقیر و تزئین یافتہ و یوماً فیوماً مترقی گشت۔ بالخصوص دیوار شہر و بازار و دروازہائے رفیع الشان و کاخ شاہی و ایوان و اطاق امراء و اعیان سلطنت در اندک زمان بطراز دلفریب و اطوارِ مطبوع بحکم اکبر شاہ بادشاہ دہلی درست و تیار و معمور و ہموار گشتہ بہ صفائی تازہ و رونق بے اندازہ محسود شیراز و بغداد گردیدند۔

والحال کہ زمانِ فرمانروائی و حکومت دولت برطانیہ است جلوۂ دگر بنظر می در آید۔ و تماشائے عمارتہائے عالی و منازل مصفا و شارع و باغ و باغیچہ دلکشا و کارخانہ جات کالسکہ بخار و راہِ آہن و منبع و مخزن آب و دیگر اسباب صنعت و حرفت کہ کارنامۂ طلسم حیرت باید گفت در دیدہ 15-1-2013 ان دقیقہ یاب خیرگی می آرد۔ و دل نظارگیان پاکیزہ نظر از جا می رُباید۔

صاحبِ اخبار الاخیار می فرماید کہ اولاً در ملک ہندوستان بر سرِ کوہے کہ دیوار بنا کردند کوہ بٹھلی بود کہ در زمانِ حال بہ قلعہ تاراگڈھ معروف است۔

ذکر آستانہ شریف

در ذکر بنائے آستانِ عالی، صاحبِ اخبار الاخیار فرمودہ است کہ

دائیں بائیں حجروں میں جو مزار فیض آثار سے مشرقی جانب موجود ہیں اور تحقیق و پایۂ ثبوت کو پہنچ چکے ہیں۔

خواجہ غریب نواز کے قبۂ عالی سے متصل شمالی جانب ایک مسجد ہے جو مسجد جہانگیری کے نام سے مشہور ہے۔ یہ بات تحقیق شدہ ہے کہ جس زمانے میں بت پرست حملہ آور ہو کر اجمیر پر قابض ہو گئے تھے سلطان مانڈو نے دلیرانہ حملہ کر کے اسلام کی بنیاد مستحکم کی۔ یہی مسجد تھی جو تعمیر کی گئی تھی۔ شاید بادشاہ جہانگیر نے بھی ترمیم وتجدید کی ہوگی۔ اسی جگہ سفید صندل بھی پیسا جاتا ہے اسی وجہ سے صندل خانہ کے نام سے بھی مشہور ہے۔

مسجدِ مذکور کے درمیانی حصہ کے بالمقابل مسجد کے صحن کے پاس مشرقی جانب سفید پتھر کا ایک چھوٹا احاطہ موجود ہے۔ احاطہ کے اندر کھلی جگہ میں حضرت شیخ تاج الدین بایزید بزرگ اور انکی ازواج ورشتہ داروں کے سفید پتھر کے مقدس و پاکیزہ مزارات ہیں۔

صندل خانہ مسجد کی دیوار سے متصل شمالی جانب حضرت رفیع الدین بایزید خُرد اور نیک بیویوں کے مزار موجود ہیں۔ قبروں پر چنبیلی کی شاخیں ایسی چھائی ہیں کہ اس کی شکل سبز نقاب کی صورت سے پوری مشابہت رکھتی ہے۔

حضرت بی بی حافظہ جمال کی قبر کے پائینتی کی طرف دہلیز کے دروازے کے صحن کے پہلو میں سنگ سفید کا ایک مجر ہے جس میں حضرت خواجہ معین الدین خُرد اور حضرت خواجہ قیام الدین ببر بال ہٹیلا باگھ کے مزار فیض آثار مرجعِ انام وزیارت گاہِ عوام ہیں۔

نیز دکن کی جانب قبہ (حضرت خواجہ غریب نواز) کے پائینتی کی سمت سفید پتھر کا احاطہ ہے۔ جسے احاطۂ نور کہتے ہیں۔ جس میں دو دروازے ہیں۔ ایک جنوبی سمت ہے جو پا انداز (پائینتی) دروازے کے نام سے موسوم ہے۔ دوسرے کو جو مغربی جانب ہے ملی دروازہ اور جنتی دروازہ کہتے ہیں۔

پائینتی دروازے کے سامنے سفید پتھر کا ایک وسیع صحن موجود ہے۔ املی اور مولسری کے پیڑ، جن کے پھول بے انتہا لطیف اور خوشبودار ہوتے ہیں صحن کی فضا میں بطور سائبان فیض رساں ہیں۔

صحنِ مذکور کے ختم پر دکنی سمت سنگِ سفید کا بلند دالان نہایت عمدہ و دلکش ہے اور دالانِ کرناٹک کے نام سے مشہور ہے۔ اس کی تعمیر رئیس کرناٹک کے حسنِ عقیدت کو ظاہر کرتی ہے۔

مخدوم شیخ حسین ناگوری کہ ولی کامل و مرتاض عہد و ممتاز عصر بود، بچند واسطہ سلسلہ نسب پاکش بحضرت خواجہ حمید الدین معروف بہ سلطان التارکین ناگوری منتہی می شود۔ در آں زمان کہ دور طوائف الملوکی بود واز غلبۂ پیکر پرستاں در نواحی دار الخیر اجمیر مداہنت وسستیِ اسلام دست داد۔ وکفر غالب شدہ۔ سالہا در حفاظت ومجاورت قبر شریف حضرت خواجہ معین الاولیاء گزرانید واکتساب فلاح حال و مآل بدست آورد۔ واز زر کثیر کہ سلطان مانڈو برسم ہدایا وفتوح بااورسانیدہ بود، قبۂ عالی تعمیر کرد کہ ہنوز بر مزار یادگاراست۔ وایں ہمہ معمورہ کہ برسرِ مزار دیدہ می شود، در سال ہشت صد و پنجاہ ونہ باختتام رسیدہ بود۔ وبعد آں قمقمہ طلاء ومشبک نقرہ وپنجرۂ چوبیں کہ بہ نقش ونگار صدف صادق دست نمودہ اند، بہر زمن وقرن مستزاد گردید۔

ودر زمانِ سلف کہ پنجرہ چوبیں ومشبک در گرد مزار شریف کہنہ وشکست خوردہ بود الحال برگردِ مزار حضرت خواجہ حسین اجمیری نبیرہ حضرت خواجہ معین الاولیاء موجود است۔ نقش ونگار طلاء کہ بر در و دیوار قبہ شریف بکار آوردہ اند نتیجہ اولو العزمی حضرت خواجہ حسین اجمیری است۔ کہ از ابیات منقوش ظاہر و باہر است۔

ابیات

خواجۂ خواجگاں معین الدینؒ — اشرفِ اولیائے روئے زمیں

در جمال و کمالِ او چہ سُخن — ایں مبیّن بود بحصن حصیں

مطلعے در صفات او گفتم — درعبارت بود چوں دُرِّ ثمیں

15-1-2013

اے درت قبلہ گاہِ اہلِ یقیں — بر درت مِہر و ماہ سودہ جبیں

خادمانِ درت ہمہ رضواں — در صفا روضہ ات چو خلدِ بریں

جوشاہ عالم بادشاہ سے امیر الہند کے خطاب سے سرفراز ہوئے تھے۔جیسا کہ دالان پر کندہ کئے ہوئے اشعار وقطعات سے ثابت ہوتا ہے۔**ابیات**

در حضورِ خواجۂ ہر دو جہاں — آں معین الدیں شہِ شاہنشہاں
خواجۂ دو جہاں کے حضور میں — وہ معین الدین جو بادشاہوں کے بادشاہ ہیں

چوں امیر الہند کانِ عدل و داد — بحرِ جود و آسمانِ اعتقاد
جیسا کہ امیر الہند جو عدل وانصاف کی کان ہیں — سخاوت کا سمندر اور عقیدت کا آسمان ہیں

یعنی آں نوابِ والا مرتبت — نامِ والا جاہ ، عالی منزلت
یعنی وہ بلند مرتبہ نواب ہیں — جنکا نام والا جاہ ہے اور جو بلند مرتبہ ہیں

کامرانِ ملکِ کرناٹک بود — بندۂ خاصِ خدا بیشک بود
جو کرناٹک کی سرزمین کے حکمراں ہیں — اور جو بے شک خدا کے خاص بندے ہیں

از خلوص نیت و صدقِ عفیف — بر نہادہ کرسی جائے لطیف
(نواب صاحب نے) خلوصِ نیت اور پاکیزہ سچائی سے — دلکش اور شاندار عمارت کی بنیاد رکھی ہے

تا بیاسایند مردم اندریں — موجبِ برکات باشد بالیقیں
تاکہ لوگ اس میں آرام پائیں — جو یقینا برکتوں کا سبب ہوگا

سالِ تعمیرش ز دل کردم طلب — وجد در خود کرد دل ، وا کرد لب
اس کی تعمیر کا سال میں نے دل سے دریافت کیا — دل نے خود ہی وجد میں آتے ہوئے لب کھولکر کہا

سالِ تاریخش بجو در ایں دعا — باد دائم قائم ایں فرّخ بِنا
۱۲۰۷
اس دعا میں اس کی تعمیر کی تاریخ تلاش کرو — یہ مبارک عمارت دائم و قائم رہے

از جلوسِ شاہ پنج و سی طلب
بادشاہ کی تخت نشینی کے ۳۵ سال بعد

شد مرتب در مہِ پاکِ رجب
یہ (عمارت) رجب کے مبارک مہینہ میں مکمل ہوگئی

دالان کرناٹک کے پیچھے جھالرہ کا پشتہ ہے اور جنوب مشرق گوشہ میں میر شاہ قلی خاں کا مقبرہ ہے جو مشہور امیروں میں سے تھا۔اور اجمیر کی صوبہ داری اس سے متعلق تھی۔

ذرّۂ خاکِ او عبیر سرشت　　قطرۂ آب او چو ماءِ مَعین

جانشینِ معین خواجہ حسینؔ　　بہرِ نقاشی او بگفت چنیں

کہ شود رنگ تازہ کہنہ زِ نو　　قبّۂ خواجۂ معین الدیں
۹۸۷ء

گویند کہ پیش از چند سال کہ تجدید نقش ونگار کردہ بودند در ابیات مذکور تحریف نمودہ۔ امّا بنظر ثبوت ابیات مذکورہ بالا نسخہ احسن السیر مولفہ منشی اکبر جہاں گواہ عدل است۔ کہ مولف معزا بیات مذکور بچشم خود دیدہ و درج نسخۂ مسطورہ نمودہ بود۔

جانبِ شرق، ملصق بدیوار قبہ شریف دالان خوشنما و خوش طرح ساختہ جہان آرا بیگم بنت شاہجہاں است۔ فرشِ دالان از سنگِ بوقلموں، و دیوار و دراز سنگِ مرمر بدرجہ غایت لطیف و منزہ تر است۔ و بائ آں جمیلہ عفیفہ بود کہ محتاج شرح و بیان نیست۔ او صاحبِ تصنیف بودہ است۔ مونس الارواح در ذکر حضرت خواجہ بزرگ معین الاولیاء جمع نمودہ و بکمال شوق در آخر آں ولولہ محبت و صدق ارادت خود بشرح و بسط در ضبط تحریر آوردہ و نسبت خود بروحانیت حضرت خواجہ معین الاولیاء قرار دادہ و بشرف بیعت خواجہ حسین بن حضرت خواجہ معین الدین رابع نبیرہ حضرت خواجہ معین الاولیاء مشرف بود۔

وبسمت دکن پیوستہ بدیوار روضہ شریف جانبِ شرق قبہ حضرت بی بی حافظہ جمال دختر حضرت خواجہ معین الاولیاء است۔ و پیش آں قبور صاحبزادگان حضرت محترمہ موجود کہ در زمانِ طفلی وفات یافتہ بودند۔

و نیز بصوب دکن ملحق بہ دیوار قبہ شریف گنبد خورد حور النساء بیگم بنت شاہجہاں بادشاہ است کہ بزبانِ عوام بنام چمنی بیگم شہرت دارد۔

و مزارات ہر دو اہلیہ حضرت خواجہ بزرگ معین الاولیاء اندرون قبہ شریف حجرہائے یمین و یسار کہ باختر سوے از مزار فیض آثار نمودار اند بہ تحقیق و پایہ

دالان کرناٹک کے پہلو میں مغربی سمت جھالرہ کے پشتہ کے اوپر حضرت خواجہ ضیاء الدین ابوسعید بن خواجۂ بزرگ معین الاولیاء کا مزار ہے۔ اور اس مزار کے پائینتی میں سید حسین خنگ سوار کے چچا سید وجیہ الدین مشہدی کے فرزندِ دلبند کا مزار ہے۔

گنبدِ عالی (حضور غریب نواز) اور جنتی دروازے کی مغربی جانب مسجد شاہجہانی ہے۔ نہایت عظیم الشان، مضبوط بنیاد والی، وسیع سائبان والی ہے۔ جو ہندوستان میں اپنی نظیر نہیں رکھتی۔ صحن، کرسی، چھت ستون سب میں خالص سنگِ مرمر اور نایاب پتھر لگے ہیں۔ ستونوں کی مضبوطی آئین وارکانِ اسلام کی مضبوطی پر مستحکم دلیل ہے۔ محرابوں کا خم اربابِ نیاز کے رکوع وسجود و نماز پر گواہِ عدل ودلیلِ قاطع ہے۔ چھت کی بلندی وقف کرنے والے کے بلند مرتبہ اور خیرات و پاکیزگی کی نشانی ہے۔ منبر کا پایہ جو درمیانی محراب کے پاس بنایا گیا ہے یقیناً وہ حقیقت کا پُل ہے اور عالمِ اسفل کی پستیوں سے یقین کی بلندیوں بلکہ حق الیقین کی معراج تک پہنچا دیتا ہے۔ اس کے علاوہ چاندنی رات میں جب کہ انجم و ماہتاب کی شعائیں اور شمع و چراغ کی زبان فرش کے پتھروں کی چمک دمک کے مقابل و معارض ہوتی ہیں تو رات کو روشن کرنے والے جگنو کا نظارہ اور مختلف نہروں والے ساحل پر چراغوں کا منظر یاد آ جاتا ہے۔ گویا کہ انوار کا سمندر تجلیات کی موجوں سے ٹکراتا ہے۔

سبحان اللہ تعالیٰ شانہٗ ہر پتھر صفائی اور پاکیزگی میں مومن کے دل کی طرح عیب، برائی اور داغ و سیاہی سے خالی اور ظاہر و باطن میں صوفیوں کے طور وطریق کی طرح صاف اور پاکیزہ ہے گویا کہ پتھر کے ہر تختہ نے ذکر سے دلی واقفیت، اجتہاد و اکتساب کیا ہے۔ اور معرفت کے مرتبہ تک پہنچا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ چراغ کی روشنی اسکے سامنے پتھر کے تختہ کی پشت پر ہو بہو و مِن وعَن محسوس و معلوم ہوتی ہے۔ **بیت**

زہے صفاءِ عمارت کہ در تماشایش | نگاہ باز نگردید از در و دیوار

کیا خوب عمارت کی صفائی ہے کہ اس کے نظارہ میں | نگاہ در و دیوار سے ہٹتی ہی نہیں ہے

کلیم ہمدانی نے مسجد کی تکمیل پر ایک قصیدہ لکھا تھا اس میں سے چند اشعار تحریر کئے جارہے ہیں۔

ابیات

ثبوت رسیدہ۔

وجانبِ شمال پیوستہ بدیوار قبۂ عالی مسجد است کہ بہ مسجد جہانگیری اشتہار دارد۔ اما متحقق است کہ دراں زمان کہ پیکر پرستان تاختت آوردہ براجمیر متصرف شدہ بودند۔ وسلطان مانڈو حملہ دلیرانہ بکار آوردہ بنائے اسلام مستحکم کرد۔ ہمیں مسجد است کہ تعمیر کردہ بود۔ شاید کہ بادشاہ جہانگیر ہم چیزے ترمیم وتجدید کردہ باشد۔ درینولا ہمونجا صندل سفید می سایندواز یں جہت بہ صندل خانہ معروف است۔

وپیش صحن مسجد بہ محاذ وسطِ مسجد مذکور احاطۂ کوچک از سنگِ سفید جانب شرق نمودار است کہ درون احاطہ وفضائے آں مرقد ہائے مطہر مقدس حضرت شیخ تاج الدین بایزید بزرگ واز واج واقربائے آں از سنگِ سفید مصلا دارند۔

ومتصل بدیوار صندل خانہ سمت شمال مزار حضرت رفیع الدین بایزید خُرد ومستورات صالحات متحقق است۔ وبرسر قبور شاخہائے یاسمن آنچناں ہجوم آوردہ کہ فضائے آں بصورت نقاب سبز مشابہت گُلّی دارد۔

وجانب پائیں قبر حضرت بی بی حافظہ جمال در پہلوئے دروازہ پا انداز مجر است از سنگِ سفید کہ درونِ آں مزار فیض آثار حضرت خواجہ معین الدین خُرد و حضرت خواجہ قیام الدین ببر بال ہٹیلا باگھ مرجع انام وزیارت گاہِ عوام است۔

ونیز جانب پائیں قبۂ عالی احاطہ از سنگِ سفید است کہ اورا احاطہ نور گویند۔ معمور است بدو دروازہ۔ یکے کہ بسمت جنوب است، پا انداز دروازہ نام دارد۔ ودیگرے کہ بسوئے مغرب 15-1-2013 بہ دروازہ وبہشتی دروازہ۔

وپیش دروازہ پا انداز صحن وسیع از سنگِ سفید نمودار است۔ واشجار تمر ہندی و مولسری کہ گلِ آں در اقصیٰ الغایت لطیف وخوشبو باشد در فضائے صحن بقدر سائبان فائدہ می رساند۔

وبرخط انتہائے صحنِ مذکور سمت دکن دالانِ رفیع کہ از سنگِ سفید است بغایت مطبوع ودلکش۔ وبہ دالان کرناٹک معروف بنائے آں برحسن عقیدت رئیس کرناٹک کہ از شاہ عالم بادشاہ بخطاب امیر الہند ممتاز بود دال است۔ چنانکہ از

دادِ من را حرمت و اجمیر را فیضِ قدم | سرنوشتِ ساکنانش نیست جز حظ اماں
مجھ کو عزت دی، اجمیر کو اپنے قدموں سے فیضیاب کیا | اسکے رہنے والوں کی قسمت میں لطف اماں کے سوا کچھ نہیں
زیں محلِّ فیض ہر حاجت کہ چوں خواہی بخواہ | می تواں صد دستۂ گلبست از یک گلستاں
اس فیض کے مقام سے جو حاجت چاہے مانگ لے | ایک باغ سے سو گلدستے بنائے جا سکتے ہیں۔
مسجدے کانِ کعبہ ثانیست تاریخش بود | کعبۂ حاجاتِ دنیا مسجدِ شاہِ جہاں

۱۰۴۷ھ

ایسی مسجد جو کانِ کعبۂ ثانی ہے اسکی تاریخ یہ ہوئی | دنیا کی حاجتوں کا کعبہ شاہجہاں کی مسجد ہے

دوسرا مادّۂ تاریخ یہ ہے

قبلۂ اہلِ زماں شد مسجدِ شاہجہاں

۱۰۴۷ھ

اہلِ زمانہ کے لئے مسجدِ شاہجہاں قبلہ ہوگئی

مسجد کے دروازوں کی پیشانی پر جو اشعار لکھے ہیں اس سے بھی اشعارِ ذیل بطور منتخب لئے گئے ہیں۔

ابیات

بہ فرمودۂ سایۂ کردگار | چو کرد ایں بنا را قضا اُستوار
بادشاہ کے حکم کی تعمیل میں | جب مقدر نے اس عمارت کو تعمیر کیا
نوشتند تاریخش اہلِ یقیں | بنائے شہنشاہِ روئے زمیں

۱۰۴۷

اہلِ ایمان و یقین نے اس کی تاریخ لکھی | روئے زمین کے شہنشاہ کی عمارت

مسجد شاہجہانی کے پیچھے حضرت خواجہ حسین اجمیری کا مقبرہ ہے اور اس کے اطراف صاحبِ سجادہ کے خاندان کا مدفن معین و مقرر ہے۔ حضرت خواجہ حسین کے قبہ کی تعمیر بے کم و کاست حضرت خواجہ بزرگ معین الاولیاء کے قبہ کے مانند ہے۔ البتہ اس قدر زیبائش ونقش و نگار نہیں ہیں۔ قبہ کا بانی شاہجہاں بادشاہ تھا۔ مسجد شاہجہانی کی تعمیر کے زمانے میں قبۂ مذکورہ بھی ۱۰۴۷ھ میں مکمل ہوا تھا۔ قبہ شریف میں پتھر کی تختی پر قطعۂ تاریخ نقش ہے۔ **قطعہ**

شد از توجہ ہادی و مرشدی و معین | بنائے مقبرہ با صفائے خواجہ حسین
میرے ہادی و مرشد معین الدین چشتی کی توجہ سے | خواجہ حسین کا مقدس مقبرہ بنایا گیا

قطعات وابیات کہ برروئے دالان کندیدہ اند متحقق می شود۔ابیات

در حضورِ خواجۂ ہر دو جہاں   آں معین الدیں شہِ شاہنشہاں

چوں امیر الہند کانِ عدل و داد   بحرِ جود و آسمانِ اعتقاد

یعنی آں نوابِ والا مرتبت   نامِ والا جاہ ، عالی منزلت

کامرانِ ملکِ کرناٹک بود   بندۂ خاصِ خدا بیشک بود

از خلوص نیت وصدقِ عفیف   بر نہادہ کرسی جائے لطیف

تا بیاسایند مردم اندریں   موجبِ برکات باشد بالیقیں

سالِ تعمیرش ز دل کردم طلب   وجد درخود کرد دل ، وا کرد لب

سالِ تاریخش بجو در ایں دعا   باد دائم قائم ایں فرخ بنا

۱۲۰۷

از جلوسِ شاہ پنج و سی طلب
15-1-2013

شد مرتب در مہِ پاکِ رجب

وپس پشت دالان کرناٹک پشتہ حوض جھالرہ۔ودر گوشۂ جنوب ومشرق مقبرہ میر شاہ قلی خان است کہ از امرائے نامدار بود۔وصوبہ داری اجمیر بأو تعلق داشت۔

و در پہلوئے دالانِ کرناٹک بسمت مغرب بر فراز پشتۂ حوض

شہنشاہِ دوسرا خواجہ معین الدین　　بلفظ مغز شدہ سالِ خاتمیت ایں
۱۰۴۷ھ

دو جہاں کے بادشاہ خواجہ معین الدین ہیں　　قبہ کی تکمیل کا سال لفظ ''مغز'' سے برآمد ہوتا ہے

قبۂ مذکور کے پسِ پشت جھالرہ حوض کے پشتہ پر اچھے نقش ونگار والی خوبصورت ودلکش سنگِ سفید کی ایک عمارت ہے جو خواجہ حسین اجمیری نبیرہ وسجادہ نشین خواجہ بزرگ معین الاولیاء کے چچازاد بھائی حضرت شیخ علاء الدین کی تعمیر کردہ ہے۔ جو انکے زمانہ میں دیوان خانہ کے نام سے مشہور تھی۔ اور انکی وفات کے بعد انکا مدفن وآرامگاہ بنی۔ چونکہ اس میں سولہ ستون ہیں اسلئے عوام کی زبان میں سولہ تھمبا کے نام سے مشہور ہے۔ تعمیر کے سال کی تاریخ مشرق رویہ محراب پر نقش کی ہوئی اس طرح ہے۔

قطعہ

بنائے مقبرہ بنہاد شیخ علاء الدین　　کہ باد عاقبتِ او بخیر ارزانی

مقبرہ کی بنیاد شیخ علاء الدین نے رکھی　　کہ ان کا خاتمہ بالخیر ہو

جوارِ مرقدِ آں شاہباز عرش نشیں　　کہ زیرِ سپہرِ او بیضۂ مسلمانی

اس عرش نشین شہباز (غریب نوازؒ) کے پڑوس میں　　جنکے زیرِ سایہ اسلامی نور ہے

چو کار در پے اتمامِ سال رفت خرد　　بگفت روضۂ مزیب بخواں بآسانی
۱۰۷۰ھ

جب اسکی تکمیل کے سال کی فکر ہوئی تو عقل نے　　کہا کہ آسانی سے ''روضہ کا زیب دینے والا'' کہو

لنگر خانہ ومطبخ کی مشرقی سمت ایک وسیع ومضبوط عمارت آستانۂ عالیہ کے ملازمین سے متعلق ہے۔ جو فی الحال دفتر تولیتِ اوقاف سے تعلق رکھتی ہے۔ لیکن جس زمانے میں کہ سلطان محمود خلجی نے اجمیر کے اطراف میں اسلام کا جھنڈا بلند کیا، اور کفر کے اندھیرے کو دور کیا۔ حضرت تاج الدین بایزید بزرگ سلطان کے حکم سے مسلمانوں کی تدریس وتلقین میں مشغول رہتے تھے۔ شیخ احمد مجد شیبانی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے بزرگانِ دین انکے شاگرد تھے۔ مقامِ مذکور صالحین وفقرا کی قیامگاہ کے لئے معیّن ومخصوص تھا۔

اور خانقاہ کے پہلو میں جس جگہ اکبری مسجد ہے وہاں شیخ بایزید کا مسکن تھا۔ اور نقار خانے کے صحن میں معزز شیخ کے خدمت گذار رہتے تھے۔ اور صحن چراغ کے اطراف حجروں میں طلبا سکونت پذیر تھے۔ اور جماعت خانہ کہ جس جگہ اب نواب

جھالرہ مرقدِ پاک خواجہ ضیاء الدین ابوسعید بن خواجہ بزرگ معین الاولیاء۔ ودر پائین آں مزار فرزند دلبند سید وجیہ الدین مشہدی عم سید حسین خنگ سوار است۔

مسجد شاہجہانی بسمت مغرب از قبہ عالی و دروازۂ بہشتی واقع است۔

زہے شانِ رفیع و پایۂ منیع وصفۂ وسیع کہ در اقصائے ہند نظیر خود ندارد۔ از صحن و کرسی و سقف وستون و در ہمہ مرمر ناب وسنگِ نایاب است۔ استحکامِ ستون ہا بر استقامت آئین وارکان دین اسلام برہانِ ساطع۔ وخم محرابہا بر اقامتِ صلوٰۃ و رکوع و سجودِ اربابِ نیاز گواہِ عدل و دلیلِ قاطع۔ رفعت وفراز سقف آیت است از علو پایۂ واقف خیرات ومبرات وقف۔ و پایہ منبر کہ در پہلوئے محراب وسط بنا کردہ اند۔ الحق قنطرہ الحقیقہ است کہ از حضیض عالمِ اسفل بہ اوجِ یقین ومعراج حق الیقین می رساند۔ غیر ایں ہمہ در شب ماہ کہ شعاعِ انجم و ماہتاب وزمانہ زبان شمع و چراغ بہ جلا وضیائے سنگِ فرش معارض ومقابل می شود، نظارۂ کرمک شب تاب وتماشائے چراغان ساحل جوئبار یاد می دہد۔ گوئی کہ قلزم انوار امواجِ تجلیات برمی زند۔

سبحان اللہ تعالیٰ شانہٗ کہ ہر تختۂ سنگ در صفا وجلا ہمچوں قلبِ مومن از عیوب و قبوح داغ وسواد مطلقاً معرّا، و در ظاہر و باطن مثل مشربِ صوفیان صاف طینت منزہ ومصفا۔ گویا ہر تختۂ سنگ از ذکر وقوف قلبی اجتہاد واکتساب نمودہ است۔ و بمرتبۂ معرفت رسیدہ۔ واز یں جہت است کہ روشنی چراغ پیشِ او پس پشت تختہ سنگ ہو بہو من وعن محسوس ومعلوم می شود۔ بیت

زہے صفاءِ عمارت کہ در تماشایش   نگاہ باز نگردید از در و دیوار

کلیم ہمدانی کہ قصیدہ در باب اتمام مسجد نوشتہ بود۔ از وابیات چند ثبت نمودہ شد۔

ابیات

دادمن را حرمت واجمیر را فیضِ قدم   سرنوشتِ ساکنانش نیست جز حظ اماں

سر آسمان جاہ کا سماع خانہ تعمیر کیا گیا ہے مدرسہ کی عمارت تھی۔ اور حضرت شیخ بڑی شان سے تعلیم دیتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اس جگہ طلباء و علماء کی جماعت تعلیم حاصل کرتی ہے۔ مقامِ مذکور اب بھی جماعت خانہ کے نام سے معروف و مشہور ہے۔

آستانہ عالیہ کی چار دیواری کے باہر مشرقی جانب چھتری دروازہ سے متصل ایک مقام ہے کہ عوام کی زبان پر بادشاہی محل کے نام سے شہرت رکھتا ہے، یہ وہ جگہ ہے جس کے پہلو میں شیخ دانیال کا گھر تھا۔ وہ ملکِ پورب کے تھے۔ حضرت حامد کے مرید تھے۔ جنکا سلسلہ شیخ اخی سراج کے واسطے سے سلطان المشائخ نظام الاولیاء تک پہنچتا ہے۔ اور چونکہ شیخ دانیال کو حضرت خواجہ بزرگ معین الاولیاء کی روحانیت سے خاص ارادت و نسبت تھی۔ ایک لمبی مدت آستانۂ عالیہ (حضور غریب نواز) کی مجاورت میں گذار دی۔ اور آستانۂ عالیہ کے قریب سکونت پذیر رہے۔ جیسا کہ انکے کہے ہوئے ہندی اشعار سے واضح ہوتا ہے۔

ابیات

جگ جگ عمر جو حضرت خواجے   حضرت رسول کریم نواجے

دعا ہے کہ حضرت خواجہ کی عمر دراز ہو   حضرت رسولِ کریم ﷺ انھیں نوازیں

دانیال جو پرگھٹ کنیاں   حضرت خواجہ خضر ہست دنیا

اے دانیال یہ حقیقت آشکار کردو   کہ حضرت خواجہ دنیا کے خضر ہیں

اور جس زمانے میں دہلی کا بادشاہ اکبر تخت نشینی کے سترھویں سال اجمیر آیا۔ اس کی بیویوں میں سے ایک کا تولیدِ حمل کا وقت قریب آ گیا تھا۔ اور وہ نقل و حرکت کے قابل نہیں تھیں۔ لہٰذا خیر و برکت کے حصول کے لئے شیخ دانیال کے گھر میں جو عبادت گذاروں میں معزز اور روضۂ شریف اور بقعۂ منیف کے متوسل تھے رکھا گیا تھا۔ اور چونکہ شہزادہ کی پیدائش شیخ دانیال کے گھر میں ہوئی اس لئے شہزادے کو شیخ دانیال کے ہم نام کر دیا گیا اور شیخ دانیال کا گھر چونکہ حرمِ شاہی کے ملازمین کے لئے کافی نہیں تھا۔ تھوڑی مدت میں ایک نیا محل شیخ کے گھر کے برابر بنایا گیا۔

کہتے ہیں کہ ملکہ وضعِ حمل اور ضروری آرام کے بعد جب راجدھانی لوٹ گئی تو

زیں محلِ فیض ہر حاجت کہ چوں خواہی بخواہ   می تواں صد دستۂ گلبست از یک گلستاں

مسجدے کانِ کعبہ ثانیست تاریخش   کعبۂ حاجاتِ دنیا مسجدِ شاہِ جہاں بود

۱۰۴۷ھ

و نیز دیگر مادۂ تاریخ اینست ے

قبلۂ اہلِ زماں شد مسجدِ شاہجہاں

۱۰۴۷ھ

و ابیات کہ برسرِ پیشانی درہائے مسجد نوشتہ اند۔ از وہم اشعارِ ذیل بطریق انتخاب گرفتہ شد۔

ابیات

بہ فرمودۂ سایۂ کردگار   چو کرد ایں بنا را قضا اُستوار

نوشتند تاریخش اہلِ یقیں   بنائے شہنشاہِ روئے زمیں

۱۰۴۷

عقب مسجد شاہجہانی مقبرہ حضرت خواجہ حسین اجمیری۔ و درحوالی آں مدفن خاندان صاحب سجادہ معین و مقرر است۔ تعمیر قبہ حضرت خواجہ حسین بے کم و کاست مانند قبہ حضرت خواجہ بزرگ معین الاولیاء است۔ اما آں قدر زیبائش و نگارش ندارد۔ بانیٔ قبہ شاہجہاں بادشاہ بود کہ در زمان تعمیر مسجد شاہجہانی قبۂ مذکور ہم در سال یک ہزار و چہل و ہفت باتمام رسیدہ بود۔ برسرلوح سنگ در قبہ شریف قطعہ تاریخ منقوش است۔

قطعہ

شد از توجہ ہادیِ و مرشدے و معین   بنائے مقبرہ با صفائے خواجہ حسین

مذکورہ محل انعام کے طور پر شیخ دانیال کو دے دیا گیا۔ جب تک معزز شیخ باحیات رہے انکے قبضے و تصرف میں رہا۔ شیخِ مذکور کے انتقال کے بعد گھر اور محل پر مجاور قابض ہو گئے۔

لیکن مؤلف کے خیال میں مجاوروں کا قبضہ کرنا اس وجہ سے تھا کہ شیخ کی وفات کے بعد انکے وارثین میں سے دارالخیر اجمیر میں کوئی نہ تھا۔ اور وہ تجرد کی حالت میں انتقال کر گئے تھے۔ ان کا وطن ملکِ اودھ ہونا ثابت ہے۔ لہٰذا مجاوروں کی جماعت کے بزرگ لوگ جو ملکِ اودھ کے زائرین سے تعلق رکھتے تھے اس خیال سے کہ اگر کوئی شخص شیخ کے ورثہ میں سے ظاہر ہوگا شیخ کا ترکہ اس کو لوٹا دیں گے۔ شیخ کے گھر، محل اور ساز و سامان پر قابض و متصرف ہو گئے۔ اب تک شیخ کے گھر اور شاہی محل کے نشان باقی ہیں۔

شیخ دانیال کا اجمیر میں رہنا ان اشعار کے سبب سے جو اوپر تحریر ہوئے بڑی اچھی طرح ظاہر و واضح ہے۔ شیخ کی حیات و انتقال اور شہزادہ دانیال کی پیدائش کے سنوں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ نو بادۂ گلشنِ اقبال شہزادۂ دانیال کی پیدائش سے چودہ ۱۴ سال بعد تک شیخ دانیال زندہ رہے کیونکہ شہزادہ کی ولادت کا سال نو سو اسی ۹۸۰ھ اور شیخ کی وفات کا سال نو سو چورانوے ۹۹۴ھ لکھا ہے۔ شہزادہ کی ولادت کی تصدیق طبقاتِ اکبری و اکبر نامہ سے ہوتی ہے اور شیخ دانیال کے احوال کی تفصیل ''معارج الولایت'' و ''خزینۃ الاصفیاء'' میں موجود ہے۔

بعض مجاور جو اپنے آباء و اجداد کا نسب حضرت شیخ سے منسوب کرتے ہیں نامناسب بات ہے۔ یہ بات ٹھیک نہیں ہے۔ صاحبِ ''طبقات اکبری'' اور ''اکبر نامہ'' کے اوراق کو جمع کرنے والے نے شیخ دانیال کو درویشوں اور عبادت گذاروں میں لکھا ہے نہ کہ مقدس آستانہ کے مجاوروں کی جماعت سے۔ اور اگر ثواب و عقیدت کے حصول کی وجہ سے شیخ دانیال کو لفظ مجاورت سے یاد کریں تو بہت زیادہ تعجب کی بات نہیں۔ اس لئے کہ معزز شیخ نے لمبی عمر حضرت خواجہ بزرگ معین الاولیاء کی نوازش و انعام کے سایہ میں بسر کی ہے۔ اور عبادت و اکتساب کے زمانے میں آستانۂ عالیہ کے جوار (پڑوس) میں قیام کیا۔ اور عرب کی زبان اور عجم کے محاوروں میں مجاور اس شخص کو

شہنشاہِ دوسرا خواجہ معین الدین　　بلفظ مغز شدہ سالِ خاتمیت ایں

۱۰۴۷ھ

وپس پشت قبہٗ مذکور بر پشتہ حوض جھالرہ مکان خوش طراز ومطبوع وزیبا از سنگ سفید معمرہٗ حضرت شیخ علاء الدین برادر عم زاد خواجہ حسین اجمیری نبیرہ وسجادہ نشین حضرت خواجہ بزرگ معین الاولیاء است کہ بزمانِ حیات او بہ دیوان خانہ شہرت داشت۔ وبعد وفات مدفن و مضجعِ او گردید۔ وازیں جہت کہ شانزدہ ستون دارد، بر زبانِ عوام بنام سولہ تھمبہ مشہور است۔ وتاریخ سالِ تعمیر برسرِ محراب شرق رویہ منقوش کردہ انداینست۔

قطعہ

بنائے مقبرہ بنہاد شیخ علاء الدین　　کہ باد عاقبتِ او بخیر ارزانی

جوارِ مرقدِ آں شاہباز عرش نشیں　　کہ زیرِ سپہرِ او بیضۂ مسلمانی

چو کار در پے اتمامِ سال رفت خرد　　بگفت روضۂ مزیب بخواں بآسانی

۱۰۷۰ھ

درسمت مشرق از منزل آش خانہ ومطبخ مکان وسیع وپائیدار متعلق بہ ملتزمان آستانِ عالی است کہ در زمانِ حال بدفتر تولیت اوقاف علاقہ دارد۔ اما درآں ایام کہ سلطان محمود خلج درنواحی مالوہ لوائے اسلام برافراشت وظلمت کُفراز میان برخاستہ بود۔ وحضرت تاج الدین بایزید بزرگ بحکم سلطان در تدریس و تلقین اہالی وموالی اسلام اشتغال می فرمود۔ وشیخ احمد مجد شیبانی رحمۃ اللہ علیہ، ودیگر بزرگانِ دین شاگردِ او بودند۔ مکانِ مذکور بجہت فرودگاہ صلحاء وفقرا معین ومخصوص۔

درینولا جائے کہ مسجد اکبر است در پہلوئے خانقاہ منزل سکونت شیخ بایزید بزرگ بود۔ ودر فضائے صحن نقار خانہ عملہ وفعلہ حضرت شیخ معز اللہ قیام داشتند۔ و

کہتے ہیں جو ہمسائیگی کی خصوصیت سے تعلق رکھتا ہو۔ اور یہ بات بہت ہی بری اور خراب ہے کہ صرف لفظ کے ہم جنس ہونے اور محاورت کے معنی ایک ہونے اور سوائے اس کے سلسلۂ نسب کے الگ ہونے کے باوجود مطابقت میں کوشش کریں اور اپنے لئے شیخ دانیال کی فرزندی کی نسبت ظاہر کریں۔ یقیناً اس بات کی تصدیق کے لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ''طبقاتِ اکبری'' اور ''اکبر نامہ'' سے شہزادہ دانیال کی ولادت کے تذکرہ کی عبارت لیکر اِن اوراق کا حصہ بنایا جائے۔ جیسا کہ ''طبقاتِ اکبری'' سولہویں سال جلوس کے واقعات میں ہے۔

''اور جب ولادت باسعادت شیخ دانیال کے گھر میں ہوگئی جو کہ شیخِ وقت اور صلاح و فلاح میں ممتاز تھے تو مبارک قدم، صاحبِ اقبال شہزادہ کا دانیال نام رکھا۔''

''اکبر نامہ'' کی منتخب عبارت۔

''دانیال نام کے روضہ شریف کی اشرف نسبت رکھنے والے اور مقدس مقام کے معزز عبادت گذار کہ صلاح وفلاح کا نور جنکی پیشانی سے چمکتا تھا ان کے گھر کو خالی کر کے اس جگہ رکھا گیا تھا۔''

آستانہ عالیہ کے دوسرے احاطہ میں جو کہ بیرونی احاطہ کے نام سے مشہور ہے۔ بڑے میدان کے بیچ میں ایک چھوٹا قبہ ہے جس کو صحن چراغ سے تعبیر کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ جلال الدین اکبر بادشاہ نے چتوڑ کی فتح کی غنیمت میں ایک بڑا چراغ لاکر قبۂ مذکور میں نصب کیا تھا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

قبۂ مذکور کے بالمقابل پانی جمع رکھنے کی جگہ ہے لوگ جسے پانی کی سبیل کہتے ہیں۔ سبیل کی دیوار کے نیچے شمالی جانب شیخ ملک فاروقی ادہمی کا مزار ہے۔ اور قبر پر لال رنگ کا تعویذ ابھی باقی ہے۔ سبیل کے صحن میں ایک بہت وسیع چبوترہ ہے۔ اور اسکے ختم پر حجرے اور لنگر خانہ واقع ہے۔

اور صحن چراغ کے مغربی جانب وسیع چبوترہ کے اوپر سماع خانہ بنا ہوا ہے جو نواب سر آسمان جاہ بہادر وزیر نظام دکن کے حسن عقیدت اور راسخ وابستگی کا نتیجہ ہے۔ خوش منظر، دلکش اور دل کشا مقام ہے

در حجرات پیرامون صحن چراغ طالبانِ علم قرار می گرفتند۔ و در جماعت خانہ کہ الحال بجائے آں سماع خانہ نواب سر آسمان جاہ معمور شدہ است۔ منزلِ مدرسہ بود۔ و حضرت شیخ بہ علوشان درس می گفت۔ و بہمیں وجہ کہ در آنجا جماعت طلبا و علما درس می گرفت منزل مذکور بہ جماعت خانہ ہنوز معروف و مشہور بودہ است۔

و بیرون حصن حصین آستانہ عالی جانب بہ شرق متصل بہ دروازہ چھتری مکانیست کہ بر زبانِ عوام محل بادشاہی شہرت دارد۔ و آں جائیست کہ در پہلوئے آں خانۂ شیخ دانیال بود۔ او از ملکِ پورب بودہ است۔ و مرید راجے حامد شدہ بود کہ سلسلۂ ایشاں بواسطہ شیخ اخی سراج بہ سلطان المشائخ نظام الاولیاء می رسد۔ و بجہت آنکہ شیخ دانیال را بروحانیت حضرت خواجہ بزرگ معین الاولیاء ارادت و نسبت خاص بود۔ تا مدت دراز بہ مجاورت آستانِ عالی گزرانید۔ و در جوار آستانۂ عالی سکونت داشت۔ چنانچہ از ابیاتِ ہندی کہ نتیجۂ مقالِ اوست بوضوح می پیوندد۔

ابیات

جگ جگ عمر جو حضرت خواجے
حضرت رسول کریم نواجے
دانیال جو پرگھٹ کنیاں
حضرت خواجہ خضر ہست دنیا

و دراں زمان کہ اکبر شاہ بادشاہ دہلی در سال ہفت دہم جلوس بہ اجمیر قدوم آورد۔ یکے از حرم محترم اورا، زمانِ ولادت و وقتِ انکشافِ صبحِ سعادت نزدیک رسیدہ بود۔ و تحمل نقل و حرکت نداشت۔ لہٰذا بنظر حصول خیر و برکت در خانۂ شیخ دانیال کہ از اعز معتکفان ظاہر و منتبانِ باطن روضۂ شریف و بقعۂ منیف بود گذاشتہ بودند۔ و بوجہِ آنکہ مولد شہزادہ بخانہ دانیال بظہور پیوستہ نام شاہزادہ بہ شیخ دانیال ہمنام کردند۔ و بجہت آنکہ خانۂ شیخ برائے عملہ و فعلہ حرم شاہی کفایت نمی کرد۔ در اندک زمان رواق و اطاق نو برابر خانۂ شیخ بنیاد کردند۔

اور نہایت مضبوط، خوش وضع، پسندیدہ، اور پاکیزہ عمارت ہے۔ اس کی تعمیر چونے مٹی کی نہیں ہے۔ بلکہ تمام عمارت لال اور سفید پتھر سے بنی ہوئی ہے۔ اور اسی جگہ حضرت شیخ المشارق والمغارب حضرت خواجہ عثمان اور حضرت خواجہ معین الاولیاء قدس ارواحھم کے عرس کی مجلس منعقد ہوتی ہے۔ سماع خانہ کے شمال مشرقی گوشہ میں چھوٹا دروازہ ہے جو خانقاہ شریف حضرت صاحبِ سجادہ کا راستہ ہے۔ اور سماع خانہ سے متصل مغربی جانب خانقاہِ مذکور ہے۔ اور یہ وہ مقدس و متبرک جگہ ہے جہاں حضرت خواجہ بزرگ معین الاولیاء کا غسل جنازہ انجام پایا۔ اور اب صاحبِ سجادہ کی مسند نشینی کے لئے متعین ہے۔ چنانچہ عرس کی رسومات کے ذکر کے تحت باب اول کے آخر میں تفصیل سے لکھا جاچکا ہے۔ خانقاہ شریف کی عمارت کے اطراف میں صاحبِ سجادہ کے ملازمین و وابستگان سکونت پذیر ہیں۔

صحن چراغ کی دائیں بائیں جانب دو بڑی دیگیں خالص تانبہ کی بنی ہوئی ہیں۔ پہلی مغربی جانب بڑی دیگ ہے جسے جلال الدین اکبر شاہ نے چتوڑ کی فتح کے بعد پیش کیا تھا۔ میر علاء الدولہ نے جنکا تخلص کاقی ہے بڑی دیگ کے پیش کرنے کے متعلق کیا خوب تاریخی قطعہ کہا ہے۔

قطعہ

شاہ دین پرور و جمشید سریر	خسروِ عہد محمد اکبر
دین پرور بادشاہ اور جمشید کی طرح تخت نشین	زمانے کے خسرو محمد اکبر نے
ساخت بے شبہ پے فتح چتوڑ	دیگ روئیں تن اژدر پیکر
بنائی بیشک چتوڑ کی فتح کے لئے	اژدہے کے جسم والی تانبہ کی ایک دیگ
بہرِ تاریخ وے از عالمِ غیب	دیگ چیتور کشا شد یکسر
	۹۷۵=۱+۹۷۴

عالمِ غیب سے دیگ چتور کشا (چتوڑ میں فتح کی ہوئی دیگ) میں ایک ملانے سے اس کی تاریخ برآمد ہوئی

مشرقی جانب چھوٹی دیگ ہے جو جہانگیر بادشاہ نے سن ایک ہزار بائیس ۱۰۲۲ھ میں خلوصِ نیت اور فرطِ عقیدت سے نذر کی تھی۔ اور پہلے روز میٹھے چاول پکوا کر بطورِ دعوت فقرا کو پیش کی۔ کہتے ہیں کہ پانچ ہزار لوگ دیگ کے کھانے سے شکم سیر ہوئے تھے۔ مادۂ تاریخ یہ ہے۔ ع

بدنیا باد دایم نعمت دیگ جہانگیری

۱۰۲۲

گویند کہ بعد ازانکہ حرم بادشاہ از وضع حمل وسکون لازمی بمقر دار الخلافہ مراجعت نمود۔ منزلِ مذکور بطریق ایفاءِ انعام بہ شیخ دانیال تفویض کردند۔ وتا آنکہ شیخ معز اللہ در صدر حیات بود قبض وتصرف داشت۔ وپس از ارتحال شیخ مذکور بر خانہ ورواق مجاوران متصرف گشتند۔

اما بزعمِ مؤلف مقابضت مجاوران ازیں جہت بودہ باشد کہ بعد وفات شیخ از ورثۂ او در دار الخیر اجمیر کسے نہ بود۔ واو در حالت تجرید در گذشت۔ و اصلِ وے از ملکِ اودھ متیقن بودہ است۔ لہٰذا صفے از جماعت مجاوران کہ بوکالت زائرانِ ملک اودھ اعتبار داشتند بشرط آنکہ اگر ہیچ کس از ورثۂ شیخ پیدا آید ترکۂ شیخ باُو مسترد نمایند۔ خانہ رواق وساز یراق شیخ در قبض وتصرف آوردند۔ ہنوز از خانۂ شیخ ورواقِ شاہی نشان باقی است۔

وبودن شیخ دانیال در اجمیر از منشاء ابیاتِ او کہ بالا مرقوم شد بوجہِ احسن ظاہر و مبرہن است۔ واز مقابلہ سنواتِ حیات وممات شیخ وتولد شاہزادہ دانیال تا بہ ثبوت پیوستہ کہ شیخ دانیال بعد از تولد نوبادہ گلشن اقبال شاہزادہ دانیال تا بہ مدت چہاردہ سال در صدر حیات کار فرمائی می کرد۔ چنانچہ سال ولادت شاہزادہ دانیال نُہ صد وہشتاد وسال وفات شیخ نہ صد ونود و چہار مرقوم است۔ و در مقدمہ تصدیق ولادت شاہزادہ طبقاتِ اکبری و اکبر نامہ و در باب تفصیل احوال شیخ دانیال نسخہ ”معارج الولایت“ و ”خزینۃ الاصفیا“ گواہ عدل است۔

بعضے مجاوران کہ نسب آباء واجدادِ خود بحضرت شیخ منسوب می نمایند محول بہ خرافت است۔ وایں گزاف [illegible] مسجل نیست۔ صاحبِ ”طبقاتِ اکبری“ وجامع اوراق ”اکبر نامہ“ شیخ دانیال را از ذیل درویشاں ومعتکفاں نوشتہ است۔ نہ از خیل مجاورانِ آستانۂ قدسی مقام۔ واگر بنظر حصول ثواب وارادت شیخ دانیال را بلفظ مجاورت یاد کنند خیلے عجب نبود۔ بجہت آنکہ شیخ معز اللہ عمر دراز در سایۂ نوازش وانعام حضرت خواجہ معین الاولیاء گزرانید۔ و در زمانِ اعتکاف واکتساب در جوارِ آستانِ عالی قیام داشت۔ وبزبانِ عرب ومحاوراتِ عجم مجاور کسے را گویند کہ

دیگِ جہانگیری کی نعمت دنیا میں قائم رہے

لیکن زمانہ کی درازی، استعمال کی زیادتی اور حفاظت کی کمی کی وجہ سے دونوں دیگیں پرانی اور بیکار ہوگئی تھیں۔ یہاں تک کہ سال ایک ہزار دو سو چھیاسٹھ ۱۲۶۶ھ میں خدائی توفیق، وزیر اعظم حکومتِ گوالیار مُلّا مداری کی رفیقِ حال ہوئی اور انھوں نے دوبارہ تجدید کر کے دونوں جہان کی نیکی و بھلائی حاصل کی۔ میر جواہر علی پیرزادہ نے فکرِ تاریخ میں طبع آزمائی کی وہ اس طرح ہے۔

قطعہ تاریخ

صرفِ زر ملا مداری کرد در تجدیدِ دیگ — باد نامش در جہاں روشن بہ مثلِ آفتاب
دیگ کی تجدید میں ملا مداری نے روپیہ خرچ کیا — ان کا نام دنیا میں سورج کی طرح روشن رہے
بخت در مہتہ اگھی چندش نمودہ اہتمام — گفت ہاتف سالِ تاریخش جہاں شد فیضیاب
۱۲۶۶ھ

اگھی چند کے نصیبہ نے اس کا اہتمام کیا ہاتف نے — اسکی سالِ تاریخ کیلئے کہا 'دنیا فیضیاب ہوئی'

نیز نواب مستطاب خورشید جاہ بہادر رئیسِ دکن کے صرفہ سے دونوں دیگوں میں ترمیم و تجدید کی گئی ہے۔

پوشیدہ نہ رہے کہ عرس کے زمانے میں اور اس کے علاوہ اکثر امیر اور مالدار لوگ خلوصِ محبت سے نذر نیاز اور بعض نمود و نمائش کے پیشِ نظر دیگ کا کھانا پکانے کے اہتمام میں بڑا روپیہ خرچ کرتے ہیں۔ بڑی دیگ کا اندازاً خرچ تقریباً دو ہزار روپیہ اور چھوٹی دیگ کا بارہ سو سے زیادہ نہیں ہوتا۔ جب دیگ کا کھانا پک جاتا ہے۔ صبح کی نماز کے بعد دستور کے مطابق کھانے والے مستحقین کھانے کو لوٹنے میں سبقت و جرأت کرتے ہیں۔ اور گرم بھاپ جو دیگ کے سینہ سے باہر آتی ہے لوگوں کے ہاتھ پاؤں کو تکلیف نہیں پہنچاتی۔ اس وقت بڑا خوبصورت منظر دکھائی دیتا ہے۔ اور خوان سے ترک قوم کی لوٹ کا منظر یاد آجاتا ہے۔

شمالی سمت میں صحن چراغ کے مقابل محراب کی شکل میں بلند دروازہ موجود ہے۔ جو داخول کے نام سے مشہور ہے۔ مورخین نے اس کی تعمیر کا آغاز محمود خلجی کی والہانہ عقیدت کا نتیجہ تحریر کیا ہے۔ علاقہ اجمیر کی فتح کے وقت جو راجپوت راجہ مسمی گجادھر سے متعلق تھا اس سے جنگ وجدال

به خصوصیت همسائیگی اعتبار داشته باشد۔ و این معنی بمرتبه غایت زشت و زبون است که محض بوجہِ تجنیس تلفظ و توحد معنی مجاورت ۔ غیر آنکه به موافقت و مغائرت سلاسل انساب التفات نموده باشند۔ خودها را به نسبت فرزندی شیخ دانیال وا نمایند۔ لاجرم بنظر تصدیق مقال مناسب حال است که از طبقاتِ اکبری و اکبرنامه تذکرۂ ولادت شاہزاده دانیال سواد گرفته جزوِ اوراق ہٰذا نموده شود۔ کذا فی ''طبقاتِ اکبری''، وقائع شانزدھم سال جلوس۔

''و چوں ولادت باسعادت در منزل شیخ دانیال که از مشائخ وقت در صلاح و فلاح ممتاز بود شرف وقوع یافته شاہزاده خجسته قدم، صاحبِ اقبال را دانیال نام نہادند۔''

انتخاب از عبارت ''اکبرنامه''

''خانۂ اشرف منتسبان روضۂ منیفه و اعز معتکفان بقعۂ قدسیه دانیال نام که نورِ صلاح و فلاح از ناصیۂ حال او میتافت خالی ساخته درانجا گزاشته بودند۔''

در حصارِ دوم آستانه عالیه که به احاطه بیرونی معروف است در وسط تالار بزرگ قبۂ کوچک است که به صحن چراغ تعبیر کنند۔ گویند که جلال الدین اکبر بادشاه از غنیمت فتوحات چیتوڑ یک چراغانِ بزرگ آورده درونِ قبۂ مذکور نصب کرده بود۔ والله اعلم بالصواب۔

محاذ قبۂ مذکور آبدارخانه است که عوام آب سبیل گویند۔ زیر دیوار سبیل بسمت شمال قبر پاک شیخ ملک فاروقی الادہمی است۔ و بر سر قبر مصلائے سنگِ سرخ ہنوز باقیست۔ و در فضائے آبدارخانه چبوتره وسیع تر است۔ و بر انتہائے آں حجرات و مطبخ آشخانه واقع است۔

و جانبِ غرب از صحن چراغ برفراز صفه وسیع سماع خانه بناء نموده اند که از نتائج حسن اعتقاد و وثوق انقیاد نواب سرآسمان جاه بهادر وزیر نظام دکن بوده است۔

کرنے کے بعد حضرت خواجہ معین الاولیاء کے روضہ کی زیارت سے مشرف ہوکر دروازۂ مذکور کی اجازت دی۔ بلندی تقریباً پچیس گز ہے۔

بلند دروازہ کی شمالی سمت ایک چھوٹا صحن ہے جس کی مشرقی جانب ایک چھوٹے احاطہ میں بڑے چبوترے پر حضرت خواجہ احمد، خلیفۂ مستند حضرت خواجہ معین الاولیا آرام فرما ہیں۔

اور مغربی جانب بہت وسیع اور کثیر العمارت اکبری مسجد ہے۔ لیکن بالکل ویران اور تباہ حال اب چیل کوّوں کا ٹھکانہ ہے۔ حالانکہ اس کی درستی اور آبادی کے لئے بڑی کوشش کرتے ہیں مگر فائدہ نہیں ہوتا۔ اور بزرگوں کا قول اس سلسلہ میں یہ ہے کہ اکبری عمارتوں کی ویرانی اور تباہی کی وجہ اس کے برے اعمال اور اسلام میں سستی کا نتیجہ ہے۔

اور صحن مذکور کی شمالی سمت نقار خانے کا دروازہ ہے کہ اس کے اوپر نقارے بجائے جاتے ہیں۔ اور اس کی تعمیر شہنشاہِ عالم، شاہجہاں کے پُر امن دور میں سن ایک ہزار سینتالیس ۱۰۴۷ھ میں ثابت ہے۔ دروازہ کی پیشانی پر کتبہ یوں نصب ہے۔

کتبہ

بعہد شاہجہاں بادشاہ دیں پرور　زدودہ ظلمت کفر آفتاب دیں یکسر

دین پرور بادشاہ شاہجہاں کے زمانے میں　کفر کی تاریکی دین کے آفتاب کی بدولت بالکل دور ہوگئی

شمالی سمت میں ایک چھوٹا نقار خانہ ہے اور اس کے ختم پر صدر زینہ ہے جس کے دائیں بائیں چراغوں کی بتیاں اور چھوٹے گنبد ہیں۔ اور اسی جگہ آستانۂ عالی کی انتہائی حد ہے۔

شہر کی عمارتوں کا تذکرہ

درگاہ شریف کے زینہ کے سامنے بازار میں مشرقی جانب اچھے طرز و تعمیر کی ایک مسجد ہے۔ اس کی تعمیر حضرت سید محمد سجادہ نشین حضرت خواجہ معین الاولیاء کی مبارک توجہ سے ہوئی تھی۔ اور مسجد کے پیچھے مغربی دیوار سے متصل معزز صاحبِ سجادہ کا مکان واقع ہے۔ منظوم مادۂ تاریخ محراب پر نقش کیا ہوا یوں ہے۔

تاریخ

مکانیست زیبا منظر و دل کش و دل کُشا، و عمارتیست بغایت محکم و خوش طراز و مطبوع و مصفا۔ بنائے آں از اجر و گچ نیست بلکہ ہمہ عمارت از سنگِ سرخ و سفید مملو است۔ و در ہمیں جا مجلس اعراس حضرت شیخ المشارق والمغارب حضرت خواجہ عثمان و حضرت خواجہ بزرگ معین الاولیا قدس اروا حھم منعقد می شود۔ توئی سماع خانہ جانب گوشہ شمال و مشرق دروازہ کوچک است کہ بہ خانقاہ شریف حضرت صاحبِ سجادہ راہ دارد۔ و متصل بہ عقب سماع خانہ جانب غرب خانقاہ مذکور است۔ و آں جائیست متبرک و مقدس کہ غسل میت حضرت خواجہ بزرگ معین الاولیا ہمانجا بوقوع آمدہ بود۔ والحال مقام مسند نشینی صاحبِ سجادہ مقرر است۔ چنانچہ بذیل ذکر آئین عرس در آخرِ بابِ اول بشرح و بسط مرقوم شد۔ و در حوالی رواق خانقاہ شریف ملتزمان و منتسبان صاحبِ سجادہ سکونت دارند۔

و در یمین و یسار صحن چراغ دو تا دیگ ہائے بزرگ ساخت مس خالص بودہ اند۔ اول کہ بجانب مغرب است، خیلے بزرگ است۔ و جلال الدین اکبر شاہ بعد فتح چیتوڑ گزرانیدہ بود۔ میر علاء الدولہ متخلص بہ کافی قطعہ تاریخ متضمن بہ گزرانیدن دیگ بسیار خوش گفت۔

قطعہ

شاہ دین پرور و جمشید سریر — خسروِ عہد محمد اکبر

ساخت بے شبہ پے فتح چتوڑ 15-1-2013 دیگ روئیں تن اژدر پیکر

بہرِ تاریخ وے از عالمِ غیب — دیگ چیتور کشا شد یکسر

۹۷۵=۱+۹۷۴

جانب مشرق دیگ خُرد است کہ جہانگیر بادشاہ در سال یک ہزار و بست و دو بخلوص نیت و فرط عقیدت نذر گزرانیدہ بود۔ و بروز اول برنج شیریں پختہ بطریق

اے خوشا دورِ شہنشاہِ جہاں آفاق گیر
کیا ہی خوب ہے دنیا کے شہنشاہ، دنیا کو فتح کرنے والے

دادگر شاہے کہ آمد زیب اورنگِ تقیٰ
منصف بادشاہ کا دور جو تقویٰ کے شاہی تخت کی زیب وزینت کے لئے آیا ہے۔

خسروِ عادل، شہنشاہِ ولی والی کزو
انصاف کرنے والا بادشاہ، شہنشاہ، حاکموں کا حاکم

می ترازد او در و دیوارِ دینِ مصطفیٰ
کہ جو مصطفیٰ کے دین کی در و دیوار کو منقش کر دیتا ہے

ہر کجا شد مسجد و محراب و منبر کو بکو
جہاں کہیں گلی گلی مسجد و محراب و منبر ہوں

خطبہ می خوانند از و واللیل والشّمس الضحیٰ
تو وہاں واللیل والشّمس اور والضحیٰ کے خطبے پڑھے جاتے ہیں

خاصہ آں مسجد کہ نور دیدۂ اہلِ یقیں
اہلِ ایماں کے آنکھ کی روشنی اس مسجد کا خاصہ ہے

قدوۂ اربابِ دیں سید محمد مجتبیٰ
سید محمد مجتبیٰ دینداروں کے پیشوا ہیں

جانشینِ قطبِ ربانی معین الدین کہ او
جو قطبِ ربانی معین الدین کے جانشین ہیں وہ

ہر زماں ہر وقت محبوبِ جنابِ کبریا
ہر زمانے میں اور ہر وقت خدائی دربار میں محبوب ہیں

رونق افزائے گرامی مسندِ پیرانِ چشت
پیرانِ چشت کی مسند کے معزز رونق بڑھانے والے ہیں

زینت آرائے نگاریں نقشِ ایوانِ ہدیٰ
عاشقوں کی زینت کو سنوارنے والے، ایوانِ ہدایت کے نقش ہیں

کرد برپا مایۂ عقبیٰ برائے عالمے
دنیا کے لئے آخرت کا سامان مہیا کر دیا

بلکہ بہر عاصیاں توفیق و فرمانِ نجیٰ
بلکہ گنہگاروں کے لئے توفیق اور نجات کا فرمان دیا

حاش للہ بے تکلف از ملائک بگذرد
حاشا للہ وہ بے تکلف فرشتوں سے گذر جائے گا

ہر کہ باشد اندرو یک لحظہ با ذکرِ خدا
جو شخص اس میں ایک لمحہ بھی ذکر خدا میں مصروف رہا ہو

بود ناجیؔ در پئے تاریخ سال او خرد
ناجیؔ اسکی سال تاریخ کی فکر میں تھا کہ عقل نے کہا

گفت گو 'بیت المقدس نیک زیبا شد بنا'
۱۱۰۴ھ
کہو "مقدس گھر اچھا اور خوبصورت تعمیر ہوا"

قطعۂ دیگر

ساخت چوں سید محمد بہر حق
جب سید محمد نے خدا کے لئے ایک خوبصورت

مسجدے زیبا کہ انّا نسجدٗ
مسجد بنائی تاکہ ہم سجدہ کریں

گفت ہاتف سالِ تاریخِ بنا
حسبۃً للہ ینبت مسجدٗ

دعوت ایثار فقرا کرد۔ گویند کہ پنج ہزار نفر از طعام دیگ شکم سیر گشتہ بودند۔ مادۂ تاریخ اینست ۔ع

بدنیا باد دایم نعمت دیگ جہانگیری

۱۰۲۲

اما بجہت امتداد زمانہ و کثرت استعمال و قلت حفاظت ہر دو دیگہا صورت اندراس پذیرفتہ بیکار شدہ بودند۔ تا در سال یک ہزار و دوصد وشصت وشش ز توفیق الٰہی رفیق حال ملا مداری مدار المہام ریاست گوالیار گردید۔ و او از سرِ نو تجدید پرداختہ صلاح و فلاح دارین حاصل نمود۔ میر جواہر علی پیرزادہ کہ در فکر تاریخ طبع آزمائی کردہ اینست ۔

قطعہ تاریخ

صرفِ زر ملا مداری کرد در تجدیدِ دیگ باد نامش در جہاں روشن بہ مثلِ آفتاب

بخت در مہتہ اگہی چندش نمودہ اہتمام گفت ہاتف سالِ تاریخش جہاں شد فیضیاب

۱۲۶۶ھ

در ینولا نیز بصرف نواب مستطاب خورشید جاہ بہادر رئیس دکن در ترمیم و تجدید ہر دو دیگ کوشیدہ اند

مخفی مباد کہ در زمانِ عرس وغیر آں اکثر اغنیا و امرا بخلوص محبت و نذر و نیاز۔ و بعضے بنظر نمود و نمائش در اہتمام پختن طعام دیگ زرِ کثیر صرف می کنند۔ صرف تخمینی دیگ کلاں قریب بہ دو ہزار و دیگ خُرد از دوازدہ صد متجاوز نباشد۔ چوں طعام دیگ پختہ می شود۔ بعد نماز بامداد بدستوری صاحبِ طعام اہلِ استحقاق در غارت بردن طعام سبقت و جرأت می نمایند۔ و بخار گرم کہ از سینۂ دیگ برمی آید بردست و پائے مردم آسیب نمی رساند۔ در آں وقت تماشائے خوب در نظر می آید۔ و از خوان یغمائے قوم ترک یاد می دہد۔

ہاتف نے تعمیر کے سال کی تاریخ کہی اللہ کے لئے مسجد بنائی گئی سنہ ۱۱۰۴ھ

موتی گڑھ (موتی کٹلا) کے بالمقابل ایک مسجد ہے جس کی تعمیر لال پتھر سے اور فرش بھی پتھر کا ہے۔ وسیع اور خوبصورت عمارت ہے۔ محراب کے درمیان سال تعمیر سنہ ۱۰۵۳ کلمہ طیبہ اور مسجد کے بانی کا نام میابائی کندہ ہے۔

پرانی کوتوالی کے پیچھے منڈوی بازار کے میدان میں مسجد ہے۔ جس کی تعمیر اینٹ چونے سے ہوئی ہے چھت گنبد والی اور صحن بھاری ہے۔ محراب کے بیچ میں عبارت ذیل پتھر کی تختی پر کھدی ہوئی ہے۔ ''اللہ اکبر۔ ایں مسجد را بائی تلوک دی بنت میاں تان سین کلانوت راست کردہ است سنہ ۱۰۶۲'' (اللہ اکبر۔ اس مسجد کو بائی تلوک دی بنت میاں تان سین گویّے نے تعمیر کیا ہے۔ سنہ ۱۰۶۲ھ)

نئے بازار کے ختم پر مشرقی جانب چھوٹا قلعہ ہے۔ صاحبِ منتخب التواریخ نے اکبر بادشاہ کے حکم سے جس قلعہ کی تعمیر کا ذکر کیا ہے وہ یہی ہے۔ اور اب میگزین کے نام سے شہرت رکھتا ہے۔ انگریزی حکومت کے ذمہ داروں کے ابتدائی قبضہ کے دور میں مذکورہ قلعہ جنگی ہتھیاروں کو محفوظ رکھنے کے لئے مخصوص و مستعمل تھا۔ مضبوط، پائیدار، بلند و مستحکم مقام ہے۔

اندرون شہر دہلی دروازہ کے پہلو میں مکمل لال پتھر کی نہایت دلفریب، دیدہ زیب، دلکش مسجد ہے۔ لیکن یہ بات متحقق نہیں ہوئی کہ کس کی تعمیر ہے۔ اس کا طرز تعمیر اور رونق شاہجہانی عمارتوں سے پوری مناسبت رکھتا ہے۔

بلند دروازہ کہ بہ داخول معروف است، محاذ صحن چراغ بہ سمت شمال بشکل محراب نمودار است۔ و آغاز بنائے آں نتیجہ غلبہ اعتقاد سلطان محمود خلجی نوشتہ اند کہ ہنگام فتح دیار اجمیر بعد از آویزش و مالش نمودن قشون راجپوت کہ ریاست آں طائفہ بہ مسمی گجادھر متعلق بود بہ شرف زیارت روضۂ حضرت خواجہ بزرگ معین الاولیا مشرف گشتہ بہ تعمیر دروازہ مذکور دستورے داد۔ ارتفاع قریب بہ بست و پنج درعہ دارد۔

و بہ سمت شمال بلند دروازہ ، یک صحن کوچک است کہ بسوئے شرقِ آں در یک احاطۂ خُرد بر فراز چبوترہ ٔ بزرگ حضرت شیخ احمد خلیفہ مستند حضرت خواجہ بزرگ معین الاولیاء آسودہ است۔

و بجانب مغرب مسجد اکبری است، بسیار وسیع و کثیر العمارت۔ اما ہمہ خراب و ویران، آشیانۂ زاغ و زغن است۔ ہر چند بہ صلاح و آبادیِ آں سعی بلیغ می نمایند الاسود نمی دہد۔ وقول بزرگاں اینست کہ جہت ویرانی و خرابی عمارات اکبری نتیجہ زشتی اعمال و سستی اسلام اوست۔

وبسمت شمال صحن مذکور نقار خانہ است کہ بر سر آں نقارہا می زنند، و بنائے آں در عہد امن مہد شاہنشاہِ آفاق شاہجہاں بادشاہ در سال یک ہزار و چہل و ہفت ثابت است۔ وکتبہ پیشانی دروازہ اینست۔

کتبہ

بعہد شاہجہاں بادشاہ دیں پرور زدودہ ظلمت کفر آفتاب دیں یکسر

وبرخ شمال نقار خانہ خُرد است و برانتہائے آں زینہ صدر کہ در یمین و یسار سرو چراغان وگنبد ہائے خُرد دارد۔ وہمیں جا خط انتہائے آستانہ عالی است۔

ذکر تعمیرات شہر

در بازار پیش زینہ درگاہ شریف جانب مشرق بر فراز سقف مسجد یست خوش طراز و خوش تعمیر کہ بنائے آں بیمن توجہ حضرت سید محمد صاحب سجادہ نشین حضرت خواجہ بزرگ

بیرون شہر شمالی جانب کی عمارتیں

حضرت خواجہ بزرگ کا چلہ

درہ کے پہلو میں جو آنا ساگر گھاٹی کے نام سے مشہور ہے پہاڑی ٹیلے پر خواجہ صاحب کا چلّہ واقع ہے۔ جس زمانے میں کہ حضرت خواجہ معین الاولیاء اجمیر میں تشریف فرما ہوئے تھے اِسی جگہ کنجِ قناعت اور گوشۂ عافیت میں مصروفِ عبادت رہے۔ ایک بڑے پتھر کے نیچے ایک غار حجرہ کی شکل میں موجود ہے۔ اور اس کے ایک کونے میں سخت پتھر کا تخت رکھا ہے۔ کہ جس کو نماز کا تخت بیان کرتے ہیں۔ سن ایک ہزار سینتیس ۱۰۳۷ھ میں دولت خاں کلکٹر مال نے نواب مہابت خاں کے حکم کی تعمیل میں چاروں طرف مضبوط چاردیواری تعمیر کی ہے۔ اور چاردیواری کے دروازہ پر چند اشعار لکھے ہیں۔

اشعار

بزمانِ شہ رفیع القدر
حامیِ شرع و دیں شہاب الدین

عالی مرتبت، دین و شریعت کے محافظ
شہاب الدین کے زمانے میں

رونقِ عدل و جود داد چناں
کہ بنازد ازو زمان و زمین

سخاوت و انصاف کو ایسی رونق دی
کہ اس سے زمین و زماں ناز کرتے ہیں

گشت والی صوبۂ اجمیر
خانخاناں بعزت و تمکین

خان خاناں عزت و وقار کے ساتھ
صوبۂ اجمیر کے حاکم مقرر کئے گئے

پاک دین پاک باز دولت خاں
بود شقدارِ او برسمِ امین

متقی پرہیزگار دولت خاں
اسکے حسب قاعدہ کلکٹرِ مال مقرر کئے گئے

ساختہ ایں مکانِ چلۂ چشت
تا بود یادگارِ او بزمین

اس نے یہ چلۂ چشت نامی مقام بنایا
تاکہ زمیں پر اس کی یادگار رہے

سالِ تاریخ طالبیؔ گفتا
سی و ہفت و ہزار بود سنین

جب اس کی تاریخ طالبیؔ نے کہی
اس وقت سال ایک ہزار سینتیس ۱۰۳۷ھ تھا

معین الاولیا بمعرض وقوع آمده بود وعقب مسجد ملصق بدیوار مغربی مکان صاحب سجادہ معزو واقع است۔ مادہ تاریخ منظومہ کہ برسرِ محراب نقش نمودہ اند اینست۔

تاریخ

اے خوشا دورِ شہنشاہِ جہاں آفاق گیر   دادگر شاہے کہ آمد زیب اورنگِ تقیٰ

خسروِ عادل ، شہنشاہِ ولی والی کزو   می ترازد او در و دیوارِ دینِ مصطفی

ہر کجا شد مسجد و محراب و منبر کو ، بکو   خطبہ می خوانند از وواللیل والشمس الضحیٰ

خاصہ آں مسجد کہ نور دیدۂ اہلِ یقیں   قدوۂ اربابِ دیں سید محمد مجتبیٰ

جانشین قطب ربانی معین الدین کہ او   ہر زماں ہر وقت محبوب جنابِ کبریا

رونق افزائے گرامی مسند پیران چشت   زینت آرائے نگاریں نقش ایوانِ ہدیٰ

کرد برپا مایۂ عقبےٰ برائے عالمے   بلکہ بہر عاصیاں توفیق و فرمانِ نجیٰ

حاش للہ بے تکلف از ملائک بگزرد   ہر کہ باشد اندرو یک لحظہ با ذکرِ خدا

بود ناجی در پئے تاریخ سال او خرد   گفت گو "بیت المقدس نیک زیبا شد بنا"

سنہ ۱۱۰۴ھ

قطعۂ دیگر

ساخت چوں سید محمد بہر حق   مسجدے زیبا کہ انا نسجدٌ

یقیناً بافیض اور بابرکت مقام ہے۔ اور اپنی حالت سے دین اور اسلام کے قوانین کے ابتدائی زمانے کی یاد دلاتا ہے۔ اور چلہ خواجہ صاحب کے نام سے موسوم ہے۔

چلہ خواجہ قطب صاحب

پہاڑی ٹیلے کے دامن میں خواجہ قطب صاحب کا چلہ واقع ہے۔ یہ ایک بڑا پتھر ہے جس کے بطن میں بڑا خلا ہے۔ یہ گوشۂ قناعت حضرت خواجہ قطب الاولیا کا اکثر ایام میں رفیقِ تنہائی رہا ہے۔ پُرفیض، خوش نما، دلکش اور خوشگوار مقام ہے۔ اس کے صحن میں خوبصورت مسجد ہے۔ اس کی تعمیر مولانا شمس الدین خلیفہ حضرت مولانا فخر الدین فخر جہاں کے نام سے تحریر کی گئی ہے۔ شعر

از پئے تاریخ سالش ہاتف از روئے نوید　　داد پاسخ گو مؤرخ ''ذکر ھو رب مجید''

سنہ ۱۱۹۰ھ

اس کے سالِ تاریخ کے لئے ہاتف نے بطور خوشخبری　　جواب دیا کہ دو مورخ یعنی ''اس ربِ مجید کا ذکر''

نیچے والے صحن میں بڑے چبوترے کے اوپر بلند چار دیواری کے اندر محمد شاہ خان جو نواب امیر محمد خان نواب ٹونک کے امراء میں تھے مدفون ہیں۔ اور مشرقی جانب محمود خان کی یادگار میں ایک خوش وضع مسجد تعمیر کی ہوئی ہے۔ اور پتھر کی تختی پر قطعہ تاریخ اس طرح نقش کیا ہوا ہے۔

قطعہ

بنا کرد محمود عالی نگاہ　　مزارِ محمد شہِ دیں پناہ

بلند نگاہ محمود نے تعمیر کیا　　دین کے حامی محمد شاہ کا مزار

ز تاریخ تعمیر گوید لطیفؔ　　زہے مقبرہ مسجد و خانقاہ

سنہ ۱۲۳۹ھ

تعمیر کی تاریخ کے لئے لطیفؔ کہتا ہے　　''مقبرہ مسجد اور خانقاہ کیا ہی خوب ہیں''

ہر سال حضرت خواجہ قطب الاولیاء کا عرس ربیع الاول ماہ کی بارہ تاریخ کی ابتدا سے اسی مخصوص جگہ مقرر ہے۔ اور چودھویں تاریخ کو عرس کے اختتام کی محفل معمولِ معین کے ساتھ منعقد ہوتی ہے۔ ہر مہینہ کی چودھویں تاریخ کو بعد نمازِ ظہر محفلِ سماع منعقد کرتے ہیں۔ جو عوامی زبان میں چودھویں کے نام سے مشہور ہے۔

گفت ہاتف سالِ تاریخِ بنا حسبۃً للہ یبنت مسجدٌ
سنہ ۱۰۴ھ

وبہ محاذ موتی گڑھ مسجد یست کہ تعمیر آں از سنگِ سرخ است وفرش سنگین۔ عمارتِ وسیع وزیبا منظر است۔ در وسط محراب سالِ تعمیر سنہ ۱۰۵۳ھ وکلمۂ طیبہ ونام بانی مسجد میا بائی منقوش است۔

وعقب کوتوالی قدیم فضائے بازار منڈوی مسجد است تعمیر بہ آجر وگچ، سقف گنبد دار، صحن ثقیل۔ در وسط محراب عبارتِ ذیل بر لوح سنگ کندیدہ اند۔ ''اللہ اکبر ایں مسجد را بائی تلوک دی بنت میاں تانسین کلانوت راست کردہ است۔ سنہ ۱۰۶۲ھ''

وبرانتہائے بازارِ نو جانب شرق قلعہ کوچک است۔ وصاحبِ منتخب التواریخ کہ تذکرہ بنائے قلعہ بحکم اکبر شاہ نمودہ ہمیں است۔ والحال بنام میگزین شہرت دارد۔ بجہت آں کہ دراوائل تصرف اولیائے دولت انگلشیہ قلعہ مذکور بغرض محفوظ داشتن آلات ضرب وحرب مخصوص ومستعمل بود۔ جائے مستحکم وپائیدار ورفیع واستوار است۔

ودر پہلوئے دہلی دروازہ اندرون شہر مسجد است ہمہ از سنگِ سرخ بغایت مطبوع ومزیب ومقبول۔ اما بہ تحقیق نرسیدہ کہ از بنائے کیست۔ طرز تعمیر ورونق آں بہ عمارات شاہجہانی مناسبت تمام دارد۔

15-1-2013

انا ساگر تالاب

مؤرخین نے اس کی تعمیر ماقبل آٹھ سو سال انا دیو کی حکومت کے زمانے میں جب وہ اجمیر کا حاکم تھا تحریر کی ہے۔اس کے جنوبی ساحل سے متصل باغ ، باغیچہ اور خوبصورت عمارتیں تعمیر کی ہوئی ہیں۔تالاب کی وسعت اور چوڑائی بہت زیادہ ہے۔اس کی لمبائی تقریباً سو گز اور اسکی گولائی تقریباً چار میل ہے۔ساحل پر جنوب مشرقی گوشہ میں شاہجہانی دولت خانہ ہے۔جس کی عمارتیں صاف ستھری اور محل و خوابگاہ سفید پتھر سے مزین ہیں۔ مذکورہ عمارتوں کے میدان میں خوبصورت باغ اور دلفریب باغیچہ اب تک باقی ہے۔

از نقش و نگارِ در و دیوارِ شکستہ　　　آثار پدید است صنادید عجم را

نقش و نگار اور ٹوٹی ہوئی درو دیوار سے　　　عجم کے بادشاہوں کی نشانیاں ظاہر ہیں

سالار مسعود کا چلہ

چھوٹے ٹیلے کی چوٹی پر جو حضرت خواجہ معین الاولیاء کے چلہ کے برابر ہے لال پتھر کے چبوترے پر چھوٹا گنبد تعمیر کیا ہوا ہے۔اور اس کے اندر حضرت شیخ کی قبر موجود ہے۔عوام کی زبان میں اگرچہ سالار مسعود غازی کے چلہ کے نام سے شہرت رکھتا ہے۔لیکن یہ مقبرہ سالار مسعود خلیفہ حضرت خواجہ معین الاولیاء کا ہے۔سالار مسعود غازی کا نہیں ہے۔

تعمیرات بیرون شہر جانب شمال

چلہ حضرت خواجہ بزرگ

در پہلوئے درۂ کہ بہ گھاٹی آنا ساگر معروف است۔ بر فراز تپہ کوہ واقع دراں زمان کہ حضرت خواجہ بزرگ معین الاولیا در اجمیر پرتو ورود افگندہ بود۔ ہمیں جا در کنج قناعت و گوشۂ عافیت مشغولی داشت۔ و در توی سنگ بزرگ غارے بشکل حجرہ نمودار است۔ و در گوشۂ آں تختہ سنگ خارا نہادہ است۔ کہ آں را بہ تخت نماز تعبیر کنند۔ و در سال یک ہزار وسی و ہفت دولت خان شقدار با متثال حکم نواب مہابت خان در دوران حصار مستحکم بنا نہادہ است۔ و برسرِ دروازۂ حصار چند اشعار نوشتہ

اشعار

بزمانِ شہ رفیع القدر — حامیِ شرع و دیں شہاب الدین

رونقِ عدل و جود داد چناں — کہ بنازد ازو زمان و زمین

گشت والی صوبۂ اجمیر — خانخاناں بعزت و تمکین

پاک دین پاک باز دولت خاں — بود شقدارِ او برسمِ امین

15-1-2013

ساختہ ایں مکانِ چلۂ چشت — تا بود یادگارِ او بزمین

سالِ تاریخ طالبؔ گفتا — سی و ہفت و ہزار بود سنین

بیرون شہر مشرقی جانب کی عمارتیں

چلہ مدار صاحب

کہتے ہیں کہ بدیع الدین شاہ مدار نے جن کا مزار پاک مکن پور (ضلع کانپور) میں ہے اپنی زندگی میں اس پہاڑ پر جواب چلہ کے نام سے مشہور ہے کچھ عرصہ ریاضت وعبادت میں گذارا تھا۔ ناہموار اور خشک جگہ ہے۔ ہریالی اور پیڑ پودے کچھ کچھ نظر آتے ہیں۔ ہر سال جمادی الاولیٰ کی سترہ تاریخ کو شہر کے مرد وعورت جمع ہوتے ہیں۔ مذکورہ دن مدار صاحب کے میلہ کے نام سے مشہور ہے۔

میو کالج

چند سال قبل جس زمانے میں کہ لارڈ میو ہندوستانی ممالک کی صدارت ووزارت پر فائز تھے۔ اور رنگون کے مقام پر قیدی شیر علی خاں کے ہاتھوں مارے گئے۔ انہوں نے اجمیر تشریف آوری کے موقع پر تعمیر کی بنیاد رکھی تھی۔ خوشنما اور خوبصورت جگہ ہے۔ اور پر فضا وپاکیزہ مقام ہے۔ عمارت کے نقش ونگار، مضبوطی، تختہ بندی، بلندی، وسعت، خوبصورتی، آرائش وزیبائش میں اپنی مثال نہیں رکھتے۔ اس کے صحن میں ایک بڑا تالاب ہے۔ جو تروتازگی وشادابی، گلابوں کے درخت وچمن سے آراستہ پیراستہ ہے۔ اس کے آس پاس دائیں بائیں آگے پیچھے عالیشان مکانات، بلند وبالا عمارتیں راجاؤں اور نوابوں نے طرح طرح کے دل فریب اور دل پسند انداز میں بنائی ہیں۔ تاکہ گلشنِ ہمت واقبال کے نونہال اور تخت وتاج کے وارثین کم سنی اور غیر آگہی کے زمانے میں مغربی علوم کی تعلیم، شاہی فنون، شہسواری میں مشّاقی، حکومت وحکمرانی کے آداب وقوانین کے حصول کے لئے اس جگہ قیام ورہائش اختیار کرسکیں۔

حوض شمسی معروف بہ سورج کُنڈ

کرنل ڈکسن جو اجمیر کا کمشنر تھا اور رحم کا جذبہ جنکی سرشت میں رچا بسا ہوا تھا۔ انھوں نے عام لوگوں کے بھلائی اور آرام کے لئے تعمیر کیا۔ اس کا پانی نہایت صاف وشفاف، خوشگوار اور شیریں ہے۔ حوض کے اطراف لال پتھر کی خوش وضع اور خوش نما عمارت ہے۔ یہ حوض مخلوقِ خدا کو عام نفع پہنچاتا ہے۔

مقبرہ عبداللہ خان

اچھی اور مضبوط عمارت ہے۔ خواجہ دانش کے اہتمام میں تعمیر ہوئی۔

الحق جائے بافیض و برکت است واز اوقات شیوع آئین دین واسلام یادمی دہد۔ و بہ چلۂ خواجہ صاحب موسوم است۔

چلہ خواجہ قطب صاحب

در دامن تپہ کوہ چلہ خواجہ صاحب واقع و در شکم سنگ بزرگ خلا دارد۔ حضرت خواجہ قطب الاولیا دراں زاویۂ قناعت باکثر ایام مونس تنہائی بودہ است۔ جائیست پُرفیض و خوش آثار، ومقامیست دلچسپ وخوشگوار۔ درفضائے آں تعمیر زیبا مسجدے است کہ بنائے آں بنام مولانا شمس الدین خلیفہ حضرت مولانا فخر الدین فخر جہاں رقم نمودہ اند۔ شعر

از پئے تاریخ سالش ہاتف از روئے نوید　　داد پاسخ گو مؤرخ ''ذکر ھو رب مجید''

سنہ ۱۱۹۰ھ

در صحن زیریں بالائے صفہ بزرگ درونِ حصار بلند محمد شاہ خان کہ از عمائد نواب امیر محمد خان والی ٹونک بود مدفون است۔ و بسمت شرق مسجد خوش طرح معمرہ محمود خان یادگارو برلوحِ سنگ قطعہ تاریخ چنیں منقوش است۔

قطعہ

بنا کرد محمود عالی نگاہ　　مزارِ محمد شہِ دیں پناہ

ز تاریخ تعمیر گوید لطیف　　زہے مقبرہ مسجد و خانقاہ

15-1-2013

سنہ ۱۲۳۹ھ

از آغاز دوازدہم ماہ ربیع الاول ہر سال عرس حضرت خواجہ قطب الاولیاء درہمیں جائے خاص مقرر است۔ و بروز چہاردہم محفل ختم عُرس بہ معمولِ معین منعقد می شود۔ و بتاریخ چہاردہم ہر ماہ بعد نماز ظہر محفلِ سماع بنیاد می کنند کہ برزبان عوام چودھویں مشہور است۔

سروش غیب زسالِ بنائے اشرفِ او بگفت ''روضۂ عالی'' بگوشِ دل پنہاں

غیب کے فرشتے نے اس کی مقدس تعمیر کے لئے یوں دل کے کان میں سرگوشی کی (کہ یہ) شاندار مقبرہ ہے

کہتے ہیں کہ اس سے قبل اس کے ارد گرد پُرفضا باغ تھا۔لیکن اب اس کی جگہ وسیع مسافر خانہ بنادیا گیا ہے جو سرائے عبداللہ پورہ کے نام سے مشہور ہے۔اور یہ عبداللہ خان بارہہ کے سرداروں میں سے تھے۔اور فرخ سیر بادشاہ کے زمانے میں عہدۂ وزارت اور منصب پنج ہزاری پر فائز رہے ہیں۔

مقبرہ حسین علی خان

انکی قبر کا نشان باقی نہیں ہے۔اور اب رہائش گاہ کے طور پر مستعمل ہے۔اور فرنگی کرایہ ادا کر کے رہتے ہیں۔اور یہ دونوں مقبرے میر عبدالوہاب اور میر عبدالعزیز کے قبضہ اور تصرف میں ہیں۔اور انکے دوسرے بھائی حصہ اور تقسیم کے مطابق رہتے ہیں۔ان کا سلسلۂ نسب صاحبِ مقبرہ تک پہنچتا ہے۔واللہ اعلم بالصواب۔

تالاب بیسلہ

یہ ریلوے اسٹیشن کے پیچھے مشرقی سمت میں ہے۔اس کی تعمیر راجہ بیسل دیو کے دورِ حکومت میں تحریر کی گئی ہے۔اور اسکے اندر بہت سے بت خانوں اور مندروں کی علامتیں موجود ہیں۔جن کو سلطان محمود غزنوی اور بعض غور کے بادشاہوں نے منہدم اور ختم کر دیا تھا۔دہلی کے بادشاہ نور الدین جہانگیر نے کچھ عمارتیں اس کے ساحل کے اطراف تعمیر کی تھیں۔بادشاہ مذکور کی شاہِ انگلستان کے سفیر سے ملاقات مذکورہ مقام میں بتائی گئی ہے۔

عیدگاہ

اس کا صحن وسیع اور کشادہ اور فرش چونے کا اور چار دیواری اونچی اور بلند ہے لیکن حجرے اور چھت نہیں ہے۔سائبان کا سایہ نہ ہونے کی وجہ سے گرمیوں کے موسم میں فرش کی تپش اور سورج کی گرمی ہنگامۂ محشر بپا کر دیتی ہے۔

تالاب اناساگر

بنائے آں پیش از ہشت صد سال رقم زدہ اند۔ درزمانِ حکومت راجہ انادیو کہ او حاکم اجمیر بود۔ برساحل جنوبِ آں علی الاتصال باغ وباغیچہ وتعمیرات زیبا بنانمودہ اند۔ظرف تالاب بسیار بزرگ است وپہناورکہ طولش قریب شش صددرعہ ودورِ آں قریب بہ چہار میل باشد۔ وبرساحل سمت گوشۂ جنوب ومشرق دولت خانۂ شاہجہاں است۔ کہ مکانات مصفاورواق واطاق مکلف از سنگِ سفید دارد۔ ودر فضائے عمارتِ مذکور باغ خوش وباغیچۂ دلکشا تازمانِ حال باقیست

از نقش ونگارِ درودیوارِ شکستہ آثار پدیداست صنادیدعجم را

چلہ سالار مسعود

برقلعہ تپہ خُرد کہ برابر چلہ حضرت خواجہ بزرگ معین الاولیا است برفراز صفۂ سنگ سرخ گنبد کوچک بنانمودہ اند۔ ودرتوئے آں قبر حضرت شیخ موجوداست۔ بزبانِ عوام ہرچند بہ چلہ سالار مسعود غازی شہرت دارد۔اماایں مقبرہ سالارمسعوداست کہ غیرسالارمسعود غازی است وخلیفہ حضرت خواجہ بزرگ معین الاولیابود۔

15-1-2013

بیرون شہر جنوبی سمت کی عمارتیں

چلہ بڑے پیر صاحب

یہ پہاڑی پر آبادی سے متصل ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک شخص سونڈا نامی نے بغداد سے واپس آ کر اینٹ دکھائی اور ظاہر کیا کہ حضرت غوث الاعظم قدس سرہ العزیز کے آستانہ عالیہ کے احاطے کی دیوار سے لایا ہے۔ جب اس کے انتقال کا زمانہ قریب آیا۔ اپنے ساتھیوں کو وصیت کی کہ مذکورہ اینٹ کو اس کی قبر میں لگا دیں۔ چنانچہ اسکی وفات کے بعد اس طرح لوگوں نے کیا۔

سالوں گذرنے کے بعد اور بُعدِ زمانہ کے باعث عوام کے بیان کے بنا پر چلہ پیرانِ پیر کے نام سے مشہور ہو گیا۔ اور بعد اس کے جب کافی شہرت ہوگئی۔ نواب جمشید خان رفیق والی ٹونک نے جنوبی سمت وسیع دالان تعمیر کیا۔ اور اس کے بعد میر اصغر علی نے کہ اوقاف تولیت چلہ جن سے متعلق تھی قبر، مسجد اور صحن آستانہ کو ٹھیک اور درست کیا۔

جس زمانے میں اجمیر مرہٹوں کے قبضے میں تھا۔ نواب محمد امیر خاں کی سفارش اور گذارش سے چلہ کے خرچ کے لئے مہاراجہ دولت راؤ سندھیا والیِ گوالیار نے ایک گاؤں ماکھو پورہ نامی عطا کیا۔ جو ابھی تک بحال و برقرار ہے۔

ہر ماہ کی گیارہ تاریخ کو محفل سماع منعقد ہوتی ہے۔ اور ربیع الثانی کی گیارہ تاریخ کے دن ہر سال عرس حضرت غوث الاعظم قدس اللہ سرہ العزیز مقرر ہے۔ بہترین انداز اور مرغوب پیرایہ میں روشنی کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ رات کے وقت چراغوں کی کثرت اور چاندرات کا نظارہ بہت ہی اچھا لگتا ہے۔ اور دن میں عام لوگوں کا ہجوم اور محفلِ سماع کا ذوق رہتا ہے جسکی حلاوت بہت ہی دل لبھانے والی اور دل رُبا ہوتی ہے۔ چلہ کے پہلو میں پانی کا حوض ہے جس کو چند سال قبل چلہ کے اوقاف کے سرمایہ سے درست کیا گیا تھا۔ اور اس کا پانی میلہ کے دنوں میں کام میں لیتے ہیں۔

قلعہ تارا گڑھ

قدیم ہندوستانی کتابوں میں تحریر ہے کہ وہ پہاڑ جس کے دامن میں اجمیر واقع ہے اربلی (اراولی) پربت کے نام سے مشہور ہے۔ اور پربت بمعنی پہاڑ اور ارَ بَل بمعنی عمر ہے۔ یہی وجہ

تعمیرات بیرون شہر جانب شرق

چلہ مدار صاحب

گویند کہ بدیع الدین شاہ مدار کہ مرقدِ پاکِ او در مکن پور است۔ در زمانِ حیات بر سرِ کوہ کہ الحال بنام چلہ مشہور است۔ چندے بریاضت وعبادت گزرانیدہ جائیست ناہموار و خشک کہ اثر نداوت ونباتات تک تک دیدہ می شود۔ بتاریخ ہیجد ہم جمادی الاولیٰ ہر سال مردمان وزنانِ شہر جمع می آیند و یومِ مذکور بنام میلہ مدار صاحب شہرت دارد۔

میو کالج

پیش از چند سال دراں زمان کہ لارڈ میو صدارت ووزارت ممالک ہند داشت و بمقام رنگون بدست شیر علی خان زندانی کشتہ شد۔ ہنگام ورود اجمیر بناء تعمیر نہادہ بود۔ جائیست خوشنما و زیبا و مقامیست پر فضا و مصفا۔ کہ در نقش ونگار وسنگینی وتختہ بندی و رفعت و وسعت وخوبیِ عمارت وآراستگی وآرائش مثال خود ندارد۔ ودر فنائے آں تالار بزرگ است کہ بہ نزہت شادابی وگلبن وچمن آراستہ وپیراستہ ودر حوالی آں در یمین ویسار وپس وپیش منازل عالی شان وکاخ سموء المکان ازاں راجگان ونوابان بہ عمارات دلفریب و طراز مطبوع وانواع پسندیدہ بنا نمودہ اند۔ کہ نونہالانِ گلشن ہمت واقبال ووارثانِ تخت وتاج در زمان خردی وغیر آگہی بجہت تعلیم علوم مغربی ومشاقی فنون شاہی وشاہ سواری واکتساب آداب وآئین حکومت وحکمرانی درانجا قیام وسکون دارند۔

حوض شمسی معروف بہ سورج کنڈ

کرنیل ڈکسن کہ کمشنر اجمیر بود۔ بجہت آنکہ مادۂ ترحم تخمیر طینت داشت۔ بچشم فیض عام وآرام بنا نمود۔ آبِ آں بغایت منزہ وصاف وخوشگوار وشیریں گرد ساحل حوض عمارت خوش طرح وخوش نما از سنگِ سرخ است۔ وبہ خلق خدا نفع عام می رسانند۔

مقبرہ عبداللہ خان

تعمیر خوش است ومحکم کہ در اہتمام خواجہ دانش تعمیر یافت۔

تھی کہ قدیم زمانے میں اجمیر آدمیر کے نام سے موسوم تھا۔اور آد پہاڑ کے معنیٰ میں ہے۔کہتے ہیں کہ راجہ رام چندر کے ساتھیوں میں سے ایک بال سگریو کا بھائی تھا۔اس کی بیوی تارا نامی تارا گڑھ کی بانی تھی۔

لیکن مؤلف ''ٹاڈ راجستھان'' جس نے خطۂ راجپوتانہ کے حال واحوال کی تحقیق میں بڑی محنت وسعی کی ہے کہتا ہے کہ قلعہ تارا گڑھ کو تعمیر کرنے والا اجے پال چکوا تھا۔جو سترہ سو سال قبل ملکِ ہند میں حکمراں تھا۔بہرحال جب راجہ پتھورا نے عدم کے پردے سے منصۂ شہود پر قدم رکھا۔اور غیر آگہی کے زمانے کے تلاطم سے قوت واقبال کی کشتی کے توسل اور توسط سے عقل و آگاہی کے ساحل تک سلامتی سے پہنچا تو چاہا کہ ایک مضبوط و مستحکم عمارت اربلی پہاڑ کے سلسلہ میں ناگ پہاڑ پر جو تارا گڑھ سے شمالی جانب ہے تعمیر کرے۔لیکن نہ کرسکا۔جتنی کوشش کی بیکار ہوئی۔عمارت کو جس قدر درست کرتے ٹھہرتی نہیں تھی اور گر پڑتی تھی۔جب عاجز آگئے اور نہ کرسکے تو مجبوراً تارا گڑھ قلعہ جو کم محفوظ ہونے کی وجہ سے شکست خوردہ ہوگیا تھا اس کی مضبوطی میں اضافہ اور سلامتی میں بڑھوتری کا اہتمام کیا۔اور تھوڑی مدت میں چار دیواری اور دیوار، برجیں اور کمین گاہ پہاڑ پر اسی کے برابر بنادیئے۔لیکن اب جب کہ امن وعافیت کا دور ہے۔اور چڑیا کا گھونسلا شاہین کے پنجہ میں ہے اور شیر مست کو دودھ پینے والا غصہ ور شیر کا بچہ قرار دے دیا گیا ہے۔اس لئے دیوار و چار دیواری اور غیر مستحکم پایہ کی ضرورت نہیں رہی۔اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ اس کے برجوں اور چار دیواری کو برابر کردیا گیا۔اور عمارتیں اور چھت تعمیر کردی گئیں۔اور رہائش گاہیں اور محلات بنادیئے گئے۔اور بہت سے مقامات مرمت اور حفاظت نہ ہونے کی وجہ سے منہدم وختم ہوگئے۔

صاحبِ ''تاریخ فرشتہ'' اور ''چہار گلشن'' بیان کرتے ہیں کہ حضرت امیر سید حسین صحیح النسب سادات میں سے ہیں اور ان کا نسبِ پاک امام زین العابدین بن امام حسین رضی اللہ عنہما کے واسطے سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک پہنچتا ہے۔وہ سلطان شہاب الدین کے زمانے میں اسلامی فوج کے سپہ سالار تھے۔جب سلطان شہاب الدین نے راجہ پتھورا پر حملہ کیا۔اور بدنصیب راجہ کا تخت وتاج زوال پذیر ہوگیا۔اور اجمیر کے علاقے اسلامی

سروشِ غیب زسالِ بنائے اشرفِ او　　بگفت 'روضۂ عالی' بگوشِ دل پنہاں

۱۱۲۲ھ

گویند کہ پیش ازیں درحوالی آں باغیچۂ پرفضا بود اما الحال بجائے آں سرائے وسیع بنا نمودہ اند و بسرائے عبداللہ پورہ معروف است۔ و ایں عبداللہ خان از سیدانِ بارہہ بودہ است۔ و بزمانہ فرخ سیر بادشاہ بہ عہدۂ وزارت و منصب پنج ہزار بذات ممتاز بودہ است۔

مقبرہ حسین علی خان

از قبر نشان باقی نیست۔ والحال بصورت فرود خانہ مستعمل است۔ و بہ ادائے کرایہ فرنگیاں استقامت دارند۔ و ایں ہر دو مقبرہ در قبض و تصرف میر عبدالوہاب و میر عبد العزیز اند۔ و دیگر برادرانِ ایشاں علیٰ قدر حصص و قسمت بودہ اند۔ و سلسلۂ نسب ایشاں بہ صاحبِ مقبرہ می رسد۔ واللہ اعلم بالصواب۔

تالاب بیسلہ

درعقب مقام صدر کالسکہ آہن است بہ سمت شرق بنائے آں بزمانۂ حکومت راجہ بیسل دیو نوشتہ اند۔ و بر دور آں از بسیاری صنم خانہ و معبدِ ہنود علامت باقیست۔ با آنکہ سلطان محمود غزنوی و بعضے سلاطینِ غور بانہدام و معدومی آنہا پرداختہ بودند۔ بادشاہِ دہلی نورالدین جہانگیر کاخ چند در فنائے ساحلِ آں تعمیر نمودہ بود۔ و معرفی بادشاہ مذکور بہ سفیر قیصر انگلستان در مقام منزلِ مذکور برنگاشتہ اند۔

عیدگاہ

صحن وسیع و فراخ، فراشِ آں از گج، و حصارِ آں رفیع و بلند، اما اطاق و رواق ندارد۔ بجہت عدم سایۂ سائبان در فصل تابستان تپش فرش و تمازت آفتاب گرمی ہنگامۂ محشر دارد۔

حکومت کے ذمہ داروں کے ہاتھوں میں آگئے۔ امیر سید حسین اور انکے چچا سید وجیہہ الدین حسن کے ہاتھوں بہت سے مرد و عورت اسلام سے مشرف ہوئے۔ بالآخر اجمیر کے اطراف قطب الدین ایبک کے دورِ حکومت میں غلط مشہور کر دیا گیا کہ قطب الدین ایبک اس فنا ہونے والے قدیم سرائے فانی سے عالمِ جاودانی کو کوچ کر گیا۔ اسی وجہ سے راجپوتوں کی ایک جماعت جو نفاق کا کانٹا دل میں اور فساد کا خیال سر میں رکھتی تھی قلعہ کی چار دیواری کے نیچے پہنچ کر کمند اور لکڑی کے پل کی مدد سے قلعہ کے اندر داخل ہوگئی۔ سید امیر حسن جو اس سے قبل اس قسم کے حالات سے واقف نہ تھے انکے شور و غل اور پکڑ دھکڑ سے متنبہ ہو کر جنگی ہتھیار سے مسلح ہوئے اور چھوٹی سی جماعت کے ساتھ جو قلعہ کی حفاظت پر مامور تھی جنگ و جدال کا ارادہ کیا۔ باوجود اس کے چھوٹی سی جماعت تھی لیکن بے انتہا ہمت و جرأت سے کام لے کر ایک بڑی جماعت کو خاک و خون کی پستی میں دھکیل دیا۔ اور دامنِ استقلال کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ جب تک کہ عروسِ شہادت سے ہم آغوش نہ ہو گئے۔ آخر کار موت سے راضی ہونے کی تصدیق کے ساتھ رضا کی تلوار کے نیچے سرِ تسلیم خم کر کے شہادتِ عظمیٰ کے مدارج سے عزت کی پیشانی کو بلند کیا۔

حضرت خواجہ بزرگ معین الاولیا کہ موجودہ و آئندہ حالات آپکے ضمیرِ عالی پر روشن تھے واقعہ کی صبح کو مریدوں اور معتقدوں کی جماعت کے ساتھ تشریف لے گئے۔ اور تکفین و تدفین انجام دی۔ کہتے ہیں کہ ابتدا میں مزارِ پاک پر پختہ تعمیر کی کوئی علامت نہیں تھی۔ لیکن سن ایک ہزار چوبیس ۱۰۲۴ھ میں نواب اعتبار خان نے جو منصب چھ ہزاری اور پانچ ہزار سوار رکھتا تھا اس کی بنیاد رکھی۔ چنانچہ جنوب رویہ دروازہ پر اشعارِ ذیل فقیر مؤلف نے اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں۔

شاہنشہِ زمانہ جہانگیر بادشاہ — کاندر زمانۂ اوشدہ آسودہ دل جہاں
شہنشاہِ زمانہ جہانگیر بادشاہ — جس کے زمانہ میں دنیا خوش حال ہوگئی
سال دہم ز عہدِ جلوسِ مبارکش — شد فتح ملکِ رانا از آں شاہِ کامراں

تعمیرات سمت جنوب بیرون شہر

چلہ بڑے پیر صاحب

بالائے کوہ متصل بہ آبادی است۔ گویند کہ شخصے سونڈا نام از بغداد باز آمدہ خشت آجر بنمود و ظاہر کرد کہ از دیوار حصار آستانِ عالی حضرت غوث الاعظم قدس اللہ سرہ العزیز آوردہ است۔ چوں زمانِ مرگِ او نزدیک رسید۔ بیارانِ خود وصیت نمود کہ خشت مذکور پیوند مدفنِ او نمایند۔ چنانچہ بعد وفاتِ او ہمچناں کردند۔

بعد مرورِ سالہا بجہت بُعد زمانہ و بر بنائے بیانِ عوام بہ چلہ پیرانِ پیر معروف گشت۔ و بعد از انکہ شہرت کُلّی شد۔ نواب جمشید خان رفیق والیِ ٹونک بہ سمت جنوب دالانِ وسیع بنا کرد۔ و بعد آں میر اصغر علی کہ تولیت اوقافِ چلہ بہ او متعلق بود۔ قبر و مسجد و صحنِ آستانہ راست و درست نمود۔

و بزمانیکہ اجمیر در تصرف مرہٹہ بود۔ بہ سفارش و گزارش نواب محمد امیر خان برائے خرچ اوقاف چلہ مہاراج دولت راؤ سیندھیہ والیِ گوالیار یک دہ کہ ماکھو پورہ نام دارد بذل فرمود۔ کہ ہنوز بحال و برقرار است۔

بہ یازدہم ہر ماہ مجلسِ سماع بر پا می شود۔ و بروز یازدہم ربیع الثانی در ہر سال کہ عرس حضرت غوث الاعظم قدس اللہ سرہ العزیز مقرر است بآئینِ خوب و پیرایۂ مرغوب حلۂ اختتام پوشد۔ در وقتِ شب کثرتِ چراغ و تماشائے شبِ ماہ بسیار خوش است۔ و بروز ہجوم عام و ذوق و حلاوت محفلِ سماع خیلے دلبری و دلربائی می کند۔ در پہلوئے چلہ حوض آب است کہ پیش از چند سال تصرف سرمایۂ اوقاف چلہ درست نمودہ بودند۔ و آبِ آں در ایام میلہ بکار می برند۔

قلعہ تارا گڈھ

در کتب پاستانِ ہند نوشتہ اند کہ کوہے کہ در پاے آں اجمیر جائے دارد۔ معروف بہ اربلی پربت است۔ و پربت بمعنی کوہ، و اربل بمعنی عمر است۔ و ازیں جہت بود کہ

اسکی مبارک تخت نشینی کے دسویں سال — اس فتح مند بادشاہ کے ذریعہ رانا کا ملک مفتوح ہوگیا

وقتے کہ اندر اجمیر آں شاہِ گنج بخش — بر تخت زر نشستہ بود از فتح شادماں

جس وقت اجمیر میں وہ خزانے لُٹانے والا بادشاہ — فتح سے خوش ہوکر تخت (شاہی) پر بیٹھا تھا

بود از ہزار افزوں بست و چہار سال — گیتی ز عدل و دادش چوں روضۂ جہاں

ہزار پر چوبیس سال زائد تھے (یعنی ۱۰۲۴ھ تھا) — اسکے عدل وانصاف کی وجہ سے دنیا جنت کے مثل تھی

در روضۂ مقدس سید حسین کرد — ایں پنجرہ ز صدق و صفا اعتبار خاں

(اس وقت) سید حسین کے مقدس مزار پر — یہ جنگلا سچائی وخلوص سے اعتبار خاں نے تعمیر کیا

کمانجی راؤ سیندھیا نے روضہ شریف میں مغربی جانب سنگِ مرمر کا دالان ایک ہزار اُنتیس ۱۰۲۹ھ میں بڑی عقیدت و اخلاص سے تعمیر کیا ہے۔ منظوم قطعہ جس سے مادۂ تاریخ ظاہر ہوتا ہے یہ ہے۔

معدنِ نور ، منبعِ اسرار — ہست درگاہِ شاہِ خنگ سوار

روشنی کی کان اور اسرار کا سرچشمہ — شاہ خنگ سوار کا روضہ ہے

ساخت دالاں کہ ہست رشکِ بہشت — راو کمانجی سندھیہ بوقار

باوقار کمانجی راؤ سندھیا نے — دالان بنایا جو رشکِ جنت ہے

اورسن ایک ہزار دو سو بائیس ۱۲۲۲ھ میں بالا راؤ اینگلہ نے روضہ شریف کی شمالی سمت دالان تعمیر کیا تھا۔ اور یہ شعر جس سے کہ مادۂ تاریخ ظاہر ہوتا ہے محراب پر منقوش ہے۔

یک ہزار و دو صد و افزوں ازیں کن بست و دو — سالِ ہجرت 'خانۂ بیت العدن' آمد شمار

۱۲۲۲ھ

ہجری سال کے ایک ہزار دو سو میں بائیس کا اضافہ — کرو۔ اور تاریخ خانۂ بیت العدن سے (بھی) آئی ہے

روضہ شریف کی چار دیواری کے شرقی دروازے کے محراب پر قطعۂ تاریخ جو دیکھا گیا ہے وہ یہ ہے۔

ابیات

شہ سوارِ ملکِ دنیا، شہبازِ ملکِ دین — قاتلِ کفار آں سید حسینِ مہ جبیں

ملکِ دنیا کے شہ سوار ، ملکِ دین کے شہباز — منکروں کو قتل کرنے والے وہ مہ جبیں سید حسین ہیں

منبعِ جود و سخا کانِ فتوت اتقا — واقفِ سِرِّ ہدیٰ ، آں مہبط نورِ معیں

سخاوت وفیاضی کا سرچشمہ، تقویٰ اور جوانمردی کا منبع — ہدایت کے راز سے واقف ، وہ جاری نور کا مرکز ہیں

بزمان سلف اجمیر موسوم بہ آدمیر بود۔ وآد بمعنی کوہ است۔ گویند کہ از رفیقانِ راجہ رام چندر یکے برادرِ بال سگریو بود، وزنِ او تارا نام داشت۔ کہ بانی تارا گڈھ بودہ است۔

اما مؤلف ''ٹاڈ راجستان'' کہ در تحقیقِ حال و احوالِ خطہ راجپوتانہ بسیار جانکاہی وسعی نمودہ است، می گوید کہ صاحبِ تعمیر قلعہ تارا گڈھ اجے پال چکوا بود۔ کہ پیش از ہفتدہ صد سال در دیارِ ہند پایۂ اقبال وسروری داشت۔ القصہ چوں راجہ پتھورا از کتمِ عدم در منصۂ حدوث قدوم آورد۔ واز تلاطمِ زمانِ غیر آگہی بہ توسل وتوسطِ زورقِ قوت واقبال برساحل بخردی وآگاہی بسلامت رسید۔ خواست کہ بنائے مستحکم واستوار برسر کوہِ ناگ پہاڑ کہ درسلسلۂ کوہِ اربلی بسمتِ شمال از قلعہ تارا گڈھ است تعمیر دہد۔ امّا نتوانست۔ چندانکہ سعی نمود بے سود بود۔ وبنائے تعمیر ہر آنقدر کہ درست می نمودند جائے نمی گرفت۔ واز پا می افتاد۔ چوں بدستوہ آمدند ونتوانستند ناگزیر درترقی استحکام وتزئید استنلام قلعہ تارا گڈھ کہ بجہت قلت حفاظت شکست خوردہ بود، اہتمام نمودند۔ ودراندک فرصت حصار ودیوار وبروج وکمین گاہ ہمپایۂ پارۂ کوہ ساختند۔ امادرزمانِ حال کہ دورانِ امن وعافیت است ونشیمنِ عصفور درپنجۂ شاہین وشیرِ مست را باشبلِ خشمگیں رضیع قرار دادہ اند۔ نظر برآں بہ دیوار وحصار وپایۂ ناپائیدار احتیاج نماند ونوبت باینجا رسید کہ بروج وحصارِ آں ہموار کردہ، رواق واطاق بنا کردند۔ ومنازل وایوان ساختند۔ وبیشتر جاہا بجہت عدم مرمت وحفاظت منہدم ومعدوم گشتند۔

صاحبِ تاریخ فرشتہ [illegible] آوردہ است کہ حضرت امیر سید
حسین از سادات صحیح النسب است ونسبِ پاکِ او بواسطہ امام زین العابدین بن امام حسین علیہ السلام بہ علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ منتہی می شود۔ او بزمانِ سلطان شہاب الدین غوری خداوند قشونِ اسلام بود۔ چوں سلطان شہاب الدین برسر راجہ پتھورا تاخت آورد وتاج وتختِ راجۂ بدبخت بمعرض زوال رسید ونواحیِ اجمیر دردست وقدرت وقبض وتصرف اولیائے دولتِ اسلام آمد۔ امیر سید حسین وعمہ سید وجیہہ

سرورِ ہر دو جہاں، مشکل کشائے انس وجاں
دو جہاں کے سردار، انسان و جنات کے مشکلکشا

مفخرِ کون و مکاں، آں حاکمِ دنیا و دیں
کون و مکاں کے لئے باعثِ فخر، دنیا و دیں کے حاکم ہیں

از پئے تاریخِ او کردم سوال از عقلِ کل
اسکی تاریخ کے لئے عقلِ کُل سے میں نے سوال کیا

گفت جو تاریخِ او از 'روضۂ سلطانِ دیں'
تو اس نے کہا اسکی تاریخ روضۂ سلطانِ دین میں تلاش کر

اور دوسرے احاطہ میں ایک قبر ہے کہ جس پر ہری چادر ڈالتے ہیں کہتے ہیں کہ اس فرش کے نیچے حضرت امیر سید حسین مدفون ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ اس کے علاوہ جیسا کہ اوپر مذکور ہوا ایک مسجد خوشنما اور پُر فضا ہے۔ انگریزی حکومت کے انتظام کے زمانے میں متولی درگاہ کی بے توجہی کی وجہ سے ویران پڑی تھی۔ مولوی مجید الدین صدر اول کے اہتمام سے تعمیر ہوئی ہے۔ اور پانی کا حوض صحن دوم کے احاطہ کے گرد بنا ہوا ہے بارش کے موسم میں آستانۂ عالی کا پانی اس میں جمع ہوتا ہے اور کام آتا ہے۔

بلند دروازہ

سب سے عمدہ عمارت ہے۔ ۹۷۶ھ میں اسماعیل قلی خان نے جو اجمیر کا صوبہ دار تھا جلال الدین محمد اکبر شاہ بادشاہ کے زمانے میں اس کو پورا کیا۔ اسکی بلندی تقریباً اکیس گز اور اس کی تعمیر لال پتھر کی ہے۔ اور اسکے اوپر سنگ مرمر کی تختی پر مادۂ تاریخ کا یہ قطعہ منقوش کیا ہوا ہے۔

قطعہ

بعہد بادشاہ آسماں قدر
بلند مرتبہ بادشاہ کے زمانے میں

پناہِ ملک و ملت، ظلِّ یزداں
جو ملک و ملت کی پناہ گاہ اور خدا کا سایہ ہے

جلال الدین محمد اکبر آں شاہ
جلال الدین محمد اکبر وہ بادشاہ

کہ دارد در نگین ملکِ سلیماں
جو اپنے قبضے میں سلیمانؑ کا ملک رکھتا ہے

بدیں درگہ کہ ہمچو کعبہ آمد
اس بارگاہ میں جو کعبہ کے مثل سمجھی جاتی ہے

سوادش عین نور و نور اعیاں
جس کے مضافات روشنی کا چشمہ اور آنکھوں کی روشنی ہیں

ز "کاخِ دلکشا" تاریخِ اتمام
۹۷۶ھ

اگر خواہد کسے می یابد آساں

الدین حسن بسیار از زن و مرد بشرفِ اسلام مشرف گشتند ۔ بالآخر در آوانِ حکومت قطب الدین ایبک در حوالی اجمیر بغلط شہرت دادند کہ قطب الدین ایبک ازیں کہنۂ رباط فنا بعالمِ بقا خرامید۔ ازیں جہت جماعہ راجپوتان کہ خارِ نفاق در دل و سودائے فساد در سر داشتند جمع آمدند و از سمت سنبل گڈھ کہ الحال بہ سول پور معروف است، در ظلمتِ شب تا بزیرِ حصار قلعہ رسیدہ بہ یاوری کمند و قنطرۂ چوبیں درونِ قلعہ داخل شدند۔ سید امیر حسن کہ پیش ازیں از چگونگیِ احوال آگہی نداشت از شور و شغف و دار و گیر آنہا متنبہ شدہ سلاحِ جنگ در بر درست کردہ جماعہ قلیل کہ در حفاظت قلعہ مامور بود، آہنگِ جدال و قتال نمود و با آنکہ جماعت قلیل داشت، در اقصی الغایت ہمت و جرأت بکار بردہ جمعے کثیر را در حضیض خاک و خون بینداخت۔ و دامنِ استقلال از دست ندادہ تا آنکہ ہم آغوشِ عروسِ شہادت نگردید۔ کارہائے نمایاں کرد و انجام کار بہ تصدیق رضیا بالقضاء سرِ تسلیم در تہِ تیغ رضا نہادہ بمدارجِ شہادتِ عظمیٰ فرقِ عزت برافراشت۔

حضرت خواجہ بزرگ معین الاولیا کہ سوانحِ حال و استقبال مکشوف ضمیر عالی داشت ہنگام بامدادِ شبِ واقعہ با جماعہ مریدان و معتقدان تکلیف فرمود۔ و بہ تکفین و تدفین پرداخت۔ آوردہ اند کہ در آغاز برسرِ مدفن پاک از تعمیر پختہ علامتے نبود۔ امّا در سال یک ہزار و بست و چہار ۱۰۲۴ھ نواب اعتبار خان کہ منصبِ شش ہزاری ذات و پنج ہزار سوار داشت، طرح بنیاد انداخت۔ چنانچہ برسرِ دروازہ جنوب رویہ اشعارِ ذیل فقیر مؤلف بچشمِ خود دیدہ است۔

15-1-2013

شاہنشہِ زمانہ جہانگیر بادشاہ ۔۔۔ کاندر زمانۂ او شدہ آسودہ دل جہاں

سال دہم ز عہدِ جلوسِ مبارکش ۔۔۔ شد فتح ملکِ رانا ازآں شاہِ کامراں

وقتے کہ اندر اجمیر آں شاہِ گنج بخش ۔۔۔ بر تخت زر نشستہ بود از فتح شادماں

اگر کوئی شخص چاہے تو آسانی سے ' کاخِ دلکشا' (دلکش عمارت) سے اسکی تکمیل کی تاریخ پا سکتا ہے

تیسرے احاطہ میں جو بلند دروازہ کے پائینتی میں واقع ہے پختہ عمارت حجرے، مسجد اور مزار سے تھوڑی دکھائی دیتی ہے۔آستانۂ عالی کے احاطہ سے باہر دو عدد دیگ تانبہ کی بنی ہوئی ہیں۔ایک سلطان نورالدین جہانگیر نے وفورِ عقیدت سے اور دوسری ملامداری وزیرِ اعظم گوالیار نے محبت و اخلاص سے بطورِ نذر پیش کی تھیں۔ماہ رجب میں سولہ سے اٹھارہ تاریخ تک عرس کا زمانہ مقرر ہے۔فقرا و اغنیا کی بھیڑ پہاڑ پر جمع ہوتی ہے۔اور ہر رات محفلِ سماع منعقد ہوتی ہے۔صحن کے بڑے دالان میں چادر تان کر چراغوں، کنول اور فانوس کی روشنی میں بساطِ بزم آراستہ و پیراستہ کرتے ہیں۔بالآخر اٹھارہ تاریخ کو دن میں زوال کے بعد اختتامِ عرس ہوتا ہے۔جس کو عوام قُل کہتے ہیں۔اور یہ شہروں اور ملکوں میں مشہور و معروف رسمِ فاتحہ کی طرف اشارہ ہے۔شاہانِ دہلی کے زمانہ سے دیہات بطور وقف دیئے ہوئے ہیں۔عرس کے اخراجات وغیرہ اسی کی آمدنی سے پورے ہوتے ہیں۔آستانۂ عالی سے جنوبی سمت ایک احاطہ ہے جو گنجِ شہدا کے نام سے مشہور ہے۔یہ قبروں سے بھرا ہوا ہے۔مقامِ پُر فیض اور مخزنِ نور ہے۔یہ سب حضرت میراں سید حسین کے ساتھی اور لشکری رہے ہیں جنھوں نے امرِ حق کے لئے کوشش کی اور درجۂ شہادت کو پہنچے۔احاطہ کی دیوار وزیر خاں کلاں جو سلطان نورالدین جہانگیر کی حکومت کے وزیروں میں سے تھا کے حسنِ عقیدت پر دلالت کرتی ہے۔جیسا کہ منظوم کتبہ سے سمجھ میں آتا ہے۔

کتبہ

در زمانِ شہ رفیع مکان	کہ بنازد بدورِ او دوراں
بلند مرتبت بادشاہ کے زمانہ میں	کہ زمانہ جس کی حکومت پر ناز کرتا ہے
آں شہنشہ کہ ذاتِ او آمد	باعثِ عدل و داد و امن و اماں
وہ شہنشہ جس کی ذات آئی	عدل و انصاف اور امن و امان کے لئے
شاہ گیتی پناہ نور الدین	بر جہاں است سایۂ یزداں
دنیا کیلئے پناہ گاہ نور الدین بادشاہ	جو دنیا پر خدا کا سایہ ہے
بانیٔ ایں بنائے لطف آئین	بایکے سالِ او خرد گفت آں

بود از ہزار افزوں بست و چہار سال گیتی زعدل وداد ش چوں روضۂ جہاں

در روضۂ مقدس سید حسین کرد ایں پنجرہ ز صدق و صفا اعتبار خاں

در روضۂ مقدسہ سمتِ مغرب دالان از سنگِ سفید، در سال یک ہزار و بست و نُہ سنہ ۱۰۲۹ بفرطِ عقیدت و اخلاص کمانجی راوٴ سندھیہ تعمیر نمودہ است۔ قطعہ منظوم کہ ازاں مادۂ تاریخ پیدا می شود اینست۔

معدنِ نور ، منبعِ اسرار ہست درگاہِ شاہِ خنگ سوار

ساخت دالاں کہ ہست رشکِ بہشت راو کمانجی سندھیہ بوقار

و در سال یک ہزار و دو صد و بست و دو بالا راوٴ اینگلہ بسمت شمالِ روضۂ عالی دالان بنا کردہ بود۔ و نظم کہ از و مادۂ تاریخ پیدا می شود و بر سرِ محراب منقوش است۔

یک ہزار و دو صد و افزوں ازیں کن بست و دو سالِ ہجرت خانۂ بیت العدن آمد شمار
۱۲۲۲ھ

و بر سر دروازۂ شرقی حصار روضہ شریف بر فرازِ محراب قطعۂ تاریخ کہ دیدہ شد اینست

ابیات 15-1-2013

شہ سوارِ ملکِ دنیا، شہبازِ ملکِ دین قاتلِ کفار آں سید حسینِ مہ جبیں

منبع جود و سخا کانِ فتوت اتقا واقفِ سِرِّ ہُدیٰ، آں مہبط نورِ معیں

سرورِ ہر دو جہاں، مشکل کشائے انس وجاں مفخرِ کون و مکاں، آں حاکمِ دنیا و دیں

اس خوش وضع عمارت کے بنانے والا عقل نے سالِ بِنا یہ کہا ہے

دولتؔ است از وزیر خان کلاں کہ نشانِ چنیں ز دولت داں

وزیر خان کلاں کی طرف سے دولتؔ ہے یہ نشان (عمارت) دولتؔ خاں کی جانب سے جانو

مؤلف کی جانب سے تمام لوگوں کو معلوم ہو کہ حضرت سید امیر حسین قدس اللہ سرہٗ عابد و زاہد اور حضرت خواجہ بزرگ کے عاشق و خلیفہ تھے اور قریبی تعلق رکھتے تھے۔ انکی چچا زاد بہن حضرت خواجہ بزرگ معین الاولیا سے منسوب تھیں۔ لیکن سید امیر حسین کی شادی نہیں ہوئی۔ اور مجرد انتقال کیا۔ اور جو جماعت کہ تارہ گڑھ پر آستانِ عالیہ کے گرد اقامت رکھتے تھے۔ بالیقین مشہد کے سادات میں سے رہے ہیں۔ اور آستانۂ عالیہ کی خدمت ان سے متعلق ہے۔ اور دیہات کا بڑا حصہ اوقاف سے مددِ معاش کے طور پر انھیں حاصل ہے۔

چشمۂ نور

تارا گڑھ پہاڑ کے دامن میں سرسبز و شاداب مقام ہے۔ اس کی ہوا بے انتہا دل کو فرحت بخشنے والی اور دماغ کو کھولنے والی اور روحوں کو تسکین دینے والی ہے۔ کہتے ہیں کہ پچھلے زمانے میں اسی جگہ شہر کی آبادی تھی۔ شکستہ دیوار و در سے اسکے نشان ظاہر ہیں۔ سلطان نور الدین جہانگیر اپنی تخت نشینی کے دسویں سال اجمیر میں چوکھٹ بوسی کے شرف سے مشرف ہوا تو مذکورہ گھاٹی کو دیکھ کر جو نہایت خوشنما تھی۔ حکم فرمایا کہ ایک خوبصورت و دلکش عمارت تعمیر کریں۔ چنانچہ ایک سال کی مدت میں دلفریب اور دلکش عمارت تعمیر کی گئی۔ اور وہ چشمہ جو پہاڑوں کے سوراخوں سے رستا ہے وہاں ایک حوض بنا کر فوارہ اور جھرنے سے نئی رونق اور، بے انتہا خوبصورتی دی گئی۔ اس کو دیکھنے سے بادشاہ کا دل بہت محظوظ ہوا۔ اور اپنے نام نور الدین کے التزام کے ساتھ اس کو نور چشمہ سے موسوم کیا۔ اب بھی تعمیراتِ بالا کے نقش و نگار اور در و دیوار کے نشان باقی ہیں۔ مادۂ تاریخ جو نظم کی لڑی میں پروئی ہوئی پتھر کی تختی پر نقش کی گئی ہے درجِ ذیل ہے۔ تاریخ

بلند اقبال شاہِ ہفت کشور کہ وصفِ او نمی گنجد بتقریر

بلند نصیب ، سات ملکوں کا بادشاہ کہ جس کی تعریف تقریر (الفاظ) میں نہیں ادا ہو سکتی

فروغ خاندانِ شاہ اکبر شہنشاہِ زماں شاہ جہانگیر

اکبر بادشاہ کے خاندان کی شان زمانے کے شہنشاہ ، جہانگیر بادشاہ ہیں

از پئے تاریخِ او کردم سوال از عقلِ کل گفت جو تاریخِ او از روضۂ سلطانِ دیں

۱۲۲۵ھ

دراحاطۂ دوم قبر یست کہ بر سرآں چادرِ سبز پوشند و گویند کہ در تہِ آں فرش حضرت امیر سید حسین مدفون است۔ واللہ اعلم بالصواب۔ وعلاوہ آں کہ مذکور بالا شد مسجد یست خوشنما و پُر فضا کہ در ایام انتظام دولت انگلشیہ کہ بجہت زمانِ غیر آگہی متولی درگاہ ناگریز افتادہ بود باہتمام مولوی مجید الدین صدر اول تعمیر شدہ است وحوضِ آب در فنائے صحن احاطہ دوم بنا نمودہ کہ بزمانِ موسمِ باراں آبِ آستانۂ عالی اندراں جمع می شود و بکار می آید۔

بلند دروازہ

افضل العمارت است۔ در سالِ نُہ صد و ہفتاد وشش باہتمام اسمٰعیل قلی خان کہ مقطع اجمیر بود۔ درعہد جلال الدین محمد اکبر شاہ بادشاہ باختتام رسیدہ۔ ارتفاعِ آں قریب بست و یک درعہ وتعمیر آں از سنگِ سرخ است۔ وفرازِ آں برلوح سنگ سفید کہ قطعۂ مادۂ تاریخ منقوش کردہ اند اینست۔ قطعہ

بعہد بادشاہ آسماں قدر پناہِ ملک و ملت، ظلِ یزداں

جلال الدین محمد اکبر آں شاہ کہ دارد در نگین ملکِ سلیماں

15-1-2013

بدیں درگہ کہ ہمچو کعبہ آمد سوادش عین نور و نور اعیاں

ز ''کاخِ دلکشا'' تاریخِ اتمام اگر خواہد کسے می یابد آساں

۹۷۶ھ

دراحاطۂ سوم کہ در پائے بلند دروازہ واقع است عمارت پختہ از

دریں سرچشمہ چوں آمد ز فیضش
روان شد آب و خاکش گشت اکسیر

جب وہ اس چشمہ پر آیا تو اس کے فیض سے
پانی جاری ہوگیا، اور اس کی مٹی اکسیر ہوگئی

شہنشہ کرد نامش چشمۂ نور
شدہ آبِ بقا زو چاشنی گیر

شہنشاہ نے اس کو چشمۂ نور (روشنی کا چشمہ) نام دیا
جس سے آبِ حیات ذائقہ حاصل کرتا ہے

دہم سال از جلوس شاہ غازی
بحکم بادشاہ نیک تدبیر

بادشاہ غازی کی تخت نشینی کے دسویں سال
نیک تدبیر بادشاہ کے حکم کی تعمیل میں

خرد تاریخِ اتمامش رقم کرد
محل شاہ نور الدین جہانگیر

سنہ ۱۰۲۳ھ

عقل نے اس کی تکمیل کی تاریخ تحریر کی ''بادشاہ نور الدین جہانگیر کا محل''

شاہی محل کے قریب ایک خوشگوار جگہ ہے جو ابھی باغ نور چشمہ کے نام سے موسوم ہے۔ لیکن فی الحال سوائے آم و جامن کے جو اجمیر کی زمین کی خاصیت سے کلی مناسبت رکھتے ہیں۔ دوسرے گلاب کے درخت، چمن ہریالی و شادابی جو باغ و بہار کا لازمہ ہیں کی کوئی نشانی ظاہر نہیں ہے۔

چلہ بی بی حافظہ جمال

شاہی عمارت سے متصل چشمۂ نور کا پانی جاری ہونے کی جگہ پر پہاڑ کے بیچ میں ایک مہیب مقام اور ہولناک جگہ ہے۔ اطراف و اکناف میں انسانی آبادی کا نشان نہیں ہے۔ وحدت کا جنگل ہے۔ شیر دل لوگوں کے سوا کوئی دوسرا نہیں ٹھہر سکتا۔ بڑی بلند شان والا اور یکتا ہوگا وہ شخص جو اس قسم کے گوشۂ تنہائی میں اپنے پرائے سے منہ موڑ کر مفلسی اور مصیبت میں زندگی بسر کرے۔

نقل کرتے ہیں کہ بی بی حافظہ جمال بنت خواجہ بزرگ معین الاولیا ایک زمانے تک اسی گوشۂ طاعت اور کنجِ عبادت میں بیٹھیں۔ اور خیر و برکت حاصل فرمائی۔ اسی وجہ سے یہ جگہ بی بی چلہ کے نام سے مشہور ہے۔ ہر سال انیس (۱۹) تاریخ کو حضرت صاحبزادی صاحبہ کی وفات کے دن عورتوں اور مردوں کا بڑا مجمع اور بہت بھیڑ چلہ شریف کی زیارت کے لئے جمع ہوتی ہے۔

دیگر از کفیل

نہیں ہے راز یہ بیشک مشک جیسی مشک بو ہرگز — معین دین و ملت کا جو یہ بو چشتی ہو

نبی کی امت عاشق ہندوستاں کے یاروں — کرم سے خواجہ ہند الولی کی یار چشتی ہو

محامد آپ کی لکھی امام الدین صاحب نے — مشام جان و دل اس شاہ کا عنبر سرشتی ہو

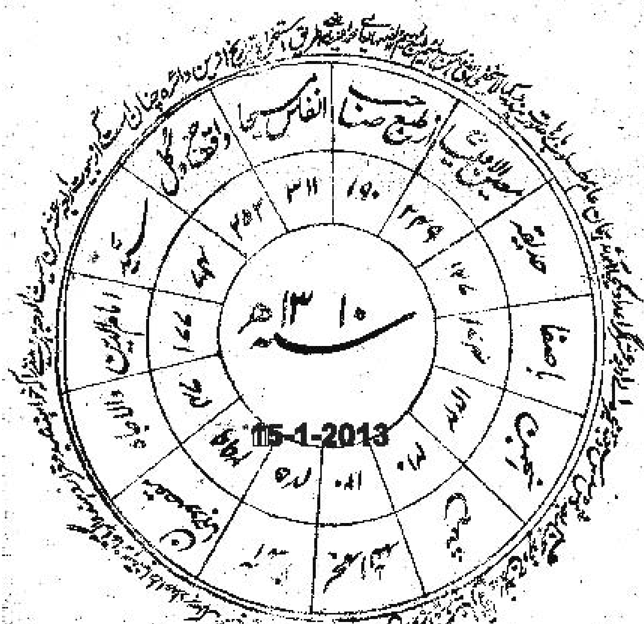
معین الاولیا ہے نام اس کا محامد کا — سن تالیف پیدا کر دل عاصی بہشتی ہو

کہا ہاتف نے مژدہ کو تحمل پر صحاحی کو — زباں سے یہ دعا نکلے وہ دوزخ سے فرشتی ہو

یہ کل مصرع ہی سال عیسوی میں تمام ہجری کا — اگر اسم معین الاولیا مشہور چشتی ہو

۱۱ — ۱۳۰۹ھ — ۱۸۹۱ع — ۵۶۷

دائرۃ التاریخ



امیر تاغاں اور امیر ترغاں شہید

چشمۂ نور سے متصل کچھ مغربی جانب ایک چھوٹی پہاڑی پر جس کی سطح ہموار ہے ایک پختہ احاطہ میں قبرستان ہے۔ اور اس کے اطراف قبروں کے نشان زیادہ دکھائی دیتے ہیں۔ جس کو لوگ گنج شہیداں کہتے ہیں۔ بڑی ہیبت اور عظمت والا مقام ہے۔ جس میں گرمی اور جلال کی نشانیاں ظاہر ہیں۔ ہر جمعرات کو بڑی تعداد میں مخلوق زیارت کے لئے آتی ہے۔ اور رجب کی انیس تاریخ جو صاحبزادی صاحبہ کے عرس اور چلہ کی زیارت کے لئے مقرر اور مشہور ہے۔ جگہ کے قریب ہونے کی وجہ سے زائرین اور تماشابین لوگوں کی بھیڑ ثواب حاصل کرنے اور دیدار کے لئے اور عارفانِ خدارات کو قیام کے لئے جمع ہوتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ یہ لوگ اسلامی لشکر کے سالار تھے۔ اور انھوں نے حضرت سید حسین مشہدی کی رفاقت میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔ چند سال قبل ایک گدڑی پوش شخص جو سرزمینِ افغانستان کا باشندہ ہے مزارات کی مجاورت کرتا ہے۔ اور چونکہ بااخلاق اور عزیز الوجود ہے شہر کے بہت سے امیر لوگ اور قرب وجوار کے دیہات کے باشندے ضروریات کا سامان اس کو پہنچاتے ہیں۔ اس نے نمایاں کام کئے ہیں۔ یعنی مزارات کے اطراف پختہ احاطہ از سرِ نو تعمیر کیا ہے۔ اور دالان، مسجد، حجرہ، دروازے بہت مضبوط اور پائیدار بنائے ہیں۔ اور ایک گہرا اور وسیع حوض قبرستان کے پاس کھودا ہے۔

کہتے ہیں کہ حوض کو کھودنے کے دوران مٹی کے برتن مثلاً آفتابہ، صراحی، چھوٹی ٹھلیا زمین کے اندر سے برآمد ہوئیں تھیں۔ فقیر مولف نے بھی مذکورہ برتنوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ نقش ونگار، بناوٹ ولطافت، خوبی اور مضبوطی میں بے انتہا پسندیدہ، خوشنما اور موزوں ہیں کہ اس کے مثل موجودہ زمانے میں دیکھے نہیں گئے۔ بعضے لوگوں کی رائے یہ ہے کہ تمام برتن سونے اور چاندی کے بنے ہوئے تھے جس کا سرمایہ مذکورہ بالا عمارتوں کی تعمیر میں صرف ہوا۔ ظاہری اسباب سے یہ بات بالکل صحیح معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے کہ تعمیر کے اخراجات بے انتہا تھے۔ اور اس کا انتظام اور تکمیل بغیر زرِ کثیر کی فراہمی کے کوئی شخص نہیں کرسکتا ہے۔ مزید برآں یہ بات بے منت طلب وقوع میں آئی۔ تو یہ غیب کا

اطاق و مسجد و مرقد تک تک دیدہ می شود۔ و بیرون احاطہ آستانِ عالی دو تا دیگ بزرگ ازساخت مس کہ یکے از وفورِ عقیدت سلطان نورالدین جہانگیر و دیگرے از ارادت و اخلاص ملّا مداری مدارالمہام گوالیار بطریق ایفا نذر گزرانیدہ بود بر فراز دیگدان بزرگ نہادہ اند۔ در ماہ رجب آغاز شانزدہم تا ہیجدہم زمانِ عرس معہود است۔ جمعے از فقرا و اغنیا بر سرِ کوہ جمع می آیند۔ و در ہر شب محفل سماع بر پا می شود۔ بر سر صحن تالار بزرگ چادر کشیدہ بروشنی چراغاں و کنول و فانوس بساط بزم آراستہ و پیراستہ می نمایند۔ بالآخر بروز ہیجدہم بعد از وقت زوال اختتام عرس می باشد۔ کہ عوام قُل می گویند۔ و ایں اشارت از ادائے رسمِ فاتحہ کہ معروف و مشہور دیار و امصار است۔ و از عہد شاہانِ دہلی کہ دیہات بطریق وقف مرفوع نمودہ اند۔ اخراجات عرس وغیرہ از حاصلاتِ آں بہم می رسانند۔ و در سمت جنوب از آستانِ عالی احاطہ است کہ بہ گنجِ شہدا شہرت دارد۔ معمور است از قبور، جائیست پُر فیض و مخزنِ نور۔ ایں ہمہ یاران و لشکریان حضرت میران سید حسین بودہ باشند۔ کہ در امرِ حق کوشیدہ و بہ پایہ شہادت رسیدہ۔ دیوار احاطہ بر حسن اعتقاد وزیر خان کلاں کہ از اعیان دولت سلطان نور الدین جہانگیر بودہ است دلالت می کند۔ چنانکہ از کتبۂ منظوم مفہوم می شود۔

کتبہ

در زمانِ شہ رفیع مکان   کہ بنازد بدورِ او دوراں

آں شہنشہ کہ ذاتِ او آمد   باعثِ عدل و داد و امن و اماں

شاہ گیتی پناہ نور الدین   بر جہاں است سایۂ یزداں

بائے ایں بنائے لطف آئین   بایکے سالِ او خرد گفت آں

دولت است از وزیر خان کلاں   کہ نشانِ چنیں ز دولت داں

سامان رہا ہوگا۔

سوت بُرج

چشمۂ نور سے متصل اور بالمقابل تاراگڑھ قلعہ کے پہاڑ کے نیچے واقع ہے۔ اور عوام کی زبان میں ''روٹھی رانی کا محل'' کے نام سے مشہور ہے۔ اور اسکی حقیقتِ حال جو پایۂ ثبوت کو پہنچی ہے یہ ہے کہ راجہ مالدیو راٹھور نے اپنی حکومت کے دوران قلعہ تاراگڑھ پر پانی لے جانے کے لئے بلند مینار اور ایک بڑا چرخا بنوایا تھا۔ لیکن تکمیل کو نہیں پہنچا، اب برباد پڑے ہیں۔ اور پہلی منزل کے نشان و علامتیں باقی ہیں۔

اندرکوٹ

ہندوستانی تاریخ کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ چار ہزار سال پہلے راجہ اِندرسین نے اسے تعمیر کیا تھا۔ وہ بدھ مذہب کی پیروی کرتا تھا۔ بہت سے بتکدے اور بت خانے اس نے اطراف واکناف میں تعمیر کئے۔ لیکن جس زمانے میں راجہ پتھورا نے شکست کھائی اور سلطان شہاب الدین غوری نے غلبہ حاصل کیا۔ اور اجمیر کے اطراف میں تسلط پایا تمام بت خانوں کو مسمار اور منہدم کر دیا۔ اور قوم ہنود کے تقریباً دس ہزار مرد و عورت کو اسلام سے مشرف کیا۔ اور بڑے صنم خانے کو جو (اڑھائی دن کا جھونپڑا) کے نام سے مشہور ہے بربادی اور انہدام کے ٹکراؤ سے محفوظ رکھ کر مینار ومحراب کی تبدیلی اور شبیہ و تصاویر اور پیکر اصنام کی تردید کر کے مسجد کی شکل دے دی۔ اور قرآنی آیات پتھروں کے ٹکڑوں پر نقش کر کے محراب و دروازے کے گھیرے میں نصب کیا اور جمعہ کے دن صد شوکت اور ہزار عظمت سے اہلِ اسلام کی جماعت کے ساتھ نماز ادا کر کے سعادتِ ابدی کی دولت اور افتخارِ سرمدی کا سرمایہ حاصل کیا۔ محراب پر کتبہ یہ ہے۔

''بَنَا فِی الْحَادِی وَالْعِشْرِیْنَ جُمَ ☐ اِدَی الْاُخریٰ سَنْ خَمسَۃَ وَ تِسعِیْنَ وَ خَمسَ مِأۃَ''۔ (یعنی ۲۱ رجمادیٰ الاخریٰ ۵۹۵ھ میں تعمیر ہوا۔)

من مؤلف معلوم ہمگناں باد کہ حضرت سید امیر حسین قدس اللہ سرہ عابد وزاہد ومولع وخلیفہ حضرت خواجہ بزرگ معین الاولیاء است۔ ونیز واسطہ خویشی دارد۔ کہ بنت عم او بحضرت خواجہ بزرگ معین الاولیا منسوب بود۔ اما حضرت سید امیر حسین جفت نخواست۔ ومجردانہ بگذشت۔ جمعے کہ برسر کوہ تاراگڈھ در جوار آستانِ عالی طرح اقامت دارند بہ یقین از سادات مشہد بودہ اند۔ وخدمت آستانۂ عالی بایشاں متعلق است وحصہ کثیر از دیہات اوقاف در وجہ مددِ معاش دارند۔

نور چشمہ

در دامنِ کوہ تاراگڈھ جائیست شاداب ومطرّا، ہوائے آں در اقصی الغایت مفرح قلب ومفتح دماغ ومسکن ارواح است۔ گویند کہ در زمانِ سابق ہمیں جا آبادی شہر بود کہ ہنوز از در ودیوارِ شکستہ اثرِ آں پدیدار است۔ در سال دہم از جلوس خود کہ سلطان نورالدین جہانگیر بشرف عتبہ بوسی اجمیر مشرف شد بمشاہدہ درۂ مذکور کہ از بس خوشنما بود، امر فرمود کہ بہ عمارت خوب ومرغوب درست نمایند۔ چنانچہ در مدت یک سال معمورۂ دلفریب ودلچسپ بنا نمودند۔ وسرچشمہ کہ از دماغِ کوہسار می ریزد، حوض بزرگ طرح دادہ بہ فوارہ وآبشار رونق تازہ ولطافت بے اندازہ مستزاد کردند۔ بدیدنِ آں خاطر بادشاہ بسیار محظوظ گشت۔ وبالتزامِ ہمنامیِ خود کہ نورالدین است بہ نور چشمہ موسوم گردانید۔ ہنوز از تعمیرات بالا نقش ونگار ونشان در دیوار ہا باقیست۔ مادہ تاریخ کہ در سلک نظم کشیدہ برسر تختہ سنگ نقش کردہ اند ایست۔ تاریخ

15-1-2013

بلند اقبال شاہِ ہفت کشور کہ وصفِ او نمی گنجد بتقریر

فروغ خاندانِ شاہ اکبر شہنشاہِ زماں شاہ جہانگیر

دریں سرچشمہ چوں آمد ز فیضش رواں شد آب وخاکش گشت اکسیر

اور عبارت مغربی دیوار میں یہ ہے۔

''فِیْ تَوْلِیَتِ اَبُوْ بَکْرِبْنِ اَحْمَدْ جَمَالُ الْفَضْلَۃ بَتَارِیْخِ ذَا الْحِجَّۃِ سِتَّ وَ تِسْعِیْنَ خَمْسَ مِأَۃ'' (یعنی ذی الحجہ ۵۹۶ھ کو ابو بکر بن احمد جمال الفضلہ کی تولیت میں تعمیر ہوئی ہے۔)

اور بعد اس کے سلطان شمس الدین التمش کے نام کا سکہ اور خطبہ جاری ہو گیا پوری قدیم عمارت کو ڈھادیا۔ اور از سرِ نو تعمیر کیا۔ اور نئے انداز سے اس کو آراستہ کیا۔ لیکن ماضی کے ردکو ثابت رکھتے ہوئے سلف کی یادگار کو تلف کرنے پر راضی نہیں ہوا اور پتھر، کھمبے اور محراب جو نقش و نگار میں دلکش اور نادر تھے جدید تعمیر میں کام میں لایا۔ اور انھیں مناسب جگہوں اور پسندیدہ مقامات پر نصب کیا۔ دائیں محراب کے گھیرے میں سورۂ اِنّا فتحنا اور بائیں محراب میں سورہ تبارک اور درمیانی محراب میں مندرجہ ذیل کتبہ بخط جلی طغرا میں منقوش ہے۔

اَمَرَ بِھٰذِہِ الْعِمَارَتِ السُّلْطَانُ الْعَادِلُ الْعَالِمُ الْمُعَظَّمُ وَ الْخَاقَانُ الْاَعْظَمُ مَلِکُ التُّرْکِ ، شَھَنْشَاہ الْاَعْظَم ، مَالِکُ رِقَابِ الْاُمَمِ ، مَوْلٰی مُلُوْکِ الْعَرَبِ التُّرْکِ وَالْعَجَمِ ظِلُّ اللّٰہِ فِی الْعَالَمِ ، شَمْسُ الدُّنْیَا وَ الدِّیْنِ ، غَیَاثُ الْاِسْلَامِ وَ الْمُسْلِمِیْنِ ، تَاجُ الْمُلُوْکِ وَ السَّلَاطِیْنِ ، قَامِعُ الْکَفَرَۃِ وَ الْمُلْحِدِیْنَ ، قَاھِرُ الظُّلْمَۃِ وَ الْمُشْرِکِیْنَ ، نَاصِرُ الْاِسْلَامِ ، عَلَاءُ الدَّوْلَۃِ الْقَاھِرَۃِ وَ الْمِلَّۃِ الْبَاھِرَۃِ ، مَالِکُ الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ ، سُلْطَانُ الشَّرْقِ ، اَلْمُؤَیِّدُ مِنَ السَّمَاءِ ، اَلْمُظَفَّرُ عَلَی الْاَعْدَاءِ ، اَبِی الْمُظَفَّرِ اَلتَمِشِ السُّلْطَانِیْ ، مَعْشَرُ خَلِیْفَۃِ اللّٰہِ ، نَاصِرُ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ ، اَعْلَی اللّٰہُ فِیْ کُلِّ شَانِہٖ وَ اَظْھَرَ فِیْ کُلِّ سَاعَتِہٖ بِزَمَانِہٖ ، وَ اُکْتُبَہٗ فِی الْعَاشِرِیْنَ مِنْ رَبِیْعِ الْاٰخِرِیْنَ۔ فِیْ نَوْبَۃِ تَوْلِیَۃِ اَحْمَدْ مُحَمَّدْ الْعَارِضْ۔

(یعنی اس عمارت کو بنانے کا حکم دیا سلطان، عادل، عالم، معظم، خاقانِ اعظم، شاہِ ترک، شہنشاہِ اعظم، مالکِ رقابِ امم، عرب ترک اور عجمی بادشاہوں کا آقا، دنیا میں اللہ کا سایہ، شمس دنیا و دیں، غیاث الاسلام و مسلمین، تاجِ ملوک و سلاطین، کافروں اور ملحدوں کا قلع قمع کرنے والا، ناصرِ اسلام، دولتِ قاہرہ اور ملتِ باہرہ کا سرتاج، مالکِ بحر و بر، سلطانِ شرق، جس کی آسمان تائید کرے، دشمنوں پر فتح یاب، ابوالمظفر التمش، سلطانِ معشر، خلیفۃ اللہ، ناصر امیر المومنین، اللہ اسکی ہر شان کو بلند فرمائے اور اسکی ہر ساعت اور وقت کو روشن کرے۔ یہ تحریر لکھی گئی ۲۰ ربیع

شہنشہ کرد نامش چشمۂ نور — شدہ آبِ بقا زو چاشنی گیر

دہم سال از جلوس شاہ غازی — بحکم بادشاہ نیک تدبیر

خرد تاریخِ اتمامش رقم کرد — محل شاہ نور الدین جہانگیر

سنہ ۱۰۲۳ھ

درقرب محل شاہی جائیست خوشگوار کہ ہنوز بہ باغ نور چشمہ موسوم است۔ امادر زمان حال بجز درخت انبہ وجامن کہ خاصیت زمین دیار اجمیر مناسبت کُلی باآں دارد۔ دگر از گلبن وگلزار وریحاں وسنبلستان کہ لازمہ باغ و بہار است اثرے پیدانیست۔

چلہ بی بی حافظہ جمال

متصل بہ عمارت شاہی برسرِ منفذ آب چشمۂ نور در کمر کوہ واقع مقامیست مہیب و جائیست ہولناک کہ درگردونواح از آبادیِ انسان نشان ندارد۔ بیشۂ وحدت است کہ غیرازمردمانِ شیر بیشہ دیگرے جاگزیدن نتواند۔ زہے علوی شان و یکتا کسے کہ دراین چنیں زاویۂ تنہائی ازیگانہ وبیگانہ روئے تافتہ بہ عسرت ومحنت بسر بُرد۔

آوردہ اند کہ بی بی حافظہ جمالبنت حضرت خواجہ بزرگ معین الاولیا مدتے دریں جائے خاص مدتہا در گوشۂ طاعت وکُنجِ ریاضت بنشست۔ و اکتسابِ خیر و برکت فرمود۔ ازیں جہت بنام بی بی چلہ معروف است۔ بتاریخ نوزدہم درہر سال یوم وفات حضرت صاحبزادی صاحبہ انبوہِ کثیر وجم غفیر اززن ومرد بتقریبِ زیارت چلہ شریف جمع می آیند۔

امیر تاغاں وامیر ترغاں شہدا

متصل بہ چشمۂ نور مائل بہ سمت مغرب برسرکوہچہ کہ سطح ہموار دارد۔ توی احاطہ پختہ

الاخر کو احمد محمد العارض کی تولیت میں ۔)

یقینا بڑی ، کشادہ ، خوشنما ، اچھے طرز کی جگہ ہے اسکے مثل دنیا میں بہت کم ہے۔ کہتے ہیں کہ جنوبیوں کی حکومت کے زمانے میں فقیروں کی ایک جماعت جو آزاد اور بانوا مشہور ہے نے اس کو اپنے آنے جانے کی جگہ قرار دی اور مسمی پنجا بادشاہ نے جوان کا سردار تھا تھوڑا روپیہ اور محنت اسکی حفاظت و مرمت کے لئے صرف کی اور اس طرح کچھ سالوں میں اپنے تصرف میں لے لیا۔ اور اُن فقیروں کی آرام گاہ کے لئے محفوظ و مخصوص کر دی جو حضرت خواجہ معین الاولیاء کے عرس کے زمانے میں جوق در جوق جمع ہوتے ہیں۔ اور اس اعتبار سے کہ دنیا کے مکان و زمان جلد زوال پذیر ہو جاتے ہیں آزاد فقیر اپنے محاوروں میں دنیا کے وجود و قیود کو اکثر ڈھائی دن سے تعبیر کرتے ہیں۔ اسی طرح (ڈھائی دن کی بادشاہت) (ڈھائی دن کا جھونپڑا) یہی وجہ ہے کہ ڈھائی دن کا جھونپڑا نام رکھا اور اس طرح یہ محاورہ سب لوگوں میں شہرت پا گیا اور ایک ہزار آٹھ سو ترانوے ۱۸۹۳ء میں انگریزی حکومت کے میرِ دولت کے اہتمام سے عمارت کے قیام اور مضبوطی کو دیکھتے ہوئے بہت سا روپیہ ٹوٹ پھوٹ کی درستی اور مرمت میں خرچ کیا گیا۔

کانِ سیسہ عرف سیسہ کان

شہر کی دیوار سے متصل پہاڑ کے وسط میں چلہ بڑے پیر صاحب واقع ہے اور اس کا منھ دیوار شہر کے مقابل ہے یہ پہاڑ کے اندر ایک بڑا گڈھا ہے۔ بڑی شاداب اور بہت ٹھنڈی جگہ ہے کہ گرمیوں کے زمانے میں بھی سردی کے سامان کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس کی گہرائی میں پانی کا چشمہ بہت لطیف، میٹھا اور خوشگوار ہے۔ اور عملی طور پر جاری ہو کر ڈگی تالاب میں پہنچتا ہے۔ جو شہر کی آبادی کے اطراف جنوبی سمت واقع ہے۔ اور یہ حوض نہایت دلکش ہے اور اوپر سے نیچے تک خوشنما منظر رکھتا ہے۔ اسکے اطراف میں خوش وضع اور خوبصورت عمارت ہے۔ اور اسکا منظر نہایت بارونق ، خوبصورت اور پاکیزہ ہے۔ اور اس کی تعمیر کا سال بارہ سو اڑتالیس ۱۲۴۸ھ (مطابق ۱۸۳۲ء) کرنل ڈکسن صوبہ دار اجمیر کے عہدِ حکومت میں تحریر کیا